سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

بدھ، جمعرات 14، 15۔ جون، 1995ء

(چہار، پنج شنبہ 14، 15۔ محرم الحرام، 1416ھ)

جلد: 21 شمارہ: 1، 2

(بشمول شمارہ جات 1 تا 13)

مندرجات

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ	1
صدر نشینوں کی جماعت کی تشکیل	2
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ جات صحت، جیل خانہ جات اور اطلاعات، ثقافت و سیاحت)	5
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	38
غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	55
مسئلہ استحقاق:	
تقدر پولیس کورٹ میں رکن اسمبلی اور ساتھیوں پر پولیس کا لاٹھی چارج (.....جاری)	60
نشان زدہ سوال نمبر 1579 کا غلط جواب	63
تحریک التوائے کار:	
قائم مقام قائد حزب اختلاف کے گھر کا گھیراؤ	81

جمعرات 15۔ جون 1995ء

جلد: 21 شمارہ: 2

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ ---------- 1

پوائنٹ آف آرڈر

قومی اخبارات میں بجٹ کے اعداد و شمار کی قبل از وقت تشہیر ---------- 2

قائم مقام قائد حزب اختلاف کی گرفتاری سے متعلق

تحریک التوائے کار پر غیر تسلی بخش کارروائی ---------- 3

اسمبلی کے دربانوں کی یونیفارم میں پگڑی کی بحالی ---------- 7

وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر ---------- 11

میزانیہ بابت سال 96-1995ء کا ایوان میں پیش کیا جانا ---------- 32

ضمنی میزانیہ بابت سال 95-1994ء کا ایوان میں پیش کیا جانا ---------- 32

مسودہ قانون، مالیات بابت سال 1995ء کا ایوان میں پیش کیا جانا ---------- 33

اجلاس کی طلبی کا فرمان

"In exercise of the powers conferred under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, **Justice Muhammad Ilyas,** *Governor of the Punjab*, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Wednesday, 14th June, 1995 at 4.00 p. m., in the Assembly Chambers, Lahore.

Dated Lahore
the 10th June, 1995.

JUSTICE MUHAMMAD ILYAS
ACTING GOVERNOR OF THE PUNJAB"

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

بدھ 14۔ جون' 1995ء

(چہار شنبہ 14 محرم الحرام' 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں شام 4 بج کر 5 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر جناب محمد حنیف رانے منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ
رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

سورۃ النحل آیت 125

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۝

وما علینا الا البلاغ۝

صدر نشینوں کی جماعت کی تشکیل

جناب سپیکر، سیکرٹری اسمبلی صدر نشینوں کے اسمائے گرامی پڑھ کر سنائیں گے۔

سیکرٹری اسمبلی، قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب ۱۹۷۲ء کے قاعدہ ۔ ۱۴ کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس ہذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل بحسب ترتیب و تقدیم ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

۱۔ میاں محمد افضل حیات

۲۔ جناب ریاض حشمت جنجوعہ

۳۔ چودھری محمد اقبال

۴۔ چودھری محمد وصی ظفر

جناب ایس اے حمید، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں آج آپ کو اس ایوان میں دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے اپنی صدارت میں پاکستان کے سب سے بڑے ایوان پنجاب اسمبلی سے جو متفقہ قرار داد پیش کی اور جسے منظور فرمایا جس کی بنیاد پہ ایک بہت بڑا سانحہ جو کراچی میں بدترین حالات کی وجہ سے درپیش آنے والا تھا اس کے بارے میں پاکستان کے آٹھ کروڑ عوام نے متفقہ طور پر ایک بات کی اور اس کے لیے پنجاب حکومت کی طرف سے ایک قرارداد پیش کی گئی جو کینسل کر دی گئی ۔ جناب سپیکر ! میں یہاں پنجاب کے عوام کی طرف سے آج اس ہاؤس میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس قرارداد کا کیاحشر ہوا؟ کس طور پر کیا پیش رفت کی گئی ہے اور پنجاب کے عوام نے جو متفقہ طور پر اس بات کا مطالبہ کیا تھا کہ کراچی کے سنگین مسئلے کو حل کیا جائے ۔ تو اس کے بارے میں کیا پیش رفت ہوئی ہے ؟ شکریہ جناب سپیکر !

جناب سپیکر ، جو قرارداد بھی پیش ہوتی ہے اگر وہ منظور ہوجائے تو جس سے متعلق ہوتی ہے اسمبلی کے سیکرٹریٹ کی طرف سے اسے بھیجی جاتی ہے ۔ چنانچہ یہ قرارداد بھی جب متفقہ طور پر منظور ہو گئی تو اسے اسمبلی کی طرف سے میرے حکم سے مرکزی حکومت کو بھیج دیا گیا ہے ۔ اب وقفہ

سوالات شروع ہوتا ہے ۔ آج سوالات ہیں۔۔۔

رانا محمد اقبال خان ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی میں ذرا بات کر رہا ہوں ۔ آج صحت ، جیل خانہ جات اور اطلاعات ، ثقافت و سیاحت کے سوالات ہیں ۔ جی رانا صاحب! اب فرمائیے ۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر ! اس اسمبلی میں آج ایک ایسی بات دیکھنے میں آئی ہے جو پہلے آج تک شاید ہی کسی نے یہاں دیکھی ہو ۔ ہماری لابی کے باہر کرسیاں رکھی ہوئی تھیں وہ وہاں سے اٹھوا لی گئی ہیں اور افسران جنھوں نے اپنے سوالات کے کوئی جوابات دینے ہوتے ہیں ان کو بھی وہاں بیٹھنے کے لیے فی الحال کوئی ایسی کرسی بنچ یا کوئی چیز نہیں ہے ۔ تو اس مجھے اس بات پر افسوس ہوا ہے۔ تو کم از کم ان کے استعمال کے لیے فوری طور پر بندوبست فرمایا جائے ۔

جناب سپیکر ، رانا صاحب ! آپ کا شکریہ ۔ میں سیکرٹری صاحب کو خاص طور پر کہتا ہوں کہ اس سلسلے میں اگر کوئی کوتاہی ہے تو فوری طور پر اس بات کا خیال کیاجائے کہ جن لوگوں کو یہاں بلایا جاتا ہے ان کے بیٹھنے کا کوئی مناسب بندوبست کر دیا جائے ۔

چودھری شوکت داؤد ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جناب شوکت صاحب !

چودھری شوکت داؤد ، جناب سپیکر ! میرا پوائنٹ آف آرڈر وقفۂ سوالات کے متعلق ہے ۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پچھلے اجلاس میں بھی ایسا ہی ہوا ہے اور اس اجلاس میں بھی ایسا ہی ہوا ہے ۔ میں نے ایک کرپشن کی نشاندہی کی تھی ۔ پچھلی بار ایک گروہ کی طرف اشارہ کیا تھا اور اس دفعہ ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا جو کرپٹ ہے اور جس نے اتنی کرپشن کی ہے اور آپ نے صرف اس وجہ سے اس سوال کو entertain نہیں کیا اور اسے لیا نہیں کہ میں نے اس کرپشن کا انکشاف کیا ہے ۔ مجھے میرے گھر پر ڈاک کے ذریعے یہ اطلاع ملی ہے ۔

جناب سپیکر ، کونسا سوال ہے ؟ یہ جو وقفۂ سوالات میں سوال آتے ہیں ؟

چودھری شوکت داؤد ، جناب والا ! ظاہر ہے کہ وقفۂ سوالات کے لیے سوالات ہوتے ہیں ۔ میں نے اس محکمے کے سوالات بھیجے تھے ۔

جناب سپیکر ۔ سوالات کس موضوع سے تعلق رکھتے تھے ؟

چودھری شوکت داؤد ۔ جناب والا ! محکمہ مال کے متعلق تھے ۔ وہاں میں نے ایک آدمی کا اشارہ کیا تھا اس کا نام لیا تھا کہ وہ ایک کرپٹ آدمی ہے اور وہ ایک جگہ پر بیٹھا ہوا ہے ۔

جناب سپیکر ۔ کرپشن تو الگ بات ہے ۔ اب آپ کیا چاہتے ہیں ؟ اگر اس شعبہ کی شاید ابھی باری نہ آئی ہو تو چند روز میں باری آجائے گی ۔

چودھری شوکت داؤد ۔ جناب سپیکر ! اس سوال کو تو آپ نے entertain ہی نہیں کیا ۔ پچھلی بار بھی ایسا ہوا کہ میں نے کہا کہ پنجاب میں ایک ایسا گروہ ہے ۔۔۔

جناب سپیکر ۔ شوکت داؤد صاحب ! یہاں پر اس پر بات اتنی تفصیل سے نہیں ہو سکتی ۔ اگر سیکرٹریٹ سے اسے رد کیا گیا تو آپ میرے پاس تشریف لائیں ہم اسے دیکھ لیں گے ۔

چودھری شوکت داؤد ۔ جناب والا ! میں سوال کے بارے میں کہہ رہا ہوں کہ پچھلے اجلاس میں بھی ایسا ہوا کہ محکمہ مال کے متعلق میرا ایک سوال تھا ۔ اس میں پہلے وزیرموصوف نے کہہ دیا کہ وہ کرپٹ ہے ۔ وہ تو ایک پورا گروہ ہے جو پنجاب کو لوٹ رہا ہے ۔ پہلے کہہ دیا کہ اس کا جواب ہی موصول نہیں ہوا ۔ جب یہاں سوالات کیے گئے تو پھر کہہ دیا گیا کہ یہ معاملہ کورٹ میں چل رہا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر زیادتی ہے کہ اگر ہم پنجاب کے عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے کرپشن کی نشاندہی کریں تو اس کو اس طرح سے کہہ دیا جائے ۔ ہمارے پاس تو یہی ایک طریقہ ہوتا ہے کہ ہمارے جو مسائل ہیں وہ ہم وقفۂ سوالات میں بیان کریں ۔

جناب سپیکر ۔ آپ تسلی رکھیں ۔ میرے پاس تشریف لائیں ۔ ہم دیکھیں گے کہ آپ کے ساتھ بالکل کوئی ایسی غلط بات نہیں ہو گی ۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(محکمہ جات صحت، جیل خانہ جات اور اطلاعت، ثقافت و سیاحت)

جناب سپیکر، وقفہ سوالات کو شروع کرلینے دیں تو اچھا ہے ۔ ایک دفعہ یہ شروع ہوجائے ۔ جی راجہ محمد جاوید اخلاص !

پینشن کی ادائیگی میں تاخیر

*490۔راجہ محمد جاوید اخلاص: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست کہ مسٹر نور عالم ڈرائیور جو کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کھاریاں میں کام کر رہا تھا کو میڈیکل بورڈ نے اس کی آنکھ ضائع ہونے کی بناء پر ملازمت سے اَن فِٹ کر دیا اور محکمہ صحت کو مذکورہ ڈرائیور کو ملازمت سے ریٹائر کرنے کی استدعا کی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ نے میڈیکل بورڈ کی رپورٹ پر مذکورہ ڈرائیور کو ملازمت سے ریٹائر کر دیا اور اس کو معمول کی پینشن اور دیگر واجبات بھی ادا کر دیئے مگر اس کی Disability/ invalidation پینشن ابھی تک ادا نہیں کی ہے۔جو کہ میڈیکل بورڈ نے رولز کے تحت ان کو ادا کرنے کے لئے کہا تھا۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو پینشن ڈسپوزل کمیٹی کے روبرو کیس کتنی دفعہ پیش ہوا کس کس تاریخ کو اور پینشن ڈسپوزل کمیٹی نے اس کیس پر ہر دفعہ کیا احکامات جاری کئے نیز ابھی تک مذکورہ ڈرائیور کو Disability/Invalidation پینشن ادا نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں اور تساہل کے ذمہ دار افسران/ ملازمین کے کیا نام ہیں نیز مسٹر نور عالم ڈرائیور اور محکمہ صحت کے درمیان ہونے والی خط و کتابت کی نقول ایوان میں پیش کی جائیں؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)، جناب سپیکر! گزشتہ سیشن میں چونکہ میں مطمئن نہیں تھا کہ جس انداز میں یہ جواب مجھ تک پہنچا میں اسے یہاں پڑھوں ۔ اس لیے میں نے خود اسے defer کرایا تھا۔ اب میں اس کا جواب دینے کی پوزیشن میں ہوں ۔

(الف) یہ درست ہے ۔

(ب و ج) ڈرائیور مذکور کو میڈیکل بورڈ نے invalid قرار دے کر ریٹائر کردیا تھا ۔ اور اس کو

invalidation پینشن اور دیگر واجبات ادا کردیے گئے ہیں ۔ ڈرائیور مذکور کا کیس محکمہ خزانہ میں برائے منظوری disability pension ۹ جنوری ۱۹۹۴ء کو وزارت خزانہ کو بھیج دیا گیا تھا۔ جس میں انھوں نے ہمیں اضافی معلومات اور دستاویزات کی فراہمی کے لیے کہا تھا ۔ اور اب ہم نے انھیں ۲۵ مارچ ۱۹۹۵ء کو ایک reminder دیا ہے ۔اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انشاء اللہ بہت جلد اس حقدار کو پینشن جو کہ اس کا حق ہے اسے بہت جلد مل جائے گا۔ یہ کوئی اس پر مہربانی نہیں کی جارہی یہ ہمارا فرض تھا جس میں ہم نے کوتاہی کی ' مجھے یہاں پر اس کا اعتراف ہے ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے بلکہ آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ میں ایک بھاری وجود کا آدمی ہوں ' میرے راستے میں اتنی بڑی ٹیبل رکھ دی گئی ہے۔ میں اسمبلی میں کیسے اندر آؤں ۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میرا راستہ کیوں روکا گیا ہے ۔

جناب سپیکر ، یہ صرف آپ کا راستہ نہیں روکا گیا ۔ اصل میں ادھر مرمت یا کوئی اور چیز ویسی ہورہی ہے۔ یہ میرا خیال ہے کہ کل آپ کی کارروائی کو ریکارڈ کرنے کے لیے ٹیلی وژن والے رکھ کر گئے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب ! تقریر تو وزیر خزانہ صاحب نے کرنی ہے ۔ ٹی وی والے ان کا راستہ روکیں ' میرا راستہ کیوں روک رہے ہیں ۔

جناب سپیکر ، نہیں ۔ انشاء اللہ آپ فکر نہ کریں ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب والا! ایک گزارش یہ ہے کہ رانا اکرام ربانی صاحب بٹن سارے کھول کر بھائی والے بنے ہوئے ہیں ۔ ہمیں کیوں ڈرا رہے ہیں ۔ ہم لوگ تو ویسے ہی بڑے ڈرے ہوئے ہیں ۔

جناب سپیکر ، اب آپ نے انھیں بٹن بند کروانے پر مجبور کر دیا ہے ۔ (قہقہہ) جی راجہ صاحب! کوئی ضمنی سوال ہے ؟

راجہ محمد جاوید اخلاص ، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جنوری ۱۹۹۴ء سے یہ کیس process

ہو رہا ہے اور تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوگیا ہے تو کیا ایک حقدار کو اتنی تاخیر سے اگر حق دیا جائے تو کیا یہ زیادتی نہیں ہو گی کہ ایک disable آدمی کو اتنا لمبا عرصہ انتظار کرنا پڑے ؟

جناب سپیکر ۔ جی وزیر صحت !

وزیرصحت (رانا اکرام ربانی) ۔ جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے اپنے نہایت ہی قابل احترام بھائی کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شاید انھوں نے میرا جواب تفصیل سے سنا نہیں تھا ۔ یہ جواب محکمے کی طرف سے پچھلے سیشن میں آیا تھا۔ لیکن میں خود اس پر مطمئن نہیں تھا ۔ اور میں نے اس لیے خود اس کو pending کیا تھا ۔ اس کو personally persue کیا ہے ۔اور اب انشاء اللہ میں یہاں پر اسی لیے یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ انشاء اللہ بہت جلد اس حقدار کو اس کا حق ملے گا۔ اور اس سلسلے میں جو کوتاہی ہم سے ہوئی ہے ' جو کہ ہمارا فرض تھا میں اس کے لیے آپ کی وساطت سے اس ایوان سے معذرت خواہ ہوں ۔

جناب سپیکر ۔ میں سمجھتا ہوں کہ راجہ صاحب کی تسلی ہو گئی ہے ۔ آگے چلیں ۔جناب ایس اے حمید صاحب ! سوال نمبر ۶۵۰۔

وزیرصحت ۔ جناب والا! اگر میں یہ آپ کی خدمت میں گزارش کروں کہ یہ against the tradition شیخ صاحب کا پورا سوال پڑھنے کی اجازت مرحمت فرما دی جائے ۔

جناب ایس اے حمید ۔جناب والا ! کیا یہ سارا سوال پڑھ نہیں سکتے ؟

وزیر صحت ۔ جناب والا! ویسے تو لمبے سوال کو should be taken as read لیا جاتا ہے۔

جناب ایس اے حمید ۔ جناب والا ! ٹھیک ہے It should be taken as read

جناب سپیکر ۔ اچھا ۔

لاہور شہر میں ہسپتالوں کی تعداد

*650۔جناب ایس اے حمید، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) لاہور شہر میں ہسپتالوں کی تعداد کیا ہے ان کے نام عملہ کی تعداد گریڈ وار اور ہسپتال وار بتائی جائے۔

(ب) ہر ہسپتال میں بستروں اور سٹاف ،بمہ ڈاکٹرز کی تعداد سے ایوان کو مطلع کیا جائے۔

(ج) کیا صوبہ کے دیگر ہسپتالوں میں بستروں کی تعداد کے تناسب سے عملہ تعینات کیا گیا ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) لاہور شہر میں تیرہ ہسپتال ہیں۔ ان کے نام گریڈ وار اور ہسپتال وار عملہ کی تعداد کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھی دی گئی ہے۔

(ب) ہر ہسپتال میں بستروں اور سٹاف بمع ڈاکٹروں کی تعداد کی تفصیل لف فہرست میں ملاحظہ ہو۔

(ج) صوبہ کے تمام ہسپتالوں میں بستروں کی تعداد کے تناسب سے عملہ کی تعداد کی منظوری دی جاتی ہے۔ تاہم بعض دور دراز مقامات پر ناکافی شہری /سماجی سہولیات کی بناء پر کچھ پوسٹیں خالی رہتی ہیں اور محکمہ صحت پنجاب ان کو ترجیحی طور پر مناسب افراد سے بھرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

لاہور شہر میں ہسپتالوں کی تعداد ' نام' بستروں ' ڈاکٹروں اور باقی عملہ کی تعداد

نمبر شمار	ہسپتالوں کے نام	بستروں کی تعداد	ڈاکٹروں کی تعداد	باقی عملہ کی تعداد
۱۔	میو ہسپتال لاہور	۱۷۹۹	۳۶۶	۱۹۹۸
۲۔	سروسز ہسپتال لاہور	۱۰۵۰	۳۲۲	۱۰۴۳
۳۔	جنرل ہسپتال لاہور	۶۱۲	۱۹۹	۷۵۷
۴۔	سر گنگارام ہسپتال لاہور	۵۳۴	۱۵۵	۷۶۷
۵۔	مینٹل ہسپتال لاہور	۱۳۰۰	۵۱	۵۶۳
۶۔	کارڈیالوجی ہسپتال لاہور (P I C)	۲۷۰	۹۰	۸۳۷
۷۔	جناح ہسپتال لاہور	۱۱۰۰	۹۸	۶۹۳
۸۔	لیڈی ولنگڈن ہسپتال لاہور	۲۳۵	۷۴	۳۳۴
۹۔	لیڈی ایجی سن ہسپتال لاہور	۱۰۰	۲۹	۱۳۰
۱۰۔	کورٹ خواجہ سعید ہسپتال لاہور	۱۲۵	۲۵	۱۷
۱۱۔	میاں منشی ہسپتال لاہور	۱۲۵	۳۶	۱۴۰
۱۲	مزنگ ہسپتال لاہور	۲۵	۱۱	۲۵
۱۳	ڈینٹل ہسپتال لاہور	X	۲۶	۷۱
	کل میزان	۷۳۷۵	۱۵۸۲	۷۳۸۴

جناب ایس اے حمید : ضمنی سوال جناب سپیکر !

وزیر صحت : جناب ! میں نے یہ گزارش کی تھی کہ normally یہ پریکٹس رہی ہے کہ جو سوال لمبے ہوتے ہیں یا جواب لمبے ہوتے ہیں ان کے بارے میں tradition یہ رہی ہے کہ They are almost taken as read.

جناب سپیکر : جی جی !

وزیر صحت : لیکن جناب والا ! میں سوال کے حوالے سے ' جواب کے حوالے سے نہیں ۔ سوال کے حوالے سے شیخ صاحب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ پورا اسے پڑھ دیں تو ------

جناب سپیکر : اس میں عام طور پر سوال پڑھا نہیں جاتا ۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! میرا خیال ہے کہ وزیر صحت صاحب avoid کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : جی!

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! میں نے یہ سوال کیا تھا کہ لاہور میں ہسپتالوں کی تعداد کیا ہے ان کے نام عملہ کی تعداد گریڈ وار اور ہسپتال وار بتائی جائے ۔ جناب سپیکر ! اگر وزیر صحت صاحب اس کا پس منظر جاننا چاہتے ہیں تو بتا دیتا ہوں ۔ اگر ضمنی سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں تو بتا دیں ۔

جناب سپیکر : میرا خیال ہے کہ پس منظر سے وہ واقف ہیں ' آپ مہربانی سے اپنا ضمنی سوال پوچھیے ۔ وہ سنجیدہ آدمی ہیں ۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ لاہور شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں ڈاکٹروں کی کتنی تعداد کسی ہسپتال میں اس وقت موجود کام کر رہی ہے؟

جناب سپیکر : جی فرمایے۔

وزیر صحت : جناب سپیکر ! ہر level کے ہسپتال کے لیے تناسب مختلف ہے۔ ایل۔ ایچ۔ کیو کے لیے اور ہے' ڈی۔ ایچ۔ کیو کے لیے اور ہے۔ ہمارے پاس میڈیکل ڈینٹل کونسل کی جو requirements ہیں کہ تناسب کیا ہونا چاہیے۔ یہ ایک کافی لمبی اتنی موٹی کتاب ہے۔ اگر شیخ صاحب مناسب سمجھیں تو میں اس سوال کو صرف مؤخر کرانا چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ شیخ صاحب اگر اسے دیکھ لیں اور اس کے بعد

یہ سمجھیں کہ اس کی مزید کچھ وضاحت ہاؤس میں ہونی چاہیے تو اس وقت تک کے لیے آپ اسے پینڈنگ کر لیں کہ شیخ صاحب سیشن کے بعد میرے پاس آ کر اسے دیکھ لیں۔ یہ کافی موٹی کتاب ہے اور مجھے اسے پڑھتے ہوئے کافی وقت لگ جائے گا۔

جناب سپیکر ، جی شیخ صاحب ' آپ کا کیا خیال ہے؟

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! میں نے بڑا سادہ سا سوال کیا ہے کہ لاہور شہر کے علاوہ کسی شہر کے ہسپتال میں بستروں کی گنجائش کے مطابق ڈاکٹروں کی شرح یہی ہے جو یہاں پر ہے۔ اگر لاہور شہر میں چار بیڈ کے اوپر ایک ڈاکٹر ہے تو کیا پنجاب کے کسی اور شہر میں چار بستروں کے اوپر ایک ڈاکٹر تعینات کیا گیا ہے۔ اگر نہیں تو کتنے بستروں کے اوپر ایک ڈاکٹر تعینات کیا گیا ہے؟ اتنا بتا دیں۔

وزیر صحت ، جناب سپیکر! میں پھر بھی یہی عرض کروں گا کہ پی۔ ایم۔ ڈی۔ سی کی طرف سے مختلف کالجز یا ڈسٹرکٹ ہسپتال کی سطح کے لیے مختلف yardsticks ہمیں مہیا کی گئی ہیں اور ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس yardstick کے مطابق جو ڈاکٹروں کا اور سپورٹنگ سٹاف کا تناسب ہے وہ پورا ہو جائے۔ لیکن اگر ان کے ذہن میں کسی جگہ پر کوئی ایسا ہسپتال ہے جہاں پر یہ تناسب پورا نہیں ہے تو یہ اس کی نشاندہی کر دیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس کو بھی پورا کر دیں۔

جناب سپیکر ، وزیر صحت صاحب کے بیان سے جو بات واضح ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہر شہر کا الگ الگ معیار ہے۔ البتہ جو معیار متعین کیا گیا ہے اگر اس معیار کے مطابق وہاں کوئی کمی بیشی ہے اور آپ نشاندہی کر دیں تو وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم اس کے مطابق وہاں اصلاح کر دیں گے۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! یہ تو ایک ان کی مہربانی ہے کہ یہ اصلاح کر دیں گے۔ میں نے تو صرف ان سے صورتحال کا نقشہ پوچھا ہے کہ نقشہ کیا ہے؟

جناب سپیکر ، نقشہ بتا رہے ہیں کہ پوری کتاب پر پھیلا ہوا ہے۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! یہ بات نہیں۔ مثلاً پنڈی ہے' پنڈی کا بتا دیں۔ فیصل آباد کا بتا دیں۔ گوجرانوالہ کا بتا دیں۔ ساہیوال کا بتا دیں۔ سیالکوٹ کا بتا دیں۔ گجرات کا بتا دیں۔ کسی کا بتا دیں۔

جناب سپیکر ، بس ۔ بس۔ بس۔ آپ جغرافیے میں کافی مضبوط معلوم ہوتے ہیں۔

میاں فضل حق ، ہر لحاظ سے مضبوط ہیں۔

جناب سپیکر ، اچھا جی۔

وزیر صحت ، جناب سپیکر! ویسے تو ڈویژن وائز علیحدہ علیحدہ بریک اپ بھی میں عرض کر دیتا ہوں۔ پھر جیسے میں نے پہلے شیخ صاحب سے ایک عرض کی تھی وہ میری آفر ابھی تک موجود ہے۔

جناب سپیکر ، آپ نمونہ کے طور پر بتا دیں۔ مثلاً راولپنڈی کا بتا دیجیے۔

رانا محمد اقبال خان ، دساوے والے کا بتا دیں۔

جناب سپیکر ، راولپنڈی بھی اچھا ہے۔

وزیرصحت ، ہمارے پاس جو ٹیچنگ پروفیسرز ' ایسوسی ایٹ پروفیسرز یہاں پر پنجاب میں ہیں وہ 1846 ہیں۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! میں معذرت سے عرض کروں گا کہ یہ پنجاب کے ڈاکٹروں کی تعداد بتا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا ہے کہ "لاہور میں چار بستروں کے اوپر ایک ڈاکٹر موجود ہے کیا پنجاب کے کسی شہر میں اس تناسب سے ایک ڈاکٹر موجود ہے؟" پھر انھوں نے جواب میں لکھا ہے کہ "تاہم بعض دور دراز مقامات پر ناکافی شہری / سماجی سہولیات کی بناء پر کچھ پوسٹیں خالی رہتی ہیں" ۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جو قریبی شہر ہے ان کے اوپر ان کی پوسٹیں پوری ہیں؟ جناب سپیکر! بہت سارے سوال ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر صحت صاحب آج شاید سفر کی وجہ سے تیاری نہیں کر سکے۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ پینڈنگ کر دیں تو پھر پینڈنگ کر لیں۔

جناب سپیکر ، جناب وزیرصحت ' میری گزارش ہے کہ آپ وقت کا خیال نہ کریں۔ اگر یہ اِتنی تفصیل سے جواب مانگتے ہیں تو آپ اِتنی تفصیل سے جواب دے دیں۔

وزیر صحت ، یہ گورنمنٹ آف پاکستان کے میڈیکل ڈینٹل کونسل کی جو requirement of teaching facility and number of bed in Medical Colleges and Teaching Hospitals. کے لیے ہے۔

جناب! میں آپ سے پھر یہ گزارش کروں گا کہ آپ میرے ہاتھ میں یہ ضخیم کتاب دیکھ رہے ہیں۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بہت سے اور سوال جو میرے معزز دوستوں نے کیے ہوئے

ہیں وہ بے چینی سے اپنے جوابات کے منتظر ہوں گے۔ میں اس جواب کو مؤخر کرانا چاہتا ہوں۔ شیخ صاحب غالباً میری بات سمجھ نہیں رہے کہ میں ان کے اس جواب کو مؤخر کرانا چاہتا ہوں کہ اس وقفہ سوالات کے بعد وہ میرے پاس بیٹھ جائیں۔ اگر اس کے باوجود وہ مطمئن نہ ہوں تو یہ سوال دوبارہ ہاؤس میں آسکتا ہے۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب! آپ اس سلسلے میں تعاون کریں۔ ایک دفع وزیر صحت کے ساتھ ڈسکس کر لیں۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! یہ policy matter ہے اور میں پالیسی کی بات کر رہا ہوں کہ شہر لاہور میں چار بستروں کی بنیاد پر ایک ڈاکٹر ہے۔ دوسرے کسی شہر میں، نشتر ہسپتال ملتان میں کیا چار بستروں کی بنیاد پر ایک ڈاکٹر موجود ہے؟

جناب سپیکر : انھوں نے واضح طور پر جواب دیا ہے کہ نہیں۔ ہر شہر میں الگ الگ معیار ہے۔ اس پر آپ نے کہا تھا کہ جو معیار بھی ہے کیا اس کے مطابق وہاں عملہ متعین ہے؟ یہ ہے وہ تفصیل جس کے بارے میں، میں سمجھتا تھا کہ اگر راولپنڈی، گوجرانوالہ یا کسی شہر کی کوئی مثال دے دیں کہ وہاں آٹھ بستروں پر ہم نے ایک ڈاکٹر رکھا ہوا ہے اور وہ موجود ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! جو لاہور میں لوگ بستے ہیں کیا ان کو کوئی خاص بیماریاں ہیں جو باقی شہروں میں نہیں ہو سکتیں۔

جناب سپیکر : نہیں۔ خاص نہیں ہیں۔ عام ہیں۔ اس لیے کہ دوسرے شہروں سے بھی بڑے ہسپتالوں میں سپیشلسٹوں کی وجہ سے لوگ آ جاتے ہیں۔ (قطع کلامیاں) I call the House to order.

وزیر صحت : جناب سپیکر! میں شاید اپنا نقطۂ نظر واضح نہیں کر سکا۔ میں نے یہ کہا تھا کہ آر۔ ایچ۔ سی سے لے کر ٹیچنگ ہسپتال تک پی۔ ایم۔ ڈی۔ سی نے ایک yardstick بنائی ہوئی ہے۔ اس میں شہروں کی تمیز نہیں ہے۔ ہسپتال کے اندر بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ آئی۔ سی۔ یو کی کوئی اور ہے۔ سی۔ سی۔ یو کی کوئی اور ہے۔ وارڈز کی کوئی اور ہے۔ لیکن جہاں تک categories کا تعلق ہے وہ yardstick ایک ہی ہے۔ لیکن اس میں کچھ ٹرانسفر کی وجہ سے، کچھ لوگوں کے نہ جانے کی وجہ سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اس وقت یہ ساری ضخیم کتاب پڑھنا staff and equipment for B.H.U's.

R.H.C's یہ میرے پاس موجود ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہے نہیں یا ہم تیار نہیں ہیں۔ صرف ایک گھنٹے کی بات ہے۔ شیخ صاحب اس کے فوراً بعد یا اسی ہاؤس میں اگر محسوس کریں کہ جی میرے سوال کا جواب نہیں مل سکا۔ تو پھر میں یہاں پر admit کروں گا کہ جی ہاں میں اس کے لیے تیار نہیں ہوا ہوں۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب ' آپ بھی اب اس کو مختصر کر لیجیے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ لاہور کے تمام ہسپتالوں میں بیس بیس ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ لگے ہوئے ہیں حالانکہ ایک یا دو آدمی ایم۔ ایس کے بعد ہسپتال کا نظام چلا سکتے ہیں۔ یہ لوگوں کو oblige کرنے کے لیے اور لاہور شہر کی جو attraction ہے اس میں ڈاکٹروں کو accommodate کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ باقی جو نزدیکی تمام شہر یا دور دراز کے شہر ہیں چاہیے تو یہ ہے کہ حکومت پنجاب یہ پالیسی بنائے کہ دور دراز کے جو شہر ہیں وہاں پر ہم یہ سہولتیں پہنچانا چاہتے ہیں اور پہنچا رہے ہیں ان کے لیے ترجیحی طور پر یہ کام کریں نہ کہ اس کے برعکس کام کریں۔

جناب سپیکر : شیخ صاحب! آپ نے بڑی اچھی بات کی۔ میں اپنے تجربے کی بنیاد پر آپ سے ایک درخواست کروں گا کہ آپ میری وساطت سے اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے معزز اراکین سے بھی ایک request کریں۔ یہ انہی دوستوں کی مہربانی ہے کہ اتنی زیادہ سفارشیں اس بات کے لیے حکومتوں کے پاس آتی ہیں کہ فلاں کو لاہور لے آئیے ' فلاں کو لاہور لے آئیے ' فلاں کو لاہور لے آئیے۔ جتنا بوجھ حکومت پر اس بات کا ہے کہ ہر شخص جو ہے وہ چلا آتا ہے کہ بھئی لوگوں کو لاہور لائیے۔ آپ بھی تھوڑا سا لحاظ کریں اور حکومت والے لوگ بھی اس بات کا خیال کریں تو یقیناً یہ بات آسان ہو جائے گی کہ لاہور کے باہر کے علاقوں میں بھی اچھے آفیسر ' ڈاکٹر ' انجینئر سب جا سکیں گے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! ہمارے غلام حیدر وائیں صاحب کے دور حکومت میں یہ ضروری قرار دے دیا گیا تھا کہ جتنے بھی ڈاکٹرز ' فریش گریجوایٹس آتے ہیں ان کو دو سال کے لیے دیہی علاقوں میں لازمی سروس کر دی گئی تھی اور آج ان رولز کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ آج ہمارے جو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہیں ' جو ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہیں وہاں پر ڈاکٹر available نہیں ہیں۔ تو میں اس لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر صحت صاحب اگر اس پالیسی میں تبدیلی لانا

چاہتے ہیں تو میں ان کے ساتھ بیٹھنے کو تیار ہوں۔ لیکن لاہور کے علاوہ پورے پنجاب میں ہسپتالوں کا بیڑہ غرق ہو چکا ہے۔ وہاں پر سوائے پرائیویٹ پریکٹس کے کوئی کام نہیں کرتا۔ وہاں پر ایم او ز نہیں ہیں۔ وہاں پر لیڈی ڈاکٹرز ہیں۔ کوئی کام نہیں کرتا۔ وہاں لوگوں کے کوئی آپریشن نہیں ہوتے۔ گوجرانوالہ ہسپتال میں پچھلے سال ڈیڑھ سال پہلے پانچ ہزار آپریشن ہوتے۔ وہاں پر دو سرجن تھے۔ اب وہاں پر اڑھائی ہزار آپریشن ہوتے ہیں جبکہ پانچ سرجن ہیں۔ یہ کام ہے۔

جناب سپیکر، آپ موقع دیجیے۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں کچھ عرض کرنی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی فرمایے۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! اسے حسن اتفاق کہہ لیجیے یا میری بدقسمتی کہہ لیجیے کہ میری عدم موجودگی میں محکمہ صحت کی performance اس کی achievement یا اس کی خامیاں یا اس کی غلطیاں کہہ لیجیے یہ یہاں پر discuss ہوئیں میں اس وقت یہاں تھا نہیں ۔ اب مجھے یقین ہے کہ جس وقت اس ایوان میں کٹ موشن ہوں گی اس وقت مجھے بڑی تفصیل سے بہت سارے ایسے حقائق بیان کرنے کا موقع ملے گا جن کی وجہ سے جو لوگ میری یہ بات سمجھ رہے ہیں ان کو میری مجبوریوں کا اندازہ ہوگا جناب سپیکر! آپ یقین کریں میں وہ بدقسمت وزیر ہوں جس نے لوگوں کے پاس جا کر beg کیا کہ آپ تحریک استحقاق پر stand کریں کیونکہ مجھے اس حوالے سے ایوان میں commitment کرنے کا موقع ملے گا لیکن میری بدقسمتی ہے کہ میرے دوستوں نے مجھے وہ موقع بعض مجبوریوں کی وجہ سے نہیں دیا لیکن چونکہ یہ ایک پالیسی کا معاملہ ہے اور اس ہاؤس میں بہت سی ایسی باتیں ہوئیں اور ایسے لوگوں نے کیں جن کے حوالے سے میں کٹ موشن پر جواب دینا اپنا حق بھی سمجھتا ہوں اور یہ ضروری بھی ہے اور اس صوبے کے عوام کو highest level سے لے کر lowest level تک I again repeat کہ highest level سے لے کر lowest level تک۔ اِس طرف بیٹھنے والوں کا بھی اور اُس طرف بیٹھنے والوں کا بھی یعنی سب کا کردار پنجاب کے عوام کے سامنے آئے گا۔

جناب سپیکر! شیخ صاحب کا ایک اور سوال پرائیویٹ پریکٹس کے بارے میں ہے اور یہ سوال بھی ہمیں بہت مدد دے گا میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ایک سوال کیا ہے ۔ جناب والا! میں

کسی کو blame نہیں دیتا میں اس میں اپنے آپ کو بھی ذمہ دار ٹھہراتا ہوں بڑے سالوں سے پھیلا ہوا ہمارے اختیار سے باہر ایک دائرہ ہے ہم اس بارے میں متفقہ طور پر کوشش کریں گے کہ اس کو دوبارہ اسپتالوں کے اندر سمیٹ لیا جائے تاکہ لوگ جب اسپتالوں کے اندر جائیں ان کو وہاں پر medical facility ملے نہ کہ ان کو پرائیویٹ ہسپتالوں سے وہ سہولت ملے۔

جناب سپیکر، ویسے ہی اطلاعاً" بتا رہے ہیں کہ پریس گیلری کی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق لاہور ہائی کورٹ میں اخبار نویسوں پر تشدد اور ظفر یاب کی گرفتاری کے خلاف پریس گیلری پانچ منٹ کا علامتی واک آؤٹ کر رہی ہے۔ امید ہے پانچ منٹ کے بعد دوست تشریف لے آئیں گے۔

میاں عبدالستار، (پوائنٹ آف آرڈر)۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ صحافیوں نے یہ جو علامتی واک آؤٹ کیا ہے اس پر میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ پولیس نے اس دن وہاں پر اتنا زیادہ تشدد کیا کہ جو litigants وہاں پر گئے ہوئے تھے ان پر لاٹھی چارج کیا گیا خواتین پر کیا گیا اور جو لوگ وہاں پر صحافتی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے انہیں بھی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو صحافی حضرات ہیں وہ اگر اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کے لیے کسی جگہ پر جاتے ہیں تو انہیں بھی تشدد کا نشانہ بنایا جانا نہایت زیادتی والی بات ہے اور میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ کہنا چاہوں گا کہ پولیس تشدد ختم کیا جائے اور یہ جو ریاستی دہشت گردی پھیلائی جا رہی ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے اتنی ہی کم ہے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ اگلا سوال ملک مختار احمد صاحب کا ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میرے سوال کا کیا بنا۔ کیا اسے pending کر دیا گیا۔

جناب سپیکر، آپ پہلے جا کر ان کے ساتھ discuss کریں گے اگر آپ مطمئن نہ ہوئے تو پھر آپ اگلی بات کریں گے۔۔۔ ملک مختار احمد صاحب۔

میاں عبدالستار، جناب والا! میں پچھلے سوال پر ضمنی سوال کرنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر، اب تو ہم آگے چلے گئے۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! ابھی آپ بول رہے تھے اور میں کھڑا ہو گیا تھا۔

جناب سپیکر، وقت آ جائے گا اور آپ ضمنی سوالات کر لیجیے گا۔۔۔ جی ملک مختار احمد صاحب۔

ملک مختار احمد، سوال نمبر 664

موضع سرکی کے بی ایچ یو میں عملہ کی تعیناتی

*664۔ملک مختار احمد، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا موضع سرکی ضلع خوشاب میں ایم پی اے گرانٹ سے بی ایچ یو کی تعمیر کی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے ابھی تک مذکورہ بی ایچ یو کو عملہ اور ادویات فراہم نہیں کی ہیں۔

(ج) اگر جزو (الف) و (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو آیا حکومت مذکورہ بنیادی مرکز صحت کو عملہ اور ادویات فراہم کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر صحت(رانا اکرام ربانی)۔

(الف) یہ درست نہ ہے۔

(ب) چونکہ موضع سرکی میں کوئی بنیادی مرکز صحت تعمیر نہیں ہوا۔اس لئے کوئی عملہ اور ادویات فراہم نہیں کی گئیں۔

(ج) اس کا جواب اوپر جزو (ب) میں دیا جا چکا ہے۔

ملک مختار احمد، جناب والا! وزیر موصوف نے جو جواب دیا ہے یہ بالکل نفی میں ہے اگر وہاں پر صورتحال اس سے بالکل مختلف ہو اور اس کا ثبوت وزیر صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا جائے تو کیا یہ اس پر کیا کارروائی فرمائیں گے؟

وزیر صحت، جناب سپیکر! میرے پاس جو supplementary material موجود ہے وہ یہ ہے کہ جس سنٹر کی میرے دوست بات کر رہے ہیں یہ ڈسٹرکٹ کونسل خوشاب کے تحت کام کر رہا ہے Since it is not the responsibility of the Health Department So we are helpless

جہاں تک ملک صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ میرا جواب نفی میں ہے تو میں ان کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ تحریک استحقاق لے کر آئیں because according to him I am making a wrong statement.

جناب سپیکر، ان کی پیشکش یہ ہے کہ اگر آپ کے خیال کے مطابق گراؤنڈ پر جو situation ہے وہ ان کے جواب کے برعکس ہے تو آپ اس بات کے حوالے سے ایک تحریک استحقاق لے آیئے تاکہ اس پر یہ explanation دے دیں۔

ملک مختار احمد: ٹھیک ہے جناب والا میں اس پر اپنا حق محفوظ رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: آگے چلتے ہیں ۔ ملک مختار احمد صاحب ۔ آپ کا اگلا سوال ۸۰۲ ہے۔

ملک مختار احمد: جی، سوال نمبر 802 ۔

دیہی مرکز صحت کا قیام

*802۔ملک مختار احمد: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ موضع کٹھ سگھرال میں رورل ہیلتھ سنٹر موجود نہ ہے ۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ آر ایچ سی موضع پدھرارہ میں قائم ہے جو کٹھ سگھرال سے دشوار گزار پہاڑی راستے سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو کیا حکومت موضع کٹھ سگھرال اور اس کے گردونواح کے مواضعات کی ضروریات کے لئے کٹھ سگھرال میں آر ایچ سی قائم کرنے کو تیار ہے؟

وزیر صحت(رانا اکرام ربانی):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) حکومت کی پالیسی کے مطابق ہر مرکز میں صرف ایک رورل ہیلتھ سنٹر قائم کیا جاسکتا ہے کٹھ سگھرال مرکز میں ایک دیہی مرکز صحت موضع پدھرار میں کام کررہا ہے لہذا دوسرا سنٹر موضع کٹھ سگھرال میں قائم نہیں ہو سکتا کٹھ سگھرال میں ڈسٹرکٹ کونسل کی ڈسپنسری قائم ہے اور اس میں ایک میڈیکل آفیسر بھی تعینات ہے۔

جناب والا! اس ایوان کی اطلاع کے لیے میں اس میں تھوڑی سی addition کرتا ہوں Although this is the determined policy of the Department لیکن پہاڑی علاقوں میں یہ محسوس کیا گیا ہے جناب والا! میں کسی کو blame نہیں دیتا ایم پی اے صاحبان اور ایم این اے حضرات کوشش کرتے ہیں جناب والا! بعض جگہوں پر جو سنٹرز قائم کیے گئے ہیں اگر وہ صحیح معنوں میں اپنے ارد گرد کے علاقوں میں طبی سہولتیں مہیا نہ کر سکیں۔ تو ان کیسز میں وزیر اعلیٰ کے

سپیشل ڈائریکٹو پر اور سنٹر بھی قائم کیے گئے ہیں Now I again come back to the original statement ہم نے محکمے کی پالیسی کے مطابق------ اور یہ جس کا ذکر کر رہے ہیں یہ ڈسٹرکٹ کونسل کی لائبریری ہے اور ہماری اطلاع کے مطابق اس میں ایک فیلڈ آفیسر بھی تعینات ہے۔

ملک مختار احمد: جناب والا! وزیر موصوف نے جواب میں خود تسلیم کیا ہے کہ ان دونوں موضعوں کے درمیان بارہ میل کا دشوار گزار پہاڑی راستہ حائل ہے اس میں چار ضلع کونسلیں میدانی علاقہ میں واقع ہیں اور ایک یونین کونسل پدھڑار پہاڑ پر واقع ہے تو ان چار یونین کونسلوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا یہ وہاں پر ایک ایک B.H.U کھولنے کو تیار ہیں؟

وزیر صحت: جناب سپیکر! ہم سے پہلے بہت سے لوگ اس ایوان میں آئے ان میں سے کچھ ریٹائر ہو گئے کچھ فوت ہو گئے اور اسی قسم کے حادثات ہمارے ساتھ بھی ہونگے لیکن میری یہ بڑی firm commitment ہے کہ یہ محکمہ پنجاب کے عوام کو نہ مسلم لیگ نواز لیگ کے عوام کو نہ پیپلز پارٹی کے لوگوں کو اور نہ جونیجو لیگ کے لوگوں کو بلکہ پنجاب کے عوام کو سہولتیں مہیا کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے میں نے ان کے جواب کے علاوہ ایسے کیسز خود quote کیے ہیں جن میں وزیر اعلیٰ نے محسوس کرتے ہوئے دوسرے سنٹر کی اجازت دی ہے یہ میرے ساتھ discuss کر لیں اگر وہاں پر بھی دوسرے سنٹر کی منظوری ضروری ہوئی تو میں خود وزیر اعلیٰ سے بات کروں گا کہ I am convinced that they should be helped. کہ یہاں دوسرا سنٹر ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر: ان کا اچھا اور امید افزا جواب ہے۔ آپ ان کے ساتھ بیٹھ کے جواز پیش کریں کہ وہاں کیوں سنٹر بننا چاہیے۔ اگر آپ نے ان کو مطمئن کر دیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہاں سنٹر بن جائے گا۔۔۔ حاجی احمد خان ہرل!

حاجی احمد خان ہرل: سوال نمبر 891

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال بھلوال کے مسائل کا ازالہ

*891۔حاجی احمد خان ہرل: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال بھلوال میں ۵۰۰ ایم اے کی نئی ایکسرے مشین عرصہ آٹھ سال سے بغیر استعمال کے پڑی ہے جو کہ خراب ہو رہی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال کی چار دیواری نہ ہے جس وجہ سے مویشی ہسپتال میں گھومتے پھرتے ہیں۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ ہسپتال کی عمارت بوسیدہ اور گہرائی میں واقع ہے جس کی وجہ سے عمارت کے اردگرد گندا پانی کھڑا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کے گرنے کا خطرہ ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب ہاں میں ہے تو کیا حکومت ہسپتال کے مذکورہ بالا مسائل کا ازالہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) یہ درست ہے کہ 1987ء کے آخر میں یعنی تقریباً سات سال قبل۔ یہ سات سال میں نے خود اس میں شامل کیا ہے کیونکہ ہمیں تو یہاں ایک ڈیڑھ سال ہوا ہے یہاں حاضر ہوئے۔ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال بھلوال کو ایک نئی ایکسرے مشین موصول ہوئی تھی۔ اس زمانے میں ایسے سنٹرز کو بھی ایکسرے مشینیں بھیج دی گئی تھیں جہاں پہ بجلی نہیں تھی۔ لیکن وہ ایک علیحدہ بحث ہے۔ اس مشین کی تنصیب کے لیے علیحدہ 100 کلو واٹ کا ٹرانسفارمر درکار تھا جس کے مہیا نہ ہونے کی وجہ سے یہ مشین ابھی تک نصب نہیں کی جا سکی۔ موجودہ حکومت نے اس بات کا نوٹس لیتے ہوئے تعمیر پنجاب پروگرام 95-1994ء میں تحصیل ہیڈ کوارٹر بھلوال کے لیے بارہ لاکھ روپے مختص کر دیے ہیں۔ تاہم اس سال نئی اسکیموں کے لیے مختص شدہ رقم ریلیز (جاری) نہیں ہوئی۔ ان فنڈز کے جاری ہوتے ہی مشین کی تنصیب کا کام مکمل کر دیا جائے گا۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے یہاں پہ ایک اور correction کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت ہم نے یہ جواب اسمبلی سیکرٹریٹ میں دیا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک حالات کچھ further develop ہو گئے ہیں۔ فنڈز ریلیز ہو چکے ہیں۔ ان میں سے خرچ بھی ہو چکے ہیں۔

(ب) یہ درست ہے کہ ہسپتال کی چاردیواری مکمل نہ ہے اور اس وجہ سے کبھی کبھار آوارہ مویشی ہسپتال میں آ جاتے ہیں۔ رواں مالی سال میں بقیہ دیوار کی تکمیل کے لیے تعمیر پنجاب پروگرام میں پانچ لاکھ روپے مختص کیے ہیں۔ تاہم چونکہ یہ ایک نیا منصوبہ ہے۔ اس لیے

محکمہ خزانہ اور منصوبہ بندی نے اس کے لیے مختص شدہ رقم کو جاری نہیں کیا۔ اس رقم کے جاری ہوتے ہی بقیہ دیوار کا کام شروع کر دیا جائے گا۔

(ج) یہ بات درست نہ ہے کہ ہسپتال کی موجودہ عمارت بوسیدہ اور گہرائی میں واقع ہے۔ موجودہ عمارت مناسب جگہ پر 1975ء میں مکمل ہوئی۔ تاہم ہسپتال کا پرانا حصہ جو کہ متروک اور خطرناک حالت میں تھا اس بلڈنگ کو خطرناک قرار دے کر اور ڈائرکٹر ہیلتھ سے اجازت لے کر محکمہ تعمیرات نے اس کو مسمار کر دیا۔ نکاسی آب کا بندوبست بھی کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد جو ڈویلپمنٹ ہوئی ہے وہ ٹیلیفون پر تحصیل ہیڈ کوارٹر بھلوال سے ہم نے دریافت کیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ ایکسرے پلانٹ کی تنصیب کے سلسلہ میں تمام قانونی کارروائی مکمل ہو چکی ہے۔ واپڈا کو دو لاکھ روپے پاور ٹرانسفارمر کی تنصیب کے لیے تین ماہ قبل جمع کروا دیے گئے ہیں۔ واپڈا حکام کے کہنے کے مطابق اس کے سٹاک میں ٹرانسفارمر available نہیں ہیں۔ اس ضمن میں واپڈا حکام نے یقین دلایا ہے کہ ایک ماہ کے اندر اندر ٹرانسفارمر لگا دیا جائے گا۔ جس کے بعد foreign company کو کہا جائے گا کہ وہ ایکسرے پلانٹ کی تنصیب کا کام مکمل کرے۔ جہاں تک تعمیراتی کام کا تعلق ہے چار دیواری مکمل ہو چکی ہے۔ چونکہ جواب دینے سے اب تک جو further development ہوئی ہے۔ نشیبی علاقے کو بھی ٹھیک کرنے کا کام تقریباً نصف مکمل ہو چکا ہے۔ مالی سال 1995-96ء میں اس سکیم کے لیے باقی رقم رکھی جا چکی ہے۔ جس سے اس سکیم کے تحت ہونے والا تعمیراتی کام مکمل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر، کوئی ضمنی سوال ہے؟

حاجی احمد خان ہرل، کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ جواب کے جزو الف میں بارہ لاکھ روپے جاری ہونے کا ذکر ہے۔ اگر جاری نہیں ہوئے تو کیا انہیں اگلے مالی سال میں جاری کرنے کا ارادہ ہے۔

جناب سپیکر، انھوں نے بتایا ہے کہ جاری ہو گئے ہیں۔ جو لکھی ہوئی پوزیشن ہے۔ اس کے علاوہ بھی انھوں نے latest position بتائی ہے۔ اس کے مطابق فنڈز جاری ہو گئے ہیں اور کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔

حاجی احمد خان ہرل، جناب والا! یہ رقم lapse تو نہیں ہو جائے گی ۔ کیا وزیر صحت اس کی یقین دہانی کرائیں گے؟

جناب سپیکر، کیا یہ رقم جاری شدہ کام نہ ہونے کی وجہ سے lapse تو نہیں ہو جائے گی؟

وزیر صحت ، جناب والا! ہم نے پیسے جمع کروا دیے ہیں۔ اور انھوں نے ہمیں یقین دہانی کرائی ہے کہ ایک ماہ کے اندر اندر ٹرانسفارمر لگا دیا جائے گا۔

حاجی احمد خاں ہرل، کیا وزیر موصوف از راہ کرم فرمائیں گے ۔ جیسا کہ انھوں نے جواب کے جزو "ج" میں فرمایا ہے کہ نکاسی آب کا بندوبست کیا جا رہا ہے ۔ یہ بندوبست کب تک کیا جائے گا۔ کیا اس سلسلہ میں کوئی یقین دہانی کرائی جا سکتی ہے ۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! میں نے جزو "الف" میں یہ کہا تھا کہ محکمہ نے تعمیرات پنجاب پروگرام 1994-95ء بارہ لاکھ روپے مختص کر دیے ہیں ۔ مجھے جو فیلڈ سے رپورٹ ملی ہے ۔ اس میں دو لاکھ تو ٹرانسفارمر کے لیے نکل گئے ۔ اور چاردیواری کے لیے جیسا کہ انھوں نے مجھے ٹیلیفون پر بتایا ہے کہ یہ کام بھی مکمل ہو چکا ہے اور اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ پرانا فرنیچر تبدیل کرنے پر اور اس کا کچھ نئے آلات کی خرید پر اور کچھ break up نکاسی آب کے لیے مختص کیا گیا ہے ۔ اگر یہ محسوس کریں کہ کسی جگہ پر جس انداز میں نکاسی آب کا کام ہونا چاہیے اس انداز میں نہیں ہو رہا اور ابھی تک اس میں کچھ کسر ہے تو جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ہم نے اس سال بھی اس کے لیے دو لاکھ روپے رکھے ہیں ۔ میں ان کو یقین دہانی کراتا ہوں کہ وہ دو لاکھ بھی ان کی اپنی رائے کے مطابق نکاسی آب کے انتظام کو ، اگر اس میں کچھ نقائص ہیں تو انھیں بہتر بنانے کے لیے خرچ کیا جا سکتا ہے۔

حاجی احمد خان ہرل، وزیر صحت بڑے منجھے ہوئے پارلیمنٹرین ہیں ۔ میرا تو سوال بالکل سادہ سا ہے ۔ میں ان سے صرف اتنی بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے لکھا ہے کہ نکاسی آب کا کام مکمل کیا جائے گا۔ میں نے صرف اتنی گزارش کی ہے کہ یہ کب تک مکمل ہو جائے گا۔ کیا یہ یقین دہانی کرا سکتے ہیں؟

جناب سپیکر، کیا کب تک کا کوئی جواب ہے؟

وزیر صحت، جناب سپیکر! چونکہ ان کا main stress ٹرانسفارمر پر تھا۔ اس کے بارے میں میں نے ان کو بتا دیا ہے۔ لیکن جہاں تک تعمیرات کے کام کا تعلق ہے۔ چار دیواری مکمل ہو چکی ہے، نشیبی علاقے کا کام تقریباً نصف مکمل ہو چکا ہے۔ مالی سال 96-1995ء میں اس کام کے لیے دو لاکھ روپے کی رقم رکھی جا چکی ہے۔ جناب سپیکر! یہ آپ میری کوتاہی سمجھ لیں، میری مجبوری سمجھ لیں کہ میں کوئی تاریخ pin point نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر، کیا آپ مناسب خیال فرمائیں گے کہ چونکہ یہ سارا منصوبہ ایک پیکج ہے۔ جب دوسری چیزیں تیار ہو جائیں تو ان کے ساتھ ہی یہ نکاسی آب کا بھی معاملہ بروقت مکمل ہو جائے گا۔

وزیر صحت، میں اس سے بھی آگے جاتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ رابطہ رکھیں۔ مجھ سے بڑے ہیں، میرے بزرگ ہیں۔ مجھے خود بلا لیا کریں۔ ہم ایک پریکٹس بنا لیتے ہیں کہ ہم ہر ہفتہ متعلقہ ایم ایس کو پوچھا کریں گے کہ What is the latest position of the running schemes?

جناب سپیکر، حاجی صاحب! میرا خیال ہے کہ وزیر موصوف پوری دلچسپی لیں گے اور آپ اطمینان رکھیں کہ یہ منصوبہ پوری طرح مکمل ہو جائے گا۔ اگلا سوال چودھری نذر عباس بھٹی صاحب کا ہے۔ جی بھٹی صاحب!

چودھری نذر عباس بھٹی، سوال نمبر 928 (الف)۔

سول ہسپتال حافظ آباد میں ایم ایس کی تعیناتی

*928 (الف)۔ چودھری نذر عباس بھٹی، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) سول ہسپتال حافظ آباد میں ایم ایس کتنے عرصے سے تعینات ہے اس کی تعیناتی سے لے کر اب تک اسے مذکورہ ہسپتال میں رکھنے کی وجوہ کیا ہیں۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کی وضع کردہ پالیسی کے مطابق کوئی افسر ایک جگہ پر تین سال سے زائد عرصہ کے لئے تعینات نہیں رہ سکتا۔ جبکہ ایم ایس عرصہ ۲۰ سال سے مذکورہ ہسپتال میں تعینات چلا آ رہا ہے اگر ہاں تو آیا حکومت مذکورہ ایم ایس کو فوری طور پر اس ہسپتال سے تبدیل کرنے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر صحت(رانا اکرام ربانی)۔

(الف و ب) یہ درست ہے کہ ڈاکٹر محمد صادق (BS-18) میں ہیں۔ وہ ۱۱۔۷۔۷۷ سے ۲۸۔۲۔۸۸ تک بطور میڈیکل آفیسر اور بعد ازاں بطور سینئر میڈیکل آفیسر انچارج تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال حافظ آباد کام کر رہے ہیں مورخہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۹۴ء سے ان کو ٹرانسفر کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر : نذر عباس بھٹی صاحب! کوئی ضمنی سوال؟

چودھری نذر عباس بھٹی : کوئی نہیں۔

جناب سپیکر : اچھی بات ہے۔ اگلا سوال حاجی محمد افضل چن صاحب کا ہے۔ جی حاجی صاحب!

حاجی محمد افضل چن: سوال نمبر 1094

منڈی بہاؤالدین کے بنیادی مراکز صحت میں ڈاکٹر کی تعیناتی

*1094۔حاجی محمد افضل چن: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) ضلع منڈی بہاؤالدین میں بنیادی مراکز صحت کی تعداد کیاہے ان میں سے کتنے مراکز میں ایم بی بی ایس ڈاکٹر تعینات ہیں اور کتنے بغیر ایم بی بی ایس ڈاکٹر کے ہیں؟

(ب) بی ایچ یو موضع ساہنا میں تعینات ڈاکٹر کا نام کیا ہے اگر اس وقت وہاں کوئی ڈاکٹر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے نیز مذکورہ بی ایچ یو کب سے بغیر ڈاکٹر کے ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر صحت(رانا اکرام ربانی)۔

(الف) ضلع منڈی بہاؤالدین میں مراکز صحت کی تعداد پچاس (۵۰) ہے جبکہ ۳۱ مراکز صحت میں ڈاکٹرز تعینات ہیں۔ جن کی تفصیل پرچم الف ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ ۱۹ مراکز میں ڈاکٹرز تعینات نہیں ہیں۔

(ب) بنیادی مرکز صحت ساہنا میں ۱۹۹۴۔۷۔۱۷ سے ڈاکٹر محمد اکرم تعینات ہے اور اپنا کام سر انجام دے رہے ہیں۔

محکمہ صحت نے ۱۰۲۵ میڈیکل آفیسر اور ۲۱۰ ویمن میڈیکل آفیسر کی ریکوزیشن پنجاب پبلک سروس کمیشن کو برائے تقرری بھجوا دی ہے۔ اس کے ساتھ حکومت کا ارادہ انہیں آسامیوں پر ایڈہاک ڈاکٹر تعینات کرنے کا بھی ہے جو کہ بنیادی مراکز صحت اور رورل ہیلتھ سنٹر

میں تعینات کئے جائیں گے۔

جناب سپیکر! میں voluntarily ایک statement یہاں پر دینا چاہتا ہوں کہ پبلک سروس کمیشن کو یہ ریکوزیشن بھیجنے سے پہلے ہم نے اپنے طور پر ایک exercise کی تھی کہ ہمارے کون کون سے ایسے RHC اور BHU ہیں جہاں پر ڈاکٹرز تعینات نہیں ہیں۔ ان کی لسٹ آنے کے بعد ہم نے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو ریکوزیشن دی اور ان سے اجازت ملنے کے بعد ہم نے ایڈہاک recruitment کا مرحلہ شروع کیا ہوا ہے اور اس میں ہماری priority یہ ہے کہ ہم ان سنٹرز کو man کریں جہاں پر پہلے ڈاکٹرز موجود نہیں ہیں لیکن جیسے آپ نے پہلے observation دی ہے میں بھی آپ کی مدد چاہوں گا کہ چونکہ یہ ڈاکٹرز ہم نے primarily انھیں سنٹرز کے لیے recruit کیے ہیں جو دیہات میں واقع ہیں لہذا میں امید کرتا ہوں کہ میرے ساتھ میرے سارے ساتھیوں کا تعاون شامل رہے گا اور ہم یہ تمام ڈاکٹرز انھیں سنٹرز میں تعینات کر سکیں گے جن کو man کرنے کے لیے ہم نے انھیں recruit کیا ہے۔

حاجی محمد افضل چن: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب کے جز "ب" میں کہا گیا ہے کہ بنیادی مرکز صحت ساہنا میں 17-7-1994 سے ڈاکٹر محمد اکرم تعینات ہے اور اپنا کام سر انجام دے رہے ہیں۔ نیچے ایک لسٹ ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ :-

"LIST OF BASIC HEATH UNITS WHERE DOCTORS ARE WORKING UPTO DATE IN DISTRICT MANDI BAHAUDDIN....."

تو میں اپنے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جو یہ 31 BHUs کی لسٹ ہے کیا اس میں موضع ساہنا ہے؟ کیونکہ اوپر جواب میں لکھا گیا ہے کہ وہاں پر ڈاکٹر کام کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! کیا آپ کے خیال میں موضع ساہنا اس لسٹ میں نہیں ہے؟

حاجی محمد افضل چن: جی جناب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: ہاں اس لسٹ میں نظر تو نہیں آ رہا۔

وزیر صحت: جناب والا! میں اس بارے میں کوئی excuse پیش نہیں کرتا لیکن مجھے شک کا فائدہ ضرور دیں کیونکہ misprinting بھی ہو سکتی ہے۔ میں اس بارے میں کل کچھ عرض کر سکوں گا۔

جناب سپیکر، رانا صاحب! کل تو سوال کا موقع نہیں ہو گا کیونکہ کل بجٹ ہے۔ آپ اپنے طور پر حاجی صاحب کو مطمئن کریں۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! میں حاجی صاحب کی خدمت میں آپ کی وساطت سے عرض کرتا ہوں کہ۔۔

حاجی محمد افضل چن، جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ وہاں پر ڈاکٹر بھیج دیں اور کچھ نہیں کہتا۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ محکمے نے یہاں پر غلط جواب پیش کیا ہے۔

وزیر صحت، جناب والا! حاجی صاحب نے میری پوری بات نہیں سنی۔ میں اپنے آپ کو اس سے بری الذمہ قرار نہیں دے رہا بلکہ میں تو آپ سے یہ درخواست کر رہا ہوں کہ مجھے شک کا فائدہ دیں تاکہ میں اپنے محکمے سے معلوم کروں۔

جناب سپیکر، رانا صاحب! آپ کو حاجی محمد افضل چن صاحب شک کا فائدہ دے رہے ہیں اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر موضع ساہنا میں ڈاکٹر نہیں ہے تو از راہ کرم ساہنا میں ڈاکٹر بھیج دیں۔

وزیر صحت، جی بہتر ہے۔ اور مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ یہ وقفۂ سوالات اسی لیے ہوتا ہے کہ ہم سے جو خامیاں ہوئی ہیں ہماری توجہ اس طرف دلائی جائے۔

جناب سپیکر، جی بجا ہے، بالکل ٹھیک ہے۔ اگلا سوال سردار حسن اختر موکل صاحب کا ہے۔ جی موکل صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! ان کے ایماء پر سوال نمبر 1216۔

لیڈی ڈاکٹرز کی اسامیوں کی تعداد

*1216۔ سردار حسن اختر موکل، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) دیہی مرکز صحت کنگن پور اور دیہی مرکز صحت اللہ آباد میں منظور شدہ عملہ کی تعداد کیا ہے۔

(ب) کیا مذکورہ مراکز میں لیڈی ڈاکٹرز کی اسامیاں منظور شدہ ہیں۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو ان اسامیوں پر تعینات لیڈی ڈاکٹرز کے نام، اور تاریخ تعیناتی کیا ہے؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)،

(الف) دیہی مرکز صحت کنگن پور میں عملہ کی تعداد ۳۱ ہے (جس کی تفصیل لف ہے) دیہی مرکز صحت

اللہ آباد میں عملہ کی تعداد ۲۴ ہے (جس کی تفصیل ب لف ہے)

(ب) جی ہاں۔ان مذکورہ مراکز پر درج ذیل لیڈی ڈاکٹرز کام کر رہی ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر عاصمہ محمود مورخہ ۹۳-۱۱-۲۲ سے کنگن پور میں تعینات ہے۔

۲۔ اللہ آباد مرکز میں وومن میڈیکل آفیسر تعینات نہ ہے۔

مذکورہ ڈاکٹر روبینہ شاہین کی ۳۶۵ دن کی رخصت جناب ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز لاہور ڈویژن لاہور چٹھی نمبر ۱۱۸۳۶ مورخہ ۹۲-۱۰-۲۹ کو جناب ڈائرکٹر جنرل ہیلتھ سروسز کو روانہ کی گئی۔لیکن اس کی منظوری تاحال موصول نہیں ہوئی اور نہ ہی مذکورہ ڈاکٹر ڈیوٹی پر حاضر ہوئی ہے۔ اس لیے اسے 05-05-95 سے معطل کر دیا گیا ہے اور ہم نے جو نئی بھرتی کی ہے اس میں سے ایک لیڈی ڈاکٹر کو وہاں پر لگا دیا جائے گا۔

دیہی مرکز صحت کنگن پور میں عملہ کی تعداد

دیہی مرکز صحت کنگن پور میں ملازمین کی کل تعداد ۳۱ ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔	میڈیکل آفیسر	۲	۲۔	وومن میڈیکل آفیسر	۱
۳۔	ڈسپنسر	۳	۴۔	لیبارٹری اسسٹنٹ	۱
۵۔	جونیئر کلرک	۱	۶	مڈوائف دائی	۴
۷۔	رورل ہیلتھ انسپکٹر	۴	۸۔	سینٹری پٹرول	۴
۹۔	ٹیوب ویل آپریٹر	۱	۱۰۔	وارڈ سرونٹ	۲
۱۱۔	مالی	۱	۱۲	بہشتی	۱
۱۳۔	نائب قاصد	۲	۱۴۔	ڈرائیور	۱
۱۵۔	چوکیدار	۱	۱۶	خاکروب	۲

کل ۳۱

دیہی مرکز صحت اللہ آباد (ٹھینگ موڑ) میں عملہ کی تعداد

دیہی مرکز صحت اللہ آباد (ٹھینگ موڑ) میں ملازمین کی کل تعداد ۳۴ ہے انکی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔	میڈیکل آفیسر	۲	۲۔	وومن میڈیکل آفیسر	۱

۳۔	ڈسپنسر	۳	۴۔	لیبارٹری اسسٹنٹ	۱
۵۔	جونیئر کلرک	۱	۶۔	مڈوائف دائی	۵
۷۔	رورل ہیلتھ انسپکٹر	۵	۸۔	سینٹری پٹرول	۵
۹۔	ٹیوب ویل آپریٹر	۱	۱۰۔	وارڈ سرونٹ	۲
۱۱	مالی	۱	۱۲	بہشتی	۱
۱۳۔	نائب قاصد	۲	۱۴۔	ڈرائیور	۱
۱۵۔	چوکیدار	۱	۱۶۔	خاکروب	۲

کل ۳۴

چودھری محمد اقبال، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، چودھری محمد اقبال صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری محمد اقبال، جناب سپیکر! وزیر موصوف جو جواب پڑھ رہے ہیں یہ کہاں سے پڑھ رہے ہیں؟ کیونکہ ہمارے پاس یہ لکھا ہوا نہیں ہے۔

جناب سپیکر، یہ وزیر موصوف اپنی طرف سے تازہ ترین صورت حال add کر رہے ہیں۔

چودھری محمد اقبال، جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ تازہ ترین صورت حال طبع شدہ فہرست نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات میں بھی add کر دیا کریں۔ اور اگر کوئی ضمنی سوال اٹھایا جائے تو پھر وزیر موصوف اضافی مواد بیان کر سکتے ہیں۔ میری آپ سے بڑے ادب کے ساتھ یہ گزارش ہے کہ اصل سوال کا جواب جو دیا جائے اسے یہاں پر لکھا جانا چاہیے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ وزیر موصوف اپنی طرف سے تو کوشش کر رہے تھے کہ آپ کو latest information دیں۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! میں چودھری اقبال صاحب کا مشکور ہوں کہ انھوں نے مجھے موقع دیا کہ میں کم بولوں۔ میں نے اس میں صرف ایک جملے کا اضافہ کیا ہے کہ جس دن ہم نے یہ جواب دیا تھا اس وقت position یہ تھی کہ منظوری تاحال موصول نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی مذکورہ ڈاکٹر ڈیوٹی پر حاضر ہوئی۔ This was the answer which was earliar submitted to the secretariat اس میں '

میں نے صرف ایک جملہ یہ add کیا ہے کہ اب ہم نے 5-5-1995 سے اس ڈاکٹر کو معطل کیا ہے اگر اس پر انھیں اعتراض ہے تو میں یہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اور اگر اسی پر یہ ضمنی سوال کرنا چاہتے ہیں تو میں اسے دوبارہ دہرا دوں گا۔

جناب سپیکر۔ ٹھیک ہے۔ کوئی ضمنی سوال؟ کوئی نہیں۔ اگلا سوال سید تابش الوری صاحب کا ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر۔ حافظ محمد اقبال خان خاکوانی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! جناب ڈپٹی سپیکر (منظور احمد موہل) صاحب ایک مرتبہ اس ہاؤس میں رولنگ دے چکے ہیں کہ ایوان کے اندر کسی افسر کے نام کے ساتھ جناب نہیں ہو گا۔ جبکہ یہاں جوابات میں پھر جناب ڈائریکٹر ہیلتھ سروسز، لاہور ڈویژن لکھا گیا ہے یہ جناب کیا ہے؟

جناب سپیکر۔ ہاں جناب، معاشرے میں اتنی بد تمیزی اور بے ادبی آ گئی ہے۔ اگر کہیں ادب آداب ملحوظ رکھ لیا جاتا ہے تو اسے اچھا ہی سمجھیں۔ چلئے دیجئے جی سید تابش الوری صاحب۔

میاں منظور احمد موہل۔ میں نے رولنگ دی تھی صاحب کی کہ صاحب کا لفظ غیر موزوں ہے۔ اس لیے میں نے کہا تھا کہ جناب ٹھیک ہے۔ صاحب غلط ہے۔

جناب سپیکر۔ جناب ٹھیک ہے صاحب غلط ہے۔ جی سید تابش الوری صاحب

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، سید تابش الوری کے ایما پر سوال نمبر 1362

جناب سپیکر۔ جی سوال نمبر 1362

تکمیل شدہ وارڈ کے لئے سٹاف کی منظوری

*1362۔ سید تابش الوری، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد نواز شریف نے "بہاول پور وکٹوریہ ہسپتال" بہاولپور میں چار سو بستروں کے نئے وارڈ تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ فیصلے کے مطابق دوسو بستروں کا وارڈ بن گیا ہے اور بقیہ دو سو بستروں کے وارڈ کی تعمیر ہونا ابھی باقی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ دوسو بستروں کے مکمل شدہ متذکرہ وارڈ کے لئے سٹاف منظور نہیں

کیا گیا اگر ایسا ہے تو نئے سٹاف کی منظوری کب تک ہو گی؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی):

(الف) درست ہے۔

(ب) دو سو بستروں کا انتظام موجودہ عمارت ہی میں کیا گیا ہے جبکہ بقیہ دو سو بستروں کا وارڈ زیر تعمیر ہے۔

(ج) یہ درست نہیں ہے حکومت پنجاب نے دو سو بستروں کے وارڈ کے لیے جو کہ موجودہ عمارت میں ایڈجسٹ کیا گیا ہے اضافی عملہ مہیا کیا ہوا ہے بقیہ دو سو بستروں کے وارڈ جو کہ زیرتعمیر ہے کے لیے عملہ تکمیل تعمیر کے بعد مہیا کیا جائے گا۔

رانا محمد اقبال خان ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی فرمایے ۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر ! لگتا ہے کہ آج وزیر صحت کی طبیعت کچھ درست نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ تو اس ہاؤس میں بڑے اچھے سپیکر تھے اور بہت اچھے انداز سے جواب دیا کرتے تھے ۔ آج ہم سمجھ نہیں پا رہے کہ آج ان کو کیا وجہ ہے کہ وہ اس طرح بڑے ڈھیلے ڈھالے طریقے سے جواب دے رہے ہیں ۔ اور کوئی بات سننا بھی مشکل نظر آ رہی ہے ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں کوئی فکر کی بات نہیں ہے ۔

رانا محمد اقبال خان ، تو بہتر ہے کہ آج کے باقی سوالات pending کر لیے جائیں ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں کیوں pending کریں ۔ سید تابش الوری صاحب کا سوال ہے رانا صاحب جواب دیجیے ۔ جی رانا صاحب!

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)، جناب سپیکر میں سب سے پہلے ----

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، جی فرمایے !

میاں فضل حق ، جناب والا! بات یہ ہے کہ جب سوالات و جوابات کا سلسلہ شروع ہوا تو رانا صاحب

بہت دھیمے انداز میں شروع ہوئے تھے ۔ ہمارے ایک وزیر تھے جن کی عادت تھی کہ آرام آرام سے پڑھ کر اور اس کو لمبا لمبا کر کے وقت گزارنے کے لیے جواب دیتے تھے یہ کہیں اسی طرح تو نہیں کر رہے ۔ لیکن یہ تو ابھی باہر سے علاج کروا کر آئے ہیں ان کی صحت اچھی ہے ۔ اس کی مثال تو یہ شروع میں دیتے اور زور سے بولتے ۔ اب یہ ہمارے کہنے پر کر رہے ہیں تو ان کی مرضی ہے ۔

جناب سپیکر ، آپ تسلی رکھیں ۔ آپ تک آواز پہنچ رہی ہے ۔

وزیر صحت ، جناب سپیکر ! اب آپ کا میرے لیے کیا حکم ہے ۔ میں پہلا انداز اپنائے رکھوں یا ------

جناب سپیکر ، آپ اپنی قدرتی آواز میں اور اپنے پسندیدہ اسلوب میں اپنی بات کریں ۔

وزیر صحت ، جناب والا ! میں کوشش کروں گا کہ کم بولوں اور سُر میں بولوں ۔

جناب سپیکر ، لیکن اب آپ کے پاس صرف پانچ منٹ باقی ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا ! سُر کے لیے تو شبیر شاہ کی ضرورت ہے ۔

رانا محمد اقبال خان ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، جی فرمایئے!

رانا محمد اقبال خان، جناب والا ! مجھے ان کی اس بات پر اعتراض ہے ۔ سُر والی بات کو حذف نہ کیا جائے بلکہ وزیر صحت خود ہی اس کو ختم کرائیں ۔سر کسی اور کے لیے استعمال کریں ۔

جناب سپیکر ، اصل میں رانا صاحب! بات یہ ہے کہ سُر کی بات جب بھی ہوتی ہے آپ قصور والوں کو پریشانی ہو جاتی ہے ۔ آپ کا خیال ہے کہ سر صرف قصور والوں کے پاس ہے ۔ (قہقہہ) تو انھیں بولنے دیجیے ۔

وزیر صحت ، جناب سپیکر ! اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اپنے اس جملے میں یہ ترمیم کرنا چاہتا ہوں کہ میں کوشش کروں گا کہ کم بولوں اور ایسے انداز میں بولوں جو ان کے کانوں کو بھلا لگے ۔

جناب سپیکر ، بالکل ' ماشاء اللہ ماشاء اللہ ۔ فرمایئے

وزیر صحت ، جز الف ۔ درست ہے لیکن جناب سپیکر میں اس میں ایک چیز پوائنٹ آؤٹ کرنا چاہتا ہوں کہ بہت بہتر ہوتا کہ میرے بڑے بھائی میرے استاد اور نہایت ہی قابل احترام تابش الوری صاحب یہاں پر موجود ہوتے ۔ انھوں نے لکھا ہے کہ کیا یہ درست ہے کہ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد نواز

شریف نے بہاول پور وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں چار سو بستروں کے نئے وارڈ تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ sentence جو ہے یہ altogether different meanings دیتا ہے ۔ اسی لیے میں original directive ساتھ لے کر آیا ہوں ۔ میں وہ پڑھ کر آپ کو سنا دیتا ہوں اس لیے بعد والے جواب واضح ہو جائیں گے ۔ یہ directive , 27-4-1989 کو جاری ہوا میاں محمد نواز شریف صاحب اس وقت یہاں پر وزیر اعلیٰ تھے Approved the provision of 400 additional beds, for the B V H., not new ward . یہ وضاحت کرنے کے بعد کہ چار سو بیڈ کی addition ہوئی تھی ۔ اب میں اس سے آگے چلتا ہوں ۔

(ب) دو سو بستروں کا انتظام موجودہ عمارت میں ہی کیا گیا ہے ۔ جبکہ بقیہ دو سو بستروں کا وارڈ زیر تعمیر ہے ۔

(ج) یہ درست نہیں ہے حکومت پنجاب نے دو سو بستروں کے وارڈ جو کہ زیرتعمیر ہے کے لیے عمد تکمیل تعمیر کے بعد مہیا کیا جائے گا۔ اس میں میرے پاس جو سمری پڑی ہے اگر آپ اجازت دیں تو وہ بھی پڑھ دیتا ہوں ۔ لیکن وہ لمبی ہے لیکن اس کا closing sentence یہ ہے کہ The work will be completed during 1995-96 ان شاء اللہ۔ اگر اجازت دیں تو میں پوری پڑھ دیتا ہوں ۔

جناب سپیکر ، نہیں بس ٹھیک ہے ۔ سید تابش الوری صاحب کا سوال تھا ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا ! میں ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں ؟

جناب سپیکر ، جی سردار صاحب ضمنی سوال پہ ہیں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا ! رانا صاحب نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب کے ڈائریکٹو کا صرف ایک جملہ پڑھا ہے ۔ 400 beds approved لیکن وہ مکمل ڈائریکٹو کیا ہے ؟ یا کسی کی درخواست پر یہ جملہ لکھا گیا ہے ؟

جناب سپیکر ، وزیر صحت آپ فرمائیں گے کہ آپ نے جو ڈائریکٹو بیان کیا ہے۔ اس میں پورا جملہ کیا ہے یا پوری عبارت کیا ہے ؟

وزیر اوقاف ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، جی۔

وزیر اوقاف ، جناب والا! میں نکتہ ذاتی وضاحت پہ بات کرنا چاہتا ہوں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! جب اسمبلی کی کارروائی میں ان کا نام بھی نہیں لیا گیا تو پھر نکتہ ذاتی وضاحت کس بات پہ؟

جناب سپیکر ، دیکھیں نام تو نہیں لیا گیا-----

جناب ایس اے حمید ، جناب والا! شاہ نواز چیمہ صاحب نے پہلے پوائنٹ آف آرڈر کہا ہے پھر نکتہ ذاتی وضاحت۔ یہ کون سا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

جناب سپیکر ، نام تو نہیں لیا گیا۔ بدنام تو کیا گیا ہے ۔

وزیر اوقاف ، جناب سپیکر ! جس طرح دا ماحول ہوئے جس طرح دی طبیعت ہوئے اور جس طرح میرے دوستاں دی خواہش ہوئے عزت کران دی ۔ میں اہ عزت کرناں ۔ میں تاں روز آنداں آں کہ میرا بھرا شہباز شریف آوے جہڑا انہاں نوں کپڑے دیندا سی ۔ اور یقین جانو واحد میں شخص آں جنھوں چودھری پرویز الٰہی صاحب دے گرفتار ہون دا غم رہا اے ۔ اور میں حقیقتاً کہنا اس واسطے کہ میرے بھائی روز بھوکے رہے نیں ۔ کسے وی دن اہناں نوں دوپہر دا کھانا نہیں لبھا ۔ ہاؤس دے وچ اک آدمی وی کہہ دے کہ جتنے دن چودھری پرویز الٰہی جیل وچ رہے نئیں تے کہ کسے نوں وی دوپہر دا کھانا لبھا اے۔ پھر مینوں کہندے سی کہ داتا صاحب توں بھیجیا کر ۔

جناب سپیکر ، تشریف رکھیں وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے ۔ لیکن ایک ضمنی سوال تھا اس کے بعد جی کھوسہ صاحب فرمایئے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر ! میں نے یہ عرض کیا تھا کہ وزیر صحت نے وزیر اعلیٰ پنجاب کے ڈائریکٹو کا صرف ایک جملہ پڑھا ہے 400 beds approved تو ظاہر ہے کہ یا تو مکمل خط ہو گا ۔ ڈائریکٹو تو ایک مکمل خط کی shape میں ہوتا ہے یا کسی درخواست پہ لکھا گیا ہو گا ۔ تو اس درخواست کا متن کیا ہے؟

وزیر صحت ، جناب والا! میں نے یہ گزارش کی تھی کہ ڈائریکٹو میرے پاس موجود ہے لیکن صرف وقت کو بچانے کے لیے میں نے سارا نہیں پڑھا اور اس ڈائریکٹو کا صحیح لفظ جس کی بنیاد پر یہ سوال بنایا گیا ہے میں صرف اسی کو پڑھا ۔ میرے بزرگ اور نہایت قابل احترام رہنما کھوسہ صاحب نے یہ

کہا کہ پورا ڈائریکٹو پڑھ کر سنا دیا جائے .....

MR SPEAKER: I call the House to order.

وزیر صحت : جناب والا اس ڈائریکٹو میں یہ لکھا ہے کہ

Dated 27th April, 1989.

Subject----Directive given by the Chief Minister during his visit to Bahawalpur on 24th April, 1989.

(i) Approved provision of 400 additional beds.

. . . . . 400 additional beds ..... not for wards for BVH

جناب والا اس زمانے میں ملک عبدالمجید صاحب سیکرٹری ٹو چیف منسٹر ہوتے تھے ان کے دستخطوں سے ڈائریکٹو جاری ہوا ہے جس کے تحت چار سو بستروں کا اضافہ شروع ہوا جو ہمارے پاس بلڈنگ تھی دو سو بیڈ ہم نے اسی میں بڑھانے ہیں اور اس میں سٹاف بھی دے دیا گیا ہے اور دو سو بیڈ کا علیحدہ وارڈ زیر تعمیر ہے اگر کہیں تو میں وہ بھی پڑھ کر سنا دیتا ہوں ۔ میں تو صرف ہاؤس کا وقت بچانا چاہتا تھا۔ اس میں تین کروڑ روپے سالانہ ترقیاتی پروگرام 96-1995ء کے لیے مختص کیا گیا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز اس پر کام بھی 96-1995ء میں مکمل ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد اس دو سو بیڈ کے وارڈ میں بھی عملہ مہیا کر دیں گے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا یہ سوال کرنے کا ایک خاص مقصد تھا ۔ مجھے ذاتی طور پر یہ علم ہے کہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد نواز شریف نے چار سو بیڈ کا وارڈ منظور کیا تھا۔ ۴۰۰ بستروں کی منظوری نہیں دی تھی ۔ اگر فی بستر ہزار روپے بھی آپ لگا لیں تو یہ چیف منسٹر کی شان نہیں بنتی ۔ انہوں نے ۴۰۰ بستروں کے وارڈ کی منظوری دی تھی

جناب سپیکر ، بہرحال انہوں نے ڈائریکٹو پڑھا ہے اور وہ یہ آپ کے پاس لا رہے ہیں آپ ذرا دیکھ لیجیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! وزیر اعلیٰ کا ڈائریکٹو جو وزیر اعلیٰ کے سیکرٹری ملک عبدالمجید کی طرف سے جاری کیا گیا ہے اور انہوں نے متعلقہ سیکرٹری صحت کو بھیجا ہے ....

وزیر صحت ، جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کو ٹوکنا نہیں چاہتا ' میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گو میں ٹاٹ پر بیٹھ کر پڑھا ہوں لیکن اتنی انگریزی مجھے آتی ہے .....

جناب سپیکر ، جب لوگ ٹاٹ پر پڑھتے تھے جو بھی پڑھتے تھے یاد رہ جاتا تھا پتا نہیں اس کے بعد کیا ہوا ہے کہ اب پڑھنے والے ایک کان سے سنتے ہیں اور دوسرے کان سے اڑا دیتے ہیں ...

وزیر صحت ، جناب سپیکر! مجھے آپ کی بات سے اتفاق ہے لیکن میں یہ کہہ نہیں سکتا۔

جناب سپیکر ، بالکل ٹھیک ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! میری بات تو وہی بنتی ہے لیکن میں اس مسئلے پر ہاؤس کا زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا ۔ ان کے سیکرٹری نے جو چٹھی سیکرٹری ہیلتھ، سیکرٹری فنانس اور چیئرمین پی اینڈ ڈی کو بھیجی ہے اس میں وزیر اعلیٰ صاحب کا ایک جملہ لکھا ہے کہ انہوں نے چار سو بستر منظور کر دیے ہیں ۔ جناب والا! یہ بات بنتی نہیں ہے کہ ایک ہسپتال میں ایڈیشنل چار سو بستر دے دیے جائیں ۔ مجھے اس وقت کے وزیر اعلیٰ کا اعلان یاد ہے اور انہوں نے بہاولپور کے ایک پبلک جلسے میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ چار سو بیڈ کا وارڈ بنایا جائے گا۔

جناب سپیکر ، بجا ہے جو ریکارڈ تھا وہ ہاؤس کے سامنے آ گیا اور آپ کی بھی جو یاداشت تھی آپ نے بھی ہاؤس کے سامنے پیش کر دی اب دونوں باتیں ریکارڈ پر ہیں آگے چلتے ہیں ۔ میرے خیال میں وقفۂ سوالات کا وقت ختم ہو گیا ہے ۔

وزیر صحت ، جناب والا میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

میاں ثاقب خورشید ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہاڑی پنجاب سے باہر ہے ؟ کیونکہ جب بھی وہاڑی کے مسائل کے بارے میں سوالات پوچھے جاتے ہیں تو انہیں pending کر دیا جاتا ہے ۔

جناب سپیکر ، نہیں اس میں آپ کے سوالات ہیں ۔

میاں ثاقب خورشید ، جناب والا! میرے دو سوالات بڑی اہم نوعیت کے ہیں جس میں میں نے اپنے وہاڑی شہر کے مسائل کے بارے میں پوچھا ہے ۔ مہربانی فرما کر آپ انہیں پوچھنے کی اجازت دیں ۔

جناب سپیکر ، دیکھیں جہاں تک میرا سوال ہے میں نے تو ان سوالات کو آج ایجنڈے پر رکھا ہے

لیکن اگر ان کی باری نہیں آتی تو اس کے باوجود آپ کے سوالات ایجنڈے پر ہیں اور اس کتاب میں درج ہیں ان کے جوابات بھی درج ہیں ۔ اب یہ ہے کہ آپ دوستوں کی مرضی ہے ' آپ اپوزیشن کے قائد سے پوچھ لیجیے اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ضروری ہیں تو میں اس کے لیے خاص اجازت دے دیتا ہوں۔

میاں ثاقب خورشید ، جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ اس مقصد کے لیے آدھا گھنٹہ بڑھا دیا جائے۔ وقفہ سوالات میں ایک جیل ڈیپارٹمنٹ بھی شامل ہے اور میرے سوالات اس کے بارے میں ہیں۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ وزیر صاحب اس کی تیاری بھی کر کے آئے ہوں گے اور ہم نے بھی اس سلسلے میں ضمنی سوالات تیار کیے ہوئے ہیں اس لیے آدھے گھنٹے کے لیے وقت بڑھایا جائے ۔

جناب سپیکر ، کھوسہ صاحب! اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ۔ آدھے گھنٹے کی تو ضرورت نہیں ہے۔ البتہ جتنی دیر میں یہ وہاڑی والے سوالات مکمل ہو جائیں تو اتنا وقت بڑھا لیا جائے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، درست ہے ۔

جناب سپیکر ، میں یہ ذرا پوچھ لوں اور دیکھ لوں کہ میں یہ کیسے کر سکتا ہوں ۔ اس میں رولز تو آڑے نہیں آتے ۔ اب میں اس سلسلے میں ہاؤس کی رائے بھی لے لوں ۔ کیا ہاؤس اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں رولز کو معطل کر کے وزیر موصوف کو اس بات کی اجازت دوں کہ وہ وہاڑی کے میاں ثاقب خورشید صاحب کا جواب بیان کر دیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! وقفہ سوالات کے لیے ایک گھنٹے کا وقت fix ہے۔ یہ کوئی ہاؤس میں بحث کا معاملہ نہیں ہے۔ وقفہ سوالات صرف ایوان کی اطلاع کے لیے ہوتا ہے اور اگر آج کوئی سوالات رہ جائیں گے تو وہ دوبارہ بعد میں بھی آ سکتے ہیں ۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ وقفہ سوالات کا وقت نہ بڑھایا جائے ۔ اور آپ نے آج کا ایک ایجنڈا دیا ہے بزنس دیا ہے اسے ٹیک اپ کیا جائے اور ساری کارروائی مکمل ہونی چاہیے ۔

جناب سپیکر ، دیکھیں بات یہ ہے کہ میں تو جو بھی کر سکتا ہوں ہاؤس کی مرضی سے کر سکتا ہوں ۔ اگر ہاؤس کی یہ اجازت ہے تو انہیں موقع دے دیتے ہیں اور اگر ہاؤس نہیں چاہتا تو پھر میری بھی مجبوری ہے ۔

جناب محمد ظہیر الدین خان ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! وقفہ سوالات ختم ہونے کے بعد جب متعلقہ وزیر بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیتا ہے تو اب اس کے بعد یہ تحرک نہیں کیا جا سکتا ۔ ان کو اس مقصد کے لیے پہلے کھڑے ہو کر کہنا چاہیے تھا ۔ بے شک ان کے سوالات اپنی جگہ اہم ہوں گے لیکن اب جبکہ ان کو ٹیبل پر رکھ دیا گیا ہے تو رولز کے تحت دوبارہ سوال کرنے پڑیں گے ۔ یا پھر رول 52(b) کے تحت یہ لکھ کر دے دیں اور اگلے اتوار کو ان کا سوال آ جائے گا ۔ لہذا میری یہ گزارش ہے کہ رولز پر عمل کیا جائے ۔

میاں ثاقب خورشید ، جناب والا! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ وزیر صحت نے اپنے سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے ہیں ۔ وزیر جیل خانہ جات نے اپنے سوالات ایوان کی میز پر نہیں رکھے ۔ اس لیے وزیر جیل خانہ جات سے متعلقہ سوال پیش کیا جا سکتا ہے ۔

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ جیسے رانا ظہیر صاحب نے بات کی ہے کہ اس ایوان کی یہ روایات ہیں ۔ وزیر صحت صاحب آپ کے سامنے بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ چکے ہیں ۔اب آج آپ جو نئی روایت آج یہاں پر قائم کرنا چاہتے ہیں آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ آئندہ ہر وقفہ سوالات کے بعد ہر ممبر کو یہی شکایت رہے گی کہ میرے سوال کا جواب نہیں آیا اس لیے وقت میں توسیع کر دی جائے ۔ اس لیے میری اس سلسلے میں یہی گزارش ہے کہ جیسا کہ رانا ظہیر صاحب نے کہا ہے اور انہوں نے رولز کا حوالہ بھی دیا ہے۔ ثاقب خورشید صاحب ہمارے بھی عزیز ہیں اس کا آپ یہ کر لیں اور ان کو یہ سہولت دے دیں

کہ آئندہ وقفۂ سوالات پر ان کے سوالات پہلے نمبر پر آجائیں۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ کا شکریہ آپ کی بات میں وزن ہے ۔

جناب عثمان ابراہیم ، جناب سپیکر! میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ایوان کی میز پر صرف محکمہ صحت کے جوابات رکھے گئے تھے ۔ محکمہ جیل خانہ جات اور دوسرے محکمہ جات کے جوابات ایوان کی میز پر نہیں رکھے گئے ۔ اور وہ اگر آج ٹیک اپ نہ بھی ہوئے تو اگلی دفعہ ٹیک اپ ہوں گے۔

جناب سپیکر، بیرسٹر صاحب! یہ بات آپ کی بالکل درست ہے ۔ میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ جہاں تک ربانی صاحب کا تعلق ہے ۔ انہوں نے اپنے محکمے کے سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے۔ لیکن سپیکر کے طور پر میں نے یہ اعلان کردیا تھا کہ وقفۂ سوالات ختم ہوتا ہے اور اب ہم آگے چلتے ہیں۔ یہ بات جس طرح بہت سے دوستوں نے کی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس میں وزن ہے کہ اگر اس طرح کی آج روایت بنائی گئی تو پھر اس کے بعد یہ وقفہ سوالات ہمیشہ لمبا چلے گا۔ آپ سب دوستوں کو علم ہے کہ برسوں سے یہ روایت چلتی ہے کہ پورے سوالات کے جوابات مشکل ہی سے آتے ہیں اور اکثر بقیہ سوالات کے جوابات میز پر رکھنے پڑتے ہیں۔ میں یہ بہتر سمجھتا ہوں اور ثاقب صاحب سے بھی گزارش کرتا ہوں چونکہ پورے ہاؤس نے consent بھی نہیں دی۔ اس لیے اگلی مرتبہ سب سے پہلے آپ کے سوالات کی باری آجائے گی۔

وزیر صحت، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی ۔۔

وزیر صحت ، غالباً میرے بھائی نے کچھ ایسے سوالات محسوس کیے ہیں کہ جن کے جوابات وہ چاہتے تھے۔ میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ میرے ساتھ ابھی لابی میں بیٹھ جائیں اور

اپنے سوالات کے جوابات حاصل کرلیں۔

جناب سپیکر، ان کے سوالات شاید آپ سے نہیں محکمہ جیل خانہ جات سے تعلق رکھتے ہیں۔

وزیر جیل خانہ جات، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

وزیر جیل خانہ جات، جناب والا! شکریہ۔ آپ نے موقع دیا۔ ان کے سوالات کے جوابات میں ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔ اس کے باوجود بھی یہ اپنے سوالات کے جوابات جاننا چاہیں تو میں آئندہ اجلاس میں یا ابھی اس کے لیے تیار ہوں۔ جیسے ان کا حکم ہے۔ اگر یہ بعد میں بات کرنا چاہتے ہیں تو میں تب بھی حاضر ہوں۔ اگر یہ ابھی بات کرنا چاہتے ہیں تو میں اب بھی حاضر ہوں۔

جناب سپیکر، بجا ہے۔ محکمہ اطلاعات، سیاحت و ثقافت کے سوالات بھی ایوان کی میز پر رکھے جائیں۔

وزیر قانون، جناب والا! بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھے جاتے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز رکھے گئے)

نیو کلائی سنٹر کا قیام

*1363۔سید تابش الوری، کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر صحت نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۴ء کو بہاولپور میں بی۔وی ہسپتال کے اندر کینسر کے علاج کے لئے نیو کلائی سنٹر قائم کرنے کا اعلان کیا تھا۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہو تو مذکورہ سنٹر کے قیام پر کتنی لاگت آئے گی اس پر کب کام شروع ہو گا اور کب تک مکمل ہو جائے گا؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) درست ہے۔

(ب) بہاولپور انسٹی ٹیوٹ آف نیوکلیئر میڈیسن پر تخمینہ لاگت برائے تعمیرات ۱۹ کروڑ ۳۷ لاکھ روپے ہے۔حال ہی میں اس منصوبہ کو حکومت پنجاب نے منظور کر کے مرکزی حکومت کو بھجوا دیا ہے۔۱۰ کروڑ سے زائد تخمینہ جات کے تمام منصوبے مرکزی حکومت کی منظوری کے بعد شروع کئے جاتے ہیں امید ہے کہ یہ منصوبہ اسی سال منظور ہو جائے گا اور اس کے لیے مختص ۵۰ لاکھ روپے سے کام شروع کیا جا سکے گا۔شروع ہونے کے بعد ہر سال مطلوبہ فنڈز فراہم ہونے کی صورت میں یہ منصوبہ ۴ سال میں پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

ہسپتال کی تعمیر

*1392۔حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سید مٹھا بازار لاہور میں "میاں شہباز شریف ہسپتال" کی تعمیر شروع کی گئی تھی۔اگر ایسا ہے تو اب تک متذکرہ ہسپتال کی تعمیر پر کتنا روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ ہسپتال کی تعمیر روک دی گئی ہے ۔ اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر صحت(رانا اکرام ربانی)۔

(الف) سید مٹھا بازار لاہور میں ' لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے ایک ہسپتال کی تعمیر شروع کی تھی۔ اس کی تعمیر پر ایل ڈی اے کی رپورٹ کے مطابق اب تک ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوا ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔اس کی تعمیر کو روکا نہیں گیا۔

میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کے خلاف تحقیقات

*1407۔سید محمد عارف حسین شاہ بخاری ، کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی کمشنر حافظ آباد نے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کے ایم ایس کے خلاف مارکیٹ ریٹ سے زیادہ قیمت پر اشیاء کی خریداری کرنے پر انکوائری کرائی تھی۔

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو اس انکوائری کے نتیجے میں کیا کارروائی عمل میں لائی گئی ہے؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) یہ درست ہے ڈپٹی کمشنر حافظ آباد نے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ حافظ آباد کے خلاف ابتدائی انکوائری کروائی جس میں زائد قیمت کی خریداری کا الزام درست ثابت ہوا بعد ازاں محکمہ صحت نے بھی اس کیس کی ابتدائی انکوائری کرائی ہے جس میں بھی تقریباً۔ ۵۸'۵۲۰/ روپے زائد خرچ کرنے کا الزام ثابت ہوا ڈپٹی کمشنر حافظ آباد کی رپورٹ اور محکمہ صحت کی ابتدائی تحقیقات کی نقول ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔

(ب) میڈیکل سپرنٹنڈنٹ، موصوف کے خلاف باقاعدہ انکوائری کے لئے تحرک کیا گیا وزیر اعلیٰ کے حکم پر اس کو معطل کرکے باقاعدہ انکوائری کا آغاز کردیا ہے جس کے مکمل ہونے پر فیصلہ ہوگا۔

میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کی تحقیقات

*1409۔ سید محمد عارف حسین شاہ بخاری، کیاوزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایم ایس ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال حافظ آباد نے مالی سال ۹۴-۱۹۹۳ء کے اواخر میں اپنے دفتر کی تزئین و آرائش وغیرہ کے لئے میسرز النور انٹرپرائزز گوجرانوالہ سے ایک لاکھ انیس ہزار دو سو چالیس روپیہ کا سامان خریدا۔

(ب) اگر جز(الف) کاجواب اثبات میں ہےتو خرید کردہ اشیاء کی تفصیل بمعہ قیمت کیا تھی۔ نیز کیا یہ خریداری مارکیٹ ریٹ کے مطابق کی گئی تھی۔ اگر نہیں تو حکومت اس پر کیا کارروائی کر رہی ہے۔

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) یہ درست ہے کہ دفتر میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال حافظ آباد کی تزئین و آرائش کے لئے سامان خریدا گیا۔

(ب) جو اشیاء خریدی گئی ہیں ان کی تفصیل پرچم" الف" پر ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے تاہم یہ خریداری مارکیٹ ریٹ سے زائد نرخ پر خریدی گئی جس پر تقریباً ۵۸۵۲۰ روپے زائد خرچ کئے گئے ۔ محکمہ صحت نے اس کیس کی ابتدائی انکوائری کروائی ہے جس پر الزام ثابت ہوا ہے ۔ چنانچہ اب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کے خلاف باقاعدہ انکوائری کی جا رہی ہے ۔

انکوائری مکمل ہونے کے بعد تادیبی کارروائی کی جائے گی۔

لیڈی ڈاکٹر کی تعیناتی

*1423۔جناب احمد خان ہرل، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ رورل ہیلتھ سینٹر پھلروان تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا بغیر لیڈی ڈاکٹر کے چل رہا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لیڈی ڈاکٹر نہ ہونے کی وجہ سے زچہ بچہ کی اموات واقع ہو رہی ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سینٹر میں لیڈی ڈاکٹر بھیجنے کا ارادہ رکھتی ہے۔اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) جی ہاں یہ درست ہے۔

(ب) جی نہیں یہ غلط ہے ۔ ایک لیڈی ہیلتھ وزیٹر ایم سی ایچ سنٹر پھلروان میں تعینات ہے ۔ زچہ بچہ کی اموات کا واقعہ پیش نہیں آیا۔

(ج) حکومت کی اولین پالیسی ہے کہ ہر رورل ہیلتھ سنٹر میں لیڈی ڈاکٹر تعینات کی جائے ۔ محکمہ ہذا نے حال ہی میں پنجاب پبلک سروس کمشن میں مستقل بنیادوں پر تعیناتی کے علاوہ ایڈہاک بنیادوں پر ڈاکٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں کی تعیناتی کے لئے درخواستیں طلب کی ہیں۔ امید ہے کہ ماہ جنوری میں لیڈی ڈاکٹروں کی تعیناتی کر دی جائے گی اور رورل ہیلتھ سنٹر پھلروان کو اولین ترجیح دی جائے گی ۔

پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کا بجٹ

*1431۔جناب ایس اے حمید، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی کب قائم ہوا اور اس کا سالانہ بجٹ کتنا ہے سال ۱۹۹۴ء تک بجٹ کی تفصیل سال وار دی جائے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ پورے پنجاب کے عوام کے لئے یہی ادارہ ہے جو صرف دل کے مریضوں کے لئے بنا ہے۔

(ج) اگر جز(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو اس کا بجٹ ضرورت سے کم رکھنے کی وجوہات کیا

ہیں؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) پنجاب ادارہ امراض قلب ماہ نومبر ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا۔ جبکہ ان ڈور ڈیپارٹمنٹس نے ماہ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں کام شروع کیا۔ بجٹ کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مالی سال	بجٹ کی رقم (روپے میں)
1988-89ء	Rs: 38,54,930
1989-90ء	Rs:1.19.52 800
1990-91ء	Rs:2,24.75,840
19991-92ء	Rs 4,32,00,000
1992-93ء	Rs: 7,49,78,783
1993-94ء	Rs: 8,22,52,950
1994-95ء	Rs· 7,93,88,440

(ب) صوبہ پنجاب میں پنجاب ادارہ امراض قلب کے علاوہ مندرجہ ذیل ہسپتالوں میں یہ سہولت میسر ہے۔

۱۔ کارڈیالوجی وارڈ میو ہسپتال لاہور۔

علاج اور اپریشن کی سہولت میسر ہے۔

۲۔ کارڈیالوجی وارڈ گلاب دیوی ہسپتال لاہور۔

۳۔ پنجاب کے تمام بڑے ہسپتالوں میں سپیشل میڈیکل وارڈ موجود ہیں جہاں امراض قلب کے علاج کی سہولت موجود ہے۔

۴۔ اس کے علاوہ عسکری ادارہ امراض قلب راولپنڈی میں مسلح افواج کے علاوہ سول آبادی کے لئے بھی علاج اور اپریشن کی سہولت موجود ہے۔

(ج) اگرچہ پنجاب میں پنجاب ادارہ امراض قلب کے علاوہ بھی امراض قلب کے علاج کے لئے سہولت موجود ہے جیسا کہ جز "ب" میں بیان کیا گیا ہے مگر پھر بھی اس ادارہ کی خصوصی ترقی کے لئے اسے تدریسی ہسپتال کے مساوی درجہ دیا گیا ہے جبکہ یہ تدریسی ہسپتال

نہیں ہے۔ اور اس کے لئے بجٹ مخصوص کرتے وقت ترجیحی سلوک کیا جاتا ہے ۔ جیسا کہ جز"الف" میں درج سال وار بجٹ کی رقم سے ظاہر ہے۔ اس طرح یہ ادارہ تدریسی ہسپتال نہ ہونے کے باوجود دوسرے تدریسی ہسپتال کے لئے مخصوص شرح سے بجٹ حاصل کر رہا ہے۔

بنیادی مرکز صحت میں عملہ کی تعیناتی

*1435۔جناب محمد مظفر علی خان سیال، کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ چک نمبر ۲۔۴ / ایل گڑھ مہاراجہ تحصیل شور کوٹ ضلع جھنگ میں ایک بنیادی مرکز صحت قائم کیا گیا تھا اور اس کی تعمیر حال ہی میں مکمل ہوئی ہے۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا متذکرہ مرکز صحت میں تمام عملہ تعینات کر دیا گیا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)،

(الف) یہ درست نہ ہے کہ چک نمبر ۲۔۴/ ایل گڑھ مہاراجہ میں کوئی مرکز صحت تعمیر نہیں ہوا ہے۔ بلکہ ایک بنیادی مرکز صحت ۴۔۴ /ایل گڑھ موڑ کے مقام پر بذریعہ لوکل گورنمنٹ جھنگ تعمیر ہونا منظور ہوا اور اس کی عمارت ۹۴۔۱۹۹۳ء میں مکمل ہوئی ہے۔

(ب) چونکہ متذکرہ بنیادی مرکز صحت کی عمارت محکمہ صحت نے تعمیر نہیں کی ہے ۔ لہٰذا عملہ کی تعیناتی بھی محکمہ صحت کی ذمہ داری نہ ہے۔ اس کے لئے محکمہ لوکل گورنمنٹ جھنگ سے رجوع کیا جائے۔چک نمبر ۲۔۴ /ایل یونین کونسل ۱۱۵(سمندیونہ) میں واقع ہے جہاں محکمہ صحت کا ایک بنیادی صحت مرکز پہلے ہی سے قائم ہے اس کے ہوتے ہوئے موجودہ پالیسی کے تحت محکمہ صحت ایک اور بنیادی مرکز صحت کی محدود مالی وسائل کی وجہ سے ذمہ داری لینے سے قاصر ہے۔اسی طرح گڑھ موڑ بھی ٹاؤن کمیٹی گڑھ مہاراجہ میں شامل ہے۔ جہاں محکمہ صحت کا ایک دیہی صحت سنٹر پہلے سے قائم ہے۔

مدت ملازمت میں توسیع

*1456۔راجہ ریاض احمد، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ جنرل ہسپتال لاہور میں پروفیسر آف نیوروسرجری کی اسامی عرصہ ۸ ماہ سے

خالی پڑی ہے۔ اگر ہاں تو مذکورہ اسامی کو پُر نہ کرنے کی وجوہ کیا ہیں۔

(ب) پروفیسر (ڈاکٹرز) کی ریٹائرمنٹ کے بعد ان کی مدت ملازمت میں توسیع کی کیا پالیسی ہے اگر توسیع نہیں کی جاتی تو کیا حکومت آئندہ کسی ڈاکٹر کی مدت ملازمت میں توسیع نہیں کرے گی۔ تاکہ جونیئر ڈاکٹروں کو ترقی کے مواقع میسر آسکیں؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) یہ درست نہ ہے۔ محکمہ سروسز جنرل ایڈمنسٹریشن نے پروفیسر افتخار علی راجہ کی بطور پروفیسر آف نیورو سرجری مورخہ ۱۲-۱-۱۹۹۵ کو تقرری کے احکامات جاری کر دیئے ہیں اعلامیہ کی نقل ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں اور انہوں نے چارج بھی سنبھال لیا ہے۔

(ب) بالعموم کسی بھی پروفیسر ڈاکٹر کی ریٹائرمنٹ کے بعد مدت ملازمت میں توسیع نہیں کی جاتی۔ نہ ہی محکمہ صحت حکومت پنجاب کا ریٹائرمنٹ کے بعد کسی پروفیسر کی مدت ملازمت میں توسیع کرنے کا ارادہ ہے۔ تاوقتیکہ اس عہدہ کی اہلیت رکھنے والا کوئی ڈاکٹر موجود نہ ہو۔

نیو کلیئر کارڈیالوجی کے شعبہ کا قیام

*1457۔ راجہ ریاض احمد: کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دل کی بڑھتی ہوئی بیماریوں کے باوجود حکومت نے ابھی تک "پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی" میں نیو کلیئر کارڈیالوجی کا شعبہ شروع نہیں کیا جس کی وجہ سے مریضوں کو اسلام آباد یا ملک سے باہر جانا پڑتا ہے۔

(ب) دل کی بڑھتی ہوئی بیماریوں اور اس کے نتیجہ میں اموات کی روک تھام کے سلسلہ میں محکمہ صحت نے کیا پالیسی اختیار کی ہے۔

(ج) کیا پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی تمام مریضوں کو فری سہولت (برائے سرجری) مہیا کر سکتا ہے اگر نہیں تو حکومت نے اس سلسلہ میں آیا کوئی پالیسی وضع کی ہے تاکہ غریب مریض اس سہولت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی نے نیو کلیئر کارڈیالوجی کا شعبہ ابھی تک شروع نہیں کیا۔ حکومت پنجاب نے اس ضمن میں مبلغ ایک کروڑ پچانوے لاکھ روپے کی

سکیم منظور کی ہے جس کے فنڈ جاری ہونے کا انتظار ہے۔ جونہی مذکورہ فنڈ جاری ہوئے اس شعبہ کے قیام کا کام شروع کر دیا جائے گا۔

(ب) محکمہ صحت پنجاب نے متعدد ضلعی ہسپتالوں اور تمام تدریسی ہسپتالوں میں ماہرین قلب تعینات کئے ہیں تاکہ دل کی بیماریوں کی بروقت تشخیص اور ان کا علاج ہو سکے۔ مزید برآں حکومت ادارہ امراض قلب پنجاب میں بستروں کی تعداد میں اضافے کا فیصلہ کیا ہے جس سے موجودہ ۱۱۰ بستروں سے بڑھ کر تعداد ۲۶۰ ہو جائے گی۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ مریض طبی سہولتوں سے استفادہ کر سکیں جس سے یقیناً دل کی بیماریوں اور ان سے اموات کی روک تھام میں خاطر خواہ مدد ملے گی۔

(ج) سرجری کے مریض پر اوسطاً ایک لاکھ روپے خرچ آتا ہے انسٹیٹیوٹ کے منظور شدہ بجٹ کی نسبت سے حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ غریب اور مستحق مریضوں کا مفت علاج کیا جا سکے۔

ڈسٹرکٹ جیل وہاڑی کی تعمیر

*1475۔ میاں محمد ثاقب خورشید، کیا وزیر جیل خانہ جات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع وہاڑی میں ابھی تک ڈسٹرکٹ جیل نہیں بنائی گئی جس کی وجہ سے حوالاتی اور مختلف قیدیوں کو ملتان سنٹرل جیل لے جانے اور لانے پر کافی اخراجات آتے ہیں۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ضلع وہاڑی میں ڈسٹرکٹ جیل تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو مذکورہ جیل کی تعمیر کب تک شروع کر دی جائے گی اور اس مقصد کے لئے کتنی رقم مخصوص کی گئی ہے؟

وزیر جیل خانہ جات (چودھری خوش اختر سجانی)۔

(الف) جی ہاں۔ یہ درست ہے کہ ضلع وہاڑی میں ڈسٹرکٹ جیل نہ ہے۔

(ب) صوبائی حکومت ضلع وہاڑی میں ڈسٹرکٹ جیل تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے مگر ابھی تک فنڈز مہیا نہ کئے گئے ہیں اس سلسلہ میں محکمہ تعمیرات نے مبلغ نو کروڑ پندرہ لاکھ سینتیس ہزار ۹۱۵۳۷۰۰۰/ روپے کا تخمینہ تیار کیا ہے یہ تخمینہ صوبائی منصوبہ بندی و ترقیاتی ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب کے زیر غور ہے تاکہ پروانشل ڈویلپمنٹ ورکنگ پارٹی کی منظوری حاصل کی جا سکے۔

ڈی ایچ کیو ہسپتال وہاڑی میں رہائشی کالونی کی تکمیل

*1488۔میاں محمد ثاقب خورشید، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بیس سال سے قائم ڈی ایچ کیو ہسپتال وہاڑی میں ڈاکٹرز کی رہائشی کالونی نہیں ہے۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہو تو وہاں ڈاکٹرز اور دیگر سٹاف کی رہائش گاہیں کب تک مکمل ہو جائیں گی اور تعمیر کا کام کب تک شروع کیا جائے گا؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)،

(الف) یہ درست نہ ہے۔ڈسٹرکٹ ہسپتال وہاڑی میں اس وقت ڈاکٹرز کے لئے مندرجہ ذیل رہائش گاہیں موجود ہیں:۔

۱۔ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ اور سپیشلسٹس کے لئے ۸ عدد

۲۔ دیگر ڈاکٹرز کے لئے ۸ عدد

(ب) یہ بتانا مناسب ہو گا کہ Specialists اور ڈاکٹرز کے لئے پہلے ہی موجودہ / نئے Yardstick کے مقابلے میں زیادہ رہائش گاہیں (۸ زیادہ) موجود ہیں۔ تاہم دیگر عملے کے لئے اس Yardstick کے مطابق پوری تعداد میں رہائش گاہیں نہیں ہیں سوشل ایکشن پروگرام اور آٹھویں پنج سالہ منصوبے کے تناظر میں زیادہ اہمیت اور وسائل دیہی مرکز صحت اور بنیادی مرکز صحت کے لئے مہیا کئے جارہے ہیں۔ مستقبل میں مناسب وسائل فراہم ہونے کی صورت میں باقی ماندہ عملے کے لئے وہاڑی کے ڈی ایچ کیو ہسپتال میں رہائشی منصوبہ تیار و مکمل کیا جائے گا۔

بی ایچ یو میں بجلی کی فراہمی

*1523۔چودھری احمد یار گوندل، کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

اس وقت ضلع منڈی بہاؤالدین اور ضلع گجرات میں ایسے کتنے بی ایچ یو کہاں کہاں واقع ہیں جن میں ابھی تک بجلی کی سہولت مہیا نہیں کی گئی۔ نیز ان بی ایچ یو میں کب تک بجلی مہیا کی جائے گی؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

ضلع گجرات و منڈی بہاوالدین میں مندرجہ ذیل بنیادی مراکز صحت کو ابھی تک بجلی مہیا نہیں کی جا سکی۔لیکن واپڈا کے ساتھ برائے فراہمی ڈیمانڈ نوٹس کی درخواستیں جمع کروا دی گئیں ہیں اور ڈیمانڈ نوٹس ذاتی سطح پر حاصل کئے جا رہے ہیں۔

ا۔ ضلع گجرات بنیادی مراکز صحت	بھاگوال، محمود آباد، منگوال، ناگریانوالہ سانتل۔چھو کرخورد
(بی ایچ یو ۔ 21) بنیادی مراکز صحت	چوپالہ۔ چک کمالہ ہزارہ۔مرغلاں، بھروث، چیڑیاوالانور جمال، دھکڑانوالی، امرہ کلاں، حاجی محمد، کرنانہ، خیر گھنسار، جوڑہ، دلاورپور، گلیانہ۔
۲۔ ضلع منڈی بہاؤالدین بنیادی مراکز صحت	نین رانجھا، مونہ ڈپو۔پنڈی کالو۔ گھتیاں دھریکاں کلاں (بی ایچ یوز۔) بانسی خورد۔ کھوسر۔

ڈیمانڈ نوٹس حاصل ہوتے ہی رقم جمع کروا دی جائے گی اور پھر واپڈا پر جلد بجلی دینے کے لئے زور ڈالا جائے گا۔ چونکہ اس کی تعمیل واپڈا پر منحصر ہے اس لئے وقت کا اندازہ مشکل ہے تاہم پوری کوشش ہو گی کہ کم از کم مدت میں کام مکمل ہو جائے۔

علاج پر اٹھنے والے اخراجات

*1545۔حاجی احسان الدین قریشی، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

سعید احمد قریشی سابق ایم پی اے اور ان کا خاندان کتنے دن نشتر ہسپتال ملتان کے کس وارڈ میں زیر علاج رہے اور ان پر اٹھنے والے طبی اخراجات کس نے ادا کئے؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

سعید احمد قریشی اور اس کے خاندان کے دو افراد نشتر ہسپتال میں زیر علاج رہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ سعید احمد قریشی دو ماہ چار یوم زیر علاج رہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے ،

تاریخ داخلہ ۲-۱۰-۹۴ (شعبہ انتہائی نگہداشت)

تاریخ منتقلی پرائیویٹ وفیملی وارڈ ۱۷-۱۰-۹۴

تاریخ ڈسچارج ۲-۱۱-۹۴

۲۔ مسز حمیدہ خاتون سعید زوجہ سعید احمد قریشی ایک ماہ چھ یوم زیر علاج رہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تاریخ داخلہ ۲-۱۰-۹۴ (میڈیکل وارڈ نمبر ۱۰)

تاریخ ڈسچارج ۶-۱۱-۹۴

۳۔ کشور سعید دختر سعید احمد قریشی دو مرتبہ ہسپتال میں زیر علاج رہیں پہلی مرتبہ ۲۰ یوم اور دوسری مرتبہ ایک ماہ سات یوم ہسپتال میں زیر علاج رہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی مرتبہ تاریخ ۲-۱۰-۹۴ (شعبہ انتہائی نگہداشت)

تاریخ منتقلی پرائیویٹ ۱۷-۱۰-۹۴

ڈسچارج تاریخ ۳۱-۱۰-۹۴

دوسری مرتبہ تاریخ داخلہ ۱-۱۲-۹۴ (وارڈ نمبر ۵)

تاریخ منتقلی پرائیویٹ فیملی وارڈ نمبر ۲۹۔ ۲۵-۱۲-۹۴

تاریخ ڈسچارج ۱۶-۱-۹۵

سعید احمد قریشی اور ان کی دختر کشور سعید کا بمطابق وزیر اعلیٰ ہدایات مفت علاج کیا گیا اور کوئی واجبات وصول نہ کئے گئے ہیں۔ وزیر اعلیٰ کی ہدایات کی نقل ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔

سنٹرل جیل لاہور کے عملہ کی تعداد

*1559۔حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر جیل خانہ جات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:
سنٹرل جیل لاہور میں اس وقت عملہ کی تعداد کیا ہے ان کے نام، عہدے، تعلیمی قابلیت اور مدت تعیناتی بتائی جائے؟

وزیر جیل خانہ جات (چودھری خوش اختر سبحانی)۔

سنٹرل جیل لاہور میں اس وقت تعینات عملہ کی تعداد ۲۰۳ نفر ہے جن کے نام، عہدے، تعلیمی قابلیت اور مدت تعیناتی مورخہ ۱۷مئی۱۹۹۵ء تک کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

ضلع گجرات میں جاری منصوبوں کی تفصیل

*1576۔میاں عمران مسعود، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) عزیز بھٹی شہید ہسپتال میں ۹۲۔۱۹۹۲ء سے لے کر اب تک کون کونسے منصوبے شروع کئے گئے ہیں ان کے نام کیا ہیں اور ان سکیموں کے لئے کتنی رقم مختص کی گئی تفصیلاً بتایا جائے۔

(ب) ۹۵۔۱۹۹۴ء کے لئے کونسا نیا منصوبہ منظور کیا گیا ہے نیز ضلع گجرات میں اس وقت جاری شدہ منصوبوں کی تامال تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)،

(الف) عزیز بھٹی شہید ہسپتال میں ۹۲۔۱۹۹۲ء سے ۹۵۔۱۹۹۴ء تک مندرجہ ذیل منصوبوں پر کام کے لئے ۲۵۲،۳۵ لاکھ مختص کئے گئے جس کی تفصیل نیچے دی گئی ہے۔

سال	۹۵۔۱۹۹۴ء	۹۲۔۱۹۹۲ء، ۹۳۔۱۹۹۳ء
۱۔ توسیع عزیز بھٹی شہید ہسپتال	۲۵،۰۰ لاکھ	۴۹ لاکھ خرچ ہوئے ۶۰ لاکھ خرچ ہوئے
۲۔ نرسنگ سکول عزیز بھٹی شہید ہسپتال	(بی) ۳۱،۲۰ لاکھ (E) ۴۲،۴۵ لاکھ ۴۳،۶۵ لاکھ	۲۰ لاکھ خرچ ہوئے ۱۰،۶۹ لاکھ خرچ ہوئے
۳۔ شعبہ امراض جلدی و بیرونی مریضاں عزیز بھٹی شہید ہسپتال	اس سال کوئی رقم مختص نہیں کی گئی کیونکہ منظور شدہ رقم پوری فراہم ہو چکی ہے۔	۱۵ لاکھ خرچ ہوئے ۲۹،۰۱ لاکھ خرچ ہوئے

(ب) ۹۵۔۱۹۹۴ء میں کوئی نیا منصوبہ نہیں شروع کیا گیا نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس ہسپتال میں پہلے ہی سے جاری شدہ منصوبوں کی تکمیل جاری ہے۔

علاوہ ازیں ضلع گجرات میں مندرجہ ذیل منصوبوں پر بھی کام جاری ہے۔

	مختص رقم ۹۵۔۱۹۹۴ء
۱۔ بنیادی مرکز صحت میر ڈھوک	۱۲،۱ لاکھ
۲۔ ایضاً برنالی	۲،۰۰ لاکھ
۳۔ مندرجہ ذیل بنیادی مراکز صحت کو بجلی کی فراہمی	
الف۔(a) بہراج (Behraj)	۱،۰۹ لاکھ

ب۔(b) بی ریلا(Bareela)	۲،۲۸ لاکھ
ج۔(c) سرک پور (Surrakh Pur)	۹۶ ہزار
د۔(d) بی گریا والہ (Bagrian Wala)	۲ ہزار
ھ۔(e) رکن (Rukkan)	۲۲ ہزار
و۔(f) چک نمبر ۲ جنوبی (Chak No.2 janobi)	۶،۴۳ لاکھ
ز۔(g) کریانوالہ (Karyan wala)	۷۷ ہزار
ح۔(H) سعد وال کلاں (Sadwal Kalan)	۶،۲۳ لاکھ
ط۔(i) ہریات (Haryat)	۲،۲۲ لاکھ
ی۔(J) مرزا طاہر (Mirza Tahir)	۱،۱۷ لاکھ
ک۔(k) مرالہ گجراں (Marala Gijjran)	۱،۰۹ لاکھ
ل۔(l) شیخ چغتائی (Sheikh Chughai)	۳،۴۲ لاکھ
م۔(m) جامو بھولہ (Jamo Bhola)	۰،۳۴ لاکھ
ن۔(n) ڈھوک شہانی (Dhok Shahani)	۱،۲۲ لاکھ

مسماۃ کوثر داؤد کی تعیناتی

*1595۔سردار حسن اختر موکل، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) مسماۃ کوثر داؤد ایل ایچ وی حال تعینات ڈائرکٹر آفس سرگودھا ۱۹۸۵ء سے لے کر آج تک کن کن سنٹروں میں تعینات رہی ہے۔ سنٹروں کی تفصیل اور ایل ایچ وی مذکورہ کی کارکردگی کی تفصیل کیا ہے۔

(ب) جن سنٹروں میں مسماۃ مذکورہ تعینات رہی ۱۹۸۵ء سے لے کر آج تک کے اخراجات اور آمدن کی تفصیلات فراہم کی جائیں۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ایل ایچ وی کو مرکز ایم سی ایچ نمبر ۵ سرگودھا میں تبدیل کروانے کے لئے اہلیان دیہہ اور دیگر نزدیکی گاؤں کے لوگوں نے کئی بار درخواست کی۔

(د) کیا مذکورہ ایل ایچ وی پر عوام کی طرف سے عائد کردہ الزامات کی انکوائری کروائی گئی اگر ہاں تو کیا الزامات درست ثابت ہوئے۔

(ہ) اگر الزامات درست ثابت ہوئے تو مذکورہ ایل ایچ وی کے خلاف کیا کارروائی کی گئی اگر

اب تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی تو حکومت عائد کردہ الزامات کی روشنی میں کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ایل ایچ وی مذکورہ کی ذاتی فائل کے مطابق موجودہ ریکارڈ بمطابق آج مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۵ء تک کوئی شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔

(د) ایل ایچ وی کی ذاتی فائل کے مطابق موجودہ ریکارڈ کے مطابق آج مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۵ء تک کوئی انکوائری نہ ہے۔

(ہ) چونکہ نہ کوئی شکایت موصول ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی انکوائری ہو رہی ہے اس لئے ایل ایچ وی کے خلاف کوئی کارروائی زیر غور نہیں تاہم شکایت موصول ہونے کی صورت میں فوری کارروائی کی جائے گی۔

آرٹ کونسل کے ملازمین کو پینشن کی فراہمی

*1610۔ جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر اطلاعات و ثقافت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اطلاعات و ثقافت نے سوال نمبر ۵۴۳ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ آرٹس کونسل کے ملازمین کو پینشن دینے کے لئے جو رقم درکار ہوگی وہ محکمہ فنانس کے ساتھ ٹیک اپ کرنے کے بعد بتا سکیں گے اگر ہاں تو اس کام کے لئے کتنی رقم درکار ہے نیز کیا اگلے مالی سال میں آرٹس کونسل کے ملازمین کو یہ سہولت مل جائے گی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ وزیر موصوف نے ضمنی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ آرٹس کونسل کے ملازمین کو گریجویٹی کی سہولت حاصل ہے اگر ایسا ہے تو پنجاب آرٹس کونسل کے دو ملازمین امتیاز شاہ گیٹ کیپر اور خلیل احمد چوکیدار جو فوت ہو چکے ہیں کے وارثان کو گریجویٹی کی رقم کیوں نہیں دی گئی۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور آرٹس کونسل پنجاب آرٹس کونسل کی ذیرنل کونسل ہے اگر ہاں تو کیا لاہور آرٹس کونسل پنجاب آرٹس کونسل کے ماتحت ہے اگر ایسا ہے تو لاہور آرٹس کونسل کے ملازمین کو اضافی سہولتیں مثلاً گریجویٹی و اوور ٹائم وغیرہ کیوں میسر ہیں اور کیا

پنجاب آرٹس کونسل کے ملازمین کو یہ سہولتیں میسر نہیں ہونی چاہئیں اس تضاد کی کیا وجہ ہے؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق):

(الف) یہ درست ہے کہ وزیر اطلاعات و ثقافت نے سوال نمبر ۵۴۲ کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ آرٹس کونسل کے ملازمین کو پنشن کے لئے جتنی رقم درکار ہو گی وہ محکمہ خزانہ کے ساتھ ٹیک اپ کرنے کے بعد بتائیں گے اس سلسلہ میں تخمینہ کے مطابق کونسل کے ملازمین کو پنشن کا حق دینے کے لئے چوبیس لاکھ روپے سالانہ کی ضرورت ہے اس ضمن میں محکمہ خزانہ کو ریفرنس بھیج دیا گیا ہے منظوری ملنے کی صورت میں پنجاب آرٹس کونسل کے ملازمین کو یہ سہولت دے دی جائے گی۔

(ب) یہ بات درست نہ ہے بلکہ وزیر اطلاعات و ثقافت نے ضمنی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا تھا کہ لاہور آرٹس کونسل کے مخصوص ملازمین کو یہ سہولت حاصل ہے لیکن انہوں نے پنجاب آرٹس کونسل کے ملازمین کے بارے میں ایسا کوئی بیان نہ دیا تھا جہاں تک پنجاب آرٹس کونسل کا تعلق ہے وزیر موصوف نے فرمایا تھا کہ وہ ایک خود مختار ادارہ ہے جس کے اپنے قواعد و ضوابط ہیں اور یہ بات درست ہے کہ ادارہ کے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ وہ ملازمین کو گریجویٹی فراہم کرے تاہم حکومتی سطح پر ایسے ملازمین کے ساتھ پوری معاونت کی جاتی ہے اور ان کی ہر ممکن مدد کی جاتی ہے انہوں نے مزید فرمایا کہ چونکہ فی الحال ملازمین کو یہ سہولت حاصل نہیں اس لئے فوت ہو جانے والے دو ملازمین کے ورثا کی مدد نہیں کی جا سکتی۔

(ج) لاہور آرٹس کونسل، پنجاب آرٹس کونسل کا ایک ذیلی ادارہ ہے دراصل پاکستان آرٹس کونسل کے نام سے ایک ادارہ پرائیویٹ سطح پر کام کر رہا تھا لیکن بذریعہ ایکٹ مجریہ ۱۹۷۵ء پنجاب آرٹس کونسل کے قیام کے تابع تمام ایسے پرائیویٹ ادارے بھی پنجاب آرٹس کونسل کی تحویل میں آ گئے اور اس طرح لاہور میں قائم شدہ پاکستان آرٹس کونسل کو بذریعہ نوٹیفکیشن مجریہ ۱۹۷۹ء لاہور آرٹس کونسل کے نام سے ایک ڈویژنل آرٹس کونسل کا درجہ دے دیا گیا چونکہ پاکستان آرٹس کونسل میں پہلے سے بھرتی شدہ ملازمین کے لئے گریجویٹی کی سہولت حاصل تھی لہٰذا لاہور آرٹس کونسل نے صرف انہی ملازمین کو یہ سہولت دی ہے جو پاکستان آرٹس کونسل کے قیام کے وقت سے ملازمت پر ہیں بعد میں لاہور آرٹس کونسل میں بھرتی ہونے والے ملازمین کو گریجویٹی کی سہولت حاصل نہیں بہر حال کوشش کی جا رہی ہے کہ پنجاب آرٹس کونسل کے ملازمین کو بھی یہ سہولت حاصل ہو جائے جس کے لئے علیحدہ کیس حکومت کو بھجوا دیا گیا ہے جہاں تک اوور ٹائم کا تعلق ہے لاہور آرٹس کونسل کے

جو ملازمین دن کو ڈیوٹی دیتے ہیں ان میں سے بعض رات کے وقت بھی ڈیوٹی پر ہوتے ہیں اس لئے انہیں اوور ٹائم دیا جاتا ہے جبکہ پنجاب آرٹس کونسل میں دن اور رات کو علیحدہ علیحدہ ڈیوٹی سٹاف دیا گیا ہے اس لئے اس میں اوور ٹائم کا سوال نہ ہے۔

بورڈ آف گورنرز کی میعاد

*1611۔جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر اطلاعات و ثقافت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) پنجاب آرٹس کونسل کے بورڈ آف گورنرز کی میعاد کتنی ہے کیا اس وقت کوئی بورڈ موجود ہے اگر ہے تو اس کا کون کون ممبر ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔

(ب) مذکورہ بورڈ کی سال میں کتنی میٹنگز ہونی چاہییں۔ آخری میٹنگ کب ہوئی تھی اور اس کے بعد میٹنگ نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)،

(الف) پنجاب آرٹس کونسل کے بورڈ آف گورنرز کی میعاد تین سال ہے اس بورڈ کے ارکان کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔	سرپرست	وزیر اعلیٰ پنجاب
۲۔	چیئرمین	وزیر اطلاعات و ثقافت پنجاب
۳۔	وائس چیئرمین	سیکرٹری اطلاعات و ثقافت پنجاب
۴۔	رکن	وفاقی وزارت تعلیم کا نامزد رکن
۵۔	رکن	سیکرٹری خزانہ پنجاب
۶۔	رکن	چیئرمین لاہور میوزیم
۷۔	رکن	ڈائریکٹر جنرل محکمہ تعلقات عامہ پنجاب
۸۔	رکن	پرنسپل نیشنل کالج آف آرٹس
۹۔	رکن	چیئرمین شعبہ فائن آرٹس پنجاب یونیورسٹی لاہور
۱۰۔	رکن	ڈویژنل آرٹس کونسلوں کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹرز
۱۱۔	سیکرٹری	ایگزیکٹو ڈائریکٹر پنجاب آرٹس کونسل
۱۲۔	پانچ صوبائی اسمبلی کے ارکان	
۱۳۔	سولہ غیر سرکاری ارکان جن کا تعلق فنون لطیفہ سے ہو۔	
	کل تعداد	۳۲

بورڈ آف گورنرز کے سرکاری اراکین عہدہ جات کی رو سے بورڈ میں شامل ہوئے ہیں اور

مستقل ارکان شمار ہوتے ہیں جب کہ غیر سرکاری ارکان کا چناؤ تین سال کے لئے ہوتا ہے بورڈ آف گورنرز کی تشکیل نو ایک باقاعدہ طریق کار کے مطابق زیر غور ہے اور اس کا جلد ہی اعلان کر دیا جائے گا اس میں قانونی تقاضوں کے مطابق صوبائی اسمبلی کے اراکین اور غیر سرکاری اراکین بھی شامل ہیں۔

(ب) قانون میں اس امر کا تعین نہیں کیا گیا ہے کہ بورڈ کے ایک سال کے اندر کتنے اجلاس ہونے چاہییں بورڈ کی آخری میٹنگ ۱۶ مئی ۱۹۹۱ء کو ہوئی تھی ۲۰ مارچ ۱۹۹۱ء کو تشکیل شدہ بورڈ کی میعاد ۱۹ مارچ ۱۹۹۴ء کو اختتام پذیر ہوئی اس کے بعد ملکی حالات/ انتخابات اور بورڈ کی میعاد کی تکمیل کی وجہ سے اجلاس نہیں ہو سکے لیکن اہم فیصلے چیئرمین' بورڈ آف گورنرز کی زیر نگرانی طے پاتے رہتے ہیں۔

پریس کلب کو گرانٹ کی ادائیگی

*1614۔ چودھری اعجاز احمد آف میانہ چک، کیا وزیر اطلاعات و ثقافت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ۱۲ جنوری ۱۹۹۳ء کو وزیر اعلیٰ نے گجرات پریس کلب کے لئے دو لاکھ روپے کی گرانٹ کا اعلان کیا تھا۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا مذکورہ رقم پریس کلب گجرات کو دی جا چکی ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے نیز حکومت کب تک یہ رقم گجرات پریس کلب کو ادا کر دے گی؟

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)،

(الف) جی ہاں یہ درست ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ نے گجرات پریس کلب کے لئے دو لاکھ روپے کی گرانٹ کا اعلان کیا تھا یہ اعلان ۱۳ جنوری ۱۹۹۳ء کو ہوا نہ کہ ۱۹۹۳ء کو جیسا کہ فاضل رکن نے سوال کیا ہے۔

(ب) جی ہاں۔ مذکورہ رقم پریس کلب گجرات کو دی جا چکی ہے اس کی ادائیگی میں دیر کی وجہ محکمہ خزانہ کی طرف سے عائد کردہ پابندی تھی محکمہ اطلاعات نے منظوری بذریعہ ڈائرکٹر جنرل تعلقات عامہ پنجاب جاری کر دی تھی لیکن مذکورہ پابندی برائے سال ۹۳-۱۹۹۲ء کی وجہ سے فنڈز وصول کرنے کی میعاد ختم ہوگئی تھی اور اس طرح یہ رقم ضائع ہو گئی لہٰذا اب موجودہ مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء میں دو لاکھ کی رقم کی منظوری دوبارہ جاری کی جا چکی ہے۔

پرنسپل میڈیکل کالج بہاولپور کے خلاف کارروائی

*1620۔جناب محمد منشاء اللہ بٹ، کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں سیشن ۹۴۔۱۹۹۳ء کے لئے گورنمنٹ میڈیکل کالجوں میں داخلے کی آخری تاریخ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۹۳ء مقرر تھی اور اس میعاد کے دوران عمران احمد خان ولد محمد اقبال احمد خان (پرنسپل قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور) کی جانب سے داخلے کی کوئی درخواست کسی سیٹ کے لئے محکمہ صحت پنجاب کو موصول نہیں ہوئی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ عمران احمد خان مذکور ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۳ء تک داخلے کی درخواست دینے کا اہل ہی نہیں تھا کیونکہ اس نے انٹر میڈیٹ بورڈ بہاولپور سے ایف ایس سی کے سپلیمنٹری امتحان میں حصہ لیا اور اس کے پاس ہونے کا سرٹیفکیٹ کنٹرولر بورڈ نے ۲۶ فروری ۱۹۹۴ء کو جاری کیا۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ عمران احمد خان مذکور نے ایک سازش کے تحت اپنے ہی والد اقبال احمد خان پرنسپل قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور کو ریسپانڈنٹ بنا کر ہائی کورٹ بنچ بہاولپور میں رٹ نمبر ۴۴۲ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۹۴ء دائر کی جس میں یہ حقیقت چھپاتے ہوئے کہ اس نے میعاد کے اندر داخلے کی درخواست نہیں دی تھی کیونکہ اس وقت تک اس نے امتحان پاس نہیں کیا تھا صرف یہ بتایا کہ قائد اعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں ۱۳ نشستیں خالی ہیں اور داخل ہونے والے طلباء سے اس کے مارکس زیادہ ہیں لہذا اس کے داخلے کا حکم دیا جائے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ عمران احمد مذکور کے والد پرنسپل قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور نے ہائی کورٹ کی ہدایت پر اپنے جواب مورخہ ۶ مارچ ۱۹۹۴ء میں (یہ حقیقت چھپاتے ہوئے کہ درخواست دھندہ داخلوں کی آخری تاریخ تک داخلے کا اہل ہی نہیں تھا) رٹ کے تمام نکات تسلیم کر لئے جس کی بناء پر ہائی کورٹ نے اپنے حکم ۹ مارچ ۱۹۹۴ء کے ذریعہ عمران احمد خان مذکور کے داخلے کا حکم دے دیا اور عمران کو داخلہ دے دیا گیا۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا یہ ساری کارروائی محکمہ صحت پنجاب کے علم میں آئی اگر ہاں تو اس نے اس غلط کاری پر کیا ایکشن لیا۔ ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل کیوں دائر نہیں کی گئی اور پرنسپل قائد اعظم میڈیکل کالج بہاولپور کے خلاف ملی بھگت کی

بنیاد پر اپنے بیٹے عمران احمد خان کے ناجائز داخلے پر کیا کارروائی کی گئی اگر نہیں کی گئی تو کیا حکومت اب تک اس سارے گھپلے کی تحقیقات کرانے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی):

(الف) درست ہے۔ (ب) درست ہے۔

(ج) درست ہے۔ (د) درست ہے۔

(ہ) حکومت اس بے ضابطگی کی تحقیقات کرنے کا نہ صرف ارادہ رکھتی ہے بلکہ یہ عمل شروع ہو چکا ہے۔

۹۔ اگست ۱۹۹۴ء کو مکتوب نمبر KEMC/۹۴/۱۸۲۴۰ کے ذریعے چیئرمین ایڈمیشن بورڈ/پرنسپل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج نے سیکرٹری محکمہ صحت کو تمام حقائق سے آگاہ کیا اور یہ تجویز کیا کہ۔

(۱) پروفیسر محمد اقبال پرنسپل قائد اعظم میڈیکل کالج بہاولپور کے خلاف انضباطی کارروائی کی جاوے۔

(۲) لاہور ہائی کورٹ بہاولپور بینچ کے فیصلے کے خلاف درخواست (Recall Application) اس بنیاد پر دی جائے کہ مدعی اور مدعا علیہ ہر دو نے معزز عدالت کے سامنے حقائق پر پردہ پوشی کے ذریعے یہ حکم نامہ حاصل کیا تھا اور اب حقائق کی روشنی میں حکم نامہ میں ترمیم کی جاوے۔

(۳) پیرہ گراف نمبر ۲ کی پیروی کے سلسلے میں محکمہ صحت نے اپنے مکتوب نمبر ۹۴/ ۲۲-۱۲(ME) SO مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۹۴ء کے تحت پرنسپل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کو اس امر کے سلسلے میں عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کی اجازت دی اور اس خط کی نقل مشیر محکمہ قانون حکومت پنجاب اور ایڈووکیٹ جنرل کو برائے پیروی مقدمہ بھی ارسال کی ہے۔

(۴) اس سلسلے میں مشیر محکمہ قانون اور ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کی سطح پر اس مقدمہ کی پیروی جاری ہے۔

محکمہ صحت کے لیبارٹری اسسٹنٹ کو سلیکشن گریڈ کی عطائیگی

*1638۔ڈاکٹر محمد رفیق، کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لیبارٹری اسسٹنٹ جو محکمہ تعلیم کالج برانچ میں تعینات ہیں۔ ان کی تعلیمی قابلیت اور لیبارٹری اسسٹنٹ محکمہ صحت کی تعلیمی قابلیت یکساں ہے بلکہ محکمہ صحت کے

لیبارٹری اسسٹنٹ کو ایک سال کا کورس بھی پاس کرنا پڑتا ہے اور اس کے فرائض و ذمہ داری بھی زیادہ ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ تعلیم کے لیبارٹری اسسٹنٹ کو تنخواہ کا بنیادی سکیل نمبر ۷ دیا گیا ہے اور ۱/۳ اسامیوں کو سلیکشن گریڈ نمبر ۱۰ بھی دیا گیا ہے جب کہ محکمہ صحت کے لیبارٹری اسسٹنٹ کو گریڈ ۵ میں ہی رکھا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس تفاوت کو دور کرنے کے لئے محکمہ صحت کب تک اقدام کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) محکمہ تعلیم اور محکمہ صحت کے لیبارٹری اسسٹنٹوں کی مطلوبہ تعلیمی قابلیت ایک جیسی نہیں محکمہ تعلیم کے لیبارٹری اسسٹنٹ کی تعلیمی قابلیت صرف میٹرک سائنس جبکہ محکمہ صحت کے لیبارٹری اسسٹنٹ کے لئے بنیادی تعلیم میٹرک سائنس کم از کم "سی" گریڈ کے علاوہ ایک سال کا کورس کسی بھی پیرا میڈیکل سکول سے ضروری ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ لیبارٹری اسسٹنٹ محکمہ تعلیم کا سکیل نمبر ۷ ہے اور مجموعی تعداد کے ۱/۳ کو سلیکشن گریڈ بی ایس ۱۰ دیا گیا ہے جبکہ محکمہ صحت کے لیبارٹری اسسٹنٹ کو جو بہتر تعلیمی معیار رکھتے ہیں محض سکیل نمبر ۵ دیا گیا ہے اس فرق کو ختم کرنے اور پیرا میڈیکل سٹاف کی محرومیوں کا ازالہ کرنے اور انہیں ترقی کے بہتر مواقع دینے کے لئے ڈائریکٹر جنرل صحت جامع سکیم تیار کر رہے ہیں جو جلد ہی منظوری کے لئے محکمہ خزانہ کو بھیج دی جائے گی۔

ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال گوجرانوالہ میں عملہ کی تعداد

*1739۔جناب عبدالرؤف مغل، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال گوجرانوالہ میں کل کتنے سرجن سپیشلسٹ تعینات ہیں اور مذکورہ ہسپتال میں کتنے آپریشن تھیٹرز کی سہولت موجود ہے۔

(ب) مزید چار اپریشن تھیٹرز کے بلاک کی تعمیر کے لئے ۹۲-۱۹۹۱ء ۹۳-۱۹۹۲ء ۹۴-۱۹۹۳ء اور ۹۵-۱۹۹۴ء میں کتنی رقوم خرچ ہو چکی ہیں؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) اس وقت ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال گوجرانوالہ میں چار جنرل سرجن، تین گائینا کالوجسٹ،

ایک یورالوجسٹ اور ایک آنکھوں کی بیماری کے انسداد کے لئے سرجن کام کر رہے ہیں علاوہ ازیں عارضی بنیاد پر(Current Charge Basis) ایک نیورو سرجن بھی کام کر رہا ہے صرف ایک آپریشن تھیٹر موجود ہے۔

(ب) محکمہ صحت پنجاب کی ایسی کسی سکیم کا وجود نہیں البتہ تعمیر وطن پروگرام کے تحت محکمہ لوکل گورنمنٹ اور رورل ڈویلپمنٹ نے ایک اپریشن تھیٹر کی تعمیر کا کام شروع کیا سال ۹۲-۱۹۹۱ء میں ۱۵ لاکھ ۸۸ ہزار روپے اور سال ۹۳-۱۹۹۲ء میں چار لاکھ روپے مختص کئے گئے مذکورہ عرصہ میں کل ۱۶ لاکھ ۲۶ ہزار روپے خرچ کئے گئے کام ابھی تک مکمل نہیں ہوا محکمہ صحت متعلقہ محکمہ کے تعمیر کے کام کو جلد مکمل کرنے کے لئے رابطہ کر رہا ہے۔

بغیر اجازت رہائش گاہوں کا استعمال

*1740۔ جناب عبدالرؤف مغل: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہسپتال گوجرانوالہ میں کتنے ایسے افسران تعینات ہیں جن کا تبادلہ کئی سال پیشتر ہو چکا ہے لیکن انہوں نے سرکاری رہائش گاہیں ابھی تک خالی نہیں کیں۔

(ب) مذکورہ ہسپتال کے ایسے افسران کی تعداد کیا ہے جو بغیر اجازت رہائش گاہوں میں مقیم ہیں نیز حکومت ایسے افسران کے خلاف کیا کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت (رانا اکرام ربانی):

(الف) ایسے افسران کی تعداد دو ہے اور ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ ڈاکٹر شاہ نواز سابقہ ڈی ایم ایس

۲۔ ڈاکٹر حافظ اکرم گوندل سابقہ میڈیکل آفیسر

(ب) مندرجہ بالا افسران کے علاوہ ڈاکٹر مظفر نصراللہ چٹھہ آرتھوپیڈک سرجن نے بھی ایک رہائشی گاہ بغیر اجازت رکھی ہوئی ہے۔مزید برآں مسٹر فلک شیر ایس ڈی او بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ نے بھی ایک رہائش گاہ بغیر اجازت اپنے قبضہ میں رکھی ہوئی ہے محکمہ صحت مقامی انتظامیہ کی مدد سے ان رہائش گاہوں کو خالی کروانے کی ضروری کارروائی کر رہا ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جہلم جیل میں بنائی جانے والی اشیاء کی تفصیلات

469۔ رانا محمد فاروق سعید خان، کیا وزیر جیل خانہ جات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) اس وقت ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں تجارتی بنیادوں پر کون کونسی اشیاء / سازوسامان تیار کیا جارہا ہے۔

(ب) سال ۹۰۔۱۹۸۹ء تا ۹۴۔۱۹۹۳ء جیل میں اشیاء / سازوسامان تیار کرنے کے لئے ہر سال کتنی مالیت کا خام مال خریدا گیا ہے اور بعد ازاں اس خام مال سے تیار شدہ اشیاء /سازوسامان کتنی کتنی مالیت میں فروخت ہوا۔

(ج) متذکرہ مالی سالوں میں خام مال کی خرید اور تیار شدہ مال سے حاصل کردہ آمدنی کا مکمل گوشوارہ کیا ہے؟

وزیر جیل خانہ جات (چودھری خوش اختر سجانی)،

(الف) اس ضمن میں وضاحت کی جاتی ہے کہ ڈسٹرکٹ جیل جہلم میں درج ذیل مصنوعات مع بان کورس تیار کیا جاتا ہے۔

(ب) متذکرہ جیل میں درج ذیل سالوں میں خریدے گئے خام مال کی مالیت درج ذیل ہے،

۹۰۔۱۹۸۹ء	۲۸۰۹۶ روپے
۹۱۔۱۹۹۰ء	۳۰۷۶۴ روپے
۹۲۔۱۹۹۱ء	۲۳۴۹۰ روپے
۹۳۔۱۹۹۲ء	۳۶۴۲۹ روپے
۹۴۔۱۹۹۳ء	۲۷۵۲۸ روپے

متذکرہ سالوں میں خام مال سے تیار شدہ مصنوعات کو فروخت کردہ مالیت کی تفصیل حسب ذیل ہے،

۹۰۔۱۹۸۹ء	۲۱۴۶۸ روپے
۹۱۔۱۹۹۰ء	۷۴۳۶۶ روپے
۹۲۔۱۹۹۱ء	۸۱۰۷۲ روپے
۹۳۔۱۹۹۲ء	۶۴۲۰۴ روپے
۹۴۔۱۹۹۳ء	۱۳۳۰۸ روپے

(ج) متذکرہ سالوں میں خام مال سے تیار شدہ مصنوعات سے آمدنی کا گوشوارہ حسب ذیل ہے،

۹۰۔۱۹۸۹ء	----------
۹۱۔۱۹۹۰ء	۲۲۶۰۲ روپے

۱۹۹۱۔۹۲ء	۵۷۵۸۲ روپے
۱۹۹۲۔۹۳ء	۲۷۷۷۵ روپے
۱۹۹۳۔۹۴ء	----------

ڈسٹرکٹ جیل ساہیوال میں بنائے جانے والے سامان کی تفصیلات

470۔ رانا محمد فاروق سعید خان: کیا وزیر جیل خانہ جات از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) اس وقت ڈسٹرکٹ جیل ساہیوال میں تجارتی بنیادوں پر کون کونسی اشیاء / سازوسامان تیار کیا جا رہا ہے۔

(ب) سال ۹۰۔۱۹۸۹ تا ۹۴۔۱۹۹۳ء جیل میں اشیاء / سازوسامان تیار کرنے کے لئے ہر سال کتنی مالیت کا خام مال خریدا گیا ہے اور بعد ازاں اس خام مال سے تیار شدہ اشیاء / سازوسامان کتنی کتنی مالیت میں فروخت ہوا۔

(ج) متذکرہ مالی سالوں میں خام مال کی خرید اور تیار شدہ مال سے حاصل کردہ آمدنی کا مکمل گوشوارہ کیا ہے؟

وزیر جیل خانہ جات (چودھری خوش اختر سجانی):

اس ضمن میں وضاحت کی جاتی ہے کہ ساہیوال میں کوئی ڈسٹرکٹ جیل نہ ہے۔

مسئلہ استحقاق

لاہور ہائی کورٹ میں رکن اسمبلی اور ساتھیوں پر پولیس کا لاٹھی چارج

(----------جاری)

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ آگے چلتے ہیں اور تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ میاں معراج دین صاحب کی تحریک استحقاق آئی تھی جو پڑھی جا چکی تھی اور اس پر بات بھی ہو گئی تھی اور میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کو تکنیکی طور پر take up کرنا مشکل ہے۔ لیکن وزیر قانون صاحب نے کوئی وعدہ کیا تھا کہ اس سلسلے میں پوزیشن معلوم کرکے کہ کیا ایکشن لیا گیا ہے اور وہاں پر آپ کے مطابق صورت حال کس طرح بہتر ہو سکتی ہے۔ اس پر آپ لاء منسٹر صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب والا! آپ کے حکم کی تعمیل میں مذکورہ معاملے کی باضابطہ طور پر انکوائری کروائی گئی ہے۔ انکوائری کی رپورٹ میں ایوان کی میز پر رکھتا ہوں اور فاضل رکن اسمبلی میاں معراج دین صاحب جو اس تحریک کے محرک ہیں وہ بھی اس کی کارروائی سے مطمئن ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ

اس تحریک پر مزید زور نہیں دیں گے۔ اس لیے یہ معاملہ اس لحاظ سے dispose of کیا جائے۔

جناب سپیکر، میاں صاحب! لا منسٹر صاحب نے جو کچھ کہا کیا وہ آپ نے سن لیا؟

میاں معراج دین، جناب والا! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ نے مہربانی فرماتے ہوئے لا منسٹر کو کہا کہ وہ انکوائری کرلیں۔ انہوں نے انکوائری کی ہے اور انسپکٹر نے اپنی غلطی مانی ہے۔ لہٰذا میں لا منسٹر کی کارروائی پر مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر، میاں صاحب نے جو تحریک استحقاق پیش کی تھی وہ اب اس کو پریس نہیں کر رہے۔ اس لیے اس کے پریس نہ ہونے کی وجہ سے اب ہم آگے چلتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، فرمایے۔

خواجہ ریاض محمود، میاں صاحب نے مار کھائی ہے ڈنڈے کھائے ہیں۔ میں یہ پتا کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ڈنڈے مارنے والا جو تھانے دار تھا۔ انہوں نے صرف اس کو ڈنڈے کھا کر معاف کردیا ہے یا اس کے لیے کوئی سزا بھی تجویز کی گئی ہے؟

جناب سپیکر، جب میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔ آپ یہ کیا خوامخواہ معاملہ لے کر بیٹھ گئے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! یہ میاں بیوی کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ تو لا قانونیت کا معاملہ ہے۔ یہ تو افسر شاہی کی لگامیں کھینچنے والی بات ہے ان کو درست کرنے والی بات ہے۔

جناب سپیکر، جی بجا ہے۔ آگے چلتے ہیں۔ میاں عمران مسعود صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

خواجہ ریاض محمود، سپیکر صاحب! میں نے آپ سے بات پوچھی ہے آپ میری بات کا جواب تو دیں۔

جناب سپیکر، میں نے آپ کی بات کا جواب دیا ہے کہ جس نے تحریک move کی ہے وہ اس کو پریس نہیں کرنا چاہتا۔ آپ کو اس پر اعتراض ہے تو آپ نئی تحریک لے آئیے۔ جی۔ بادشاہ خان آفریدی صاحب۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، مہربانی سر! میں نے گزشتہ دنوں اپنے علاقہ میں ہونے والے

لرزہ خیز ایک دوہرے قتل کے متعلق call attention notice دیا تھا۔ جس میں ہمارے مسلم لیگ (ن) کے نائب صدر عارف محمود بٹ کو انتہائی بہیمانہ انداز میں قتل کردیا گیا تھا۔ میں نے وہ call attention notice آپ کے سیکرٹریٹ میں جمع کروایا اور مجھے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ اس کو آپ نے subjudice قرار دے کر رد کردیا ہے۔ جناب والا! قتل ہوئے ابھی دس دن نہیں گزرے۔ ابھی اس کا چالان مکمل نہیں ہوا۔ ابھی وہ معاملہ عدالت میں نہیں گیا۔ اور 35-40 پولیس کے افسران و اہلکارا وہاں پر موجود تھے۔ وہاں پر قبضہ گروپ نے غنڈہ گردی کرکے کلاشنکوف اور tripple two کے فائر کرکے ایک عارف محمود بٹ اور ایک راہ گیر کو قتل کردیا۔ یہ اتنا بڑا واقعہ ہوا۔ اس شخص کے جنازے میں 35-40 ہزار افراد شریک ہوئے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس شخص کی موت پر کیا مسلم لیگ (ن)، کیا مسلم لیگ (ج)، کیا پیپلز پارٹی، ہر شخص وہاں پر زارو قطار رو رہا تھا۔ وہ اتنا ہر دل عزیز آدمی تھا۔ اس معاملہ کو آپ نے اپنے چیمبر میں kill کردیا۔ جناب والا! ہمارا تو یہی فورم ہے۔ اسی سے ہم نے اپنے شہر میں ہونے والے مظالم سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور لوگوں کو انصاف دلانا ہے۔ اس طرح اگر ہمارے call attention notice اور ہماری تحاریک بے رحمی کے ساتھ قتل کی جاتی رہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف یہ انسانیت کا قتل ہے بلکہ یہ صوبے کے عوام کے حقوق کا بھی قتل ہے۔

جناب سپیکر: یہ بات بڑی آسانی سے کہہ دی جاتی ہے کہ ہماری تحاریک قتل کردی جاتی ہیں۔ کل بھی پریس گیلری کو بتاتے ہوئے میں نے عرض کیا تھا کہ تقریباً ہمیں 360 تحاریک استحقاق موصول ہوئیں۔ جن میں سے ہم نے اس ہاؤس میں 235 circulate کیں۔ جن پر بات چیت ہوئی۔ یہ کہنا کہ اس سلسلے میں کوئی خدانخواستہ butcher ہاؤس قائم کیا گیا ہے اور آپ کی کوئی بات خوامخواہ رد کردی جاتی ہے۔ میری پوری کوشش ہوتی ہے اور میرے عملے کو بھی میری طرف سے یہی ہدایت ہے کہ جو چیز ایوان میں زیر بحث آنے سے عوام کو کوئی فائدہ ہوسکتا ہے اسے بے شک ہم تکنیکی طور پر نہ بھی لے سکیں تو ایوان میں اس پر آواز اٹھانے سے بعض مسئلے حل ہوتے ہیں اور ایک بہتری کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ تو ہم کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے آپ ایسا محسوس نہ کریں۔ ہم نے محسوس کیا کہ وہ subjudice ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں اور آپ کے پاس دلیل ہے کہ وہ subjudice نہیں ہے۔ آپ آج یا صبح یا جس وقت چاہیں مجھ سے بات کرلیں۔ سیکرٹری صاحب سے بات کرلیں۔ اگر وہ

subjudice نہیں ہے تو ہم اس کو entertain کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! اس وقت صوبہ پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی جو موجودہ فضا ہے کہ روز پولیس مقابلے ہو رہے ہیں اور پولیس لوگوں کو پولیس مقابلوں میں چاہے وہ جس طرح بھی ہو رہے ہیں قتل کر رہی ہے۔ یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ 35-40 پولیس والے بیلف کے ساتھ وہاں پر ایک دوکان کا قبضہ لینے کے لیے گئے۔

جناب سپیکر، میں نے آپ کو موقع دیا ہے۔ آپ میرے چیمبر میں آ کر مجھے سمجھائیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! اس میں جو سب سے اہم بات ہے وہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، دیکھئے بات یہ ہے کہ جب یہ زیر بحث نہیں ہے تو آپ اس پر بحث نہیں کر سکتے۔ آپ آئیے پہلے اس کو admit کروا لیجئے پھر اس پر جتنی چاہے بحث کر لیجئے گا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، حضور! آپ میری بات سن تو لیجئے۔ میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے شہر کا اے ڈی سی (جی) اور اس کے رشتہ دار مزم پارٹی میں ہیں اور ظلم یہ ہوا ہے کہ ان کی طرف سے پہلے پرچہ درج کیا گیا۔ جو وہاں پر قبضہ لینے کے لیے گئے اور جو مقتول ہے اس کے قتل کا پرچہ بعد میں درج کیا گیا۔ دو انسانی جانوں کے معاملے کو پولیس نے تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے اور یہ پولیس کا قانونی پولیس مقابلہ ہے جس میں انہوں نے قانون کی آڑ میں دو بے گناہ افراد کو مروا دیا ہے۔

نشان زدہ سوال نمبر 1579 کا غلط جواب

میاں عمران مسعود، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ 3 مئی 1995ء کو وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے محکمہ داخلہ سے متعلق سوالات کے جوابات وزیر قانون نے دیے تھے اس دن کی فہرست سوالات میں میرا ایک نشان زدہ سوال نمبر 1579 بھی تھا جس کا جواب وزیر قانون نے غلط دیا۔ میں نے اپنے سوال کے جز (الف) میں دریافت کیا تھا کہ اسلحہ کے لائسنس کے اجراء کی فیس کے علاوہ مبلغ دو ہزار روپے اضافی ٹیکس بھی وصول کیا جا رہا ہے جس

کا جواب وزیر قانون نے نفی میں دیا تھا حالانکہ انھوں نے سوال کے جز (ب) میں تسلیم کیا کہ گجرات میں ضلعی ترقیاتی فنڈ کے طور پر اسلحہ کے لائسنس کی تجدید پر رقم وصول کی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے وصول شدہ رقوم جن بنکوں میں جمع کرا رکھی تھیں ان کے بھی نہ صرف اعداد و شمار اس معزز ایوان میں غلط پیش کیے بلکہ ان کے اکاؤنٹ نمبر تک غلط پیش کیے۔ انھوں نے جو جواب پیش کیا اس کی تفصیل یوں ہے۔

1۔ نیشنل بنک گجرات میں جمع شدہ رقم مبلغ -/97689 روپے اکاؤنٹ نمبر 13160
ایس ایل پی ظاہر کیا گیا ہے۔

2۔ بنک آف پنجاب گجرات میں جمع شدہ رقم -/28062 روپے اکاؤنٹ نمبر 9255-8
ایس ایل پی ظاہر کیا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔
نیشنل بنک گجرات میں جمع شدہ رقم -/28062 روپے اکاؤنٹ نمبر PLS 9285-8
(بنک منیجر کے مراسلہ کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)
بنک آف پنجاب گجرات میں جمع شدہ رقم 4,97,689.12 روپے اکاؤنٹ نمبر PLS-3160
(بنک منیجر کی طرف سے جاری مراسلہ کی نقل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

ڈپٹی کمشنر گجرات نے اسلحہ لائسنسوں کے اجراء پر جو ترقیاتی فنڈ وصول کیے وہ بنکوں میں نفع نقصان PLS کے کھاتوں میں جمع کرائے۔ جواب میں نفع یا نقصان کی رقوم کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس طرح وزیر موصوف نے میرے سوال کا جواب غلط دے کر نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

MR SPEAKER: Any short statement?

میاں عمران مسعود: Yes please. جناب سپیکر! بڑے عرصے سے گجرات میں لوٹ مار کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا میں نے متعدد بار تحاریک التواء کی صورت میں، پوائنٹ آف آرڈر کی صورت میں اور ذاتی طور پر بھی لاء منسٹر صاحب سے درخواست کی تھی کہ غریبوں کی ساتھ جو یہ ظلم و تشدد ہو رہا ہے اس کو کسی طریقے سے روکا جائے۔ لیکن میری اس گزارش کے باوجود وہاں کسی قسم کی پابندی نہ کی گئی۔ لہٰذا میں نے یہی سوچا کہ میں اس نکتے کو اسمبلی question کی صورت میں highlight کروں۔ جب میں نے اسمبلی question کیا اور مجھے اس کا جو جواب ملا اس میں میرے سوال کا جواب بالکل غلط دیا

گیا۔ مجھے لاء منسٹر صاحب نے یقین دہانی کروائی کہ جو ڈویلپمنٹ فنڈ دو ہزار روپے لیا جا رہا ہے' ان کا کہنے کا مقصد تھا کہ یہ بالکل نہیں لیا جا رہا۔ میں نے اس پر انھیں ذاتی طور پر کہا کہ ٹھیک ہے' اگر آپ مجھے یہ یقین دہانی دے دیتے ہیں تو میں اس کو زیادہ پریس نہیں کرتا۔ لہٰذا وہ مسئلہ وہاں ختم ہو گیا۔ لیکن ابھی کچھ ہی دن پہلے' آج سے مہینہ پہلے میں اپنے حلقے گجرات میں گیا اور وہاں اسلحہ ڈیلرز سے' وہاں کے وونرز اور عوام الناس سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ ان سے اضافی ٹیکس دو ہزار روپیہ ڈویلپمنٹ فنڈ کی صورت میں بدستور لیا جا رہا ہے۔ اس کی نہ تو ہمیں کوئی رسید دی جاتی ہے' حالانکہ وہاں میں نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے بھی بات کی۔ انھوں نے بھی کہا کہ ہم نے یہ فنڈ لینا بند کر دیا ہے۔ لیکن بدستور' آج کے دن تک یہ فنڈ لیا جا رہا ہے۔ نہ اس فنڈ کا کوئی آڈٹ ہوتا ہے۔ نہ ہی اس کی کوئی رسید وہ غریب بندوں کو دیتے ہیں۔ اور نہ ہی اس فنڈ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ یہ کس کی جیب میں جاتا ہے یا کس اکاؤنٹ میں جاتا ہے۔ جناب والا! میری آپ سے یہی درخواست ہے کہ یہ مسئلہ میں نے ہمیشہ ہر اجلاس میں اٹھایا۔ اس کے بارے میں لاہور ہائی کورٹ میں بھی رٹ ہوئی تھی اس کا واضح آرڈر بھی ہوم ڈیپارٹمنٹ میں بھی جا چکا ہے اور ہوم ڈیپارٹمنٹ نے پہلے ہی instructions وہاں ضلع میں بھی دی ہوئی ہیں کہ یہ دو ہزار روپیہ آپ کسی طریقے سے نہیں لے سکتے۔ لیکن یہاں میں نے جس بنیاد پر تحریک استحقاق دی ہے وہ میں نے اس غلط بیانی پر دی ہے جو یہاں پر کی گئی۔ جناب والا! میرے پاس یہ دو approved copies ہیں جو کہ نیشنل بنک آف پاکستان' مین برانچ گجرات کی طرف سے ہے اور ایک approved copy بنک آف پنجاب گجرات کی طرف سے ہے۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ یہ پیسہ ڈویلپمنٹ فنڈ کی صورت میں لیا گیا۔ اکاؤنٹس میں یہ پیسہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن وزیر صاحب نے میرے سوال کے بارے میں یہاں جو جواب دیا وہ بالکل غلط دیا۔ لہٰذا میں چاہوں گا' مجھے تو کہتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے ان کے پاس اتنا اہم portfolio ہے' لہٰذا آپ خود ہی اس غلط بیانی کی تحقیق کر لیجیے اور اس مسئلے کو کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ میں آپ کو اس کی copies بھی مہیا کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر، بہت اچھے۔ جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر! آپ نے مجھے اپنے ہی خلاف تحریک استحقاق کا جواب دینے کا موقع فراہم کیا اور میں فاضل رکن اسمبلی کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنی تحریک کا

جواب خود ہی اپنی short statement میں' اور کچھ کچھ اپنی اصل تحریک میں دے دیا ہے۔ ان کی short statement اور تحریک استحقاق کا اگر متن پڑھا جائے تو دونوں چیزیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ تحریک قطعی طور پر تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ جناب سپیکر! اگر کوئی منسٹر deliberately ایوان کے اندر جھوٹ بولے' اس بنیاد پر تو کوئی تحریک استحقاق ہو سکتی ہے۔ لیکن ایوان کو information دینے کے لیے کہیں اگر کوئی غلطی سرزد ہو بھی جائے تو May's Parliamentary Practice کے ذریعے بھی اور پارلیمانی روایات کے حوالے سے بھی اور رولز آف پروسیجر کے حوالے سے بھی ایسی statement تحریک استحقاق کی بنیاد نہیں بنتی۔ یہاں فاضل رکن اسمبلی نے جو بات کی' ان کا سوال تھا کہ لائسنس فیس کے ساتھ کوئی اضافی ٹیکس وصول کیا جا رہا ہے۔ اس کا جواب دیا گیا تھا کہ اضافی ٹیکس کوئی وصول نہیں کیا جا رہا۔ اضافی ٹیکس اور ترقیاتی فنڈ میں بہت فرق ہے۔ ایک رکن اسمبلی کے لیے اس بات کو سمجھنا بڑا آسان ہے۔ اگر وہ سمجھنا چاہیں۔ پھر فاضل رکن اسمبلی نے خود ابھی شارٹ سٹیٹمنٹ میں یہ ذکر کیا کہ یہ جو پیسہ ترقیاتی فنڈز کے نام سے وصول کیا جا رہا ہے یہ نہیں پتا چلتا کہ یہ کس کی جیب میں جا رہا ہے' کیونکہ اس کی کوئی رسید نہیں دی جاتی۔ جناب سپیکر! رسید تو دی جاتی ہے اور اسی لیے یہ بنک سٹیٹمنٹ فاضل رکن اسمبلی نے خود اپنی تحریک کے متن میں دی ہے اور یہ اپنی تحریک کے متن میں یہ بات کہتے ہیں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یعنی نیشنل بنک گجرات میں جمع شدہ رقم اٹھائیس ہزار باسٹھ روپے ہے اور اکاؤنٹ نمبر پی ایل ایس ۸۔۹۲۲۸ ہے۔ یعنی بنک میں اکاؤنٹ موجود ہے جو ترقیاتی فنڈز وصول کیے جا رہے تھے۔ البتہ یہ بات میں تسلیم کرتا ہوں کہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کا جو جواب اس وقت ایوان کے اندر پیش کیا گیا اس کے اندر clerical mistake تھی۔ وہ ایسے کہ بنک آف پنجاب' گجرات میں جو جمع شدہ رقم اٹھائیس ہزار باسٹھ روپے مذکورہ سوال کے جواب میں ظاہر کی گئی دراصل وہ اٹھائیس ہزار باسٹھ روپے بنک آف پنجاب میں ظاہر کی گئی جب کہ یہ رقم اصل میں نیشنل بنک میں جمع تھی اور جو رقم اس سوال کے جواب میں لکھی گئی کہ ستانوے ہزار چھ سو انانوے روپے نیشنل بنک میں جمع ہیں' دراصل یہ رقم بنک آف پنجاب میں جمع ہے اور اس بات کا ثبوت عمران مسعود صاحب نے اپنی موجودہ تحریک میں دیا ہے۔ لیکن جناب سپیکر! یہاں میں یہ وضاحت کر دوں کہ ستانوے ہزار چھ سو انانوے روپے کا اس وقت ہم نے جواب میں ذکر کیا' جب کہ دراصل وہ رقم چار لاکھ ستانوے ہزار چھ سو انانوے تھی اور clerical mistake کی وجہ سے ۴ کا ہندسہ اس جواب میں موجود نہیں تھا۔ اس بات کو میں ضرور تسلیم کرتا ہوں کہ یہ clerical

mistake تھی جو ڈیپارٹمنٹ کے کسی کلرک کی ٹائپنگ اور پرنٹنگ کے دوران ہوئی۔ ورنہ اگر بات چھپائی جاتی تو ستانوے ہزار چھ سو انانوے ہزار روپے کی جو گڑبڑ ہے' یہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ بھی موجود ہے اور اب اس بات کو ان کی تحریک کے ذریعے تسلیم کرنے کی بات میں یہ درستگی کر دیتا ہوں کہ اس وقت جو ریکارڈ میں غلطی تھی وہ اس طریقے سے ہم درست تسلیم کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! جہاں تک ترقیاتی فنڈز وصول کرنے کا تعلق ہے' یہ بات موجود ہے کہ وہ ترقیاتی فنڈز ڈپٹی کمشنر گجرات وصول کر رہے تھے' لیکن فی لائسنس دو ہزار روپے کے حساب سے نہیں۔ اس لیے ان کے اس مذکورہ سوال کا جواب میں نے یہ دیا تھا کہ وہ دو ہزار روپے وصول نہیں کر رہی۔ یہ حقیقت بھی ہے۔ جناب سپیکر! وہ ترقیاتی فنڈز وصول کرنے سے حکومت پنجاب نے ڈپٹی کمشنر کو روک بھی دیا ہے اور روکنے کے ساتھ ساتھ ان کی explanation call کر دی ہے۔ inquiry call کی ہے کہ انھوں نے جو ترقیاتی فنڈز بھی وصول کیے وہ کیوں کیے؟ حالانکہ یہ ترقیاتی فنڈز باقاعدہ طور پر بنک میں جمع کروائے گئے ہیں۔ اس کے بعد بنک میں سے ضلع کے اندر ترقیاتی مدوں میں یہ فنڈز استعمال ہو رہے تھے۔ لیکن عدالتی حکم کی تعمیل اور پنجاب حکومت کی تعمیل میں محکمہ داخلہ نے ڈپٹی کمشنر گجرات کو یہ فنڈز وصول کرنے سے روک دیا ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور اس تحریک استحقاق کا متن رول 55 کے زمرے میں بھی نہیں آتا۔ اس لیے اسے rule out کیا جائے۔

جناب سپیکر: میاں عمران مسعود صاحب! آپ اتنی تفصیلی وضاحت کے بعد امید ہے کافی مطمئن ہو گئے ہوں گے۔

میاں عمران مسعود: جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے عرض کرتا ہوں کہ میں وزیر قانون صاحب کا مشکور ہوں کہ انھوں نے وضاحت فرمائی لیکن اس میں انھوں نے میری اس تحریک استحقاق کو بالکل justify کر دیا کہ واقعی یہ بنتی تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ clerical mistake تھی حالانکہ انھوں نے on the floor of the House جو دو بنک سٹیٹمینٹ پڑھی تھیں وہ بالکل غلط تھیں۔ لہذا ایک چیز تو یہاں admitted fact ہو گیا کہ میری جو تحریک استحقاق تھی وہ میں نے ٹھیک دی تھی۔ حالانکہ جب انھوں نے بات start کی تو کہا کہ انھوں نے اپنی ہی بات میں جواب غلط ملط دے دیا۔ بہرحال جناب سپیکر! میرا یہی موقف ہے کہ اس میں صرف دو باتیں ہیں۔ اگر آپ مجھے

تھوڑی سی اجازت دے دیں تو میں عرض کرتا ہوں کہ پہلی تو بات یہ ہے کہ اس فنڈ کو آپ ڈویلپمنٹ فنڈ کہہ لیں یا اضافی ٹیکس کہہ لیں بے شک یہ دو ہزار روپے کی صورت میں ہے یا پانچ سو روپے کی صورت میں ہے ۔ یہ پورے پنجاب میں رو کنا چاہیے ۔ اس کی کوئی justification نہیں ہے۔ یہ کسی قانون کے ذریعے نہ تو ڈپٹی کمشنرز یہ فنڈز کلیم کرسکتے ہیں ۔نہ ہی ایس پی کلیم کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور انتظامیہ کا افسر کلیم کرسکتا ہے ۔ میری آپ سے گزارش ہو گی کہ یہ مسئلہ میں نے ہمیشہ ہر forum پر اٹھایا ۔ آپ یہاں categorically آج statement دیں ' اپنی رولنگ دیں کہ کوئی بھی ڈپٹی کمشنر سرکاری فیس کے علاوہ اپنا ڈویلپمنٹ فنڈ کسی صورت میں بالکل نہیں لے سکتا ۔ یہ تو جناب والا ! ایک انتظامی آرڈر تھا جس کے متعلق میں کہہ رہا تھا ۔ لیکن جہاں تک تحریک استحقاق کی بات ہے میں اب بھی اپنے اسی پوائنٹ پر stick کررہا ہوں کہ وزیر قانون صاحب نے غلط بیانی کی اور انھوں نے اپنی غلط بیانی اپنی سٹیٹمنٹ میں مانی ہے ۔ آپ اس چیز کے گواہ ہیں ۔ انھوں نے کہا کہ یہ clerical mistake ہے ۔ حالانکہ یہ deliberately statement on the floor of the House دی گئی ۔ I can prove that

جناب سپیکر : میاں صاحب !میری بات سنیے ۔ میرا اپنا خیال یہ ہے اور آپ خود بھی اس پر agree کریں گے کہ لا منسٹر کی اس میں کیا دلچسپی ہوسکتی ہے ۔ ایک بنک کی رقم دوسرے بنک کے نام لکھی گئی ۔ دوسرے بنک کر رقم کسی اورنک کے نام لکھ دی گئی ۔ اور اس میں بڑا clear ہے ایک ہندسہ کہیں رہ گیا ہے ۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اس میں ان کا کوئی deliberate decision تھا ۔ اس لیے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ ان کی اتنی وضاحت کے بعد اوراس بات پر اظہار افسوس کے بعد کہ جو انھوں نے دبے لفظوں میں کیا ہے ۔ اگر وہ زیادہ واضح لفظوں میں اظہار افسوس کردیتے تو شاید آپ کو اطمینان ہوجاتا ۔ اس لیے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس میں کوئی deliberate lie نہیں ہے اور یہ ایک فروگزاشت ہے جس کا انھوں نے اقرارکرلیا ہے ۔ آپ از راہ فراخ دلی اس پر اصرار نہ کریں۔

چودھری محمد اسلم : جناب والا! اس سلسلے میں یہ قباحت پائی جاتی ہے لہٰذا ہمیں اس کا ضرور سدباب کرنا چاہیے ۔میں ان کی بات کو سپورٹ کرتا ہوں کہ اس قسم کے جو ٹیکسز ہیں جن کا کوئی حساب نہیں' کوئی جواز نہیں اور لوگوں پر خواہ مخواہ کا بوجھ ہے ' ہم ان مسائل کو ٹیکنیکل طریقے سے avoid نہ کریں ۔ بلکہ ان کو ختم کرنے کے لیے sincerely کوئی کوشش کرنی چاہیے ۔

جناب سپیکر ۔ چودھری محمد اسلم صاحب ! آپ نے جو بات کی ہے اس میں وزن ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس کے نوٹس میں یہ بات آئی ہے اور حسن اتفاق سے بہت سے وزراء صاحبان بھی تشریف رکھتے ہیں ۔ میں خود محسوس کرتا ہوں کہ علاقائی سربراہوں کو یا ڈپٹی کمشنرز کو اس طرح کا اختیار نہیں دینا چاہیے کہ وہ اپنی مرضی سے لوگوں پر ٹیکس لگائیں ۔ اس سلسلے میں مناسب کارروائی ہونی چاہیے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ۔ جناب سپیکر! میں نے اپنے ریکارڈ کے لیے محکمہ داخلہ کا وہ لیٹر بھیجا ہے جس کے تحت ہم نے ڈسٹرکٹ انتظامیہ کو یہ ہدایات دی ہیں کہ وہ اس قسم کا قطعی طور پر کوئی فنڈ وصول نہ کریں ۔

جناب سپیکر ۔ یہ بہت بہتر ہے ۔ یہ میرے پاس directive ہے جو اسی سلسلے میں issue ہوا ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ۔ پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ۔ جی فرمایے !

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ۔ جناب سپیکر! میرے تمام ساتھی یہ جو مجوزہ دو ہزار روپے یا ایک ہزار روپیہ فی لائسنس ٹیکس ' اضافی ٹیکس یا جگا ٹیکس وہاں کے ضلعی سربراہوں نے عاید کر رکھا تھا اس کی مخالفت میں اپنے اپنے دلائل دے رہے ہیں' لیکن میں جناب والا! اس موقع پر اس کی تائید کروں گا اور وہ یوں کہ مجھے یہ بتا دیا جائے کہ جب وزراء صاحبان وہاں تشریف لے جائیں اور ان کو ضلعی انتظامیہ کی طرف سے جب لنچ دیا جاتا ہے تو کیا وہ بیچارہ ڈپٹی کمشنر اپنی جیب سے ان کو لنچ کھلائے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو ہیر پھیر کر کے اس کا نام تبدیل کر کے ترقیاتی نام پر یا جگا کے نام پر ' جس نام پر بھی وہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے حقیقت میں ان وزراء صاحبان کے کروفر پر وہ خرچ کیا جاتا ہے ۔ آج یہ تمام وزراء صاحبان یہاں حلفاً کہہ دیں کہ جب بھی ہم سرکاری ٹور پر کسی ضلعی ہیڈ کوارٹر پر جائیں گے۔۔۔۔

جناب سپیکر ۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔ میں آپ کو بولنے کا موقع دوں گا ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ۔ جناب والا! وہ ٹی اے' ڈی اے وصول کرتے ہیں لیکن کھانا وہاں جا کر کھاتے ہیں ۔ یہ ڈپٹی کمشنر کے آفس ہیں ؟ وہ کہاں سے لیں ؟ یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح

سے پرانے زمانے میں بلکہ آج بھی ہو رہا ہے کہ جب دور افتادہ مقامات پر تحصیل دار یا ڈپٹی کمشنر دوروں پر جایا کرتا تھا تو اس علاقے کا پٹواری بیچارہ یا نمبردار ان کو کھانے کھلاتا تھا ۔ کہاں سے کھلاتا تھا؟ وہ پھر ہم زمینداروں کی جیبوں سے جاتے تھے ۔ یہی وجہ ہے۔ جناب والا! آج اگر یہ حلف اٹھا دیں کہ ہم آئندہ ضلعی انتظامیہ کی طرف سے کوئی کھانا نہیں کھائیں گے تو میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی ڈپٹی کمشنر دو ہزار روپے ٹیکس وصول نہیں کرے گا۔

وزیر صنعت: جناب والا! میں point of personal explanation پر بولنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر : مسٹر محمد افضل سندھو !

وزیر صنعت : جناب سپیکر! ہمارے فاضل دوست نے تجویز دی ہے اور انھوں نے یہ کہا ہے ' ویسے تو وہ ایک بڑی پرانی مثال ہے کہ اندھوں میں سے ہاتھی کو جس کسی نے بھی جس حصے سے چھوا اس کو اسی قسم کا ہی ہاتھی نظر آیا ۔ لیکن میں ان کی تجویز پر اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ بیان دیتا ہوں کہ میں جب سے وزیر بنا ہوں میں نے ایڈمنسٹریشن کا کھانا ایک دفعہ بھی نہیں کھایا۔ (قطع کلامیاں) میری دوسری بات سن لیں۔ میری گزارش سنیں ۔ میں عرض کرتا ہوں۔(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: I call the House to order.

وزیر صنعت : جناب سپیکر ! مجھے موقع دیا جائے ۔

جناب سپیکر : جی فرمایے ۔

وزیر صنعت : جناب والا ! میں نے کسی کا نام نہیں لیا ۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ ہم سے پہلے جو وزراء تھے وہ کیا کرتے تھے ۔ میں نے کسی کا نام نہیں لیا ۔ میں نے صرف ایک مثال دی ہے کہ اندھوں میں سے جس کسی نے بھی ہاتھی کا جو جو حصہ چھوا تھا اس کو ہاتھی وہی نظر آیا تھا ۔ انھوں نے جس جس وزیر کو دیکھا ہے ان کو شاید اسی قسم کے وزیر نظر آتے ہیں ۔ (قطع کلامیاں) عرض یہ ہے کہ میں انھیں بڑے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں اور میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ وزراء بھی اس ہاؤس کے ممبر ہیں ۔

جناب سپیکر : جی ۔

وزیر صنعت : جناب والا! ہم سب اس ہاؤس کے ممبر ہیں ۔ اس ہاؤس کا تقدس ---(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: I call the House to order.

وزیر صنعت : جناب سپیکر! میں عرض کررہا تھا کہ ہاؤس کا تقدس ہم سب کے لیے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ہمیں اپنے اس گھر کو بلا وجہ، زبان کے دو الفاظ کے چسکے کی وجہ سے یا صرف اس مخاصمت کی وجہ سے کہ آج ہم وزیر ہیں، پہلے آپ وزیر تھے۔ بلا وجہ بلا سوچے سمجھے اس ہاؤس کے تقدس کو پامال کرنا اپنے پارلیمنٹیرین کو بدنام کرنا اور بغیر سوچے سمجھے۔ بغیر تحقیق کیے ہوئے نہ تو یہ دنیا کا کوئی معاشرہ، دنیا کا کوئی code of ethics نہ آج تک دنیا کے جتنے مذاہب آئے ہیں کسی مذہب نے اس بات کی اجازت نہیں دی اور میرے مذہب نے اس کی اس قدر مخالفت کی ہے کہ بغیر تحقیق کیے ہوئے، بغیر سوچے سمجھے اور بغیر اس کے اوپر علمیت حاصل کیے ہوئے اگر کسی قسم کا کذب یا کسی قسم کا جھوٹا الزام لگایا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں اس کی کوئی معافی نہیں۔ میں اپنے دوستوں سے، اپنے بھائیوں سے بڑی عاجزی کے ساتھ، بڑی انکساری کے ساتھ یہ گزارش کروں گا کہ اپنے ہاؤس کو، اپنے پارلیمنٹ کو اس طریقے سے صرف تھوڑے سے دو چار منٹ کے مرحلے میں اس طرح بدنام نہ کریں۔ بڑی مہربانی۔ شکریہ

جناب سپیکر : چودھری بدرالدین صاحب۔

وزیر برائے سماجی بہبود : جناب سپیکر! افضل سندھو صاحب نے جو بات کہی ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ بات یہ ہے۔۔۔

معزز ممبران اپوزیشن : حلف دیں۔

وزیر برائے سماجی بہبود : ہم حلف دینے کو تیار ہیں۔ ہم نے حلف دیا ہے۔ جب ہم نے حلف اٹھایا تھا تو اس وقت یہ کہا تھا کہ ہم کسی کا ایک حرام کا پیسہ بھی نہیں کھائیں گے۔ ہم اپنے اس حلف پر قائم ہیں اور قائم رہیں گے۔ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو حرام کھاتے بھی ہیں اور اس کا دوسرے پر الزام بھی لگاتے ہیں۔ یہ طریق کار پرانے ادوار میں رہا ہے۔ اسی لیے آج جو لوگ اس کسب میں رہے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ آنے والی حکومت کے وزراء بھی اُسی کسب میں شامل ہیں۔ لیکن یہی تبدیلی ہے۔ یہ تبدیلی ان کو برداشت نہیں ہے۔ اس لیے وہ اس بات کو قبول نہیں کرتے۔ ہم یہ بات ہر جگہ کہنے کو تیار ہیں۔ ہر جگہ حلف دینے کو تیار ہیں لیکن اس کے لیے انھیں بھی اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کرنا ہو گا۔ اگر وہ کسی پر الزام لگاتے ہیں تو انھیں پھر اپنے اپنے گریبان میں

جھانکنا ہو گا۔ ہم اللہ تعالیٰ اور اپنے عوام کے آگے سرخرو ہیں کہ اس سلسلے میں کوئی ہمارے اوپر الزام نہیں لگا سکتا۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی : جناب سپیکر! میں متفقہ دعا مانگتا ہوں کہ جو حرام کھاتے ہیں خدا انھیں غرق کرے۔ کہیں آمین۔

معزز ممبران : آمین۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : میاں عمران مسعود صاحب۔ I call the House to order

چودھری محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر! جنھوں نے حرام کھایا ہے خدا انھیں بھی غرق کرے۔

وزیر اوقاف : ان کو نہ غرق کرے کیونکہ جو پہلے ہی غرق ہو چکے ہیں انھوں نے کیا غرق ہونا ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا! پیر ساڈے لوکاں نوں کھاندے نیں۔ ایہہ پیراں نوں کھا رہیا ہے۔

جناب سپیکر : آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون : جی۔

جناب سپیکر : لاء منسٹر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

خواجہ محمد اسلام : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : ایک منٹ۔

خواجہ محمد اسلام : جناب سپیکر! میری بات بڑی اہم ہے۔

جناب سپیکر : ایک منٹ۔ اس کے بعد آپ کو موقع دیتا ہوں۔ جی لاء منسٹر صاحب۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! ویسے تو مجھے یہ لیٹر پڑھنا تھا جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ حاجی صاحب کی میں بڑی عزت کرتا ہوں۔ انھوں نے جو بات کی اور اس کے بارے میں افضل سندھو صاحب نے جو جواب دیا میں سمجھتا ہوں وہ ضرورت تھی کہ یہاں پر جواب دیا جائے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ پارلیمانی نظام جس کی تقویت کے لیے اور جسے عوام سے لے کر عوام کی فلاح و بہبود تک، اس کے مقاصد کی تکمیل کے لیے۔۔۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، جی فرمایے پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب سپیکر ! ہمارے وزیر قانون صاحب کھڑے تو اس بات پر ہوئے کہ آپ کے حکم کے مطابق وہ لیٹر پڑھیں۔ لیکن انھوں نے اس موضوع پر تقریر شروع کر دی ہے میرا خیال ہے کہ وہ موضوع اگر ختم ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ پھر جتنا ٹائم آپ اُن کو دے رہے ہیں اُتنا ٹائم ہمیں دیں تاکہ ہم ان وزیروں کے بارے میں جو بات کرنا چاہیں تو وہ بھی کھل کے کر سکیں۔ بہتر یہی ہے کہ اس topic کو یہیں پر بند کر دیا جائے۔ یہ weak wicket پر ہیں اور ہمیں مجبور نہ کریں کہ ہم اس قصے کو آگے چلائیں۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ جناب لاء منسٹر ۔

وزیر قانون ، جناب سپیکر! مجھے اس بارے میں آپ کی اجازت سے اتنا ضرور عرض کرنا ہے کہ سیاستدانوں کو ہر وقت کسی ایک شخص کا اگر کہیں کوئی قصور ہو ، کسی ایک سے کسی کو شکایت ہو تو اس کا نام لینے کی بجائے پورے کے پورے سیاستدانوں کے طبقے کو گالی دے دینا اور پورے شعبے کو گالی دے دینا یہ کوئی مناسب بات نہیں ہے۔ ہم نے اگر جمہوریت کو مضبوط کرنا ہے اور ان جمہوری ایوانوں میں بیٹھنا ہے تو ہمیں سیاستدانوں کی بھی عزت کرنی ہو گی اور سیاستدانوں کو عوام کے لیے قابل قبول بنانا ہو گا۔ اگر ہم سیاستدانوں کو عوام کے لیے گالی کے قابل بناتے ہیں تو پھر ہم جمہوریت کی خدمت نہیں کر رہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، کیا آپ ان منسٹروں کی کرپشن سننے کے لیے ٹائم دینے کے لیے تیار ہیں۔ یہ فیصلہ کریں۔ ہم اُن وزیروں کو یہاں پر سب سے علیحدہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ آج ٹائم دیں۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، ایک چاہتا ہے کہ دوسرے پر الزام لگے۔ دوسرا چاہتا ہے کہ تیسرے پر الزام لگ جائے۔ آپ ہمیں ٹائم دے دیں۔ پہلے اس پر بات کر لی جائے۔ بجٹ سیشن ہوتے رہیں گے۔

جناب سپیکر : بجا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ لاء منسٹر صاحب! از راہ کرم آپ وہ لیٹر پڑھیں۔

وزیر قانون : جناب سپیکر! ہوم سیکرٹری گورنمنٹ آف دی پنجاب کی طرف سے یہ لیٹر ہے جو 17 نومبر 1994ء کو تمام ڈپٹی کمشنرز کو لکھا گیا۔ میں اس کا جو دوسرا پیرا ہے وہ پڑھتا ہوں کہ ---

> You are once again directed not to charge any donation, fund, fee in any shape while granting arms licenses and to comply with Lahore High Court, Lahore order dated 28th June,1994 and order dated 7th November,1994.

جناب سپیکر! اس لیٹر کے حوالے سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب نے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے تمام ضلعی ہیڈ کوارٹرز پر ڈپٹی کمشنرز کو یہ ہدایات دے دی ہیں کہ وہ ترقیاتی فنڈ یا دوسرے کسی فنڈ کے نام پر آرم لائسنسز کے ساتھ کسی قسم کی اضافی فیس یا فنڈ وصول نہ کریں اور اگر کہیں ایسی صورتحال ہوئی ہے تو پیرا (3) کے مطابق اس کی detail بھی منگوالی گئی ہے اور جہاں کہیں ایسے واقعات موجود ہیں ان پر ان کے خلاف باقاعدہ محکمانہ کارروائی جو بنتی ہے وہ بھی کی جا رہی ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق جو ہے یہ رول (55) کے زمرے میں نہیں آتی۔ اسے قبول نہیں کیا جانا چاہیے۔

میاں عمران مسعود : جناب سپیکر! مجھے اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنا ہے۔

جناب سپیکر : جی فرمایئے۔

میاں عمران مسعود : شکریہ۔ جناب سپیکر! جناب والا! ایک چیز جو میں آپ کے سامنے یہاں point out کرنا چاہتا ہوں I agree with the statement given by the Law Minister کہ ۱۷ نومبر ۱۹۹۴ء کو ہوم ڈیپارٹمنٹ نے تمام ڈپٹی کمشنروں کو یہ چٹھی لکھی کہ کسی قسم کا کوئی فنڈ نہ لیا جائے۔ لیکن یہ جو میرا سوال تھا یہ میں نے مئی ۹۵ء میں سیکرٹریٹ میں جمع کرایا۔ اس کا جواب یہ آیا کہ جناب یہ فنڈ ابھی تک لیا جا رہا ہے۔ یعنی کہ lawlessness جو ہے وہ create ہو گئی۔ یہ جو indiscipline ہے یہ ڈپٹی کمشنر گجرات نے کیا۔ لہٰذا میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اس کے بارے میں انھوں نے کیا تادیبی کارروائی کی ہے؟ جس طرح انھوں نے فرمایا ہے کہ یہ لیٹر نومبر ۹۴ء میں جاری ہوا۔ بہرحال وہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ان کی میں assurance چاہوں گا اور آپ کی بھی assurance چاہوں گا۔

باقی میں اپنی تحریک استحقاق کے حوالے سے یہاں یہ ضرور کہوں گا کہ حزب اختلاف کی روایات کے مطابق ہم آپ کی رائے کا احساس کرتے ہیں اور ہم اسے مقدم سمجھتے ہیں اور جس طریقے سے اسلم صاحب نے بھی میری بات کو support کیا میں ان کا مشکور ہوں۔ پہلے میں نے لاء منسٹر صاحب کی assurance پر یہ مسئلہ take up نہیں کیا اور اگر کیا تو اس کو press نہیں کیا۔ آج میں آپ کی assurance پر اسے press نہیں کرتا اور امید کرتا ہوں کہ آپ اس کو categorically ایک آرڈر کے ذریعے یہ فنڈ یا یہ جو جگا ٹیکس ہے یہ رکوائیں گے ، میں آپ کی رائے کا احترام اور احساس کرتے ہوئے اس کو press نہیں کرتا۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، جناب سپیکر ! میرا بھی اس علاقے سے تعلق ہے۔ کیا میں اس پر کچھ عرض کر سکتا ہوں؟

جناب سپیکر ، اب بات ختم ہونے لگی ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، ایک سیکنڈ جناب۔

جناب سپیکر ، جی فرمایے۔

معزز ممبران اپوزیشن ، گڈ ٹینکی

جناب سپیکر ، پلیز ۔ ایسا نہ کریں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، فئے منہ جے تانگے والیو۔ فئے منہ جے تانگے والیو۔ تانگے والے وی کدی منسٹر ہوئے نیں۔

جناب سپیکر ، پلیز ۔ پلیز۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، ایہہ جناب تانگے والے منسٹر بن گئے نیں۔ خدا دی قسمے میں تے حیران ہونا۔ پیو تانگہ وابندا سی پتر منسٹر ہو گیا۔

جناب سپیکر ، کوئی بات نہیں۔ بس آپ بیٹھیں۔ جانے دیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، جناب عالی! میں عرض کرنا آں کہ ایہہ فنڈ جہدوں سابقہ حکومت سی اوہدوں فنڈ لینے شروع کیتے گئے۔ ایس فنڈ دی انکوائری کراؤ۔ چودھری صاحبان سکول بناوندے سن تے ایہہ فنڈ اوہدے وچ جاندا سی کے سکول نوں اوہ رقم جاندی سی۔ ایہدی انکوائری کرائی جائے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیں۔ I call the House to order. یہ تحریک استحقاق جو میاں عمران مسعود صاحب نے پیش کی تھی وہ اس کو میری درخواست پر press نہیں کر رہے لیکن اس کے باوجود میں یہاں پر دو observations دینا چاہتا ہوں (ظہیر صاحب، وصی ظفر صاحب میری بات توجہ سے سنیے)۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! میں باہر نہیں جا رہا۔

جناب سپیکر، نہیں۔ باہر نہیں--- یہ مختلف ڈپٹی کمشنر صاحبان جس طرح کا بھی ٹیکس وصول کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے جو ڈائریکٹیو گیا ہے اگر تو وہ کسی ایک محکمے کی طرف سے گیا ہے میں اس بات کی ہدایت کرتا ہوں کہ باقی محکموں کو بھی اور باقی وزراء صاحبان کو بھی اپنے اپنے طور پر--

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ ہوم ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ہے اور یہ تمام ڈپٹی کمشنر صاحبان کے لیے ہے۔

جناب سپیکر، اچھی بات ہے۔ اس پر عمل درآمد ہونا چاہیے اور پوری طرح سے عملدرآمد ہونا چاہیے۔ ایک تو میں یہ تاکید کر رہا ہوں۔

دوسری تاکید میں آپ دوستوں سے کرنا چاہتا ہوں کہ وزراء صاحبان کو اور دوسرے حضرات کو بھی جو یہاں پر مشیر ہیں پارلیمانی سیکرٹری صاحبان ہیں انہیں یقیناً" صوبے میں دورے کرنے پڑتے ہیں آپ سب کو ایک الاؤنس اس نام سے ملتا ہے جس سے ان کے اس طرح کے اخراجات کی کفالت ہوتی ہے۔ بہترین طریقہ یہ ہے کہ جب آپ باہر جائیں یا تو آپ کے کوئی دوست یا کوئی ایم پی اے صاحب ایم این اے صاحب وزیر صاحب کا کھانا کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے طور پر کریں وہ ایک ذاتی معاملہ ہے لیکن ضلع کی طرف سے جو بھی اس طرح کا اہتمام کیا جائے اس کا پرانا ہمیشہ سے ایک اچھا واضح طریقہ موجود ہے کوئی اپنا کھانا تو اپنے ساتھ لے کر نہیں جا سکتا کھانا وہاں تیار ہو لیکن جس طرح آپ ریسٹ ہاؤس میں جاتے ہیں اور دوسری جگہوں پر جاتے ہیں وہاں کا جو بل بنے آپ اس بل کو ادا کریں اس سے یہ طریقہ صحیح انداز سے آگے بڑھ سکے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ وزراء صاحبان نے اور باقی صاحبان نے بھی اس بات کو سمجھا ہو گا پرانے ڈپٹی کمشنرز اور پرانے کمشنرز سیکرٹریز جب دورے کرتے تھے اس وقت بھی یہ مسئلہ آتا تھا لیکن ہمیشہ سے یہی دستور رہا کہ جہاں

ایسا انتظام کیا گیا وہاں اس کا ایک بل بنا اس بارے میں آپ جو بھی آپ طریقہ اختیار کریں جانے سے پہلے اس بل کی ادائیگی کا اہتمام ہونا چاہیے اگر یہ صورتحال ہو گی تو پھر ضلع والوں کو بھی اس مد میں فنڈ جمع کرنے کے لیے عوام پر کسی قسم کا ٹیکس لگانے کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی۔ اب ہم آگے بڑھتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: تحریک استحقاق کا وقت ختم ہو گیا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! ابھی میاں عمران مسعود صاحبکی تحریک استحقاق پر ہاؤس میں کچھ تلخی ہو گئی اور میرے محترم بزرگ جناب گل نواز صاحب نے ایک لفظ استعمال کیا کہ یہاں تانگے والوں کے بیٹے منسٹر بن گئے۔ تو جناب والا! کیا ایک غریب تانگے والے کے بیٹے کا یہ حق نہیں بنتا کہ وہ اسمبلی میں آئے کیا ایک مزدور کے بیٹے کا یہ حق نہیں بنتا کہ وہ اسمبلی میں آئے کیا اس سڑک پر ایک سائیکل یا رکشہ چلانے والا کا یہ حق نہیں بنتا کہ اس کا بیٹا اسمبلی میں آئے کیا اسمبلی کے یہ ایوان بڑے بڑے خاندانوں کے لیے بنے ہیں میں فخر کے ساتھ آج اس ایوان میں اعلان کرتا ہوں کہ میرا باپ تانگے والا تھا میرا باپ ایک مزدور تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب آج ہم مزدوروں کے بیٹے ہیں یہ اپنے الفاظ واپس لیں تانگے والا بھی اس ملک کا شہری ہے اس کو بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو وزارت تو چھوڑیں وہ وزارت عظمیٰ تک لے کر جائے اس پر کسی کی مخصوص مہر نہیں لگی اور افسوس کہ آج یہ الفاظ ایک ایسے رکن کے منہ سے نکل رہے ہیں کہ جس کی پارٹی دعویٰ کرتی ہے کہ ہم غریبوں کی پارٹی ہیں ہم عوامی پارٹی ہیں تو کیا یہی ان کا اصول ہے کہ ایک غریب تانگے والے کے بیٹے کو ایک منسٹر یا ممبر نہیں دیکھنا چاہتے ہیں ان سے دست بستہ گزارش کروں گا کہ یہ اپنے الفاظ واپس لیں انہوں نے میرے جذبات کو دکھ پہنچایا ہے اس ملک کے عوام کے جذبات کو نقصان پہنچایا ہے اس لئے میں ان سے گزارش کروں گا کہ یہ اپنے الفاظ واپس لے لیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! چودھری گل نواز وزائچ صاحب نے اس طرز پر نہیں کہا کہ جو

غریب آدمی کے بیٹے ہیں وہ وزیر بن گئے ہیں انہوں نے اس طرز پر کہا کہ تھے تو تانگے والوں کے بیٹے اب تو کروڑوں پتی بن گئے بڑے بڑے بنگلے بنا لیے ۔ بلیک منی اور حرام کی کمائی کی بات ہو رہی تھی حرام کی کمائی کے ساتھ خود کو وزیر بنا لیا اور وہاں تک پہنچے ان کا یہ مطلب تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! آپ نے میرے پوائنٹ آف آرڈر پر اپنی رولنگ صادر نہیں فرمائی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اس پر رولنگ دے دوں گا

خواجہ محمد اسلام ، جناب سپیکر! ابھی پنجاب کے منسٹروں کے حوالے سے بات ہو رہی تھی اس بارے میں میں صرف اتنا کہوں گا کہ آج یہ جو منسٹر ہیں انہوں نے منسٹری کو اپنی وراثت بنا لیا ہے ۔ میرے پاس ایک document ہے اور یہ prove کر سکتا ہے کہ پنجاب کے وزیر سوشل ویلفیئر کے بھائی عمر دراز نے واپڈا کو ایک ڈائریکٹو issue کیا ہے جس کا متن یہ ہے۔

APPOINTMENT UNDER WAPDA FASAILABAD ON SPORT BASIS "BOXING"

Please appoint him in any post under..... ... .

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیے ۔ میری بات سنیے۔

خواجہ محمد اسلام، جناب یہ میرے پاس ڈائریکٹو ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ ایسے بات نہیں ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! انہوں نے تو یہ کہا تھا کہ اسے درجہ چہارم کا ملازم رکھ لیں اور انہوں نے یہ تو نہیں کہا کہ چار کنال کا پلاٹ مجھے دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا مقصد بھی یہی بات کرنے کا ہے ۔ میں آپ کو یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ یہ لیٹر اور اس قسم کی باتیں باہر ہوتی رہتی ہیں اگر ہم اس ہاؤس میں فاضل اراکین کے بارے میں اس طرح کی گفتگو کریں گے تو میرے خیال میں یہ کارروائی آگے نہیں چل سکے گی ۔

اب میں تحریک التوائے کار شروع کرتا ہوں اور اس پر ہم چلتے ہیں

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! آپ نے میرے پوائنٹ آف آرڈر پر کوئی فیصلہ نہیں

دیا

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں بات یہ ہے جس پوائنٹ آف آرڈر پر سپیکر کوئی توجہ نہ دے اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ وہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

تحریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر، اب میں تحریک التوائے کار نمبر ا لیتا ہوں یہ سید سجاد حیدر کرمانی صاحب اور ملک محمد عباس کھوکھر کی طرف سے ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر آپ ابھی تحریک التوائے کار شروع کر رہے ہیں آج کے ایجنڈے پر تحریک التوائے کار نمبر ۱۰ ہے یہ تحریک التوائے کار چودھری پرویز الٰہی قائد حزب اختلاف کے متعلق ہے اس کا متن پڑھنا تو میں مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ ابھی اس کی اجازت نہیں ہے میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اسے out of turn لے لیا جائے ویسے تو اپنی جگہ سب تحاریک اہمیت کی حامل ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اسے out of turn لینا چاہتے ہیں

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جی میں یہی درخواست کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے میں ہاؤس کی sense لے لیتا ہوں

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ٹھیک ہے جناب والا!

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون صاحب! جناب کھوسہ صاحب نے ایک توجہ چاہی ہے اور وہ یہ ہے کہ متعدد فاضل اراکین کی طرف سے ایک تحریک التوائے کار ہے جس کا نمبر ۱۰ ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ نمبر ۱۲ پر بھی ہے اس میں بھی تین فاضل اراکین ہیں میرے خیال میں round about ۲۵ یا ۲۶ کے قریب فاضل اراکین بن جاتے ہیں جن کی طرف سے یہ تحریک ہے تو ان کا مقصد یہ ہے کہ اسے out of turn لیا جائے اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! یہ کونسی تحاریک ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحاریک التوائے کار نمبر 10 اور 13 ہیں۔ میرے خیال میں یہ آپ کے پاس پہلے آچکی ہوں گی اور آپ نے اس کو پڑھا ہو گا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! میرے پاس ریکارڈ میں یہ دونوں تحاریک موجود نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون کو اس کی کاپیاں فراہم کی جائیں۔

سردار ذوالفقار علی خاں کھوسہ ، میں نے تو عرض کر دیا ہے کہ یہ تحریک التوائے کار نمبر 10 قائد حزب اختلاف چودھری پرویز الٰہی صاحب کے بارے میں ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، کیا تحریک التوائے کار نمبر 13 اور 10 اکٹھی نہیں ہیں؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، تحریک التوائے کار نمبر 13 اور ممبران کی طرف سے ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ہم تحریک التوائے کار نمبر 10 take up کر لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر ' چونکہ یہ تحریک التوائے کار تیس کے قریب ایم پی ایز کی طرف سے دی گئی ہے ۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اگر یہ اس کو بغیر باری کے لینا چاہتے ہیں ۔ لیکن پڑھنے کو وہی رکن اس کو پڑھ سکتا ہے جو اس کے محرکین میں شامل ہے ۔ اور چونکہ یہ قائد حزب اختلاف کے بارے میں ہے ۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھے اس کے پڑھے جانے سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو اس کو بغیر باری کے لے لیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جی ہاں ' بغیر باری کے اسے لے لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب میں ایوان کی consensus لینا چاہتا ہوں۔ کیا ایوان اس کو out of turn لینے کی اجازت دیتا ہے ۔

(ایوان نے اجازت دے دی)

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تحریک التوائے کار سید ظفر علی شاہ' سید تابش الوری' جناب ایس اے حمید' میاں عبدالستار' میاں فضل حق' میاں معراج دین' چودھری اختر رسول' جناب عبیداللہ شیخ' شیخ انور سعید' جناب عبدالرؤف مغل' سردار امجد حمید خان دستی' میاں عثمان ابراہیم' جناب انعام اللہ خان نیازی' سید شمس حیدر' سید سجاد حیدر کرمانی' چودھری شوکت داؤد' میاں امتیاز احمد' چودھری ریاض احمد' راجہ جاوید اخلاص' راجہ محمد بشارت' ملک سلیم اقبال' جناب بادشاہ میر خان آفریدی' جناب شاہد ریاض ستی' حاجی عرفان احمد ڈاھا ' میاں شیخ محمد' حاجی احسان الدین قریشی' میاں ثاقب خورشید' چودھری اعجاز احمد'

جناب محمد منشاء اللہ بٹ اور چودھری محمد حنیف صاحبان کی طرف سے ہے۔ یہ تین فاضل اراکین ہیں۔ ان کی طرف سے سید ظفر علی شاہ صاحب پڑھیں گے۔

قائم مقام حزب اختلاف کے گھر کا گھیراؤ

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر! مہربانی! آپ کی اجازت سے معزز اراکین اسمبلی جن کے نام آپ نے پڑھے ہیں کی طرف سے میں یہ تحریک التوائے کار پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ گلبرگ لاہور میں گزشتہ کئی روز سے گجرات کے بدنام زمانہ قاتل اور اشتہاری ملزم آتشیں اسلحہ سے لیس ہو کر قائد حزب اختلاف چودھری پرویز الٰہی صاحب کی رہائش گاہ کے ارد گرد چکر لگا رہے ہیں اور مختلف حیلوں بہانوں سے خوف و ہراس پیدا کر رہے ہیں ان ملزمان کی سرگرمیوں کا مرکز سروس انڈسٹریز کا مرکزی دفتر ہے کیونکہ یہ افراد روزانہ یہیں سے مختلف گاڑیوں میں سوار ہو کر نکلتے ہیں چنانچہ مورخہ 04-6-1995 کو ایک پجارو گاڑی نمبر IDC-4109 پر ملزمان جو اشتہاری خطرناک آتشیں اسلحہ سے مسلح تھے وہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کی رہائش گاہ کے قریب مشکوک حالت میں چکر لگا رہے تھے کہ ڈی ایس پی الطاف احمد سی آئی اے گلبرگ نے ان مشکوک ملزمان کو دیکھ کر ان کا پیچھا کیا ملزمان نے وہاں سے بھاگ جانے میں عافیت جانی اور وہ سیدھے سروس انڈسٹریز کے ہیڈ آفس میں گھس گئے ڈی ایس پی نے بھی ان کا پیچھا جاری رکھا اور وہ بھی سروس انڈسٹریز کے دفتر میں چلے گئے وہاں پر ایک ڈائرکٹر کی بھرپور مداخلت کے باوجود ڈی ایس پی نے متذکرہ چھ ملزمان کو گرفتار کر لیا اور ان سے بھاری مقدار میں آتشیں اسلحہ، کلاشنکوفیں اور ریوالور وغیرہ کے علاوہ ایک لاکھ روپے کے کرنسی نوٹ بھی برآمد کر لیے اور انھیں سی آئی اے گلبرگ میں لے آئے ان ملزمان کو اتنی بھاری رقم دے کر کوئی "خاص جرم" کرانا چاہتے تھے دریں اثناء متذکرہ ڈی ایس پی پر بے پناہ سیاسی اور سرکاری دباؤ ڈالا گیا کہ وہ متذکرہ ملزمان کو چھوڑ دے اور کسی قسم کی کارروائی نہ کرے مگر ڈی ایس پی نے اس دباؤ میں آنے سے انکار کر دیا پھر ایس ایس پی لاہور نے انھیں حکم دیا کہ وہ فوری طور پر الحمراء ہال میں جا کر ڈیوٹی دیں جہاں وزیر اعلیٰ پنجاب کسی تقریب میں شرکت کرنے والے تھے۔ مذکورہ ڈی ایس پی کو وہاں آٹھ بجے رات تک ڈیوٹی پر لگائے رکھا گیا اس دوران ان کے علم میں لائے بغیر نہ جانے کس کے حکم سے متذکرہ ملزمان کو نہ

صرف رہا کر دیا گیا بلکہ انھیں وہ تمام اسلحہ بھی واپس کر دیا گیا جو اب بھی لاہور میں دندناتے پھرتے ہیں اس خبر سے صوبے بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے ۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی جناب وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! مذکورہ واقعہ جس کے بارے میں تحریک التوائے کار پیش کی گئی ہے چونکہ مجھے ابھی موصول ہوئی ہے اس لیے اگلی نشست پہ کہ جب تحاریک التوائے کار کی باری آئے گی میں چاہوں گا کہ اس کو اس دن تک مؤخر کر دیں۔ تاکہ واقعات کے حوالے سے مکملہ رپورٹ سامنے رکھ کر صحیح صورت حال ایوان میں پیش کر سکوں ۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے کہا ہے کہ مجھے ابھی ابھی یہ موصول ہوئی ہے ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قواعد انضباط کار کے مطابق اس کا نوٹس وزیر قانون کو قبل از وقت پہنچ چکا ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ انھوں نے اب دیکھی ہو۔ لیکن رولز کے حوالے سے یہ ٹیبل ہی تب ہوتی ہے جب اس کا ایک نوٹس متعلقہ وزیر کو چلا جاتا ہے ۔ جناب سپیکر! یہ لیڈر آف اپوزیشن کے بارے میں اور ان کو قتل کرنے کے منصوبے کے بارے میں یہ تحریک التوائے کار ہے ۔ یہ ایک عام آدمی کے بارے میں نہیں ہے ۔ عام آدمی کی جان کی بڑی قیمت ہوتی ہے اور یہاں قائد حزب اختلاف کے متعلق یہ معاملہ ہے ۔ اور پھر اس کے پیچھے ایک سلسلہ کی کڑی ہے ۔ جب آپ اجازت دیں گے اور تحریک التوائے کار کو ایڈمٹ کریں گے تو پھر ہم جناب کو تفصیل بتائیں گے اور تفصیل بتائیں گے جو پنجاب حکومت کی FIRs ہیں۔ اور ان ایف آئی آرز کا complainant چودھری پرویز الٰہی صاحب کے خاندان کا کوئی آدمی نہیں ۔ ان کا کوئی ملازم نہیں ' ان کا کوئی ڈرائیور نہیں ۔ اس کے complainant بذات خود پنجاب حکومت کی مشینری کے نمائندے ہیں۔ وہ تھانیدار ہے ' وہ خود ایس ایچ او ہے اور وہ ڈی ایس پی ہیں جو کہ ابھی تک معطل ہیں۔ جناب سپیکر! یہ کوئی اتنا معمولی مسئلہ نہیں ہے ۔ کل بجٹ کا دن ہے ۔ اور اس کے بعد بجٹ جیسے اہم مسئلے شروع ہو جائیں گے ۔ اس لیے یہ تحریک التوائے کار جو کہ urgent بھی ہے ' serious بھی ہے اور public importance کی حامل بھی ہے ۔ اس لیے اس کے لیے وقت مانگنے کے متعلق میں نہیں سمجھتا کہ مناسب ہے ۔ اگر انہیں facts چاہییں تو میں دے دیتا ہوں۔

ایف آئی آرز میرے پاس پڑی ہوئی ہیں ' آرڈرز میرے پاس پڑے ہوئے ہیں کہ جن میں وزیر اعلیٰ نے بغیر آئی جی صاحب کو بتائے ہوئے ان کو معطل کیا ہے ۔ اس لیے جناب سپیکر! یہ بات ایسی نہیں ہے کہ اس بات کو ایسے جانے دیا جائے ۔ معاملہ گھمبیر ہے ' اہمیت عامہ کا ہے ۔ اس لیے میری آپ سے بھی درخواست ہو گی اور محترم وزیر قانون سے بھی ہو گی کہ جس طرح اس ایوان میں قائد ایوان کا مقام ہے اسی طرح قائد حزب اختلاف کا بھی ہے ۔ اس لیے میں درخواست کروں گا کہ اس پر زیادہ وقت ضائع نہ کریں اور آپ کی خدمت میں درخواست ہے کہ اس پر بحث کی اجازت دی جائے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! ہمیں لیڈر آف اپوزیشن کے احترام اور مقام کا احساس ہے اور اسی لیے یہ تحریک التوائے کار بغیر باری کے لینے کے لیے میں نے support کیا تھا۔ لیکن جواب دینے کے لیے ایسی پابندیاں نہیں لگائی جا سکتیں کہ میں محرک کا ریکارڈ لے کر وہی ریکارڈ ایوان میں پیش کرتا پھروں۔ کسی بھی تحریک کا جواب دینے کے لیے مہلت لینا یا وقت لینا کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر کوئی پابندی ہو اور میں اگر کسی تحریک کے تقاضے پورے کرنے کے لیے صحیح حقائق کے ساتھ کوئی جواب دینا چاہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ حق ہے کہ آپ سے مطالبہ کروں اور آپ اگر مجھے وقت نہیں دیں گے تو اس صورت میں ' میں آج ہی جواب دوں گا۔ اب یہ آپ کی صوابدید ہے کہ آپ مجھے وقت دیتے ہیں ' مہلت دیتے ہیں یا نہیں دیتے ۔ اگر آپ مہلت دیتے ہیں تو میں اس مہلت کے مطابق جواب دوں گا اگر آپ مہلت نہیں دیتے تو پھر مجھ پر پابندی لگ سکتی ہے کہ میں ابھی جواب دوں ۔ لیکن کوئی محرک مجھ پر ایوان کے اندر پابندی نہیں لگا سکتا کہ میں آج ہی' اسی لمحے' اسی وقت ضرور اس بات کا جواب دوں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر! سید ظفر علی شاہ صاحب نے تحریک پڑھنے کے بعد بڑی وضاحت سے وزیر قانون کے وقت مانگنے کا جواب دیا ہے ۔ تھوڑا سا پس منظر میں عرض کرتا چلوں۔ یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں ہے ۔ لاہور گھبرگ کی کوٹھی کا یہ اشتہاری ملزم محاصرہ کیے ہوئے تھے بلکہ عید سے دو دن قبل گجرات جو کہ چودھری پرویز الٰہی اور چودھری شجاعت حسین صاحب کا آبائی

شہر اور ضلع ہے وہاں بھی یہی لوگ پائے گئے اور ایس پی گجرات نے اپنی گشت کے دوران ان کو گرفتار کیا ۔ وہاں بھی پرچہ درج ہے اور یہ پہلے سے اشتہاری ملزم ہیں ۔ لیکن وہاں بھی سیاسی دباؤ ڈال کر ان لوگوں کو رہا کیا گیا اور وہ پرچے ورچے سب گم کر دیے گئے ' خارج کر دیے گئے ۔ اور اب یہ دوسرا واقعہ پیش آ رہا ہے ۔ اخبارات میں اس ڈی ایس پی کے بیانات آ رہے ہیں ۔ میری پریس کانفرنس آئی جس میں ' میں نے تمام تفصیل سنائی تھی ۔ اب وزیر قانون اگر اس وقت یہ عذر لیں کہ ان کو ان حالات کا علم نہیں ہے یہ غلط ہے ۔ میرے خیال میں بحیثیت وزیر قانون پنجاب یہ ان کی ذمہ داری بنتی تھی کہ جب ہماری طرف سے پریس کانفرنس میں اتنا واضح کہا گیا تو اس وقت یہ اس معاملے کی چھان بین کر لیتے ۔ آئی جی صاحب سے پوچھتے ۔ باقی جو متعلقہ افسران تھے ان سے پوچھتے ۔ اب یہ فرما رہے ہیں کہ اس معاملے میں ان کو مہلت دی جائے ۔ جناب والا! اس اہم اور سنگین معاملے میں اگر انھوں نے مہلت مانگی ' delay کرنے کی کوشش کی تو پھر ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ہم بحث میں بیٹھیں گے یا نہیں بیٹھیں گے ۔

میاں عمران مسعود ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی فرمائیں ۔

میاں عمران مسعود ، جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ یہی ایوان تھا اور آپ ہی اس وقت سپیکر کے فرائض انجام دے رہے تھے جب میں نے اپنی ایک تحریک استحقاق میں یہاں یہ ذکر کیا تھا کہ گجرات ضلعے میں جتنے بھی پیپلز پارٹی کے نمائندے ہیں وہ پولیس کی protection میں پھر رہے ہیں۔ آج بھی اگر آپ دیکھیں پیپلز پارٹی کے غضنفر گل ' ایم این اے پولیس کی تین جیپیں لے کر پھر رہے ہیں' گل نواز وڑائچ جو کہ آپ کی پنجاب حکومت کے مشیر ہیں وہ پولیس کی دو جیپیں لے کر پھر رہے ہیں' وزیر قانون صاحب جب اپنے حلقے میں جاتے ہیں تو ان کے حلقے کی پولیس میں کھلبلی مچ جاتی ہے ۔ جناب والا ! وہاں پر یہ کوئی نارمل صورت حال نہیں ہے ۔ اور یہ اسی کی کڑی ہے۔ میں نے آج سے چھ مہینے پہلے اس بات کی نشان دہی کی تھی ۔ عید پر لاتعداد قسم کی پولیس عید گاہ کے باہر تعینات کی گئی تھی ۔ جناب والا ! اس بات کی نشان دہی اخبارات میں بھی کی گئی تھی اور اس مسئلے کو اہم سمجھتے ہوئے ہی آج یہ تحریک التوائے کار out of turn لی گئی ہے ۔ اسی طرح میری بھی ایک identical تحریک التوائے کار ہے میں چاہوں گا کہ اسے بھی اس کے ساتھ

نتھی کر لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ تابش الوری صاحب! آپ تو سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک التوائے کار کا وقفہ ہے۔ یہ آدھ گھنٹے کا وقت ہوتا ہے۔ آپ نے یہ تحریک out of turn لینے کی بات کی اور میں نے وزیر قانون سے دریافت کیا۔ انھوں نے بھی فراخ دلی سے ' اس وجہ سے کہ یہ تحریک قائد حزب اختلاف سے متعلق ہے اس کی مخالفت نہیں کی۔ لہذا یہ ہاؤس میں پڑھ دی گئی۔ سید ظفر علی شاہ صاحب نے بھی ٹھیک کہا ہے لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم اس کو admit بھی کرتے ہیں تو پھر بھی اس پر بحث کے لیے دو گھنٹے کا کوئی وقت ہمیں within three days مقرر کرنا پڑے گا۔ ویسے بھی کل بجٹ ہے اس کے بعد دو دن چھٹی ہے لہٰذا میں آپ سب محرکین سے یہی کہوں گا کہ اس بارے میں وزیر قانون کی تجویز معقول ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وزیر قانون نے آپ کو یہ تحریک پڑھنے دی ' یہ بات ریکارڈ پر آ گئی ' صبح پریس میں بھی آ جائے گا۔ اس پر اب ہم next working day میں بات کر لیں گے کیونکہ کل تو ہو نہیں سکتا کل بجٹ ہے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! آئندہ تحریک التوائے کار آنے کا وقت نہیں ہے کیونکہ قواعد کے مطابق جب بجٹ پیش ہو رہا ہو یا بجٹ پر بحث ہو رہی ہو تو تحریک التوائے کار نہیں آتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں سمجھ گیا اب یہ صرف ووٹنگ والے دن ہی آ سکے گی۔ جب بجٹ پر بحث ہو گی تو اس وقت نہیں آئے گی۔۔۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ وزیر قانون نے اس تحریک کو پڑھنے کی اجازت دی یہاں مقصود صرف پڑھنا نہیں ہے۔ مقصود صرف اخبار میں یہ خبر چھپوانا نہیں ہے۔ جناب والا ! مقصود یہ ہے کہ اس وقت صوبے میں جو امن عامہ کی صورت حال ابتر ہو گئی ہے اور اپوزیشن کے ارکان تو ایک طرف سرکاری ارکان حفاظت کے بغیر اپنے شہر میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ عاطف چودھری نے دو دن پہلے کہا کہ مجھے قتل کیا جانے والا ہے اور میرے قتل کی ذمہ داری فلاں فلاں پر عائد ہو گی اور وہ قتل کر دیا گیا لیکن جناب والا! کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ ایسی ہی شکل اس وقت ہے کہ آپ کے سامنے ایک سنگین مسئلہ قائد حزب اختلاف پر قاتلانہ حملے کا ہے۔ ان کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے اور آپ کہتے ہیں کہ اس کو ملتوی کر دیا جائے۔ جناب سپیکر ! آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ اگر یہ صورت حال رہی اور اراکین اسمبلی بھی محفوظ نہ

رہے تو یہ سسٹم' یہ نظام' یہ جمہوریت' یہ ادارے کیسے چلیں گے ؟ آپ ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں اور ہاؤس کے کسٹوڈین کی حیثیت سے آپ کا فرض ہے کہ آپ ساری کارروائی کو معطل کر کے سب سے پہلے اسے take up کریں----

جناب ڈپٹی سپیکر : تابش الوری صاحب! میں نے آپ کا نقطۂ نظر سمجھ لیا ہے۔ آپ کو تقاریر کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ بات یہ ہے کہ تحریک التوائے کار کے جو رولز ہیں ان کے مطابق اگر ہاؤس اس تحریک کو admit بھی کرے تو پھر بھی اس پر تین دن کے اندر کسی وقت دو گھنٹے بحث ہو گی تاوقتیکہ ہاؤس رولز suspend نہ کرے۔ اگر ہاؤس رولز suspend کر دے' ہاؤس کی sense ہو تو پھر ہر کام ہو سکتا ہے۔ میں نے اسی لیے وزیر قانون سے پہلے مشورہ لیا' ان کی رائے لی۔ انھوں نے کہا کہ آپ رولز suspend کر کے ہاؤس کی sense لے کر ان کو اجازت دے دیں۔ چنانچہ میں نے اجازت دے دی۔ اب مسئلہ اس کی admission کا ہے۔ اب اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس پر اپنا فیصلہ دوں ------ تو سچی بات ہے میں ایسی بات نہیں چاہتا۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ ہم اس ہاؤس کو افہام و تفہیم سے چلائیں کیونکہ بہتری اسی میں ہے۔ بجٹ آ رہا ہے اگر ابتدا میں' آج آغاز میں ہی کوئی ایسی صورت حال آپس میں بن گئی تو اس کا affect آگے بھی پڑے گا۔ اس لیے اگر وزیر قانون آپ سے یہ کہتے ہیں کہ جو next working day آئے گا اس دن ہم اس کو sort out کر لیں گے اور اس پر بات کریں گے۔ ----

بیرسٹر عثمان ابراہیم : جناب سپیکر! یہ بڑا اہم اور سنگین معاملہ ہے۔ تابش الوری صاحب نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ اس تحریک کو ہاؤس میں پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ یہ اخبارات کی زینت بنے۔ اخبارات میں تو یہ واقعہ پہلے ہی آ چکا ہے۔ یہ اتنا اہم واقعہ ہے۔ اسے آپ بالکل pending نہ کریں بلکہ میری تجویز ہے کہ اس پر ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائیں۔ آپ اس کو ایک ordinary تحریک التوائے کار سمجھتے ہوئے routine میں deal کر رہے ہیں۔ یہ ایک ordinary تحریک التوائے کار نہیں ہے۔ یہ out of turn لی گئی ہے اور 30/35 ممبران کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ اس کی اہمیت سے آپ بھی آگاہ ہیں اور سارا ہاؤس بھی آگاہ ہے۔ لہٰذا میری تجویز یہ ہے کہ آپ آج ہی اس پر ہاؤس کی ایک کمیٹی بنا دیں جو اس واقعے کی تحقیقات کرے۔ اس وقت تک وزیر قانون کو جواب بھی آ جائے گا۔ اس کے بعد آپ اسے take up کر لیجیے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وزیر قانون صاحب! اس بارے میں میاں عثمان ابراہیم صاحب نے ایک یہ بھی تجویز دی ہے کہ اس پر ایک کمیٹی بنا دی جائے لیکن یہ رولز میں provided نہیں ہے ہاں اگر ہاؤس متفقہ طور پر کوئی بات کرے تو پھر ہر بات ہو سکتی ہے ۔ انھوں نے کہا ہے کہ آپ یہاں اس پر ایک کمیٹی بنا دیجیے ۔ اور وہ اس کا probe کرے ۔ اب اس بارے میں یا پھر جو آپ نے بات کی ہے کہ میں اس کا proper time پر 'جب next working day آنے کا جواب دوں گا ۔ اب اس صورت حال میں آپ کی رائے کیا ہے ؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! کمیٹی تو اس صورت میں بنائی جائے گی جب اس کی admissibility پر بات آتی ہے اور ایسی بات لگتی ہے کہ جس پر کمیٹی ضرور کوئی انکوائری کرے ۔جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر اس معاملے کو زیادہ اہمیت کا حامل قرار دیتے ہوئے آپ رولز سے ہٹ کر' ایوان سے اجازت لے کر Sunday کے بعد کسی دن Monday, Tuesday بجٹ پر بحث کے دوران مجھ سے اس پر جواب چاہیں تو مجھے جواب دینے میں کوئی اعتراض نہیں ہو گا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایوان میں ایسی روایات نہیں ڈالنی چاہیے۔ اگر آپ کا ایسا فیصلہ ہو کہ بجٹ پر بحث کے دوران ہی اس پر میں جواب دوں تو مجھے جواب دینے میں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت فوری جواب دینا میں نہیں سمجھتا کہ اس تحریک سے انصاف ہے کہ میں اسی وقت proper information جن کے ساتھ مجھے جواب دینا چاہیے میں ان کے بغیر جواب دے دوں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ فاضل اراکین اپوزیشن کے جذبات کو محسوس کرتے ہوئے اگر میں بطور لاء منسٹر ان کی favour کرتا ہوں تو انھیں بھی اس بات کا احساس کرنا چاہیے کہ میں نے قائد حزب اختلاف کے مقام کا احساس کیا ہے اور اس لحاظ سے اسے out of turn لانے کے لیے میں نے support کیا ہے۔ اب اگر جواب کے لیے وقت کی مہلت مانگی ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس بات پر اتنی لمبی debate ہونی چاہیے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر ! اس تحریک پر جو گفتگو ہو رہی ہے ۔ یہاں پر ایک

بہت ہی اہم پہلو miss کیا جا رہا ہے ۔ میں پہلے تو آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کو نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ اسی خاندان کے سربراہ چودھری ظہور الہیٰ صاحب کو اسی طرح بزدلانہ طور پر شہید کیا گیا ۔ اور اس کے جو ذمہ دار تھے میں اس وقت ان کو اس ہاؤس میں زیر بحث نہیں لانا چاہتا ۔ جناب والا! اب بھی دو مرتبہ یہ قاتلان جو کہ اشتہاری ملزم ہیں گرفتار ہوتے ہیں اور آزاد کر دیے جاتے ہیں ۔ اس وقت وہ آزاد ہیں ان کو ان کا اسلحہ لوٹا دیا گیا ۔ ان پر کوئی پابندی نہیں کسی نے ان سے پوچھ گچھ نہیں کرنی کیونکہ بڑے بڑے ہاتھ ان کے ساتھ ہیں۔ اور پھر یہ کہ ہمیں اس تحریک پر بحث کرنے کی بھی اجازت نہ دیں۔ جناب سپیکر! یہ بہت بڑی بے انصافی ہو گی۔ آپ خود اندازہ فرمائیں کہ ایسے اشتہاری ملزم صرف اس مسئلے میں ضرورت نہیں تھی بلکہ ویسے ہی اشتہاری ہیں اور ان کو رہا کر دیا جاتا ہے اور پھر ان ہی ملزموں کے ساتھ دو بگٹی قاتلان بھی موجود ہیں جنھوں نے نواب اکبر خان بگٹی کے بیٹے کا قتل کیا ہوا ہے۔ وہ انہی اشتہاری ملزمان کے ساتھ ہیں ۔ اور پھر وزیر قانون یہاں پر اپنی لا علمی کا اظہار کرتے ہیں کہ انھیں اس معاملے میں پتا نہیں ہے ۔ ملتان میں بے گناہ شہریوں کے ساتھ انہی بگٹیوں نے جو حشر کیا تھا جہاں پانچ انسانوں کی جانیں لے لیں اور بازار میں بھون کر رکھ دیا ۔ یہ ساری باتیں ان کے سامنے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تو اب میں اس پر اپنا فیصلہ دینے لگا ہوں ۔

سید ظفر علی شاہ : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی ظفر علی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر ! پیشتر اس کے کہ آپ اس پر کوئی فیصلہ دیں ۔ کیونکہ اب اس وقت اس تحریک التوائے کار کی جو پوزیشن ہے وہ رول 69 کی ہے ۔ رول 69 کے تحت آیا جناب کی نظر میں یہ تحریک التوائے کار in order ہے یا نہیں ہے ۔ Now we are on this stage. اب آپ یہ فرمائیں کہ آیا یہ in order ہے یا in order نہیں ہے ۔ پھر further آگے چلیں گے ۔

ایک فاضل ممبر حزب اختلاف : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی !

ایک فاضل ممبر حزب اختلاف ، جناب سپیکر ! سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے جن سندھی بدمعاشوں اور ڈاکوؤں کا ذکر کیا ہے ۔ میں نے انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ وہ شادمان کالونی

گجرات میں 100 کے قریب تھے ۔انھوں نے وہاں سے نوجوان لڑکیوں کو اغوا کیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں۔ This is no point of order. یہ آپ کی تقریر ہو سکتی ہے لیکن یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔

ایک فاضل ممبر حزب اختلاف ، ہم ان کے لیے ثبوت پیش کر سکتے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں نہیں ۔ یہ بات ایسے نہیں ہے ۔ پھر آپ مجھ سے ناراض بھی ہو جاتے ہیں کہتے ہیں کہ آپ نے ممبران کے بارے میں یہ کہہ دیا۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ سید ظفر علی شاہ صاحب نے بالکل مناسب بات کی ہے کہ اب ہم 69 کی stage پر ہیں ۔ کیونکہ ہاؤس نے تو out of turn لے لی۔ اب out of turn کے بعد میں نے لاء منسٹر سے پوچھا تو لاء منسٹر نے کہا کہ مجھے وقت دیجیے ۔ آپ بضد ہیں کہ نہیں فیصلہ کیجیے تو ہم اس وقت 69 پر ہیں ۔ اب آپ اس پر میری رولنگ چاہتے ہیں کہ اب میں اس پر کیا کرنا چاہتا ہوں ۔ بہرحال اس وقت مسئلہ یہ ہے کہ ۔۔۔۔

خواجہ ریاض محمود ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں یا کوئی شعر سنانا چاہتے ہیں ؟

خواجہ ریاض محمود ، نہیں ۔ میں اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میرے خیال میں وہ نہ کیجیے ۔ کیونکہ وہ طریقہ نہیں ہے ۔ جذبات سب کے ہیں لیکن میرے خیال میں ہم اس ہاؤس کو کسی قاعدے کلیے کے مطابق چلائیں ۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب سپیکر! آپ کی رولنگ دینے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ قائد حزب اختلاف کی زندگی موت کا مسئلہ ہے ۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے ۔ زندگی موت خدا کے اختیار میں ہے لیکن دشمنوں نے دو مرتبہ ان کی جان لینے کی بھرپور کوشش کی ہے ۔ اور اخبارات اس تمام کارروائی کی روداد سے بھرے ہوئے ہیں ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون کس زبان سے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ مجھے وقت دیا جائے ۔ قائد حزب اختلاف جو مستقبل کا وزیر اعلیٰ ہوتا ہے حکومت اس کو قتل کرانے کی کوشش کر رہی ہے اور آپ وقت کی بات کر رہے ہیں ۔ جناب سپیکر! یہ بہت بڑی ستم ظریفی ہے میں آپ سے درخواست کروں گا ۔

وزیر اوقاف ، اپنی اس بات پر قائم رہیے گا۔ کل کو شہباز شریف کو نہ لے آنا۔

خواجہ ریاض محمود ، تو جناب سپیکر! میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ ہر قسم کی سیاسی مفاد پرستی سے بالا تر ہوتے ہوئے آپ اس کا انسانی بنیادوں پر فیصلہ کریں آپ سے میری یہی درخواست ہے اور وزیر قانون سے بھی درخواست کروں گا کہ یہ قائد حزب اختلاف کا مسئلہ ہے اس میں آپ کسی دیر کو خاطر میں نہ لائیں ۔ بلکہ یہاں پر فوری طور پر کمیٹی بنائی جائے جیسے انھوں نے کہا اور یہاں پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہونا چاہیے ۔ ورنہ یہ معاملہ بڑی دور نکل جائے گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ مہربانی ۔ اور دوستوں کی بھی تحاریک التوائے کار ہیں میرے خیال میں اب اس پر فیصلہ ہو جانا چاہیے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں گے ۔ باقی دوستوں نے کر دیا ہے۔ تو چونکہ آج یہ مسئلہ out of turn بھی اسی لیے لیا گیا کہ یہ قائد حزب اختلاف کے متعلق تھا۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میرے خیال میں وزیر قانون بھی اس کی اجازت نہ دیتے اور پھر ہاؤس کی sense بھی نہ آتی۔ ہاؤس نے بھی اسی لیے sense دی کہ یہ تحریک التوائے کار ہے اور out of turn لی جا رہی ہے ۔ چونکہ یہ بجٹ اجلاس ہے اور میں بھی اس میں ایسی بات نہیں کرنا چاہتا جس سے ہاؤس میں تلخی پیدا ہو یا افہام و تفہیم کے راستے بند ہو جائیں ۔ تو میرا جو considered view ہے میں اس میں یہی چاہتا ہوں کہ وزیر قانون نے وقت مانگا ہے ۔ میں اب ہاؤس کی sense لوں گا کہ وہ وقت دینا ہے ہم اس پر اس کو رکھتے ہیں میں ابھی admission کا فیصلہ نہیں کرتا ۔ لیکن جو next working day آئے گا اس میں ہم اس کو خود لیں گے ۔ تو لہٰذا ہاؤس کی sense کیا ہے ؟ ہم اس کو اس دن تک رکھ دیں ؟

سید تابش الوری ، جناب والا! آپ پہلے اس کو admit کریں اس کے بعد ہاؤس کی رائے لیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ۔ میں ابھی اس کو admission میں نہیں لے جا رہا ۔

سید تابش الوری ، آپ اس کو آج admit کریں اور آج ہی اسے discuss کریں ۔ بحث کے لیے آج ہی آخری دو گھنٹے رکھ لیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ میری بھی بات مانیں ۔ میں نے آپ کی بات پہلے مانی۔ میں نے وزیر قانون

کو کہا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی کھوسہ صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! برائے مہربانی آپ اس تحریک التوائے کار کو admit کر لیں پھر ہم بحث نہیں مانگتے ۔ پھر آپ ہاؤس کی کمیٹی بنا دیں وہ تحقیق کرے ۔ اس میں وزیر قانون جتنا چاہیں وقت لے لیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : کمیٹی کا تو مسئلہ ہی نہیں ہے نا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! آپ نے خود فرمایا۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ مجھ سے زیادہ سینئر ہیں آپ جانتے ہیں کہ تحریک التوائے کار میں کمیٹی نہیں بنتی ۔ اگر کمیٹی بنانی ہو تو وہ بات اور رنگ میں ہوتی ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! میں تو آپ کے ریمارکس پر دلیل پیش کر رہا ہوں کہ آپ نے خود فرمایا کہ گو یہ رولز میں نہیں ہے لیکن اگر ہاؤس متفق ہو جائے تو میں کر سکتا ہوں ۔ تو ہاؤس کے سامنے رکھ دیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہاں اگر ہاؤس متفق ہو تو۔

سید ظفر علی شاہ : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر : جی۔

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! آپ کی اجازت سے اور جناب کھوسہ صاحب کی اجازت سے ہماری یہ استدعا ہے کہ اس وقت یہ تحریک 69 پر اڑی ہوئی ہے اور قانونی طور پر بھی آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ اس کو in order قرار دینا ہے یا in order قرار نہیں دینا اب یہ stage ہے ۔ آپ سے ہماری استدعا ہے کہ smooth running کے لیے اور انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے آپ اس تحریک التوائے کار کو in order قرار دیں ۔ in order قرار دینے کے بعد باقی portions چونکہ پھر 69 کے آگے 71,70 کے تحت آتا ہے آپ ان کو بے شک معطل کرا کر جس طرح جناب کھوسہ صاحب کی تجویز ہے یا حکومتی بنچز سے بھی دو معزز ممبران نے یہ کہا ہے کہ کمیٹی بنا دیں ۔ بے شک اس

کمیٹی میں لا منسٹر صاحب ہوں ۔ بے شک وہ اس پر facts and figures منگوا لیں ۔ اس کے بعد put کر دی جائے گی اور پھر اس کے بعد فیصلہ ہو جائے گا ۔ یہ قانونی بات ہے ۔ اس میں کوئی اور ایسی بات نہیں ہے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر ! مجھے محکمے کی طرف سے اسی دوران جواب موصولہوا ہے۔ جس حد تک بھی یہ انفرمیشن ہے میں اب چاہوں گا کیونکہ فاضل اراکین اپوزیشن بضد ہیں کہیں اب جواب دوں۔ مجھے جو انفرمیشن محکمے کی طرف سے ملی ہے میں آپ کی اجازت سے اگر آپ چاہیں تو اس پر جواب دینا چاہوں گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب دوسری بات یہ ہو گئی ہے کہ تحریک التوائے کار کے لیے آدھے گھنٹے کا وقت ختم ہو گیا ہے ۔ (قطع کلامیاں) ۔ اب میں ہاؤس سے یہ جو پوچھتا ہوں کہ اس کے لیے وقت میں توسیع کر دی جائے؛ کیونکہ اس تحریک التوائے کار میں مسئلہ نہایت اہم ہے ۔ آپ اس کے لیے وقت میں مزید توسیع کرتے ہیں ؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب والا! وقت میں توسیع کر دی جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وقت میں توسیع کی جاتی ہے ۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! مختلف اراکین اسمبلی کی طرف سے جو تحریک التوائے کار اشتہاری ملزمان کے بارے میں ہے ۔ اس میں قائد حزب اختلاف چودھری پرویز الٰہی صاحب کا ذکر ہے اور اس میں ذکر یہ کیا گیا ہے کہ گلبرگ سرکل اور فیروز پور روڈ کے علاقے میں مذکورہ ملزمان کو ڈی ایس پی الطاف احمد نے گرفتار کیا ۔ اور اس تحریک التوائے کار میں یہ بات کی گئی ہے، کہ یہ ملزمان سروس انڈسٹریز کے ہیڈ آفس میں گھس گئے اور وہاں پر مذکورہ ڈی ایس پی نے پیچھا کرتے ہوئے انہیں گرفتار کیا۔ اس تحریک التوائے کار میں یہ بھی کہا گیا کہ سی آئی اے گلبرگ جو ہے اس نے ان ملزمان کو بھاری رقم کے ساتھ گرفتار کیا کیونکہ ان سے کوئی بھاری جرم کرایا جانا مقصود تھا۔ انہوں نے اس تحریک التوائے کار میں سروس انڈسٹریز کو مذکورہ ملزمان کا اڈا قرار دیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار زیادہ تر مفروضوں پر مبنی ہے۔ اور اخبار کے اندر اس واقعے کے حوالے سے خبر کے حوالے سے تحریک التوائے کار کا متن بنایا گیا ہے ۔ جناب سپیکر! چودھری پرویز الٰہی صاحب اور چودھری شجاعت صاحب ہمارے لیے انتہائی قابل احترام

ہیں اور پارلیمنٹ کے اندر اور پنجاب اسمبلی کے اندر ن کے مقام اور ان کے احترام سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں تک ان کے ساتھ کسی واقعہ کا تعلق ہے مذکورہ مزمان کے حوالے سے اس روز جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے ' انہوں نے جناب سپیکر! ۹۵-۶-۴ کا ذکر کیا ہے ۔ جناب سپیکر! پہلی بات تو یہ ہے کہ تحریک التوائے کار کا یہ متن درست نہیں ہے ۔ جس واقعہ کا مزمان کا اور ڈی ایس پی الطاف کا ذکر آتا ہے یہ واقعہ تین جون ۱۹۹۵ء کو ہوا اور ۴ جون کو نہیں ہوا لہٰذا تحریک التوائے کار میں جس روز اور واقعہ کا ذکر کیا ہے ۴ جون کو ایسا کوئی واقعہ سرے سے ہوا ہی نہیں ۔ میں اس بات کے لیے یہ بھی دلیل دینا چاہتا ہوں کہ اس تحریک التوائے کار میں واقعات کو جس حوالے سے پیش کیا گیا ہے وہ مفروضوں پر مبنی ہے اور محض ذہن کے اندر ایک سوچ لے کر ' ایک واقعہ create کر کے اسمبلی کے اندر یا باہر سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی گئی ہے ۔ جناب سپیکر! سروس انڈسٹریز کے حوالے سے اور چودھری احمد مختار صاحب جو فیڈرل منسٹر ہیں اور یہ ان کا آفس ہے کاروباری آفس بھی ہے ۔ اس کے حوالے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار جہاں قائد حزب اختلاف کے تحفظ کے بارے میں ہے وہاں پر چودھری احمد مختار صاحب کو واقعہ کے اندر خواہ مخواہ ملوث کرنے کے بارے میں بھی ہے ۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کی عزت بھی ضروری ہے ان کا تحفظ بھی ضروری ہے لیکن چودھری احمد مختار صاحب کو میں بھی گجرات کے اندر سیاسی حوالے سے جانتا ہوں وہ ایک شریف النفس سیاسی ورکر ہیں (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! میں دعویٰ سے یہ بات ضرور کہوں گا کہ چودھری احمد مختار صاحب .....

آوازیں : سبحان اللہ

MR DEPUTY SPEAKER: No cross talk please.

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر! چودھری احمد مختار صاحب یا ان کے خاندان کا کوئی بھی آدمی چودھری پرویز الٰہی خاندان سے سیاسی اختلافات رکھنے کے باوجود ان کی ذات کے ساتھ اس قسم کے واقعہ کے بارے میں جناب سپیکر وہ سوچ بھی نہیں سکتے ۔ مذکورہ واقعہ کے بعد چودھری احمد مختار نے ذاتی طور پر بھی بتائی اور ان کے حوالے سے اخبارات میں بھی سٹیٹمنٹ آئیں اور جناب سپیکر! میرے ساتھ بھی ان کی بات ہوئی اور وہ سیاسی اختلافات کے باوجود چودھری پرویز الٰہی صاحب

کا احترام کرتے ہیں اور ان کے حوالے سے اس قسم کے کسی واقعہ کے ساتھ کسی وقت کسی بھی لحاظ سے جناب سپیکر! نہ وہ ملوث ہو سکتے ہیں اور نہ ہی اس کا سوچ سکتے ہیں ۔ اور یہ ملزمان جن کے پکڑے جانے کا ذکر کیا گیا ہے ان کے بارے میں محبر گ سرکلر لاہور کے تھانہ غالب مارکیٹ میں کسی قسم کی کوئی تحریری اطلاع چودھری پرویز الٰہی کی طرف سے یا چودھری شجاعت صاحب کی طرف سے نہیں دی گئی کہ ان ملزمان کے بارے میں کوئی شک موجود ہے ۔ جناب سپیکر! یہ ملزمان ان کے گھر کے باہر بھی چکر نہیں لگا رہے تھے ۔ حکومت نے چودھری پرویز الٰہی کے خلاف اس قسم کی کسی کارروائی کی نہ تو حکومت حمایت کر سکتی ہے اور نہ کرے گی ۔ ان ملزمان کو حراست میں بھی ایک سرکاری کار میں لیا لیکن ان کے پاس لائسنسی اسلحہ ہونے کی وجہ سے ' جو کہ ان کی گاڑی کے اندر تھا اور 11(بی) کا جرم بھی نہیں بنتا تھا ۔ کیونکہ اسلحے کی نمائش نہیں ہو رہی تھی ۔ ان افراد کو اگر مذکورہ آفیسرز نے پکڑا ان کا گاڑی کے اندر لائسنسی اسلحہ دیکھ کر چھوڑ دیا ۔ یہ واقعہ فیروز پور روڈ سے کینال بنک اور سروس انڈسٹریز کی طرف رونما ہوا اس واقعہ کے بارے میں تحریک کے متن میں بھی نشاندہی کی گئی ہے اور یہاں پر قطعی طور پر نہ تو چودھری پرویز الٰہی پر کوئی حملہ ہوا ہے اور نہ ہی ان کے گھر کے اندر کوئی ملزم گھسے ہیں اور نہ ہی ان کے کسی سفر کے دوران یا ان کے کسی قریبی کے فرد کو گاڑیوں میں گزرتے ہوئے یا ان کے باڈی گارڈ یا ان کے ملازمین کو گزرتے ہوئے کہیں مذکورہ افسران نے نہ روکا ہے اور نہ اور کچھ کیا ہے ۔ اب لاہور کے اندر چار یا چھ افراد کا پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہونا اور بعد میں بے گناہ ہونے پر انہیں چھوڑ دیا جانا اور انہیں اس بات سے منسوب کر لیا جائے کہ یہ افراد جو لاہور میں پکڑے گئے ہیں یہ قائد حزب اختلاف کے اوپر کوئی واقعہ کرنے والے تھے یا واردات کرنے والے تھے جناب سپیکر یہ بات بالکل مفروضے پر مبنی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ افراد جن کے بارے میں یہ ذکر کیا گیا ہے یا مذکورہ واقعہ جو چودھری پرویز الٰہی صاحب کی ذات کے حوالے سے ' ان کے تحفظ کو نقصان پہنچانے کے حوالے سے کہیں بھی relate نہیں کرتا۔ اس لیے یہ تحریک التوائے کار محض مفروضے پر مبنی ہے۔ یہ رولز 67 کے تحت بھی قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار قطعی طور پر admissible نہیں ہے اور یہ رول آؤٹ کی جانی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ابھی محکمے کی طرف سے کچھ رپورٹ ان کو بھیجی گئی ہے۔ اس مختصر وقت میں وہ سارا کچھ مکمل کرکے ان کو پہنچا دیا گیا ہے۔ جو پچھلے کئی دنوں سے ان کو نہیں مل سکی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کھوسہ صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا۔ یہ منسٹر کا استحقاق ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، دیکھئے میں آرہا ہوں پوائنٹ آف آرڈر کی طرف۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، وہ یہ فرماتے ہیں کہ وہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کے خلاف کوئی بدنیتی نہیں رکھتے تھے۔ وہ شہر لاہور میں اگر پھر رہے تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ چودھری صاحب پر حملہ کرنے والے تھے۔ جناب سپیکر! کیا میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ ان کو ان کے محکمے نے یہ بتایا ہے کہ وہ اشتہاری ملزم ہیں یا نہیں؟ کیا ان کو یہ علم ہے کہ ان کی گاڑی میں سے اسلحہ اور گولیاں برآمد ہوئی ہیں کہ نہیں؟ اور اس میں کچھ ناجائز اور بغیر لائسنس کے اسلحہ تھا۔ پھر یہ کہنا کہ ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کھوسہ صاحب تشریف رکھیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! اس مسئلے کی اہمیت کو سمجھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بات سنیں وزیر اپنی ایک بات کرتا ہے تقریر کرتا ہے اس پر آپ اسے بذریعہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں پوچھ سکتے کہ یہ بتائیں یہ کیا ہے یہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ I rule it out ۔ اب میں اس پر اپنا decision دیتا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ No point of order ۔ میں اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ میں سمجھ رہا ہوں۔ دیکھیں کہ آدھے گھنٹے سے زیادہ ہوگیا ہے۔ انور سعید صاحب۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر raise کیجئے۔ میں اس کا فیصلہ اسی language میں جلدی کروں گا۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر raise کیجئے۔

شیخ محمد انور سعید، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر قانون نے

جس انداز میں اپنا یہ تمام واقعہ بیان کرکے اس تحریک کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر انفرمیشن نہیں لے سکتے۔ جی میاں معراج دین صاحب۔ یہ تو ایک ہزار باتیں ہیں جو آپ یہاں پوچھنی چاہیں گے۔

میاں معراج دین، جناب والا! شیخ انور سعید صاحب نے یہ سوال کردیا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ بے شک ان کے پاس پہلے کوئی رپورٹ نہیں تھی۔ ان کی ٹیلی فون پر احمد مختار سے بھی بات ہو گئی ہے، سب کچھ ہو گیا ہے۔ لیکن الطاف حسین کو suspend کیا ہے وہ کس وجہ سے کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ This is no point of order. ۔ یہ تو آپ ضمنی سوال کی طرح یہاں پر بات کر رہے ہیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ میں نے دونوں اطراف کے فاضل اراکین کی تقاریر سنی ہیں۔ ظفر علی شاہ صاحب نے بھی اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ وزیر قانون نے بھی اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ اور میں ظفر علی شاہ صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا 67 H ہے کہ The Motion must not deal with a hypothetical case. یہ بالکل hypothetical case ہے اور day to day ایڈمنسٹریشن کے متعلق یہ جو matter ہے اس کی grievances کی remedy under the normal law موجود ہے۔ اس لیے میں اس کو rule out کرتا ہوں۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن احتجاجاً اپنے بنچوں پر کھڑی ہو گئی)

سید تابش الوری، یہ ایوان مقتل بنا ہوا ہے۔ قائد حزب اختلاف کی جان کو خطرہ ہے۔ لوگ آتشیں اسلحہ اٹھائے ہوئے گلبرگ میں پھر رہے ہیں۔ اور انہیں گرفتار کرکے چھوڑا جارہا ہے۔ وزیر قانون پورے پنجاب کو مقتل بنانا چاہتے ہیں۔ ہم اس صورت حال کو برداشت نہیں کرسکتے اور ہم بتانا چاہتے ہیں کہ اگر حکومت نے یہ رویہ اختیار کیا اور ارکان حزب اختلاف کی جائز تحاریک التوائے کار کو اور ان کے آئین کے تحت تحفظ کے حقوق کو نظر انداز کیا تو ہم کسی صورت میں بھی آئین کے تحت اسمبلی کے اندر اور اسمبلی کے باہر ایسا احتجاج کریں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وصی ظفر پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! میں نے یہ متعدد بار دیکھا ہے کہ جناب فاضل مقرر کو اجازت نہیں دیتے اور ان کا مائیک آن کردیا جاتا ہے۔ یہ مائیک کس طرح آن ہوتا ہے۔ یہ تیسری چوتھی دفعہ ہے آپ نے کوئی اجازت نہیں دی اور ادھر مائیک آن ہے اور یہ بے شمار دفعہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ بلکہ ہر دفعہ آپ نے اجازت نہیں دی ہوتی۔ جناب یہ میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے نوٹ فرمائیں۔(شور۔۔۔۔۔۔۔)

جناب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیں۔ I call the House to order. تشریف رکھیے۔ تاکہ ہاؤس کی اگلی کارروائی پر چلا جائے۔ I call the House to order. اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب ہم ایجنڈے پر آتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی سید ظفر علی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! میں آپ کی اجازت سے دو تین باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن اپنے بنچوں پر کھڑی تھی)

جناب ڈپٹی سپیکر، باقی دوست بیٹھ جائیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب یہ ان کی مرضی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اجازت نہیں دوں گا۔ یا تو وہ اپنی سیٹوں پر بیٹھیں۔ نہیں ہاؤس کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ آپ چاہیں کہ بات کریں۔ باقی دوست پھر تشریف رکھیں۔ کھوسہ صاحب میں نے فلور ان کو دے دیا ہے۔ میں نے فلور ظفر علی شاہ صاحب کو دے دیا ہے۔ جی ظفر علی شاہ صاحب۔ I call the House to order۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں آپ کی اجازت سے اور ریکارڈ کو درست کرنے کے لیے۔ میں پھر جناب کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ شروع میں حزب اختلاف کے بنچوں نے یہ بات کہی تھی اور بڑی استدعا کرکے کہی تھی کہ اس معاملے کو سنجیدگی سے لیں۔ یہ آپ نے اس کو hypothetical بات کرکے اس کو فوراً ٹال دیا۔ یہ آپ کی discretion ہے۔ لیکن جناب سپیکر! اس پر جتنی حزب اختلاف سنجیدہ ہے۔ کل آپ نے دیکھا کہ سندھ اسمبلی کے باہر explosion ہوا۔ کیا آپ پنجاب کے صوبے کو بھی اس طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ ابھی لاء منسٹر نے فرمایا ہے کہ یہ

specific مسئلہ نہیں ہے۔ جناب سپیکر کیا کوئی تحریک التوائے کار admit کرنے کے لیے یا in order کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ حزب اختلاف کے کسی رکن کو گولی لگنی ضروری ہے۔ کیا آپ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ کونسا دن ہو گا جس دن خدانخواستہ کسی کو گولی لگے گی۔ جناب والا! میں بات کو ختم کر رہا ہوں۔ ریکارڈ کو درست کرنے کے لیے ہم نے یہ کہا تھا کہ ہاؤس کی smooth running کے لیے بجٹ سیشن کی smooth running کے لیے ہم نے یہ استدعا کی تھی کہ اس تحریک التوائے کار کو in order قرار دیا جائے اور یہ بھی کہا تھا کہ کمیٹی بنا دی جائے۔ لا منسٹر کی سربراہی میں کمیٹی بنا دی جائے۔ وہ بات بھی نہیں کی گئی۔ ہم اس غیر جمہوری رویے کے تحت آج کے اس اجلاس کا بائیکاٹ کرتے ہیں اور کل کے بارے میں ہم کل سوچیں گے کہ ہم بجٹ اجلاس کو کیسے meet کریں گے۔

(اس مرحلہ پر اپوزیشن بائیکاٹ کرکے ایوان سے باہر چلی گئی)

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order

ایجنڈے پر چلنے سے پہلے میں فاضل اراکین حزب اختلاف سے جو واک آؤٹ کر گئے ہیں یہ گزارش کرتا ہوں کہ دیکھیں، ان کے ساتھ ہم نے ایک ایسا سلوک کیا کہ out of turn مسئلہ لیا۔ وزیر قانون نے اس پر بات کی۔ آٹھ دس فاضل اراکین نے اُس طرف سے اپنا نقطۂ نظر بیان کیا۔ جب وہ بضد ہوئے کہ آپ فیصلہ دیں۔ دیکھیں، قانون سب کے لیے برابر ہے۔ قانون میں کوئی شخص بالا نہیں ہو سکتا۔ قائد حزب اختلاف کا ہمیں نہایت احترام ہے۔ لیکن قانون کی نظر میں سب برابر ہوتے ہیں، ایک عام کارکن بھی اور قائد حزب اختلاف بھی اور قائد ایوان بھی۔ دیکھنا یہ تھا کہ تحریک التوائے کار بنتی ہے یا نہیں۔ اس کی سنگینی ہو سکتی ہے۔ سب باتیں ہیں۔ لیکن یہاں کوئی specific بات نہیں تھی۔ کوئی ان پہ ایسی بات نہیں تھی کہ ان پر یہ الزام آیا ہو، وہ گھر کے قریب گئے ہوں، کوئی انھوں نے ایسی بات کی ہو۔ یہ ایسے ہی presumption تھی۔ hypothetical بات تھی۔ مفروضے پہ مبنی بات تھی۔ تو جب میں نے قانون کے مطابق فیصلہ کرنا تھا تو میں نے دیانت داری کے ساتھ فیصلہ کیا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

ہاں، میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ہم اس ہاؤس کو افہام و تفہیم سے چلائیں۔ یہ سب سے بڑا ہمارا ایک ادارہ ہے اور ہم چاہتے ہیں۔ لیکن جب کوئی بات نظر نہ آئے، جب قانون کے مطابق فیصلے کرنے کا

سپیکر کو اختیار ہے تو جب وہ قانون کے مطابق فیصلہ کرتا ہے تو پھر وہ ان چیزوں سے بالا تر ہو کر کرتا ہے۔ لہٰذا میں نے اپنا ایک فیصلہ کیا ہے۔ یہ تحریک التوائے کار بہر حال قطعاً نہیں بنتی تھی۔ اب آگے ایجنڈا ہے' پرائیویٹ ممبرز ڈے ــــ

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' چشتی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: جناب' ایک تو وقفۂ نماز کے لیے عرض کروں گا۔ اور دوسری یہ ہے۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں ہمارے ہاؤس میں یہ ایک روایت ہے کہ جب اپوزیشن والے دوست کسی بات پر ناراض ہو جائیں تو انھیں منانا بھی ایک لازمی حصہ ہے۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: میری عرض یہی ہے کہ ان کو منایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تو میں گزارش کروں گا' ہمارے دوست ہیں' مہربان ہیں' ہمارے وزیر اوقاف شاہ نواز چیمہ' اور افضل سندھو صاحب' اور عارف نکئی صاحب بھی تینوں بھائی جائیں اور اپوزیشن کی خدمت میں گزارش کریں ۔ کوئی دوست جا کر پتا کرے کہ جو وزراء کرام گئے ہیں وہ کیا صورت حال بتاتے ہیں کیونکہ پھر نماز کا وقت آرہا ہے ۔ اگر ہم نے نماز کا وقفہ کیا تو پھر آنا پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں اگر وہ نہیں آتے تو پھر ہمیں ابھی ہاؤس کل کے لیے adjourn کردینا چاہیے کیونکہ ایک ہی قرارداد ہے۔ (قطع کلامیاں) کوئی ایک فاضل رکن جا کر پتا کرے ۔ (وقفہ) مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ ابھی گفتگو جاری ہے۔ کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا ۔(قطع کلامیاں) تو میں سوا سات بجے تک انتظار کرتا ہوں ۔ اگر کوئی صورت حال پیدا نہ ہوئی ' اگر دوست تشریف لے آئے پھر ہم نماز کا وقفہ کریں گے ۔ اگر نہ آئے تو پھر میں ہاؤس کو adjourn کروں گا۔ تو اب پانچ منٹ انتظار کرتے ہیں ۔ (قطع کلامیاں)

اب ہم غیرسرکاری ارکان کی کارروائی شروع کرتے ہیں ۔ اس میں ایک قرارداد جناب ایس اے حمید کی طرف سے ہے ۔ وہ اسے پیش کریں ۔ جناب ایس اے حمید صاحب ! وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں ۔ آج کے ایجنڈا پر کوئی اور کارروائی نہیں ہے اس لیے اجلاس کی کارروائی ختم کی جاتی ہے ۔ اور اب میں کل گیارہ بجے دن تک کے لیے اس ہاؤس کو adjourn کرتا ہوں ۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی کل دن کے گیارہ بجے تک کے لیے ملتوی ہو گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

جمعرات 15- جون 1995ء

(پنج شنبہ' 15-محرم الحرام' 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں گیارہ بج کر سات منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر محمد حنیف رامے منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ
لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا
عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ
مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ
يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

سورہ الفرقان آیات 64 تا 67

اور وہ راتیں کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں اور وہ جو عرض کرتے ہیں

اے ہمارے رب ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب۔ بے شک اس کا عذاب گلے کا غل (پھندا)

ہے۔ بے شک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد

سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔

وما علینا الا البلاغ ○

جناب سپیکر: اب وزیر خزانہ میزانیہ بابت سال ۹۶-۱۹۹۵ء پیش کریں گے۔

پوائنٹ آف آرڈر

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: فرمایئے۔

قومی اخبارات میں بجٹ کے اعدادوشمار کی قبل از وقت تشہیر

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج کے اس اجلاس کی کارروائی بالکل meaningless اور بے مقصد ہو چکی ہے' کیونکہ بجٹ کی تفصیل قومی اخباروں میں آ چکی ہے۔ اور ایک اخبار کی فوٹو کاپی میرے پاس ہے جس میں تفصیل بھی دے دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: میں نے اسے دیکھا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر آپ سن لیں۔

جناب سپیکر: میں نے پوائنٹ آف آرڈر آپ کا سمجھا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: میرا پوائنٹ آف آرڈر ابھی شروع ہوا ہے۔

جناب سپیکر: آپ پوائنٹ آف آرڈر state کر سکتے ہیں' اس پر تقریر نہیں کر سکتے۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر میرے پاس ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: میں تقریر نہیں کروں گا۔ میں اپنا پوائنٹ آف آرڈر ضرور آپ کو سناؤں گا۔

جناب سپیکر: بتایئے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: اس کے علاوہ مرکزی بجٹ جب کل پیش کیا گیا تو آل پاکستان کلرکس ایسوسی ایشن نے مہنگائی کے خلاف پر امن احتجاج کیا۔ یہ ایک مہذب اور جمہوری ملک کی عین روایت ہے کہ اس قسم کے پر امن جلوس' احتجاجی جلوس نکالے جا سکتے ہیں۔ ان پر جو پولیس تشدد کیا گیا کتنوں کے سر پھوڑے گئے۔

جناب سپیکر: نہیں' اس کا آپ کے پوائنٹ آف آرڈر سے کوئی تعلق نہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جی میں آ رہا ہوں۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر آ رہا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ پوائنٹ آف آرڈر state کیجیے' اس پہ تقریر نہ کیجیے اور irrelevant بات بھی نہیں ہو گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: کل یہاں اسی ہاؤس میں ایک اہم ترین مسئلہ پیش کیا گیا۔

MR SPEAKER: Please, I call the House to order.

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: اس پہ ہاؤس میں اتفاق پایا گیا کہ اس قرارداد کو out of turn لے لیا جائے اور وہ قرارداد تھی قائد حزب اختلاف کے۔

جناب سپیکر، آپ ایک پوائنٹ آف آرڈر پر کتنے پوائنٹ آف آرڈر raise کریں گے۔ یہ تیسرا پوائنٹ ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: پوائنٹ آف آرڈر ایک ہی ہے۔ یہ سارا اس کا مواد ہے۔

جناب سپیکر، ایسے نہیں ہو سکتا۔ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے کہ بجٹ کی کارروائی اخباروں میں آ گئی ہے۔ یہ ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ اس کا میں جواب آپ کو دے رہا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: دوسرا پوائنٹ آف آرڈر اسی کا حصہ ہے۔

جناب سپیکر، دوسرا نہیں ہو سکتا۔ دیکھیں' ایک پوائنٹ آف آرڈر میں دوسرا پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میرا پوائنٹ آف آرڈر سن لیجیے گا۔ اس کے بعد آپ اپنی رولنگ دیں گے۔

جناب سپیکر، آپ ایک پوائنٹ آف آرڈر تو بیان ہی نہیں کر رہے۔ آپ کئی پوائنٹس آف آرڈر بیان کرتے چلے جا رہے ہیں۔

قائم مقام قائد حزب اختلاف کی گرفتاری سے متعلق
تحریک التوائے کار پر غیر تسلی بخش کارروائی

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، آپ براہ مہربانی سن لیں۔ کل میں نے جب تحریک التوائے کار پر

جناب سپیکر کی اجازت سے بات کی تھی تو میں نے کہا تھا' میں on record ہوں' کہ براہ مہربانی اس تحریک کو نہایت اہمیت دی جائے کہ قائد حزب اختلاف پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے اور اگر اسے مذاق بنا دیا گیا' جو کہ وزیر قانون نے اپنی جوابی تقریر میں کہا کہ یہ مفروضے پہ پیش کی گئی ہے۔ تو ہم بجٹ کی کارروائی میں بیٹھنے کے بارے میں سوچیں گے۔ اگر ہمیں مجبور کر دیا گیا تو آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ کل وزراء کی ٹیم نے آ کے بات کی' ہم نے ان کو اپنا موقف بتایا اور انھوں نے ہمارا موقف تسلیم کیا کہ آپ کی بات بالکل بجا ہے اور ہم اپنی حکومت اور اپنی پارٹی سے بات کرتے ہیں۔ ہم نے اب تک یہاں آنے سے پہلے ان کے جواب کا انتظار کیا۔ اور انھوں نے ہم سے یہ اتفاق کیا تھا کہ ایک کمیٹی بنا دی جائے جس میں حکومتی پارٹی کے اور اپوزیشن پارٹی کے ارکان ہوں اور اس معاملے کی تحقیق کی جائے۔ لیکن اس پہ کوئی پیش رفت نہیں کی گئی۔

(شیم' شیم)

اور ہم اس احتجاج سے اس ہاؤس سے واک آؤٹ کرتے ہیں۔

(شیم' شیم)

(اس مرحلے پر فاضل اراکین حزب اختلاف ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب سپیکر، اب میں وزیر خزانہ کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میزانیہ بابت سال ۹۶۔۱۹۹۵ء پر تقریر کریں۔

وزیر قانون (چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر! آج چونکہ بجٹ پیش ہونا ہے ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن نے واک آؤٹ کا اعلان کیا ہے' میں آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ دو حکومتی بنچوں سے اور دو وزراء کو بھیج دیا جائے تاکہ وہ ان سے بات کریں اور اپوزیشن کو منا کر واپس ایوان میں لے آئیں۔

جناب سپیکر، میں محترم اکرام ربانی صاحب اور جناب عارف نکئی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہاؤس کی جانب سے تشریف لے جائیں اور دوستوں کو منا کر واپس لائیں۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر!

جناب سپیکر، جی' جناب قائد ایوان۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! میں آپ کے اس اقدام پہ کہ آپ نے دو معزز اراکین کو بھیجا ہے کہ ہمارے معزز اراکین اسمبلی جن کا اپوزیشن سے تعلق ہے ان کو منا کر اس ایوان میں لائیں۔ یہ ایک تاریخی موقع

ہے جس پر یہ بجٹ پیش کیا جا رہا ہے۔ اور پنجاب کے عوام کے لیے' پنجاب کے پسے ہوئے طبقوں کی بہتری اور بھلائی کے لیے پنجاب کی حکومت نے بڑی محنت سے یہ بجٹ تیار کیا ہے۔ بڑی منصوبہ بندی سے تیار کیا ہے۔ اور ہمارے وزیر خزانہ یہ بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ تو ان کو یہاں بیٹھنا چاہیے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ محترم قائد حزب اختلاف کی ذات پہ کوئی حملے کی بات جو انھوں نے کی ہے تو میں یہاں اس ایوان میں موجود ہوں۔ میں جناب سپیکر! آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ معزز اراکین حزب اختلاف واپس تشریف لے آئیں۔ میں یہاں on the floor of the House قائد حزب اختلاف پہ حملے کے بارے میں statement دوں گا اور میں ان کو یقین دلاؤں گا کہ جو بھی اس قسم کی کوئی' کسی طرف سے بھی' کوئی کارروائی ہو سکتی ہے یا اس کا امکان ہو سکتا ہے تو حکومت پنجاب قائد حزب اختلاف کا احترام کرتی ہے' ان کو عزت دیتی ہے اور ان کی حفاظت کا مکمل بندوبست کرنے کے لیے تیار ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اور اگر وہ تشریف لے آئیں تو میں ان کی موجودگی میں بھی یہ بات کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: بجا ہے۔یہاں حزب اختلاف کی طرف سے ایک پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا گیا۔ میں نے اس وقت بھی یہ کہا کہ ایک پوائنٹ آف آرڈر اول تو ایک خاص سلسلے میں ہوتا ہے اور جو کارروائی ہاؤس میں ہو رہی ہوتی ہے اسی کے حوالے سے ہوتا ہے۔ آج جب بجٹ پیش ہونا ہے تو قواعد و ضوابط کے مطابق رول نمبر ۱۰۹ واضح کرتا ہے کہ جس دن بجٹ پیش ہو اس دن اور کوئی کارروائی نہیں ہوتی۔ اور پوائنٹ آف آرڈر بھی اگر آنے کا تو اس کا تعلق بھی اس دن کی کارروائی کے حوالے سے' صرف بجٹ سے تعلق رکھنا چاہیے۔ جو بات انھوں نے بجٹ کے حوالے سے کی تھی وہ پچھلے سال بھی زیر بحث آئی تھی کہ بجٹ اخباروں میں آ جاتا ہے۔ اخبارات اپنے طور پر تحقیقات کرتے رہتے ہیں اور کوئی نہ کوئی خبر دیتے رہتے ہیں کہ کس طرح کا بجٹ آتا ہے۔ جس اخبار کی طرف اور جس کارروائی کی طرف معزز رکن نے اشارہ کیا ہے وہ روزنامہ "پاکستان" میں شائع شدہ ایک خبر سے تعلق رکھتا ہے ۔ میں نے بھی صبح اس کا نوٹس لیا اور اس پر تحقیقات کی ۔ یہ جو کچھ بھی یہاں چھپا ہے جس کی نقل اس وقت میرے پاس بھی ہے ۔ یہ ان documents کا حصہ ہے جو کل مرکز میں یا وفاق میں پیش ہونے والے بجٹ کے کاغذات سے تعلق رکھتا ہے ۔ کل چار بجے کے بعد جب وہاں بجٹ پیش ہو گیا تو جو بجٹ کاغذات '

papers اس وقت release ہوگئے اس کے بعد وہ classified information کی ذیل میں نہیں آتے ۔وہ public property ہوگئے۔ اور انہی میں سے ایک چیز انھوں نے بالکل اس کی نقل ' یہ پنجاب کے بجٹ کی نقل نہیں ہے ۔ بلکہ جو بجٹ کل مرکز میں پیش ہو گیا اس میں جو صوبوں کے متعلق بات چیت ہے یا گفتگو ہے یا معاملات ہیں ان میں سے پنجاب سے تعلق رکھنے والے کچھ معاملات کا ایک خاکہ انھوں نے یہاں دے دیا ۔ جو ان papers سے تعلق رکھتا ہے جو کل مرکز کی جانب سے publish کر دی گئیں۔ اس لیے یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے یہ کہا جا سکے کہ پنجاب کا بجٹ بےمعنی ہوگیا ہے ۔ اور اب اس کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے ' اس لیے کہ وہ اخبارات میں آگیا ہے ۔ اول تو آپ کو پتا ہے کہ یہ پلندے جو آپ کے سامنے پڑے ہوئے ہیں کجا یہ اور کجا یہ ایک دو کالمی خبر کے بعد یہ کہہ دیا جائے کہ یہ بجٹ آؤٹ ہو گیا ہے ۔ یہ خبر پنجاب کے بجٹ سے تعلق ضرور رکھتی ہے ۔ لیکن صرف ان معلومات پر based ہے جو معلومات کل وفاق کے بجٹ میں publish کر دی گئیں ۔ اس لیے ان میں کوئی ایسی بات نہیں جو secret ہو اور جو چھپ گئی ہو ۔جہاں تک ان کے باقی پوائنٹس آف آرڈر کا تعلق ہے ' ایک تو یہ ہے کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھا سکتا ہے ۔ دوسرے پوائنٹس آف آرڈر جو ہیں ان کا تعلق بجٹ سے تھا ہی نہیں ۔ لیکن اس کے باوجود جب میں نے ان سے کہا تو انھوں نے کہا میری بات سن لیجیے اور اس کے بعد اپنی رولنگ دے دیجیے ۔لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ سپیکر کی بات سنے بغیر ' اس کی رولنگ سنے بغیر انھوں نے پہلے سے فیصلہ کرلیا کہ وہ walk-out کر گئے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ وہ walk-out کا فیصلہ پہلے کرکے آئے تھے ۔ انھوں نے ہر حال میں walk-out کرنا تھا ۔ انھوں نے میری بات بھی نہیں سنی ۔ اس کے باوجود میں نے مناسب سمجھا ہے اور ہاؤس کی کارروائی کو اس لیے روکا ہے اور وقفہ کیا ہے کہ بےحد ضروری بات ہے کہ اپوزیشن بھی یہاں موجود ہو ۔ اور جیسا کہ محترم قائد ایوان نے بھی کہا ہے کہ بجٹ ایک پورے صوبے سے تعلق رکھنے والی ایک اہم کارروائی ہے ۔ اور بہت اچھی بات ہوگی کہ اپوزیشن بھی یہاں تشریف لائے اور جیسا کہ مرکز میں ہوا ہے کہ وہاں اپوزیشن بجٹ میں نہیں بیٹھی ۔ ضروری نہیں کہ اس روایت ہی کو یہاں بھی اپنایا جائے ۔ بلکہ یہاں بہتر روایات قائم کی جا سکتی ہیں ۔ اور میں توقع کرتا ہوں کہ جو صاحبان تشریف لے گئے ہیں اور میں اس بات کی بھی داد دیتا ہوں حالانکہ میں نے انھیں کہا تھا کہ تقریر کریں ۔ لیکن جیسا کہ قائد ایوان نے اور ہاؤس میں آپ لوگوں نے یہ چاہا کہ اپوزیشن کو بلایا جائے ۔تو خود وزیر خزانہ بھی انھیں منانے کے لیے

گئے ہیں ۔ تو امید ہے کہ ہمارے تینوں دوست جو اس کام کے لیے تشریف لے گئے ہیں وہ کامیابی سے ہمکنار ہوں گے ۔ اور تھوڑی دیر میں اپوزیشن ہاؤس میں آ جائے گی ۔

اسمبلی کی دربانوں کی یونیفارم میں پگڑی کی بحالی

محمد ظہیر الدین خان (پارلیمانی سیکرٹری جنگلات)، یہاں پر ایک دن میں تو موجود نہیں تھا ۔ اتفاق سے میں تھوڑی دیر کے لیے کیفے ٹیریا میں گیا تھا۔ تو یہاں پر ایک حکم پاس ہوا۔ جس کے ذریعے ہمارے نائب قاصدین جو اس اسمبلی کے تھے۔ ان کے سروں پر سے پگ اتار دی گئی۔ میرا گزارش کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ پگ عزت کی نشانی ہے۔ کسی کو لینے سے منع نہیں کیا گیا اور اس حکم سے "ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز" اس کی نفی ہوتی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ جنہوں نے پہنی ہوئی ہے ان کو اتارنے کے لیے کوئی حکم نہیں ہونا چاہئے۔ اور اس میں یہ تخصیص شائع کر دیجیے کہ یہ ایک یونیفارم کے تحت نہ ہو لیکن جو جس طرح کی پگ پہننا چاہے اس کو اجازت دے دی جائے چیرا کسی کے سر سے اس کی عزت اتارنا مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر، میں محترم ظہیر صاحب کی بات سے آپ دوستوں کی توجہ بھی مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس مسئلے پر یہ پگڑی کے مسئلے پر میری موجودگی میں بھی پہلی مرتبہ بات ہوئی تھی۔ میں نے اس وقت یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ بے شک پگڑی عزت کی نشانی ہے۔ لیکن کیا عزت صرف بڑے لوگوں کے لیے ہے ' کیا ہم نے غریبوں کو عزت نہیں دینی' کیا غریبوں کے سر سے پگڑی اتارنی ہے۔ اور صرف بڑوں کے سر پر بندھانی ہے۔ میں نے اس دن resist کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا۔ لیکن میرے محترم دوست اور بھائی عبدالرشید بھٹی صاحب نے میری عدم موجودگی میں یہ بات پیش کی ۔ اور میرے محترم دوست اور رفیق کار جناب منظور موہل صاحب نے اس پر فیصلہ فرما دیا۔ میری اب بھی آپ کو گزارش ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس بات سے پگڑی کی تذلیل ہوتی ہے کہ کوئی غریب آدمی یا کوئی peon اس کو پہن لے تو کیا اب آپ دیہاتوں میں جا کر غریبوں کی 'لوہاروں ' ترکھانوں ' موچیوں اور تیلیوں کی اور جن کو آپ اس طرح سے یاد کرتے ہیں کہ کمیوں کی ' کیا آپ ان کی بھی پگڑیاں اتروادیں گے؟ کہ بھئی ان کے پگڑی پہننے سے پگڑی کی تذلیل ہوتی ہے۔ اور بڑے لوگوں کی ' ایم پی اے صاحبان کی ' زمینداروں کی اور بڑے بڑے جو افسر ہیں ان کے پہننے سے عزت ہوتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس فیصلے سے یقیناً ہم نے خود عدم مساوات کا ایک اظہار کیا ہے اور دو طبقات پیدا

کر دیے ہیں ۔ پگڑی پہننے والے اور پگڑی نہ پہننے والے۔ پہلے صرف سنا تھا کہ گجرات میں پگاں والے ہوتے ہیں ' بڑی خوشی کی بات ہے کہ اب ماشاء اللہ پورے پنجاب میں پگاں والے ہوگئے۔ لیکن اللہ کرے یہ پگڑی جو عزت کی نشانی ہے انہیں بھی جنہیں معاشرے نے عزت نہیں دی یا جن کی عزت کو اونچا کرنے کے لیے آپ لوگ دراصل منتخب ہوکر آئے ہیں۔ ان کے سر سے بھی پگڑی مت اتاریے۔ ان کے سر پر بھی پگڑی بندھایے۔ اور اپنے سر پر بھی پگڑی پہنیے۔ اور پورے پنجاب کے تمام عوام کے لیے یکساں ایک ہی اصول رکھیے۔

چودھری عبدالرشید بھٹی، (کھڑے ہوئے)

جناب سپیکر، جی۔

چودھری عبدالرشید بھٹی، جناب والا! مجھے اتنے بڑے پنجاب کے دانشور کی یہ باتیں سن کر تکلیف ہو رہی ہے۔

میاں منظور احمد موہل، مسئلہ یہ ہے کہ یہاں پر ایک بات زیر بحث آ گئی ہے۔ جو میرے بارے میں بھی ہے کہ میں نے اس کرسی پر بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا۔(مداخلتیں۔۔۔) اب ذرا سنجیدہ ہوجائیے میں ایک بڑی اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ایک چیز نے فیصلہ دیا۔ اس کو پھر یہاں پر اٹھایا گیا۔ مقصد یہ تھا جناب۔ ہم اس پگ کو پنجاب کی عزت اور وقار کی نشانی سمجھتے ہیں۔ مقصد جو زیر بحث تھا جو میرے بھائی عبدالرشید بھٹی صاحب نے یہاں پوائنٹ آؤٹ کیا تھا وہ یہ تھا۔ کہ یہ پگ انگریز نے بندھوائی ہے۔ پگ کی ہمیں عزت ہے لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ انگریز نے اس کی تذلیل کرنے کے لیے اس طبقہ کے سر پر بندھائی ہے جو کہ نائب قاصد کی طرح درجہ چہارم کا اور اس طرح کا ہے۔ اس نے ڈپٹی کمشنر یا ایس پی کے سر پر نہیں بندھائی کیونکہ یہ پگ ایک وقار اور عزت کی علامت تھی۔ اس کو تو ان کے سر پر بندھانی چاہیئے تھی۔ (نعرہ ہائے تحسین۔۔۔۔۔۔) لیکن بات ہوئی تھی کہ اس پگ کی تذلیل کرنے کا اس کے پیچھے ان کا ایک مقصد تھا ' ایک intention تھی ۔ اس میرے بھائی نے یہاں پوائنٹ آؤٹ کیا ۔ میں نے دیانت داری سے فیصلہ کیا۔ کہ انگریز کی اس روایت کو ' اس کے اس فیصلہ کو ' اس کی اس سازش کو ہم پنجاب اسمبلی میں سے ختم کرتے ہیں ۔ اس لیے میں نے یہ فیصلہ دیا تھا۔ میرے ذہن میں قطعاً یہ بات نہیں تھی کہ میں اس پگ کو غریب آدمی کے سر پر دیکھنا نہیں چاہتا اور بڑے آدمی کے سر پر دیکھنا چاہتا ہوں یہ قطعاً میری تمنا اور مقصد نہیں تھا۔ میرا مقصد یہ تھا کہ انگریز نے جو یہ فیصلہ

کیا تھا ہم اس کی نفی کرتے ہیں۔ یہ جناب والا میری بات تھی۔

جناب محمد ظہیر الدین خان:۔ جو انہوں نے فرمایا ہے اس پر میں گزارش کرنی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:۔ میرا خیال ہے کہ پہلے بھٹی صاحب کو موقع دینا چاہیے۔

جناب محمد ظہیر الدین خان: اس کے بعد آپ مجھے باری دیں گے؟

جناب سپیکر: اس کے بعد گھمن صاحب اور اس کے بعد آپ۔

جناب عبدالرشید بھٹی: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ جس طرح موہل صاحب نے فرمایا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ ثقافت یا پگ کسی طبقے کی نہیں ہوتی یہ سب کی ہوتی ہے جس وقت انگریز اس برصغیر میں آیا تو اس کو سب سے زیادہ resistance بنگال اور پنجاب میں ملی اور اس انگریز نے سب سے زیادہ تباہی بھی پنجاب اور بنگال میں کی۔ برصغیر کی پوری تاریخ آپ کے سامنے ہے کہ جو برصغیر کی تقسیم ہوئی وہ صرف پنجاب اور بنگال کی ہوئی اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیر کی ہوئی انگریز نے اس سورماؤں کی قوم کو ہمیشہ کے لیے غلام بنانے کی خاطر ان کی زبان کو چھینا ان کا رہن سہن چھینا ان کی ثقافت کو چھینا اور ان کے اس زمین کے ساتھ جو رشتے تھے وہ ختم کر دیئے اور اس کو ایک اپاہج اور لولی لنگڑی قوم بنا دیا اور جناب والا یہ پگ جو پنجاب کی عزت کی نشانی تھی اور جو پنجاب کی غیرت اور اس کی وقار کی نشانی تھی اس کو ایک ایسی جگہ پر کھڑا کر دیا کہ جو دربان تھے اور جو انگریز صاحب بہادر کو سیلوٹ مارتے تھے اور ان کے کروفر میں اضافہ ہوتا تھا جو لوگ بڑے بڑے جوان اور سورمے تھے ان کے قد کے برابر لوگوں کو لا کر ان کے سروں پر پگ باندھ کر اپنے گیٹوں کے سامنے کھڑے کر دیا۔ جناب سپیکر! میں نہیں سمجھتا کہ آپ جیسے دانشور کو اس طرح کی بات کرنی چاہیے کہ ہم کوئی تفریق پیدا کر رہے ہیں بلکہ ہم نے اپنی کھوئی ہوئی غیرت کو واپس لیا ہے ہم یہ پگ غریبوں کے سروں پر بھی باندھنا چاہتے ہیں اور امیروں کے سروں پر بھی باندھنا چاہتے ہیں یہ پنجاب کے ہر طبقے کے سر پر باندھنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ ٹھیک ہے۔ غریبوں کے سر سے اتار کر اپنے سر پر رکھنا چاہتے ہیں!۔۔۔

جناب عبدالرشید بھٹی: جناب سپیکر۔ ہم نے یہ پگ غریبوں کے سر سے نہ اتارا۔ بلکہ اس تذلیل کو جو انگریزوں نے آج سے کئی سال پہلے کی تھی ہم اسے واپس لے آئے۔ اب جناب سپیکر! میری

گزارش یہ ہے کہ اس کو تمام لوگ باندھیں ہمارے اپنے لوگ بھی اس کو باندھیں اور جناب سپیکر بھی اس کو باندھ کر بیٹھیں ۔ آپ ہماری اس پنجاب اسمبلی کے ' پنجاب کے سب سے بڑے پردھان ہیں آپ بھی مہربانی فرمائیں اور یہاں پر پگ باندھ کر بیٹھا کریں ۔ اور یہ جو انگریزوں کا کھاتہ ہے اس کو اتار کر پھینک دیں ۔ یہ گرز اور یہ کالا کوٹ اتار دیں۔

جناب سپیکر ۔ ایک منٹ ۔ ---- میں بات کر لوں ۔

(اس مرحلے پر ایک فاضل رکن نے جناب سپیکر کے سر پر پگ رکھ دی)

(نعرہ ہائے تحسین)

(جناب سپیکر نے وہ پگ اتار کر اسمبلی کے چیمبر انڈنٹ کے سر پر رکھ دی)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر : میں واضح کرنا چاہتا ہوں میں خود پنجاب کی ثقافت اور اس کی زبان اور اس کے حقوق کے لیے ساری عمر جدو جہد کرتا رہا ہوں ۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ میں آپ کے ساتھ اس حد تک ہوں کہ پنجاب کی ثقافت کے جو نشانات ہیں آپ ان کی عزت کریں ان کا احترام کریں ۔ جس طرح میرے سر پر یہ پگڑی رکھی ہے اسی طرح محترم قائد ایوان کے سر پر بھی رکھیں اور محترم قائد حزب اختلاف کے سر پر رکھیں پنجاب کے سابقہ وزیر اعلیٰ کے پوتے یہاں بیٹھے ہیں سر سکندر حیات یہی پگڑی باندھتے تھے اور وہ اس وقت وزیر اعظم کہلواتے تھے جو پگڑی ہمارے ان چپڑاسیوں اور ان دربانوں جن کے بارے میں آپ کہتے ہیں ان کے سر پر ہوتی تھی ہو بہو یہی پگڑی وہ باندھتے تھے اور وہ اس میں فرق نہیں سمجھتے تھے کہ یہ ان کے سر پر بھی ہے اور میرے سر پر بھی ہے یہی پگڑی انگریزوں کے دور سے ایچی سن کالج کے طالب علموں کے لیے چنی گئی تھی وہ سارے رئیسوں کے بچے تھے سارے chiefs کے بچے تھے اور انگریز میں اگر یہ بات ہوتی کہ پگڑی کی تذلیل کی بات ہے --------

---

(اس مرحلے پر جناب قائد ایوان کے سر پر پگڑی رکھی گئی)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، ماشاء اللہ------ جناب وزیر خزانہ ۔ آپ تشریف لے گئے تھے اور اب آپ تشریف لے آئے ہیں دوسرے وزراء صاحبان جو گئے تھے وہ بھی آ گئے ہیں ----عارف صاحب ۔ آپ بھی گئے تھے

کیا رپورٹ ہے کیا اپوزیشن تشریف لا رہی ہے ؟

وزیر خزانہ (مخدوم الطاف احمد) ، جناب سپیکر! ہم نے اپنی پوری کوشش کی ہے

چودھری محمد اسلم: جناب سپیکر! ہم نے آپ کو اس مقدس جگہ پر بیٹھایا تھا اور جناب قائد ایوان کو اعتماد دیا تھا اس دن ہم نے آپ کے سر پر پگ رکھی تھی ۔

جناب سپیکر : میں نے قبول کی ۔

چودھری محمد اسلم، تو اس پگ کے حوالے سے میرا خیال ہے آپ کے لیے مناسب نہیں تھا کہ آپ اس بحث کو دوبارہ یہاں چھیڑتے کیونکہ یہ ہمارے جذبات کا مسئلہ ہے-----

جناب سپیکر ، کیا جذبات صرف آپ کے ہیں ۔

چودھری محمد اسلم، نہیں ۔ یہ پورے ایوان کے ہیں اور پورے صوبے کے ہیں ۔ یہ بڑا نازک مسئلہ ہے آپ کبھی اس پر غور فرمائیں گے تو آپ کو اس کا احساس ہو گا ۔

جناب سپیکر ، میں نے ساری عمر غور کیا ہے ۔ آپ بھی جب غور کریں گے تو آپ کو پتا چلے گا کہ یہ طبقات پیدا کرنا آپ کی جماعت کا فلسفہ نہیں ہے ۔

چودھری محمد اسلم، آپ پگ باندھ کر آئیں آپ کی عزت اور دوبالا ہو گی ۔

جناب سپیکر، میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ پگ ہر غریب کے سر پر بھی رکھیں ۔ بس میرا اتنا مقصد ہے ----جناب وزیر خزانہ ۔تو I call the House to order یہ discussion ختم ہوتی ہے۔

وزیر خزانہ ، جناب سپیکر! ہم نے اپنی پوری کوشش کی ہے کہ ہم اپنی اپوزیشن کے بھائیوں کو ایوان میں واپس لائیں ان کا جو پروگرام بنا ہوا تھا اس میں ہماری تھوڑی بہت بات مانی ہے اور اس میں انہوں نے تھوڑی سی تبدیلی کی ہے لیکن انہوں نے آج کے اجلاس میں آنے سے معذرت ظاہر کی ہے تو میرا خیال ہے کہ ان کے بغیر ایوان کی کارروائی چلانی پڑے گی ۔

جناب سپیکر ، میں اب وزیر خزانہ کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ تقریر پیش کریں ۔

وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر

وزیر خزانہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

جناب سپیکر!

قومی زندگی کے اس نازک دور میں پنجاب حکومت کا سالانہ مالی تخمینہ پیش کرنے کا دوسری بار اعزاز' جہاں میرے لیے باعث فخر ہے وہیں اس سے وابستہ' احساس ذمہ داری کا بارگراں سے کم نہیں۔ اس باوقار ایوان میں ہر سال یہ لمحہ خود احتسابی اور تعین منزل کی نوید بن کے آتا ہے لیکن وطن عزیز کو آج جس خلفشار کا سامنا ہے اس کے پیش نظر' یہ لمحہ ایک بہت کٹھن آزمائش بھی ہے۔ اس آزمائش سے سرخرو ہونے کے لیے آج ہمیں نہ صرف اپنی گزشتہ کارکردگی کا جائزہ لینا ہے بلکہ مستقبل کے لیے وہ نئے چراغ بھی روشن کرنا ہیں جو معاشی ناہمواری کو مٹا کر ایک ایسے سماج کی بنیاد فراہم کریں جہاں غربت و محرومی کی چکی میں پسے مزدور پاکستان کو یہ نہ کہنا پڑے کہ

وہ جس کی روشنی کچے گھروں تک بھی پہنچتی ہے
نہ وہ سورج نکلتا ہے نہ اپنے دن بدلتے ہیں

2۔ پی۔ڈی۔ایف کی حکومت کو عوامی خدمت کی راہ پہ گامزن ہوئے دو برس ہونے کو ہیں۔ مسائل کا جو انبار ہمیں وراثت میں ملا اس کا تذکرہ جی کے زیاں کے سوا اور کچھ نہیں۔ جب ہمیں اللہ کے فضل اور عوامی تائید کے سہارے عنان اقتدار عطا ہوئی تو ہمارے پیش نظر نہ صرف ماضی کی ان بھیانک کوتاہیوں کا ازالہ تھا بلکہ ہمیں عوامی ترقی' خوش حالی اور بہبود کے اس حسین خواب کی تعمیر بھی پانا تھی جو پی ڈی ایف کی قیادت نے دیکھا اور جو اس دھرتی کے عوام کا اصل مقدر ہے۔

جناب سپیکر!

3۔ علاقائی قومی اور بین الاقوامی تناظر میں ترقی کا تصور اب کتنے ہی نئے مفاہیم سے آشنا ہو چکا ہے۔ اب ترقی' سنگ و خشت کی چند پرشکوہ عمارات یا طویل شاہراہوں کی تعمیر کا نام نہیں بلکہ ایک ایسا جامع تصور ہے جس میں ہر چھوٹے' بڑے' امیر' غریب' شہری اور دیہاتی کی امیدوں اور توقعات کو اجتماعیت کا رنگ دے کر حقیقت کا روپ بخشا جاتا ہے۔ جس میں معاشرے کے ہر طبقہ کی نشوونما اور بہتری کے لیے جدوجہد کی جاتی ہے اور بلاتمیز رنگ و نسل ہر شخص قومی دولت اور وسائل میں برابر کا حصے دار تصور ہوتا ہے۔ آج ہمارا سر فخر سے بلند ہے کہ ہم وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی قیادت میں ترقی کی اسی منزل کی طرف ایک عزم جواں کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ ہماری اس جستجو کا آغاز کھیتوں' کھلیانوں' خستہ حال مکانوں' کچی آبادیوں اور پسے ہوئے افراد کی بہبود سے ہوتا ہے۔ محرومیوں کے شکار ان تہی دامن افراد کو صرف ستھرے' پرامن ماحول کے علاوہ تعلیم اور حفظان صحت کی

بنیادی سہولتوں کی فراہمی ہمارا فرض اولین ہے۔ اس فرض کی تکمیل کرتے ہوئے ہمیں خود انحصاری' خود اعتمادی اور خود کفالت کی اس منزل تک پہنچنا ہے جہاں ہر شخص کو اس کی قابلیت اور محنت کا پھل مل سکے اور صدیوں سے مروجہ اس استحصالی نظام کا خاتمہ ہو جو ہماری معیشت کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ ترقی کا یہ مفہوم نہ صرف نظریہ پاکستان کے بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ ہے بلکہ برابری اور مساوات پہ مبنی اسلامی معاشرے کی روح کے بھی عین مطابق ہے۔

4۔ کہتے ہیں کہ پنجاب اپنے دیہات میں بستا ہے۔ اسی لیے ہماری ترجیحات کا آغاز بھی دیہات کے مفلس اور پسماندہ افراد سے ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہی افراد قومی ترقی پر ہمارے مقدر کا روشن ستارہ ہیں۔ ان کی بے پناہ صلاحیتیں ہی اس سرزمین کا اصل سرمایہ ہیں۔ اس حوالے سے ہماری اولین ترجیحات میں فرسودہ طبقاتی نظام کا خاتمہ' ہر کس و ناکس کو انصاف کی فراہمی' دور دراز علاقوں میں فروغ تعلیم' بے گھر افراد میں رہائشی احاطوں کے حقوق ملکیت اور بے زمین خاندانوں میں زرعی اراضی کی تقسیم' بلدیاتی نظام کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا' فرقہ واریت' تشدد' جرائم اور منشیات کی وباء کا مکمل خاتمہ' جدید معاشی اور انتظامی خطوط پہ استوار ایسے مالیاتی نظم و ضبط کا احیاء جو کفایت شعاری اور خود کفالت کے اصولوں پر استوار ہو اور زرعی شعبہ میں ترقی کے لیے خصوصی کوششیں شامل ہیں۔ ان اقدامات کا مقصد ماضی کی کوتاہیوں کا ازالہ اور ایک بہتر مستقبل کی تعمیر ہے تاکہ معاشرے کا ہر فرد انفرادی بہبود کے ساتھ ساتھ اجتماعی قومی ترقی میں اپنا کردار بطریق احسن ادا کر سکے۔

5۔ متذکرہ بالا ترجیحات کی روشنی میں' میں سب سے پہلے رواں سال کے مالیاتی بجٹ کا مختصر جائزہ پیش کروں گا تاکہ ہمیں اپنی کامیابیوں پہ اظہار مسرت کے ساتھ ساتھ ان ناکامیوں کا تجزیہ کرنے کا موقعہ بھی مل سکے جو اس دوران ہمارے دامن دل کو شکستہ کرتی رہیں۔

6۔ آپ کو یاد ہو گا کہ گزشتہ سال میں نے اپنی بجٹ تقریر میں آپ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم مالیاتی نظم و ضبط کا ایک ایسا نظام وضع کریں گے جو نہ صرف ہمیں کفایت شعاری کا درس دے بلکہ اس کے ذریعہ رفتہ رفتہ سٹیٹ بینک آف پاکستان سے اوور ڈرافٹ اور اس پر عائد شدہ سود پر اٹھنے والی خطیر رقم کی ادائیگی سے بھی نجات مل سکے۔ 94-1993ء کے دوران اوور ڈرافٹ کی رقم آٹھ سو کروڑ کے لگ بھگ تھی جس پہ 74 کروڑ روپے صرف سود کے طور پر ادا کیا گیا۔ آج اس ایوان کے سامنے نہایت فخر کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہوں کہ ہم نے قرض کے اس بوجھ کو گزشتہ دس ماہ سے یکسر اتار پھینکا ہے اور اس

طرح خود انحصاری کی اس منزل کی طرف گامزن ہو چکے ہیں جہاں ہمارے وسائل اوور ڈرافٹ اور سود کی ادائیگی کے لیے مختص ہونے کی بجائے ترقیاتی کاموں کے لیے مخصوص ہو سکیں گے۔ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے کا اصول افراد پر ہی نہیں حکومتوں پر بھی عائد ہوتا ہے۔ ماضی کی مالی بے ضابطگیوں اور اسراف کی بدولت اوور ڈرافٹ کے اس طریق کار سے یہ چھٹکارا سات سال بعد صرف موجودہ حکومت کے خلوص نیت اور صدق دل کی بدولت ممکن ہوا ہے۔ ہم نے سٹیٹ بینک آف پاکستان سے بینک آف پنجاب کو ایک Scheduled Bank کا درجہ دلا کر اس کے مقدر پہ چھائے ہوئے غیر یقینی کے بادلوں کا بھی سد باب کر دیا ہے۔ اب حکومت کے مختلف اداروں اور عام لوگوں کی رقوم کو ماضی کی طرح نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں۔

7۔ 1994-95ء ہر لحاظ سے ہم سب کے لیے ایک مشکل سال تھا۔ صوبائی سطح پر ہمارے اپنے مسائل بھی کوہ گراں سے کم نہ تھے کہ اس دوران ہمارے وسائل کو کچھ ایسے دھچکے بھی پہنچے جو ہمارے قبضہ اختیار سے باہر تھے۔ وفاقی حکومت کے بعض اہم احکامات اور عوامی بہبود کی کئی ایک نئی پالیسیوں کے اعلان کے بعد بہت سی اضافی ذمہ داریوں نے جنم لیا۔ ان میں سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں 35% اضافہ اور واپڈا کے لیے At source کٹوتیاں سب سے اہم ہیں۔ تنخواہوں پر اٹھنے والے اضافی اخراجات تقریباً ساڑھے پانچ ارب روپے پر مشتمل تھے۔ ان مشکلات کے باوجود ہم نے اپنی گزشتہ روایات نبھاتے ہوئے جرأت عمل کا راستہ اپنایا اور اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تنخواہوں' الاؤنسوں اور دیگر لازمی ادائیگیوں کے سوا تمام غیر ترقیاتی اخراجات میں 5 فیصد کٹوتی کے نفاذ کا فیصلہ کیا اور اضافی مالی بوجھ کو منظور شدہ اخراجات سے ہی پورا کیا گیا۔

8۔ رواں مالی سال کے بجٹ اور نظر ثانی شدہ بجٹ کا تقابل کیا جائے تو واضح ہو گا کہ ہمارے مجموعی وسائل میں 46 کروڑ روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ وفاقی حکومت کی طرف سے قابل تقسیم وفاقی محاصل و دیگر اعداد میں ایک ارب 42 کروڑ روپے کا اضافہ متوقع ہے۔ صوبائی محاصل نیشنل فنانس کمیشن کے مقرر کردہ ہدف کے مطابق ہونے کے باوجود ہمارے اپنے اہداف سے کم رہے۔ صوبائی محاصل میں کمی کی بڑی وجہ جائیداد کے لین دین کے کاروبار میں مسلسل مندے کا رجحان ہے۔ سٹیمپ ڈیوٹی سے حاصل ہونے والی آمدنی کے نظر ثانی شدہ تخمینہ جات کو حقیقت پسندانہ بناتے ہوئے اس میں کمی کی گئی۔ البتہ سال رواں کے دوران لینڈ ریونیو' صوبائی ایکسائز' موٹر وہیکل ایکٹ' پولیس' زراعت اور شاہراہوں پر ٹول

ٹیکس کی مدات سے ہونے والی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔

9۔ موجودہ حکومت نے ایک طویل عرصہ کے بعد خود انحصاری اور کفایت کی پالیسی پر عملدرآمد کرتے ہوئے رواں سال کے بجٹ میں 250 کروڑ روپے کی بچت کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔ اس خطیر رقم کو ترقیاتی بجٹ کی طرف منتقل کر کے کچھ اور منصوبوں کی تکمیل مقصود تھی۔ آپ کو یہ جان کے خوشی ہو گی کہ ہماری حکمت عملی اور مالیاتی نظم وضبط کے نتیجے میں نظرثانی شدہ بجٹ سے ہونے والی بچت اصل تخمینہ سے 21 کروڑ روپے زیادہ ہے۔ اس طرح سے نہ صرف ہم نے تعمیر پنجاب پروگرام پہ کامیابی سے عمل کیا بلکہ 271 کروڑ روپے کی فاضل رقم بھی ترقیاتی بجٹ کی طرف منتقل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ یہ بچت ہم نے غریب اور متوسط طبقے پر کوئی بوجھ ڈالے بغیر حاصل کی ہے۔ ہم ان لوگوں کے خیال سے غافل نہیں رہے جو ستم ہائے روزگار کا شکار ہیں اور جن کی ترقی اور بہبودی میں اس سرزمین کی خوشحالی کا راز پنہاں ہے۔ تاہم اس دعویٰ میں یہ اعتراف بھی شامل ہے کہ یہ کارکردگی کبھی ممکن نہ ہوتی، اگر ہمیں وزیر اعلیٰ پنجاب کی رہنمائی اور معزز اراکین اسمبلی کا تعاون حاصل نہ ہوتا۔

10۔ مجھے اس ایوان کے سامنے یہ اعلان کر کے از حد خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ رواں مالی سال کے دوران سالانہ اورضمنی بجٹ کے اخراجات کا تناسب صرف 20 3 فیصد ہے جو گزشتہ پندرہ سال میں سب سے کم ہے۔ یہ کمی جو ہمارے بہترین مالیاتی ڈسپلن کی عکاسی کرتی ہے، ہماری حکومت کے لیے ایک اور طرۂ امتیاز ہے۔ ضمنی بجٹ کا مجموعی حجم جو کہ گزشتہ سات سالوں میں سب سے کم ہے، صرف دو ارب 56 کروڑ 73 7 لاکھ روپے ہے۔ جس میں دو ارب 18 کروڑ 81 لاکھ روپے مالیت کے 39 مطالبات زر اور 37 کروڑ 91 لاکھ روپے کے charged اخراجات شامل ہیں۔ سو مطالبات زر علامتی ہیں، جن میں سے ہر ایک کی مالیت صرف 10 روپے ہے۔ چیدہ چیدہ مطالبات زر حسب ذیل ہیں۔

11۔ امن عامہ کو موثر بنانے اور پولیس کے نظام میں اصلاح کے نیے سال رواں کے دوران 50 کروڑ 69 لاکھ روپے کے اضافی اخراجات کیے گئے۔ گندم کی خریداری کے سلسلے میں قرضوں پر عائد شدہ سود کی ادائیگی پر 31 کروڑ روپے سے زائد اخراجات ہوئے۔ محکمہ جنگلات، زراعت اور جیل خانہ جات پر بالترتیب 12 کروڑ، 11 کروڑ اور 6 کروڑ روپے کے اضافی اخراجات کیے گئے۔ Administration of Justice کے تحت مجموعی طور پر 9 کروڑ 62 لاکھ روپے کی رقم درکار ہے۔ ترقیاتی کاموں کے لیے 43

کروڑ روپے اور ایریگیشن کی مد میں 57 کروڑ 92 لاکھ روپے کا مطالبہ زر پیش خدمت ہے۔ جبکہ خود مختار اداروں اور میونسپل کمیٹیوں کو 21 کروڑ روپے کے اضافی قرضہ جات دیے گئے ہیں۔

12۔ ضمنی اور نظرثانی شدہ بجٹ برائے سال 95-1994ء ہماری حکومت کے اس عزم کا اعادہ کرتا ہے کہ قومی دولت ایک امانت ہے جسے عوام کی خوشحالی کے لیے نہایت تدبر اور احتیاط سے خرچ کیا جائے گا۔ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کے تحت پاکستان کو نہ صرف اپنے وسیع خسارے کو قابو میں لانا ہے بلکہ ایک مقررہ مدت میں اس خسارے کا خاتمہ بھی کرنا ہے۔ وفاق پاکستان کا نہایت اہم حصہ ہونے کی بناء پر ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ کفایت شعاری اور بچت کی راہ اپناتے ہوئے خسارے سے نجات کے لیے وفاقی حکومت کے ہاتھ اور مضبوط کریں۔

جناب سپیکر!

اب میں آئندہ مالی سال کا بجٹ ایوان کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

13۔ آئندہ مالی سال کے بجٹ میں وسائل کا کل تخمینہ 72 ارب 7 کروڑ روپے لگایا گیا ہے۔ جو رواں مالی سال کے تخمینہ سے 20 فیصد کی شرح سے 12 ارب تین کروڑ روپے زیادہ ہے۔ اس میں وفاق کی طرف سے قابل تقسیم محاصل سے ملنے والی رقم میں 11 ارب 82 کروڑ روپے کا اضافہ بھی شامل ہے۔ وفاقی حکومت نے 96-1995ء کے لیے نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کے تحت پنجاب کے مقرر کردہ حصہ 54 ارب 5 کروڑ روپے کی بجائے 60 ارب 86 کروڑ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جو ہمارے حصہ سے 6 ارب 81 کروڑ روپے زیادہ ہے۔ رواں مالی سال کی کارکردگی کی بنیاد پر کل صوبائی محاصل میں تقریباً 19 کروڑ روپے کا اضافہ متوقع ہے۔ نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کے تحت 96-1995ء کے دوران صوبہ پنجاب کے لیے صوبائی محاصل کے ہدف 10 ارب 93 کروڑ روپے کے مقابلے میں صوبائی حکومت نے 11 ارب 18 کروڑ روپے کا ہدف مقرر کیا ہے۔ صوبائی محصولاتی محاصل میں 25 کروڑ روپے کی متوقع کمی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ 96-1995ء کے لیے سٹیمپ ڈیوٹی کا تخمینہ 273 کروڑ روپے کی بجائے 210 کروڑ روپے لگایا گیا ہے۔ تاہم غیر محصولاتی آمدن میں 44 کروڑ روپے کا اضافہ متوقع ہے۔

14۔ آئندہ مالی سال کے دوران اخراجات کا تخمینہ 68 ارب 48 کروڑ روپے ہے جو رواں مالی سال کے مقابلے میں 18 فیصد کی شرح سے 10 ارب 51 کروڑ روپے زیادہ ہے۔ قطعی محاصل سرمایہ اور پبلک

اکاؤنٹ کے حسابات کے بعد جاری بجٹ سے 251 کروڑ روپے کی بچت ہو گی۔ یہ خطیر رقم ترقیاتی بجٹ کی جانب منتقل کرنے کی تجویز ہے۔

جناب سپیکر!

15- حصول علم ہمارا دینی فریضہ ہی نہیں بلکہ عہد حاضر کی ایک قومی و ملی ضرورت بھی ہے۔ فروغ تعلیم اور شرح خواندگی میں اضافہ ہماری حکومت کی اہم ترین ترجیحات میں شامل ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو کی تحریک اور راہ نمائی میں دور دراز ' پسماندہ علاقوں میں علم کی شمع فروزاں کرنے اور موجودہ معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے حکومت کی غیر روایتی اور انقلابی کوششیں سب پر عیاں ہیں۔ اس ضمن میں کیے گئے اہم اقدامات میں لازمی تعلیم ایکٹ کا نفاذ' پرائمری سطح پر بہتر اہلیت کے حامل اساتذہ کی تعیناتی اور درجہ اول سے انگریزی زبان کی تعلیم کا آغاز شامل ہیں۔ پرائمری' مڈل اور ہائی سکولوں کی سطح پر مروجہ طریق کار سے ہٹ کر مقامی نمائندہ افراد پہ مشتمل فروغ تعلیم کمیٹیاں تشکیل دی جا رہی ہیں۔ یہ کمیٹیاں مقامی درسگاہوں کے تعلیمی اور انتظامی امور مثلاً عمارات کی دیکھ بھال اور سازوسامان و کتب کی فراہمی کی ذمہ داری نبھانے کے علاوہ معاشرہ میں اساتذہ کے کھوئے ہوئے مقام کے ازسرنو تعین کا کردار ادا کریں گی۔ ہماری خواہش ہے کہ تعلیم کے میدان میں ہماری یہ جدوجہد ایک ایسی تحریک کا روپ دھار لے جس میں اساتذہ' طالب علم اور والدین کے علاوہ معاشرے کا ہر فرد اپنا کردار ادا کر سکے اور ہم جہالت کی تاریکیوں کے پار آگہی کی اس منزل تک پہنچ سکیں جو مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ 1994-95ء کے مالی سال میں تعلیم کے لیے مختص اخراجات 1670 کروڑ روپے تھے جبکہ 96-1995ء کے لیے 2072 کروڑ روپے کی رقم تجویز کی گئی ہے۔ تعلیمی اخراجات میں 24% کا یہ اضافہ نہ صرف ایک تاریخی قدم ہے بلکہ ماضی میں اس کی کوئی مثال بھی نہیں ملتی۔

16- لازمی تعلیم ایکٹ علم کی دولت عام کرنے کی ایک ایسی خواہش ہے جس کے ذریعے ہر شخص کا رشتہ قلم اور کتاب سے جوڑنے کی کوشش کی جائے گی۔ پرائمری سکولوں میں پہلی بار تعلیمی مواد مثلاً بلیک بورڈ ' معلوماتی چارٹ و نقشہ جات وغیرہ کی فراہمی کے لیے 10 کروڑ روپے تجویز کیے گئے ہیں۔ درسی کتابوں' اضافی تعلیمی مواد اور اساتذہ کی راہ نمائی کے لیے کتب کی خریداری پر ڈیڑھ کروڑ روپے خرچ ہوں گے جبکہ خواتین میں شرح خواندگی بڑھانے کے لیے خاتون تعلیمی Coordinators کو تین سو روپے ماہانہ کا خصوصی الاؤنس دینے کے تجویز پیش کی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر!

17- دیہی علاقوں میں درسگاہوں کی ناگفتہ بہ حالت' ان کے ساتھ ماضی میں روا رکھے گئے ہمارے بے رحم سلوک کی مظہر ہے۔ ماضی کی اس چشم پوشی کے تدارک کے لیے صوبہ بھر میں تعلیمی درسگاہوں کی مرمت پہ 29 کروڑ روپے خرچ کرنے کی تجویز ہے۔ ان سکولوں کو جدید فرنیچر سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ اگلے سال سے اساتذہ کی ہزاروں خالی اسامیوں کو بھی پر کیا جائے گا تاکہ جھونپڑوں میں بسنے والے کسان اور جھگیوں میں رہنے والے مزدور کا بیٹا بھی علم کے فیض سے محروم نہ رہ سکے۔ میونسپل کونسلز اپنے بجٹ کا ایک بڑا حصہ تعلیمی اداروں کے لیے وقف کرتی ہیں۔ اس رقم کے بہتر اور مثبت استعمال کے لیے بھی متذکرہ بالا حکمت عملی کے مطابق ایک طریق کار وضع کیا جائے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فروغ علم کی یہ کوششیں بہار کے اولین جھونکوں کی طرح ہیں جو جہالت کی گھٹن میں اسیر لوگوں کے لیے پیغام حیات سے کم نہیں۔

18- ترقی اور فلاح و بہبود کی کوئی بھی کوشش اس وقت تک کامیابی کے مراحل طے نہیں کر سکتی جب تک کہ شہریوں کو ایک پر امن ماحول فراہم نہ ہو سکے۔ ہماری بدقسمتی کہ کلاشنکوف کلچر اور آتشیں اسلحہ کی بھرمار نے صوفیوں اور درویشوں کی اس دھرتی کو خون میں نہلا دیا ہے۔ منشیات' مذہبی فرقہ واریت اور دہشت گردی کے متوالوں نے محبت اور یگانگت کی ان صداؤں کا گلا گھونٹ دیا ہے جو اس دھرتی کا زیور اور زمانے بھر میں ہمارا امتیاز تھیں۔ اسی امتیاز کی بازیابی کے لیے موجودہ حکومت نے جرم کی اس بڑھتی ہوئی وبا کی بیخ کنی کا اٹل فیصلہ کیا ہے۔ جس کا اظہار اس امر سے ہوتا ہے کہ 1994-95ء میں امن عامہ اور لوگوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے مختص 418 کروڑ روپے میں اضافہ کر کے آئندہ بجٹ میں 510 کروڑ روپے تجویز کیے گئے ہیں۔ 92 کروڑ یا 22% کا یہ اضافہ پولیس کے نوجوانوں کی تربیت' تنظیم اور جدید اسلحہ کی خریداری پر صرف ہو گا۔ پولیس فورس کی جدید خطوط پر خصوصی تربیت کے علاوہ بلوچ لیوی اور بارڈر ملٹری پولیس کی تنظیم و تربیت کا اہتمام بھی کیا جائے گا۔ دیگر اقدامات میں امن کمیٹیوں کے قیام' مذہبی گروہوں کے مابین ضابطہ اخلاق کی تشکیل' لاؤڈ سپیکر کے بے جا استعمال کے تدارک اور آرمز آرڈیننس کی شق 11-B کے تحت اسلحہ کی نمائش پہ پابندی کے خصوصی احکامات شامل ہیں۔ ان اقدامات کے واضح اثرات ابھی سے مرتب ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ فرقہ واریت اور تشدد کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ کلاشنکوف کلچر پہ ہماری اس کاری ضرب نے لوگوں میں

حوصلے اور اعتماد کی ایک نئی امنگ اجاگر کی ہے۔

19- ایک ترقی یافتہ معاشرے میں جہاں جرائم کا قلع قمع ضروری ہے وہیں انصاف کی فراہمی اور افراد کے باہمی حقوق کے تعین کے لیے ایک موثر اور باوقار نظام عدل بھی درکار ہے۔ گزشتہ سال عدالت عالیہ اور ماتحت عدالتوں کے لیے 37 کروڑ روپے مختص کیے گئے تھے جو کہ آئندہ سال میں بڑھا کر 52 کروڑ روپے کر دیے گئے ہیں۔ 15 کروڑ روپے کی اس اضافی رقم کا کثیر حصہ سول جج صاحبان اور جوڈیشل مجسٹریٹس کی عدالتوں اور دفاتر کی بہبود کے لیے خرچ ہو گا۔ گزشتہ بجٹ کے موقعہ پر وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر فوری انصاف کے حصول کے لیے سب ڈویژنل لیول پر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج صاحبان کی تعیناتی کا وعدہ بھی کیا گیا تھا۔ اس مرحلہ وار پروگرام پر عملدرآمد کے لیے سال رواں کے دوران تیرہ ایسی اسامیاں پیدا کی گئیں جبکہ اگلے سال کے لیے سات مزید اسامیاں ابھی سے مہیا کر دی گئی ہیں۔ ضمنی امداد کی صورت میں ہائی کورٹ کے مشورہ سے ایسی مزید اسامیاں مہیا کرنے کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔ انتظامی مجسٹریٹ صاحبان کا ادارہ جو کہ امن عامہ کے قیام اور بحالی کی تگ و دو میں پہلا cushion فراہم کرتا ہے' ایک مدت سے نظر انداز ہوتا چلا آیا ہے۔ اس کی حالت زار میں بہتری کے لیے جس میں ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرز اور ریذیڈنٹ مجسٹریٹوں کے لیے ٹرانسپورٹ اور وائرلیس کی سہولتوں کی فراہمی شامل ہے' 5 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔

جناب سپیکر!

20- کوئی بھی مہذب معاشرہ جرم کی اندھی گلی کا رخ کرنے والوں سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سزا میں اصلاح کا پہلو نمایاں نہ ہو تو بدی کا خاتمہ ممکن نہیں۔ انہی امور کے پیش نظر محکمہ جیل کی اصلاح کے لیے گزشتہ سال مختص کی گئی رقم 33 کروڑ میں اضافہ کر کے اسے 41 کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔ یہ اضافی رقم قیدیوں کی اصلاح احوال' ذہنی نشوونما' تعلیم و تربیت اور ان کے لیے بہتر خوراک کی فراہمی پہ خرچ ہو گی۔ دو کروڑ روپے کی رقم سنٹرل جیلز اور اتنی ہی رقم ڈسٹرکٹ جیلز میں سہولتوں کی بہتری اور وہاں پہ موجود حفاظتی انتظامات کی تنظیم نو کے لیے مختص کی گئی ہے۔ امید واثق ہے کہ پولیس' عدالتوں اور جیلوں کی بہتری کے لیے اٹھائے گئے یہ اقدامات صوبہ میں امن عامہ کی صورت حال میں خاطر خواہ بہتری کا باعث بنیں گے۔

21- معاشرے کی ذہنی و فکری نشوونما اور ترقی کے لیے صحت مند ذہن کے ساتھ ساتھ صحت مند

جسم بھی ضروری ہے۔ پنجاب کے کڑیل اور گھبرو نوجوانوں پہ ایک زمانہ رشک کرتا ہے۔ ان کے صحت و تندرستی ہی قومی زندگی کے شباب کی علامت ہے۔ صوبہ میں صحت کے میدان میں حکومت کے اقدامات کا مقصد جدید طبی سہولتوں کو دیہاتوں تک پہنچانا ہے۔ 1994-95ء میں اس مد میں 392 کروڑ روپے خرچ ہوئے جو کہ آئندہ سال کے لیے بڑھا کر 474 کروڑ روپے کر دیے گئے ہیں۔ 82 کروڑ کی یہ اضافی رقم جو کہ 21 فیصد کے لگ بھگ ہے' بیماریوں کی روک تھام' بنیادی طبی سہولتوں کی فراہمی' ادویات کی خریداری' جدید آلات کی تنصیب اور Basic Health Units اور Rural Health Centres میں موجود علاج معالجے کی سہولتوں میں بہتری کے لیے استعمال ہو گی۔ محکمہ صحت کی عمارات کی مرمت کے لیے بھی رقم 8 کروڑ سے بڑھا کر 10 کروڑ روپے کر دی گئی ہے۔

22- پنجاب حکومت کے مختلف اثاثہ جات جو اس صوبہ کے عوام کے خون پسینہ کی کمائی سے تعمیر ہوئے ہیں گزشتہ حکومت کی عدم توجہی کی بدولت شکست و ریخت کا شکار ہیں۔ سرکاری عمارات' شاہراہیں' وسیع و عریض نہر نظام' بڑے بڑے پل و دیگر ادارے وہ بنیاد فراہم کرتے ہیں جن پر صوبہ کی ترقی اور خوشحالی کا دارومدار ہے۔ ان ستونوں پر جہاں ہمیں مستقبل کی عمارت تعمیر کرنا ہے وہیں اس ڈھانچے کی دیکھ بھال' حفاظت اور باقاعدہ مرمت ہمارا ایک انتہائی اہم فریضہ ہے۔ آئندہ مالی سال کے دوران ان اثاثہ جات میں سے شاہراہوں' پبلک ہیلتھ کے زیر انتظام سکیموں' سرکاری عمارات اور نظام آبپاشی کی حفاظت اور مرمت کے لیے بالترتیب 116 کروڑ' 30 کروڑ' 86 کروڑ اور 227 کروڑ روپے کی رقوم مختص کی گئی ہیں جو کہ رواں مالی سال سے بالترتیب 37%' 30%' 48% اور 30% زائد ہیں۔

23- پنجاب کے 70 فیصد عوام بالواسطہ یا بلاواسطہ زرعی شعبہ سے منسلک ہیں۔ ملک کی اقتصادی ترقی میں زرعی پیداوار کی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ کھیتوں سے اگتے ہوئے سونے اور دہقان کی پیشانی سے بہتے ہوئے پسینے کے سہارے ہماری معیشت کا پہیہ گھومتا ہے۔ ہمارے کسان کی محنت ہماری رگوں میں لہو بن کر دوڑتی ہے لیکن زرعی شعبہ کو درپیش کچھ مسائل معاشی ترقی کی راہ میں کسی زنجیر کی طرح حائل ہیں۔ پنجاب کی حکومت نے ان مسائل کے سدباب کے لیے جو کوششیں کی ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ان مشکلات کا جائزہ لینے اور ان کا حل ڈھونڈنے کے لیے وزیر اعلیٰ پنجاب کی سربراہی میں پنجاب زرعی کمیشن کا قیام سرفہرست ہے۔ حکومت کی خصوصی ہدایات کی روشنی میں محکمہ زراعت نے One window operation کا منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت مصدقہ بیج اور

کھادیں وغیرہ پنجاب ایگریکلچر و سپلائز کارپوریشن کے تحت مرکز یول پہ قائم شدہ ڈپوؤں سے فراہم کیے جائیں گے۔ جس سے زمینداروں کا قیمتی وقت، توانائی اور وسائل کا بچاؤ ممکن ہو سکے گا۔ جعلی اور غیر معیاری کھادوں اور کرم کش ادویات کے استعمال نے زرعی پیداوار کو بہت ٹھیس پہنچائی ہے۔ بے چارا کسان اپنی سادگی کی بدولت ملاوٹ کا کاروبار کرنے والوں کے ہاتھوں کئی بار لٹتا ہے۔ اس عفریت سے بچنے کے لیے حکومت پنجاب کی سفارشات پر وفاقی حکومت نے جعلی یا غیر معیاری زرعی ادویات کی فروخت کے جرم کی سزا کو سات سال قید بامشقت اور دس لاکھ روپے جرمانے تک بڑھا دیا ہے۔

24- پنجاب میں تقریباً ساٹھ لاکھ ایکڑ قابل کاشت رقبہ بے آباد پڑا ہے۔ دھرتی کا یہ وسیع خطہ اپنے اندر چھپے خزانوں کو انڈیلنے کے لیے بے تاب ہے۔ ضرورت صرف مناسب حکمت عملی اور منصوبہ بندی کی ہے۔ پنجاب لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی Punjab Land Utilization Authority جسے پچھلی حکومت نے ختم کر دیا تھا کو ازسرنو منظم کیا گیا ہے۔ تاکہ اس وسیع رقبہ کو آباد کرنے کے لیے اقدامات کو حتمی شکل دی جا سکے۔ سیم اور تھور سے متاثرہ زمینوں کی بحالی اور بارانی علاقوں کی ترقی حکومت پنجاب کے خصوصی اہداف میں شامل ہے۔ بارانی زرعی کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جا چکا ہے۔ امید ہے کہ اب یہ درسگاہ بارانی علاقوں میں زرعی تحقیق وجستجو کے میدان میں اہم کردار ادا کرے گی۔ نہری علاقوں میں، آبپاشی کا 49% پانی نہروں سے کھیتوں تک ترسیل آب کے دوران ضائع ہو جاتا ہے۔ اس ضیاع سے بچنے کے لیے خصوصی حکمت عملی وضع کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ نہری پانی کی چوری کا سدباب، کھیت سے منڈیوں تک سڑکوں کی تعمیر، محکمہ امداد باہمی کے توسط سے آسان اقساط پر زرعی قرضوں اور تخفیف شدہ نرخوں پر زرعی مشینری کی فراہمی وہ اہم اقدامات ہیں جو کسان بھائیوں کی بہبود کے لیے ان کی حکومت نے ان کے نمائندوں کی راہ نمائی میں ترتیب دیے ہیں۔ اس ضمن میں حکومت پنجاب کی خصوصی توجہ کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ 95-1994ء میں اس شعبہ کے لیے مخصوص رقم 24 فی صد کے اضافے کے بعد 108 کروڑ روپے سے بڑھا کر آئندہ سال کے لیے 134 کروڑ روپے کر دی گئی ہے۔

25- حکومت پنجاب نے جنگلات کے فروغ کے لیے اس سال انتہائی اہم اقدامات اٹھائے ہیں کہ سوہنی دھرتی کو سرسبز وشاداب بنانے کا جذبہ ایمان کی طرح ہمارے سینے میں دھڑکتا ہے۔ اس ضمن میں کیے جانے والے اہم اقدامات میں افزائش نرسری وشجرکاری اور نہری درختوں کی حفاظت، سبز درختوں کی

کٹائی پر پابندی، شجر کاری کے اعتبار سے ماڈل دیہاتوں کا انتخاب، عالمی بینک اور یورپین کمیونٹی کے تعاون سے ترقیاتی پراجیکٹس کا قیام، دفاعی شجر کاری، جنگلی حیات کی افزائش کی نج کاری اور سیر گاہوں و سبزہ زاروں کی تعمیر و ترقی کے منصوبے شامل ہیں۔ یہ منصوبے ماحول کو سازگار بنانے کے ضمن میں پنجاب حکومت کی ترجیحات کی غمازی کرتے ہیں۔

26- جمہوری نظام عوامی امیدوں اور امنگوں کا اسی وقت آئینہ دار ہوتا ہے جب ہر سطح پر لوگوں کو جمہوری عمل میں شرکت کا موقعہ مل سکے۔ بلدیاتی ادارے نہ صرف عوامی نمائندگی کے احساس کو پختہ بناتے ہیں بلکہ انہی کے دم قدم سے مستقبل کی قیادت نمو پاتی ہے۔ انسانی فکر اگر جمود و تعطل کا شکار ہونے لگے تو اس میں گدلے پانی کی بو پیدا ہونے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نئے حقائق اور بدلتی ہوئی ضرورتوں کے پیش نظر ہم نے ایسا بلدیاتی نظام وضع کرنے کی کوشش کی ہے جس میں مقامی سطح پر لوگ اپنے مقدر کے آپ مالک ہوں اور ترقی اور بہبود کے لیے اپنی ترجیحات خود ہی ترتیب دیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس نظام سے خود اعتماد کی وہ فضا جنم لے گی جس میں پروان چڑھنے والی قیادت کے لیے ستاروں پہ کمند ڈالنا کوئی صبر آزما مرحلہ نہ ہوگا۔ اس مجوزہ نظام کے تحت الیکشن کروانے کے لیے دس کروڑ روپے کی رقم مخصوص کی گئی ہے تاکہ صوبائی حکومت بلدیاتی نظام کی تشکیل کی ذمہ داری سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکے۔

27- پنجاب کی جس خوش حالی کا کبھی چرچا تھا اب وہ حقیقت ایک خواب ہوئی جاتی ہے۔ دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کی بدولت عوام کی ایک کثیر تعداد روزمرہ کی ضروریات کو ترستی ہے۔ ماضی کی لوٹ کھسوٹ، استحصال، مالی بے ضابطگیاں اور کواپریٹوز کے سکینڈل ایک ہی کہانی کے کئی عنوان ہیں۔ ظلم کی ہر کہانی ایک ہی پیغام دیتی ہے کہ

جس دور میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی
اس دور کے سلطان سے کوئی بھول ہوئی ہے

جناب سپیکر!

28- ہم یہ بھول دہرانا نہیں چاہتے، ہم امانتوں کے محافظ ہیں۔ ہم قومی دولت کی مساوی تقسیم اور ہر طرح کے استحصال کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ وفاقی حکومت کی سرپرستی میں ہم نے جو اقدامات کیے ہیں ان سے ہزاروں لٹے پھٹے گھروں میں امید کے دیے روشن ہونے لگے ہیں اور بیواؤں کا مقدر سنورنے کی

آس بندھ گئی ہے۔ ہم معذوروں' ناداروں' بیواؤں اور یتیموں کو باوقار زندگی کا حق لوٹانا چاہتے ہیں۔ ہماری جدوجہد کا مطمع نظر سماجی انصاف اور غربت کا خاتمہ ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہم نے بیت المال کے لیے 15 کروڑ روپے کی رقم تجویز کی ہے تاکہ اس دھرتی پہ کوئی ایسا گھر نہ ہو جہاں رات کو چولہا نہ جلے اور بچے بھوک کی شدت سے بلک بلک کے سو جائیں۔ ہمیں احساس ہے کہ غربت کے خلاف یہ جنگ رفاہی اداروں اور صاحب ثروت افراد کے تعاون کے بغیر جیتنا ممکن نہیں۔ ہم نے سماجی بہبود کے ان غیرسرکاری اداروں کی جو تعلیم' صحت اور دیگر فلاحی کاموں کے لیے سرگرم ہیں' حوصلہ افزائی کے لیے 5 کروڑ روپے مختص کیے ہیں تاکہ حکومتی اور غیرحکومتی ذرائع کے اشتراک سے معاشرتی بہبود کی کھوئی ہوئی منزل کا سراغ مل سکے۔

جناب سپیکر!

29- سرسبز وشاداب کھیتوں' دھواں اگلتی فیکٹریوں اور زمین میں چھپے خزانوں کے علاوہ ہمارا سب سے بڑا اثاثہ وہ نوجوان ہیں جو دھرتی سے محبت کے گیت سن کے جوان ہوتے ہیں اور جن کے سینے میں عزم و ہمت اور امیدوں کا بحر بیکراں مچلتا ہے۔ ان نوجوانوں کی صلاحیتوں کو تعمیر رخ دینے میں ہی ملک و قوم کی بقا کا راز مضمر ہے۔ اگر ان کے زور بازو کو قومی تعمیر کے لیے وقف نہ کیا جائے تو یہی قوت تشدد اور گمراہی کا لبادہ اوڑھ لیتی ہے اور کوچہ و بازار میں لہو کے چھینٹے اڑنے لگتے ہیں۔ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ پبلک سیکٹر میں کبھی اتنی گنجائش پیدا نہیں ہوسکتی کہ یہ ہر پڑھے لکھے یا ان پڑھ بے روزگار نوجوان کو اپنی آغوش میں لے سکے۔ اس سلسلہ میں سب سے بھاری ذمہ داری تو نجی شعبہ پر ہی عائد ہوتی ہے تاہم پنجاب حکومت نے بے روزگاری کے مسئلہ سے نمٹنے کے لیے رواں مالی سال میں 43 ہزار اسامیاں پیدا کی تھیں اور اگلے مالی سال کے لیے 10,300 نئی اسامیاں پیدا کی جارہی ہیں جن میں 7,280 محکمہ تعلیم سے متعلقہ ہیں' یہ اسامیاں در بدر کی خاک چھاننے والے نوجوانوں کو اپنی صلاحیتیں آزمانے کا موقع فراہم کریں گی جو قومی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے بے چین ہیں۔

30- دیہی باشندوں کو گھروں کے لیے رہائشی احاطوں کے حقوق ملکیت اور مناسب سہولتوں کی فراہمی ہماری حکومت کی ایک اور اہم ترجیح ہے۔ ہم نے صوبہ بھر کے 25 ہزار دیہاتوں کے لاکھوں مکینوں کو جو آبادی دیہہ میں رہائش پذیر ہیں بلا معاوضہ حقوق ملکیت دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ فیصلہ اس اعتبار سے اور بھی اہم ہے کہ ان بے سہارا لوگوں کو کسی در نیاز پہ دستک نہ دینا پڑے گی۔ اس ضمن

میں وزیراعلیٰ پنجاب کی خصوصی ہدایت پر اب تک اڑھائی لاکھ سے زائد خاندانوں میں حقوق ملکیت کی سندات تقسیم کی جا چکی ہیں۔ حکومت کے اس تاریخ ساز اقدام سے لاکھوں گھروں میں اطمینان اور مسرت کی لہر دوڑ گئی ہے۔ یہ فیصلہ ہمارے بے گھر غریب بھائیوں کی اس دعا کا صلہ ہے کہ۔

میرے خدا مجھے اتنا تو معتبر کر دے
میں جس مکان میں رہتا ہوں اس کو گھر کر دے

31- سرکاری ملازمین حکومتی مشینری کا اہم حصہ ہیں۔ یہ مقدس ایوان جو قانون بناتا ہے' جو حکمت عملی وضع کرتا ہے' اس پہ عمل درآمد انہی کے توسط سے ممکن ہوتا ہے۔ پنجاب حکومت نے اپنی پالیسیوں کے نفاذ اور صوبہ بھر کے عوام کی سہولت اور خدمت کے لیے ایک صاف ستھری' مؤثر' ایماندار' فرض شناس اور مستعد انتظامیہ مہیا کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ ہم نے بلاجواز ترقیوں اور مدت ملازمت میں توسیع کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ وفاقی حکومت کی جانب سے ملازمین کی تنخواہوں اور الاؤنسز میں متوقع اضافے کے پیش نظر صوبائی بجٹ میں رقم مخصوص کی جا چکی ہے۔ مزید برآں ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی بہبود اور پنشن کے لیے 145 کروڑ روپے کی اضافی رقم بھی محفوظ کی گئی ہے۔ ہمارا مطمع نظر سرکاری ملازمین کی عزت نفس کا تحفظ اور ان کے معیار زندگی کو ابتری سے بچانا ہے تاکہ عوامی خدمت کی اس جدوجہد میں وہ پورے اطمینان قلب سے ہمارا ساتھ دے سکیں۔

جناب سپیکر!

32- 1995-96ء میں تعمیر پنجاب پروگرام کے 13 ارب 50 کروڑ روپے میں سے 8 ارب 40 کروڑ روپے عام ترقیاتی پروگراموں اور 5 ارب 10 کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے لیے مختص ہوں گے۔ یہ رقم 1994-95ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام کے مقابلہ میں 12.5 فی صد زائد ہے۔

33- گزشتہ سالوں کی طرح اس سال کا ترقیاتی پروگرام پہلے سے جاری شدہ منصوبوں کی تکمیل اور نئے منصوبوں کے اجراء پر مبنی ہے۔ ہم نے 7 ارب 71 کروڑ 60 لاکھ روپے جو کل ترقیاتی بجٹ کا 57% ہے جاری شدہ سکیموں اور 5 ارب 78 کروڑ 40 لاکھ روپے جو کل ترقیاتی بجٹ کا 43% ہے نئی سکیموں کے لیے مختص کیے ہیں۔

34- تعلیمی شعبہ کے لیے آئندہ مالی سال کے دوران 277 کروڑ 31 لاکھ روپے مخصوص کیے گئے ہیں۔ اس میں سے 77 کروڑ 31 لاکھ روپے عام پروگرام اور 200 کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے

تحت خرچ ہوں گے۔ یہ رقم رواں مالی سال کی مختص شدہ رقم سے تقریباً 23% زائد ہے۔ سوشل ایکشن پروگرام کے تحت 2288 نئے پرائمری سکولوں اور 1725 پہلے سے موجود بغیر عمارت کے پرائمری سکولوں کی عمارات تعمیر کی جائیں گی۔ 184 مسجد سکولوں کو پرائمری سکول میں تبدیل کرنے کے لیے عمارت مہیا کی جائے گی اور 1580 پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا جائے گا۔ 1000 پرائمری سکولوں کو فرنیچر اور 625 مڈل سکولوں کو فرنیچر اور سائنس کا سامان مہیا کیا جائے گا۔ 2700 پرائمری و مڈل سکولوں میں بجلی فراہم کی جائے گی۔ طالبات کے 1011 پرائمری سکولوں کے لیے چار دیواری تعمیر ہو گی۔

35- آئندہ مالی سال میں 118 ہائی اور ہائر سیکنڈری سکولوں کی نئی عمارات اور دس ہائر سیکنڈری سکولوں کے لیے اضافی عمارات کی تکمیل ہو گی۔ طلباء اور طالبات کے 48 ہائی سکولوں کو ہائر سیکنڈری کا درجہ ملے گا۔ 27 نئے سیکنڈری سکولوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور 40 ہائی سکولوں میں اضافی کمرے تعمیر کرائے جائیں گے۔ تحصیل کی سطح پر طلباء و طالبات کے لیے نئے ڈگری کالجوں کا اجراء اعلیٰ تعلیم کے فروغ کی سمت ایک اہم قدم ہے۔ اس مقصد کے لیے مرحلہ وار 40 نئے کالج کھولنے کے لیے اگلے مالی سال میں 4 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں موجودہ کالجوں میں 59 کمروں کی تعمیر، 14 کالجوں کے لیے نئی عمارات، 13 کالجوں کے لیے ہاسٹل اور 6 کالجوں میں پوسٹ گریجوایٹ بلاکوں کی تعمیر کی بھی تجویز ہے۔ فنی تعلیم کے میدان میں 16 ووکیشنل، پولی ٹیکنیک و کمرشل تربیتی اداروں کی عمارات جزوی طور پر اور 10 ایسے اداروں کی عمارات مکمل طور پر تعمیر کی جائیں گی۔ استحقاق اور قابلیت کی بنیاد پر تقریباً اٹھائیس ہزار تین صد طلباء و طالبات کو تعلیمی وظائف بھی دیے جائیں گے۔

36- صحت کے شعبہ کے لیے آئندہ مالی سال میں 125 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو رواں مالی سال کے مقابلہ میں 6% زائد ہے اس میں سے 65 کروڑ روپے عام پروگرام اور 60 کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے تحت استعمال کرنے کی تجویز ہے۔ میو ہسپتال لاہور کے لیے جو صحت عامہ کی جدید سہولتوں کی فراہمی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے 2 کروڑ 41 لاکھ روپے، علامہ اقبال میڈیکل کالج سے منسلک جناح ہسپتال لاہور کی تکمیل کے لیے 1 کروڑ 40 لاکھ روپے اور نشتر ہسپتال ملتان کے لیے 3 کروڑ 56 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ بچوں کی آبادی صوبہ بھر کی آبادی کا چالیس فی صد ہے۔ ان کے علاج معالجہ کی ضروریات کے پیش نظر لاہور میں بچوں کے ہسپتال اور راولپنڈی میں میڈیکل کالج کے جاری شدہ تعمیراتی منصوبوں کے لیے بالترتیب 7 کروڑ اور 5 کروڑ کی رقوم رکھی گئی ہیں۔

37- جدید طبی سہولتیں عام کرنے کے لیے اور آئندہ مالی سال میں دیہی علاقوں کے 140 بنیادی ہیلتھ یونٹوں میں بجلی کی فراہمی اور 40 بنیادی ہیلتھ یونٹوں میں پینے کے پانی اور نکاسی آب کے منصوبے مکمل ہوں گے۔ 50 بنیادی مراکز صحت اور 15 دیہی مراکز صحت کا درجہ بڑھایا جائے گا۔35 دیہی مراکز صحت اور دو تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں پر کام مکمل ہونے سے تحصیل کی سطح پر مریضوں کے لیے 80 بستروں کا اضافہ ہوگا جب کہ 15 تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتالوں کی تعمیر کا کام جاری رہے گا۔ مزید برآں 2700 چائلڈ ہیلتھ ورکرز اور 500 لیڈی ہیلتھ وزیٹرز کو تربیت بھی دی جائے گی۔

38- دیہی علاقوں میں پینے کے صاف پانی اور نکاسی آب کی سہولتوں کی فراہمی کے لیے آئندہ مالی سال میں سوشل ایکشن پروگرام کے تحت 225 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ آئندہ مالی سال میں دیہی آب رسانی و نکاسی آب کی 554 سکیمیں مکمل ہوں گی' جس سے صوبہ کی 23 لاکھ آبادی مستفید ہوگی۔ امید ہے کہ جون 1996ء تک صوبہ کی 54 فی دیہی آبادی کو پینے کا صاف پانی اور 26 فی صد دیہی آبادی کو نکاسیٔ آب سہولت میسر آجائے گی۔

دیہی علاقوں میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی کے لیے ایک ہمہ گیر اور مربوط حکمت عملی ترتیب دے دے کر زیادہ سے زیادہ وسائل دیہی ترقی و بہبود کے لیے مختص کیے جا رہے ہیں۔ اس ضمن میں آئندہ سال کے لیے رکھی گئی رقم کل ترقیاتی پروگرام کا 80 فی صد ہے۔ مقامی ترقی کے لیے خصوصی پروگرام میں 154 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جو مقامی نمائندوں کی نشان دہی پر متعلقہ صوبائی محکموں کے توسط سے خرچ ہوں گی۔ چھوٹے قصبوں کی ترقیاتی ضرورتوں اور وسائل کی کم یابی سے نمٹنے کے لیے حکومت نے ایک جامع منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت پینے کے صاف پانی کے منصوبوں کے لیے 6 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس پروگرام کے تحت ان قصبوں کو فراہمی آب کی سکیموں پر اٹھنے والے تمام اخراجات حکومت پنجاب خود برداشت کرے گی۔

40- شہری وعلاقوں میں' جنہیں غربت کے وسیع سمندر میں خوش حالی کا جزیرہ تصور کیا جاتا ہے' بسنے والے لوگوں کی اکثریت بھی پس ماندہ دیہاتیوں کی طرح بادری اور کس مپرسی کی شکار ہے۔ آبادی میں اضافہ کی وجہ سے فراہمی و نکاسی آب اور ذرائع آمدورفت جیسے مسائل تیزی سے سر اٹھا رہے ہیں۔ ان مسائل سے نمٹنے کے لیے وزیراعلیٰ کے خصوصی پیکیج کے تحت حکومت پنجاب نے بڑے شہروں کے ترقیاتی اداروں کے لیے سال رواں کی مختص شدہ رقم 42 کروڑ 72 لاکھ میں اضافہ کر کے آئندہ مالی سال

کے لیے 46 کروڑ 77 لاکھ کر دیا ہے۔ لاہور کے شمالی علاقوں میں معیار زندگی کو بلند کرنے کے لیے شہری سہولتوں کی فراہمی کے لیے ایک خصوصی منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ پنجاب کے دارالحکومت میں روز افزوں ٹریفک وبال جان بنتی جا رہی ہے۔ اس مسئلہ سے نمٹنے کے لیے سڑکوں اور پلوں کی کی تعمیر و توسیع کے کئی منصوبوں پر عمل ہو رہا ہے۔ ان میں گڑھی شاہو پل' Ring Road اور فیروز پور روڈ پر Under pass کی تعمیر کے منصوبوں پر عمل درآمد کے لیے 7 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ حفظان صحت کی ضرورتوں کے پیش نظر پانی کی ترسیل کو باقاعدہ بنانے کے لیے 96-1995ء کے دوران 4 کیوسک گنجائش کے 5 ٹیوب ویل نصب کیے جائیں گے اور دریائے راوی پر دوسرے پل کی تعمیر کا کام بھی مکمل کیا جائے گا۔ فیصل آباد کا ترقیاتی ادارہ تقریباً گیارہ کروڑ کی رقم سے فیصل آباد کے عظیم تر فراہمی آب کے منصوبہ کی تکمیل کرے گا اور نکاسی آب کے منصوبہ پر بھی 50 فی صد کام مکمل ہو جائے گا۔ ڈسکوٹ روڈ پر پل کی تعمیر کا کام مکمل ہوگا اور ہائی سٹیڈیم کی تعمیر کا کام شروع وزیراعظم کی ہدایت کے لیے جو خصوصی ترقیاتی پیکج تیار کیا گیا ہے اس کے لیے وفاقی حکومت نے 5 کروڑ کی رقم بھی مہیا کی ہے۔

41۔ ملتان کا ترقیاتی ادارہ 7 کروڑ 33 لاکھ کی مختص شدہ رقم سے سیوریج اور واٹر سپلائی سکیم پر عمل درآمد کرے گا جب کہ شہر کے نشیبی علاقوں میں بھی سیوریج اور واٹر سپلائی کا کام شروع کیا جائے گا۔ شہر کی سڑکوں کے لیے ایک کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جب شمالی بائی پاس کی تعمیر کا کام دو کروڑ 20 لاکھ روپے کی رقم سے شروع ہوگا۔ گوجرانوالہ میں سیوریج ' سڑکوں کی تعمیر و کشادگی و دیگر سہولتوں کے لیے 2 کروڑ 20 لاکھ روپے اور راولپنڈی میں سڑکوں کی تعمیر' ایشیائی بینک کی امداد سے واٹر سپلائی' حفظان صحت فوارہ چوک' چاندنی چوک' کمیٹی چوک اور لیاقت چوک کی بہتری جیسے منصوبوں پر عمل درامد کے لیے 5 کروڑ 14 لاکھ رپے مہیا کیے گئے ہیں۔ وزیراعلیٰ کے اس پیکج کے تحت بہاولپور' سرگودھا اور شیخوپورہ میں بھی شہری سہولتوں کی فراہمی کے لیے ترقیاتی منصوبوں کا آغاز کیا جا رہا ہے۔

42۔ 95-1995ء کے ترقیاتی بجٹ میں زرعی شعبہ کے لیے 29 کروڑ 50 لاکھ روپے مخصوص کرنے کی تجویز ہے۔ واٹر مینجمنٹ منصوبے کے تحت اگلے سال پانی کے 2525 کھالے بہتر بنائے جائیں گے اور 145000 ایکڑ اراضی کو زرعی مقاصد کے لیے ہموار کیا جائے گا۔ ٹیوب ویلوں کی تنصیب پر subsidy

کے علاوہ کسانوں کو بھاری زرعی مشینری بھی رعائتی نرخوں پر فراہم کی جا رہی ہے۔ عمدہ اقسام کے بیج کی ترویج و ترقی پر زرعی تحقیق اور کپاس کی فصل کو وائرس سے محفوظ رکھنے کے لیے 16 فی صد رقوم رکھی گئی ہیں۔ کسانوں کو زراعت کے جدید انداز سے روشناس کرانے کے لیے زراعت کی تعلیم و تربیت کے پروگرام کے لیے فیصد حصہ مختص کیا گیا ہے۔ زرعی معیشت سے متعلقہ دیگر علاقائی مسائل کے حل کے لیے وہاڑی میں ایک زرعی و معاشی ترقیاتی مرکز قائم کیا جا رہا ہے جس کے لیے اس سال تقریباً دو کروڑ 18 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اس ادارہ میں باہمی مشاورت کے ذریعے زرعی شعبہ کو درپیش مسائل سے نمٹنے کی حکمت عملی ترتیب دینے کے علاوہ کاشت کاروں و زرعی عملہ کو تربیتی سہولتوں کی فراہمی کا اہتمام کیا جائے گا۔

43۔ پنجاب میں 14 بیراجوں/ ہیڈورکس' 23 ہزار میل لمبی اور دس ہزار سے زائد سکارپ کے ٹیوب ویلوں پر مشتمل نظام' کروڑوں ایکڑ رقبہ کو آب پاشی کی سہولتیں فراہم کرتا ہے اس شعبہ کی اہمیت کے پیش نظر اگلے مالی سال کے دوران 39 کروڑ 68 لاکھ روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔ مناسب سائل کی دستیابی کے بعد پانی کی تقسیم کے معاہدہ کے نتیجہ میں چار اہم منصوبوں پر عمل شروع کیا جائے گا۔ جن کی تکمیل سے تقریباً 27 لاکھ ایکڑ اضافی رقبہ سیراب ہو سکے گا۔ آئندہ مالی سال میں دس میل لمبی نہروں کی توسیع 70 70 میل راجباہوں' نہروں کی re-modelling اور 300 میل لمبی نہروں کی بحالی کا کام مکمل کیا جائے گا۔

44۔ پنجاب کے بارانی علاقوں کی ترقی کے لیے 185 کروڑ روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ ان علاقوں کی ترقی میں پانی کی عدم دستیابی ایک بڑی رکاوٹ ہے جسے ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت چھوٹے ڈیموں small dams کی تعمیر کے ذریعے دور کیا جائے گا۔ ان منصوبوں سے ان علاقوں میں جہاں آب پاشی اور پینے کا پانی فراہم ہو گا وہیں جنگلات' حیوانات اور ماہی پروری جیسے شعبہ جات میں ترقی کی راہیں کھلیں گی۔

45۔ ملکی ترقی کے لیے شاہرات کی ایک جدید اور مربوط نظام کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں' اس لیے حکومت پنجاب اس سلسلہ میں خصوصی دل چسپی رکھتی ہے۔ صوبائی شاہرات کی موجودہ لمبائی تقریباً 12 ہزار کلو میٹر ہے۔ اس کے علاوہ کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر کے پروگرام کے تحت جون 1995ء تک تقریباً 19 ہزار کلو میٹر لمبی سڑکیں تعمیر ہو جائیں گی۔ شاہرات پر ٹریفک کے بہاؤ کو

یقینی بنانے کے لیے سڑکوں کی کشادگی بھی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس ضمن میں 168 سکیموں پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔1995-96ء کے لیے اس شعبہ میں نئی و جاری سکیموں کے لیے 85 کروڑ روپے رکھے ہیں جبکہ کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر کے پروگرام میں 105 کروڑ روپے مختص کرنے کی تجویز ہے۔ اس سے تقریباً 1000 کلومیٹر اضافی سڑکیں تعمیر ہوں گی۔ ایشائی ترقیاتی بینک کے تعاون سے تقریباً 316 کلو میٹر لمبی 8 صوبائی شاہرات کی بہتری، کشادگی اور مضبوطی کا کام بھی کیا جائے گا۔ تین سال میں مکمل ہونے والے منصوبہ میں پنجاب کا حصہ 30 فی صد ہوگا اور پہلے مرحلے کے لیے 90 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ مزید برآں جاپان کی اعانت سے سڑکوں کی تعمیر کے لیے بھی ایک کروڑ 20 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔

46۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے بے روزگاری کے مسئلہ کا نجی شعبہ کے بھر پور تعاون کے بغیر حل ناممکن ہے، تاہم پنجاب حکومت اس ضمن میں مقدور بھر کوشش میں مصروف ہے۔ پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن، دیہی صنعتی پروگرام اور سیلف ایمپلائمنٹ سکیم کے نام سے چھوٹی صنعتوں کے قیام کے لیے آسان قسطوں پر قرضے فراہم کر رہی ہے۔ جس سے دیہاتوں میں چھوٹی صنعتوں کے قیام کے علاوہ شہروں کی جانب نقل مکانی کے رجحان کی حوصلہ شکنی بھی ہو گی۔ ان سکیموں کے تحت پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن 16291 منصوبوں کے لیے 5 ارب 70 کروڑ 41 لاکھ روپے کے قرضہ جات منظور کر چکی ہے اور ان میں سے تقریباً چھ ہزار تین سو چھتیس منصوبوں کو ایک ارب 70 کروڑ 51 لاکھ روپے کے قرضوں کی ادائیگی کی جا چکی ہے ان منصوبہ جات سے اب تک اندازاً 65 ہزار افراد روزگار سے منسلک ہو چکے ہیں جبکہ تمام منظور شدہ منصوبوں کی تکمیل کے بعد مزید دو لاکھ افراد کو روزگار کے مواقع میسر ہو سکیں گے۔

47۔ زرعی شعبہ میں ترقی کے قدم بہ قدم صنعت کے میدان میں ترقی اور بہبود کی منزل بھی ہمارے رو برو ہے۔ صوبہ بھر میں ہمارا مزدور شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی خوش حالی سے ہی ملک و قوم کی خوش حالی وابستہ ہے۔ صوبہ بھر میں صنعتی کارکنوں کے لیے 28 لیبر کالونیاں ایک مرحلہ وار پروگرام کے تحت قائم کی جا رہی ہیں جن کے لیے وفاقی حکومت ورکرز ویلفیئر فنڈ سے رقوم فراہم کرتی ہے۔ اس منصوبہ کے تحت 3 مرلہ پر مشتمل تقریباً 35 ہزار پلاٹ تیار کیے جا رہے ہیں۔ یہ پلاٹ صنعتی کارکنوں کو نہایت آسان شرائط پر الاٹ کیے گئے ہیں۔ ان سے زمین کی کوئی قیمت نہیں لی جا رہی صرف

ترقیاتی اخراجات آسان اقساط میں وصول کیے جائیں گے۔ صنعتی کارکنوں کی بچیوں کی شادی پر پندرہ ہزار روپے فی کس کی خصوصی امداد پر رواں مالی سال کے دوران 2 کروڑ 15 لاکھ روپے خرچ کیے گئے ہیں اور 96-1995ء کے دوران اتنی ہی مزید رقم مختص کرنے کی تجویز ہے۔ مزید برآں ہر سال سترہ ہزار دو سائیکلوں اور چار ہزار تین سو سلائی مشینوں کی مفت تقسیم پر بالترتیب دو کروڑ 75 لاکھ اور 55 لاکھ روپے کی رقم مخصوص کی جاتی ہے۔ یہ منصوبے آئندہ مالی سال میں بھی جاری رہیں گے۔

جناب سپیکر!

48۔ ترقی کی راہ میں کی جانے والی ہماری کوششیں تیزی سے بڑھ ہوئی آبادی کی نذر ہو رہی ہیں۔ اس گھمبیر مسئلہ کے حل کے لیے پنجاب حکومت بہبود آبادی کے پروگرام پر وفاقی حکومت کی مدد سے عمل پیرا ہے۔ گزشتہ سال اس ضمن میں 39 کروڑ روپے مخصوص کیے گئے تھے جبکہ آئندہ مالی سال کے لیے وفاقی حکومت کی جانب سے 52 کروڑ روپے مہیا ہوں گے۔ وفاقی امداد میں 33 فی صد کا یہ اضافہ ہماری کوششوں میں مزید وسعت کا باعث بنے گا۔

49۔ صوبہ کی ترقی کے لیے 96-1995ء کے دوران حکومت مندرجہ ذیل نئے اقدامات کا عزم رکھتی ہے۔

i) حکومت پنجاب نے تحفظ ماحول کی اہمیت کے پیش نظر تعمیر پنجاب پروگرام 96-1995ء میں "ماحولیاتی منصوبہ سازی" Environmental planning کا ایک نیا شعبہ قائم کیا ہے جس کے لیے ابتدائی طور پر ایک کروڑ 69 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ یہ رقم ان منصوبہ جات کے علاوہ ہے جو تحفظ ماحول کے تحت زراعت، جنگلات صنعت، پبلک ہیلتھ، مری کہوٹہ ترقیاتی ادارہ کے عمومی پروگرام کے زمرے میں آتے ہیں۔

ii) قصور میں تنریز سے آلودگی کے خاتمہ کے لیے قصور ترقیاتی ادارہ کا قیام عمل میں گیا ہے۔ یہ ادارہ ابتدائی طور پر 26 کروڑ لاگت سے ایک جامع منصوبہ زیر عمل لانے کا جس کے لیے 96-1995ء میں تین کروڑ پیش لاکھ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے۔

iii) نہری پانی کے ضیاع کو روکنے اور کاشت کاروں کی بہبودی کے مدنظر 96-1995ء

کے دوران دو کروڑ روپے سے کھالوں کی اصلاح کا ایک نیا پروگرام شروع کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ بارانی علاقوں میں آب پاشی کے پانی کی کمی دور کرنے کے لیے دو کروڑ روپے سے small dams اور ٹیوب ویلوں کی تنصیب کے ایک جامع منصوبہ کا بھی آغاز ہو گا۔ ان منصوبوں کے لیے فنڈز وزیراعلیٰ کے پروگرام سے مساوی اعانت کی بنیاد پر فراہم ہوں گے۔

(iv) دیہات میں بجلی کی فراہمی کو مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ تاہم صوبائی حکومت نے دیہاتی عوام تک بجلی پہنچانے کے پروگرام کو تیز کرنے کے لیے اپنے کمیاب وسائل میں سے 5 کروڑ روپے مختص کیے ہیں تاکہ یہ سہولت عوام تک جلد از جلد پہنچ سکے۔

(v) صوبہ بھر کے مڈل سکولوں میں نویں اور دسویں کلاسوں کا اجراء گزشتہ سالوں سے ختم کر دیا گیا تھا جبکہ ان کلاسوں کا اجراء' بالخصوص دیہی سکولوں میں ایک نہایت ضروری امر ہے۔ حکومت نے 95-1995ء سے مڈل سکولوں کو ہائی سکول کا درجہ دینے کا پھر سے فیصلہ کیا ہے۔ جس کے لیے آئندہ مالی سال میں دس کروڑ روپے مہیا کیے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!

50۔ ماضی میں ہماری مالیاتی حکمت عملی کا خاصہ رہا ہے کہ ترقیاتی منصوبوں کے لیے وفاقی حکومت سے حاصل کیے گئے قرضوں پہ بھروسہ کیا جاتا تھا لیکن اس بار ہم نے اس روایت سے انحراف کرتے ہوئے وفاقی حکومت پر انحصار کم کر کے مقامی وسائل پہ تکیہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس ضمن میں ہم نے کفایت شعاری' بے جا اسراف سے پرہیز اور منصوبوں کے انتخاب میں احتیاط و اعتدال کا دامن تھامنے کی راہ اپنائی ہے۔ ان اقدامات کا مقصد اپنے پاؤں پہ کھڑا ہونے کے علاوہ آئندہ نسلوں کو قرضہ کے بوجھ سے محفوظ رکھنا ہے۔ بظاہر یہ فیصلہ بے حد خوش آئندہ نظر آتا ہے لیکن اس پر عمل درآمد جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ اس کے لیے مالیاتی نظم و ضبط کے علاوہ اضافی وسائل درکار ہوں گے۔ نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کے مطابق بھی ہمیں ہر سال اپنے محصولات میں 8 فی صد کا اضافہ کرنا ہے جب کہ وفاقی حکومت کے ایک فیصلہ کے مطابق صوبوں کو فراہم کی جانے والی matchung grant میں

صوبائی آمدنی کے تناسب ہی سے اضافہ کیا جائے گا۔ گویا ہماری ترقیاتی کاوشوں کا انحصار اب مقامی وسائل کی فراوانی اور وسعت پہ ہو گا۔

51۔ اپنے وسائل بڑھانے کے لیے ہمیں چند مقامی ٹیکسوں میں اضافے کی کڑوی گولی پڑے گی۔ ان مجوزہ ٹیکسوں کی تفصیل بل کی صورت میں ابھی آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ ایک غربت صوبے کا وزیر خزانہ ہونے کی حیثیت سے میرے دامن میں امیدوں اور آرزوؤں کے سوا اور کچھ نہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ ترقی کی کوئی بھی منزل ایسی نہیں جس کی راہ میں مشکلات حائل نہ ہوں۔ ہم قربانی اور جہدِ مسلسل کی راہ پہ چل نکلے ہیں۔ میری تمام معروضات اس امر کی گواہ ہیں کہ غربت اور محنت کش عوام کی ترقی اور بہتری ہی ہماری سیاست کا مقصد اور محور ہے۔ میں یہ کہنے کی جرأت تو نہیں کروں گا کہ ہمارے مجوزہ اقدامات سے پلک جھپکتے میں پنجاب کی کایا پلٹ جائے گی اور ہر سو ترقی و خوش حالی کے چشمے ابلنے لگیں گے لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ جو چراغ آپ ہم روشن کر رہے ہیں انہی کے نور سے غربت، جہالت اور ناانصافی کی سیاہ رات اپنے اختتام کو پہنچے گی۔

جناب سپیکر!

میں آپ کے توسط سے اس معزز ایوان کا شکر گزار ہوں کہ میری گزارشات کو نہایت صبر و سکون اور تحمل سے سنا گیا۔

پاکستان زندہ باد

میزانیہ بابت سال 96-1995ء کا ایوان میں پیش کیا جانا

جناب سپیکر، میں وزیر خزانہ کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ میزانیہ بابت سال ۹۶۔۱۹۹۵ء پیش کریں۔

MINISTER FOR FINANCE Sir, I present the Annual Budget for the year 1995-96.

جناب سپیکر، میزانیہ بابت سال ۱۹۹۶۔۱۹۹۵ء پیش کر دیا گیا ہے۔ جناب وزیر خزانہ

ضمنی میزانیہ بابت سال 95-1994ء کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR FINANCE: Mr Speaker, I present the Supplementary Budget for the year 1994-1995

جناب سپیکر، ضمنی میزانیہ بابت سال ۹۵۔۱۹۹۴ء پیش کر دیا گیا۔

مسودہ قانون مالیات بابت سال 1995ء کا ایوان میں پیش کیا جانا

MINISTER FOR FINANCE : Mr Speaker, Sir, I introduce the Punjab Finance Bill, 1995.

جناب سپیکر ، مسودہ قانون مالیات بابت سال ۱۹۹۵ء پیش کر دیا گیا۔

میں اجلاس کو ۱۸ جون ۱۹۹۵ء شام چار بجے تک کے لیے ملتوی کرتا ہوں۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

اتوار 18۔جون 1995ء

(یک شنبہ 18 محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر، لاہور میں 4.00 بجے سہ پہر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ
مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾
اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾

سورۃ بنی اسرائیل، آیات 29 تا 30

اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہوا بے شک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ دیتا اور کستا ہے (تنگی دیتا ہے) بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ O

میزانیہ بابت سال 96-1995ء پر بحث

جناب سپیکر ، اب ہم سالانہ میزانیہ سال 96-1995ء پر عام بحث کا آغاز کرتے ہیں جو اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ از راہ کرم اپنے ناموں سے مجھے مطلع فرما دیں۔ سب سے پہلے میں قائد حزب اختلاف محترم چودھری پرویز الٰہی کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری پرویز الٰہی (قائد حزب اختلاف) ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں آج آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کی دعوت دی ہے۔ یہاں پر میں ان وزراء صاحبان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں ' جو کہ ہمارے اس دن کے بائیکاٹ کے سلسلے میں ہم تک آئے۔ ہم سے مذاکرات کیے اور میں خاص طور پر وزیر خزانہ جناب مخدوم الطاف صاحب کا ' چونکہ وہ کسی کے کہنے پر نہیں بلکہ خود چل کر آئے تھے۔ ہمیں ان کا بڑا احترام ہے ہم ان کی بہت عزت کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم نے ایک اصولی بائیکاٹ کیا تھا اور بائیکاٹ کی ٹھوس اور معقول وجوہات تھیں۔جناب سپیکر! دراصل ہم اس دن چند اہم نکات ریکارڈ پر لانا چاہتے تھے جس میں خاص طور پر بجٹ کا ' بجٹ کی تقریر سے پہلے اخبارات میں چھپ جانا تھا اور دوسری وجہ جو ہمارے بائیکاٹ کی تھی جس کا ہم مسلسل اخبارات کے ذریعے ہاؤس کے اندر ہاؤس کے باہر بیانات کی شکل میں احتجاج کرتے رہے کہ پنجاب کی پولیس کو دوسرے صوبوں میں اور وفاقی سطح پر استعمال نہ کیجئے۔ لیکن وہی ہوا کہ اسلام آباد میں یہاں سے پولیس گئی اور ان بے چارے کلرکوں پر اس پولیس کو استعمال کیا گیا ان کے سر پھوڑے گئے۔ حالانکہ وہ ایک جائز اور قانونی حق رکھتے ہوئے صرف احتجاج کر رہے تھے۔ اسی طرح پنجاب پولیس کا جو سندھ میں بھیجے جانے کا سوال یہاں اٹھ رہا تھا اس کو ہم یہاں ہاؤس میں on record لا کر روکنا چاہتے تھے کہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ بنگلہ دیش میں سب سے زیادہ جن کو بدنام کیا گیا وہ پنجابی تھے۔ حالانکہ اس کے کئی محرکات تھے کئی وجوہات تھیں لیکن بدنام کون ہوئے؟ ہم یعنی پنجاب کے رہنے والے بدنام ہوئے' اب ہم نہیں چاہتے کہ پنجاب کی پولیس سندھ جائے' کراچی جائے اور مہاجروں کے دلوں میں یہ بات اٹھے کہ یہ پنجابی ہمیں مارنے کے لیے بلائے گئے ہیں۔ کیونکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ پنجاب کی اسمبلی نے متفقہ قرار داد پاس کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ ہماری ہمدردیاں مہاجروں کے ساتھ ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ وہاں کے حالات مذاکرات کے ذریعے تمام رہنماؤں سے مل بیٹھ کر حل کیے جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)تو یہ چند ایک چیزیں تھیں اور اصولی چیزیں تھیں۔ ہم

نے فیصلہ کیا تھا کہ نہ صرف بجٹ تقریر کا بائیکاٹ کریں گے بلکہ پورے اجلاس کا بائیکاٹ کریں گے۔ لیکن مخدوم الطاف صاحب کے آنے کے بعد ہم نے ان سے وعدہ کیا کہ ہم آپ کے آنے کے بعد پورے سیشن کا بائیکاٹ نہیں کریں گے اور آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ خدا کے فضل و کرم سے ہم اس ہاؤس میں موجود ہیں اور پورے اجلاس میں انشاء اللہ حصہ لیں گے اور پورے دن بحث میں حصہ لیا جائے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! وزیر خزانہ صاحب کی بجٹ تقریر ۔ صفحہ ۸ پر تذکرہ فرماتے ہیں 11-B کا ۔ 11-B وہ قانون ہے جو اسی اسمبلی نے ' اسی ہاؤس نے اسلحہ کی نمائش کو روکنے کے لیے' لاء اینڈ آرڈر کے سلسلے میں ایک قانون پاس کیا۔ وہ ایک ایسا قانون ہے جس کو پسند کیا جاتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس سلسلے میں اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا اسمبلی میں بیٹھ کر قانون پاس کر دینے سے مسائل حل ہوجاتے ہیں؟ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اسی جگہ پر قانون پاس ہونے کے بعد 11-B کی دھجیاں دوسرے ہفتے ہی اسی اسمبلی کے باہر اڑائی گئیں۔ ہمیں اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ اس دن جناب خالد گھر کی صاحب علاج کروا کے تشریف لائے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ان کی ٹانگ کاٹی گئی ' ہمیں اس بات کا دکھ ہے۔ لیکن ان کے ساتھ جو لوگ تھے اسی اسمبلی کے باہر انہوں نے کلاشنکوف لہرائی ہی نہیں بلکہ فائرنگ بھی کی ' اس کی تصاویر اخبارات میں چھپیں اور وہ on record ہے۔ اگر آپ کہیں گے تو میں ہاؤس کے سامنے پیش کروں گا اور جناب کے سامنے پیش کروں گا۔ لیکن جناب والا! جس قانون کو اس ہاؤس نے پاس کیا اس کا عمل کیا ہوا ۔ ان کے خلاف پرچہ نہیں ہوا ' ان کو گرفتار نہیں کیا گیا۔ جناب والا! بات آگے کی طرف چلتی ہے اسی 11-B کے حوالے سے بات کر رہا ہوں جس کا تذکرہ وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں۔ ہمارے گھر کے باہر اشتہاری مجرم دندناتے پھر رہے تھے اسلحہ کی نمائش کرتے پھر رہے تھے۔ ایک DSP وہاں سے گزرتا ہے ان ملزمان کو روکتا ہے وہ گاڑی کو دوڑا کر آگے کی طرف بھاگتے ہیں۔ وہ ان کا پیچھا کرتا ہے اور پیچھا کرتے ہوئے وہ وفاقی وزیر احمد مختار کے دفتر تک پہنچتے ہیں وزیر صاحب اندر موجود ہیں۔ یہ DSP صاحب وہاں پولیس کے ساتھ پہنچ جاتے ہیں اور رنگے ہاتھوں ناجائز اسلحہ سمیت میری اطلاع کے مطابق ان کے پاس گرنیڈ بھی تھے ' ناجائز اسلحہ تھا۔ موقع پر ان کو پکڑا جاتا ہے لیکن پکڑنے کے بعد (شیم شیم ---- کی آوازیں) 11-B کا حشر کیا ہوتا ہے۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ وزیر قانون صاحب خوشی سے ڈیسک بجا رہے تھے 11-B کے

بارے میں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اس کا عمل کیا ہوا؟ اس کا عمل یہ ہوا کہ جس DSP نے ان کو پکڑا اس کو suspend کردیا گیا اور ان اشتہاریوں کو گرفتار کرنے کے بعد فوری طور پر رہا کردیا گیا لیکن گرفتاری کاغذوں پر نہیں آئی۔ جناب والا! سوچنے والی بات یہ ہے کہ ایک طرف شیخ رشید ایم این اے وہ جیل کے اندر ہے اپنے دفتر میں نہیں ہے اس کے دفتر سے جعلی کلاشنکوف برآمد کر کے پھر ریڈنگ پارٹی کا مجسٹریٹ بخاری بیان دیتا ہے ' عدالت کے اندر بیان دیتا ہے کہ یہ کلاشنکوف وہاں میرے سامنے نہیں تھی۔ اس کے باوجود جج صاحب سنتے اور فوری انصاف کے کلیے کے تحت سو کلو میٹر کی سپیڈ سے ان کو سات سال کی سزا سنا دیتے ہیں۔ جناب والا! یہ کیسا قانون ہے؟ کہ اپوزیشن کے ممبران کے لیے اور وفاقی وزراء کے لیے اور ہے اب یہاں پر ہم ایک قانون پاس کرتے ہیں اور اس قانون کو تمام صوبے کے عوام پر لاگو ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اس کا عمل آپ کے سامنے ہے۔ عمل کچھ اور ہے۔ ایک طرف وہ بے چارہ سات سال اندر بھگت رہا ہے اور دوسری طرف وفاقی وزیر صاحب اس DSP کو suspend کروانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ آپ دیکھئے وہ DSP کون ہے؟ وہ DSP وہ ہے جناب والا! کہ جبکہ وہ اسی اسمبلی کے باہر انعام اللہ نیازی کو اسی اسمبلی کی سیڑھیوں سے گھسیٹ کر گرفتار کرتا ہے تو اس کو شاباش دی جاتی ہے اسی الطاف جگے کو شاباش دی جاتی ہے جب میاں نواز شریف کے والد کو ان کے دفتر سے اٹھا کر جہاز میں لے جایا جاتا ہے تو اس کو شاباش دی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ وفاقی وزیر کے سامنے رنگے ہاتھوں ملزم پکڑتا ہے تو وہ suspend کردیا جاتا ہے۔ وہی الطاف وہی DSP معطل کر دیا جاتا ہے۔ جناب والا! اس لیے کہ یہاں وزیر اعلیٰ اور وفاقی وزیر احمد مختار کے مفادات ایک ہیں ' خیالات ملتے ہیں ' جذبات ایک ہیں۔ وہ وجہ کیا ہے؟ وہ وجہ میری ہے۔ جناب والا! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہاں آئے دن اخبارات میں وفاقی وزراء کی شکایتیں آتی ہیں کہ سیکرٹری ان کی بات نہیں مانتے۔ مجھے اس بات کا علم ہے کہ پیپلزپارٹی کے ایم پی ایز کے احکامات نہیں مانے جاتے ' کتنے DSP معطل کیے ہیں وزراء کے کہنے پر اور پنجاب کے وزراء کے کہنے پر کوئی مثال نہیں ہوگی تو یہ کیسا قانون ہے؟ کہ اپوزیشن کے لیے اور ہے ' پنجاب کے ایم پی ایز کے لیے اور ہے عام آدمی کے لیے اور ہے۔ وفاقی وزیر ایسا کہ جن کے ساتھ ان کے مفادات ملتے ہوں۔ ہم اس ایوان میں بیٹھ کر بجٹ پاس کرتے ہیں۔ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ' پولیس کے لیے فنڈز رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ حفاظت کرے۔ عوام کی حفاظت کرے۔ آئے دن چوریاں' ڈکیتیاں' قتل کے واقعات ہوتے ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا ہے۔

کون سی حفاظت کرتے ہیں؟ اور یہاں وزیر اعلیٰ صاحب کہتے ہیں کہ اگر اپوزیشن لیڈر کو حفاظت کی ضرورت ہے تو ہم بندوبست کرنا چاہتے ہیں اور بندوبست بھی کر دیے جاتے ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! مجھے کسی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ مجھے تو صرف اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین) مجھے ان کی حفاظت نہیں چاہیے۔ (نعرۂ تکبیر ـــ اللہ اکبر)

جناب سپیکر! یہ کسی کو کیا حفاظت دیں گے؟ اگر انھوں نے حفاظت کرنی ہے تو اسمبلی کے قانون کی حفاظت کریں۔ اگر انھوں نے حفاظت کرنی ہے تو 11B کی حفاظت کریں۔ آئین کی حفاظت کریں اور اس اسمبلی کے تقدس کی حفاظت کریں۔(نعرہ ہائے تحسین)

یہ خود حفاظت کیا کر سکتے ہیں جو داتا صاحب جاتے ہیں تو وہاں حفاظتی انتظامات کے طور پر نمازیوں تک کو نکال دیا جاتا ہے۔ (شیم، شیم) حتیٰ کہ پچھلے دنوں مجھے اطلاع ملی کہ صرف نمازیوں کو نہیں، وہاں جو کبوتر تھے ان کو بھی اڑا دیا گیا تاکہ ان کی پھڑپھڑاہٹ سے موصوف کا دل نہ دھڑک جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین) (مداخلت)

جناب سپیکر! وہ لفظ میرا خیال ہے کہ اب پرانا ہو گیا ہے۔ ویسے بھی وہ اس لفظ کو نگل چکے ہیں اور 11B جس پر ہمارے وزیر قانون اس وقت بڑے خوش بھی تھے اور ڈیسک بھی بجا رہے تھے، میرے خیال میں ان کو چاہیے کہ جب قانون بنے تو اس پر عمل کی ذمہ داری بھی لیں۔

جناب سپیکر! اب میں main budget کی طرف آتا ہوں۔ اب میں آپ کے سامنے اس دستاویز، جو کہ بہت اہم دستاویز ہے، اس کے بارے میں ذکر کروں گا اور اس سے ثابت کروں گا کہ ہمارا واسطہ کن لوگوں سے پڑا ہے۔ مہذب اور جمہوری ملکوں میں اگر حکم رانوں پر یہ الزام لگے کہ انھوں نے یہ گھپلے کیے ہیں۔ انھوں نے اس طرح سے ایوان کے تقدس کی پامالی کی ہے تو وہ استعفے دے کر گھروں کو چلے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں پر دیکھنے کی بات یہ ہے، اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اسی بجٹ میں اور کرسی پر بیٹھ کر کہہ بھی رہے ہیں کہ ہاں، ہم دھوکہ دے رہے ہیں، ہم فراڈ کر رہے ہیں اور پھر لکھ کر بجٹ کی وہ دستاویز، جناب سپیکر! یہ بڑی حیران کن چیزیں ہیں آج آپ کے لیے ایوان کے سامنے رکھنے کے لیے لے کر آیا ہوں اور یہ پنجاب اسمبلی کی تاریخ میں واحد دستاویز ثابت ہوگی جس میں اس طرح تحریری طور پر جناب سپیکر! جھوٹ کا اعتراف کیا گیا ہو۔ یہ کتاب ہماری نہیں۔ یہ کتاب مسلم لیگ والوں نے نہیں چھاپی، کیونکہ یہ ایک وتیرہ بن چکا ہے اپنی کوتاہیوں کو چھپانے کے لیے مسلم لیگ کو بدنام کیا جائے۔ لیکن میں facts کی بات کروں گا اور ثابت کروں گا خدا کے فضل و کرم سے

کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں ایک ایک لفظ انشاء اللہ سچ ثابت ہو گا۔ یہاں پر وائٹ پیپر انھی کا بجٹ ۹۶-۱۹۹۵ء چیپٹر۔ میں، جس کا ایک پیرہ انکلش میں پڑھنے کی جناب سے اجازت لینا چاہوں گا۔ اجازت ہے جناب والا

جناب سپیکر، اجازت ہے۔

چودھری پرویز الٰہی، یہاں یہ فرماتے ہیں،

> Setting of high targets helps in these cases in providing cushion for low collections.

جناب سپیکر! اب اس فقرے کو ذہن میں رکھیے اور اس میں جو اصل حقیقت چھپی ہے یہ صاف ظاہر ہے کہ وصولیوں کے ہدف جان بوجھ کر زیادہ رکھے گئے ہیں اور انھیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ ہدف پورے نہیں ہو سکیں گے۔ لیکن تھوڑی وصولیوں کو زیادہ ظاہر کر کے وفاقی حکومت سے این ایف سی ایوارڈ کے تحت ملنے والی رقم زیادہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اصل نکتہ یہ ہے۔ یہ ایک طرف تو فرماتے ہیں کہ ہم اس دفعہ وفاقی حکومت سے زیادہ فنڈز لے کر آ گئے ہیں اور بڑے نعرے مارتے آ رہے ہیں۔ جناب سپیکر! divisible pool میں وفاقی حکومت نے ٹیکس زیادہ لگائے ہیں جس کی وجہ سے divisible pool میں جو پنجاب کا حق بنتا تھا وہ بڑھا ہے۔ اور divisible pool میاں نواز شریف کی حکومت میں، مسلم لیگ کی حکومت میں تب اس کا حجم بڑھا کہ انھوں نے صوبوں کے کہنے کے بعد ایک تاریخی فیصلہ کیا اور دو بڑے ٹیکس جس میں excise duty on tobacco اور excise duty on sugar اس میں ڈالا تو اس کا حجم بڑھا اور آمدن بڑھی اور پھر صوبوں کی آمدن اس حوالے سے بڑھی اور پنجاب کی آمدن بھی اس وقت بڑھی۔ لیکن یہاں چونکہ ٹیکس زیادہ لگائے گئے اور اس وجہ سے جو ان کا اپنا حصہ بنتا ہے یہ وہی صرف لے کر آتے ہیں اور یہاں آ کر ڈھول کے اوپر اعلان ہو رہا ہے اور مبارک بادیں وصول کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں اسی پر واپس آتا ہوں جو دھوکہ زیادہ رقم وصول کرنے کا، وفاقی حکومت سے، اس وائٹ پیپر میں لکھ کر کیا گیا ہے۔ یہ فراڈ کسی اور سے نہیں، وفاقی حکومت سے کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! وفاق اور صوبوں کے رشتے سچائی اور خلوص، باہمی اعتماد اور حقائق پر مبنی ہونے چاہییں کیونکہ اس طرح قومی اتحاد اور یکجہتی کو تقویت ملتی ہے۔ لیکن یہاں سب کچھ ہی الٹ ہے۔ باوا آدم ہی ان کا نرالا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اسی ایک پوائنٹ پر اگر وفاقی حکومت کو یہ چیز پہنچائی جائے تو کوئی ایسی وجہ نہیں کہ وزیر اعلیٰ اور ان پر وفاقی حکومت 420 کا پرچہ نہ درج کرائے۔

(نعرہ ہائے تحسین) کیونکہ یہ وفاقی حکومت سے ہی دھوکہ نہیں، بلکہ عوام کے ساتھ بھی ظالمانہ دھوکہ ہے جو صوبے کے تمام مالی نظام کو درہم برہم کر رہا ہے۔ جناب سپیکر! جب دو سو کروڑ کی جعلی وصولیاں دکھائی جائیں گی تو پھر یہ بھی کہا جائے گا کہ خرچ کہاں کیا گیا اور ایسا کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ فلاں ترقیاتی منصوبہ مکمل کیا جائے گا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نہ ہی رقم ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی منصوبہ جہاں یہ رقم خرچ کی جائے۔ شروع سے آخر تک صرف جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ فریب کاری کا یہ سلسلہ جو پورے بجٹ کو ایک مالیاتی فراڈ بنا کر رکھ دیتا ہے اور یہ مالیاتی ڈسپلن کی بات کرتے ہیں۔ یہ مالیاتی ڈسپلن نہیں، یہ مالیاتی انارکی ہے اور اتنی مالیاتی ڈسپلن کی بڑی خلاف ورزی کی گئی ہے جس کی پہلے ہماری پنجاب اسمبلی میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی۔ جناب والا! یہاں تو ہر چیز ہی الٹ چل رہی ہے۔ یہ تو ان کا قصہ تھا۔ انھوں نے وفاقی حکومت کے ساتھ کیا دھوکہ دہی کی۔ اب ان کے ساتھ وفاقی حکومت کیا کرتی ہے۔ وہ بھی ذرا دل تھام کر سنیے۔ وفاقی حکومت ان سے دو ارب روپیہ پہلے ہی at source واپڈا کی وجہ سے کاٹ لیتی ہے۔ جناب سپیکر! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ واپڈا کے بل خود مختار اداروں نے دینے ہوتے ہیں اور جن کے ذمہ ہوتا ہے وہ بل دیتے بھی ہیں۔ یہاں میں تھوڑا وضاحت کے ساتھ اپنے بھائیوں کو بتلانا چاہوں گا کہ کئی ادارے جن میں کارپوریشنز ہیں اور ضلع کونسلیں ہیں، لوکل کونسلیں ہیں، وہ واپڈا کو بلز کی ادائیگی کرتے رہتے ہیں۔ کئی محکمے بھی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان پر اعتبار نہیں کیا گیا اور ان کا 2 ارب روپیہ ان کے حصے سے پہلے ہی کاٹ کر وفاقی حکومت لے گئی ہے اور یہ وصول کیسے کریں گے؟ ان کے پاس کوئی اس کا سسٹم نہیں ہے اور نہ ہی واپڈا نے یہ تکلیف گوارا کی کہ جو لوگ بل دے چکے ہیں وہ کم از کم وہی رقم منہا کر دی جائے۔ لیکن ایسی بات نہیں ہے۔ وفاقی حکومت، وزیراعظم ایک طرف تو پنجاب کا پیسہ کاٹ لیتی ہیں کہ یہ واپڈا کی وجہ سے یہ پیسے ہمیں پہلے ہی کاٹنے پڑتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف محترمہ فرماتی ہیں، وہ یہ کہتی ہیں کہ واپڈا ایک independent ادارہ ہے۔ جب بجلی کے نرخ بڑھانے کی بات ہوتی ہے تو واپڈا کو independent ادارہ کہہ کر اس سے جان چھڑوانے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ یہ کہا جا سکے کہ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جب پیسے کاٹنے ہوں تو پھر واپڈا وفاقی حکومت کا ہے۔ جناب والا! یہ پنجاب کے ساتھ ایک بہت بڑا دھوکا ہے اور میں تو کہوں گا کہ پنجاب کی حکومت وفاقی حکومت کو دھوکا دے رہی ہے۔ وفاقی حکومت، پنجاب کی حکومت کو دھوکا دے رہی ہے اور یہ دونوں مل کر پنجاب کے عوام کو دھوکا دے رہے ہیں۔ (حزب اختلاف کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! اب

میں اس موقع پر مخاطب ہوں سپیکر سے نہیں ' اس محمد حنیف رامے سے جو کبھی seventies میں پنجاب کا مقدمہ لڑا کرتا تھا۔ آج میں اس رامے سے کہہ رہا ہوں کہ دائر کرو مقدمہ ان دونوں پر ' ان دونوں نے فراڈ کیا ہے پنجاب کے عوام سے بھی اور پورے پاکستان کے عوام سے بھی۔ (حزب اختلاف کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! یہاں پر نئے ٹیکسز لگائے گئے ہیں75 کروڑ روپے کے ٹیکسز لگائے گئے ہیں۔ کیا وفاقی حکومت کے ٹیکسز کچھ کم تھے ؟ عوام پہلے ہی ٹیکسوں کی وجہ سے اور مہنگائی کی وجہ سے پس چکے ہیں۔ ان کا جینا مشکل ہوچکا ہے۔ لیکن دیکھنے والی بات یہ ہے کہ انھوں نے ٹیکس شوق سے لگا لیے ہیں۔ کیا پہلے پچھلے سال پہلے جو ٹیکس لگائے تھے ' یہاں پر میرے پاس پچھلے بجٹ کی کاپی موجود ہے۔ ان کا collection کا سسٹم کوئی سسٹم نہیں۔ نالائقیاں ہی نالائقیاں ہیں۔ یہ وصول نہیں کر سکے اور جو 30 کروڑ کے انھوں نے ٹیکس لگائے تھے اس کا حشر کیا کیا؟ جناب سپیکر! اس کا حشر یہ ہوا کہ وزیر اعلیٰ صاحب نے 30 کروڑ کا ہی جہاز لے لیا۔ 30 کروڑ کے ٹیکسز اور 30 کروڑ کا ہی جہاز لے لیا۔ ہاں البتہ میں داد دوں گا وزیر خزانہ مخدوم الطاف صاحب کو کہ انھوں نے بہت کوشش کی اور جہاز کو روکے رکھا ' باوجود اس کے کہ کمشن بھی وصول ہو چکی تھی۔ سودا بھی مکمل تھا ۔ لیکن یہ جہاز رک گیا۔ لیکن ہمارے وزیراعلیٰ صاحب نے کیسے یہ جہاز حاصل کیا؟ یہ بڑی گھناؤنی داستان ہے۔ وہ جہاز انھوں نے پنجاب میں تحریک نجات کے دوران جب خون سے ہاتھ رنگے ' جب مسلم لیگیوں کو مارا۔ جب ہمارے خلاف کیسز درج کیے۔ جب دو ہزار کارکنوں کو جیل میں ٹھونسا۔ ہمارے ایم پی اے حضرات کو مارا اور ان کو جیلوں میں ٹھونسا۔ میرے گھر پر فائرنگ کی گئی۔ میرا ہی ایک کارکن میرے ہی گھر کے اندر اس کو مارا گیا اور پرچہ 302 کا ہمارے رشتے داروں پر ہوا۔ آج بھی وہ جیلوں میں ہیں اور ہم مقدمے بھگت رہے ہیں۔ جناب سپیکر! وہ سب مقدمے اس وقت تحریک نجات کے دوران بنائے گئے اور مسلم لیگی آج بھی وہ مقدمے بھگت رہے ہیں اور ہمارے گیارہ کے قریب کارکن شہید کیے گئے۔ جناب والا! یہ وہ انعام ہے اس وقت وزیراعظم کا وزیر اعلیٰ کو کہ وہ جہاز جو مخدوم الطاف صاحب کے کہنے پر وزیر اعظم نے روکا ہوا تھا وہ جہاز دیتے ہوئے ' صرف جہاز ہی نہیں دیا بلکہ یہ بھی کہا کہ Mr. Wattoo, Well done, Mr Wattoo, well done. افسوس کی بات ہے۔ لیکن اب 75 کروڑ کا انھوں نے کیا کرنا ہے؟ 75 کروڑ کا شاید اب وزیر اعلیٰ صاحب جو کہ بڑی progress کرچکے ہیں اور وہ جیٹ سپر سانک سپیڈ والا ان کے پاس ہے۔ لیکن اب یہ 75 کروڑ کا کیا کریں گے ؟ میرے خیال میں اب 75 کروڑ کا ان کو ایک جمبو جیٹ چاہیے تاکہ اس کے اندر ایک بھینس بھی باندھ سکیں اور انھوں

نے کیا کرنا ہے اور دیں جہاز ان کو۔ اسی سپرسانک سپیڈ سے پیپلز پارٹی کو اس جیت میں بیٹھ کر اللہ کے فضل سے وہ ٹکر رہے ہیں۔ یہ ابھی بھگتیں گے۔ جناب سپیکر! صفحہ نمبر 13 پر financial discipline کا تقریر میں بڑا چرچا ہے۔ اب میں اگلا پوائنٹ اور یہ پوائنٹ جناب سپیکر! اور اپنے ممبران اسمبلی کے لیے خاص طور پر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ غور سے سنیے۔ اس میں وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں "ہم امانتوں کے محافظ ہیں" اب ذرا امانتوں کا حال بھی دیکھ لیں۔ یہ چونکہ ان کے بقول بڑا ریکارڈ بجٹ ہے۔ ہر کام ہی ان کا ریکارڈ ہے۔ امانت میں خیانت بھی ریکارڈ طریقے سے ہوئی ہے اور جناب سپیکر! یہاں پر تھوڑا سا میں یہ بھی بتانا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ بجٹ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ صوبائی حکومت کا بجٹ تین حصوں پر مشتمل ہوا کرتا ہے۔ Revenue Budget , Capital investment اور Public accounts میں وہ حصہ لے رہا ہوں جو Public accounts کا حصہ ہے۔ اس میں حکومت کے پاس اپنے ملازمین کی امانتیں جمع ہوتی ہیں۔ جس کو provident fund کہا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! یہ نکتہ نوٹ فرما لیجیے اور خاص طور پر میں یہاں بیٹھے ہوئے سرکاری ملازمین کو بتانا چاہتا ہوں اور پریس کو خاص طور اور اپنے ساتھیوں کو خاص طور پر بتانا چاہتا ہوں کہ یہ provident fund کا 82 کروڑ روپیہ لے چکے ہیں۔ خورد برد کر چکے ہیں۔ ادھر ادھر کر چکے ہیں۔ یہ بات on record کر رہا ہوں اور صرف یہی نہیں۔ Benovelent Fund کا 45 کروڑ روپیہ بھی خورد برد۔ یہاں فنانس سیکرٹری صاحب بیٹھے ہیں، نوٹ کریں۔ میں ثابت کروں گا اور اس کی اجازت ان کو سٹیٹ بینک نے ابھی تک نہیں دی۔ وفاقی حکومت کی فنانس منسٹری نے ابھی تک، آج دن تک، میں نے چیک کیا ہے اس کی ان کے پاس کوئی اجازت نہیں ہے۔ وفاقی حکومت کی اجازت کے بغیر سٹیٹ بینک کی اجازت کے بغیر پیسے انھوں نے وہاں سے نکال لیے ہیں۔ جناب سپیکر! ظلم کی انتہا کر دی ہے اور امانتوں کے محافظ بنتے ہیں اور یہ وہ پیسہ ہے جو غریب ملازمین کے خون پسینے کی کمائی کا حصہ ہے۔ اور یہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب بڑھاپے میں ان کا کوئی سہارا نہیں ہوتا، تو ان کی بیماری کے لیے یہ پیسہ استعمال میں لایا جاتا ہے۔ یہ وہ وہاں سے اڑا چکے ہیں۔ جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم بیت المال کے امین ہیں۔ بیت المال سے آپ کو پتا ہے کہ ہر ضلع میں جیالے مالا مال ہو رہے ہیں۔ عشر زکوٰۃ کا حشر ہو رہا ہے کھائیں۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کھا جائیں۔ بیت المال کھا جائیں۔ بیت المال کے یہ صرف امین نہیں ہیں بلکہ آمین ہیں۔ آمین بیت المال کے۔ ہضم۔ کھا لو جتنی مرضی رقم کھا لو کیونکہ انشاء اللہ اس کے بعد آپ کو باقی کی زندگی جو کچھ کھانا پڑے گا اس کا آپ کو علم ہے۔

جناب سپیکر! میں یہاں آپ کی وساطت سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ غریب سرکاری ملازمین کے بچوں کا حق نہ مارا جائے۔ یہ 82 کروڑ اور 45 کروڑ کی رقم واپس اکاؤنٹ میں جمع کرائی جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس ڈکیتی کی نشاندہی کر دی ہے۔ آگے یہ ہاؤس کا کام ہے اور جناب سپیکر! آپ اس ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں یہ آپ کا کام ہے۔

جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب میرے دوست ہیں' فرماتے ہیں کہ بڑے ڈویلپمنٹ پروگرام ہم لے کر آئے ہیں۔ صوبہ پنجاب کے لیے ہم بڑے ترقیاتی کام لے کر آئے ہیں۔ ان کے ڈویلپمنٹ پروگرام اور نعرہ کیا ہے اور حقیقت کیا ہے؟ نعرہ ان کا ہے' حقیقت میں ان کی بیان کرنے لگا ہوں۔ 1993-94ء میں ترقیاتی کاموں پر کل اخراجات کا 11.5 فیصد حصہ خرچ کیا گیا تھا۔ 1994-95ء میں یہ شرح 12.9 فیصد ہو گئی۔ آئندہ سال 1995-96ء کے لیے اسے کم کر کے 11.1 فیصد کر دیا گیا۔ اگر actual inflation کو دیکھا جائے' ویسے تو سرکاری inflation کچھ اور ہے' inflation کے مسئلے میں ہم بنگلہ دیش سے بھی پیچھے جا چکے ہیں اور جو actual inflation ہے وہ ہمارے ملک میں 25 فیصد ہو چکی ہے۔ اس کو سامنے رکھا جائے تو یہ حقیقت ظاہر ہو گی کہ اس حکومت نے ترقیاتی اخراجات اصل میں 50 فیصد کم کر دیے ہیں۔ خرچ کی رقم بھی آدھی کر دی ہے اور دعویٰ کیا جا رہا ہے نعوذ باللہ جنت بنانے کا۔ اب یہ رقم بھی utilize نہیں ہو رہی۔ بجٹ میں اسے۔ ڈی۔ پی رکھنا' ڈویلپمنٹ کے لیے فنڈز رکھنا اور اس کی utilization جب تک نہ ہو' فنڈز رکھنے کا کوئی مقصد نہیں' کوئی فائدہ نہیں اور ان کی utilization جو ہے وہ ریکارڈ بھی میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ utilization کیسے ہو؟

جناب سپیکر! مسلم لیگ کے دور میں ہر منسٹر اپنے محکمے کی utilization اور ترقیاتی کاموں کی پی۔ اینڈ۔ ڈی کے آفیسرز کے ساتھ ہر مہینے میٹنگ لیا کرتا تھا اور دیکھا جاتا تھا اور پھر اس محکمے کو پوچھا جاتا تھا کہ آپ کی utilization کیا ہے' کتنے منصوبے مکمل کیے ہیں؟ اگر وہ پیچھے ہوتا تو اس کی باز پرس کی جاتی تھی۔ لیکن اس کے لیے وقت چاہیے' اس کے لیے محنت چاہیے' اس کے لیے دیانتداری چاہیے' اس کے لیے کوشش چاہیے اور یہ سب چیزوں سے میرے بھائی عاری ہیں۔ ان کے پاس وقت ہی نہیں۔ جونیجو لیگ والے ٹانگیں کھینچ رہے ہیں پیپلز پارٹی کی اور پیپلز پارٹی والے ٹانگیں کھینچ رہے ہیں جونیجو لیگ کی۔ اسی میں ہی دو سال گزر گئے ہیں۔ انھوں نے پنجاب کی بھلائی کا کوئی کام نہیں کیا۔ تو پھر utilization کیسے ہو؟ ترقیاتی کام کیسے ہوں؟ صوبے کی ترقی کیسے ہو؟ اب میں utilization

کے بارے میں facts آپ کے سامنے اور آپ کی وساطت سے ممبران کے سامنے اور پریس کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ موجودہ سال میں ترقیاتی کاموں کے لیے ایک ہزار 28 کروڑ رکھے گئے۔ پہلے دس ماہ میں 575 کروڑ 82 لاکھ کے قریب خرچ ہوئے۔ مئی اور جون کے دو ماہ میں مزید 115 کروڑ بھی اگر خرچ ہو جائیں تو آخری مہینوں میں ویسے بھی utilization زیادہ ہوا کرتی ہے۔ لہٰذا یہ پہلو بھی سامنے رکھ لیا جائے کہ دس مہینے تک ترقیاتی کاموں سے آنکھیں بند کر کے حکومت بیٹھی ہے۔ اب اچانک جاگ اٹھی ہے اور ڈبل رقم خرچ کر دی ہے۔ آخری دو ماہ میں پھر بھی پورے مالی سال کے دوران 805 کروڑ خرچ ہو سکیں گے۔ گویا 451 کروڑ کسی کام نہیں آئیں گے۔ ترقیاتی کاموں پر یہ رقم خرچ نہیں ہو سکے گی جو بجٹ میں دکھائی گئی ہے۔ اس نااہلی کا اعتراف' یہ کوئی ایسے ویسے نہیں ہیں' اپنی نااہلی کا اعتراف لکھ کر کر رہے ہیں اور اسی بجٹ کی دستاویز " وائٹ پیپر" میں صفحہ نمبر 81 اور ٹیبل 9.1 میں چیک کیا جا سکتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ڈویلپمنٹ کے لیے زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جاتا۔ منصوبوں پر منصوبے بنتے۔ زیادہ منصوبے ہوں تو کوئی حرج نہیں ہوتا۔ لیکن رقم موجود ہو اور ترقیاتی کام پر خرچ نہ ہو سکے یہ حکومت کی نااہلی کا ثبوت ہوا کرتا ہے۔ موجودہ کارکردگی دیکھ کر پتا چلتا ہے کہ آئندہ سال کے ترقیاتی کاموں پر 752 کروڑ سے زیادہ خرچ نہیں ہو پائیں گے۔

جناب سپیکر! الزام مسلم لیگ کے دور پر لگایا جاتا ہے لیکن ہم کو انشاء اللہ جو حقیقت ہے وہ بیان کرنی ہے۔ ان کے الزام لگانے سے ان کے گناہ چھپ نہیں سکتے۔ اب آئیے ہمارے زمانے کا موازنہ کر لیجیے' نوٹ کر لیجیے کہ ہمارے زمانے کے ترقیاتی بجٹ کا کیا operational short fall تھا؟ پانچ سے دس فیصد اور موجودہ وزیر اعلیٰ نے دس فیصد سے شروع کیا۔ 95-1994ء میں بڑھا کر 14.4 فیصد کر دیا۔ اب خود ہی 25 فیصد کی نوید سنا رہے ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ صوبے کے عوام کی جیبوں سے رقمیں زیادہ نکال رہے ہیں مگر خرچ کرنے کے لیے نہ کوئی اہلیت ہے' نہ کوئی منصوبہ ہے' نہ کوئی پلاننگ ہے' نہ ہی عوام کی ترقی اور خوشحالی کا کوئی خاکہ ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ان کا رہنے کا ویسے بھی پروگرام نظر نہیں آ رہا اور مشکل ہو گیا ہے ورنہ ان کا ارادہ تو 100 فیصد operational short fall کا ہے۔ پھر کسی دوسرے صوبے سے موازنہ کر لیجیے تو ان کے دور حکومت میں ہمارا صوبہ آپ کو سب سے پیچھے نظر آئے گا۔ یہ صورتحال کبھی پہلے نہیں تھی۔

جناب سپیکر! اب میں ایک اور اہم نکتہ block allocation کا بیان کرتا ہوں۔ اس پر ذرا غور

کیجیے۔ سب کی نظریں اس کے اوپر لگی ہیں کیونکہ یہ چور دروازے سے صوابدیدی فنڈ کا استعمال ہے اور اس میں 263 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اب آپ نے سنا ہو گا کہ اس کے اوپر ہی پچھلے ایک ماہ سے جھگڑا چل رہا ہے کہ اس کا استعمال کیسے ہو گا؟ وزیر اعلیٰ صاحب اور مخدوم الطاف صاحب میرے بھائی، پچھلے دنوں جو میں نے سنا تھا پہلے تو 60-40 کا ریٹ چل رہا تھا۔ اب میرے خیال میں آج کل شاید 30-70 کا ریٹ چل رہا ہے۔ (قہقہے) تو یہ block allocation ہے یا stock exchange ہے؟ یہ اس block allocation سے حشر کریں گے کیونکہ block allocation اور صوابدیدی فنڈ سے کوئی منصوبہ بندی نہیں ہو سکتی۔ منصوبے بنتے ہیں تو پہلے بنتے ہیں۔ P & D کا محکمہ کس لیے ہے وہاں بیٹھے ہوئے سرکاری ملازمین کو کیوں تنخواہیں دی جا رہی ہیں اگر آپ نے block allocation کرنی ہے تو آپ پی اینڈ ڈی کے محکمے کو ختم کر دیجیے اور میجر چند آپ نے اپنی جیبوں میں رکھنا ہے یا اپنے ہاتھ میں رکھنا ہے تو آپ اس صوبے کی لیے پلاننگ کیا خاک کریں گے اس صوبے کی لیے منصوبے کیا خاک بنائیں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ہمارے پاس block allocation کا پچھلا تجربہ ہے خیر اپوزیشن کو تو فنڈز سے سکیموں سے اور ڈویلپمنٹ کے کام سے انہوں نے ویسے ہی فارغ کیا ہوا ہے ہمیں اس کا گلہ اس لیے نہیں ہے کہ ان سے یہی توقع تھی جو وہ کر رہے ہیں لیکن خاص طور پر میں یہاں پیپلز پارٹی کے ایم۔ پی۔ ایز کے لیے یہ بتلانا چاہوں گا کہ پچھلے سال ۶۰ کروڑ روپے کے قریب وزیر اعلیٰ صاحب نے صرف اپنے دو حلقوں میں استعمال کیے اور جناب آپ نوٹ فرما لیجیے کوئی چیز انشاء اللہ اس میں غلط نہیں ہو گی وساوے والا اور وہاں سے اللہ کے کرم سے یہ ای۔ این۔ اے کی سیٹ بھی ہارے اور ایم۔ پی۔ اے کی سیٹ بھی ہارے اور باقی کی آدھی رقم تاندلیانوالا میں خرچ کر رہے ہیں اور وہاں یہ اس لیے خرچ کر رہے ہیں کہ خدا کے فضل و کرم سے وہاں سے یہ ہارنے کا مزید بیانہ دے رہے ہیں اور یہ block allocation ریسٹ ہاؤسز پر استعمال کریں گے اور یہ block allocation ذاتی آرائش گاہوں پر استعمال ہو گی یہ block allocation اپنے چاہنے والوں کے لیے استعمال ہو گی اور ان کے خلاف جو نہ چاہنے والے ہوں گے اور اب جناب والا! ہم سب کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں کہ اس ریس میں آیا پیپلز پارٹی والے جیتے ہیں یا جونیجو لیگ والے جیتے ہیں بہرحال اس کے علاوہ 2 کروڑ روپیہ وزیر اعلیٰ

صاحب اپنے دفتر اور رہائش گاہ کی renovation کے لیے کر رہے ہیں جناب سپیکر پہلے بھی انہوں نے renovation بہت کی تھی اب مجھے یہ بتایا جائے گا کہ انہوں نے کتنی renovation کرنی ہے کتنی up-lifting کرنی ہے اور ان کا renovation سے پیٹ نہیں بھرا کتنی renovations ہوں گی اس دو کروڑ سے ان اسپتالوں کو دوائیاں دی جا سکتی ہیں جہاں پر دوائیاں نہیں ہیں ان بیسک ہیلتھ یونٹ کے لیے میڈیکل equipment خریدا جا سکتا ہے جہاں پر سامان نہیں ہے دیہاتوں میں جہاں دوائیاں نہیں ہے وہاں دوائیاں پہنچائی جا سکتی ہیں اور اسی دو کروڑ سے چھوٹے بیسک ہیلتھ یونٹس دیہاتوں میں بنائے جا سکتے ہیں اور سینکڑوں سکول بنائے جا سکتے ہیں لیکن انہیں تو renovation کی ضرورت ہے اور نہ جانے یہ کتنی دیر renovation کرتے رہیں گے۔ میرے خیال میں ان دو سالوں کیا ان کا دل نہیں بھرا ان کا جی نہیں بھرا لیکن نہیں بھرا۔ جناب سپیکر! ان کی آنکھوں کی چمک بتاتی ہے کہ ابھی پیٹ بھرا نہیں اور بھرے گا بھی نہیں۔

جناب والا! اسی بجٹ میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے پنجاب بینک کو شیڈول بینک کرا دیا ہے پنجاب بینک کو وزیر خزانہ صاحب نے یہ بہت خبر دی ہے کہ انہوں نے اسے شیڈول بینک کرا دیا۔ جناب سپیکر! یہ بینک میاں نواز شریف کے دور میں ایک عمدہ institution کی شکل کے طور پر ابھرا تھا اس کا مقام صرف پنجاب میں نہیں صرف پاکستان میں نہیں بلکہ باہر کے میگزین نے یہ چھاپا کہ یہ عمدہ institution بنایا گیا ہے اور ہمارے دور میں جناب سپیکر! اس کا دس روپے کا شیئر ۱۸۰ روپے تک گیا ہمارے دور میں divident دیا جاتا رہا اور جناب سپیکر! آپ ریکارڈ چیک کر لیجیے اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ وہاں کے employees کی بھرتی خدا کے فضل و کرم سے on merit ہوئی تھی اور اس وقت اخبارات میں باقاعدہ یہ چھپتا رہا کہ پنجاب بینک کے وہ قابل ملازمین ہیں کہ جب بینکنگ کا امتحان ہوتا ہے تو ہر امتحان میں اول آنے والوں کی پانچ تک لسٹ میں پنجاب بینک کے ملازمین کا تعلق ہوتا تھا یہ کہتے ہیں وہ ہم نے اس کو شیڈول کرا دیا ہے ہاں انہوں نے اسے شیڈول کرا دیا ہے آپ ان کے دور کا وہ نقشہ بھی دیکھ لیں پنجاب بینک اب ان کے دور میں کیا شکل پیش کر رہا ہے اب پنجاب بینک کوئی dividend نہیں دے رہا آج میں نے یہاں آنے سے پہلے Stock Exchange فون کر کے پتا کیا اور جناب وہ شیئر جو ہمارے زمانے میں ۱۸۰ روپے کا تھا آج وہ 24.75 روپے پر پہنچ چکا ہے اور جناب والا اس بینک کی اب حالت زار ہو چکی ہے اور وہ اس لیے کہ

بھرتیاں ہی بھرتیاں وسایوالہ والا تاندلیانوالا سارے لوگ اس میں چلے گئے ہیں اور اب ایسا لگ رہا ہے کہ خدا نخواستہ اس بینک کو یتیم خانے میں convert کر دیا گیا ہے وہاں پر اب صرف تنخواہیں دی جا رہی ہیں کام نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی اس لیے کہ یہ وزیر اعلیٰ صاحب کے direct control میں تھا تو انہوں نے ہر شعبے کے ساتھ ہر محکمے کے ساتھ وہی کچھ کیا جو ان کے پیچھے سوچ تھی جو as Chairman, Union Council ان کی سوچ تھی اس سے وہ آج تک باہر نہیں نکل سکے۔

جناب سپیکر! آپ تعلیمی شعبے کو لیجیے۔ آپ کو یاد ہو گا اور یہ بات on record ہے کہ جب وزیر خزانہ نے بجٹ میں ایک اچھا خاصا portion تعلیمی شعبے کے لیے اور نئی اسامیوں کی لیے رکھا جس میں ۴۳ ہزار کے قریب نئی اسامیاں پیدا کی گئیں ہم نے اس وقت بھی کہا تھا کہ یہ جیالے اور پروگرام کے تحت ہو گا اور یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ میرٹ کیا ہے مت ہمارے بچوں کو خراب کرو ایسے لوگوں کو مت بھرتی کرو ایسے جیالوں کو مت بھرتی کرو جو خود تو کر کچھ نہیں سکتے لیکن ہمارے بچوں کو کم از کم خراب تو نہ کریں اس معاشرے کو خراب نہ کریں تو میری بات صحیح ثابت ہوئی اور لاہور ہائی کورٹ نے stay order issue کیا جسٹس اعوان نے stay order issue کیا کہ روک دو یہ ناجائز بھرتیاں روک دو ایسی بھرتیاں جو ان پڑھ لوگوں کی جا رہی ہیں ٹیچر کے طور پر اپنے گھروں کے ملازموں کو رکھا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہ ہمارے بچوں کو کیا خاک تعلیم دیں گے ہمارے بچوں کے ساتھ یہ وہی سلوک کریں گے جو آج کل یہ بیت المال سے کر رہے ہیں اور عشر و زکوٰۃ سے کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! یہاں پر مجھے دکھ ہوتا ہے مجھے افسوس ہوتا ہے کہ جب وزیر خزانہ صاحب اپنی بجٹ کی تقریر میں شاہراہوں کا ذکر کرتے ہیں تو بڑے ہی عجیب قسم کے انداز کے ساتھ اس کا ذکر کیا جاتا ہے جیسے وفاقی حکومت کی طرح یہ بھی شاہراہوں سے allergic ہوں موٹروے سے allergic ہوں۔ جناب سپیکر! آپ کسی ترقی یافتہ ملک کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ کسی بھی ترقی یافتہ ملک کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ جب بھی ترقی ہوئی ہے اس سے پہلے اس ملک کی سڑکیں بنی ہیں' موٹر وے بنے ہیں۔ اگر ساؤتھ کوریا نے ترقی کی ہے تو سب سے پہلے اس کا موٹر وے بنا ہے۔ اگر کسی ملک نے بھی ترقی کی ہے' industrial growth بڑھی ہے تو اس کا موٹر وے بنا ہے لیکن یہاں بھرپور مخالفت صرف اور صرف موٹر وے کی اس لیے ہو رہی ہے کہ اگر موٹر وے بننے کا نام آئے گا تو میاں محمد نواز شریف کا آئے گا لوگ اپنے نام کی تختی لیکن موٹر وے تو بننے دو۔ ترقی کو نہ روکو۔ پاکستان کی

economics credability کو نقصان نہ دو۔ لگا لو اپنے نام کی تختیاں لیکن موٹر وے پر خدا کے لیے کام نہ رو کو۔ کیونکہ موٹر وے ہماری معیشت میں شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن ان کو کون سمجھائے۔ بہر حال اب انشاء اللہ ان کی سمجھ میں کئی چیزیں سمجھ میں آنا شروع ہو چکی ہیں۔ آپ ماشاء اللہ بڑے سمجھدار ہیں۔ نوٹ بھی فرما رہے ہوں گے۔

جناب سپیکر! یہ بجٹ جو اس حکومت نے پیش کیا ہے یہ کسی بھی لحاظ سے نمائندہ حکومت کا بجٹ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس بجٹ میں عوام کی بھلائی اور بہتری کے کوئی منصوبے نہیں۔ صرف اور صرف کمشن کھانے کے منصوبے ہیں' renovation کے منصوبے ہیں ' گورنر ہاؤس کی آرائش اور اس کو سجانے کے منصوبے ہیں مزید جہاز خریدنے کے منصوبے ہیں۔ دفتروں کو سجانے کے منصوبے ہیں۔ انھیں مستقبل کی کوئی فکر نہیں۔ یہ تو مجھے کسی مسافر حکومت کا بجٹ نظر آ رہا ہے جو چند دنوں کی مہمان ہے اور انشاء اللہ یہ واقعی جانے والے ہیں۔ کیونکہ ان کا بجٹ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ اور ان کے طور طریقے بھی یہی ظاہر کر رہے ہیں کہ انشاء اللہ اب یہ ٹھہر نہیں سکیں گے ۔ خدا کے فضل و کرم سے ان کی پیکنگ کا وقت آ چکا ہے اور یہ مسافر اب کوچ کرنے والے ہیں ۔ انھیں الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا' پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، آپ کو چودھری صاحب کی تقریر پر کوئی اعتراض ہے؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، میں ایک اہم مسئلہ آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! جیسے کہ آپ کے علم میں ہے ۔ میرے حلقے کا ایم این اے شیخ رشید احمد جو اس وقت بہاولپور جیل میں کلاشنکوف رکھنے کے الزام میں سات سال کی سزا کاٹ رہا ہے ۔ جناب والا! اس شخص کو گزشتہ نو مہینوں سے راولپنڈی ایک دوسرے کیس 449 پر نہیں لے جا رہا ۔ باوجود اس کے کہ عدالت نے حکم دے رکھا ہے۔ اس کے سیل کے سامنے سولہ فٹ اونچی دیوار تعمیر کی گئی ہے تاکہ اس کو باہر کا آسمان نظر نہ آ سکے۔ اس کی پشت پر جو دیوار ہے اس پر انھوں نے لنگر خانے کا تندور قائم کر رکھا ہے اور راولپنڈی شہر سے جانے والے لوگ جو اپنے ایم این اے کو ملنا چاہتے ہیں اور وہ بیس بیس گھنٹے کا سفر کر کے جاتے ہیں ان کو ملاقات کی اجازت نہیں دی جاتی۔ بلکہ میں ایم پی اے ہونے کی حیثیت سے بہاولپور جیل اپنے ایم این اے سے ملنے گیا۔ جیل حکام نے میرے لیے جیل کے دروازے تک نہیں کھولے

اور مجھے باہر سے ٹرخا کر واپس بھیج دیا گیا کہ آپ ملاقات نہیں کر سکتے اور چار میڈیکل بورڈ متفقہ طور پر کہہ چکے ہیں کہ ان کی ہرنیا کی تکلیف خطرناک شکل اختیار کر گئی ہے۔ لیکن نامعلوم کس وجہ سے پنجاب حکومت اس شخص کا آپریشن نہیں کروانا چاہتی۔ اس سے مشقت لی جارہی ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت بھی ایم این اے ہے۔ ابھی تک وہ حلقہ این اے 38 کا منتخب ایم این اے ہے۔ لیکن اس سے مشقت لی جارہی ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے، چونکہ آپ ہماری اسمبلی کے کسٹوڈین ہیں میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ اس ہاؤس کی ایک کمیٹی قائم کریں۔ جو وہاں جا کر ایم این اے کی حالت زار دیکھے اور اس کو جو سہولتیں نہیں دی جارہیں، اس کے متعلقہ کوئی انکوائری کر سکے۔

جناب سپیکر، آفریدی صاحب! حقیقت یہ ہے۔ آپ نے بات شروع کی۔ یہاں ایک خاص ماحول میں محترم قائد حزب اختلاف کی تقریر سنی گئی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ ماحول خراب ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے جو کچھ فرمایا۔ اس کا آج کی کارروائی سے تعلق نہیں ہے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا اور حسن اتفاق سے قومی اسمبلی بھی چل رہی ہے اور وہاں یہ ساری بات ہوسکتی ہے۔ لیکن آپ کو یاد ہو گا کہ پچھلے اجلاس میں یہ بات آئی تھی کہ پنجاب کی جیلوں میں جو ایم این اے صاحبان ہیں ان کی صحت کے بارے میں میڈیکل بورڈز نے کچھ سفارشات کی ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے خاص طور پر اس وقت بھی کہا تھا۔ محترم وزیر قانون بھی تشریف رکھتے ہیں کہ اگر میڈیکل بورڈز نے کوئی سفارشات کی ہیں تو ان سفارشات پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ اور میں دوبارہ حکومت کے ذمہ دار وزراء صاحبان کو دوبارہ تاکید کرتا ہوں کہ کوئی میڈیکل بورڈز بیٹھے ہیں اور انھوں نے سفارشات کی ہیں۔ ان سفارشات کے مطابق وہ تمام لوگ خواہ ایم این اے ہوں یا کوئی بھی پنجاب کا شہری ہو۔ اگر اس کے بارے میں کوئی سفارشات کی گئی ہیں تو ان سفارشات پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ اب میں حکومت کی طرف سے جناب وصی ظفر کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ پر عام بحث میں اپنا حصہ ڈالیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! انتہائی شکریہ۔ تقریر سے پہلے میں آپ کی وساطت سے قبلہ آفریدی صاحب سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ انھوں نے شیخ رشید صاحب کے بارے میں .....

چودھری پرویز الٰہی، جناب سپیکر! شیخ طاہر رشید کے بارے میں جناب نے پہلے بھی حکم دیا تھا اور لاء منسٹر صاحب نے پچھلے اجلاس میں وعدہ بھی کیا تھا لیکن ابھی تک اس پر عمل نہیں ہو سکا اور اگر لاء منسٹر صاحب، جو کہ یہاں موجود ہیں اگر سنجیدہ طور پر اس پر عمل درآمد کرواتے تو عمل ہو چکا ہوتا لیکن

اب میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ جو بھی احکامات یہاں اسمبلی کے اندر وزراء صاحبان کو دیتے ہیں یہ ان کا فرض ہی نہیں بنتا بلکہ آپ ان سے ضرور پوچھا کیجیے۔ کیونکہ یہ بڑے مصروف آدمی ہیں۔ ان کے پاس وقت نہیں ہے۔ ان کی مصروفیت کی بنا پر انھوں نے پہلے بھی کچھ نہیں کیا اور آئندہ کے لیے اس کے بارے میں کچھ ٹائم ضرور مقرر کر دیا جائے تاکہ کل یہ ہمیں ایوان کے اندر بتا سکیں کہ انھوں نے اس سلسلہ میں کیا احکامات فرمائے ہیں۔ شکریہ!

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ وزیر قانون! ذرا اپنی سیٹ پر آ جائیے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، آپ کو چودھری صاحب کی بات پہ کوئی اعتراض ہے؟

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، میری جرأت ہے کہ میں اعتراض کر سکوں۔ جناب سپیکر! میرے حلقہ کے ایم این اے حاجی بوٹا صاحب کے بارے میں ایک مختصر گزارش کروں گا کہ حکومت کو اندر اور باہر کرنے کے لفظ سے بڑی الرجک ہے۔ اب ان کا ایک ڈاڑھ نکالنی ہے۔ لفظ "نکالنے" پر حکومت اڑی ہوئی ہے کہ یہ نکالنا کہیں قاعدے میں نہ ہو۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کی داڑھ نکالنی ہے۔ خدا کے لیے کسی ڈاکٹر کو زبنور دے کر اندر بھیج دیجیے ان کی داڑھ نکال دے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیں۔ میں نے لاء منسٹر صاحب سے گزارش کی ہے اور خاص طور پر تاکیداً کہا ہے۔ لاء منسٹر صاحب، مہربانی سے اس بات کی تحقیق کریں کہ جن حضرات کے بارے میں میڈیکل بورڈ نے اگر کوئی سفارشات کی ہیں تو ان پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! آپ کے حکم کی تعمیل آئی جی پریزن کو اس بارے میں ہدایات جاری کی گئی ہیں اور فاضل رکن اسمبلی اور محترم قائد حزب اختلاف نے بے شک یہ ارشاد فرمایا کہ مصروفیات ہیں لیکن اسمبلی بزنس کے بارے میں میری مصروفیات ضرور ہیں اور یہ معاملہ جو انھوں نے اٹھایا ہے یہ بھی اسمبلی سے متعلقہ ہے۔ اس لیے میں اس معاملے میں پوری ذمہ داری کے ساتھ پورا کروں گا۔

جناب سپیکر، لیکن وقت کا بھی خیال رکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جناب وصی ظفر صاحب!

چودھری محمد وصی ظفر، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! آفریدی صاحب سے میں گزارش کر رہا

تھا کہ اگر وہ محسوس کرتے ہیں کہ شیخ صاحب کچھ کمزور پڑ گئے ہیں تو ان کی صحت ماشاء اللہ اچھی ہے یہ خود کو ان کے ساتھ replace کر لیں۔

جناب سپیکر ، وصی ظفر صاحب آپ بجٹ پر تقریر کریں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ ابھی فاضل قائد حزب اختلاف کی تقریر سنی انتہائی مایوسی ہوئی۔ قائد حزب اختلاف اس ایوان کے 1985ء سے ممبر ہیں۔ دس سال میں تو جناب طوطا بھی پڑھ جاتا ہے ۔ انھوں نے جناب بجٹ کے کسی کونے کو ، کسی مد کو ، کسی شعبے کو نہیں چھیڑا ۔ نہ ہی یہ کوئی بجٹ تقریر تھی ۔ انھوں نے زیادہ تر مرکز کی دم پر پاؤں رکھنے کی کوشش کی جس میں بھی یہ ناکام رہے۔ جناب والا! انھوں نے 11-B کا حوالہ دیا ۔ وہ لوگ جنھوں نے اسلحہ کی نمائش کی تھی وہ باقاعدہ پکڑے گئے ، گرفتار ہوئے اور ان کا مقدمہ اس وقت عدالت میں زیر سماعت ہے ۔ انھوں نے پھر فرمایا کہ لوگ مجھے قتل کرنے آئے اور ان کو اطاف جگانے پکڑ لیا ۔ جناب والا! وہ تو خود مظلوم تھے ان میں سے ایک کا باپ قتل ہو چکا ہے ، دوسرے کا ایک عزیز قتل ہو چکا ہے اور وہ نمائش نہیں کر رہے تھے ۔ ان کی گاڑی میں licencee اسلحہ ضرور موجود تھا لیکن ان کی ایماء پر ان کا پیچھا کر کے بھی ساتھ زیادتی کی گئی۔ جناب والا ! اس وقت انھوں نے جو بھی تقریر کی وہ زیادہ تر موٹر وے کے بارے میں تھی کہ جی موٹر وے نہیں بننے دیا گیا حالانکہ اس کا اس بجٹ کے ساتھ ہمیں تو کوئی دور دور کا تعلق نظر نہیں آتا۔ موٹر وے ایک کھانے پینے کا منصوبہ ضرور تھا ۔ کمیشنز طے تھے ۔ اس میں مال بننا تھا لیکن جب وہ نہ بن سکا تو ظاہر ہے کہ پھر تکلیف تو ہونی تھی اور وہ ہوئی ۔ اس کے بعد جناب ذکر آیا کہ پنجاب سے پولیس سندھ میں جا رہی ہے ، کراچی میں جا رہی ہے تو جناب والا وہ کوئی دوسرا ملک نہیں ہے۔ وہ ہمارے بھائی ہیں اور قانونی طور پر اگر ایک صوبہ دوسرے صوبے کو درخواست کرے کہ میرے پاس اس وقت تربیت یافتہ آدمیوں کی کمی ہو گئی ہے یا تربیت یافتہ آدمی کم ہیں یا امن و امان کی صورت حال ایسی خراب ہو گئی ہے اور وہ خود demand کریں تو ایسے موقع پر اپنی فورس اپنے بھائیوں کے پاس بھیجنے میں کیا حرج ہے۔ یہ چار ستون ہیں جو کہ اس ملک کا حصہ ہیں۔ یہ کہیں انڈیا تو نہیں جانے ہیں۔ یہ ایک ایسے قومی معاملے کو جو کہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے اس طرح کی ہوا دیتے ہیں کہ اس سے نفرتوں کے بیج بوئے جائیں یا اگیں یا ان کو ہوا ملے۔ جناب والا ! یہ جو کراچی

میں نہیں تھی؟ کیا یہ 1990ء میں میاں نواز شریف صاحب کے دور میں نہیں تھی؟ یا کہ آج نہیں ہے یہ کس وقت نہیں تھی؟ جناب والا! وہاں کا جو مسئلہ ہے اس کا حل اس طرح نہیں ہے کہ ان بنیادی قسم کی چیزوں کو یا معاملات کو چھیڑ کر اس طرح confuse کر کے یا دہشت گردوں کا اس طرح کا ساتھ دے کر ان کو استعمال کیا جائے کہ یہ مسئلہ حل ہونے کی بجائے اور زیادہ گمبھیر سے گمبھیر ہو جائے۔ ان کی تو یہ خواہش ہے کہ یہ مسئلہ کبھی حل نہ ہو۔ جناب والا! اس بجٹ میں ان کو کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ پھر اسی طرح یہ ایک گھسا پٹا' بیورو کریسی کا بجٹ ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ عوامی نمائندوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پچھلے سال بھی کہا گیا' اس سے پچھلے سال بھی کہا گیا کہ عوامی نمائندوں کو اس میں شامل کریں۔ ہمارے پاس جناب والا! مجالس قائمہ ہیں۔ ان کی ایک آئینی اور قانونی حیثیت ہے۔ ان کو بااختیار کریں۔ یہ جو محکمے ہیں ان پر لازم ہونا چاہیے کہ یہ اپنا بجٹ اپنی اپنی مجالس قائمہ سے منظور کروائیں۔ اس طریقے سے directly جو ہمارے نمائندے ہیں وہ اس بجٹ میں شریک ہوں اور وہ اس کے inns اور outs دیکھیں اور ادھر انگوٹھا چھاپنے کی طرح سے یہ بجٹ منظور نہ کیا جائے۔ ہمارا یہ stand ہے اور رہے گا۔ ہمارا یہ مطالبہ ہے۔ ان مجالس قائمہ کو souo moto اختیارات ملنے چاہییں کہ یہ محکمانہ کار کردگی کا جائزہ لیں۔ ہمارے رولز اور پروسیجر میں یہ کمی ہے۔ اس کمی کی وجہ سے آج یہ صورت حال ہے کہ کسی کو بجٹ کا کچھ علم نہیں ہے۔ جیسا کہ موبل صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ نہ کسی کو بجٹ کا علم ہوتا ہے' نہ اس میں کسی کا کوئی participation ہے اور جب ادھر ہاؤس میں بجٹ پیش ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ پٹاری کھلتی ہے۔ اس پر پھر بحث شروع ہو جاتی ہے جو کہ ایک انتہائی فرسودہ' ناکارہ اور پرانا نظام ہے۔ جناب والا! اس نظام کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک آپ مجالس قائمہ کو بااختیار نہیں کرتے' ان کو ان کی جو آئینی requirement ہے اس کے مطابق رولز میں ان کو جگہ نہیں دیتے۔ پارلیمانی سسٹم میں balance of power کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اس وقت ادھر سوائے بحث اور گفتگو کے اسمبلی کا کوئی ممبر کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے پاس اختیار تو دور کی بات ہے عمل دخل تک بھی نہیں ہے۔ جب تک یہ لائحہ عمل نہیں اختیار کیا جاتا کہ آپ اس کو پارلیمانی نظام کے مطابق بنائیں' پارلیمانی نظام کی بنیادی requirement ہے کہ جو ممبران ہیں ان کی باقاعدہ شرکت ہو۔ صرف گفتگو کی حد تک نہیں۔ اور اس شرکت کا مصدقہ طور پر پوری دنیا میں صرف ایک طریقہ ہے وہ یہ کہ مجالس قائمہ کے ذریعے آپ اس پر کنٹرول کریں اور آپ بیلنس ہو، آئے۔

check and balancing system قائم ہو ' direction ختم ہو ۔ یہی جناب ایک طریقہ ہے ' یہی ایک flaw ہے جس کی طرف میں توجہ دلانا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں ۔ اسی طرح جو حکومت چلانے کا طریقہ ہے جو پنجاب حکومت کے رولز آف بزنس ہیں جن کے تحت ہی یہ بجٹ پاس ہوتا ہے اور دوسری تمام کارروائی بھی چلتی ہے۔ جناب آپ ملاحظہ فرمائیں 1935ء کے ایکٹ کے تحت جو رولز آف بزنس بنے تھے 1949ء میں بھی وہی adopt کر لیے گئے۔ وہ 1945ء میں پہلی دفعہ بنے۔ وہی slight amendment کے ساتھ چلتے آئے۔ اب جناب conflict اور contradiction کہاں سے اٹھتی ہے کہ سسٹم تو پارلیمانی ہے ۔ رولز آف بزنس administrative set up کے ہیں وہاں پر آگے conflict ہوتا ہے ۔ عوامی نمائندے ' انتظامیہ والے وہ بھی اس ملک کا حصہ ہیں جس کے بغیر بھی state اور ملک نہیں چل سکتا ان میں ایک conflict آتا ہے ' ان میں ایک تضاد آتا ہے ۔ کسی کو کسی کے اختیارات کا علم نہیں ہے ۔ یہ بنیادی conflict ہیں جب تک یہ دور نہ ہوں گے نہ پارلیمانی نظام صحیح معنوں میں قائم ہو گا نہ stability آئے گی اور نہ عوامی نمائندوں اور دوسری بیوروکریسی میں افہام وتفہیم ہو گی ۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے جناب ۔

جناب والا ! انھوں نے فرمایا کہ یہ جو 43 ہزار نوکریاں ہیں ان پر میرٹ کے تحت بھرتی نہیں ہو رہی ۔ اب آپ خود ہی ملاحظہ فرمالیں کہ کون کیا بات کر رہا ہے ؟ پچھلا تمام ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں کہ کیا کیا خوب صورت میرٹ بنے ہیں۔ 54 سال کا میٹرک پاس نائب تحصیل دار in relaxation of rules کے 700 ڈائریکٹیو جاری کر کے پولیس کانسٹیبل بھرتی کر لیے گئے ۔ آپ ریکارڈ منگوا لیں جو کہ موجود ہے کہیں غائب نہیں ہوا۔ ایک دفعہ میں 600 سے زیادہ ڈائریکٹیو یعنی not one day بلکہ تسلسل میں ڈیڑھ دو مہینے میں جاری ہوئے کہ آپ ان تمام کو ASI in relaxation of rule بھرتی کر دیں۔ جناب والا ! انھوں نے نائب تحصیل دار اتنے بھرتی کیے کہ آج تک وہ required تعداد سے تین گنا ہیں۔ جس تحصیل میں 5 کی ضرورت ہے وہاں پر ریگولر 9 لگے ہوئے ہیں ۔ جس محکمے میں 5 چاہییں وہاں پر 9 لگے ہوئے ہیں۔ جس محکمے کی requirement 3 ہے وہاں پر 10 لگے ہوئے ہیں اور ان کو in relaxation of rules لگا کر اس طرح confirm کر گئے ہیں کہ اب ان کو نکالا بھی نہیں جا سکتا ۔ اور وہ پھر کیسے لگے یعنی ڈیڑھ سو اپنے بھرتی کر لیے ۔ ایک ایک سیٹ ممبران کو بانٹ دی ۔ اس طرح وہ ممبران بھی خوش ہو گئے اور بول نہ سکے ۔ کچھ نے بیچ دیں اور کچھ نے رشتہ داروں کو لگوا لیا ۔ جناب

یہ سب facts کی باتیں ہیں۔ اسی طرح ASI کا ہوا۔ ایک ایک سیٹ ممبران کو دے دی اور پانچ سو اپنے لگا لیے۔ ان میں سے کچھ نے رشوت لے کر بیچ دیں اور کچھ نے اپنے رشتہ داروں کو لگوا لیا۔ اس صورت حال سے گزرنے کے بعد وہ بات کرتے ہیں کہ یہ میرٹ کی خلاف ورزی ہو جائے گی۔ جبکہ ابھی بھرتیاں ہوئی نہیں ہیں۔ ابھی بھرتیاں ہونی ہیں۔ اور جناب apprehension دیکھیں کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ جی یہ میرٹ کی خلاف ورزی کریں گے۔ یہ ان کی apprehension ہے اور وہ اپنا کیا ہوا بھول جاتے ہیں۔ وہ ان کو یاد ہی نہیں ہے کہ انھوں نے اس قوم کے ساتھ، اس ملک کے ساتھ، اس صوبے کے ساتھ کیا کیا ہے؟ انھوں نے کس طرح لوٹا، کس طرح کھایا اور کہاں کہاں سے کرید کرید کر، نکال نکال کر، ڈھونڈ ڈھونڈ کر لوٹا۔ اور جناب آج یہ چلے ہیں مسیحا بننے، آج یہ چلے ہیں ناصح بننے کہ ہم تو بڑی نصیحت کر سکتے ہیں، ہم تو بڑے اصول کے آدمی ہیں۔ ان کے اصول تو جناب یہ ہیں کہ جس کے پاس تانگہ نہیں تھا وہ land cruser لے کر پھر رہا ہے۔ آپ ریکارڈ نکلوا کر دیکھیں۔ جو ہمارے سامنے اس اسمبلی میں 72 ماڈل کی ٹوٹی ہوئی گاڑی پر آیا دو تین ماہ بعد ہم نے دیکھا۔۔۔جناب والا! وہ ہم نے دو تین ماہ بعد دیکھا تو ان کے پاس انٹر کولر نئے ماڈل کی پجارو ہے پیچھے گن مین بندوقیں لے کر بیٹھے ہیں۔ چاہے اس کے گھر کبھی کند چھری بھی نہ ہو۔ وہ کلاشنکوفیں لے کر بیٹھے ہیں اور سارے بازاروں میں پھر رہے ہیں۔ یہ 90-1988ء اور 93- 1990ء تمام دور جناب کے سامنے گزرا ہے اور جناب نے وہ دیکھا ہے۔ جناب والا! انھوں نے تو پہلے پہلے جب agitation شروع کیا تو بھی یہ اپنے دفتر سے کلاشنکوفیں نکال کر چلتے تھے۔ ان کو ایسے عادت پڑی کہ جلوس بھی کلاشنکوفوں کی سرکردگی میں گولیاں برساتے ہوئے یہ نکال رہے ہیں جیسے کسی دوسرے ملک کی فوج کسی ملک کو فتح کرنے کے لیے جا رہی ہے۔ جناب والا، آپ اس تقریر کا through out متن دیکھیں کہ یہ یاد رکھی جائے گی کہ اس کا صوبائی بجٹ کے ساتھ نہ کوئی تعلق ہے نہ کوئی واسطہ نہ کوئی ہیلتھ کی بات نہ کوئی ایجوکیشن کی بات نہ کسی پالیسی کی بات نہ کوئی زراعت کی بات نہ کوئی صنعت کی بات۔ جناب والا! ایک تو ہوتا ہے نہ مخالفت برائے مخالفت میں حقیقاً کہتا ہوں کہ یہ ریکارڈ شاہد رہے گا اور میں اس فلور پر با وثوق کہتا ہوں کہ کسی بھی قائد حزب اختلاف نے اس قسم کی بے سروپا تقریر آج تک اس اسمبلی کے فلور پر نہیں کی ہو گی۔ جناب والا! انھوں نے ذکر کیا کہ ہم نے واک آؤٹ کیا کہ بجٹ پہلے ہی اخبارات میں آ گیا تھا۔ جناب والا! آپ یہیں سے اپوزیشن کے پورے اراکین کی سمجھ کا اندازہ لگا لیں۔ یہ

وہ piece تھا جو مرکزی حکومت نے صوبے کو ودیعت کیا یا صوبے کے بارے میں مرکز نے جو کچھ کہا وہ چیز اخبار میں آئی اور انھوں نے کہا کہ آپ کا تو بجٹ ہی آؤٹ ہو گیا۔ جب پارلیمنٹیرین کی یہ state of affair ہو جناب والا! اس کی وجہ یہی ہے جو میں عرض کر رہا تھا کہ participation ہی نہیں ہے۔ ان کو پتا ہی نہیں ہے کہ یہ بجٹ کیا ہے اور وہ بجٹ کیا ہے۔ یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے۔ اگر participation ہوتی تو میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ بات کرتے ہی نہ۔ انھیں علم ہوتا کہ یہ مرکز کا announced شدہ بجٹ ہے جو اخبارات میں آیا ہے۔ جناب والا! بہر حال انھوں نے تو واک آؤٹ کرنا تھا وہ تو پہلے سے طے تھا۔ ان کے جو اپنے حکام بالا ہیں ان کی طرف سے ہدایات تھیں لہذا انھوں نے کرنا تھا۔ اس بائیکاٹ کو کرنے کے لیے انھوں نے وہ ایک جواز بنانا تھا جو بھی ان کو ملا یا جو جیسا بھی ملا۔ چاہے وہ کہتے کہ آٹا گوندھتے ہلتی کیوں ہے لہذا ہم تو باہر جا رہے ہیں وہ تو انھوں نے جانا ہی جانا تھا۔ جناب والا! یہ خسارے کا بجٹ نہیں ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ دیکھیں کہ This is not a deficit budget. یہ بجٹ کا بجٹ ہے یہ سر پلس بجٹ ہے۔ آپ ایجوکیشن لیں اس دفعہ اس کو سب سے زیادہ دیا گیا ہے۔ ایجوکیشن میں اتنا کبھی بھی نہیں دیا گیا تھا۔ ہر چیز کا ہر پالیسی کا آپ زراعت کا دیکھیں، آپ ایجوکیشن کی مد اٹھا کر دیکھیں، آپ انڈسٹری کی مد اٹھا کر دیکھیں کوئی نئے ٹیکسز بھی نہیں لگے ایڈمنسٹریٹو سائیڈ کا non- developmental budget کم کر کے developmental budget کو بڑھایا گیا ہے۔ developmental budget بڑھانے کے باوجود سر پلس بجٹ ہے یہ اس بجٹ کا کمال ہے۔ اگر آپ ٹیکنیکلی بات کرتے ہیں تو آپ یہ دیکھ لیں میں اس کو repeat کروں گا تاکہ اگر کوئی صحیح طور پر سمجھنا چاہے تو یہ سمجھ لے کہ non- developmental expenses کم کر کے developmental expenses بڑھا کر محدود وسائل اور ذرائع کے ساتھ سر پلس بجٹ لانا ایک انتہائی مشکل اور انہونی بات تھی جو کہ اس موجودہ حکومت نے کر کے بتائی ہے۔ جناب والا! کو میری باتوں سے اندازہ ہو رہا ہو گا کہ جدھر کوئی خامی ہے میں نے وہ بھی بیان کی ہے۔ اور جدھر کوئی اچھائی ہے میں نے وہ بھی بیان کی ہے۔ انھوں نے اپوزیشن کے لحاظ سے نہ تو کوئی constructive بات کی ہے اور نہ کوئی گورنمنٹ کے لحاظ سے distructive یا کوئی ایسی بات کی۔ جناب والا! میری تمہید باندھنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ اس بجٹ میں ان کو کوئی flaw یا I lacune کوئی draw back یا کوئی کمی یا برائی ٹیکنیکلی یا otherwise نظر ہی نہیں آئی یا انھوں نے

پڑھے بغیر تقریر کی ہے یہ مجھے علم نہیں ہے۔ لیکن ان کی تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو اس بجٹ میں کوئی خامی نظر نہیں آئی۔ اگر انھوں نے کہیں پر ایسی بات کہی ہے تو آپ ٹیپ چلا کر چیک کر لیں۔ انھوں نے نہ کوئی ایسی تجویز دی ہے کہ یہ بجٹ میں خامی تھی بجٹ میں یہ کمی تھی۔ قائد حزب اختلاف تو ایسی ایسی تجاویز دیتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن انھوں نے کوئی تجویز نہیں دی۔ اس کا مطلب ہے کہ انھیں اس بجٹ میں کوئی خامی یا کمی نظر ہی نہیں آئی نہ تو وہ کوئی نئی تجویز دینے کے قابل تھے اور نہ ہی وہ اس میں کسی بھی پالیسی میں کوئی خامی ڈھونڈنے کے قابل تھے نہ انھوں نے کسی مد کا ذکر کیا اس لیے کہ ان نامساعد حالات میں ان محدود اور کم وسائل میں سرپلس بجٹ کا دیا جانا یہ اسی گورنمنٹ کا کمال تھا۔ گو کہ میں اس اختلاف پر قائم ہوں کہ یہ بیوروکریسی کا بجٹ تھا اگر اس میں عوامی نمائندوں کو بھی شامل کر لیا جاتا تو یہ مزید بہتر بلکہ بہترین ہو سکتا تھا اور participation کی نہ صرف sense آتی بلکہ ان کو پتا بھی چلتا تو میں انہی گزارشات کے ساتھ آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ کا بہت شکریہ۔ جناب خانزادہ تاج محمد خان

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Mr Speaker, I am grateful for you for calling me to speak on the Budget. Although I was not present and I have not sutdied the budget except very roughly, but since there are other number of matters which need the attention of the government, I would like to point out that the Budget Session is the only opportunity when you can ventilate your grievances and feelings regarding the administration and the state of affairs prevailing in the country. So, Mr Speaker, instead of going into the figures myself, I leave it to the Finance Minister, Makhdoom Sahib, and to the very capable Finance Secretary and our Leader to sort it out what is correct and what is incorrect, and if there are any corrections to be made I am sure that our noble Finance Minister and the Secretary Finance and our Leader will sort it out to the greater good and to the benefit of Punjab and the people of Punjab. Nothing is permanent. There are always scope of changes.

(Interruptions)

چودھری محمد وصی ظفر ، پوائنٹ آف آرڈر !

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Will you please sit down and don't interfere. The whole time you are doing this. Let me speak Sir.

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! خانزادہ صاحب ہمارے فاضل بزرگ ہیں انتہائی قابل احترام ہیں۔ میرے uncle کی طرح ہیں۔ میں کوئی تضحیک نہیں کر رہا۔ حقیقتاً بات ہے کہ یہ انگلش بولتے ہیں تو سمجھ نہیں آتی اور ہم ان کی بات کو سن کر سمجھنا چاہتے ہیں۔ صرف گزارش اتنی ہے کہ اگر اردو بولیں تو ہمیں زیادہ سمجھ آجائے گی۔

جناب تاج محمد خانزادہ : میں پٹھان ہوں میں انگریزی بولتا ہوں۔ میں آپ کی زبان نہیں بولتا ہوں۔ مجھے بھی پنجابی آتی ہے۔ آپ بیٹھ جائیں۔

چودھری محمد وصی ظفر : تو وہ بولیں جو سمجھ آئے۔

جناب تاج محمد خانزادہ : اگر آپ سکھ ہوتے تو آپ پر بھی کمانڈ کرتا۔

جناب سپیکر : خانزادہ صاحب آپ میرا حق چھین کر تو انھیں نہ دیں۔ آپ مجھ سے مخاطب ہوں۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA : O.K. Sir. I think you share my views

MR SPEAKER: Please go ahead

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, my contention is that the state of affairs in the Provinces today has become like a RAJWARA. Any government which runs without any rules and regulations, and where personal desires and personal wishes supersede the greater good and laws and regulations, that heads, for disaster. Let me warn this government and those at the helm of affairs that please toe the lines of morality, toe the lines of legality, and toe the lines of the Constitution. Do not treat the government of the Punjab or the State of the Punjab as a personal state like the Maharajah of Patialah or the Maharajah of Jeen or the Nawab of Bhopaal.

Sir, one very important matter which has been agitating the minds of the people of Pakistan and the people of Punjab in particular was the latest statement in the paper where Mian Nawaz Sharif, Chaudhry Shujaat, and Mian Azhar, one ex-Prime Minister elected democratically the other is Interior Minister and the third is a noble Governor of the Punjab, they are being interrogated/investigated to be charged for treason.....(Shame.....shame)..... Well if I am not wrong it is a parallel where Namru'd and others and the father of Hazrat Ibrahim who turn a round to Hazrat Ibrahim and say to him you are a kafir. Burn him in the fire. This is an example like that. Today the traitors want to tell the patriot that the time they have changed and the equation they have reversed, and it is now upside down and downside upward. What are you doing You are establishing precedents for which the future generations will curse you. By the Grace of God you will not suffer for those acts in this world, but when you are six feet under the earth then you will know what have you to do My dear let us not reduce this country to personal victimization and personal revenges We. are brother and friends, if there are any mis-understandings among us Let us forget and let us work for the common good of this country. Sir, we will not go where political murders have been committed in this country for self - preservation I know some people will not like it if I say that Bhutto was sent to the gallows on political grounds. I will not contest that there have been many similar cases where political rivals have been condemned to death--------

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جس طرح قومی اسمبلی میں اس بات کا انتظام

ہے کہ جیسے ہی کوئی فاضل رکن تقریر کرے اس کے ساتھ مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ اس کا بندوبست پنجاب اسمبلی میں بھی ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر، کوشش کریں گے تشریف رکھیں۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I am sorry to say that an Advocate who is hoping to become a Judge like the similar Jialas before him now tries to take your duty on himself. Please tell him to confine his views to his own ability and to his own sphere of influence and not to teach his grand mother how to hatch eggs. (laughter)

This is the way why he is doing this He just wants to interfere with my speech and try to disrupt me. I am not speaking partially Whatever I am speaking is in the ultimate good of this country and not for any party or any individual but .....

حق کی آواز خدا سنتا ہے۔ اور حق کی آواز آخر میں فتح پاتی ہے۔ آپ یہ مت جانیں ابرہہ نے کہا میرے پاس ہاتھی ہیں میں مکہ کو فتح کروں گا اور غیب کی طاقت سے جب ابابیل آئے تو کنکریوں سے ہاتھی مر گئے۔ آپ ہاتھی سے بڑے نہیں ہیں۔ انشاء اللہ کنکروں سے تباہ ہو جائیں گے۔ اپنے گریبان میں دیکھیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ (نعرہ ہائے تحسین)

بھائیو یہ تو تھی ملک کی بات۔ اب میں اس غریب علاقے کی طرف آتا ہوں جس کو اٹک کہتے ہیں۔ جو کہ انگریزوں کی طاقت بازو بن کر غریب رہے ان کے لیے لڑتے رہے لیکن بد قسمتی سے انگریز کے جانے کے بعد جو کالے انگریز کرسیوں پر بیٹھے تو ان کا رویہ بھی اٹک کے ساتھ وہی تھا جو سفید انگریز کا تھا۔ ہماری سڑکیں آپ دیکھیں اٹک سے پنڈی گھیب کی سڑک پچاس سال بعد آج بھی آٹھ فٹ چوڑی ہے۔ جب دو موٹریں آتی ہیں تو ایک موٹر سڑک سے اتر جاتی ہے۔ پنڈی ڈویژن نے اگر مسلم لیگ کے ساتھ اور پاکستان کے ساتھ قربانی دی ہے تو وہ غریب لوگ اور خود دار لوگ ہیں اور بہادر لوگ ہیں۔ آپ ان کو اس لیے سزا دے رہے ہیں کہ وہ شاید آپ کو ووٹ نہیں دیتے۔ آپ کو ووٹ دیں گے جب آپ حق پر ہوں گے اور ہم سب راولپنڈی والے آپ کے ساتھ ہوں گے۔ ہم آپ

کی قوت بنیں گے جب آپ ہمیں convince کریں گے۔ آپ ہمیں اس لیے سزا مت دیں کیونکہ ہم ہر جائز نا جائز بات پر لبیک نہیں کہتے ۔ ہمیں کیا ملا ؛ بلوچستان کو آپ سوئی گیس کی subsidy دیتے ہیں ' فرنٹیر کو بھی آپ کروڑوں روپے کی subsidy دیتے ہیں time immemorial سے تیل پیدا کرتا ہے ' سوئی گیس پیدا کرتا ہے ریت یہاں بھیجتا ہے۔ بجری یہاں بھیجتا ہے۔ لاہور بناتا ہے۔ اسلام آباد بناتا ہے ' ملتان بناتا ہے ' فیصل آباد بناتا ہے اور انہیں ملتا کیا ہے ؛ پینے کا پانی بھی نہیں ملتا۔ بلکہ وہ پانی ملتا ہے جس میں گدھے اور بھینسیں پیشاب کرتی ہیں اور وہ ہمارے لوگ پیتے ہیں معلوم نہیں آپ کے دل میں خدا کا درد نہیں ہے کہ ان کے لیے بھی کچھ کریں۔ جہلم کو دیکھیں راولپنڈی کو دیکھیں۔ اٹک کو دیکھیں' چکوال کو دیکھیں' آپ ڈیرہ غازی خان کو دیکھیں' میانوالی کو دیکھیں' مظفر گڑھ کو دیکھیں۔ آپ renovation پر کروڑوں روپے خرچ کرتے ہیں ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس نے بولا کہ خان جی کیا کرتے ہیں ہم تو اس قوم کے غلام ہیں جس میں اونٹ کی مہار کو حضرت عمر نے خود پکڑ کر ایک غلام کو اس کے اوپر سوار کیا تھا۔ بڑے بنگلوں سے اور بڑی موٹروں سے عزت نہیں بنتی ہے۔ عزت اخلاق اور ایمان داری سے بنتی ہے اور اگر آپ نے الیکشن جیتنا ہے تو یہ قوم اتنی ان پڑھ نہیں ہے جب الیکشن آئیں گے تو یہ اپنی رائے آپ کو خود بتا دے گی کہ کون ٹھیک ہے اور کون غلط ہے کون ظالم ہے اور کس کے اوپر ظلم ہو رہا ہے ۔ آج آپ اسمبلیوں کے ممبر کو باہر سے پکڑ کر اور کھینچ کر لے جاتے ہیں ۔ جو کہ دنیا کے کسی بھی جمہوری ملک میں نہیں ہوا ۔ میں آپ کو اپنی مثال دیتا ہوں۔ میں ۱۹۵۲ء میں اٹاوہ میں گیا وہاں پر مفتی عباس ہمارے ایمبیسیڈر تھے۔ اس نے مجھے کہا کہ میں وزیر اعظم کے پاس جا رہا ہوں آپ میرے ساتھ آئیں گے۔ میں نے کہا میری اپوائنٹمنٹ تو نہیں ہے۔ اس نے کہا نہیں سوشل کال ہے۔ آپ یقین کریں جب میں وہاں گیا ہم نے ٹی بجائی کینیڈا کا وزیر اعظم خود باہر آیا اور کہنے لگا کہ،

Come in please,My maid-servant is away. I will make coffee for you myself.

اور وہ تین کپ کافی کے لے آیا اور ہم آدھا گھنٹا اس کے پاس بیٹھے باتیں کیں اور پھر ہم واپس آ گئے اور وہ پھر اندر چلا گیا ۔ کہاں کینیڈا کا وزیر اعظم اور without maid اور کہاں ہمارا ڈپٹی کمشنر جس کے آگے پیچھے اٹھارہ سو پولیس کھڑی ہے اور کوئی اندر نہیں جا سکتا اور ہر ایک کو نشہ اتنا زیادہ ہے کہ سب فرعون کے بیٹے بن چکے ہیں ۔ آپ انسانیت کو پکڑیں آپ نیچے آئیں ۔ میں بیورو کریسی

کے خلاف نہیں ہوں .....

Alright, since Malik Sahib desires that I should turn to English I will do so Sir, today, I am not against bureaucracy. I am all for security for them but I am not for their standard of Nawabi. Today, you are the executives of districts in order to preserve their motors, their bungalows and whatever their invisible income that they are getting. They play to people who are pronounced gamblers. They are convicts and today they sit on the chair because they represent the Jialas Look after this country and don't look after the Jialas If this country is no longer there, there will be no Jialas, there will be no Ministers and there will be no Chief Minister. It is the country that matters. See what has happened in Attock? The Chairman of Zakat Committee is a convict I don't know what will you answer before God when he asks what decisions you had been taken in the public interest Will you come and present them these Jhouies that this is my platoon who did this This is my platoon who does boot-licking This is my platoon which sells wine. This is my platoon which indulges in debauchry and prostitution. How would you tell Him? It is not for me to do personal criticism of individuals but it is my duty to bring before this House and before the people who today command the affairs of this country to please beware of that day when you have to answer for every act of your life Sir, I am a very very humble Muslim but The Holy Prophet who is the greatest Prophet of the world,before his departure for Haj, he said

میرے اللہ میں نے آپ کا پیغام اس قوم کو پہنچا دیا ہے اور کہا کہ اللہ تو بھی اس کا گواہ ہے اور اپنی امت کو بھی کہا کہ میری امت تو بھی اس کی گواہ ہے اور روز محشر یہ کہوں گا۔ جناب والا! ہم ایک عوام کے منتخب نمائندے کی حیثیت سے کچھ نہیں کر سکتے ہم اقلیت میں ہیں ہم کمزور ہیں

لیکن ہم حق کی آواز اٹھائیں گے اور روز محشر آپ کے گلے میں رسی ڈالیں گے کہ ہم نے آپ کو کہا تھا اور آپ نے نہیں کیا اب اس کا جواب دو۔ اور آپ اس کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ امن عامہ کی صورت حال یہ ہے کہ آج پہلی دفعہ میں موٹر میں آیا جب میں کارپوریشن کے پاس کھڑا تھا تو کچھ جیالے جا رہے تھے ایک نے آ کر میری موٹر پر تین پتھر مارے میں نے کہا میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ آپ دیکھیں امن عامہ کا تو یہ حال ہے کہ مال روڈ پر ایک پر امن شہری جو ایک طرف کھڑا ہے اور ایک بدمعاش آتا ہے اور آ کر گاڑی کے شیشے توڑ دیتا ہے اور پولیس والا کھڑا تماشا دیکھ رہا ہے اور مجھے آ کر کہتا ہے جی کیا کریں اس نے بھی وہ ٹوٹے ہوئے شیشے اٹھائے اور میں نے بھی اٹھائے اور میں نے باہر پھینک دیے اور میں نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ۔

I said God help this country I am helpless because if I say so probably a number of Jialas will come and beat me up. Is this the way you want to run this country I appeal to you. I know there are good people among you. Every one of you is good. Every one of you has good intentions. Your selfish motives may over-ride your better sense of justice but let it not over-ride Take what is right Defend law Defend the right and defend the rights of the people. Unfortunately, Chief Minister is not here and the Finance Minister has also disappeared. But for the sake of Attock, I would appeal to you that if you can give subsidy to Frontier, if you can give subsidy to Baluchistan, if you can give subsidy to Sind, what fault has the division of Rawalpindi committed? What fault has Attock, Dera Ghazi Khan, Jhelum, Chakwal have committed that you are denying us even the basic rights of humanity. Please come to our rescue. Makhdum Sahib, please listen to me. Your politics will come later. Listen to me and take action. I know you will take action because you are a noble man. As our Leader of the House said, I was not here, but this House may not have been present but for his nobility and his promises of equal

treatment and a just treatment for the Opposition. We are not your enemies. We may differ with you politically and that is our right. If Hazrat Umar could be asked in the Mosque as to why his shirt was so long and he could answer that he had taken the share of his son And if Hazrat Umar could "sangsar " his son for the illegal act of his progeny although he was the greatest Amir of Islam. If Hazrat Ali, after having been murdered, tells his son

کہ دیکھو بیٹا میں نہیں ہوں گا۔ لیکن ان کے ساتھ زیادتی مت کرنا، ان کے ساتھ ایسا ہی انصاف کرنا جیسے ایک مسلمان کو کرنا چاہئے۔ تو کیا آپ ان کی امت نہیں ہیں؟

Irrespective of every-thing, we are all Kalmago. We are not Shia, Sunny or this or that for which we fight every day like dogs. We are Muslims. We are all Kalmago and let us take

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

As the basic and Quran as the law and let us follow it. Let us be brotherly and let us come to each other's rescue. I do not agree when we say that we will not talk with each other. We will talk with each other. We will convince each other of our conviction and if we are convinced, we will agree with each other and we will come to the rescue of each other.

Now, I am glad that this government, in the end, gave development funds to the friends on the other side though a little late but those people are equally your brothers If a few have voted more for us that does not mean that the others have become your enemy. They are your people. They are your inhabitants.

Sir, I had wished one thing and which, I am sure that the enemies of yesterday are the friends of today. The friends of today can be the political

opponents of tomorrow. I think where the personality of Mr. Nawaz Shrif is concerned, I think , nobody whether belonging to the Opposition or belonging to the other side can say that Mr. Nawaz Sharif should be tried for traitorship. He is anything but a traitor. I would request on my knees that they should pass a resolution that the ex-Chief Minister and the ex-Interior Minister and Governor should not be prosecuted for treason. Certainly, accountability should be there. If there is any fault in accountability, take them to the court and let them justify themselves but do'nt take up like what Zia did to Bhutto. Here I can see even Shah Ji nodding his head in consent with me and I am sure all my friends here will also agree with me that such tactics should be avoided.

I become sentimental some time which is quite natural. My age is such that I am in my passing age. I am at the end of my life but let me tell you my friends with all my experience of the world. I have dealt with the British, I have been to the Buckingham Palace, I have gone to Canada, I have gone to Washington, I have gone to China, I have gone to every conceivable place and I have dealt with many people. Sir , for God sake, place the interest of this country and place our mutual relations above every thing else and God will be with us , Muhammad will be with us, the world will be with us and we will go to our destiny and we will get our salvation. May God be with you, may God be with all of you, may God bless you for ever. (applause)

جناب سپیکر: جناب نذر عباس بھٹی صاحب----

جناب نذر عباس بھٹی : جناب والا! بہت بہت شکریہ! آپ نے مجھے بجٹ 96-1995ء پر بولنے کی اجازت دی۔ میں بحیثیت ممبر صوبائی اسمبلی اپنی سوچ کے مطابق ' اپنی بساط کے مطابق وہ بات کروں جو کسی کی دل آزاری نہ کرے۔ میں نہ کوئی حکومت کی خیر خواہی کروں نہ میں اپوزیشن کی بدخواہی

کروں۔ میں تو صرف وہ بات کرنا چاہوں گا جو اصول کے مطابق ہو' جو ایمانداری کے مطابق ہو۔ میں اپوزیشن لیڈر جناب پرویز الٰہی صاحب کی تقریر کے چند پوائنٹس جو انہوں نے اس ایوان کے سامنے ارشاد فرمائے۔ ان پر تھوڑی سی وضاحت کروں گا۔ اور آپ کی وساطت سے ہی کروں گا۔ اس سے پہلے یہ گزارش بھی کروں گا کہ بجٹ 96-1995ء ہماری موجودہ حکومت نے پیش کیا جو ایک سرپلس بجٹ ہے۔ جو اس ہاؤس کے سامنے پیش ہوا۔ اس میں خصوصاً ہماری موجودہ حکومت نے چار اہم سیکٹروں میں اتنی فاضل رقم جو آج تک پنجاب کی تاریخ میں کسی حکومت نے فراہم نہیں کی۔ مثلاً تعلیم' ہیلتھ' رورل واٹر سپلائی اور روڈز پر۔ جناب والا! اندازاً 1350 کروڑ روپیہ ہماری موجودہ حکومت نے ڈویلپمنٹ کے لیے ان چار اہم سیکٹروں میں رکھا ہے۔ جس میں 57% حکومت نے on going سکیم کے لیے رقم رکھی ہے۔ 43% نئی سکیم کے لیے رکھی ہے۔ اگر حکومت نے اتنی بھاری رقم ایجوکیشن کے لیے' ہیلتھ کے لیے یا رورل واٹر سپلائی کے لیے' سڑکوں کے لیے اہم کام پر صرف کرنے کے لیے رکھی ہے۔ تو ہم سب کو حکومت کا ساتھ دینا چاہیے۔ حکومت کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے کہ جس ملک میں تعلیم کم ہو۔ جس ملک میں' جس صوبے میں راستے کم ہوں' واٹر سپلائی اینڈ ڈرینیج کا برا حال ہو' اگر اس ملک میں' اس صوبے میں اتنی اضافی رقم دے دی جائے تو کیا اس ملک کے ساتھ ناانصافی ہے' یا کسی صوبے کے ساتھ ناانصافی ہے۔ جناب والا! میں یہ نہیں سمجھتا کہ یہ صوبے کے ساتھ ناانصافی ہے' یہ غریب عوام کے ساتھ ناانصافی ہے۔ میں تو اسے یہ سمجھوں گا کہ حکومت پاکستان بلکہ پنجاب حکومت نے یہ اہم کام کر کے عوام کی بھلائی کے لیے راستے کھولے ہیں۔ تو میں اس کے ساتھ یہ بھی کہ سابقہ حکومت کے وہ دور جب ڈویلپمنٹ وہ بھی کروایا کرتے تھے۔ اور ان کی ڈویلپمنٹ کی نسبت اگر آج زیادہ ڈویلپمنٹ پر اہمیت دی گئی ہے تو میں اپنے ضمیر کے ساتھ اسے کوئی برا کام نہیں سمجھتا۔ میں اس حکومت کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ یہ عوام کے لیے' عوام کی فلاح کے لیے' عوام کی بہبود کے لیے اگر یہ رقم رکھی ہے تو بہت شکریہ۔ نہ یہ کسی کی عیاشیوں میں صرف ہونی ہے۔ یہ پورا ایوان جو آج یہاں بیٹھے ہیں' یہی رقم یہ دوست میرے بھائی خود نگرانی کر کے لگوائیں گے۔ اگر یہ ضائع بھی ہو گی تو انہی کے ہاتھوں سے ضائع ہو گی۔ نہ یہ حکومت پنجاب ضائع کرے گی۔ حکومت پنجاب یہ بیٹھی ہوئی ہے۔ دلانے والے گورنمنٹ کو یہ دوست بیٹھے ہیں۔ تو آج کیسے یہ کہہ رہے ہیں کہ عیاشیوں پر یہ خرچ کرنی ہے۔ اگر عیاشیوں کا بھی اندازہ لگانا ہے تو پچھلے آٹھ سال میں چلے جائیں وہ بھی سامنے آ جائے گا۔ پچھلے

سال' سابقہ حکومت کے over draft کی وجہ سے ہماری موجودہ حکومت نے آٹھ سو کروڑ روپیہ سٹیٹ بنک آف پاکستان کو ادا کیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری حکومت کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ جناب سپیکر! میرے فاضل دوست خان زادہ صاحب فرما رہے تھے کہ بلوچستان کو سوئی گیس کی رائلٹی ملتی ہے۔ انھیں پیسے وافر مقدار میں ملتے ہیں۔ لیکن ہمارے اس سال کے بجٹ کے مطابق حکومت بلوچستان کا بجٹ صرف ایجوکیشن سیکٹر میں چلے جائیں تو پنجاب کا بجٹ اس سے چار گنا زیادہ ہے۔ ایک صوبے میں اتنی زیادہ رقم ان سیکٹروں میں رکھی گئی ہے تو یہ ہمارے عوام کی بھلائی کے لیے رکھی گئی ہے۔ میں جناب پرویز الٰہی صاحب کے ارشاد کے مطابق بیت المال فنڈ' زکوٰۃ عشر فنڈ سے جو جیالے دوستوں کو یہ رقم پہ امین کی بجائے آمین بنایا گیا ہے' میں اس دور کی بھی بات آپ کے سامنے رکھوں گا جب جناب والا! قرض حسنہ کے نام پر یہ رقم تقسیم کی گئی تھی۔ تو میں اس وقت وائس چیرمین ضلع کونسل ہونے کی حیثیت سے میرے سامنے ایسی چیزیں گزری تھیں کہ وہ قرض حسنہ جن دوستوں نے لوٹا' جنھوں نے وہ لیا نہ وہ قرض حسنہ کے مستحق تھے' نہ مستحقین میں وہ دیا گیا۔ تو آج اگر کوئی دوست یہ کہتے ہیں کہ بیت المال غیر ضروری ہاتھوں میں دیا گیا ہے' عشر زکوٰۃ کی رقم غیر ضروری ہاتھوں میں دی گئی ہے تو ہیں وہ بھی اس ملک میں رہنے والے' اس صوبے میں رہنے والے۔ میں انھیں کوئی فرشتہ نہیں کہہ رہا۔ لیکن ہماری حکومت نے جو طریق کار اس دفعہ اپنایا ہے' وہ بینکوں کے ذریعے لوگ یہ رقم وصول کریں گے۔ چیک سسٹم رکھا گیا ہے۔ اگر کسی بینک میں کوئی جھوٹ بول کر چلا جائے گا تو اس میں حکومت نے تو یہ نہیں کہا کہ جائیں' وہ پیسہ بینکوں سے نکلوا لیں۔ میرے اپنے حلقے کے حوالے سے جو بھی رقم بیت المال سے لوگوں کو مل رہی ہے وہ بذریعہ چیک مل رہی ہے۔ تو میں جناب والا! یہ نہیں سمجھتا کہ بیت المال میں کوئی فراڈ ہو رہا ہے۔ یا کوئی گھپلا ہو رہا ہے۔ ایسے ہی چودھری صاحب نے یہ فرمایا کہ block allocation میں 263 روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ تو میں گزارش کروں گا کہ ہمیشہ حکومتیں block allocation رکھتی ہیں۔ صوابدیدی فنڈ رکھتی ہیں۔ اگر کسی جگہ پر وزیر اعلیٰ صاحب کو صوابدیدی فنڈ میں رقم دینی پڑے' یا کوئی ایسا کام ہو سکتا ہے کہ کسی جگہ پر وہ رقم دینی پڑے تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ وہ رقم ضرور دینی چاہیے۔ میں بحیثیت وائس چیرمین ضلع کونسل' بلکہ چودھری پرویز الٰہی صاحب اس وقت گجرات کے چیرمین ہوا کرتے تھے۔ تو مجھے یہ بھی اندازہ ہے کہ اس وقت بھی block allocation ضلع کونسلوں میں بھی رکھتے تھے جو چودھری صاحب اپنے ہاتھ سے

نکالا کرتے تھے۔ میں ان پر کوئی الزام نہیں لگا رہا۔ یہ ان سے پوچھ سکتے ہیں۔ اور چودھری صاحب نے پچھلے سالوں میں ساٹھ کروڑ روپے کا خصوصاً ذکر کیا کہ وہ وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنے حلقے میں لگائے ہیں۔ ضرور انھوں نے پیسے لگائے ہوں گے۔ لیکن انھوں نے پورے پنجاب میں پیسے لگائے ہیں۔ کم از کم ہمارے حلقوں میں بھی انھوں نے پیسے دیے ہیں۔ آج میں یہ کیسے کہوں کہ وہ ساری رقم اپنے حلقوں میں لگا گئے ہیں۔ میرا خیال ہے اگر وہ اتنی رقم اپنے حلقوں میں لگائیں تو وہ حلقے خوش قسمت ہوسکتے ہیں۔ اگر وہی عوام، وہی غریب دوست جو ہمارے بھائی ہیں، ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں کہ کیوں وہاں پر لگائے گئے ہیں۔ تو چودھری صاحب کو بھی یہ اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ انھیں بھی یہی کہنا چاہیے کہ ادھر لگے ہیں، ہمارے علاقوں میں بھی لگوا دو۔ ایسا جناب والا! صرف الزام لگانا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ جیسے چودھری صاحب یہ فرمارہے تھے کہ ان کی آنکھوں میں چمک آ گئی ہے۔ میں یہ سمجھوں گا کہ یہ پونے دو سال میں ہو سکتا ہے ہمارے بھائیوں کو اپوزیشن میں بیٹھنے سے ان کی چمک کمزور ہو گئی ہو۔ ایسا نہیں ہے۔ پنجاب بینک کا شیڈول ہونے کا انھوں نے یہ کہا کہ گورنمنٹ نے شیڈول بینک بنا دیا ہے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری گورنمنٹ کا اہم کام ہے جو انھوں نے بینک کو scheduled قرار دیا۔ اس ملک میں پچھلے سال آپ کے سامنے کتنی ایسی non-schedule finance کمپنیاں کیسے ڈوبیں۔ کیا کتنی عوام کے ساتھ وہ ناانصافی ہے کہ جن کی ہزاروں کی کمائی کہاں گئی؟ اگر کوئی بینک گورنمنٹ کی تحویل میں آتا ہے۔ شیڈول قرار دیا جاتا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کی رقوم محفوظ ہاتھوں میں آ گئی ہیں۔ تاکہ ان بیچارے غریب لوگوں کی یہ امانتیں ضائع نہ ہوں۔ چودھری صاحب نے ۴۳ ہزار اسامیوں کی بات کی۔ میں ان نوکریوں کا ان جیالوں کو میرٹ کے بغیر دینا یہ نہیں سمجھتا کہ ہماری حکومت بغیر میرٹ کے یہ نوکریاں کسی کو دے۔ انشاء اللہ اپنی حکومت پر امید کرتا ہوں کہ وہ میرٹ کے مطابق یہ نوکریاں دیں گے۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

میں پچھلے دور کی صرف ایک مثال un-merit کی پیش کروں گا۔ میرے ہی اپنے سکول میں ایک ایسا بزرگ شخص آیا جس کی میں نے خود اپنی آنکھوں سے ۲۶ سال کی ایک relaxation دیکھی تھی۔ اور میں نے یہ کہا خدا را بابا آپ اس نوکری پر کیسے کام کرسکیں گے؟ کہ آپ کی عمر اس وقت ستر سال کے [illegible] آ[illegible] کا کوئی [illegible] بھرتی ہوکر آیا ہے؟ وہ کہنے لگا نہیں بھئی صاحب مجھے چیف منسٹر صاحب

نے بھرتی کرکے بھیجا ہے۔ بہرحال ایسے ہی مثالیں اگر میں دوں تو ہزاروں ہیں۔ انشاء اللہ ہماری حکومت میرٹ کے مطابق نوکریاں دے گی۔ چودھری صاحب کے مطابق موٹروے نہیں بن رہا۔ یہ موٹروے میرے حلقہ سے گزر رہا ہے۔ آج بھی اگر جناب سپیکر! آپ ان دوستوں کی کمیٹی بنا کر وہاں بھیجیں تو وہ دیکھ لے گی کہ موٹروے بہت زور و شور سے چل رہا ہے۔ تقریباً اس وقت وہ ساٹھ فیصد سے زیادہ مکمل ہو چکا ہے۔ تو میں آخر میں جناب چودھری پرویز الٰہی کا بھی اور پورے ہاؤس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جو بات on record آ جانی ہو۔ اس کو بالکل ٹھیک ٹھاک بولنا چاہیے ' کہنا چاہیے ۔ تحمل مزاجی سے سننا چاہیے ۔ میں آپ کا اور ہاؤس کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ خدا حافظ !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جناب خواجہ محمد اسلام !

جناب خواجہ محمد اسلام ، جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ بجٹ کے موقع پر مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا ! پاکستان کی تاریخ میں ایسا پیچیدہ اور بدنما اور اعداد و شمار کے جھوٹ کا پلندا پنجاب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ آیا ہے ۔ جناب سپیکر ! وزیر خزانہ نے یہ کہا تھا کہ اس دفعہ وفاق کی جانب سے پنجاب کو زیادہ فنڈز ملے ہیں ۔ لیکن اس کی میں چھوٹی سی مثال آپ کو یہ دینا چاہتا ہوں کہ جناب سپیکر! آپ کے علم میں ہو گا کہ پورے پاکستان میں پنجاب کی آبادی ۵۵ فیصد پر مشتمل ہے۔ اسی حساب سے پنجاب کو ۵۵ فیصد فنڈز ملنے تھے ۔ مگر جو فنڈز ۹۴-۱۹۹۳ء میں ۵۳۱۷ کروڑ روپے تھے اور آج ۹۵-۱۹۹۴ء میں چھ ہزار کروڑ روپے ہے ۔ جو کہ ۹۶-۱۹۹۵ء میں ۷۲۰۸ کروڑ روپے ہو جائیں گے ۔ جس کی وجہ سے پنجاب کو ۴۰۶ کروڑ روپے زیادہ ملنے تھے ۔ مگر وہ صرف ۴۸ کروڑ روپے زیادہ ملے ہیں ۔ اس ہدف کا اور اس کا اتنا فرق ہے کہ فیڈرل گرانٹ جو ہمیں ۹۴-۱۹۹۳ء میں ۱۸۵ کروڑ روپے ملی تھی ' آج گھٹ کر وہ صرف ۶۴ کروڑ روپے رہ گئی ہے ۔ اس طرح صرف دو سالوں میں ہمیں ۱۲۱ کروڑ روپے مرکز کی جانب سے کم ملے ہیں ۔ جناب سپیکر ! ہمارا ملک زرعی ملک ہے ۔ اور زرعی ملک کی ضرورت صنعت و حرفت ہوتی ہے ۔ اور ہمارے پاکستان میں زراعت کو فروغ دینے کے لیے زرعی اجناس کو منڈی اور مارکیٹ اور اس کی استعمال کی شکل بنانے میں فیکٹریوں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ لیکن ہمارے ملک کی اور خصوصی طور پر پنجاب کی یہ بدقسمتی رہی ہے کہ چاہیے تو یہ تھا کہ اس ملک میں اور خصوصی طور پر پنجاب میں فیکٹریوں کے جال بن دیے جاتے ۔ لیکن ہمارے ارباب اقتدار نے لکیر کا فقیر ہونے کے ناتے جناب سپیکر ! اس پنجاب کو بیوہ کی گود کی مانند بانجھ کر کے رکھ دیا تھا۔ آج ہمارے ملک میں جو بے

روزگاری اور مہنگائی شیطان کی آنت کی طرح بڑھ رہی ہے ۔ اگر اس کی گہرائی میں جائیں تو پتا چلے گا آج کی حکومت کی غلط پالیسی کی وجہ سے اس ملک کی صنعتیں بند ہورہی ہیں اور تجارت تباہ ہورہی ہے۔ جناب سپیکر ! ہماری اس معاشی تباہی کے میں چند اعداد و شمار پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ٹیکسٹائل سپننگ انڈسٹری میں ستر فیصد ملیں بند ہوچکی ہیں جس کی وجہ سے ایک طرف ایک لاکھ مزدور کاریگر بے روزگار ہوئے ہیں تو دوسری طرف ملک کا ۲۵ ۔ ارب روپیہ سرمایہ ڈوب چکا ہے اور پاور لومز انڈسٹری میں ۸۵ فیصد انڈسٹریاں بند ہونے کی وجہ سے صرف فیصل آباد میں پچاس ہزار مزدور بے روزگار ہوئے ہیں اور وہ فیصل آباد شہر جہاں پر کبھی کھی کھی پاور لومز کی آواز چڑیوں کے چہچہانے کے مترادف ہوا کرتی تھی آج وہاں پر الو بولتے ہیں اور اس شہر میں پاور لومز بند ہونے کی وجہ سے وہ شہر ' شہر خاموشاں بن چکا ہے ۔ جناب سپیکر ! قالین کی برآمد میں پچاس فیصد کمی ہونے کی وجہ سے جہاں میرے ملک کو ۱۳۵ ملین ڈالر سالانہ کا زرمبادلہ کا نقصان ہوا ہے وہاں ایک لاکھ کاریگر جن میں مرد اور گھریلو خواتین بھی شامل ہیں بے روزگار ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! معاشی بدحالی کی وجہ سے چوری ڈکیتی کی وارداتیں کئی گنا بڑھ چکی ہیں ۔صبح و شام ڈاکے پڑ رہے ہیں اور شہریوں میں عدم تحفظ کا شدید احساس ہے۔

خواجہ محمد اسلام ، جناب سپیکر! مہنگائی کے اعداد و شمار اتنے خوفناک ہیں کہ مجھے میرے قائد میاں محمد نواز شریف کا وہ سنہری دور یاد آتا ہے کہ جب وہ اس ملک کے وزیر اعظم تھے تو تب بناسپتی گھی کی قیمت 20 روپے کلو تھی جو کہ آج 42 روپے کلو ہو چکی ہے۔ دال چنا 8 روپے کلو تھی جو کہ 22 روپے کلو ہو چکی ہے۔ دیسی صابن 8 روپے کلو تھا جو کہ آج 14 روپے کلو ہو چکا ہے۔ اس مہنگائی کی وجہ سے زندہ رہنا تو درکنار مرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ کیونکہ کفن کے لیے کپڑا اور مرنے کے لیے اینٹیں بھی نایاب ہیں پھر اس ملک کی بدقسمتی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ ماسٹر ڈگریاں ہاتھ میں لیے ہوئے نوجوان چپڑاسی کی نوکری کے لیے آپ کے وزیروں کو رشوت دے رہے ہیں۔ کرپشن کی اس سے انتہا اور کیا ہو گی کہ وفاقی وزراء اور صوبائی وزراء کرپشن کی اس دوڑ میں اول آنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر ! آج پھر مجھے میرے قائد میاں محمد نواز شریف کا وہ وقت یاد آ رہا ہے کہ جب انھوں نے اپنے دور میں اس ملک کو خود روزگار سکیم ' بیلو کیب سکیم اور موٹر وے سکیم سے اس ملک کو ترقی کی طرف گامزن کیا تھا۔ لیکن آج کی حکومت جو کہ روٹی ' کپڑا اور مکان کے نعرہ پر معرض وجود میں

آئی تھی اس نے روٹی کپڑا تو در کنار، جھگیاں بھی آپریشن کلین اپ کے نام پر صاف کر دی ہیں۔

جناب سپیکر! میں صرف اتنا کہوں گا کہ زراعت اور صنعت کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔ جب تک صنعت کا پہیہ رواں دواں ہو گا تب تک زرعی پیداوار کی کھپت ہو گی۔ لیکن بدبخت حکومت نے زمیندار اور صنعت کار کو ایک دوسرے کے مقابلے پر کھڑا کر دیا ہے۔

جناب سپیکر! آج کے وزراء جنھوں نے اپنے فرائض میں یہ شامل کر رکھا ہے کہ ہر دور میں ہم نے کمیشنیں کمانی ہیں۔ ان کے بارے میں خوب کسی شاعر نے کہا ہے کہ۔۔

ہے شامل جن کا نام رہزنوں کی سرپرستی میں
وہ چہرے اب یہاں قافلہ سالار بیٹھے ہیں
بھلا کیسے حفاظت ہو امانت کے خزانے کی
لٹیرے جو ہمارے گھر کے پہرے دار بیٹھے ہیں

جناب سپیکر! میں اتنا کہوں گا کہ اگر اس ملک سے اور خصوصی طور سے پنجاب سے بیروزگاری کو اور مہنگائی کو ختم کرنا ہے تو پھر آئیں اپنی پارٹیوں سے ہٹ کر میرے قائد میاں محمد نواز شریف کی پالیسیوں پر عمل کرتے ہوئے اس ملک کے نوجوانوں کے لیے بیلو کیپ سکیم، خود روزگار سکیم، پرائیویٹ ملوں اور فیکٹریوں کے جال بچھا دیے جائیں تاکہ بیروزگاروں کی کھپت ہو سکے۔

جناب سپیکر! میں اپنے حلقہ فیصل آباد کے بارے میں اتنا کہوں گا کہ میرا حلقہ فیصل آباد پی پی 57 سٹی کا حلقہ ہے جہاں پر میرے قائد میاں محمد نواز شریف کے متوالے اور مسلم لیگ کے جیالے بستے ہیں اور فیصل آباد ہی وہ حلقہ ہے جہاں پر مجھے تقریباً 13,700 ووٹوں کی برتری حاصل ہوئی تھی۔ لیکن آج کی حکومت اس حلقے کو میاں محمد نواز شریف اور مسلم لیگ کا حلقہ ہونے کی سزا دے رہی ہے۔ اس حلقہ کے بارے میں، میں آپ کو پنجابی کی ایک کہاوت سناؤں گا کہ اکو ای خصم کیتا اوہ وی پھوپھڑ نکلیا۔ فیصل آباد سے تاجروں کا ایک ہی نمائندہ منتخب ہوا تھا جس کو تاجروں کا نمائندہ ہونے کی سزا یہ مل رہی ہے کہ اس کو آج کے بجٹ میں بھی اور پچھلے بجٹ میں بھی ایک پائی تک فنڈ نہیں دیا گیا۔ میرا حلقہ جہاں پر انسان کو بنیادی سہولتیں بھی میسر نہیں ہیں۔ جہاں پر سیوریج، سولنگ اور اس کے علاوہ واٹر سپلائی سکیمیں حتیٰ کہ سوئی گیس وہاں پر عیاشی کے مترادف ہے۔ میرا حلقہ میں چک نمبر 279 اور اس کی ملحقہ آبادیاں جو کہ مدینہ آباد، اعظم آباد، منیر آباد، نعمت آباد، سیف آباد، لیاقت ٹاؤن،

گلشن کالونی، شاداب کالونی، الیاس پارک، رحمان پورہ یہ وہ علاقے ہیں جہاں پر لوگ انسان ہوتے ہوئے بھی حیوانوں سے بدتر زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن آج کے ارباب اقتدار کانوں میں سرسوں کا تیل ڈال کر آرام سے بیٹھے ہیں۔ انھیں کوئی دھیان نہیں آ رہا کہ وہ لوگ بھی پاکستان کے شہری ہیں۔ وہاں کے رہنے والے بھی پنجاب کے شہری ہیں اور وہاں کے رہنے والے بھی اس ملک کو ٹیکس دیتے ہیں اور آپ کو یہ معلوم ہو گا کہ آج کی اخباروں میں آیا ہے کہ ہمارے ملک کے جو یہاں پر ایم۔ پی۔ اے بیٹھے ہیں ان کے بارے میں چھپا ہے کہ یہ ملک کو کتنا ریونیو دیتے ہیں۔ یہ ملک کے ریونیو میں کتنا اضافہ کرتے ہیں۔ وہاں پر بھی میرا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے کہ اگر وہاں پر 12 لاکھ روپیہ ریونیو میں اکٹھا ہوا ہے تو 11 لاکھ 6 ہزار روپیہ وہاں سے مسلم لیگی ایم۔ پی۔ ایز کا تھا۔

جناب سپیکر! میں اتنا کہوں گا کہ اگر اس ملک کو امن و امان اور ترقی کی طرف لے جانا ہے تو پھر آئیں اپنی پارٹیوں کو چھوڑیں اور میرے قائد میاں محمد نواز شریف کی پالیسیوں پر اور ان کے پیکج پر عمل کرتے ہوئے اس ملک کو ترقی اور مضبوطی کی طرف لے جائیں۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں اپنے قائد میاں محمد نواز شریف کے لیے اسی شعر پر اکتفا کروں گا کہ ---

مسند پہ اک عام سا آدمی تھا وہ
ابھرا صلیب پہ تو پیغمبر لگا مجھے
اب جو تُو شہرِ نگاراں میں قدم رکھے گا
کھلتے چلے جائیں گے چہروں کے گلاب

خدا ان کا حامی و ناصر ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ خواجہ صاحب۔ چودھری ظہیر احمد خان۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں اس سال کے بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ سب سے پہلے تو میں فنانس منسٹر یہاں پر تشریف نہیں رکھتے، فنانس سیکرٹری صاحب تشریف رکھتے ہیں، چھ سال کے بعد خسارے کے بجٹ کو فاضل بجٹ کے طور پر پیش کرنے کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ گزرے ہوئے سال میں جو کچھ پی۔ ڈی۔ ایف [illegible] وزیراعظم بھٹو صاحبہ کی ہدایت کے مطابق اور میاں منظور احمد وٹو

صاحب کی قیادت میں اقدامات کیے ہیں ان کو on going schemes کے طور پر اور بہتر طور پر آگے پیش کرنے کے لیے چند گزارشات بھی پیش کروں گا اور چند تجاویز بھی پیش کروں گا۔

جناب سپیکر! میں فیصل آباد سے منتخب ہوا ہوں اور وہاں سے یہاں آتے ہوئے ایک ڈسٹرکٹ کو کراس کر کے آتا ہوں۔ پچھلے دس سال سے encroachment کا ایک کینسر اس طرح ہمارے شہروں کو کھائے جا رہا تھا اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس موذی مرض کو کس طرح ختم کیا جا سکے گا۔ کوئی حکومت اس پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالتی۔ پھر اس میں یہی سننے میں آیا کہ پولیٹیکل گورنمنٹ اس میں کچھ نہیں کر سکتی مارشل لاء لگے گا تو پھر وہ اس encroachment کو ختم کرے گا کیونکہ یہ دونوں کا معاملہ ہوتا ہے اس لیے اس کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا لیکن یہ دیکھنے میں آیا کہ پی۔ ڈی۔ ایف کی حکومت نے فیصل آباد، لاہور، گوجرانوالہ اور راولپنڈی میں جو ناجائز تجاوزات تھے ان کو جرأت اور دلیری کے ساتھ ختم کیا۔ لوگوں کے گھر جو کہ دکانوں اور کھوکھوں کی وجہ سے آگے سے بند پڑے تھے دوبارہ ان کے دروازے کھلوائے۔ اس میں انتظامیہ کے اوپر کسی قسم کا کوئی سیاسی پریشر نہیں آیا۔ یہ ایک بڑی قابل تحسین بات ہے۔

جناب سپیکر! اس سال تعلیم کو پہلی دفعہ پہلے کی نسبت زیادہ بجٹ دیا گیا ہے اور یہ پی۔ ڈی۔ایف کی حکومت کا کارنامہ ہے کہ لازمی پرائمری تعلیم کا بل پاس کیا گیا اور پرائمری سکول میں انگریزی کی تعلیم کو لازمی قرار دیا گیا۔ یہ بہت ضروری تھا کیونکہ ہمارے دیہات میں، ہمارے عام سکولوں میں پڑھنے والے بچے جب چھٹی کلاس میں یا میٹرک کے بعد competition میں آتے ہیں تو ان کا competition ایچی سونیز، پبلک سکول، صدیقین، کریسنٹ ماڈل سکول کے پڑھے ہوئے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر انگلش ایک سائنس language بھی ہے۔ اس میں قطع نظر اس چیز کے کہ یہ غیروں کی یا ہمارے غاصبوں کی زبان رہی ہے لیکن اس میں کسی کو کوئی کہنے میں یہ عار نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک سائنس language ہے اور ہماری سائنسی اور فنی ترقی میں ایک بہت بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک سائنس، فنی اور ووکیشنل ایجوکیشن کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اس میں، میں ایک تجویز دوں گا کہ جب ہمارے پاس میٹرک، ایف۔اے اور بی۔اے پاس کر کے لڑکے نکلتے ہیں تو ہم army of clerks پیدا کر رہے ہیں۔ کسی میں کسی قسم کی کوئی فنی صلاحیت نہیں ہوتی میں تجویز پیش کروں گا کہ vocational education کو عام کیا جائے بلکہ اسے لازمی کیا جائے ہمارے ایک

دوست معظم صاحب اکثر فراز کا ایک شعر کہا کرتے ہیں کہ :

لوگ ناخن سے بناتے ہیں چٹانوں پہ کنواں
اور امید یہ رکھتے ہیں کہ پانی نکلے

جناب سپیکر! یہ ممکن نہیں ہے کہ تعلیم تو سب سٹینڈرڈ ہو اور اس سے جو پڑھے لکھے نکلیں وہ above standard معاشرے کو تشکیل دیں اس لیے جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ پنجاب ایک زرعی صوبہ ہے اس کی ایک بہت بڑی تعداد یعنی ۷۸ فیصد آبادی کی زندگی کا تعلق ان کے نان و نفقے کا تعلق زراعت کے ساتھ منسلک ہے اور میں گزارش کروں گا کہ زراعت کو جو فنڈز دیے گئے ہیں وہ properly utilize ہوں۔

جناب والا! مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ پنجاب میں ابھی تک انتظامی طور پر کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہوا۔ ہماری Water Management کا ونگ بہت weak ہے ہمارا تقریباً" لاکھ ٹن جپسم جو مرکز سے لینا due ہے ہماری جو saline lands ہیں اور جو ہماری کلر زدہ اور سیم زدہ زمینیں ہیں یہ اس چیز کی منتظر ہیں تقریباً" ڈیڑھ سال سے ہمارے صوبے میں جپسم کی سپلائی بند ہے میں گزارش کروں کہ زراعت پر خصوصی توجہ دی جائے جیسا کہ اس میں پیش رفت ہوئی ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے Agriculture Commission کے قیام کے بارے میں ایک notification کیا اور ایک Agriculture Commission ظہور پذیر ہوا ان کی قیادت میں تو اس کی میٹنگز بھی ہو چکی ہیں اور آرڈر بھی فرمائے گئے ہیں۔ جناب والا! گرین ٹیوب ویلز کی ایک نوید سنائی گئی ہے لیکن ابھی تک on ground ہمیں کچھ نظر نہیں آتا۔ ہمارا یہ زرعی صوبہ اس حکومت کی خصوصی توجہ چاہتا ہے۔ زرعی ماحولیاتی آلودگی کے بارے پی۔ڈی۔ایف کی حکومت نے خصوصی فنڈز رکھے ہیں سنٹر کی سطح کا تو میں ذکر نہیں کرتا لیکن صوبے کی سطح پر جو کچھ کیا جا رہا ہے جیسا کہ قصور میں کیا جا رہا ہے اسی طرح میں گزارش کروں گا کہ فیصل آباد میں ایک پلانٹ ہے جو ستارہ کیمیکلز کے نام پر کام کر رہا ہے اور وہ جو کاسٹک سوڈا produce کرتا ہے اور جناب والا! یہ on record بات آئی ہے کہ ۱۶۵ ٹن کلورین فی ہفتہ deliver کرتا ہے جو کہ fume کے ذریعے سے اڑ جاتی ہے اور جو لوگ within the radius of eight miles رہتے ہیں their lives are extremely in danger اس قسم کے جو پلانٹ ہیں ان کو صوبے میں softening پلانٹ لگانے کی ہدایت فرمائی جائے اور صوبے کے لوگوں کی صحت کو ماحولیاتی

آلودگی سے پاک کرنے کے لیے جو بھی اقدامات کئے جا سکتے ہیں کئے جائیں اور اس بجٹ میں اس فنڈز کو ترجیح دی جائے۔

جناب سپیکر! شجر کاری میں پچھلے دو سال میں بہت کام ہوا ہے farm forestry scheme میں تقریباً ہر سال چھ کروڑ پودے لگائے جاتے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ سڑکوں پر جاتے ہوئے farm forestry کے لگائے ہوئے پودے اب ابھر کر اوپر آ رہے ہیں اور greenery بڑھ رہی ہے۔ جناب والا! یہ پی۔ڈی۔ایف حکومت کا کارنامہ ہے جو اس نے یہ نئی سکیمیں introduce کروائی ہیں اور جناب والا! نئے نئے قوانین دیے جا رہے ہیں جیسا کہ اس نے Wild Life Protection رولز میں ترمیم کر کے Wild Life Privatization کیا ہے۔

جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ جیل کے قیدیوں کے لیے جو یہاں فنڈز رکھے گئے ہیں وہ ۱۲ کروڑ سالانہ ہے اور ہماری جیلوں میں قیدی ۴۵ ہزار ہیں جو ایک دن کے اندر تین وقت کے کھانے کا 7 62 روپے بنتا ہے اور جناب والا! وہاں پر جس قسم کے بھی قیدی ہیں ان کو کھانا دینے کی ذمہ داری حکومت کی ہے اور ایک اچھا ماحول دینے کی بھی ذمہ داری حکومت کی ہے اور جناب والا! وہاں پر ایک اصلاحی ماحول ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو خوراک دینے کی بھی حکومت کی ذمہ داری ہے تو جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ جیلوں کے اقدامات کو بہتر کرنے کے لیے یہ دو جمع دو چار کی بات ہے کہ سات روپے اور باسٹھ پیسے میں کسی بھی شخص کو تین وقت کی روٹی نہیں مل سکتی اس لیے اس بارے میں بہتر طور پر manage کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ جناب والا! میری ایک اور گزارش ہے کہ صوبہ پنجاب کہنے کو تو ایک زرعی صوبہ ہے لیکن پنجاب میں کہا جاتا ہے کہ "زمین ملکیت نہیں ہوندی پانی ملکیت ہوندا اے"۔ ہمارے Water Management Wing میں کچے کھال کرنے کے لیے بڑے راجباہ لائننگ کرنے کے لیے اور green tube well بھی آ رہے ہیں اور اس سے انشاء اللہ حالات بہتر ہوں گے لیکن ایک خاص بات ہے اور جناب والا میں کالا باغ ڈیم کا نام نہیں لیتا کیونکہ اس میں سنٹر کا معاملہ آ رہا ہے لیکن اس کے باوجود صورتحال یہ ہے کہ ہمارے دریاؤں کا پانی سمندر میں گر رہا ہے اور جناب سپیکر! ہماری زمینیں بنجر پڑی ہیں اور ہمارے پنجاب کی صرف تیس فیصد زمینیں آباد ہیں اور تمام کا تمام پانی سمندر میں گر رہا ہے تو جناب والا! اگر یہ پانی سٹور کر لیا جائے تو اس سے ہماری ساٹھ فیصد زمینیں آباد ہوں گی اس کے لیے میری ایک تجویز ہے کہ ہمارے پنجاب کے ایریگیشن

ونگ نے میاں منظور وٹو صاحب کی ہدایات کے مطابق دو ڈیم پر کام کیا ہے اور ٹیکنیکلی اس پر بہت کام ہو چکا ہے ایک کیہان ڈیم ہے اور ایک چینوٹ ڈیم ہے اس پر فوری طور پر کام شروع کروایا جائے water reservoirs مکمل کیے جائیں تا کہ ہمارے زمینداروں، کسانوں اور دہقانوں کو پانی ملنے کی امید ہو اور اس سے زمینیں پھلیں پھولیں۔

جناب سپیکر! ابھی ہمارے لیڈر آف دی اپوزیشن چودھری پرویز الہیٰ صاحب نے پنجاب میں B-11 کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ بہت اچھی بات ہوئی ہے کہ یہ جو introduce کیا گیا ہے لیکن اس پر عملدر آمد نہیں ہوتا۔ تو جناب والا! ان کو اپنی عینک سے دیکھ کر اور اپنی نظر سے تو عمل در آمد ہوتا نظر نہیں آتا لیکن اس قانون کے آنے کے بعد ہم اپنے اضلاع میں سکھ سے بستے ہیں جو صرف display کے ساتھ جگا گردی کرتے تھے وہ بند ہو چکا ہے۔ سپیکر پر مکمل پابندی ہے البتہ جو چھوٹا ڈپٹی سپیکر جو منہ کو لگا کر بولا جاتا ہے اس پر پابندی نہیں ہے اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اس دفعہ محرم ایسا گزرا جس میں کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں ہوا بلکہ ہمارے فیصل آباد اور شیخوپورہ میں یہ دیکھنے میں آیا کہ شیعہ بھائیوں کے ماتم کی عزاداری کے لیے سنیوں نے سبیلیں لگائیں یہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کی بصیرت کا ایک واضح نمونہ تھا جنہوں نے دو ٹکرائے ہوئے اور بالکل تشنج والے ماحول میں رہنے والے طبقوں کو اکٹھا کر دیا جنہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر وقت گزارا۔

جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ فیصل آباد اور لاہور پنجاب کے دو بڑے شہر ہیں کہا یہ جاتا ہے کہ لاہور بہت بڑا شہر ہے اور نمبر ۲ پر فیصل آباد ہے یہ challenge statement کہی جا سکتی ہے اگر اس کی زرعی آبادی کا اندازہ لگا لیا جائے تو فیصل آباد نمبر ۱ پر آ جاتا ہے لیکن ہم اس کو دوسرے نمبر پر ہی رہنے دیتے ہیں۔ جس سڑک پر سے ہم گزر کر آتے اور جاتے ہیں یہ سولہ فٹ کی ہے اس پر ٹریفک کا اتھارٹی ہے اور اس پر زبردست ٹریفک ہے کہ پچھلے دنوں کی بات ہے کہ ہمارے ایک ایم۔پی۔اے ساتھی اور ہمارے محترم ساتھی نواز بلوچ صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور ان کی دونوں ٹانگیں چار چار اور پانچ پانچ جگہ سے ٹوٹ گئی ہیں اور وہ اس وقت ہسپتال میں ہیں اور فیصل آباد کی سڑک پر ہمیں یہ خدشہ ہمیشہ رہتا ہے۔ جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ اس کے dual carriage way کے بارہا وعدے کیے گئے ہیں اور اب تو اس کی widening کے لیے فنڈز بھی مختص ہو چکے ہیں اور چالیس کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے لیکن ابھی تک اس پر کام

شروع نہیں ہوا میں جناب وزیر اعلیٰ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے widening of the road کا حکم دے دیا ہے اور اس کے لیے چالیس کروڑ روپے مختص فرما دیے ہیں لیکن میں ایک عرض کروں گا کہ فیصل آباد اور لاہور کو ایک dual carriage way کی ضرورت ہے یہ اس کو دیا جائے جناب سپیکر! اس کو اس کی بہت اشد ضرورت ہے۔ میں اس کے ساتھ ہی جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جناب نے بہت مہربانی اور شفقت کے ساتھ میری باتیں سنی ہیں۔ بہت نوازش جناب سپیکر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ چودھری صاحب------ اگلے مقرر جناب عبدالرؤف مغل صاحب ہیں۔

جناب عبدالرؤف مغل ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں جناب سپیکر کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔

ابھی اجلاس کی ابتداء میں ہم نے آیات سنیں جن کا ترجمہ ہے " اپنا ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ کر نہ رکھو کہ بخیل کہلواؤ اور کسی کو کچھ دے ہی نہ سکو" ۔ جناب والا! مجھے محسوس ہوا کہ قاری محترم یہ آیات آج خاص طور پر ایوان کو سنا رہے ہیں کہ جو بجٹ کی تیاری میں اگر ہم سے کچھ ممبران کو اعتماد میں لیا گیا اگرچہ جیسا کہ جناب وصی ظفر صاحب نے کہا کیا کہ ہمیں بجٹ کی تیاری میں مشاورت میں نہیں رکھا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسمبلی ممبران کا یہ فرض ہے کہ وہ صوبے کے انتظامی امور پر گہری نظر رکھیں بلکہ بجٹ کی تیاری ممبران اپنی بہترین تجاویز سے متعلقہ محکمہ جات کو ارسال کریں۔ تاکہ صوبہ میں بہترین انداز میں پیش رفت ہو سکے ۔ غالباً پنجاب کے ساتھ ساتھ علماء اور قاری حضرات بجٹ 96-1995ء کی جزئیات سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اعدادو شمار کے گورکھ دھندے میں چھپی ہوئی تلخ حقیقتوں سے باخبر ہیں۔ جن کے مطابق پنجاب کے عوام کے خون پسینے کی کمائی سے حاصل کیا ہوا ٹیکس اللوں تللوں پر اٹھ جاتا ہے اور غریب عوام کی خوشحالی کے لیے اٹھائے گئے اقدام کے لیے چڑی تک نہیں بچتی اور تمام تر محصولات انتظامی امور پر خرچ ہو جاتے ہیں۔ ہم سے تو سرحد کے پٹھان بھی بازی لے گئے جو 2397 کروڑ ریونیو سے 786 کروڑ روپے یعنی تیس فیصد سے زیادہ رقوم ڈویلپمنٹ کے لیے انھوں نے مختص کی ہیں۔ آپ سے تو زیادہ بلوچستان کے مگسی صاحب ہی اچھے رہے جو 1627 کروڑ کے ریونیو میں سے 483 کروڑ یعنی تیس فیصد سے زائد رقم اپنے صوبے کی ڈویلپمنٹ کے لیے بچا گئے ۔ لیکن پنجاب کی حکومت جو بچہ سقہ کی طرح اپنے محدود دن گن گن کر پورے کر رہی ہے کم از کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کچھ رے اڑانے کی فکر میں ہے۔ عوام کو ان تمام سہولتات سے بھی محروم

کر دیا ہے جو اسے سابقہ حکومت نے مہیا کی تھیں اور آئندہ کے لیے نہ مواصلات ' نہ شہریات ' نہ تعلیم نہ صحت کسی حوالے سے کوئی سہولت مہیا کرنے کے ٹھوس دعویٰ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ میں بتا رہا تھا کہ بلوچستان اور سرحد کی حکومتوں نے اپنے ریونیوز کا تیس فیصد ترقیات پر خرچ کرنے کا پروگرام دیا ہے جبکہ پنجاب کی حکومت نے 7207 کروڑ میں سے صرف 1016 یعنی چودہ فیصد سے بھی کم رقم ترقیات کے لیے مختص کی ہے بلکہ 86 فیصد رقم انتظام و انصرام پر خرچ کی جائے گی۔ ستم یہ ہے کہ 95-1994ء کے لیے جو 706 کروڑ روپے رکھے گئے تھے آج انتظامی امور کے لیے 96-1995ء کے لیے 1050 یعنی انچاس فیصد زیادہ رقم انتظامی امور یعنی غیر ترقیاتی اخراجات کے لیے رکھی گئی ہے۔ پنجاب حکومت کی دلچسپیوں کا عوام کی بہبود کے حوالے سے یہ عالم ہے کہ چند روز پہلے 14 جون کو اسی اجلاس میں' میں نے محکمہ صحت کے حوالے سے ایک سوال دیا تھا جس میں گوجرانوالہ کے ڈویژنل ہیڈکوارٹر ہسپتال کے متعلق اعداد و شمار پوچھے گئے تھے کہ گوجرانوالہ کے ہسپتال کے متعلق 93-1992ء اور 92-1991ء میں کیا اخراجات اٹھے اور 94-1993ء اور 95-1994ء میں جو وہاں پر آپریشن تھیٹر زیر تعمیر تھے ان کے لیے کتنی رقم خرچ کی گئی۔ اس کا جواب خاصا حوصلہ شکن تھا۔ یعنی 92-1991ء اور 93-1992ء میں چار لاکھ اور سولہ لاکھ روپے سے اس کا سٹرکچر تیار کیا گیا جبکہ 94-1993ء اور 95-1994ء میں ایک پائی بھی ان آپریشن تھیٹر کی تکمیل کے لیے خرچ نہیں کی گئی اور آج وہاں پر جا کر دیکھا جائے تو ان نامکمل کمروں میں جن پر چھت تو ڈال دی گئی ہے لیکن جن کو ابھی آراستہ نہیں کیا گیا۔ وہاں کتوں کا بسیرا بنا ہوا ہے اور منشیات پینے والے اور اوباش لوگ وہاں بسیرا کرتے ہیں۔ اور جو اس پر رقم خرچ کی گئی وہ سارا دور مسلم لیگ کا دور تھا۔ اور اس کے بعد پی پی ونو coalition گورنمنٹ میں 94-1993ء اور 95-1994ء میں ایک پائی بھی ان چاروں تھیٹر پر خرچ نہیں کی گئی۔ گوجرانوالہ ایک ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے۔ جس کی آبادی ایک کروڑ سے زیادہ ہے اور اس کی سہولت کے لیے ہسپتال کا معاملہ ہے یہ کوئی مسلم لیگ ہاؤس نہیں ہے کہ جس کے فنڈز منجمد کر دیے جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک کروڑ سے زائد لوگوں کے لیے اگر یہ سہولتیں نہیں ہوں گی تو یہ سارا بوجھ لاہور کے ہسپتالوں پر پڑے گا۔ وہ سارے لوگ نارووال' سیالکوٹ' گوجرانوالہ' حافظ آباد اور منڈی بہاؤالدین سے سب مریض لاہور کا رخ کریں گے۔ خدارا کوشش کریں کہ ہر ڈویژنل ہیڈکوارٹر پر اور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر میں صحت کی سہولتیں مہیا کی جائیں تاکہ لاہور پر زیادہ رش نہ ہو۔ میں بات کر رہا تھا پنجاب حکومت کی عوامی بہبود

کے لیے دلچسپیوں کی۔ میں اس سلسلہ میں ایم پی اے فنڈز سے متعلق حکومت کی غلط strategy کی بات کروں گا۔ 94-1993ء میں بہت لیت و لعل سے سارا وقت ضائع کیا گیا اور کسی اپوزیشن کے ایم پی اے کی سکیم منظور نہیں کی گئی۔ جبکہ 95-1994ء کے جب چھ ماہ گزر گئے تو دسمبر جنوری میں ہمیں بڑی عجلت سے سکیمیں مہیا کرنے کے لیے کہا گیا سکیمیں مہیا کی گئیں اور پھر جو process تھا وہ پی اینڈ ڈی سے مارچ میں جا کر کلیئر ہوا۔ پھر اس کے ٹینڈر ہوئے اور بمشکل کسی طور پر آج بھی وہ کام ادھورے پڑے ہیں اور متعلقہ اے ڈی ایل جی نے بتایا ہے کہ 22 تاریخ کو ہمارے فنڈز منجمد ہو جائیں گے۔ پھر اس کے بعد جب وہ سلسلہ کھلے گا تو پھر کام دوبارہ چلیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب حکومت پنجاب نے یہ فیصلہ کیا کہ ایم پی ایز کی طرف سے دی گئی تجاویز کے مطابق ڈویلپمنٹ کے کام کروانے ہیں تو خدا را محکموں کا پورا سال اس پر لگائیں تاکہ وہ منصوبے احسن طریقے سے پایہ تکمیل کو پہنچیں۔ ان کی افادیت بھی ہو سکے۔ ایسا نہ ہو کہ جو کام سال میں ہونا ہے وہ ایک دو ماہ میں ہو اور ادھورے انداز میں اس کو مکمل کیا جائے۔ پھر یہ افواہ چھوڑی جا رہی ہے کہ آئندہ سال کے لیے ایم پی ایز کی سکیمیں منظور نہیں کی جائیں گی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایم پی ایز کو نقصان نہیں ہو گا۔ اگر دو سال پیچھے بھی کام نہیں ہوا تو اس کا ردعمل بھی بلاشبہ حکومت کے خلاف ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جن علاقوں میں اپوزیشن کے ممبران ہیں ان علاقوں میں کام نہیں ہو رہے تو ان ارکان اسمبلی کا قصور نہیں ہے۔ وہ proper طریقے سے ضروری تجاویز بر وقت ارسال کر رہے ہیں۔ اگر حکومت اس کو منظور نہیں کرتی اور اس میں رکاوٹیں ڈالتی ہے اور ان پر اعتراضات لگاتی ہے تو یہ حکومت کی عوام دشمن پالیسی ہے۔ گوجرانوالہ کے حوالے سے میں بات کروں گا۔ جیسا کہ فیصل آباد سے خواجہ اسلام صاحب بات کر رہے تھے گوجرانوالہ میں بھی الحمد للہ تمام کے تمام ممبران ایم پی ایز اپوزیشن یعنی مسلم لیگ (نواز گروپ) سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اسی حوالے سے وہاں کی صورت حال یہ ہے کہ وہاں پر ترقیات کا محکمہ بانجھ ہو چکا ہے۔ کارپوریشن کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ کارپوریشن گوجرانوالہ کارپوریشن کی ریونیو کی آمدنی چوبیس کروڑ روپے ہے۔ میں اس سے پہلے گوجرانوالہ کارپوریشن میں کونسلر رہا اور گوجرانوالہ میں چوبیس کروڑ میں سے ہر سال چار کروڑ روپے ڈویلپمنٹ پر خرچ ہوتا تھا۔ جب یہ دو سال گزرے ہیں جس میں ایک پائی بھی خرچ نہیں ہوئی اور مختلف ہتھکنڈوں سے وہاں پر سٹے آرڈر ہماری بیوروکریسی نے ہی لے رکھا تھا اور 19 تاریخ کو وہ سٹے آرڈر vacate ہو چکا ہے کہ کارپوریشن ڈویلپمنٹ کے مختلف

کام کروا سکتی ہے ۔ لیکن ہمارے چیف منسٹر صاحب نے کمال مہربانی کی کہ وہاں دورے پر گئے اور وہاں پر یہ آرڈر دے آئے کہ 17 تاریخ تک جو کام ہوا ہے وہ ہوا ہے اس کے بعد تمام فنڈز C.M Package میں منتقل کر دیے جائیں گے۔ خدارا دو سال تو وہاں کام نہیں ہوا اور دو سال تک آپ گوجرانوالہ کے لیے پیکیج کا اعلان کرتے رہے اور ایک پائی نہیں دی ۔ گوجرانوالہ کی جی ٹی روڈ جو پشاور کو لاہور سے ملاتی ہے وہ سڑک اس قابل نہیں کہ اس پر کوئی خچر گاڑی بھی چل سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج پھر انھوں نے ایک اور ہتھ کنڈا استعمال کیا ہے تاکہ گوجرانوالہ کارپوریشن وہاں پر کوئی development کا کام نہ کروا سکے۔ اس لیے انھیں کسی کام کے کرنے ، کسی ٹینڈر کو جاری کرنے ، کسی work order کو جاری کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ وزیر اعلیٰ اپنی طرف سے فوری طور پر گوجرانوالہ کے لیے جو دو سال کام نہیں ہوا اس کی تلافی کرنے کے لیے کوئی خاص رقم دیتے بلکہ انھوں نے تو کارپوریشن کو مزید کام کرنے سے روک دیا۔ ابھی ہمارے قائد حزب اختلاف بات کر رہے تھے کہ نواز شریف دور میں پنجاب بینک متعارف کروایا گیا اور اس کی کارکردگی کی دنیا میں تعریف کی گئی۔ دس روپے کا شیئر 180 روپے میں بکا لیکن ابھی وہی بینک بانجھ ہو گیا ہے ۔ اس کی وجوہات کیا ہیں ؟ وہ سب جانتے ہیں۔ کالا باغ کا منصوبہ پس پشت ڈال دیا گیا ہے ۔ قومی بے حسی کی انتہا ہے کہ کروڑوں ایکڑ فٹ پانی ہر روز بحیرہ عرب میں بے مصرف چلا جائے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے مگر اسی پانی کو روک کر کروڑوں ایکڑ پاکستان کے سرسبز و شاداب ہو جائیں تو ہمیں منظور نہیں۔ ابھی میرے فاضل دوست حافظ آباد سے ممبر اسمبلی بھٹی صاحب فرما رہے تھے کہ موٹر وے کی تعمیر زور و شور سے جاری ہے۔ راوی کا پل اس زور و شور کا نظارہ پیش کر رہا ہے۔ وہ جہاں پر آج سے دو سال پہلے تھا اس سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔ اسی طرح اس موٹر وے کی جو lanes ہیں ان کو کم کر کے اس کی افادیت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہمیں پاکستان کو ، اگر ہمیں پنجاب کو ترقی دینا ہے تو ہمیں زیادہ سنجیدگی کے ساتھ development کی سکیموں کو بنانا ہو گا اور سیاست سے ہٹ کر ہمیں اپنے صوبے کو ترقی کی طرف گامزن کرنا ہو گا ۔ حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے سرحد اور بلوچستان کا تذکرہ کیا ہے ۔ وہ بظاہر ہم سے کم آبادی اور کم وسائل والے صوبے ہیں لیکن وہ ہم سے بہت بہتر جا رہے ہیں۔ ہمیں سوچنا ہے کہ ہم آئندہ نسل کو کیا دے رہے ہیں ؟ ہمیں اپنے رویوں پر نظر ثانی کرنا ہے۔ میں نے گذشتہ ماہ ایک

ایسے اسلامی ملک کا دورہ کیا جہاں معدنی تیل نہیں نکلتا۔ لیکن وہاں کی حکومت وہاں کے باشندوں کے زور بازو سے معدنی تیل اس وافر مقدار میں export کر رہی ہے اور پیدا کر رہی ہے کہ صرف پاکستان کی 60 فی صد edible oil کی ضروریات پوری کرتی ہے۔ یہ مثال ہمارے لیے قابل تقلید ہے۔ وہ اسلامی ملک ملائشیا ہے۔ آج سے تیس سال پہلے پاکستان سے اس کی کرنسی دس گناہ کمزور تھی جبکہ آج تیس سال گزرنے کے بعد اس کی کرنسی پاکستان کے سکے سے تیرہ گنا زیادہ precious ہے۔ ہمیں پنجاب کی ترقی کے لیے اپنے ملک کو ترقی یافتہ قوموں کے ساتھ چلانے کے لیے کمر بستہ ہونا ہے۔ آج ملائشیا میں وزیراعظم zero inflation کا پتھر نصب کرتا ہے جبکہ ہمیں اپنی کرنسی کے دس فی صد devalue ہونے کی خبر دی جاتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمام وسائل و ذخائر ہمارے عرض وطن میں موجود ہیں لیکن ہمارے رہ نما ملک کو ترقی سے ہمکنار کرنے کی بجائے کرسی کی مضبوطی پر نظریں مرکوز کیے ہوئے ہیں۔ خدارا سوچیے ہم آئندہ نسل کو کیا دے رہے ہیں؟ آئندہ نسل ہم سے بہتر کارکردگی کی توقع رکھتی ہے۔ چودھری ظہیر احمد صاحب بجٹ کو فاضل بجٹ کے طور پر پیش کرنے پر مبارک باد پیش کر رہے تھے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ اس کا بنظر غائر مطالعہ کریں تو یہ حقیقت میں خسارے کا بجٹ ہے۔ آپ کو اس کی جزئیات کا علم نہیں ہے۔ آپ نے صرف تقریر سنی ہے اس کی جزئیات پر آپ نے غور نہیں کیا۔ ناجائز تجاوزات کے خاتمے کے لیے میرے دوست نے' فاضل مقرر نے بڑی تعریف کی ہے جبکہ صورت حال یہ ہے کہ فیصل آباد ہو یا لاہور' گوجرانوالہ ہو یا راولپنڈی ہر جگہ ایک ہی مہم ہے "تجاوزات ہٹاؤ مہم"۔ خدارا کچھ تعمیر و ترقی کی مہم بھی چلائیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ہمارے ناظم بلدیات' وزیر بلدیات یہ نہیں کہہ سکتے کہ گوجرانوالہ میں انھوں نے ایک پائی بھی ترقی کے لیے خرچ کی ہو۔ میں آخر میں دعا کروں گا کہ ہم لوگ سنجیدگی کے ساتھ پنجاب کو ترقی دینے کے لیے کوششوں میں ہاتھ بٹائیں بجائے اس کے کہ ہنگامہ آرائی اور صرف تعریف و توصیف کے پل باندھنے کے لیے ہماری تقاریر مختص ہوں۔ شکریہ۔ وما علینا الا البلاغ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ شکریہ مغل صاحب۔ جناب گل نواز خان وڑائچ۔

جناب گل نواز خان وڑائچ۔ السلام علیکم۔ جناب والا! میں بہت زیادہ مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ تاکہ میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں اور اپنے بھائیوں کو استدعا کر سکوں کہ یہ جو بجٹ ہے یہ پنجاب اور ہم تمام ممبران کا بجٹ ہے۔ اس سے آپ سب کی عزت اور بے عزتی وابستہ ہے۔ اگر

یہ بہتر ہو گا ' پنجاب میں اچھے کام ہوں گے ' آپ اس کی حوصلہ افزائی کریں گے تو عوام کہیں گے کہ یہ جو اسمبلی تھی انھوں نے مل کر زیادہ اچھے کام کیے ۔ یہ جو روز روز کی رسہ کشی ہے ' یہ جو شرارتیں ہیں یہ دونوں کو کمزور کر رہی ہیں۔ میں استدعا کرتا ہوں کہ خدا کے واسطے اس بجٹ کو کامیاب بنائیں اور جیسا کہ یہ ہے اس کی دل سے تعریف کریں۔ اس میں کیڑے نکالنے کی کوشش نہ کریں۔

جناب والا ! میں تعلیم کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے اس بجٹ میں تعلیم کو اتنا زیادہ فروغ دیا ہے کہ پرائمری تعلیم لازماً قرار دے دی گئی ہے۔ ہر غریب کا بچہ ' جو چھابڑی لگاتا تھا ' جو دکاندار کی خدمت کرتا تھا ' جو چھوٹا ہونے کی حیثیت سے کسی بزرگ کے ساتھ مل کر بازاروں میں خیرات مانگتا تھا اب وہ سکول میں تعلیم حاصل کرے گا ۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ بفضل خدا اب وہ بہتر شہری بنے گا اور اس ملک کے لیے بہتر سوچے گا۔ جب تعلیم عام ہو گی تو ہماری percentage بھی بڑھے گی ۔ اس کے بعد ملازمتوں کا مسئلہ ہے ۔ اس حکومت نے ----- میں چند دن سابقہ حکومت میں بھی رہا ہوں۔ اس حکومت نے پڑھے لکھے لوگوں کو ملازمتیں جو کہ ہزار ہا کی تعداد میں ہیں میں figure نہیں جاتا کیونکہ ممکن ہے کہ ایک دو figure کم ہو جائیں مہیا کیں اور اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی گئی جس نے تمام لوگوں کو میرٹ پر ملازمتیں دیں۔ میں نے آزمانے کے لیے کہ یہ میرٹ کہاں تک درست ہے ایک دو آدمیوں کی سفارش کی ۔ تو میرے بھجوائے ہوئے دونوں نام واپس آ گئے کیونکہ وہ تھرڈ ڈویژن میٹرک پاس تھے ۔ مجھے خوشی ہوئی کہ یہ سب کچھ میرٹ پر ہو رہا ہے سفارش پر نہیں ہو رہا۔ ثبوت کے طور پر میرے پاس یہ لکھا ہوا موجود ہے ۔ اس لیے میں بڑے فخر سے استدعا کرتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے تمام ملازمتیں جو کہ ہزار ہا کی تعداد میں ہیں میرٹ پر مہیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ بفضل خدا جب لوگوں کو یہ ملازمت کی چٹھیاں مل جائیں گی اور وہ اپنے کام پر لگ جائیں گے تو پھر خدا کے فضل سے لوگوں کی مالی مشکلات بڑی حد تک رفع ہو جائیں گی ۔ میں تجزیہ کرنے کے لیے عرض کرتا ہوں کیونکہ میں پہلی حکومت میں بھی رہا ہوں ۔ اس وقت ملازمتیں میرٹ پر نہیں دی جاتی تھیں ۔ بلکہ اس وقت ایک بادشاہ تھا جو اپنی رعایا کو ' اس رعایا کو جنھوں نے اسے ووٹ دیئے ہوتے تھے ملازمتیں بانٹتا تھا۔ -----

میاں عمران مسعود : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی عمران مسعود صاحب ۔

میاں عمران مسعود ، جناب سپیکر ! میرے محترم بزرگ چودھری صاحب نے فرمایا کہ یہ جو حکومت ہے یہ سفارش نہیں مانتی۔ میں ریکارڈ کی درستی کے لیے یہاں یہ کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی میٹنگ کے دوران جب محکمہ اری گیشن وہاں آیا ہوا تھا۔ چیئرمین صاحب اور ممبرز اپنی میٹنگ لے رہے تھے تو میرے محترم بزرگ اس میٹنگ میں تشریف لائے اور انھوں نے اس میٹنگ کے دوران ہی ایک فائل سیکرٹری اری گیشن کو تھمائی اور کہا کہ جناب اس پر آرڈرز صادر فرمائیں۔ میں نے یہ بات اس لیے یہاں پر point out کی ہے کہ میرے سامنے انھوں نے ایک سفارشی کام کروایا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، This is no point of order. تشریف رکھیں۔ یہ آپ کی رائے ہے۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، جناب والا! میرے عزیز نے جو کچھ کہا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں میں نے وہ rule out کر دیا ہے ۔ وہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں تھا۔ تو آپ تقریر جاری رکھیں آپ ان کا جواب نہ دیں ۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، وہ سفارش کے متعلق تھا ہی نہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ چھوڑیں۔ ٹھیک ہے آپ تقریر کریں ۔ میں نے اسے rule out کر دیا ہے ۔ آپ تقریر کریں ۔ مہربانی۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، جناب والا! میرے عزیز میرے بھائی کو بولنے کا بڑا شوق ہے ۔ اور مجھے ان سے دلی پیار ہے ۔ یہ جس حکومت اور جس پارٹی کے ساتھ ہے یہ اپنے ایمان سے کہے کہ اس وقت ملازمتیں کیسے تقسیم کی گئیں ؟ اور کن کن کو تقسیم کی گئیں ؟ میں ایک مثال دیتا ہوں کہ گجرات میں ایک تحصیل دار صاحب آئے مجھے کام تھا تو میں تحصیل گیا تو وہ انگریزی نہیں جانتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ بٹ صاحب یا میاں صاحب یہ فرمائیں کہ آپ تحصیل دار کیسے ہوئے یا بڑی دیر کے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے کہ نہیں میں ایک بادشاہ کے پاس گیا تھا میں نے عرض کی کہ میرے بچے کو نائب تحصیلدار کر لو۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ تو میں کر لیتا ہوں لیکن تم کیا کرتے ہو۔ تو میں نے کہا کہ میں پٹواری ہوں تو انھوں نے کہا کہ اچھا آج سے تم بھی تحصیلدار ہو ۔ اور وہ تحصیلدار گجرات لگا جو انگریزی بھی نہیں جانتا تھا۔ جناب والا! یہ تھا اس وقت کا میرٹ -----

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر، جی خواجہ ریاض محمود صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! یہاں پر وزیروں، مشیروں کی غیر حاضری دیکھ کر مجھے جالب مرحوم کا شعر یاد آیا کہ:

پھر برے حال ہیں فقیروں کے
اور دن تو بدلے ہیں اس ملک میں وزیروں کے
ہر بلاول ہے دیس کا مقروض
اور پاؤں ننگے ہیں بےنظیروں کے

جناب سپیکر! جناب گل نواز صاحب نے اپنی تقریر کے شروع میں یہ بات کہی ہے کہ یہ بجٹ پوری اسمبلی کے ممبران کا بجٹ ہے۔ اور ہمیں اس بجٹ کو ----

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب جب آپ کی باری آئے گی تو اس وقت آپ یہ بات کر لیں۔

خواجہ ریاض محمود، نہیں جناب والا! میں تو ان کی بات پر بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کو شعر کی حد تک اجازت ہے۔

خواجہ ریاض محمود، نہیں۔ میں ان کی تصحیح کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب آپ کو اسمبلی میں شعر کی حد تک اجازت دی ہوئی ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! میں بجٹ پر بات نہیں کر رہا۔ میری بات تو سن لیں۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ----

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب میری بات بھی سن لیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہر فاضل رکن اپنے خیالات رکھتا ہے۔ اس کی اپنی ایک دلیل ہوتی ہے۔ دوسرے اس سے differ کرتے ہیں وہ اس سے اتفاق نہیں کرتے تو جب ان کی باری آئے گی اور جب وہ بولیں گے تو وہ اپنا مافی الضمیر بیان کر لیں گے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! میں تو پوائنٹ آف آرڈر پہ بول رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر یہ نہیں ہے کہ آپ بولتے جائیں۔ میں آپ کو یہ بھی ایک

خواجہ ریاض محمود ، جناب والا! آپ کی سفارش پر میں نے شعر تو سنایا لیکن ابھی بات تو نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ شعر سنا سکتے ہیں۔ ایک تو آپ نے پہلے سنا دیا ہے اگر اور ہے تو وہ سنا دیں۔

خواجہ ریاض محمود ، دوسرا شعر عرض ہے چلو میں بات نہیں کرتا۔

وہ حادثے یہ جہاں جو میرے نام کرتا ہے
میرا شعور یہ نذر جام کرتا ہے
فقیہہ شہر نے تہمت لگائی ہے ساغر پر
یہ شخص درد کی دولت کو عام کرتا ہے

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ جی وڑائچ صاحب اب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں ۔ آپ ان کے سوال جواب میں نہ جائیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، جناب والا! میں نے سمجھا کہ کوئی مکی بیچنے والا آ گیا ہے اس لیے بیٹھ گیا تھا۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اس وقت ایک خاص گروپ کو ایک خاص گھرانے کو اور ایک خاص شہر کے رہنے والوں کو ملازمتیں دی جاتی تھیں۔ جو کہ دو خاندان تھے وہ ملازمتیں تقسیم کرتے تھے۔ ہم ممبروں کو کبھی چانس بھی نہیں ملا تھا کہ ہم بھی کوئی اپنا ملازم کرا سکیں۔ لیکن موجودہ حکومت نے تمام ملازمتیں جو ہزاروں کی تعداد میں ہیں میرٹ پر دی ہیں اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی انکوائری کرنا چاہے تو بے شک کر لے یہ بالکل میرٹ پر ہیں اور اس میرٹ سے کافی ممبر ناراض ہیں۔ تو جناب والا! میں ان بندوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ تسیں جو چاہندے ہو شوق نال فرمائیو میں سنن واسطے تیار آں۔

MR DEPUTY SPEAKER: Order please. I call the House to order

میاں فضل حق ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی میں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

میاں فضل حق ، جناب سپیکر! چودھری صاحب تقریر فرما رہے ہیں۔ وہ جو بھی باتیں کر رہے ہیں وہ اپنے حساب سے جو مناسب سمجھتے ہیں کر رہے ہیں ۔ لیکن اس طرف سے جو ٹینکی ٹینکی کا شور ہے یہ ختم ہونا چاہیے۔ What is this? یہ کیا بات ہے میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔ جناب والا! یہ ٹینکی کا ذکر

ہاؤس میں نہیں ہونا چاہیے یا تو اس کی وضاحت ہو جائے کہ What is tanky?

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی، گل نواز صاحب!

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، جناب والا! میں اس دا کوئی جواب نہیں دیندا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہ نہ۔ وہ آپ کو اسی لیے چھیڑ رہے ہیں۔ آپ اس کا نوٹس ہی نہ لیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ : اچھا جناب اس دے علاوہ موجودہ حکومت ----

MR DEPUTY SPEAKER: No cross talk please.

چودھری گل نواز خان وڑائچ ، موجودہ حکومت نے بے گھر مزارعیاں نوں بے گھر کسانں نوں بے گھر مزدوراں نوں تمام پنڈاں وچ مالک بنا دتا اے۔ ایہہ کتنا وڈا کارنامہ اے کہ اک زمیندار جس ویلے کہندا سی مکان خالی کرا لیندا سی۔ اک بڑا آدمی جس ویلے کہندا سی اس دے سامان نوں گھر توں باہر کڈھا دیندا سی لیکن اس حکومت نے تمام پنجاب وچ ہر اک غیر مالک ہر اک جہڑا مکان دا مالک نہیں سی اس نوں حقوق ملکیت دے دتے۔ ایہہ موجودہ حکومت دا بڑا وڈا کارنامہ اے۔ اور اس حکومت دا ایہہ کارنامہ بڑا قابل تحسین اے اور میں امید کرنا آں کہ تسیں وی اس دی حوصلہ افزائی کرو گے کیونکہ تساڈے اور ساڈے ہی ایہہ بھرا نیں جہڑے مزدور نیں یا غریب نیں۔ جناب والا! میں تجاوزات کے بارے میں بات کروں گا کہ جب تک تجاوزات ختم نہ ہوں اس وقت تک کسی ملک میں ترقی ہو ای نہیں سکدی۔ پنجاب دے وچ حالت ایہہ سی کہ جہڑیاں سڑکاں 100 فٹ سن ایہہ 30/30 فٹ رہ گیاں سن۔ میں تسانوں اک نمونہ دسناں کہ اج توں دو سال پہلے ایک وکیل صاحب جنھاں دا ناں رفیع سی اگر میرا کوئی عزیز گجرات دا اتھے اے تاں اس نوں پتا ہوئے گا۔ انھاں نے میونسپل دی پراپرٹی تے ڈبل سٹوری مکان بنا لیا سی اور موجودہ حکومت نوں ایہہ فخر حاصل اے کہ انھاں نے ایہہ تجاوزات ہٹا کر اتھے 50 فٹ چوڑی سڑک بنا دی ہے۔ اور میں فخر دے نال ایہہ کہندا آں کہ موجودہ حکومت نوں ایہہ اعزاز حاصل اے۔ اہ کسی تعصب یا کسی پارٹی کے تحت نہیں یا کسی کو زچ پہنچانے کے لیے نہیں بلکہ لیگی طور پر تجاوزات ہٹائی ہیں۔ اس واسطے میں چاہندا آں اور میرا عزیز بیٹھا اے ایہہ کہوے کہ کیا اہ گل سچی اے۔ جناب والا! ایہہ فرماندے سچے سن کہ بیلو کیب لیکن میں پہلے موجودہ حکومت دا عرض کر لواں۔ موجودہ حکومت نے ٹریکٹر جہڑا کہ اشد ضروری سی انھاں لوکاں واسطے جہڑے بڑے ہی غریب ہیں جہڑے ٹریکٹر خریدنا afford نہیں کر سکدے سن۔ انھاں نوں تین لاکھ کی بجائے ڈیڑھ لاکھ میں ٹریکٹر

سپلائی کیتے نیں اور پھر سب توں جہڑی بڑی گل اے کہ کسے پارٹی دے بندے نوں ٹریکٹر نہیں دتے ۔ انھاں نوں lots draw کرائیاں نیں جہدے ناں نکل آوے اہنوں ٹریکٹر مل جاندا اے اور اہ سانوں گلہ ہے کہ سانوں اس وقت بھی بیلو کیب نہ ملی تے ہن وی ٹریکٹر نہیں ملدے۔ انھاں کہیا کہ نہیں انصاف نال جہدا ناں لاٹری وچ نکل آوے گا اس نوں ٹریکٹر مل جاوے گا۔ ایہہ کتنی با انصاف حکومت اے اور کتنا اچھا ہے کہ ٹریکٹر دتے گئے نیں لیکن by draw کوئی آدمی ایہہ نہیں کہہ سکدا کہ فلاں آدمی نوں بغیر واری دے ٹریکٹر مل گیا اے ۔ چھوٹا آدمی تے بڑا آدمی نہیں دیکھیا گیا جہندا ناں نکل آنداں اے اس نوں ٹریکٹر مل جاندا اے ایہہ کتنا اچھا کام اے۔ اس دے نال زمینداراں نوں بڑا فائدہ پہنچے گا۔ ہر زمیندار غریب سے غریب آدمی تھوڑیاں قسطاں وچ پیسے دے کے زمین نوں کاشت کر سکے گا اور کاشت دی وجہ توں جنس دی قیمت گرے گی۔ جنس بڑھے گی تاں ملک دے وچ عوام نوں ساری چیزاں سہولت نال ملن گیاں تے ایہہ غریب عوام دی امداد اے۔ جناب والا! اس کے بعد موجودہ گورنمنٹ نوں میری استدعا اے کہ ضلع گجرات وچ ہیڈ رسول توں ہیڈ مرالے تک جہندے وچ کھاریاں گجرات تے بارانی علاقہ آندا اے ایتھے ڈیم بنائے اور جہڑا پانی موسمی نالیاں دا آندا اے اور ضائع جاندا اے۔اودے واسطے ڈیم بنایا جائے تے جیہڑی زمین بنجر تے غیر آب پاش اے او آب پاش ہوے اور اے بارانی زمین آباد ہوئے۔ تاکہ گجرات تے کھاریاں تحصیل دی زمین آباد ہوے۔ السلام علیکم۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ ۔ جناب بادشاہ میر خان آفریدی ۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب والا! مغرب کی نماز کا وقت ہو رہا ہے اگر آپ مجھے نماز مغرب کے بعد کا وقت دیں تو زیادہ بہتر ہو گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ابھی پندرہ منٹ رہتے ہیں۔ سات بج کر پندرہ منٹ پر ہم نماز کے لیے وقفہ کریں گے پندرہ منٹ تقریر کے لیے کافی ہیں ۔ آپ پندرہ منٹ سے بھی زیادہ لینا چاہتے ہیں ؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا! میں نے بڑی تفصیل سے بات کرنی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نماز کے بعد پھر دیکھ لیں گے ۔ آپ اپنی تقریر جاری کریں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا! پھر تسلسل ٹوٹ جاتا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب نماز کا وقت ہو گا تو وقفہ کریں گے۔ آپ شروع کریں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر ! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں اپنی تقریر کا آغاز اس شعر سے کرتا ہوں ۔

جس دور میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی
اس دور کے سلطاں سے کوئی بھول ہوئی ہے

میرے محترم دوست اور وزیر خزانہ مخدوم الطاف صاحب اس دن جب بجٹ پیش کر رہے تھے تو ان کا چہرہ ان الفاظ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا جو ان کے منہ سے ادا ہو رہے تھے ۔ میں ذاتی طور پر جناب مخدوم صاحب کے متعلق اتنا جانتا ہوں کہ وہ ایک انتہائی شریف آدمی ہیں اور وہ جو کہتے ہیں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن گذشتہ چودہ پندرہ مہینوں سے جس دباؤ کا وہ شکار رہے ہیں وہ دباؤ ان کے چہرے سے عیاں تھا ان کا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ جو کہہ رہے ہیں ان کا دل اس کا ساتھ نہیں دے رہا۔

سید ظفر علی شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میرے فاضل دوست نے جب سے اپنی تقریر شروع کی ہے اور اپنی تقریر شروع کرنے کے بعد چار پانچ بار وہ کہہ چکے ہیں کہ وزیر خزانہ صاحب اس دن تقریر کر رہے تھے اور ان کے چہرے سے یہ عیاں تھا ' یہ عیاں تھا ' جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس دن تو ساری حزب اختلاف نے اور باشی خان صاحب نے بھی اس دن بائیکاٹ کیا تھا اور واک آؤٹ کیا ہوا تھا۔ ہم نے تو ان کی شکل ہی نہیں دیکھی کہ انہوں نے بجٹ کیسے پڑھا ہے اور کیسے نہیں پڑھا انہوں نے ان کا چہرہ کیسے دیکھ لیا؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب والا! شام پانچ بجے ہم نے ٹیلی ویژن پر ان کی تقریر سنی اور ان کی تقریر سننے کے علاوہ ان کی تقریر کا مسودہ بھی میرے پاس تھا اور میں نے جب ان کا مسودہ بھی پڑھا اور ان کی تقریر بھی سنی اور ان کو میں ذاتی طور پر بھی جانتا ہوں اور بیورو کریسی نے لفاظی کے جس جال میں ان کو پھنسایا تھا ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ ان کا دل ایک بے بس پرندے کی طرح پھڑک رہا ہے۔ ان کے منہ سے سچائی باہر آنا چاہتی ہے لیکن وہ جال جو ان پر محیط کر دیا گیا تھا اس محیط جال سے باہر نکلنے کا ان کو راستہ نہیں مل رہا تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ترقیاتی بجٹ پیش کیا ہے۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس حکومت نے پھر روایتی بجٹ پیش کیا ہے ۔ وہی روایتی بجٹ کے جس میں بیوروکریسی جو بجٹ کا حال بنتی ہے اپنے لئے زیادہ سے زیادہ مراعات اس بجٹ میں رکھتی

ہے۔ اگر آپ ۹۴-۱۹۹۳ء کے بجٹ سے ۹۵-۱۹۹۴ء اور اس سال کے بجٹ سے موازنہ کیجیے اور انتظامی اخراجات پر نگاہ ڈالیے تو ۹۴-۱۹۹۳ء کی نسبت ان پر چھ گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ انتظامی اخراجات کن لوگوں پر ہوتے ہیں ان لوگوں پر ہوتے ہیں جو پچاس پچاس کنال کے بنگلوں میں کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کی شکل میں رہ رہے ہوتے ہیں۔ اگر لاہور میں آنے کے بعد ایک ایم پی اے ۱۸ مربع فٹ کے کمرے میں گزارہ کر سکتا ہے، اپنے ملازموں کے ساتھ اور اپنے ملنے والوں کے ساتھ گزارہ کر سکتا ہے تو کیا یہ ڈی سی اور کمشنر دس مرلے کے گھر میں نہیں رہ سکتے؟ بیچ دیجیے ان کے گھر ان کے گھروں کو نیلام کر کے غریبوں کے گھر آباد کیجیے جن کے گھروں میں سر شام دیے کی لو بھی نہیں ٹمٹماتی، جن کے گھروں پر شام کے وقت غربت اور فاقوں کے سایے لہراتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) آج غور کیجیے کہ یہ بیوروکریسی ہم لوگوں کی گردنوں پر پاؤں رکھ کر کتنے اللے تللے کر رہی ہے۔ یہاں سے آواز آتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ نواز لیگ کے دور میں لوٹ مار ہوئی، ادھر سے آواز آئی تو کہا جاتا ہے کہ پیپلز پارٹی والے اور پی ڈی ایف والے لوٹ مار کر رہے ہیں لیکن ایک بات طے شدہ ہے، میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے دور میں بھی کوتاہیاں ہوئی ہوں۔ یہ بات یہ بھی تسلیم کریں کہ ان کے دور میں بھی لوٹ مار ہو رہی ہے لیکن یہ دونوں طرف کے چند لوگ کرتے ہیں لیکن یہ بیوروکریسی جس کی پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہوتا ہے۔ یہ ہم لوگوں کو بنیلا بنا کر اپنے بنگلے تعمیر کرتے ہیں۔ مجھے آج بھی وہ بیوروکریٹ یاد ہے۔ جب میں شارجہ میں کرکٹ میچ دیکھنے کے لیے گیا تو اس بیوروکریٹ کا لڑکا اپنے دوستوں سمیت وہاں پر میچ دیکھنے کے لیے گیا۔ آپ یقین کیجیے کہ دوبئی میں کائن اینڈ ٹاور کا پورا فلور اس لڑکے کے لیے بک تھا۔ کہاں سے آیا ہے یہ سرمایہ؟ یہ سرمایہ ہم لوگوں کی جیبوں سے نکالا جاتا ہے، ہمیں لوگوں کے آگے چور پینٹ کر کے بد دیانت پینٹ کر کے یہ لوگ اپنا پیٹ بھر رہے ہیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہمیں اتنی بڑے گورنر ہاؤس کی ضرورت نہیں ہے روایات اور ثقافت کی وہ لوگ حفاظت کیا کرتے ہیں جن کے پیٹ بھرے ہوئے ہوں۔ آج اگر پیرس میں شانزا لیزا قائم ہے تو وہ قوم اقتصادی طور پر اتنی مضبوط ہے کہ وہ ایفل ٹاور جیسی شان و شوکت والی چیز رکھ سکتی ہے۔ اگر انڈیا میں آج ایک تاج محل عظمت کی نشانی ہے ایک wonder of the world ہے تو آپ وہ قوم مضبوط بنیادوں پر کام کرتے کرتے ہمیں پیچھے چھوڑ چکی ہے۔ آج وہاں کا سیاست دان وہاں کی حکومت غریب ہے اور اپنے دائرہ کار میں رہ کر کام کر رہی ہے۔ ہندوستان

کا وزیر اعظم دیکھیں تو ایمبیسڈر کار میں آتا ہے لیکن ہمارے ہاں کمشنر بھی پجارو اور مرسیڈیز سے کم بات نہیں کرتا۔ جب ہم ہندوستان کا ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں ' آج کی دنیا میں الیکٹرانک میڈیا اتنی ترقی کر چکا ہے کہ دنیا ایک چھوٹے سے گروہ میں سمٹ چکی ہے۔ آپ اپنے کمرے میں بیٹھ کر ۸۲ سے لے کر ۲۰۰ تک چینل دیکھ سکتے ہیں۔ اس وقت پوری دنیا آپ کے سامنے آ چکی ہے۔ یہاں پر کینیڈا کے وزیر اعظم کی مثال دی گئی ہے ہمارے ایک معزز رکن ان کے پاس گئے اس نے اپنے ہاتھوں سے کافی بنا کر دی۔ لیکن اگر ہمارے ڈپٹی کمشنر کے پاس اگر کوئی ایم پی اے یا ایم این اے بھی جاتا ہے تو اس کو entertain نہیں کیا جاتا۔ یہی فرق ہے ہمارے ہاں بیورو کریسی امیر ہے ۔ ہمارے ہاں حکومت اپنے تمام وسائل عیاشیوں پر خرچ کرتی ہے اور اس کا تمام تر بوجھ غریب عوام پر پڑتا ہے ۔ یہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترقیاتی کاموں کے لیے پچھلے سال کی نسبت زیادہ فنڈز رکھے گئے ہیں۔ آپ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھیں آپ اپنے ضمیر کو آواز دے کر اس بجٹ کا مطالعہ کیجیے اور آپ افراط زر کی شرح سے اس کا موازنہ کیجیے تو جتنی اس ملک میں افراط زر کی شرح بڑھی ہے اس کو مد نظر رکھ کر دیکھیں تو آپ نے اپنے ترقیاتی پروگرام کو آدھے سے بھی کم کر دیا ہے۔ اس وقت سیمنٹ کی بوری ۱۲ روپے میں ملتی تھی اور آج وہ پوری دو سو روپے میں ملتی ہے۔ اس وقت بجری کا ٹرک پانچ سو میں آتا تھا آج وہ ہزار روپے میں آتا ہے۔ اس وقت گھی کا ۲۲ روپے کلو تھا آج گھی ۴۶ روپے کلو ہے۔ میں یہ بات آپ کے گوش گزار اس لیے کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں الفاظ کے ہیر پھیر میں مت الجھایا جائے۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ ہم یہاں بیٹھ کر ایک ایسے صوبے کی نمائندگی کر رہے ہیں کہ جس کے وزیر اعلیٰ ایک پرانے جہاز میں سفر نہیں کرتے اور وہ اپنی عیاشی کے لیے چودہ کروڑ روپے کا جہاز منگوا لیتے ہیں اور باوجود اس کے کہ وزیر خزانہ پیٹتے ہیں کہ میں یہ عیاشی نہیں کرنے دوں گا۔ یہ جہاز نہیں آئے گا۔ لیکن وہ جہاز آتا ہے اور وہ جہاز کیوں آتا ہے ؟ اس لیے آتا ہے کہ تحریک نجات میں یہ وزیر اعلیٰ ظلم روا رکھتا ہے۔ آج آپ بہاولپور جیل میں دیکھیں ' راولپنڈی سے چار بار منتخب ہونے والا ایم این اے جو ہر بار اپنی پہلی بار سے زیادہ ووٹ لے کر آتا تھا۔ پہلی بار اس نے سترہ ہزار ووٹ سے الیکشن جیتا۔ دوسری بار اس نے الیکشن بائیس ہزار ووٹ سے جیتا۔ تیسری بار اس نے الیکشن 24 ہزار ووٹ سے جیتا اور 1993ء کا اس کا آخری الیکشن 27 ہزار ووٹوں سے جیتا۔ اور جب اس ایم این اے کو یہ سیاست میں نہیں گرا سکے تو کلاشنکوف کا جھوٹا مقدمہ بنا کر آج یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عدالتیں ہماری

ہیں۔ یہ لوگ جو بدعنوان ہوتے ہیں وہ لوگ جو رشوت پر گزارا کرتے ہیں وہ کسی کے ساتھی نہیں ہوتے یہ صرف وقت کے ساتھی ہوتے ہیں آج وقت ان کا ہے یہ لوگ ان کے ہیں۔ کل وقت ہمارا ہو گا وہ ہماری جوتیاں چاٹ رہے ہوں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین) آج اس ایم این اے کو جیل میں رکھا ہوا ہے اس پر ملاقات کی پابندیاں ہیں ۔ جناب والا! آپ انصاف کی کرسی پر بیٹھے ہیں آپ کی زبان سے الفاظ ادا ہوئے۔ میں نے اخبارات میں پڑھا کہ اس ملک میں سول جج کرپٹ ہیں ' ہم کہتے ہیں کہ اس ملک کا عدالتی نظام کرپٹ ہے۔ آپ بھی اس بات پر متفق ہیں' میں بھی اس بات پر متفق ہوں تو جب دونوں کی رائے یہ ہے ادھر بھی اور ادھر بھی کہ ہمارا عدالتی نظام کرپٹ ہے تو پھر بنایئے ایک کمیٹی اس ہاؤس کی۔ اس ہاؤس کی ایک مشترکہ کمیٹی بنایئے کہ جو ان بدعنوان ججوں کی بیخ کنی کرے۔ جو ان کا احتساب کرے جو لوگ قوم کو لوٹ کر کھا رہے ہیں ایک ایک ضمانت کا ایک ایک لاکھ روپیہ طلب کیا جارہا ہے ۔ ایک ایک قتل کیس میں پندرہ پندرہ لاکھ روپے لیے جارہے ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جو آپ کو اس کرسی پر نظر نہیں آئیں گے۔ جب آپ نیچے اتر کر عوام میں جائیں گے تو آپ کو یہ حقائق نظر آئیں گے کہ جس طرح یہ مہنگائی بڑھ رہی ہے ' جس طرح اس ملک کی بدحالی میں اضافہ ہو رہا ہے اتنی ہی تیزی کے ساتھ اس ملک کے با اقتدار لوگ مقتدر لوگ یہاں سے سرمایہ منتقل کرکے بیرون ملک اپنے بینک بیلنس کو مضبوط بنا رہے ہیں۔ آج کہتے ہیں کہ ہم نے بڑا فلاحی بجٹ دیا۔ ان سے پوچھیئے کہ' بجٹ کے لیے ان کو کیا ملا ؟

جناب انعام اللہ خان نیازی : پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: انعام اللہ نیازی پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ہاؤس کو مغرب کی نماز کے لیے آدھ گھنٹے کے لیے adjourn کرتا ہوں۔ تو ہم یہاں 7.40 منٹ پر دوبارہ ملیں گے اور بادشاہ میر خان آفریدی اپنی تقریر جاری رکھیں گے۔

(اور اس مرحلہ پر وقفہ برائے نماز مغرب ہو گیا۔)

(نماز مغرب کے بعد جناب چیئرمین میاں محمد افضل حیات 7:45 منٹ پر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: جناب بادشاہ خان آفریدی صاحب ' آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا ! میں بات کر رہا تھا کہ گورنر صاحب کی وفات کے بعد

پنجاب میں ایک نئی دوڑ شروع ہو گئی۔ ادھر بجٹ تکمیل کے آخری مراحل میں تھا۔ ادھر گورنر صاحب کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہو گیا اور تقریباً تمام کے تمام مقتدر لوگ گورنر شپ کی دوڑ میں شامل ہو گئے۔ آپ اخبارات روزانہ اٹھا کر دیکھیں تو اس میں کوئی نہ کوئی نیا نام آ رہا ہے۔ کبھی اجلال حیدر زیدی صاحب اس میں آ رہے ہیں، کبھی مخدوم الطاف صاحب آ رہے ہیں، کبھی مصطفیٰ کھر صاحب کا نام آ رہا ہے، کبھی ملک اللہ یار صاحب کا نام آ رہا ہے۔ پورا پنجاب منجمد ہو کر رہ گیا۔ بجٹ انھوں نے خاک بنانا تھا۔ یہ تو اپنی اس ریس میں لگے ہوئے تھے کہ کسی نہ کسی طریقے سے اس گورنر ہاؤس تک پہنچیں۔ یہ وہ گورنر ہاؤس ہے۔ ایک غریب ملک کے غریب صوبے کا گورنر ہاؤس جس کی اتنی بڑی قیمتی اراضی کو آج بھی اگر ایمانداری کے ساتھ نیلام کیا جائے---

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر ---

جناب چیئرمین، جناب وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! فاضل مقرر irrelevant ہیں۔ گورنر ہاؤس اور یہ۔ کیا ان کے دور میں باہر کے آدمی آ کر، ملک اللہ یار ٹائپ اور کھر ٹائپ جو اس اسمبلی کے یا صوبے کے ممبر نہیں ہیں وہ بجٹ بنایا کرتے تھے یا گورنر ہاؤس کی اراضی جو ہے یہ بجٹ اس میں سے نکلا ہے؟ یہ irrelevant ہیں۔

جناب چیئرمین، آپ تشریف رکھیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! یہ بھی irrelevant ہیں کہ اس وقت پنجاب کی پی۔ ڈی۔ ایف کی حکومت میں ایک دوڑ مچی ہوئی ہے۔ ان کی آپس کی جو بداعتمادی ہے یہ بھی irrelevant ہے۔ اس لیے کہ حکومت میں کام کرنے والے لوگوں کے ذہن جب منقسم ہو جائیں گے، جب ان میں ایک طرح کی ریس شروع ہو جائے گی تو آپ اس کو بھی irrelevant کہہ سکتے ہیں اور اب یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اس کا اثر بھی بجٹ پر نہیں پڑے گا؟ میں جو بات کہنا چاہتا تھا وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ اقتدار کی اس کشمکش میں جبکہ پی۔ ڈی۔ ایف کی جو یہ سانجھے کی ہانڈی تھی بیچ چوراہے میں پھوٹنے والی ہے اور ان کے اپنے وزیر اور ان کے اپنے مشیر جو بیانات دے رہے ہیں وہ بھی irrelevant ہیں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جب حکومت اپنے پاؤں پر مضبوطی سے قائم نہیں ہو گی، جب

سے حربے استعمال کیے جائیں۔ کس کس شیخ رشید کو کس کس جیل میں رکھا جائے۔ کس کس ورکر کو اٹھا کر کہاں کہاں پھینکا جائے۔ کس کس کے خلاف کون کون سے مقدمے قائم کیے جائیں۔ ان کے اپنے لوگ ' میں نام نہیں لینا چاہتا ' اخبارات پڑھیں ' کیا ان کو ہم نے اکسایا تھا کہ آپ وزیر اعلیٰ کے خلاف بیانات دیں؛ جب حکومت میں کشمکش ہو گی ' جب اقتدار کے ایوانوں میں سازشیں چل رہی ہوں گی تو دنیا کی کوئی بھی حکومت یہ بجٹ نہیں دے سکتی کہ یہ بجٹ جو ہے یہ فاضل بجٹ ہے۔ اس میں غریبوں کے مفاد کا خیال رکھا گیا ہے۔ کسی غریب کے پاس یہ بجٹ لے کر چلے جائیں۔ اس کو آپ کے اس کتابچے سے کوئی غرض نہیں ہے۔ وہ تو یہ سوچتا ہے کہ وہ کس طرح دن رات محنت کر کے اپنے بچوں کو روٹی ' کپڑا اور تعلیم مہیا کر سکے۔ اپنے بچوں کو شیلٹر مہیا کر سکے۔ ان کو آپ کے ان گورکھ دھندوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے بجٹ میں جتنی بھی تجاویز رکھی ہیں مجھے ثابت کر کے دکھائیں کہ عام آدمی کے لیے اس میں کیا ہے؛ میں دو مثالیں آپ کو دیتا ہوں جب ۱۹۹۳ء میں اسمبلی ٹوٹی تو میں اس وقت ایم۔پی۔اے ہاسٹل کے کمرہ نمبر ۲۰۲ میں تھا۔ اسمبلی ٹوٹتی ہی within no time ہم سے کمرے خالی کروائے گئے۔ یہ بات on record موجود ہے۔ سیکرٹری صاحب یہاں بیٹھے ہیں یہ تصدیق کریں گے کہ ہم سے کمرے فوراً خالی کروائے گئے اور اس افراتفری میں ہمارا سامان بھی آگے پیچھے ہو گیا۔ ایک سوال آپ سے کرتا ہوں۔ آپ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں اور آپ بھی میری بات توجہ سے سن لیں۔جی۔او۔آر میں حاجی اکرم صاحب اور اے۔زیڈ۔ کے شیر دل صاحب کے بنگلے ہیں اور جب ان کی یہاں سے ٹرانسفر ہوئی اور اے زیڈ کے شیر دل جا کر چیف سیکرٹری بلوچستان لگا اس کو وہاں بھی بنگلہ ملا اور جو جی۔او۔آر میں بنگلہ تھا وہ اس کے زیر استعمال رہا۔ پنجاب اسمبلی کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کیا میرا اتنا بھی استحقاق بھی نہیں تھا کہ میرے الیکشن لڑنے تک اس کمرے کو میرے قبضے میں رہنے دیا جاتا اگر میں ہار جاتا تو میں اسی وقت کمرہ خالی کر دیتا لیکن مجھ سے تو اتنی جلدی میں کمرہ خالی کروایا گیا کہ میرا قیمتی سامان misplace ہوا یہ بات سیکرٹری صاحب کے نوٹس میں ہے میں نے کسی کے خلاف پرچہ درج نہیں کروایا اسلیے میں نے پرچہ درج نہیں کروایا تھا کہ ایک آدمی چور ہو گا اور ایم۔پی۔اے ہوسٹل کے جو سینکڑوں غریب ملازمین ہیں وہ پولیس کے تشدد کا نشانہ بنیں گے میں نے کہا بادشاہ خان اسے اپنے سر کا صدقہ کہہ لو کچھ کہہ لو لیکن کسی غریب کے ساتھ زیادتی نہیں ہونی چاہیے ہمیں تو آپ

نے اتنی افراتفری میں اٹھا کر پھینک دیا رات کو جب وٹو صاحب نے اسمبلی توڑی پہلی دفعہ اسمبلی ٹوٹی تو کمرہ لینے کے لیے پولیس آ گئی لیکن جی۔او۔آر میں رہنے والے ناخداؤں کے لیے کوئی قانون نہیں آپ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین ہیں کل جب وقت آئے گا تو تاریخ آپ سے بھی سوال کرے گی کہ جب آپ کے نوٹس میں یہ بات لائی گئی تو آپ نے اس کے خلاف کیا قدم اٹھایا۔ یہ آپ پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اگر پبلک اکاؤنٹس کمیٹیاں آنکھیں بند کر کے پڑی رہیں اور انہوں نے کوئی فکر نہ کی کہ ان مگرمچھوں کے خلاف بھی کوئی کاروائی کرنی چاہیے جو دو دو جگہوں پر رہائشیں لے رہے ہیں ہمارے ہاں ایک عام آدمی کرائے کے مکان کے لیے تڑپ رہا ہے۔ جناب والا! میں کل بہاول پور گیا میں نے راستے میں جو لوگوں کی حالت دیکھی آپ خدا پر یقین کیجیے میرا گھر بن رہا ہے اس میں construction کا کام ہو رہا ہے ایک مزدور لڑکا میرے پاس آیا مجھے اس کی شکل و صورت سے لگا کہ یہ لڑکا پڑھا لکھا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ بھائی آپ کا نام کیا ہے اس نے مجھے نام بتایا میں نے پوچھا کہ آپ مجھے پڑھے لکھے لگ رہے ہیں اس نے کہا کہ جناب میں فرسٹ ڈویژن ایف۔اے ہوں لیکن مجھے نوکری نہیں مل رہی وہ اینٹیں اور گارے کا کام کر رہا تھا جس ملک میں پڑھے لکھے نوجوان اینٹوں اور گارے کا کام کریں یا پھر کلاشنکوف اٹھا لیں اور اس ملک کا بیوروکریٹ دو دو جگہوں پر رہائش رکھے تو کیا ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔

جناب والا! اسی ملک میں اسی صوبے میں ایک سابقہ سیکرٹری بلدیات میں اس کا نام نہیں لوں گا نے محکمہ لوکل گورنمنٹ سے قرضہ لے کر اپنی چار کنال کی کوٹھی تعمیر کروائی۔ جناب والا! یہ on record باتیں ہیں چار کنال کی کوٹھی تعمیر کرنے کے بعد محکمہ لوکل گورنمنٹ کو ہی اس نے کرائے پر دے دی اور محکمہ لوکل گورنمنٹ سے ۲۵ لاکھ پھر ایڈوانس لے لیا اور اسی کرائے میں وہ قرضہ adjust کیا اور وہ آج اس عالیشان محل کا مالک ہے اور پھر جب انکوائری سٹارٹ ہوئی تو اسی انکوائری کو جب اس کے سامنے لایا گیا تو وہ اس وقت اس صوبے کا چیف سیکرٹری تھا اور چیف سیکرٹری صاحب نے بیک جنبش قلم اس فیصلے کو اپنے حق میں کر دیا یہ کوٹھی آج اس کی بیوی کے نام پر ہے۔ ہمارا احتساب کرنے والو آج پریس کو اکسایا جاتا ہے کہ سیاستدانوں کو بدنام کرو اور سیاستدانوں کو اکسایا جاتا ہے کہ پریس والوں کو بدنام کرو میں آج پریس اور سیاستدانوں سے کہتا ہوں کہ مل جل کر ان چہروں کو بے نقاب کرو جو اس ملک کے tax payers کی کمائی کھاتے ہیں انہی کو

لوٹتے ہیں اور انہی کے خون پسینے سے محل تعمیر کرتے ہیں ۔ اس بجٹ سے بیوروکریسی نے اپنے آپ کو مضبوط کیا ہے بھٹی صاحب سنوں سو فیصد اضافہ ہوا ہے آپ کا پنجاب لٹ رہا ہے اور آپ پگ باندھ کر بیٹھے ہیں اس پگ کا مزا تو جب ہی آئے گا جب آپ اس پگ کی شان کو برقرار رکھیں گے اور میرے ساتھ کھڑے ہو کر ان ظالموں کے خلاف جنگ کا آغاز کریں گے پھر آپ کی پگ کا شملہ اونچا ہو گا ورنہ آپ بھی شرمندہ اور میں بھی شرمندہ۔ نہ ہم حلقوں میں جانے کے قابل ہوں گے نہ ہم لوگوں کا سامنا کرنے کے قابل ہوں گے آپ اخبارات پڑھیں اس میں لکھا ہوتا ہے کہ ہم چور ہیں آپ اخبارات پڑھیں اس میں لکھا ہوتا ہے کہ ہم ڈاکو ہیں مگر جو اصل ڈاکو ہیں وہ وردیاں پہن کر لمبی لمبی گاڑیوں میں پھر رہے ہیں وہ لمبی لمبی کوٹھیوں میں رہ رہے ہیں آپ دیکھیں کہ جی۔ او۔ آر میں ایک ایک کوٹھی کتنے کتنے کنالوں میں بنی ہوئی ہے آپ ان کوٹھیوں کو نیلام کر دیں اور ان افسروں کو دس دس مرلے کی کوٹھی میں لے آؤ اسطرح سے اس پنجاب میں غربت کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن جب تک ان افسروں کی عیاشیاں ہونگیں میں معذرت سے کہوں گا کہ میرا پنجاب دکھی رہے گا آج حنیف رامے نے پنجاب کا مقدمہ لڑا ہے کل میں پنجاب کا وکیل ہوں گا پرسوں آپ پنجاب کے وکیل ہوں گے مگر وکیل اپنی اپنی فیسیں لے کر اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے اور عوام بھوک سے مر جائے گی ۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اس بجٹ میں آپ کو ایک نئی چیز نظر آئے گی اور بڑے فخر کے ساتھ کہا گیا کہ لاء اینڈ آرڈر کے لیے کوئی خاص اضافہ نہیں کیا گیا کیونکہ لاء اینڈ آرڈر کی اس صوبے میں ideal situation ہے۔ اس ملک میں ڈاکے پڑنے بند ہو گئے ہیں اس صوبے میں بینک لٹنے بند ہو گئے ہیں اس ملک میں اور اس صوبے میں لاء اینڈ آرڈر کی ideal situation ہے اس لیے لاء اینڈ آرڈر کے لیے فنڈ کو مخصوص حد سے بھی نیچے رکھا گیا کیوں اس لیے کہ لاء اینڈ آرڈر اس ملک میں complete ہو گیا قانون کی عملداری قائم ہو گئی۔ جناب والا! انتہائی دکھ کے ساتھ بات کرتا ہوں کہ میرا ایک دست راست میرا ایک بھائی قبضہ گروپ کے ہاتھوں آج سے دو ہفتے قبل راولپنڈی میں بیدردی کے ساتھ قتل ہوا اس کا نام عارف محمود بٹ تھا آپ اس شخص کی مقبولیت کا اندازہ لگایئے کہ نہ صرف میں بلکہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ج) کے کارکن بھی اس شخص کے لیے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے ساڑھے پانچ بجے اس کا قتل ہوا exact سوا چھ بجے میں تھانے چلا گیا۔ حضور والا! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ

میرے اور اعجاز الحق راجہ بشارت اور چودھری تنویر کے جانے کے باوجود تھانے میں کوئی کارروائی نہ ہوئی اور ہم تین ایم۔پی۔ایز اور ایک ایم۔این۔اے رات ایک بجے تک تھانے میں رہے تاکہ اس کی ایف۔آئی۔آر درج ہو جائے لیکن اس کے پیچھے بیوروکریسی تھی راولپنڈی کا اے۔ڈی۔سی (جی) میں اس کا نام نہیں لیتا اس کا بہنوئی اور اس کے رشتہ دار اس قتل میں ملوث تھے جب تک اوپر سے حکم نہیں آیا ہماری ایف۔آئی۔آر نہیں کاٹی گئی اور ہماری ایف۔آئی۔آر اس انداز میں کاٹی گئی ہے کہ مجھے وہ قتل بھی کھوہ کھاتے جاتا لگ رہا ہے مجھے وہ جوانمرد عارف محمود بٹ یاد آ رہا ہے کہ جس کے اس ظالمانہ قتل پر آج حکومت کی نااہلی میں ایک دبیز پردہ حائل کر دیا ہے۔ جناب والا! یہ انصاف کا قتل تھا اور معزز ممبران کی موجودگی میں جب میں نے ڈی۔ایس۔پی سے اصرار کیا کہ آپ ایف۔آئی۔آر کاٹیں ہم سوا چھ بجے سے تھانے میں بیٹھے ہوئے ہیں آپ ہماری ایف۔آئی۔آر کیوں نہیں کاٹ رہے تو اس نے کہا کہ آپ اپنی سیاست چمکا رہے ہیں تو جناب والا! میں اپنی سیاست چمکا رہا ہوں میرے دوست میرے بھائی کی لاش اس وقت میرے سامنے پڑی ہوئی تھی اور مجھے سیاست چمکانے کا طعنہ دیا جا رہا تھا۔ جناب والا! اگر ہم لوگوں کے لیے انصاف اتنا مشکل ہو جائے گا تو ایک عام آدمی کی کیا حالت ہو گی آج کسی شریف آدمی کو تھانے میں بھیجیے آپ کسی شریف آدمی کو انصاف کے حصول کے لیے کسی تھانے میں بھیجیے آپ اسے شیر کا دل دیں مگر وہ تھانے میں نہیں جائے گا جب تک ہماری طرح کا کوئی کھڑپینچ اس کے ساتھ تھانے میں نہ جائے۔ غریب اور سفید پوش آدمی کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی آپ کا یہ بجٹ آیا مرکزی حکومت کا بجٹ آیا نوید سنائی گئی کہ بہت اچھا بجٹ ہے اپوزیشن کی امیدوں پر پانی پھر گیا آپ ہماری امیدوں پر بیشک پانی پھریں۔ جناب والا! اقتدار اور زوال تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے ہماری دو تہائی اکثریت تھی مگر جب ہم جانے لگے تو ہمارا پتا بھی نہیں چلا اور آپ کے پاس تو simple majority بھی نہیں ہے آپ تو پنجاب میں بھی مانگے تانگے سے حکومت بنائے بیٹھے ہیں مرکز میں بھی آپ نے ایک ایک دو دو کر کے قبضہ جوڑے ہوئے ہیں بلیک میلر جو آپ کو بلیک میل کر کے آپ کی حکومت چلانے میں آپ کی مدد کر رہے ہیں آپ کس بات کا دعویٰ کر سکتے ہیں اگر ہماری دو تہائی اکثریت جا سکتی ہے تو آپ کی حکومت بھی مضبوط نہیں ہے حکومت تو اس کی مضبوط ہے جو اوپر بیٹھا ہے جو سب کے حال دیکھ رہا ہے جو سب کی کرتوتیں دیکھ رہا ہے وہ ہر ایک کے اعمال نامے میں اس کے اعمال لکھ رہا ہے اس کی اصل حکومت ہے اسے جھٹلایا نہیں جا سکتا

اور آپ یہ بات ذہن میں بٹھالیں کہ ایک دن ہم نے اس کے پاس جانا ہے اور وہاں حساب دینا ہو گا۔

جناب والا! یہاں باتیں چلیں یہ کہتے ہیں کہ رشوت کے خلاف انٹی کرپشن کمیٹیاں بنائی گئی ہیں یہاں میرے دوست غلام عباس صاحب یہاں بیٹھے ہیں میں اس شخص کی دل سے قدر کرتا ہوں اس میں ایمان کی رتی ہے جو یہ کہتا ہے اس پر یہ عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کی کوششوں کا اسے کیا صلہ مل رہا ہے آج سے بیس دن پہلے ہمارے ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے یہ بیان جاری کیا کہ یہ انٹی کرپشن کمیٹیاں جعلی ہیں یہ نمبر پلیٹیں لگا کر گھومنے والوں کی کوئی وقعت نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ غلام عباس کی کوئی وقعت نہیں ہے میں جلتی پر تیل ڈالنے کی کوشش نہیں کر رہا میرا یہ بھائی کام کرنے والا آدمی ہے اور میں کام کرنے والے آدمی کی دل سے قدر کرتا ہوں یہاں جو لوگ بھی عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کریں گے ان کی اسی طرح leg pulling ہو گی آج میں بیوروکریسی کے خلاف بول رہا ہوں کل میرے خلاف چار نئے مقدمات بن سکتے ہیں مجھے پھانسی کے تختے پر چڑھا دو مجھے کوئی پرواہ نہیں لیکن خدا کے واسطے اس صوبے کے غریب عوام کے لیے کچھ کیجیے۔

جناب والا! ہسپتالوں کی حالت دیکھیے۔ میرے حلقے کا ایک ہسپتال ڈی۔ایچ۔ کیو ہے جس کا نام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال راولپنڈی ہے اس کی یہ حالت ہے کہ غریب دوائیوں کے لیے لائنوں میں لگے ہوئے ہیں میں نے وزیر صحت سے ایک دن کہا تھا کہ جناب آپ کے وزیر صحت بننے کے بعد مجھے بڑی خوشی ہوئی تھی کیونکہ مجھے نظر آ رہا تھا کہ آپ کم از کم کوئی انقلابی کام کریں گے لیکن آپ کے ہوتے ہوئے وہاں غریبوں کو دھکے مل رہے ہیں ان کو دوائیاں نہیں مل رہیں ایکس۔رے پلانٹ بند ہے ڈاکٹر اپنی عیاشیوں میں لگے ہوئے ہیں ایک۔ ایک بیڈ کے لیے تین تین ڈاکٹر ہیں کیونکہ وہاں میڈیکل کالج کے لوگ بھی ہاؤس جاب کرنے آتے ہیں اس کے باوجود وہاں غریب کو جگہ نہیں ملتی اور ہسپتال کی انتظامیہ نے بڑے فخر کے ساتھ ۴۵ لاکھ روپیہ lapse کروا دیا جو دوائیوں کے لیے تھا کہ جناب ہمیں اس پیسے کی ضرورت نہیں اصل میں وہ اپنی کارکردگی دکھانا چاہتے تھے تاکہ جاتے ہوئے میں اپنا نام good books میں لکھوا سکیں کہ میں نے غریب کا حق مار کر غریب کے حصے کی وہ دوائیاں بچا کر گورنمنٹ پنجاب پر بڑا احسان کیا چالیس لاکھ روپیہ حکومت پنجاب کے منہ میں اونٹ کے منہ میں زیرے کے برابر ہوتا ہے۔ آپ آج وٹو صاحب کے حلقے میں جائیے ایک سو پچاس

سکیموں پر ----- جناب والا! یہ وہ سکیمیں ہیں جو block allocations میں سے نہیں ہوئیں صرف ان کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان کو regular کروانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ اپنے حلقوں میں ترقیاتی کام کرواؤ لیکن ضابطہ اور اصول کے مطابق ہوں۔ مجھے تو آج یہ نوید سنائی گئی کہ آپ کے فنڈز ہم نے ریلیز کر دیے ہیں۔ میرے فنڈز مت ریلیز کیجیے۔ میرا حلقہ پسماندہ ہے لیکن میرے حلقے کے لوگ باغیرت لوگ ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر میں اپنے ایمان پر کھڑا رہا ' میں یہاں میاں نواز شریف کے ساتھ ڈٹ کر کھڑا رہا تو مجھے سارے شہر کے ترقیاتی فنڈز نہ بھی دیں میرے حلقے کو آپ کھنڈر بنا دیں مجھے پھر بھی نہیں ہرا سکتے ۔ اگر میں نے اپنے ایمان کا سودا کر لیا اور میں نے اپنے نام ان لوگوں کی فہرست میں لکھوا لیا جنہیں لوگ میر جعفر اور میر صادق کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ تو آپ یقین کیجیے پورے پنجاب کا بجٹ مجھے دے دیں میں راولپنڈی شہر پہ لگا لوں گا لیکن میں دو ہزار سے زیادہ ووٹ نہیں لے سکوں گا۔ لوگ commitment کو دیکھتے ہیں ' لوگ آپ کی وفا کو دیکھتے ہیں ۔ وفاؤں کو ترقیاتی کاموں کے عوض خرید کر آپ اپنی حکومت کو نہیں بچا سکتے ۔ آپ اپنی حکومت کو اگر بچا سکتے ہیں تو فلاحی کاموں کے ذریعے بچا سکتے ہیں۔ ایسے پروگرام پیدا کیجیے ' اپنے بجٹ میں ایسی گنجائش رکھیے کہ بیورو کریسی پر زیادہ سے زیادہ ہاتھ پڑے ۔ میرے مخالف یہ لوگ نہیں ۔ وہ میرے بھائی ہیں ' وہ میرے جیسے سیاستدان ہیں ۔ جو اپنی جائیدادیں بیچ کر اسمبلی میں پہنچے ہیں۔ قرضے لے کر اسمبلی میں پہنچے ہیں۔ ان میں بھی نوے فیصد لوگ ایماندار بیٹھے ہیں ۔ ادھر بھی لوگ ایماندار بیٹھے ہیں۔ ہم لوگ بے ایمان نہیں۔ وہ لوگ جو ہمیں آپس میں لڑا رہے ہیں اصل وہ لوگ ہیں۔ ان کی گردن تک ہم سب کا مشترکہ ہاتھ جانا چاہیے ۔ جب تک بیورو کریسی کا محاسبہ نہیں ہو گا ۔ یہ ملک کبھی ترقی نہیں کرسکتا ۔ یہاں کہا گیا کہ موٹر وے سے کمشن کھائی گئی ۔ جناب میں کہتا ہوں کہ موٹر وے کا منصوبہ جب پروسس میں تھا تو آپ کی حکومت آ گئی ۔ آپ کمشن نہ کھاتے ۔ جنھوں نے کمشن کھائی تھی ان کے پیٹوں سے نکلواتے ۔ لیکن اگر منصوبہ اچھا تھا تو اس کو جاری رہنا چاہیے تھا ۔ آج یہاں سے آپ راولپنڈی جائیں ٹریفک کا اتنا برا حال ہے ۔ سڑک اتنی بری حالت میں ہے کہ آپ آٹھ گھنٹے میں نہیں پہنچ سکتے۔ کل میں بہاولپور سے یہاں آیا مجھے نو گھنٹے لگے ۔ راستے میں تین جگہ میرا ایکسیڈنٹ ہونے لگا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اس صوبے کے ماتھے پر ترقی کا چاند لگائیں لیکن میرے اس صوبے کے ماتھے پر بدعنوانی اور رشوت کا گہن مٹا دیں۔ اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔ اس ملک کو

رشوت اور سفارش دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ یہاں دعوے کیے گئے کہ ہم سفارش نہیں کرتے۔ میرٹ پر بھرتیاں ہو رہی ہیں۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں تعلیم جیسے محکمہ میں بھی ایک ٹیچر کو بھرتی کرنے کے لیے دو سال کی تنخواہ ایڈوانس رشوت طلب کی جا رہی ہے ۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم میرٹ پر کام کر رہے ہیں۔ اگر یہ میرٹ پر کام کر رہے ہوتے تو فرسٹ کلاس ایف اے پاس نوجوان میرے گھر میں اینٹ اور گارے کا کام نہ کر رہا ہوتا۔ وہ کسی دفتر میں بیٹھ کر اپنی عزت کی روٹی کما رہا ہوتا۔ وہ مزدور جو اینٹ اور گارے کا کام کرتا ہے وہ بھی عزت کی روٹی کماتا ہے لیکن ہر آدمی کو میرٹ کے مطابق جو un-skilled اور un-educated آدمی ہے اسے اینٹ اور گارے کا کام کرنا چاہیے۔ یہ اس کے لیے باعث فخر ہے ۔ لیکن جو تعلیم یافتہ نوجوان ہے اس کو تھرڈ ڈویژن پر فوقیت ملنی چاہیے۔ یہاں اوپن میرٹ ہو ۔ جس کے جتنے زیادہ نمبر ہیں وہ ٹاپ والے لڑکے لے لیں اور باقیوں کو فارغ کر دیں۔ جب تک ہاشمی خان، غلام عباس، وصی ظفر، عمران مسعود، سردار ذوالفقار خان کھوسہ ناجائز اور نااہل لوگوں کی سفارش کرتے رہیں گے یا ملک کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔ ہمیں کھلی کتاب کی طرح اعتماد میں لیں ۔ اس اسمبلی کو بتائیں کہ ہم نے یہ سسٹم رائج کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین : آپ اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کریں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب ابھی تو میں نے شروع کیا ہے ۔ جناب والا! میں اپنے راولپنڈی شہر کی حالت زار آپ کو بتا دوں۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے آر ڈی اے کا قیام عمل میں آیا تھا۔ اس وقت ہماری حکومت تھی۔ آر ڈی اے کو قائم ہوئے سات سال ہو گئے ہیں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اس آر ڈی اے کو فعال کیوں نہیں بنایا جا رہا؟ میں نے بار ہا اس اسمبلی کے فلور پر کہا کہ آر ڈی اے کو آپ نے بیوروکریسی کا ایک کلب بنا رکھا ہے ۔ جہاں پر اٹھارہ، انیس اور بیسویں گریڈ کے لوگ آ کے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی ان کو فنڈ نہیں دیا جا رہا، کوئی ترقیاتی کام نہیں ہو رہا۔ میرے حلقے کو گولی مارو۔ راولپنڈی شہر میں اگر ساٹھ فیصد لوگ میرے ووٹر ہیں تو چالیس فیصد ووٹر آپ کے بھی ہیں۔ میرے ووٹروں کو چھوڑیے اپنے ووٹروں کے لیے کچھ کیجیے ۔ راولپنڈی شہر کی سڑکیں ٹوٹ چکی ہیں۔ اگلے مہینے برسات شروع ہونے والی ہے اور پھر ایک نئی تباہی مچائے گی ۔ لاکھوں کروڑوں کا نقصان ہو گا اور وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ وہاں جا کر مگر مچھ کے آنسو بہائیں گے کہ ہمیں بڑا افسوس ہے کہ غریب لٹ گئے ۔ اگر تم حاکم ہو، اگر تم سلطان ہو تو حضرت عمر کی طرح رات کو جا کے

لوگوں سے پوچھو کہ تمہارا حال کیا ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا کہ اگر دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو قیامت کے دن حضرت عمر جوابدہ ہو گا۔ آج لاکھوں انسان کتوں کی طرح مر رہے ہیں ۔ بھوک سے مر رہے ہیں ' گرمی سے مر رہے ہیں ' پسماندگی سے مر رہے ہیں۔ آج انسان کو ایک جانور کے برابر تو عزت دے دو ۔ آج کے حکمرانوں کبھی ان کے پاس جا کے دیکھو تو سہی وہ کس حال میں جی رہے ہیں۔ آپ کے تو ہوائی جہاز بھی آ گئے ' آپ کی گاڑیاں بھی آ گئیں۔ آپ کے محل پر ہر سال renovation کے بہانے کروڑوں روپیہ لگ جاتے ہیں۔ میرے خیال میں جب سے ہم نے یہ حکومت چھوڑی ہے تیسری بار اس کی تزئین و آرائش ہو رہی ہے اور اس پر کروڑوں روپیہ لگ رہا ہے ۔ مخدوم الطاف ' پنجاب کے نقیب ' ان سے حساب لو ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ کروڑوں روپیہ ذاتی رہائش گاہوں پر کس لیے لگا رہے ہو ۔ بیٹے کی شادی ہوتی ہے تب بھی سی ایم ہاؤس کو دلہن بنایا جاتا ہے۔ بھائی کی شادی ہوتی ہے تب بھی سرکاری خزانے سی ایم ہاؤس کی رونقیں بڑھائی جاتی ہیں۔ کسی عزیز کی شادی ہوتی ہے تب بھی سی ایم ہاؤس کی renovation ہوتی ہے۔ جناب والا! اس غریب عوام کی طرف بھی دیکھیے جو 2 مرلے کے مکان میں ' کرائے کے مکان میں تاریکیوں میں ڈوبا ہوتا ہے۔ آپ کو تو روشنیاں مل گئیں تاریکیاں ان کا مقدر بن کر رہ گئیں۔ ان کو جینے کا حق دے دیں ۔ میری آپ سے یہی التجا ہے ۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب چیئرمین، چودھری محمد عارف چٹھہ صاحب !

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ آپ کی وساطت سے چٹھہ صاحب سے میری گزارش ہے کہ ٹھنڈے طریقے سے تقریر نہ کریں۔ اگر ٹھنڈے طریقے سے کرنی ہے تو اس گرمی کے بعد چٹھہ صاحب کی تقریر کا مزا نہیں رہ جائے گا۔ بہتر ہے کہ تھوڑی سی گرمی پیدا کریں۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب سپیکر! جس کو بھی آپ بولنے کی اجازت دیتے ہیں وہ پہلے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے ۔ یہ بات مجھے اچھی معلوم نہیں ہوتی ۔ ہم کو لوگوں نے یہ حق دیا ہے کہ اجلاس میں آ کر ہم ان کی آواز اٹھائیں۔ اور ان کے حق کو ہم یہاں پر استعمال کر رہے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا شکریہ ادا نہ کریں کہ آپ نے ہمیں موقع دیا ہے ۔ ہمیں تو عوام نے موقع دیا ہے کہ ہم ان کی آواز ایوان میں اٹھائیں۔

جناب چیئرمین، میں آپ سے متفق ہوں۔

سید محمد خلیل الرحمن چشتی، جناب والا! یہ اخلاقی حق ہوتا ہے جس کو ادا کرنا چاہیے اور میرا خیال ہے کہ یہ اس حق سے عاری ہو چکے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود : عاری نہیں ہوا لیکن آپ کی غلامانہ ذہنیت ہے ۔ جناب عالی ' جناب عالی ' یہ آپ کرتے ہیں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ : خواجہ صاحب سے گزارش ہے کہ وہ جذباتی نہ ہوں۔ یہاں دونوں فریقوں کو موقع دیا جا رہا ہے۔ آپ بھی منتخب ہیں اور ہم بھی منتخب نمائندے ہیں اور آپ اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں ہمیں بھی موقع دیں کہ ہم اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اس لیے آپ کو جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں 96-1995ء کے بجٹ کے حوالے سے یہ عرض کر رہا تھا۔ آج قائد حزب اختلاف چودھری پرویز الٰہی صاحب نے بحث کا آغاز کیا۔ اس کے بعد دوستوں کو موقع دیا گیا۔ میں نہایت ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے اپوزیشن کے دوستوں کی طرف سے نہایت جذباتی طریقے سے تقاریر فرمائی گئیں۔ مگر میرے خیال میں وہ حقیقت سے کچھ ہٹ کر باتیں کرتے رہے۔ اگر حقیقت کے نزدیک آئیں تو ان کو یہ معلوم ہو گا کہ ان کے دور میں بھی کافی بجٹ پیش کیے گئے۔ وزیر خزانہ مخدوم الطاف کی طرف سے اسی پنجاب اسمبلی میں پیش کیے گئے ۔ وہ اس بجٹ کے حق میں تقاریر فرماتے رہے اور مخالفانہ تقاریر بھی سنتے رہے ۔ بجٹ کے حوالے سے ہمیشہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ فلاحی ہے ' عوام کے مفاد میں ہے اور عوام کو مفاد پہنچانے کے لیے ہی پنجاب کی حکومت نے یہ بجٹ پیش کیا ہے۔ تو ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ جو جناب مخدوم الطاف صاحب وزیر خزانہ پنجاب نے اسی ہاؤس اور اسی اسمبلی میں 15 تاریخ کو پڑھا ہے اس کے تمام اوراق اگر غور سے پڑھیں تو اس بجٹ میں پنجاب کے دیہاتی علاقوں کو خصوصی طور پر مفاد پہنچانے کے لیے اس قسم کی تجاویز اور اس قسم کی رقوم اور منصوبے رکھے گئے ہیں کہ جن سے میرے خیال میں خصوصی طور پر دیہاتی علاقوں کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ میرے خیال میں جو اس وقت پی ڈی ایف کی حکومت پنجاب میں قائم ہے یہ زیادہ تر دیہاتی ووٹوں کی بنیاد پر منتخب ہوئی ہے اور دیہاتی ووٹوں کی وجہ سے ہی آج یہاں پر یہ پی ڈی ایف کی حکومت قائم ہے ۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ شہر کے لوگوں نے محترمہ بے نظیر بھٹو یا پی ڈی ایف کو ووٹ نہیں دیے ۔ اس کی خصوصی وجوہات تھیں۔ وہ صنعت کار تھے ' ذخیرہ اندوز تھے ' وہ لوگ تھے جو کہ لوٹ کھسوٹ میں ملوث تھے۔ آج بھی ان کو تکلیف ہے ' آج بھی ان کے پیٹ میں درد ہے۔ جبکہ

زمیندار 1947ء سے لے کر آج تک اسی زمین پر انحصار کر رہا ہے۔ مگر یہاں کچھ لوگ----

شیخ محمد انور سعید : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : جی فرمائیے۔

شیخ محمد انور سعید : جناب والا! معزز رکن نے شہر کے تمام لوگوں کو ذخیرہ اندوز اور لوٹ کھسوٹ کرنے والے کہا ہے۔

چودھری محمد عارف چٹھہ : جناب والا! میں نے ان لوگوں کو ذخیرہ اندوز کہا جو واقعی ذخیرہ اندوز ہیں۔ آپ کو کیوں اس سے تکلیف ہو رہی ہے۔

شیخ محمد انور سعید : جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں ہمارے اسمبلی کے اراکین بھی ہیں اور شہر کے معزز لوگ بھی شامل ہیں۔ ان سب کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا ان کو اپنے الفاظ واپس لینے چاہیے۔

جناب چیئرمین : شیخ محمد انور سعید صاحب' انھوں نے سب کو نہیں کہا۔

شیخ محمد انور سعید : جناب انھوں نے شہر کے لوگوں کا کہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ شہر کے لوگوں نے محترمہ بے نظیر بھٹو کو ووٹ نہیں دیے ہیں اس لیے وہ ذخیرہ اندوز ہیں۔

وزیر محنت (ملک اقبال احمد خان لنگڑیال) : جناب سپیکر! چٹھہ صاحب نے مخصوص ٹولے کی بات کی ہے۔

چودھری محمد عارف چٹھہ : جناب والا ! ہم شریف آدمی اور شریف لوگوں کی عزت کرتے ہیں----

شیخ محمد انور سعید : جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ شہروں کے لوگ انتہائی شریف' سمجھ دار اور باشعور لوگ ہیں جنھوں نے ان کا جنازہ نکالا ہے۔

چودھری محمد عارف چٹھہ : جناب والا! میں شہر کے ان لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں جن کا اس مخصوص ٹولے سے تعلق ہے جو کہ ذخیرہ اندوز ہیں' جو منافع خور ہیں' جو ساری رات صنعت کے نام پر بجلی چوری کرتے ہیں' جو ساری رات سیلز ٹیکس چوری کرتے ہیں' جو ساری رات انکم ٹیکس چھپاتے ہیں' جو ساری رات بجلی کی تاریں ڈال کر بجلی چوری کرتے ہیں میں نے ان کا ذکر کیا ہے۔ میں نے ان ذخیرہ اندوزوں کا ذکر کیا ہے' ان جعلی صنعت کاروں کا ذکر کیا ہے جو کہ اسمبلی کے ممبر بننے سے پہلے کسی ایک کارخانے کے بھی مالک نہیں تھے آج وہ دس دس' بیس بیس' چالیس چالیس کارخانوں کے مالک ہیں۔ وہ بتائیں کہ وہ ان کے کیسے مالک بن گئے؟ یہاں اسمبلی میں زمیندار بھی موجود ہیں۔ زمیندار ممبرز

اپنی زمین فروخت کر کے یہاں ممبر بنتے ہیں ۔ یہاں ایسے صنعت کار موجود ہیں ' میں point out کر سکتا ہوں مگر میں کسی کی دل آزاری نہیں کرنا چاہتا ۔ میں ثابت کر سکتا ہوں ۔ آپ جی ٹی روڈ پر چلیں میں آپ کو دکھاتا ہوں کہ ۔۔۔۔۔

شیخ محمد انور سعید ، جناب سپیکر! معزز رکن فرما رہے ہیں کہ میں نے ایک مخصوص طبقے کا ذکر کیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طبقے کا بھی ذکر کیا ہے اگر انھوں نے بے نظیر بھٹو کے خلاف ووٹ دیے ہیں تو وہ باشعور لوگ ہیں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ ، جناب والا! میں ان باشعور لوگوں کا ذکر کرتا ہوں جو پھک کو رنگ لگا کر فروخت کرتے ہیں ' میں ان باشعور لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں برفی میں دیسی چینی ملا کر فروخت کرتے ہیں۔ میں ان باشعور لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں جو رات کو تار خرید کر ' واپڈا کی تار کو ڈال کر دس دس لاکھ روپے کے برتن فروخت کرتے ہیں ۔ میں ان باشعور لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں جو صبح بابائے قائداعظم کی ٹوپی اور اچکن پہن کر افسر شاہی کو سلام کر کے مفادات حاصل کرتے ہیں ۔

چودھری ظہیر الدین ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب چیئرمین ، چودھری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

چودھری ظہیر الدین ، جناب سپیکر ! تھوڑی دیر پہلے قائد حزب اختلاف نے جب اس بحث کا آغاز کیا اور اس کے بعد بھی کتنے ہی معزز اراکین اپوزیشن نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور جتنے تحمل اور بردباری سے ان کو سنا گیا اس کے برعکس اب جب چٹھہ صاحب تقریر کر رہے ہیں تو ان کی تقریر میں پوائنٹ آف آرڈر کے نام پر کتنی مداخلت ہو رہی ہے کیا یہ مناسب ہے ؟ معزز رکن نے دو دفعہ جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے آپ اس بارے میں فیصلہ کیجیے کہ کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے؟ کیا یہ مناسب ہے ؟ کیا اس طرح بجٹ پر بحث چل سکے گی ؟ اپوزیشن کے دوستوں کو چاہیے کہ اپنی تقاریر میں ان باتوں کا دفاع کر لیں۔

جناب چیئرمین ، آپ نے بجا فرمایا ہے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ شیخ محمد انور سعید صاحب آپ اپنی تقریر میں یہ باتیں کر لیجیے گا۔ چٹھہ صاحب کی تقریر میں مداخلت نہ کریں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ ، جناب سپیکر! میرے دوست کو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔ میں ان

لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں جو ترازو کو غلط استعمال کرتے ہیں ' جو گز کو غلط استعمال کرتے ہیں ' جو اپنے گز کو چھوٹا کرتے ہیں ' جو ترازو کو چھوٹا کرتے ہیں ۔ میں نے ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ چاقو بناتے ہیں تو اپنی من مانی قیمت مانگتے ہیں۔ ہمارا حال دیکھو۔ مکئی کو کاشت کرنا کتنا مشکل کام ہے ' گنے کو کاشت کرنا کتنا مشکل کام ہے ' کپاس کی کاشت کتنا مشکل کام ہے ۔ ہم قومی مفاد کے لیے کام کرتے ہیں مگر ہم اپنی جنس کی قیمت نہیں مانگ سکتے پھر بھی یہ باتیں کرتے ہیں۔ یہ جو کچھ بھی کرتے ہیں ' ساری رات صنعت کار جس طریقے سے بجلی چوری کرتے ہیں ------- میاں صاحب میری گزارش سنیں دیہات میں اگر کوئی آدمی ایک گائے کی چوری کرتا ہے تو وہ چودہ دن کے لیے پولیس کا ریمانڈ کاٹتا ہے۔ پھر وہ عدالتوں کا چکر لگاتا ہے ' چالان ہوتا ہے ' تشدد کا شکار ہوتا ہے۔ پھر کچہری میں ذلیل ہوتا ہے۔ ازحائی تین سال کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ گناہ گار ہے یا بے گناہ ہے۔ یہ ساری رات ڈیڑھ کروڑ کی چوری کرتے ہیں۔ کروڑوں کی چوری کرتے ہیں -------

سہیل احمد نون ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین ، جی فرمایئے۔

سہیل احمد نون ، جناب سپیکر! معزز رکن اسمبلی irrelevant بات کر رہے ہیں۔ وہ بجٹ سے متعلقہ کوئی بات نہیں کر رہے۔ آپ ان سے کہیں کہ وہ بجٹ سے متعلقہ بات کریں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ ، میں بجٹ کی ہی بات کر رہا ہوں ۔

میاں اظہر حسن ڈار ، جناب والا ! چٹھہ صاحب رات کی بات کرتے ہیں دن کی بات نہیں کرتے میرے خیال میں رات کی بات میں کچھ راز کی بات ہے اور جو راز کی بات ہے وہ ہاؤس میں آ رہی ہے۔

چودھری محمد عارف چٹھہ ، میاں صاحب آپ تشریف رکھیں میں ابھی ان کا گھر پورا کرتا ہوں۔ ہمارے دوست قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر کا آغاز -----

میاں محمد ثاقب خورشید ، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب چیئرمین ، جی ثاقب خورشید صاحب۔

میاں محمد ثاقب خورشید ، جناب والا ' موصوف میرے چچا ہیں لیکن بڑے افسوس کے ساتھ میں یہ بات کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ موصوف PAC-II کے چیئرمین ہیں۔ شاید یہ بھول گئے ہیں

کہ ان کے اختیارات بیوروکریسی کے منہ زور گھوڑے کی طرح ہیں۔ انھوں نے اپنے اختیارات کو عوام کی طرف استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیا ان کو آپ نے PAC کی چیئرمین شپ سے علیحدہ کر دیا ہے؟

جناب چیئرمین: آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: تو جناب میں ذکر کر رہا تھا کہ اپوزیشن لیڈر نے اپنی تقریر کا آغاز ہی 11-B سے شروع کیا۔ آپ 11-B کی بات سن لیں۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ قانون تو بہت اچھا بنا ہے۔ قانون کی تو وہ تعریف کرتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ اس کا استعمال غلط ہوا ہے۔ آج انھیں یہ قانون بہت اچھا لگا ہے جبکہ ان کے اپنے دور میں ان کے اپنے ضلعے میں جو قتل و غارت گری انھوں نے خود کروائی اور جتنے قتل ان کے خاندان نے کروائے تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اب وہی کہتے ہیں کہ جی 11-B کا استعمال غلط ہو رہا ہے۔ 11-B کا قانون بنانے میں اس حکومت کو شرف حاصل ہے اس حکومت نے پابندی لگائی، اس حکومت نے یہ قانون بنایا۔۔۔۔۔۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! میں relevant بات کروں گا۔ قائد حزب اختلاف نے ایک واقعہ کا حوالہ دیا تھا۔ جو آپ نے میں نے اور اس سارے ہاؤس نے سنا تھا۔ ہاؤس اس وقت in session تھا جب یہاں پر کلاشنکوفوں کی فائرنگ ہوئی تھی۔ اب یہ بالکل چودھری صاحب کے خاندان پر personal attack کر رہے ہیں۔ چودھری صاحب کے خلاف یا ان کے خاندان کے خلاف قتل کرنے یا کرانے کی کبھی بات نہیں ہوئی۔ انھیں روکا جائے کہ personal بات نہ کریں ورنہ پھر جب ہم personal پر اتر آئیں گے تو پھر یہ چیخیں گے۔

جناب چیئرمین: آپ ذرا ذاتیات سے ہٹ کر بات کریں۔ وہ تقریر کا جواب دے رہے ہیں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: اس حکومت کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے فرقہ واریت کو ختم کیا۔ اس نے وال چاکنگ کا قانون بنایا۔ اس نے تجاوزات کو ختم کیا۔ آج جو میرے یہ دوست بیٹھے ہوئے ہیں یہ ضیاء الحق کی باقیات ہیں۔ ضیاء الحق ایک مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا اس کو بھی یہ شرف حاصل

نہیں ہوا کہ وہ تجاوزات ختم کرتا۔ میں دعویٰ کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ ناجائز تجاوزات کن کی ختم ہوئیں؟ انھی لوگوں کے ختم ہوئے جن کے ناجائز تجاوزات تھے۔ جو آج اقتدار کے بھوکے ہیں (نعرہ ہائے تحسین) جنھوں نے اپنے اقتدار کو غلط استعمال کیا جنھوں نے غلط عمارتیں بنائیں جنھوں نے غلط کارخانے لگائے جنھوں نے غلط تعمیرات کیں جنھوں نے سڑکوں پر ناجائز تجاوزات کیں اور حکومت پر بھی ناجائز تجاوزات کرتے رہے۔ کیونکہ وہ آرڈر ہوتے تھے کہ appoint him in relaxation of rules ban, age and every term of rules ایسے ڈائریکٹو موجود ہیں ۔ وہ قانون غلط تھا یا آج کے قانون غلط ہیں؟ آج جو قانون بنایا گیا ہے وہ عوام کے مفاد کے لیے بنایا گیا ہے۔ وال چاکنگ اور بارانی تعلیم کی بات کی تھی کہ یہ 42 ہزار اساتذہ بھرتی کر رہے ہیں۔ ہم جو اساتذہ بھرتی کر رہے ہیں وہ فرسٹ ڈویژن اور سیکنڈ ڈویژن کر رہے ہیں۔ گریجوایٹ کر رہے ہیں بی اے، بی ایڈ کر جنھوں نے ٹیکنیکل تعلیم حاصل کی ہے وہ بھرتی کر رہے ہیں۔ ان کے دور کی طرح تھرڈ ڈویژن بھرتی نہیں کر رہے۔ میرے دوست نے کہا کہ آج یہ بھرتی کر کے ہمارے بچوں کو خراب کریں گے۔ میں اپنے دوست سے پوچھتا ہوں کہ وہ جو اس دور میں آپ نے بغیر میرٹ کے تھرڈ ڈویژن بھرتی کیے انھوں نے تو آپ کے بچے خراب نہیں کیے ۔ تو آج آپ کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ حکومت لوگوں کو روزگار دینے لگی ہے اور روزگار کے مواقع دے رہی ہے۔ آپ نے تو چار سال سے بین لگایا ہوا تھا لیکن اس حکومت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ حکومت انقلابی اصلاحات کر رہی ہے۔ یہ اسی حکومت کو شرف حاصل ہے کہ اسی بجٹ میں یہ رقوم رکھی گئیں کہ دیہاتوں میں پانی کا جو ضیاع ہوتا ہے وہ محکمہ آبپاشی اور واٹر مینجمنٹ ہے وہ تمام کھالوں کو پکا کرے تاکہ پانی کا ضیاع نہ ہو۔ زراعت کے شعبے میں زیادہ سے زیادہ رقوم رکھی گئی ہیں تعلیم کے شعبے میں زیادہ رقم رکھی گئی ہے بنیادی صحت کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے زیادہ رقوم رکھی گئی ہیں اور یہ امن و امان کی بات کرتے ہیں آج خدا کے فضل سے پنجاب کی حکومت کو یہ شرف حاصل ہے کہ موجودہ محرم اس طریقے سے امن و امان کے ساتھ گزرا ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی (نعرہ ہائے تحسین) تو یہ کیا چاہتے ہیں کہ کلاشنکوف کے کلچر کا رواج رکھیں ۔ یہ کیا چاہتے ہیں کہ منشیات کی فروخت کا رواج رکھیں ۔ ہم شرافت اور دیانت کا رواج ڈال رہے ہیں۔ ہم امانت کا رواج ڈال رہے ہیں ۔ ہم شریفانہ طریقے سے حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ انتقامی کارروائی نہیں ہو رہی۔ آج پنجاب کے ہر حلقے میں ترقیاتی کام ہوتے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے۔ سکول

تعمیر ہو رہے ہیں۔ سڑکوں کی مرمت ہو رہی ہے نئی سڑکیں تعمیر کی جا رہی ہیں۔ ہسپتالوں میں ادویات پہنچائی جا رہی ہیں۔ ایسے وقوعے نہیں ہو رہے کہ دو ٹرکوں پر ادویات لاہور سے بہاولپور جائیں اور میاں چنوں میں یہ پرچہ دے دیا جائے کہ ڈکیتی ہو گئی ہے۔ آپ کے دور میں وہ ادویات لاہور سے چلتی ہی نہیں تھیں۔ ڈاکے کے پرچے راستے میں جعلی ہو جاتے تھے کہ وہ لوٹ لیے گئے ہیں اور وہ آپ کے لوگ کھا پی جاتے تھے۔ جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ آپ دیکھ لیں کہ موجودہ بجٹ کے حوالے سے جو بھی کام کیا گیا ہے وہ مفاد عامہ کے لیے کیا گیا ہے۔ لوگوں کی بہتری کے لیے کیا گیا ہے۔ کسی بات پر تعصب نہیں ہے۔ جناب والا! میرے دوستوں نے مختلف اعتراضات کیے ہیں۔ آج پنجاب امن کا ایک گہوارہ بن چکا ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ حکومت نے کس طرح دلیرانہ فیصلے کیے ہیں۔ جو لوگ لوگوں کی جان و مال اور عزت سے کھیل رہے تھے۔ آپ کی اس پولیس نے جس پر آپ الزامات لگا رہے ہیں۔ وہ مفرور جن کی آپ نے پرورش کی تھی جو آپ کے پیشرو میں پروردہ تھے اس پولیس نے کس طریقے سے ان کو پکڑا اور کس طریقے سے ان کو قانون کی گرفت میں لایا گیا۔ آپ اسی طریقے سے تمام محکموں کی کارکردگی دیکھ لیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے تمام محکمے ترقی کی راہ پر گامزن ہو چکے ہیں۔ مگر آپ کسی طریقے سے ان کو اس راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں لیکن پنجاب حکومت نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ دیانت داری سے شرافت اور امانت کے طریقے سے عوام کی خدمت کی جائے۔ اپوزیشن نے اپنے مختلف طریقوں سے افراتفری پھیلانے کی پوری کوشش کی لانگ مارچ کیا ٹرین مارچ کیا۔ آج بھی کلرکوں کو اکسا رہے ہیں۔ کیونکہ کلرک کبھی بھی سڑکوں پر نہیں آنا چاہتے ان کے پیچھے بھی ان لوگوں کا ہاتھ ہے جو جمہوریت مستحکم ہوتے نہیں دیکھنا چاہتے۔ جب حکومت نے کلرکوں کو ان کا مفاد دے دیا ہے۔ بجٹ میں ان کی تنخواہ بڑھا دی گئی ہے تو اس طریقے سے آج آپ حکومت کا ساتھ دیں۔ آپ آج حکومت کے اچھے کاموں کی تعریف کریں۔ جو بل آپ نے پیش کیا ہم نے اس کا ساتھ دیا۔ جو بل ہم پیش کرتے ہیں وہ لوگوں کے مفاد میں ہوتا ہے تو آپ واک آؤٹ کرتے ہیں۔ واک آؤٹ کرنا کوئی مردانگی نہیں ہے۔ ہم آپ کے سامنے باتیں کرتے ہیں۔ آپ یہاں بیٹھ کر جمہوری طریقے سے مقابلہ کریں۔ یہی آپ کے لیے بہتر ہے۔ یہی عوام کے لیے بہتر ہے۔ یہی پاکستان کے لیے بہتر ہے اور یہی قوم کے لیے بہتر ہے۔ پاکستان زندہ باد۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب چیئرمین ، جی نیازی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا! میں چٹھہ صاحب کا شکریہ ادا کروں گا کہ کم از کم انھوں نے بھی اپنی تقریر میں تھوڑا سا دم پیدا کیا اور گرمی دکھائی ۔ ہمارا خیال تو تھا کہ وہ ٹھنڈے ماحول میں تقریر کریں گے ۔ لیکن میرے خیال میں تھوڑا سا ضرورت سے زیادہ ہی آگے نکل گئے ہیں۔ جناب والا! ایسے بندے کے پاس پانی کا گلاس رکھوا دیا کریں ۔

جناب چیئرمین ، اب میں صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں ۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ' الصلواۃ و السلام علیک یا رسول اللہ الصلواۃ و السلام علیک یا حبیب اللہ O جناب سپیکر ! بات ایک ہو تو تقریر بنتی ہے۔ در اصل ہر محکمے میں لوٹ مار شروع ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسلام میں جو یہ سزا ہے کہ قتل کا بدلہ قتل وہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کسی کو قتل کرے اور جو آدمی اپنے آپ کو پھندے میں ڈالے وہ خود کشی ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستانی اکثریت جو ہے وہ پاکستان کو تباہ کر رہی ہے اور وہ خود کشی کر رہی ہیں۔ جب ہم ہندوستان کی دشمنی کی طرف دیکھتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان تو دشمن ہے ہی لیکن پاکستانیوں کی اکثریت پاکستان کی دشمن ہے۔ اگر ڈی سی ' ایس پی اور اے ڈی ایل جی ' یہ حضرات درست ہوتے انجینیر درست ہوتے تو پاکستان آج اتنی ترقی کر گیا ہوتا کہ ہندوستان کو جرأت نہ ہوتی کہ وہ کشمیر میں مسلمانوں کا قتل عام کرے ۔ پاکستان اگر ترقی نہیں کر سکا۔ سعید اکبر صاحب اسے کی گل اسے سٹارٹ کر کے تے بوتھا ادھر کر لیا جیے۔ sorry لفظ میرے منہ وچوں غلط نکل گئے ہیں۔ ویسے بوتھا تے منہ اکو ای چیز اے پنجابی دا لفظ اے۔

جناب سپیکر! اگر ایم پی اے حضرات سنجیدگی اختیار کریں بلکہ ان کو سنجیدہ ہونا چاہیے۔ میں نے مولانا رومی کی ایک حکایت پڑھی ہے ایک اونٹ جا رہا تھا ایک چوہے نے اس کی لگام پکڑ لی ' لنگڑیال صاحب وہ چوہا جو تھا بڑے فخر کے ساتھ اونٹ کو lead کر رہا تھا۔ تھوڑی دور گئے تو دریا تھا ' پانی تھا ' چوہا کھڑا ہوگیا اونٹ نے کہا کہ اب جاتے کیوں نہیں چلتے کیوں نہیں؟ اس نے کہا کہ تم دیکھو یہ پانی کتنا ٹھنڈا ہے۔ اونٹ نے جب اپنی ٹانگیں اس پانی میں ڈالیں تو اس نے کہا کہ میرے تو گھٹنوں تک ہے ' چوہا بولا تیرے گھٹنوں تک ہے لیکن میں تو غرق ہو جاؤں گا۔ وہ بھاگ گیا مطلب [illegible] قوم کے ساتھ مرے اور قوم کے ساتھ جیے۔ لیڈر وہ ہوتا ہے جو چھاؤں میں

لیڈر ہو تو پھر دھوپ میں بھی لیڈر ہو۔ میرا عرض کرنے کا مطلب یہ ہے۔۔۔۔(قطع کلامیاں) وزیر زراعت صاحب ایویں ہریالی نہیں آندی۔

وزیر محنت ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! فاضل دوست بے حد قابل احترام ہیں انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا ہے اور اب انہوں نے چوہے اور اونٹ کی جو مثال دی ہے ۔ آیا اس میں حقیقت ہے کہ [* * * * *] میرے دوست اس کی وضاحت کر دیں۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

MR SPEAKER: I call the House to order.

وزیر محنت ، جناب والا! آپ کے یہاں آنے سے پہلے ہمارے محترم بھائی نے تلاوت کلام پاک سے اپنی تقریر شروع کی اور اس کے بعد انہوں نے ہمیں ایک محاورا سنایا کہ [* * * * *] کی لگام پکڑ لی۔ میں یہ وضاحت چاہتا ہوں کہ واقعی [* * * * *] اور پھر اس کو آگے لیجا کر ڈبو سکتا ہے انہوں نے کلام پاک پڑھ کر جو یہ کہا تھا کہ میں بھی تقریر کروں گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ سعید احمد شرقپوری صاحب نے بڑی خوبصورت مثال دی ہے کہ [* * * * *] لیکن لنگڑیال صاحب سمجھے نہیں ہیں اور واقعی ہی پنجاب کی لگام کا بھی یہی حال ہو رہا ہے ذرا خیال کریں انہوں نے بڑی اچھی مثال دی ہے۔۔۔۔

جناب سپیکر ، آپ بھی مہربانی فرمائیں اور یہ جملہ کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔

وزیر محنت ، اگر یہ بات بنیادی طور پر غلط ہے تو نیازی صاحب کی عقل میں یہ بات نہیں آئی۔

جناب سپیکر ، آپ شرقپوری صاحب کو موقع دیجیے وہ بتائیں گے کہ آپ نے جو سمجھا ہے کیا سمجھا ہے؟

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری ، جناب والا! یہ مولانا روم کی حکایت ہے میں نے کسی کو چوہا نہیں کہا۔ اس میں سبق ہے کہ لیڈر وہ ہونا چاہیے جو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ جناب سپیکر! آپ کا چہرہ دیکھ کر میں یہ سوچ رہا ہوں کہ میں کیسٹ کو reverse کروں اور آپ کو دوبارہ تقریر سناؤں کیونکہ پہلے جو سپیکر تھے ان کو میں سپیکر سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔۔۔۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں یہ مناسب نہیں ہے انہیں سپیکر سمجھنا چاہیے اور ایک بات ذہن میں رکھیے گا

***(بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

کہ میں جب یہاں پر حاضر نہیں ہوتا تب بھی میں آپ کی باتیں سن رہا ہوتا ہوں اور یہ اندازہ کرکے کہ آپ کی تقریر شروع ہوئی ہے میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ فرمایئے اور اب تک آپ نے جو کچھ فرمایا ہے میں نے اسے بڑی حد تک سنا ہے۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ پاکستان کو تباہ وبرباد ہماری اکثریت نے کیا ہے۔ ہندوستان دشمن ہے لیکن ہندوستان تو اسلام کی وجہ سے دشمن ہے اور ہم خود پاکستان کے دشمن ہیں ہندوستان کی دشمنی کی بات تو بعد میں آتی ہے۔ پاکستان میں اگر آفیسرز حضرات درست ہوتے اسے ڈی ایل جی چور نہ ہوتے سڑکوں کے فنڈز نہ کھاتے یہ ڈی سی ایس پی رشوت نہ لیتے تو پھر پاکستان اتنی ترقی کر گیا ہوتا کہ آج ہندوستان کشمیر میں قتل عام نہ کرتا۔ ان کی تنخواہوں پر حکومت کا پیسہ خرچ ہوتا ہے میں اسی حوالے سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ قومی خزانہ لوٹا جا رہا ہے۔ اب تو میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں ۔ کیونکہ یہاں اگر ڈی ایس پی کو شکایت کی جائے تو وہ بھی رشوت میں ملوث ہے ایس ایس پی کے آگے شکایت کریں وہ بھی رشوت میں ملوث ہے۔ شکایت کس کے آگے کریں۔ اب تو میں نے یہ سوچا ہے کہ ہندوؤں کے خلاف تو جہاد کرنا ہی ہے۔ کورٹ میں جانا چاہیے اگر کورٹ سے انصاف نہیں ملتا تو کم ازکم ضلع شیخوپورہ کے جو ضلعی افسر ہیں ان کے ساتھ تو دس بارہ ہزار آدمی لے کر جہاد کرنا چاہیے۔ ان کو پھینٹی لگانی چاہیے۔ ان کو سڑک پر لٹا کر جوتیاں مارنی چاہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے ؟ میں کوئی غلط چیز نہیں کر رہا۔ بات میں یہ کر رہا ہوں کہ اگر کرپشن ختم نہیں ہوتی اور کرپشن prove بھی نہیں ہوتی۔ کرپشن کا ثبوت بھی نہیں ملتا------

حاجی محمد افضل چن : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے بڑے قابل احترام بھائی ہیں میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں۔ جناب والا! صرف گزارش اتنی ہے کہ جس طرح ایک شاعر نے کہا ہے،

نہ کہہ رندوں کو حرف سخت واعظ
درشت اہل جہنم کی زبان ہے

جناب والا! میری صرف گزارش اتنی ہے کہ آفیسر بھی ہمارے ہی بھائی ہیں ہم سب جو کچھ ہیں سب کو پتا ہے۔ میری گزارش اتنی ہے کہ آپ عالم لوگ ہیں آپ کو یہ جوتوں والے الفاظ زیب نہیں دیتے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ کارروائی سے بھی یہ الفاظ حذف کر دیے جائیں۔ کسی کے جذبات مجروح کرنا بھی اچھی بات نہیں ہے۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : میں نے کسی کو یہ نہیں کہا کہ یہ کرپٹ ہے ' میں نے کسی کا نام لے کر نہیں کہا کہ یہ کرپٹ ہے۔ میں نے کہا ہے کہ جو کرپٹ ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ تو چوری کرے گی تو تیرے بھی ہاتھ کاٹ دیے جائیں گے۔ تو میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ کرپشن تو ختم ہوتی ہی نہیں .....

حاجی محمد افضل چن : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! فاضل رکن نے ایک ایسا جملہ فرمایا ہے کہ استغفراللہ ' نعوذباللہ حالانکہ قران پاک میں یہ لکھا ہوا ہے کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔

پھر چوری کا شبہ کیسے ہو سکتا ہے نعوذ باللہ فاطمۃ الزہرا چوری کریں گی۔ جناب والا! یہ بناوٹ بنائی گئی ہے ورنہ یہ بات ہرگز نہیں ہے۔ سورہ عذاب پڑھیں جن کی ضمانت قران پاک دے رہا ہے۔ جو اس چادر تطہیر کے نیچے آنے والے لوگ ہیں۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ (سورۃ احزاب) تو ان پر چوری کا شائبہ کیسے ہوسکتا ہے ؟

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب میں عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، عارف صاحب۔

سید محمد عارف حسین بخاری : جناب والا! میں عرض یہ کرنا چاہ رہا تھا کہ شاید مقرر بلاغت لسانی سے اپنا موقف واضح نہیں کرسکے۔ حدیث شریف میں یوں ہے کہ آپ نے کسی چوری کے مقدمے میں فرمایا کہ اگر میری فاطمہ سے بھی یہ جرم سرزد ہوتا تو..... وہ جملہ شرطیہ ہے اور شرطیہ جملے کا اطلاق علماء سمجھتے ہیں۔ انہوں نے جو الفاظ بیان کیے تھے مقصد ان کا یہی تھا لیکن وہ بلاغت لسانی سے ایسا کہہ گئے۔ بہرحال وہ جملہ شرطیہ ہے اور جو کچھ اہل بیت کی طہارت کے متعلق اور ان کی عصمت کے متعلق جن صاحب نے فرمایا ہے وہ ہمارا بھی عقیدہ اور ایمان ہے۔

جناب سپیکر : ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ جی' جناب شرقپوری صاحب۔۔۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : میں تو تصور بھی نہیں کرسکتا کہ سیدۃ النساء سے یہ چیز سرزد ہوسکے۔ ہم تو ان کی جوتیوں کو بھی چومنے کو تیار ہیں۔ دراصل حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ بات کہہ کر سبق دے دیا کہ کوئی بھی جرم کرے اسے سزا ملے گی۔ جناب والا! میرا عرض کرنے کا مطلب یہ

ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ برائی کو دیکھو تو ہاتھ سے روکو۔ ہاتھ کی طاقت نہیں تو پھر زبان سے روکو۔ "توسی وی حدیث لکھ لیا کرو۔ اپنا ای اصول اے رپورٹراں دا۔ صحافت اینج کردی اینج کردی حدیثاں لکھیا کرو"۔

جناب سپیکر، شرقپوری صاحب آپ اوپر نہ دیکھا کریں۔ نظریں نیچی رکھا کریں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، بس جی اتھوں تک رہے گی بس تہاڈے سر تک رہے گی اور اگر زبان کی طاقت نہ ہو تو پھر ایگریکچر منسٹر صاحب پھر دل سے برا جانو۔ تو عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے یہاں پر ذرا برابر بھی مذاق کرنا یہ تو سوئے ادب ہے۔ اگر کوئی کنٹرول نہیں ہوتا تو پھر میں نے تو یہ تہیہ کیا ہے کہ یہ اسٹیج آجائے گی کہ پھر،

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجٰھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

جہاد والی آیت تو ہے۔ تو پھر جہاد کے سلسلے میں جو لوگ ملک کو تباہ کر رہے ہیں میں سوچتا ہوں کہ ان کے ساتھ لڑنا بھی جہاد ہے۔ اللہ کرے یہ نوبت نہ آئے یہ بڑی خطرناک نوبت ہے یہ آنی بھی نہیں چاہئے۔ ویسے میں سوچتا ہوں کہ ہم خودکشی کر رہے ہیں یہ بجٹ ہی کی بات ہے۔ چونکہ بلڈنگیں بنتی ہیں تنخواہیں دیتے ہیں۔ تو جناب والا! اتنے اتنے میڈیکل کالج بنے، میڈیکل یونیورسٹیاں بنیں، وزیر زراعت صاحب یہ بجٹ ہے اور انجینئرنگ یونیورسٹیاں بنیں۔ "یا میں دلوں گلاں کرناں تسی میری وی قوالی کردے او۔ مڑ جاؤ۔" تو انجینئرنگ یونیورسٹیاں بنیں۔ ان پر کروڑوں روپے خرچ ہوئے۔ پاکستان میں بڑے بڑے قابل ڈاکٹر اور انجینئر مقابلے کے امتحانات کے ذریعے AC ۔ اور ASP بن چکے ہیں۔ مجسٹریٹ بنے ہیں۔ یہ جو چیز ہے اس پر بین ہونا چاہئے۔ ڈاکٹر اور انجینئر پر بین ہونا چاہئے کہ ان پر کروڑوں روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ یہ اپنی ہی فیلڈ میں کام کریں۔ ان کو مقابلے کے امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔

جناب والا! میری ایک اور عرض ہے یہ جو ڈویلپمنٹ فنڈز ہیں ان کے بارے میں ایم پی اے اور ایم این اے حضرات کو چاہئے کہ یہ سولنگ سکیم کو ختم کردیں۔ اس سولنگ سے ہمارا پیسہ ضائع ہوتا ہے۔ گاڑیوں کے ٹائر تباہ ہوتے ہیں، گاڑیوں کی باڈیاں تباہ ہوتی ہیں۔ اور ان کے انجن تباہ ہوتے ہیں اور ان کی گاڑیاں تباہ ہوتی ہیں۔ (مداخلتیں) "چلو مرگیا تے یاد کرو گے کہ میاں سعید تہانوں ہساندا سی [illegible] کوئی لمبی تقریر کرنی نہیں۔ یاد تسی مینوں کھلار کے enjoy

پئے کر دے او انج نہ کرو۔" جناب والا! سولنگ سکیم ایم پی ایز کو ختم کردینی چاہئے۔ پختہ سڑکیں بنانی چاہئیں۔ ایم پی ایز کیا کرتے ہیں ' ووٹ بناتے ہیں' میں نے جتنی سکیمیں دی ہیں metalled roads دی ہیں اور ملک کا پیسہ ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ووٹ اگر ضائع ہو بھی جائے اس بناء پر تو ہوجائے لیکن پیسہ ضائع نہ ہو ' ملک کی معیشت تباہ نہ ہو ۔ یہ ٹائر تباہ ہوتے ہیں ' پھر گاڑیاں تباہ ہوتی ہیں۔ economically اس کو اگر آپ ضرب تقسیم دیں اس کا حساب کریں تو پھر یہ سولنگ سمیت ملک کا کروڑوں روپے کا نقصان ہو جاتا ہے اور سولنگ ٹوٹ بھی جاتا ہے۔ اور لوگ اینٹیں اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ سنا ہے کہ خواتین دیہات میں اینٹیں اٹھا کر چولہے بھی بنا لیتی ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!

جناب سپیکر، آخر میں۔۔۔۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، " مینوں ہن فوت کردجے۔ اجے عزرائیل نہیں آیا۔ عزرائیل کوئی حنیف رامے نیں عزرائیل تے جدوں آئے گا آجائے گا۔ لو جی ختم۔ اسے آخری تقریر میری اسے ۔ اسے دی میں تہانوں دس چھڈاں۔" جناب والا! یہ پاکستان کی تباہی ' یہ پاکستان کی بربادی' یہ میرٹ کے بغیر جو ملازمتیں ہوتی ہیں یہ غریبوں کے ساتھ ظلم ہے۔ (ایوان میں سے آواز نعرہ تکبیر) آکھو ہن اللہ اکبر۔ ہن کل گھٹیا گیا اسے ۔ نعرہ رسالت ۔ آکھو یا رسول اللہ ۔ مینوں زکام لگا ہویا اسے ۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ۔۔۔۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر۔۔

جناب سپیکر، جی ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب والا! اس ایک منٹ پر اتنے ممبران تشریف فرما ہیں۔ پوری اسمبلی کا جتنا عملہ اور ہماری گیلریوں میں بیٹھے ہوئے ہمارے سرکاری ملازمین۔

جناب سپیکر، گیلریوں میں بیٹھے ہوئے سرکاری ملازمین؟

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، اس ایک منٹ کا اگر حساب کیا جائے۔ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو قوم کا لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اور میں نہایت ادب کے ساتھ اپنے بھائی سے بھی اور اپنے دوستوں سے بھی کہوں گا کہ پھر ہم گلہ کرتے ہیں کہ یہ بجٹ بیورو کریسی بناتی ہے ۔ ہمارے اختیار میں کچھ

نہیں۔ وزیر خزانہ نے صرف تقریر پڑھ کر سنا دی۔ انہیں کچھ پتا نہیں۔ جب ہماری سنجیدگی کا یہ عالم ہو تو پھر ہمیں کس پر رحم کرنا چاہئے ۔ آج اس بجٹ پر آنے والے پورے ایک سال کا ساڑھے سات کروڑ عوام کے مستقبل کا دارو مدار ہے۔ اور ہم اس مزاحیے کو جس طریقے سے ہم لے رہے ہیں میرے خیال میں آپ بھی اس کو محسوس کر رہے ہوں گے۔

جناب سپیکر: میں تو بہت محسوس کر رہا ہوں۔ لیکن مجھے یہ کہنے دیجئے کہ اگر آپ خود بھی محسوس کرنے لگ جائیں۔ تو بات بن جائے گی۔ سب سے پہلے تو ہم شرقپوری صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہنسانے کی بجائے سنجیدگی سے اپنے موضوع پر تشریف لائیں اور بات کریں اگر کوئی بات ہے تو۔ نہیں تو کسی اور کو موقع دیں۔ جی---

جناب انعام اللہ خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر جناب سپیکر!

جناب سپیکر: جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: میں اپنے بھائی اقبال خاکوانی صاحب کی بات کو تھوڑا سا آگے بڑھاتے ہوئے تھوڑی سی بات اور پوائنٹ آؤٹ کروں گا۔ جہاں تک منسٹر صاحبان کی ذات کا تعلق ہے وہ تو کشمکش کا شکار ہیں اور اپنے bosses کے آگے اس وقت صلاح مشورے میں مشغول ہیں۔ لیکن جناب والا! جو سب سے بڑی بات پوائنٹ آؤٹ کرنے والی ہے وہ افسران کی یہاں پر موجود نہ ہونے کی ہے۔ سیکرٹری خزانہ دو منٹ کے لیے تشریف لائے اور یہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ جہاں تک اس بجٹ کی تیاری کا تعلق ہے جو جو اعمال اس کی تیاری میں وہ ہمارے سامنے لائے ہیں ان اعمال کا کم از کم ہم سے جواب تو سنیں' ہماری تنقید کا سامنا تو کریں۔ کم از کم ان نکات کو تو نوٹ کریں ۔ جناب والا! ان تقریروں کا کیا فائدہ؟ مجھے بتائیں تو سہی۔ کیا ہماری یہاں پر کی ہوئی تقریریں بیورو کریسی کے پاس جائیں گی کہ وہ ان کا مطالعہ کریں؟ یہاں سننے کے لیے جو شخص موجود نہیں ہے کیا وہ ان تجاویز پر یا اس تنقید پر اپنے دفتروں میں بیٹھ کر غور کریں گے؟ جہاں تک منسٹروں کا تعلق ہے' ان پر آپ زبردستی نہیں کر سکتے۔ وہ اس چیز میں unterested ہی نہیں ہیں۔ لیکن جو عوام کے پیسے سے اپنی تنخواہیں پا رہے ہیں' کم از کم ان کو یہاں پر موجود ہونا چاہیے۔ ہم اگر یہاں پر بیٹھے ہیں' اپنے اپنے علاقوں کی نمائندگی کرنے کے لیے اور اپنے جذبات کا اور تنقید کا اظہار کرنے کے لیے' ان نکات کو سامنے لانے کے لیے تو کیا بجٹ تیار کرنے والے وہ بیورو کریٹ' وہ نواب' وہ شہزادے اس وقت

آرام سے گھروں میں اپنی محفلیں سجائے بیٹھے ہوں گے ۔ اس کا نوٹس پہلے بھی ایک دو دفعہ لیا گیا جس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ کسی نے پروا نہیں کی۔ وزیروں کی بات تو میں مانتا ہوں کہ آپ ان کو مجبور نہیں کر سکتے۔ لیکن بطور سپیکر، اس اسمبلی کے بطور کسٹوڈین آپ یہ آرڈر تو پاس کر سکتے ہیں کہ جس ڈیپارٹمنٹ کی بات ہو رہی ہو اس ڈیپارٹمنٹ کا عملہ بمع اپنے کرتوتوں کے یہاں پر موجود ہو۔ اتنے بےلگام نہ کر دیں کہ کل یہی ہاتھ آپ کی گردن تک بھی پہنچ جائے جناب سپیکر! شکریہ۔

جناب سپیکر، ایک منٹ، یہ جو بات آپ نے کی ہے ۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، ایڈیشنل سیکرٹری فنانس موجود ہیں۔ سیکرٹری خزانہ کو یہاں موجود ہونا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر، آپ تسلی رکھیں ۔ محکمے کے لوگ موجود ہیں۔ اور اس وقت کم از کم پانچ چھ وزراء صاحبان یہاں تشریف رکھتے ہیں اور حکومتی پارٹی کے نمائندہ دوست بیٹھے ہیں۔ اور میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ بجٹ جیسی اہم بحث کے موقع پر محکمے کے لوگوں کو لازمی طور پر موجود ہونا چاہیے۔ مجھے اندازہ ہے کہ ایڈیشنل سیکرٹری فنانس موجود ہیں۔ لیکن اب وہ ساری ٹیم جو بجٹ کی ایکسرسائز میں حصہ لیتی ہے، اس کے نمائندے یہاں موجود ہونے چاہییں تاکہ جب کم از کم اگر فنانس منسٹر اس وقت تشریف نہیں رکھتے تو کم از کم جب وہ اس بجٹ پر بحث کو وائنڈ اپ کریں تو اس وقت ان کے سامنے وہ تمام اعتراضات، وہ تمام نکات جو یہاں اٹھائے گئے ہیں جن کا جواب انھیں اصولاً دینا چاہیے، وہ ان کی خدمت میں پیش ہو سکیں۔ تو میں نے اس کے لیے ابھی آپ کے سامنے کہا بھی ہے اور مزید بھی میں اپنے طور پر وزیر خزانہ سے بھی بات کروں گا اور اس کا اہتمام کروں گا۔ جناب۔

صاحب زادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب سپیکر! اسلام میں اور پاکستان کے قانون میں بھی اجازت نہیں ہے کہ تفتیش کے دوران تھانوں میں تشدد کیا جائے، مارا پیٹا جائے۔ لیکن پاکستان کے تمام تھانوں میں تفتیش کے دوران بیس بیس آدمیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اور ایک دو چور نکلتے ہیں۔ باقی اٹھارہ کا کون ذمہ دار ہے؟ تو عرض یہ ہے کہ اس چیز کا حکومت کو سختی سے نوٹس لینا چاہیے کہ عدالت جو سزا دے وہ سزا ملے۔ پولیس والے اپنے طور پر تشدد بند کریں۔ اس تشدد کو بند کرانا چاہیے اور یہ کوئی میرا ذاتی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ پورے پاکستان کا مسئلہ ہے اور یہ انصاف ہے۔ کشمیر میں جو مسلمان قتل ہو رہے ہیں، وہ اس لیے شہید ہو رہے ہیں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں، وہ نماز پڑھتے ہیں۔

کلمہ گو ہیں، وہ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلام ہیں اور ہم لوگوں کو ہندوستان کو یہ ثابت کر دینا چاہیے کہ تم اسلام کی وجہ سے قتل کرتے ہو، شہید کرتے ہو ہم اسلام پر عمل کر کے دکھائیں گے۔ تم قرآن کی وجہ سے شہید کرتے ہو ہم قرآن پہ عمل کر کے دکھائیں گے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی غلامی کی وجہ سے قتل کرتے ہو ہم سچا پکا صحیح معنوں میں غلام بن کے دکھائیں گے۔ یہ ہندوستان کا مقابلہ ہے اور یہ بھی مقابلہ ہے کہ ان کے گیت، ان کے گانے، ان کے رسم و رواج ختم کر دیے جائیں۔ یہ بائیکاٹ کیا جائے۔ ویسے مقابلہ تو یہ ہے کہ ہر قسم کا غیر شرعی کام ختم کر دیا جائے۔ رشوت ختم کر دی جائے۔ کرپشن ختم کر دی جائے۔ لوٹ مار ختم کر دی جائے۔ یہ کر کے دکھا دیں کہ ہم اللہ رسول کے ماننے والے ہیں، اللہ رسول سے ڈرنا چاہیے۔ جو کرپٹ لوگ ہیں وہ اگر یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے، رسول اللہ ہر جگہ دیکھ رہے ہیں وہ کوئی غلط کام کر ہی نہیں سکتا۔ جنت بھی ہے دوزخ بھی ہے۔ کیا ہمارا ایمان جنت پہ دوزخ پہ نہیں ہے؟ کیا ہمارا ایمان سب کا قیامت پر نہیں ہے؟ کیا ہمارا ایمان جزا و سزا پہ نہیں ہے؟ یہاں کی دنیا میں ہم آسائشیں حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی بے ایمانیاں کرتے ہیں۔ بڑے بڑے جھوٹ بولتے ہیں۔ بڑے بڑے گھپلے کرتے ہیں۔ پھر دوزخ کی آگ سے کوئی صدر نہیں نکال سکتا۔ کوئی وزیر اعظم نہیں نکال سکتا۔ کوئی پرائم منسٹر نہیں نکال سکتا۔ کوئی سردار نہیں نکال سکتا۔ کوئی پیر نہیں نکال سکتا۔ کوئی وزیر نہیں نکال سکتا۔ وہ بڑی سخت سزا ہو گی۔ تو لہٰذا دوزخ سے بچنے کے لیے راشی افسروں کو سوچنا چاہیے کہ وہ دوزخ سے بچیں، دوزخ کی آگ سے بچیں، وہ بڑی سخت ہو گی۔ عذاب قبر سے بچیں۔ انھیں بچھو کاٹیں گے۔ انھیں سانپ کاٹیں گے۔ وہ بچیں، بچیں، بچیں، اپنی اصلاح کریں اور پاکستان کو بچائیں۔ وہ پاکستان کے سب سے بڑے دشمن ہیں جو پاکستان میں کرپشن کرتے ہیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، امید ہے کہ جناب مولانا شرقپوری صاحب نے اپنی تقریر کے آخر میں بجٹ کے بارے میں جو نکات اٹھائے ہیں ان کو خاص طور پر یہاں جو عملہ بیٹھا ہے اس نے نوٹ کیا ہو گا۔ یہ نہایت ضروری نکات تھے۔ اور اسی طرح کے دوسرے نکات بھی اگر اٹھتے رہے تو یقیناً یہ بحث بہت مفید ثابت ہو گی۔ اب سوال یہ ہے کہ تھوڑے سے دو تین منٹ پانچ منٹ ہیں۔ بابر صاحب! آپ آج تقریر کرنا چاہیں گے؟

جناب امان اللہ خان نیازی : آج نہیں کل۔

جناب سپیکر: اگر کھوسہ صاحب حکم دیں تو اجلاس کل کے لیے ملتوی کر دیا جائے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: ملتوی کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: اب یہ اجلاس کل صبح 9:00 بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس پیر 19 جون ۱۹۹۵ء صبح 9:00 بجے تک کے لیے ملتوی ہو گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس

پیر 19۔جون 1995ء

(دوشنبہ 19' محرم الحرام' 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9.00 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ﴿۱۴﴾ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ
مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ
رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ
یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾
یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾

سورۃ الرحمن آیات 14 تا 23

اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لُو کے (لپٹ) سے تو تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔ دونوں پورب اور دونوں پچھم کا رب تو تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔ اس نے دو سمندر بہائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے اور ہے ان میں روک کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا تو تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ تو اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے۔

وما علینا الا البلاغ ○

جناب ایس اے حمید : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر : جی فرمایئے

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! میں آپ کو اور منظور موہل صاحب کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ نے برس ہا برس سے قائم اجلاس کو دیر سے شروع کرنے کی روایت کو توڑا اور انتہائی بہتر طریقے سے اجلاس کی کارروائی کو شروع کرنے کے لیے آپ نے مقررہ وقت پر اجلاس شروع کیے ۔ اور یہ تجربے کی بات ہے کہ جیسے ہی آپ نے یہ کام شروع کیا تو تمام ممبران نے بھی اپنی ذمہ داری کا پورے طور پر احساس کیا ۔ اگرچہ آج ابھی اجلاس میں بہت کم لوگ موجود ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ چند ہی منٹ کے بعد اجلاس کا کورم بھی پورا ہو جانے کا اور حاضری بھی معقول ہو گی ۔ تو آپ نے وقت پر کام شروع کرنے کی جو روایت ڈالی ہے ۔ وہ احسن ہے کیونکہ ہماری زندگی کے جو مختلف شعبے ہیں ان میں یہ تساہل ہے ۔ میں اس ضمن میں خاص طور پر سیکرٹریٹ کی بات کرنا چاہتا ہوں ۔ اگر آپ مہربانی کر کے آج کی اس نشست کے حوالے سے یہ حکم فرمائیں کہ وہاں پر سیکرٹریٹ کے اوقات کار 8 بجے مقرر ہیں لیکن 10/11 بجے سے پہلے کوئی صاحب نظر نہیں آتے حتیٰ کہ ان کا کلیریکل سٹاف بھی نظر نہیں آتا ۔ تو میری یہ درخواست ہے کہ صوبہ پنجاب کے لوگ جو دور دراز علاقوں سے اپنے کاموں کی غرض سے آتے ہیں ان کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ تو میں سمجھوں گا کہ جس طرح آپ نے ایک اچھی روایت ڈالی ہے اسی طرح صوبے کا سیکرٹریٹ اور باقی تمام دفاتر جہاں پر ہماری عوام کو مختلف مسائل کا سامنا درپیش ہے ۔ وہ بھی اسی روایت کی پیروی کریں۔ شکریہ

جناب سپیکر : آپ نے ایک اہم موضوع پر بات کی ہے ۔ میں کسی وقت قائد ایوان اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ صاحب سے اس سلسلے میں بات کروں گا ۔ وہ ایگزیکٹو کے ہیڈ ہیں اور یقیناً جس طرح لیجسلیٹو کے ہیڈ کے طور پر میری یہ کوشش ہے کہ یہاں کام وقت پر شروع ہو اور آخری لمحے تک سٹاف اور ہم سب اس سلسلے میں کوشش کرتے رہتے ہیں ۔ اسی طرح یقیناً وزیر اعلیٰ کی بھی یہ خواہش اور کوشش ہو گی کہ ان کا عملہ بھی عوام کی خدمت کے لیے بر وقت حاضر ہو اور آخری لمحے تک اس خدمت پر مامور اور کوشاں رہے۔ اس سلسلے میں وہ چونکہ تشریف نہیں رکھتے اور کوئی اور صاحب بھی وزراء میں سے موجود نہیں ہیں کھر صاحب تشریف رکھتے ہیں ۔ میں آپ کی وساطت سے کابینہ کے اراکین سے بھی

کہتا ہوں کہ آپ بھی اپنے اپنے محکموں میں جہاں جہاں آپ کے سیکرٹریٹ ہیں ان میں کوشش کیجیے کہ لوگوں کی خدمت پر مامور لوگ خدمت پر مامور رہیں اور غیر حاضر نہ ہوں۔

وزیر سمال انڈسٹریز (جناب عبدالرحمٰن کھر)۔ جناب والا اس سلسلے میں میں نے پہلے سے ہی یہ اقدام کر لیا ہے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، very good۔ بہت اچھا۔ چھٹی کی کوئی درخواست نہیں ہے؟ تحریک استحقاق ہے لیکن وزیر قانون صاحب تشریف نہیں لائے۔ ایک ہی تحریک استحقاق جناب ایس اے حمید صاحب کی ہے اسے پھر کل ٹیک اپ کر لیں گے۔ یا اگر آپ اپنی تحریک پیش کرنا چاہتے ہیں تو پیش کر دیں۔ آپ پڑھ دیجیے اور شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دے دیجیے۔ وزیر قانون صاحب جب تشریف لائیں گے یا پھر کل جواب دے دیں گے۔

تحریک التوائے کار کے غلط جواب کی فراہمی

جناب ایس اے حمید، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ گوجرانوالہ شہر میں تعمیر و ترقی کے کام نہ ہونے کی وجہ سے کھنڈرات میں تبدیل ہو رہا ہے۔ حکومت پنجاب نے شہر کی تعمیر و ترقی کے لیے کوئی عملی منصوبہ ابھی تک شروع نہیں کیا۔ اس بارے میں جب میں نے اسمبلی میں تحریک التواء پیش کی تو وزیر قانون نے مورخہ 2۔جون کو ایوان میں اس بات کا اعلان کیا کہ جی ٹی روڈ کی تعمیر کے سلسلہ میں 3 کروڑ کے ٹینڈر ہو چکے ہیں اور مزید 3 کروڑ روپیہ اگلے مالی سال 96-1995ء میں مختص کر دیا جائے گا۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ ابھی تک محکمہ ہائی وے نے ٹینڈر طلب نہ کیے ہیں اور وہ یہ 2 میل سڑک تقریباً اڑھائی سال میں مکمل کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ مزید برآں اگلے سال کے لیے 3 کروڑ کی بقایا رقم کی بجائے صرف 10 لاکھ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ وزیر قانون کی اس غلط بیانی سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، شارٹ سٹیٹمنٹ

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر !میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے تین تحاریک التوائے کار گوجرانوالہ شہر کی تعمیر وترقی کے بارے میں اس مقدس ایوان میں پیش کیں ۔ آپ نے کمال مہربانی سے وزیر قانون کو یہ بات کہی تھی کہ وہ صاحب دل ہیں اور وہ گوجرانوالہ کی سڑکوں کی تعمیر کے سلسلے میں ضروری اقدامات اٹھائیں گے ۔ اس کے بعد بھی دو اجلاس ہوئے دونوں دفعہ میں نے پوائنٹ آؤٹ کیا اور مورخہ ۲ جون کے اجلاس میں وزیر قانون صاحب نے اس ایوان میں اس بات کا اعلان کیا کہ 3 کروڑ روپے کے ٹینڈر ہو چکے ہیں اور اگلے مالی سال کے لیے 3 کروڑ روپے مختص کر دیے گئے ہیں ۔ جناب سپیکر! میں نے اس تحریک التوائے کار کے اوپر زیادہ زور نہیں دیا کہ وزیر قانون نے جو بات کہی ہے یہ کسی حد تک ٹھیک ہے ۔ لیکن دو سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود اگر کوئی کام شروع نہیں ہوا تو اب بھی گوجرانوالہ کی باری آجائے ۔ میں نے اس سلسلے میں جب محکمہ ہائی وے سے رابطہ کیا تو انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ ہم نے تو ابھی تک پری کوالیفکیشن کا عمل بھی مکمل نہیں کیا اور پھر سب سے حیران کن بات جو انہوں نے مجھے بتائی وہ یہ تھی کہ یہ دو میل کا ٹکڑا اڑھائی سال میں مکمل ہوا۔ جناب سپیکر! اس ملک میں اور اس صوبے میں چار یا چھ ماہ کے بعد سڑک ٹوٹ جاتی ہے یہ دو میل کا ٹکڑا جب وہ اڑھائی سال میں بنائیں گے تو اس کا اندازہ بھی آپ خود ہی لگا سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ گوجرانوالہ کو جان بوجھ کر کھنڈرات میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے اپنے دورہ گوجرانوالہ کے دوران تین دفعہ ۶۴ کروڑ اور ۶ کروڑ روپے کی گرانٹ کا اعلان بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ عنقریب کام شروع ہو جائیں گے لیکن عملی طور پر وہاں پر ایک پانی کا کام بھی شروع نہیں کیا جا سکا۔ محکمہ ہائی وے کی اس سے بڑی نااہلی اور کیا ہوگی ؟ سڑک کی ضروری تعمیر کے لیے انہوں نے موقع پر پتھر پھینکا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس پر بھی کوئی کام شروع نہیں کیا۔ اور یہ 3 کروڑ کے ٹینڈر جن کا وزیر قانون نے اعلان کیا تھا اگر ان کی پری کوالیفکیشن کا عمل مکمل کیا جائے تو بقول ایس ای ہائی وے یہ اگست کے پہلے ہفتے میں کام شروع ہو سکے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ برسات کا موسم شروع ہو جائے گا اور گوجرانوالہ پہلے ہی بدترین حالات کا شکار ہے وہاں پر جوہڑ بن چکے ہیں اور جب بارش ہوگی تو اس کا تصور آپ کر سکتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ شہر جو ڈویژنل ہیڈ مقام ہے وہ شہر جو پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی فیصل آباد اور لاہور کے بعد چوتھے نمبر پر ہے اور صنعتی میدان میں سب سے آگے ہے ۔ وہ شہر جو پاکستان کا تیسرے نمبر پر

آبادی کے لحاظ سے بڑا شہر ہے جس کی آبادی ایک کروڑ کے قریب ہے اور جناب والا! اس میں چھ اضلاع ہیں اور ان کا بھی صدر مقام ہے ۔ جس کی یہ صورت حال ہے کہ وہاں سے پچاس کروڑ روپے ہم انکم ٹیکس کی مد میں دیتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی آپ سیالکوٹ کا تصور کریں وہاں سے اربوں روپے کی برآمدات ہوتی ہیں۔ گوجرانوالہ الیکٹرانک انجینئرنگ اور میکینیکل انجینئرنگ میں بے پناہ خدمات سر انجام دے رہا ہے۔ یہاں تک کہ جو عالمی ٹینڈر ہوتے ہیں جو آئی ایم ایف' ورلڈ بینک اور ایشیئن بینک کے ٹینڈر ہوتے ہیں ان میں بھی جناب سپیکر! گوجرانوالہ کی فرمیں ٹینڈر وصول کرتی ہیں اور ان کے ٹینڈر منظور بھی ہوتے ہیں اور وہ ورلڈ بینک کو سامان سپلائی کرتے ہیں۔ اسی طرح سے چاول کی جو برآمدات ہیں آپ دیکھیں گجرات utensil کے سلسلے میں کس طرح مشہور ہے ۔ اسی طرح حافظ آباد کو آپ دیکھیں ہماری چاول کی کس طرح سے برآمدات ہو رہی ہے انڈیا کے لوگ حافظ آباد اور کاموکی سے چاول خرید کر منڈا کے نام سے پوری دنیا میں چاول سپلائی کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! اتنا اہم صنعتی اور تجارتی کاروباری مرکز اور اس کی یہ صورت حال کہ وہاں پر اگر آپ جی ٹی روڈ سے راولپنڈی اسلام آباد کی طرف جانا چاہیں تو آپ ایک گھنٹے سے پہلے شہر کراس نہیں کر سکتے ۔ جناب سپیکر! مجھے اس بات سے حیرانگی ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کیا ہم ٹیکسوں میں اپنا حصہ نہیں دیتے ؛ کیا ہم ملک کی صنعتی اور تجارتی ترقی میں اپنا رول ادا نہیں کرتے ۔ کیا ہم ملک کو skilled لیبر فراہم نہیں کرتے ؛ جناب والا! گوجرانوالہ سے جتنی لیبر باہر گئی ہے وہ skilledلیبر ہے اور جناب سپیکر! ہم اس فیلڈ میں بہت آگے ہیں کوریا کے بعد گوجرانوالہ ایک ایسا مرکز ہے جو صنعتی اور تجارتی مرکز ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج چوتھی بار آپ کو اس ضمن میں تکلیف دے رہا ہوں اور میری یہ درخواست ہے کہ کسی نہ کسی طور پر گوجرانوالہ شہر کی یہ جو مین روڈ ہے اس کو مکمل کرنے کے لیے آپ احکامات جاری کریں اور وزیر قانون صاحب سے یہ یقین دہانی لیں اور فوری طور پر وہاں کام شروع کیا جائے ۔ شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر ، مہربانی ۔ آپ کا شارٹ سٹیٹمنٹ ہو گیا ریکارڈ میں آ گیا اور یہ وزیر قانون صاحب کو دکھا دیا جائے گا اور وہ کل جب آئیں گے تو اس بارے میں ان کی رائے بھی لے لی جائے گی اور پھر ہم آگے بڑھیں گے۔

میزانیہ برائے سال 96-1995ء پر بحث (---جاری)

جناب سپیکر، اب بجٹ پر عام بحث کا دوبارہ اجراء کیا جاتا ہے ۔ اپوزیشن کی طرف سے مجھے کچھ نام

مل گئے ہیں اور میں توقع رکھتا ہوں کہ حزب اقتدار کی جانب سے بھی جو حضرات بولنا چاہتے ہیں وہ اپنے نام بھجوا دیں۔ کل میں نے امان اللہ خان بابر صاحب سے پوچھا تھا۔ ان کا کل نام تھا وہ اپنی بات آج کرنا چاہتے ہیں یا کل پر ڈالنا چاہتے ہیں؟ وہ اس وقت تشریف نہیں رکھتے۔ اس لیے نئی فہرست کے مطابق میں ایس اے حمید صاحب سے درخواست کرتا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: وہ جب تشریف لائیں گے تو میں پھر آپ سے درخواست کروں گا کہ ان کو باری دی جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ٹھیک ہے۔ بڑی گنجائش ہے۔ سارا دن پڑا ہے۔ اللہ فضل کرے۔ جناب ایس اے حمید۔

جناب ایس اے حمید: شکریہ جناب والا! پنجاب کا بجٹ جن حالات میں پیش کیا گیا۔ وہ مخصوص حالات کا متقاضی ہے۔ لیکن پنجاب کے بجٹ پر بحث کرنے سے پہلے میں یہ سمجھتا ہوں کہ وفاقی بجٹ پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ جناب والا! وفاقی حکومت نے چار کھرب ۳۱۔ ارب روپے کا بجٹ پیش کیا۔ جبکہ اس کے محاصل ۲ کھرب ۸۸ ارب روپے ہوں گے۔ اگر آپ غور فرمائیں تو اس پر ٹیکسوں کی وصولی کا ہدف ۲ کھرب ۵۹۰ کروڑ روپے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا ہدف شاید آج تک پاکستان کی تاریخ میں کبھی مقرر نہیں کیا گیا۔ لیکن سب سے بڑا اور اہم نکتہ جو آج میں یہاں پر عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ حکومت نے صرف ۱۶ ارب ۲۰ کروڑ روپے کے ٹیکس دکھائے۔ کہ موجودہ سال میں صرف اتنی رقوم کے ٹیکس لگائے جائیں گے لیکن درحقیقت جناب والا! بہت ہی ہیرا پھیری کرکے، اعداد و شمار کو غلط پیش کرکے اس کو غلط کیا گیا ہے۔ میں آگے جاکر اس کی تفصیل بیان کروں گا۔ سب سے بڑا المیہ اس ملک و قوم کے لیے جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ۱۵۷ ارب روپے کی رقم قرضوں اور اس کی سود کی ادائیگی میں اس سال خرچ کی جائے گی۔ جناب والا! یہ کل بجٹ کا 41% بنتا ہے۔ اور جس ملک کے بجٹ کا 41% حصہ اس کے قرضوں اور سود کی ادائیگی میں خرچ ہوجائے اس ملک میں فوج کے لیے، اس ملک میں عوام کے لیے اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کیا منصوبے بنیں گے۔ جناب والا! اندرون ملک قرضوں پر ہمیں اس سال ۲۰۔ ارب روپے زائد دینے پڑیں گے۔ یہ قومی معیشت پر انتہائی خوف ناک بوجھ ہے آج تک اس بوجھ کو اتارنے کے لیے کوئی مناسب منصوبہ بندی نہیں کی گئی۔ جناب والا! یہ ایک کوشش جناب میاں محمد نواز شریف سابقہ پرائم منسٹر پاکستان

نے اس ضمن میں کی ۔ کہ وہ صنعتیں جو کہ بیمار ہیں ' جو اس ملک پر بوجھ کی حیثیت رکھتی ہیں' جن پر حکومت تقریباً ۵۰ ۔ ارب روپیہ سالانہ اپنی جیب سے خرچ کرتی ہے۔ ان کو ڈی نیشنلائز کرکے اس رقم کو اس قرض کو اتارنے میں خرچ کیا جائے۔ جناب والا! وہ عمل شروع کیا گیا تھا لیکن جب موجودہ حکومت نے اسی عمل کو جاری رکھا تو پی ٹی سی ' آئل اینڈ گیس ڈویلپمنٹ کارپوریشن ' پی آئی اے اور دوسرے شعبوں سے جو شیئر ڈی نیشنلائزڈ کیے گئے ان کی اس رقم کو قرضوں کی ادائیگی کے لیے استعمال نہیں کیا گیا۔ اگر یہ اس مد میں خرچ کی جاتی تو یہ بوجھ کم ہوسکتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ اس مد میں خرچ نہیں ہوسکی حکومت نے یہ روپیہ بہت سے الٹے تھلوں میں ضائع کردیا۔ جس کے نتیجے میں ہمارا معاشی ڈھانچہ تقریباً collapse ہوچکا ہے۔ جناب والا! حکومتی سطح پر یہ کہا جارہا ہے کہ اس ملک میں افراط زر کی شرح 13% رہی لیکن جو معاشیات کے ماہرین اور اکانومسٹ ہیں ان کا یہ متفقہ consensus ہے کہ اس ملک میں افراط زر کی شرح 25% سے کم نہیں رہی۔ اور اس طرح حکومت نے صنعت و زراعت کے شعبہ میں جو اہداف مقرر کیے تھے وہ اہداف حاصل نہیں کرسکی۔ موجودہ حکومت نے یہ بات کہی تھی کہ ہم صنعتوں کی بجائے زراعت کی طرف توجہ دیں گے۔ زراعت بھی اس ملک کا ایک اہم حصہ ہے ستر فیصدی (70%) آبادی کا دارومدار زراعت پر ہے۔ اگر موجودہ حکومت زراعت پر اپنی پوری توجہ دیتی تو زراعت کی جو شرح نمو آٹھ فیصد مقرر کی گئی تھی اس کا ہدف کسی طور پر مکمل ہوجاتا تو آج ہم گندم ' مکئی اور مرچیں تک منگوانے پر مجبور نہ ہوتے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہ نمو 4.2% سے نہیں بڑھ سکا۔ یہی وجہ ہے کہ آج اربوں روپے ہمیں اپنی خوراک کی ضرورت پر خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح جہاں تک صنعت کا تعلق ہے اس کا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں۔ یہ ملک پچھلے 25 سال سے لوڈشیڈنگ کے عذاب میں مبتلا ہے۔ لیکن آپ کو یہ دیکھ کر حیرانگی ہوگی کہ آج لوڈشیڈنگ نہیں ہے۔ یہ لوڈشیڈنگ حکومت کا کوئی کمال نہیں ہے۔ حکومت نے اس کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں کی۔ ابھی تو صرف 20 billion ڈالر کے کاغذی منصوبے ہیں جو تھرمل پاور جنریشن کے لیے بنائے گئے ہیں۔ لوڈ شیڈنگ ایک آفت کے طور پر آج ہم میں نہیں ہے اس لیے کہ پانچ ہزار سے زیادہ یونٹ (کارخانے) بند ہوچکے ہیں۔ ٹیکسٹائل کی انڈسٹریز تباہ ہوچکی ہیں ' تقریباً ایک لاکھ کے قریب پاور لومز بند ہوچکی ہیں۔ ہمارا ٹیکسٹائل سیکٹر جو اس ملک کی برآمدات میں 60% حصہ ادا کرتا ہے آج وہ موت و حیات کی کشمکش میں ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ حکومت زراعت کے شعبہ میں جس بری طرح ناکام ہوئی

ہے یہ ٹھیک ہے کہ حکومت صنعت کو کسی طور پر ترویج نہیں دینا چاہتی ۔ لیکن اگر آپ سعودی عرب کی مثال لیں تو سعودی عرب جیسا ملک جہاں ہریالی نام کو بھی نہیں۔ آج وہ گندم کی اپنی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ بیرون ملک گندم برآمد بھی کر رہا ہے۔ اور یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ جناب والا! موجودہ بجٹ ' مرکزی بجٹ نہ عوامی ہے نہ فلاحی ہے اور نہ ہی ترقیاتی ہے۔ یہ تینوں چیزیں ہیں ۔ عوام کی فلاح و بہبود اور تعمیر و ترقی کا ان چیزوں میں عمل ہی مفقود ہے۔ ملک کی صنعتوں کو ایک خاص پروگرام کے تحت تباہ کیا جارہا ہے۔ جناب والا! میں آج آپ کو یہاں بتانا چاہتا ہوں کہ ورلڈ بینک آئی ایم ایف اور ایشیائی ترقیاتی بینک یہ تمام اس کوشش میں ہیں کہ کسی نہ کسی طور پر پاکستان میں قائم صنعتوں کو ایسے بدحال کردیا جائے کہ یہ اپنی موت آپ مر جائیں۔ جناب والا! انٹرنیشنل ایگریمنٹ جس میں پاکستان شامل ہوا ہے برآمدی ڈیوٹیوں کی شرح 90% تھی لیکن پاکستان حکومت کو اس بات پر مجبور کیا گیا کہ اس شرح کو کم کرکے آہستہ آہستہ 35% تک لائیں۔ اور 1997ء میں یہ شرح 35% ہوجائے گی۔ آج یہ شرح 49.6 ہے ۔ اور اس شرح کی موجودگی میں ہمارے ملک کی تمام مصنوعات ' لوکل مصنوعات تباہی سے دوچار ہیں۔ اور پاکستان کو بیرونی ممالک کی منڈی بنادیا گیا ہے۔ مقامی پیداوار اور انجینئرنگ کی صنعت تباہی سے دوچار ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جب ہم نے اپنی درآمدی ڈیوٹی کو ' کسٹم ڈیوٹی کو کم کرکے 35% تک لانے کا پروگرام بنایا تو جو غیر ملکی اشیاء ہیں ان کا معیار ' ان کی quality وہ پاکستانی اشیاء سے کہیں بہتر ہوگی۔ اور اس طرح پورا ملک ایک بازہ مارکیٹ بن جائے گا۔ جناب والا! اس وقت ہماری درآمدات 9 billion ڈالر ہے آپ کو تعجب ہوگا کہ ہمارے ملک میں بازہ مارکیٹوں کے توسط سے اس وقت 6 billion ڈالر یعنی 180 ارب روپے کی سمگلنگ کا کاروبار ہورہا ہے۔ آپ ذرا تصور کریں کہ جب یہ ڈیوٹیاں کم ہوں گی تو پھر اس کی کیا صورت حال ہوگی؟ اس وقت جناب والا! ہماری برآمدات کا 7 billion ڈالر کا ہدف مقرر کیا گیا ہے ۔ یہ انڈونیشیا جیسے ملک کے مقابلے میں 20% ہے جو کل اس معاشی میدان میں شامل ہوئے جنہوں نے ربط کرکے انڈونیشیا ' کوریا اور تائیوان جو آج دنیا کے نقشے پر اکنامک ٹائیگر کے طور پر ابھر رہے ہیں۔ ہمارا ملک بھی اکنامک ٹائیگر بن جاتا اگر میاں محمد نواز شریف سابقہ وزیر اعظم پاکستان کی پالیسی کو برقرار رکھا جاتا۔ لیکن وہ موٹر وے جو اس ملک کے لیے ترقی کا زینہ تھا اسے روک دیا گیا۔ وہ گرینڈ ٹرنک روڈ' جسے جی ٹی روڈ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے' برس ہا برس سے آج بھی تعمیر کے مراحل میں موجود ہے۔ اور جناب

سپیکر! یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک میں موٹر وے موجود ہے۔ بلکہ ہٹلر کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جب اس نے اپنی کابینہ کے ایک وزیر کو یہ کہا کہ مجھے موٹر وے چاہیے تو انھوں نے چھ ماہ کے بعد یہ feasibility report دی کہ موٹر وے نہیں بن سکتا۔ اس نے کہا' نقشہ لاؤ۔ نقشہ اس کے سامنے رکھا گیا۔ اس نے اپنی پنسل کے ساتھ لائنیں کھینچ دیں کہ یہاں سے موٹر وے بننا چاہیے۔ اور جناب سپیکر! تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ وہی موٹر وے تھی جس نے پولینڈ کو فتح کرنے میں' جس نے فرانس کو فتح کرنے میں اور دیگر ممالک کو فتح کرنے میں بڑا ہی اہم رول ادا کیا۔ پھر جناب سپیکر! اکانومسٹ اور دنیا کے بڑے بڑے کہنہ مشق لوگ یہ کہتے ہیں کہ Motor way leads to development. Motor way leads to civilisation. جناب سپیکر! ہمیں نہ ڈویلپمنٹ کی ضرورت ہے' نہ civilisation کی ضرورت ہے۔ اس لیے آج اس موٹر وے کو جو سنٹرل ایشیاء کے ساتھ ہمارے رشتوں کو استوار کرتا' جو اس ملک کی تمام پروڈکشن کے لیے بہت بڑی مارکیٹ کا باعث بنتا' اسے آج تعصب کا شکار بنا دیا گیا۔ جناب سپیکر! اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟ ہمارے صنعت کار' ہمارے تاجر' ہمارے بزنس مین ان حالات کے پیش نظر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہ جائیں گے اور کسی طور پر ملکی ترقی میں اپنا رول ادا نہیں کر سکیں گے۔ جناب سپیکر! حکومت کو' مرکزی حکومت کو اس سال جو سیلز ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی اور دوسرے ٹیکسوں میں پچھتر ارب روپے کی کمی ہوئی۔ جناب سپیکر! اور اس کے بعد آج وہ کہتے ہیں کہ ہم صرف سولہ ارب کے ٹیکس لگا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ سولہ ارب کے ٹیکس وہ کس طور پر لگا رہے ہیں؟ میں اس کی طرف آتا ہوں۔

جناب سپیکر! حکومت نے بجلی' سوئی گیس' تیل' ریلوے اور پی آئی اے کے کرایے بڑھانے کے لیے کارپوریشن کو اختیارات دے دیے ہیں اور یہ کہا ہے کہ یہ اپنی مرضی کے ساتھ اپنے ریٹ بڑھا سکتے ہیں۔ البتہ ایک ریگولیٹری بورڈ ان کی نگرانی کرے گا۔ جناب سپیکر! آج تک پچھلے سینتالیس سال سے جب بھی کبھی بجٹ بنا یہ اضافے بجٹ کا حصہ ہوتے تھے۔ کیا میں وی اے جعفری صاحب سے یہ بات پوچھ سکتا ہوں ۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ عوام کے اوپر مہنگائی کا بوجھ نہیں پڑے گا۔ جناب سپیکر! کیا بوجھ نہیں پڑے گا؟ کون سی چیز متاثر نہیں ہو گی؟ بجلی سے' سوئی گیس سے' ریلوے سے لوگ متاثر نہیں ہوں گے' یا پٹرول سے متاثر نہیں ہوں گے؟ یہ صرف اعداد و شمار کا ایک کھیل بنایا گیا ہے۔ صرف عوام کو یہ بتلانے کے لیے کہ ہم نے ٹیکسوں کا بوجھ نہیں بڑھایا۔ حالانکہ جناب سپیکر! یہ

ٹیکس تقریباً اسی ارب روپے سے زاید بنتے ہیں۔ لیکن انھوں نے سولہ ارب دکھا کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مرکزی حکومت نے کسی طور پر ــــ

وزیر سماجی بہبود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی' فرمایئے۔

وزیر سماجی بہبود، جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر صوبائی اسمبلی پنجاب کا بجٹ زیر بحث ہے یا سنٹر کا بجٹ زیر بحث ہے؟

جناب سپیکر، سنٹر کا بجٹ زیر بحث نہیں ہے لیکن اس کا حوالہ دینے میں' کوئی مثال دینے میں کوئی مسئلہ نہیں۔ اس لیے کہ سنٹر کے بجٹ کا اور صوبوں کے بجٹ کا آپس میں تعلق ہوتا ہے۔ ہمیں رقمیں ملتی ہیں' ڈویلپمنٹ کے لیے تمام کی تمام رقم مرکز سے آتی ہے۔ کہاں سے آتی ہے' کیوں کم ہو گئی ہے' کیوں زیادہ ہو گئی ہے۔ اس لیے یہ متعلقہ مسائل ہیں۔ جی' فرمایئے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! آپ نے بجا فرمایا۔ اس لیے کہ ان کا direct link ہے۔

جناب سپیکر، لیکن آپ کوشش کیجیے کہ اس link کو زیادہ واضح کرتے چلے جایئے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ تیرہ کروڑ کی آبادی میں سے اس صوبے کی آبادی آٹھ کروڑ کے قریب اب پہنچ چکی ہے۔ اس لیے مرکز جو بھی بجٹ سازی کرے گا' جو بھی ٹیکس زاید کرے گا اس کا براہ راست اثر صوبے پہ ہو گا۔ جناب سپیکر! یہ کہا جا رہا ہے بیس ملین ڈالر کے توانائی کے منصوبے اس وقت زیر غور ہیں اور حکومت ان کے لیے کام کر رہی ہے۔ حکومت نے بھاشا ڈیم کے لیے پچاسی کروڑ روپے اس بجٹ میں رکھے ہیں۔ حکومت نے غازی بروتھا ڈیم کے لیے ابتداء کر دی ہے' کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ لیکن جو منصوبہ ربع صدی سے' پچھلے پچیس سال سے منصوبہ بندی کی سطح پہ مکمل پڑا ہوا ہے' اس کے لیے ایک لفظ نہیں بولا گیا۔ اور اس کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ حالانکہ بھاشا ڈیم کی ابھی انجینیرنگ سٹڈی مکمل نہیں ہوئی۔ اور اس کو ابھی اور کئی سال لگیں گے۔ تو اس کالا باغ ڈیم کو جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا گیا' حالانکہ پورے پاکستان کی ترقی کا دار و مدار اسی ڈیم پر ہے۔ اور پھر جب ہم توانائی کے ہائیڈل منصوبے چھوڑ کے تھرمل پاور کی طرف آئیں گے تو ہماری cost of production بہت بڑھے گی۔ جناب سپیکر! ان دنوں واپڈا نے اڑھائی روپے کے بجائے یونٹ کا ریٹ پانچ روپے بڑھا دیا ہے۔ سو فی صد اضافہ کیا ہے۔ اور جس کا واضح طور پر اثر نکلا ہے

کہ ہماری صنعت بری طرح' ہماری زراعت اور دوسرے شعبے' انجینئرنگ کے شعبے ہر طریقے سے متاثر ہونے ہیں۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کالا باغ ڈیم کے منصوبے کو ہر طور پر شروع کرنا چاہیے تھا۔ جناب سپیکر! دفاع کے لیے حکومت نے ایک سو پندرہ ارب روپے رکھے ہیں۔ پچھلے سال حکومت دفاع کے محکمے کے ساتھ پھر ہاتھ کر گئی تھی۔ سو ارب روپے رکھے تھے۔ اس دفعہ انھوں نے پندرہ ارب روپے کا اضافہ کیا ہے۔ حالانکہ افراط زر میں پچیس فی صد کا اضافہ ہے۔ دفاع کی رقم وہی رکھی ہے۔ آج کے معروضی حالات میں جب ہندوستان ہمارے وجود کو ختم کرنے کے خدانخواستہ درپے ہے۔ ہم اس تغافل کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہندوستان کی bule water navy' آج اس کے ترشول اور پرتھوی میزائل' ناگ میزائل ہماری سرحدوں کو کسی طور پر محفوظ نہیں رہنے دے رہے۔ اور ان حالات میں دفاع کے لیے ہم نے بڑی رقم مختص نہیں کی۔ جناب سپیکر! جس طرح واپڈا' سوئی گیس' ریلوے' پی آئی اے کو یہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے ٹیکس بڑھا سکتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پارلیمانی تاریخ میں یہ پہلا اور شاید آخری واقعہ ہو۔ اس لیے کہ یہ پارلیمنٹ کی توہین ہے کہ کسی قسم کا کوئی فنانس بل اسمبلی وہ مرکزی ہو یا صوبائی اس کو اعتماد میں لیے بغیر پاس کر دیا جائے۔ یہ پارلیمانی نظام کے خلاف بات ہے۔ دنیا میں ایسا کہیں نہیں ہوتا۔ لیکن پاکستان کی موجودہ حکومت نے ایک نئے طریقے سے اس نظام کو پٹڑی سے اتارنے کی کوشش کی ہے۔ جناب سپیکر! یہ آہستہ آہستہ ہماری پارلیمانی روایات کو ختم نہیں کرے گا بلکہ ہمارے پارلیمانی نظام پر ایک ضرب کاری ہوگا۔ اور بیوروکریسی اپنے عمل سے جب بھی اس کا جی چاہے گا سی بی آر کے ذریعے یا صوبائی سیکرٹریٹ کے ذریعے ہر قسم کے ٹیکس لگانے کی مجاز ہوگی۔ جناب سپیکر! زرعی انکم ٹیکس' برس ہا برس سے ہم یہ نوید ہر حکومت سے سنتے آ رہے ہیں۔ کوئی بھی حکومت ہو' کیسی بھی حکومت ہو۔ لیکن زرعی انکم ٹیکس کے بارے میں اس نے آج تک کوئی دوٹوک پالیسی اختیار نہیں کی۔ اور جب بھی کسی نے جاگیرداروں اور وڈیروں کے خلاف یہ ٹیکس لگانے کی کوشش کی' جناب سپیکر! یہ خلاف بات نہیں تھی۔ ان کے اوپر ٹیکس لگانے کی کوشش کی تو اس کی بھرپور مزاحمت کی گئی۔ موجودہ حکومت نے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے کہنے پر زرعی انکم ٹیکس لگانے کا فیصلہ کیا۔ اور جناب سپیکر! آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ صرف ۹۵-۱۹۹۴ء میں بیس لاکھ روپے کی رقم زرعی انکم ٹیکس کی مد میں وصول کی گئی' حالانکہ اگر یہ ٹیکس صحیح معنوں میں لگایا جائے تو تیس ارب روپے کی وصولی ہوسکتی ہے۔ اور اگر تیس ارب روپے کی وصولی کسی ملک سے ہو تو ہمارا خسارے کا بجٹ بھی کم ہو سکتا ہے' ہماری قرضوں کی رقم بھی کم ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کو حیلے

بہانے سے ختم کر دیا جاتا ہے۔ اور آج چار ہزار پروڈیوس کے اوپر دو سو روپے کے بجائے دو سو پچاس روپے ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ پچیس لاکھ روپے اگلے سال آپ کو ملیں گے۔ پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان کی حکومتوں کو یہ کہا گیا کہ وہ زرعی ٹیکس لگائیں۔ پنجاب کی پی ڈی ایف کی پارلیمانی پارٹی میں یہ مسودہ تیار تھا لیکن اس مخالفت کی وجہ سے اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ جناب سپیکر! اگر یہ مراعات یافتہ طبقہ اس ملک سے ہر قسم کی سہولیات لے رہا ہے تو اس کے لیے کچھ نہ کچھ اسے contribute کرنا چاہیے۔ جب تک یہ طبقہ آگے نہیں بڑھے گا اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرے گا اس ملک کے مسائل کم نہیں ہو سکتے۔

جناب سپیکر! اب میں پنجاب کے بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ یہ میں نے ایک خاکہ مرکزی حکومت کا پیش کیا۔ یہ ایک ایسا structure ہے جس کی base پر تمام صوبوں کے اثرات اس پر پڑیں گے۔ جناب سپیکر! ہمارے وزیر خزانہ جناب مخدوم الطاف صاحب نے بجٹ تقریر کو بڑے اچھے طریقے سے پڑھا۔ جس طرح مخدوم صاحب نے مرکز میں پڑھا۔ لیکن میں انھیں مبارک باد دیتا ہوں کہ انھوں نے بڑے اچھے طریقے سے پڑھا۔ خاص طور پر بیورو کریسی کو اس کی شعبدہ بازیوں پر یہ پنجاب کا بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد دینا چاہتا ہوں۔ وزیر خزانہ صاحب نے یہ کہا کہ پنجاب کو بہت کچھ مل گیا۔ پنجاب کو اس کے حق سے زیادہ ملا۔ لیکن divisible pool میں پنجاب کو ۱۱۵۸ کروڑ روپے زاید اس لیے ملے ہیں کہ آبادی کے حساب سے جتنے ریونیو، جتنی receipts وہاں پر جمع ہوئی ہیں اس کا share زیادہ بنا۔ یہ باقی سب لوگوں کو زیادہ ملا۔ اس لیے پنجاب کو کچھ زیادہ نہیں ملا۔ بلکہ پنجاب کو جو گرانٹ ملی ہے وہ ۹۴-۱۹۹۳ء میں ۱۸۵ ارب روپے کی تھی۔ اس کے بعد پچھلے سال ۶۵ ارب روپے کی تھی۔ اور جناب سپیکر! اس سال ۶۴ ارب روپے کی ہے۔ ۲۵ فیصدی افراط زر ہے۔ لیکن گرانٹ میں کم کر دی گئی۔ اب میں بلوچستان کی بات کرتا ہوں۔ بلوچستان سے یہ کہا گیا ۲۶۶ کروڑ روپے گیس سرچارج میں مرکزی حکومت آپ سے نکالنا چاہتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ اسمبلی توڑ دیں گے۔ کیا بات کرتے ہیں؟ ایک پیسہ نہیں نکالنے دیا۔ ۷ ارب روپیہ انھوں نے گیس رائلٹی میں لیے اور ۲۶۶ کروڑ بھی نہیں دیا۔ سرحد کو ہائیڈر پاور کی رائلٹی مل گئی۔ سندھ کو جناب سپیکر! تعمیر سندھ کے نام پر ۲۵۰ کروڑ روپیہ مل گیا۔ جناب سپیکر! ہمیں کیا ملا؟ ہمارے وزیراعلیٰ پنجاب کا کیس لڑنے کے لیے گئے۔ انھوں نے کہا کہ پچاس ہزار اسامیاں ہیں، مجھے ۹۰ کروڑ روپے دے دیں۔ انھوں نے کہا کچھ نہیں

ملے گا۔ تعمیر پنجاب کے نام پر کچھ نہیں ملے گا۔ گرانٹ پوری نہیں ملے گی۔ ہمارے وزیراعلیٰ صاحب پنجاب کا کیس پیش نہیں کر سکے۔ باقی صوبوں نے اپنے اخراجات اور اپنی انکم میں توازن پیدا کر لیا۔ لیکن ہمارے بجٹ میں توازن پیدا نہیں ہو سکا۔ جناب سپیکر! آپ نے بھی پنجاب کا مقدمہ لڑا۔ بہت خوبصورت لڑا۔ اس کے نتیجے میں آپ اسیر ہوگئے۔ غلام مصطفیٰ کھر نے پنجاب کا کیس لڑا، لیکن وہ معتوب ہوگئے۔ آج انھیں ایک ایسی وزارت میں بٹھا دیا گیا ہے جو دیکھنے میں بڑی پاورفل ہے لیکن اس کے تمام اختیارات بےنظیر صاحبہ کے پاس ہیں۔ وزیر اعظم صاحبہ کے پاس ہیں۔ زرداری صاحب کے پاس ہیں۔ اور برس ہا برس گزرنے کے باوجود مسٹر کھر کو آج گورنری کے چانس سے محروم کر دیا گیا۔ اس لیے کہ ان کے بارے میں پنجاب کی بات کی۔ اس نے پنجاب کا کیس لڑا تھا۔ جناب سپیکر! پنجاب کے عوام آپ کو یاد رکھیں گے کھر کو بھی یاد رکھیں گے خواہ ان کا تعلق دوسری پارٹی سے ہے۔ لیکن ہمارے وزیراعلیٰ جنھوں نے اپنے ہی جہاز کی کسٹم ڈیوٹی معاف کرنے کے لیے پنجاب کا کیس ہار دیا، انھیں یاد نہیں رکھیں۔ انھیں تاریخ کبھی نہیں بھلائے گی۔ اس لیے کہ انھوں نے پنجاب کے کیس کو صحیح طور پر fight نہیں کیا۔ اور کسی طور پر انھوں نے اس معاملے میں protest نہیں کیا۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم نے surplus budget پیش کیا۔ آج مخدوم صاحب اس ایوان میں نہیں ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جب آپ کے revenue receipts کم ہیں تو پھر آپ surplus بجٹ کیسے پیش کرتے ہیں؟ جب آپ کو مرکز سے گرانٹ نہیں مل رہی، جب آپ کو ترقیاتی divisible pool سے پیسے زیادہ نہیں مل رہے تو پھر کس طور پر آپ نے یہ فاضل بجٹ پیش کر دیا۔ صرف اس لیے کہ مرکزی حکومت سے میچنگ گرانٹ مل سکے۔ نہیں جناب سپیکر! یہ اعداد و شمار کی باتیں ہیں۔ یہ الفاظ جھوٹ نہیں بولتے۔ الفاظ اپنا آپ بتا دیتے ہیں۔ آج دو ارب اکیاون کروڑ روپے کا فاضل بجٹ پیش کیا گیا۔ ۷۳ کروڑ روپے ان کو پچھلے سال کم وصول ہوئے۔ اور ہم یہ کہہ رہے کہ ہم فاضل بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ یہ جناب سپیکر! جھوٹ پر مبنی تخمینہ ہے۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ ہم نے ترقیاتی فنڈز بہت رکھے ہیں۔ کتنے رکھے ہیں؟ ۱۰۱۶ کروڑ روپے رکھے ہیں۔ یعنی دس ارب سولہ کروڑ روپے رکھے ہیں۔ لیکن یہ ذرا اندازہ فرمائیں کہ پچھلے سال انھوں نے ۱۲۶۵ کروڑ روپے ترقیاتی فنڈز کے لیے رکھے تھے۔ لیکن اپریل ۱۹۹۵ء تک صرف ۵۶۵ کروڑ روپے خرچ کر سکے۔ باقی ۷۰۰ کروڑ روپے کہاں خرچ کیے ہوں گے؟ مئی کا مہینہ ہے۔ پندرہ سولہ جون کے بعد یہ تمام فنڈز cease

ہوجاتے ہیں ۔ یہ ۷۰۰ سو کروڑ میں سے ہو سکتا ہے ایک سو کروڑ خرچ کرلیں ۔ تو یہ پیسے کہاں جائیں گے ۔ یہ پنجاب کے عوام پر پیسے نہیں لگیں گے ۔ یہ ان کی ترقی پر پیسے خرچ نہیں ہوسکے۔ اور پھر جب یہ کہتے ہیں کہ ہم نے بہت خرچ کیا ہے تو میں انھیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آیئے میں آپ کو سندھ لے چلتا ہوں ۔ سندھ کا بجٹ ۵۰۲۰ کروڑ روپے کا ہے ۔ جناب سپیکر! انھوں نے کیا رکھا ہے ؟ ۷۲۰۷ کروڑ روپے ترقیاتی فنڈ کے لیے رکھے ہیں ۔ انھوں نے رکھے ہیں ۱۴۳۹ کروڑ روپے اور ہم نے رکھے ہیں ۱۰۱۶ کروڑ روپے ۔ ۴۰۰ کروڑ روپے سندھ نے جس کا ۵۰۰۰ کروڑ روپے کا ٹوٹل حجم ہے ۔ اس نے ۴۰۰ کروڑ روپے زیادہ رکھے ہیں ۔ اسی طرح آپ سرحد میں چلے جائیں ۔ جناب سپیکر! سرحد میں انھوں نے ۷ ۲۳۹ کروڑ روپے کا جو بجٹ ہے ۔ انھوں نے ۷۸۶ کروڑ روپے رکھے ہیں ۔ ۲۳۹۶ کروڑ میں سے ۷۸۶ کروڑ یعنی ۲۵ فیصدی ۔ اور جناب سپیکر ! ہمارے ترقیاتی بجٹ کا آپ ملاحظہ فرمالیں ۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے پنجاب کی ترقی کے لیے بہت سے اقدامات کیے ہیں ۔ کیسے اقدامات کیے ہیں ؟ block allocation ۔ یہ block allocation جناب سپیکر ! ایک نئی اصطلاح ہے ۔ جو میاں منظور وٹو صاحب کے ساتھ ساتھ ہی آئی ۔ اس سے پہلے صوابدیدی فنڈ ہوا کرتے تھے ۔ مرحوم غلام حیدر وائیں ہمارے درویش وزیر اعلیٰ نے چند کروڑ روپے اپنے پاس رکھے اور وہ بھی بعد میں تمام ممبران میں برابر تقسیم کردیے ۔ کہ کسی کو کسی کے اوپر کچھ شکوہ نہ ہو ۔لیکن ہمارے وزیر اعلیٰ کیا کہتے ہیں ؟ کتنی دیر کابینہ میں جھگڑا پڑا رہا کہ جی مجھے block allocation زیادہ کرکے دیں ۔ آخر ۲۶۳ کروڑ روپے ہماری ٹوٹل ڈویلپمنٹ فنڈ کا ۲۶ فیصد وزیراعلیٰ نے اپنی جیب میں رکھ لیا ۔ لوکل کونسلوں کی بنیاد پر ' grant discretionary کی بنیاد پر اور کارپوریشنوں کی بنیاد پر ۔ جس کو چاہیں دیں ۔ جسے چاہیں نہ دیں ۔ اپوزیشن کے خلاف استعمال کریں ۔ ان کو رام کرنے کے لیے استعمال کریں ۔ کسی ممبر کو خریدنے کے لیے استعمال کریں ۔ تو یہ جناب سپیکر! صورت حال ہے ۔

جناب سپیکر ۔ شیخ صاحب ! آپ اور کتنا وقت لینا چاہتے ہیں ۔ آدھے گھنٹے سے پینتیس منٹ آپ کو بولتے ہوئے ہوگئے ہیں ۔

جناب ایس اے حمید ۔ جناب والا! بس کوئی سات دس منٹ میں ختم کررہا ہوں ۔

جناب سپیکر ۔ جی!

جناب ایس اے حمید ۔ جناب سپیکر ! صوبے میں ۱۴۸ کروڑ روپے کے ٹیکس لگائے ۔ یہ بھی پنجاب

کی تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے ۔ ۱۹۹۰ء تک ہمارے بجٹ ٹیکس فری بجٹ تھے ۔ ۹۲-۱۹۹۱ء میں کچھ ٹیکس لگائے گئے ۔ پچھلے سال پہلی دفعہ موجودہ حکومت نے ۲۰ کروڑ روپے کے ٹیکس لگائے ۔ سٹیمپ ڈیوٹی میں، کاٹن سیس میں اور ہیلتھ کے سیکٹر میں ۔ تو ۲۰ کروڑ روپے کے ٹیکس لگانے کے بعد ۲۰ کروڑ روپے کا جہاز خرید لیا ۔ اس کے اوپر بے شمار احتجاج ہوا ۔ لیکن اس سے سبق نہیں سیکھا گیا ۔ اس کی بجائے جناب سپیکر ! اس دفعہ ۱۴۸ کروڑ روپے کے ٹیکس اس صوبے پر لگائے گئے اور دہرے ٹیکس لگائے گئے ۔ ٹیکس کس طور پر ؟ اگر مرکزی حکومت ایک چیک ایشو کرنے پر ایک روپیہ لیتی تھی تو اس نے کہا دو روپے لیں گے ۔ اور انھوں نے کہا پچیس پیسے ہم بھی لیں گے ۔ ہوٹل سے بارہ فیصد ایکسائز ڈیوٹی مرکزی حکومت لے رہی ہے اور آٹھ فیصدی صوبائی حکومت لے رہی ہے ۔ جناب سپیکر! یک طرفہ تماشا ہوگیا ۔ یہ عوام پستے چلے جا رہے ہیں ۔ عوام کو کوئی پوچھنے والا نہیں ۔ اور اس طور پر عوام کی کمر جو مرکزی حکومت نے توڑی تھی اس کو مزید جھکانے میں صوبائی حکومت نے پورا پورا زور لگا دیا ہے ۔ اور آج عوام مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں ۔ اس کے برعکس ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کیا کر رہے ہیں ؟ ۲۰۹ کروڑ روپے کا جہاز لیا ۔ ۲۱ ہزار روپے مہینہ پائلٹ کو مل رہے ہیں ۔ ابھی جہاز شاید استعمال میں نہیں آیا۔ 32 لاکھ کی انشورنس کروا چکے ہیں۔ رواں مالی سال میں 30 کروڑ سے زائد کی کاریں خریدی جا چکی ہیں اور وزیر اعلیٰ کا اپنا جہاز ان کے استعمال میں شاید نہ ہو وہ ٹی۔ ڈی۔ سی۔ پی کو ایک کروڑ 42 لاکھ روپیہ کرایہ دے چکے ہیں۔ وہ واپڈا کو 46 لاکھ روپیہ جہاز کے استعمال کے لیے کرایہ دے چکے ہیں۔

جناب سپیکر ! یہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ کی کہانی ہے یا کسی سپر پاور کی باتیں ہیں؟ میرا خیال ہے کہ وہ بھی ایسے استعمال نہیں کرتے۔ ان کے اوپر بھی کانگرس نے پابندی عائد کر رکھی ہے۔ کلنٹن صاحب سیر کو جاتے تھے اور ان کے ساتھ چار باڈی گارڈ ہوتے تھے۔ انھیں کانگرس نے یہ کہا کہ ہم چار باڈی گارڈ کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ سیر کریں نہ کریں حکومت آپ کا یہ بوجھ برداشت نہیں کرے گی اور ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کے یہ اللے تللے ختم ہی نہیں ہوتے۔

جناب سپیکر !7۔ کلب روڈ پر بیٹھنے کے لیے ایک نیا پورشن بنانے کے اوپر 30 لاکھ روپے کی رقم خرچ ہوئی اور پھر اس کے بعد لوگوں کی زبانیں بند کرنے کے لیے، ان وزراء، ان مشیروں، ان پارلیمانی سیکرٹریوں، چیئرمین سٹینڈنگ کمیٹیوں اور ممبران صوبائی اسمبلی کی تنخواہوں میں تین گنا اضافہ کر دیا گیا۔ وزیر کی تنخواہ 6 ہزار سے 18 ہزار، صوبائی مشیر کی تنخواہ 5 ہزار سے 15 ہزار کر دی گئیں،

صوبائی مشیروں نے کہا کہ ہم کم ہیں اگرچہ 26 صوبائی مشیر کا ابھی تک نوٹیفکیشن نہیں ہوا۔ وہ ہوا میں لٹک رہے ہیں۔ کوئی وجود نہیں ہے۔ کسی محکمے کا کوئی نوٹیفکیشن نہیں ہے۔ یہ بھی تاریخی بات ہے۔ لیکن وہ خوش ہیں کہ 5 سے 15 ہزار مل جائیں گے۔ فرنیشنگ کے لیے ایک لاکھ روپیہ مل جائے گا۔ ڈی۔ اے ' ڈی۔ اے الاؤنس 150 روپے کی بجائے 400 روزانہ ملے گا۔

جناب سپیکر! یہ کیا مذاق بنا ہوا ہے؟ کس طور پر ہم اپنے صوبے کو تباہ کر رہے ہیں؟ کس طور پر ہم اپنے صوبے کے ساتھ یہ ظلم و ستم روا رکھے ہوئے ہیں۔ پھر یہ اڑھائی کروڑ روپے ان وزیروں مشیروں کے ڈی۔ اے ' ڈی۔ اے پر خرچ ہوتے ہیں۔ یہ کس طور پر ہم صوبہ چلائیں گے؟ پھر مرکزی حکومت کی طرف سے یہ کہا گیا کہ آپ کے غیر ترقیاتی اخراجات 14 فیصد سے زائد نہیں ہونے چاہئیں۔ ہمارے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ پرواہ نہیں 18 فیصد کر دیے۔ 4 فیصد زائد جبکہ صحت کے محکمہ کے لیے ہمارے پاس 2 فیصدی بجٹ نہیں ہے۔ تعلیم کے لیے ہمارے پاس 4 فیصدی بجٹ نہیں ہے۔ لیکن 4 فیصدی زائد اخراجات غیر ترقیاتی مد میں بڑھا دیے گئے۔ 82 ارب ' 22 کروڑ روپے کا مقروض صوبہ' 13 ارب 12 کروڑ روپے سالانہ سود دینے والا صوبہ اور ایسا صوبہ جس کو ابھی تک آپ قرض کے چنگل سے بچا نہیں سکے ' اس کے اوپر اتنا بوجھ۔ اس کے عوام کے اوپر اتنا بوجھ۔

جناب سپیکر! جو ڈویلپمنٹ کا اے۔ ڈی۔ پی ہے اس کو اوکاڑہ کا اے۔ ڈی۔ پی بنا دیا گیا ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیں منڈی سے کھیت تک کی جتنی سڑکیں ہیں وہ دیپالپور میں شروع ہوئیں۔ 5 کروڑ 22 لاکھ روپے کی سڑکیں صرف دیپالپور میں زیر تعمیر ہیں۔ اس کے علاوہ وزیر اعلیٰ صاحب نے پچھلے سال جو اپنے صوبے میں خرچ کیا ہے اس کی اماؤنٹ آپ جانتے ہیں کہ وہ کس قدر زیادہ ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب ایسا نقشہ ہے جو بڑا ہی گھمبیر ہے۔ بڑا ہی خوفناک ہے۔ اس کی اصلاح کے لیے ہمیں دور رس اقدامات کرنے ہیں اور یہ عوام ایسے بجٹ جو ان کی کمر توڑ کر رکھ دے اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صوبے کے مسائل کے ساتھ ساتھ میرے اپنے شہر ' میرے اپنے ڈویژنل ہیڈ کوارٹر کے بھی کچھ مسائل ہیں۔ گوجرانوالہ جو اس وقت کھنڈرات میں تبدیل ہو رہا ہے اس کی ترقی و ترویج کے لیے کوئی فنڈز مختص نہیں کیے گئے۔ جی۔ ڈی۔ اے کے لیے صرف 2 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جبکہ فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے لیے 7 کروڑ روپے '

راولپنڈی اتھارٹی کے لیے 5 کروڑ روپے اور دیگر اتھارٹیز کے لیے 5 کروڑ روپے سے زائد رکھے گئے ہیں۔ لیکن گوجرانوالہ کے لیے نہ کارپوریشن کو کوئی گرانٹ دی گئی اور نہ ہی ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو دی گئی۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ اتھارٹیاں ختم کر دیں۔ پچھلے سال 2 کروڑ 16 لاکھ روپیہ رکھا تھا اس دفعہ 2 کروڑ 20 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! ایک کروڑ کی آبادی کا یہ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر آج ماڈل ہسپتال کے لیے ترس رہا ہے۔ چار سال پہلے یہ منصوبہ بنا تھا کہ صدر مقام جو ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز ہیں وہاں پر ماڈل ہسپتال بنائے جائیں گے۔ لیکن کسی قسم کا کوئی ماڈل ہسپتال آج تک وہاں پر نہیں بن سکا۔

جناب سپیکر! ہمارے شہر میں کوئی یونیورسٹی نہ ہے۔ موجودہ حکومت نے فیصل آباد، ساہیوال اور راولپنڈی میں یونیورسٹیاں قائم کرنے کے لیے اس وقت اسے۔ ڈی۔ پی میں رقم رکھی ہے لیکن گوجرانوالہ جو کہ ایک کروڑ آبادی کا شہر ہے وہاں پر کوئی یونیورسٹی نہیں ہے۔ وہاں پر کوئی میڈیکل کالج نہیں ہے۔ کوئی زرعی کالج نہیں ہے۔ کوئی انجینئرنگ کالج نہیں ہے۔ کوئی ہائی کورٹ کا بنچ نہیں ہے۔ وہاں پر کسی طور پر بی۔ اے اور بی۔ ایڈ کے لیے کوئی کلاسز کا اہتمام نہیں ہے جس کی وجہ سے بچوں اور بچیوں کو اپنی تعلیم کے سلسلہ میں لاہور آنا پڑتا ہے۔ سب سے بڑھ کر صنعتی اور تجارتی شہر ہونے کے ناتے کسی قسم کی ایئرپورٹ کی سہولت نہیں ہے۔ آج سے دس سال پہلے اس بارے میں سوچا گیا لیکن کچھ نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں یہ چاہوں گا کہ پنجاب کی سطح پر گوجرانوالہ جو ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر جہاں آبادی کی شرح بھی سب سے زیادہ ہے۔ جو آبادی کے لحاظ سے پاکستان میں کراچی، فیصل آباد، لاہور کے بعد سب سے بڑا ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے۔ آج ہمارے جو ڈویژنل ہیڈ کوارٹرز ہیں ان میں سب سے بڑا ہے۔ اس کے باوجود اس کی ترقی و ترویج کے لیے کوئی کام نہیں کیا جا رہا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر حکومت اس بارے میں serious view نہ لے تو یہ صوبے کے ایک کروڑ عوام کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہو گا۔

جناب سپیکر! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ مرکز میں ایک وفاقی محتسب مقرر کیا گیا ہے جو مرکز کے جتنے محکمے مثلاً واپڈا، سوئی گیس اور جتنے دیگر محکمے ہیں ان کی چھان بین کرتا ہے۔ ان کا احتساب کرتا ہے اور پورے ملک کے دورے کر کے موقع پر جا کر لوگوں کو مشکلات سے نجات دلاتا

ہے۔ یہ تجربہ بہت ہی کامیاب رہا ہے۔ اس سے عوام کو تھوڑا سا سکون ملا ہے۔ انھیں ریلیف ملا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے دکھوں کا مداوا وفاقی محتسب کی شکل میں موجود ہے جو واپڈا کی زیادتیاں، سوئی گیس کی زیادتیاں اور دیگر جو محکمے ہیں ان کی زیادتیاں ختم کرنے میں اپنا اہم رول ادا کر رہا ہے۔ سندھ میں پچھلے کئی سالوں سے صوبائی محتسب کا تقرر کیا جا چکا ہے۔ آج ہمیں بیورو کریسی کی چیرہ دستیوں کو کنٹرول کرنے کے لیے پنجاب میں بھی ایک محتسب کی ضرورت ہے۔ ہمارے سیکرٹریٹ میں 11 بجے تک سیکرٹری اور ان کا عملہ نہیں آتا۔ لوگ دور دراز سے آ کر بیٹھ کر ان کا انتظار کرتے ہیں۔ 8 بجے کا ٹائم ہے اور ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اسی طور پر صاحب اندر بیٹھے ہوتے ہیں اور باہر کہا جاتا ہے کہ اندر میٹنگ ہو رہی ہے۔ حالانکہ صاحب اندر بیٹھ کر چائے پی رہے ہوتے ہیں۔ یہ برس ہا برس سے المیہ ہے۔ یہ آپ کی حکومت، یہ میری حکومت، یہ کسی اور کی حکومت کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے۔ یہ قوم کے ساتھ براؤن شاہ کے طور پر جو سلوک کر رہے ہیں جب تک اس رویے میں تبدیلی نہیں ہو گی اس وقت تک عوام کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔

جناب سپیکر! میں آپ کو ذاتی طور پر بتاتا ہوں کہ محکمہ ہیلتھ پورے صوبہ میں اس وقت وہ تمام رفاہی اور فلاحی اداروں کو ڈاکٹرز، سرجن، فزیوتھراپسٹ، میڈیکل آفیسرز ڈیپوٹیشن میں دیتا ہے تاکہ صوبہ کے عوام کو صحت کی وہ سہولتیں جو صاحب ثروت لوگ اپنے فنڈ سے کرنا چاہتے ہیں وہ انھیں مل سکیں۔ آج پورے صوبہ میں ان ہسپتالوں کا جال بچھا ہوا ہے اور ان ہسپتالوں میں ڈیپوٹیشن کے لیے محکمہ ہیلتھ کے پاس ایک discretionary power ہے جہاں چاہتے ہیں وہ discretionary power دے دیتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں چھین لیتے ہیں۔ آٹھ ماہ ہو گئے ہیں میں خود دو کیس لے کر دفتر جاتا ہوں لیکن اس کا کوئی مداوا نہیں۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ آپ باقی ہسپتالوں سے ڈیپوٹیشن سٹاف منگوا لیں تو کہتے ہیں کہ منگوا نہیں سکتے۔ جب میں یہ کہتا ہوں کہ اس ہسپتال میں بھجوا دیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھجوا نہیں سکتے۔

جناب سپیکر! یہ ایک صوبائی اسمبلی کے ممبر کی بات ہے جو on the floor of the House یہ کہہ رہا ہے کہ ہماری بیورو کریسی کے چلن ٹھیک نہیں ہیں۔ ہماری بیورو کریسی عوام کی خدمت نہیں کر رہی۔ ہماری بیورو کریسی کا مزاج ابھی تبدیل نہیں ہوا۔ زمانہ بدل گیا ہے۔ وقت بدل گیا ہے۔ رواج بدل گئے ہیں۔ لیکن اگر نہیں بدلا تو بیورو کریسی کا مزاج نہیں بدلا جناب سپیکر! یہ کس لیے نہیں بدلا یہ

اس لیے نہیں بدلا کہ ہمارے اپنے میں political will نہیں ہے اگر ہمارے درمیان political will ہوتی اگر ممبران اسمبلی اسے اپنا استحقاق' اسے اپنا حق' اسے اپنا رائٹ سمجھتے تو پھر عوام کو ان مسائل سے نجات دلانے میں اپنا رول ادا کرتے آج وہی چلن ہے اس چلن کو تبدیل کرنے کے لیے جناب سپیکر ہمیں political will کی ضرورت ہے اور political will کے لیے ہمارے اپنے درمیان آپس میں کسی نہ کسی طور پر conciliation ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں مجھے پتا ہے کہ آپ مجھے اب مزید وقت نہیں دیں گے ابھی بہت باتیں ہیں جو میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا تھا۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، آج تو ماشاء اللہ ہم صبح نو بجے سے شروع ہیں اور پورا ایک گھنٹہ آپ ہی نے صرف کیا ہے۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید: میں جناب سپیکر! آپ کا شکر گزار ہوں۔ میں جناب سپیکر یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک موقع فراہم کیا ہے کہ clean ہاتھوں کے ساتھ صوبے کے عوام کی خدمت کر سکیں۔ جناب والا! جب یہاں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کی میٹنگ ہوتی ہے وہاں پر کچھ حضرات یعنی سیکرٹری صاحبان یا ان کے اہلکار اپنے ہی اہلکاروں کی protection کرتے ہیں جنہوں نے کروڑوں روپے غبن کیے ہیں۔ میں انہیں یہ درخواست کرتا ہوں کہ یہ قوم کا مال ہے یہ کسی ایم۔ این۔ اے کسی ایم۔ پی۔ اے یا کسی منسٹر یا یہ کسی سیکرٹری کا مال نہیں یہ قوم کا ریونیو ہے یا قوم کی دولت ہے خدا کے لیے اس کو ضائع ہونے سے بچائیں ان کی ناجائز طور پر protection نہ کریں۔ لیکن جناب سپیکر! یہ ایک ریت چلی آ رہی ہے۔ جناب سپیکر! آج ہم اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کر دیں کل کے اخبارات میں ایم۔ پی۔ ایز کے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ انکم ٹیکس نہیں دیتے ٹھیک ہے احتساب ہونا چاہیے ہم اس کے لیے تیار ہیں لیکن جناب سپیکر! یہ احتساب یک طرفہ کیوں۔ ان کا احتساب کس لیے نہ ہو جنہوں نے اس قومی خزانے کو لوٹا کس لیے بیوروکریسی کا احتساب نہ ہو کس لیے ان کو protection دی جائے اور ان کی پوری کلاس اپنے کسی ایک آدمی کو بچانے کے لیے اپنے پورے ذرائع استعمال کرتی ہے ہماری پوری کلاس یہ کوشش کرتی ہے کہ ہم ایک دوسرے کے سامنے expose ہوں میں سمجھتا ہوں کہ expose ہونا چاہیے اس لیے کہ اگر جرم کرنے والا expose نہیں ہو گا تو جرم بڑھتا جائے گا اور اگر یہ expose ہو گا تو کسی

نہ کسی طور پر جرم کو کم کرنے میں مدد ملے گی ۔

جناب سپیکر! میں آپ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمام ممبران اسمبلی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری باتوں کو غور سے سنا اور یہاں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ یہ جو ایک ارب اور اڑتالیس کروڑ کے ٹیکس لگائے گئے ہم انہیں کسی طور پر بھی منظور نہیں کرتے موجودہ صوبائی حکومت ان تمام ٹیکسوں کو واپس لے کیونکہ مرکزی حکومت نے پہلے ہی عوام کی کمر کو جھکانے کے لیے اور اسے دبانے کے لیے اور اسے توڑنے کے لیے ٹیکس لگا رکھے ہیں ---- شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: آپ کا شکریہ----جناب ریاض حشمت جنجوعہ صاحب ۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ (مشیر): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ عالی مرتبت جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرنا چاہوں گا کہ آپ نے آئندہ مالی سال کے بجٹ پر مجھے اپنی معروضات پیش کرنے کا موقع عطا کیا ۔

جناب والا! بجٹ ایک ایسی دستاویز ہے جس میں صوبے کی معاشی صورتحال ترقیاتی سرگرمیوں اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے خدوخال عوام کے نمائندوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں عوام کا پسندیدہ اور عوام دوست بجٹ صرف وہی ہوتا ہے جس میں عوام کی امنگوں آرزوؤں احساسات اور مفادات کی ترجمانی کی جائے ۔ جناب والا! زیر بحث بجٹ جسے پنجاب کے وزیر خزانہ نے بڑی انکساری کے ساتھ اس ایوان میں پیش کیا وہ اپنی ہیئت اور وسعت کے اعتبار سے پنجاب کا ایک تاریخی بجٹ ہے جس کے دامن میں ماضی کی تلخ یادیں بھی ہیں اور تابناک مستقبل کی نوید بھی۔

جناب والا! ۴۳ مطالبات زر پر مشتمل یہ بجٹ ۷۲ ارب ۷ کروڑ روپے پر مشتمل ہے جس میں تعمیر پنجاب کے پروگرام پر ۱۳ ۔ ارب ۵۰ کروڑ روپے کی گرانقدر رقوم مختص کی گئی ہیں ۔ ۵ ۔ ارب ۱۰ لاکھ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے تحت ترقیاتی سکیموں کے تصرف میں لائے جائیں گے وفاقی حکومت نے قومی مالیاتی کمشن کے ایوارڈ کے تحت آئندہ مالی سال کے لیے پنجاب کی حکومت کو ۶ ۔ ارب اور ۸۶ کروڑ روپے دینے کا عہد کیا ہے جو کہ بقول وزیر خزانہ پنجاب کے مقرر کردہ حصہ سے ۶ ۔ ارب اور ۸۱ کروڑ روپے زیادہ ہے ۔ وفاقی حکومت کا یہ فیصلہ صوبے اور وفاق کے درمیان خوشگوار تعلقات کا مظہر ہے جس کے لیے ہم وفاقی حکومت کے شکر گزار ہیں ۔

جناب والا! زیر بحث بجٹ کا خوبصورت ترین پہلو یہ ہے کہ اس میں محکمہ تعلیم کے لیے ۲۔ ارب ۸۲ کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جو کہ ہمارے مجموعی بجٹ کا ۲۸ ، فیصد ہے۔

جناب والا! حصول علم نہ صرف آج کے سائنسی دور میں اصلی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہے بلکہ ہمارا اہم دینی فریضہ ہے جو کہ ہمارے ہادی اور رہبر نے حصول علم کی سخت تلقین کی ہے موجودہ حکومت فروغ علم کے لیے جو پرخلوص کاوش کر رہی ہے اس کی بدولت مستقبل کا مؤرخ اسے ایک علم دوست حکومت کے نام سے یاد کرے گا جناب سپیکر! ہم سب اس بات کا ادراک رکھتے ہیں اور یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ جب ہمارے دیہاتوں میں غریب بچے ننگے پاؤں سکول جاتے ہیں تو ان کے بیٹھنے کے لیے ٹاٹ کا ٹکڑا تک موجود نہیں ہوتا ۔ وہ کھلے آسمان کی چھت کے نیچے یا کسی درخت کے سایہ میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں موجودہ حکومت اس بات کا احساس رکھتی ہے اس لیے حکومت نے جس طرح طبقاتی نظام تعلیم کو دفن کر کے تعلیم پر ہر بچے کا حق قائم کر دیا ہے اسی طرح ہر سکول کے لیے عمارت اور عمارت کے اندر فرنیچر مہیا کرنے کا پروگرام بنایا ہے ۔

جناب والا! ماضی میں مڈل سکولوں کو ہائی سکولوں کا درجہ دینے کا سلسلہ بند کر دیا گیا تھا جس کے خلاف خصوصاً دیہی عوام میں اضطراب پایا جاتا تھا حکومت نے عوام کی خواہشات کے احترام میں یہ سلسلہ ازسرنو شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور عوام میں حکومت کے اس فیصلے کو بیحد سراہا جا رہا ہے ۔

جناب سپیکر! موجودہ حکومت نے آئندہ مالی سال کے بجٹ میں پولیس کی مد میں ۵ ۔ ارب ۱۰ کروڑ روپے کی رقم مختص کرنے کی تجویز پیش کی ہے تاکہ امن عامہ اور عوام کے جان و مال کے تحفظ کے لیے اہتمام کیا جا سکے اور یہ ثابت کیا جا سکے کہ امن عامہ کے سلسلہ میں حکومت کس قدر فکر مند اور سنجیدہ ہے ۔ جناب والا ! کسی بھی ملک کی حکومت کے لیے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قلم رو کی سرحدوں کے اندر امن و امان کو قائم رکھے ۔ تاکہ عوام کو جان و مال عزت و آبرو کے تحفظ کا احساس نصیب ہو اور وہ مکمل یکسوئی کے ساتھ معاشی سرگرمیاں جاری رکھ کر خوشحالی کی منزل کی طرف گامزن رہیں۔ جناب والا! یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ماضی میں میرے صوبہ میں امن و امان کی صورت حال قابل رشک نہیں رہی ۔ افغان جنگ کے نتیجہ میں خودکار اسلحہ کی نقل و حمل ' آمریت کی طرف سے ملنے والی منشیات کی سوغات ' آبادی میں بے ہنگم اضافہ کی بدولت جنم لینے والے بے شمار معاشی و طبقاتی مسائل'

بدعنوانی ' رشوت ' نا انصافی اور حق تلفی کے سبب معاشرے میں پیدا ہونے والے منفی رجحانات ' بے روزگاری کی اکتائی ہوئی اداس نسل کے جارحانہ رویے ' فرقہ واریت کے پرچار کے سبب نوجوانوں میں پیدا ہونے والا مذہبی جنون اور محروم اقتدار طبقوں کی طرف سے دانستہ طور پر عدم استحکام پیدا کرنے کی کوششیں وہ حقیقی اسباب و محرکات تھے جن کی موجودگی میں صوبہ میں امن و امان کی صورت حال کو ابتر کر کے ہر محب وطن شہری کو ذہنی طور پر مفلوج و مبہوت بنا رکھا تھا۔ پیڈی ایف کی حکومت جب برسر اقتدار آئی تو دوسرے شعبہ ہائے زندگی کی طرح امن عامہ کے سلسلہ میں بھی اسے ایک بہت بڑے چیلنج کا سامنا تھا۔ حکومت کے امن عامہ قائم رکھنے کے ذمہ دار ریاستی اداروں کی تنظیم نو' ان کی اصلاح کے لیے انھیں فعال اور مؤثر بنانے کے لیے رواں مالی سال کے بجٹ میں گرانقدر رقوم مختص کرنا پڑیں۔ اضلاع میں غیر جانبدار انتظامیہ تعینات کرنے کے لیے مقامی نمائندوں کی پسند و ناپسند کو بالائے طاق رکھ کر پیشہ ور افسران کا تقرر عمل میں لایا گیا اور انھیں حکم دیا گیا کہ وہ جرائم کی سرکوبی کرتے وقت کسی کی سیاسی وابستگی کو خاطر میں نہ لائیں۔ جناب والا! صوبہ میں اسلحہ کی نمائش ایک فیشن کے ساتھ ساتھ دہشت بھی علامت بن گئی تھی۔ حتیٰ کہ مال روڈ پر اسلحہ بردار جلوسوں کی گشت نا صرف عوام کے لیے لمہ فکریہ تھا بلکہ حکومت کی اتھارٹی کے لیے بھی ایک چیلنج تھا۔ حکومت نے نتائج کی پرواہ کیے بغیر اسلحہ کی نمائش پر پابندی عائد کر دی اور اس کے ساتھ ہی اسلحہ ایکٹ میں 11-B کا اضافہ کر کے اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو لائق تعزیر ٹھہرایا۔ حکومت نے منشیات کے خلاف مہم کا آغاز کیا اور پولیس حکام کو ہدایت کی کہ وہ صرف نشہ کے عادی افراد کو چالان کے اعداد و شمار کی شعبدہ گری سے حکومت کو مطمئن نہ کریں بلکہ ڈرگ مافیا کی بیخ کنی کریں۔ دیہاتوں میں مویشی چوری کی وارداتوں کا سد باب کرنے کے لیے حکومت نے خصوصی مہم چلائی تاکہ دن بھر کے تھکے ہارے کاشتکار کو سکون کی نیند سلایا جا سکے۔ جناب والا! اس قومی شاہراہوں کے گشت کے نظام کو مؤثر اور منضبط کرنے کے لیے از سر نو پولیس کی تنظیم نو کی گئی۔ صوبہ میں پولیس چیک پوسٹوں اور ناکوں کا جال بچھا کر مجرمانہ سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی گئی۔ جرائم پیشہ افراد کے پاس موجود خود کار جدید اسلحہ اور تیز رفتار وہیکلز کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کی سرکوبی کرنے کے لیے پولیس کی طرف سے یکساں وسائل کا طلب کرنا ایک فطری امر تھا۔ چنانچہ حکومت یہ وسائل مہیا کرنے کے لیے بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئندہ سال کے مالی بجٹ میں حکومت نے پانچ ارب دس کروڑ روپے کی رقم پولیس کی

مد میں خرچ کرنے کی تجویز اس ایوان کے روبرو پیش کی ہے ۔ ان اقدامات کے نتیجہ میں جناب والا! صوبہ میں امن عامہ کی صورت حال پرسکون دکھائی دے رہی ہے ۔ جناب والا! ہمارے ملک میں مختلف عقائد پر ایمان رکھنے والے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ آباد ہیں۔ ان کی حیثیت کچھ اس طرح ہے کہ جیسے ایک گلدستے میں سجے ہوئے مختلف رنگوں کے پھول ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! مارشل لاء کے دور میں جب 1973ء کے متفقہ آئین کو جس کی دفعات علاقہ پرستی ، نسل پرستی ، عقیدہ پرستی اور لسانی تعصبات کی نفی کرتی ہیں جب ماضی کے عجائب خانہ میں سجا دیا گیا اور جمہوری عمل پر مسلسل پابندی لگا دی گئی ۔ تو جمہور نے اظہار کے جو طریقے تلاش کیے ان میں علاقہ پرستی ، نسل پرستی ، عقیدہ پرستی اور لسانی تعصبات کے منفی رجحانات شامل تھے ۔ کوئی بھی محب وطن شخص ان تعصبات کی طرفداری کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ تاریخ کے طالبعلم جانتے ہیں کہ ان تعصبات نے ماضی میں کئی تہذیبوں کو اجاڑہ ہے ۔ بغداد جو کہ مسلم تہذیب کا ایک گہوارہ تھا وہاں پر فرقہ پرستی نے سر اٹھایا اور بغداد کے چوکوں میں مناظرے برپا ہونے لگے اور بغداد کے حکمرانوں نے ان مذہبی منافرت کا سدباب کرنے کی بجائے ان مناظروں کی صدارت کر کے فرقہ واریت کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس سے لطف اندوز ہونا شروع کر دیا۔ تو منگول حملہ آوروں کی ایک ہی یلغار نے بغداد کو تاخت و تاراج کر ڈالا ۔ اور تاریخ یہ کہتی ہے کہ جب منگول حملہ آوروں نے مسلمانوں کے علمی ذخائر کو اٹھا کر دریائے دجلہ کی لہروں کے سپرد کر دیا تو دریائے دجلہ کی لہریں کئی روز تک سیاہ ہو کر بہتی رہیں۔ جناب والا! اسی طرح اندلس کی تاریخ گواہ ہے کہ جب وہاں فرقہ پرستی نے سر اٹھایا تو مسلمانوں کی یہ عظیم سلطنت منتشر ہو گئی ۔ اسی طرح بیروت جسے ایشیاء کا پیرس کہا جاتا تھا جب وہاں فرقہ پرستوں نے مسلح تنظیمیں قائم کیں اور باہم دست و گریبان ہو گئے تو دنیا کا یہ خوبصورت ترین شہر اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ جناب والا! پاکستان میں عبادت گاہوں پر مسلسل بموں کے دھماکے مذہبی رہنماؤں پر راکٹ لانچروں سے قاتلانہ حملے اور عام شہریوں کا قتل عام روز کا معمول بن چکا تھا۔ عبادت گاہوں میں عبادت اور جنازہ گاہوں میں جنازے سنگینوں کے پہرے میں پڑھائے جا رہے تھے ۔ ہر محب وطن پاکستانی اس صورت حال پر پر تشویش نظر آتا تھا ۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے فرقہ واریت کا راستہ روکنے کے لیے' پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے فرقہ واریت کے اسباب اور محرکات کا تجزیہ کرنے کے لیے کابینہ کی ایک سب کمیٹی تشکیل دی ۔ اس سب کمیٹی نے ہر ڈویژنل ہیڈ کوارٹر پر جا

کر پنجاب کے تمام حساس علاقوں میں جا کر اجلاس منعقد کیے ۔ تمام مکاتب فکر کے مسلمانوں سے رابطہ قائم کیا اور ان کے دل میں فرقہ وارانہ یکجہتی کا احساس بیدار کیا۔ حکومت نے مذہب کے نام پر سرگرم عمل militant گروپس کے خلاف راست اقدام کیا ۔ جس کے رد عمل کے طور پر ملی یکجہتی کونسل کا قیام عمل میں لایا ۔ ملی یکجہتی کونسل کے پلیٹ فارم پر تمام مکتبہ فکر کے اکابرین نے بیٹھ کر ایک ضابطہ اخلاق مرتب کیا ۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے اظہار خیر سگالی کے طور پر ملی یک جہتی کونسل کے اکابرین کی میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ پنجاب حکومت کے ان اقدامات کے نتیجہ میں محرم الحرام میں فرقہ وارانہ یکجہتی کے مناظر دیکھنے میں آئے اور محرم الحرام کی تمام تقاریب پر امن طور پر منتشر ہوگئیں۔ جو کہ موجودہ حکومت کی اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کا مظہر ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ امن عامہ پر موجودہ حکومت کی گرفت کس قدر مضبوط ہوتی جا رہی ہے ۔

جناب والا! آبادی میں اضافہ آج کے انسان کا بہت بڑا مسئلہ ہے ۔ اس مسئلہ کی آغوش میں جہالت بیماری ' مہنگائی اور بد امنی کے مسائل پرورش پا رہے ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت مغربی پاکستان کی آبادی تین کروڑ پچیس لاکھ نفوس پر مشتمل تھی ۔ جو آج بڑھ کر تیرہ کروڑ تک پہنچ چکی ہے ۔ پاکستان میں شرح پیدائش دنیا کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ اگر ہماری آبادی میں اضافے کی یہی رفتار برقرار رہی تو بیس سال بعد پاکستان کی آبادی دگنی ہو جائے گی ۔ تصور کیجیے کہ ہماری آئندہ آنے والی نسل کو کس قسم کے معاشی اور سماجی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ کیا ہمارے ملک کے وسائل آبادی کے اس بوجھ کو سہار سکیں گے ؟ جناب والا ! بنگلہ دیش کی مثال ہمارے سامنے ہے ۔ ایک وقت تھا کہ ہم بنگلہ دیش کے لوگوں کو یہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ وہ چاول اور مچھلی کھا کر بچے پیدا کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کر سکتے ۔ لیکن انھوں نے بہبود آبادی کے اصولوں پر عمل کر کے اپنی شرح پیدائش میں حیرت انگیز حد تک کمی کر لی ہے ۔ آج ان کے زر مبادلہ کے ذخائر کی حالت ہم سے بہتر ہے ۔ آج بنگلہ دیش کے لوگوں کی فی کس قومی آمدنی میں قابل ذکر اضافہ ہوا ہے ۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے بھی بھوک اور افلاس کے قیدی نہ رہیں ' اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے معصوم بچے گندگی کے ڈھیروں سے رزق تلاش نہ کریں ' اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے مریض بے علاج ' بے دوا نہ مریں ' اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان کے ہر شہری کو چھت کا سایہ نصیب ہو جائے ' اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا پیدا ہونے والا ہر بچہ زیور تعلیم سے آراستہ ہو کر شرف انسانیت سے

آگاہی حاصل کرے تو پھر ہمیں بہبود آبادی کے اصولوں پر عمل کرنا ہو گا۔ جناب والا! ہم کب تک غیر ملکی امداد کے سہارے زندہ رہنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ دنیا کی وہ قومیں جو سہاروں پر زندہ رہنے کی عادی ہو جاتی ہیں وہ قومیں بے حس، بے روح اور مردہ قومیں کہلاتی ہیں۔ جناب والا! سوچیے ہم اپنی آئندہ نسل کو کن حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! موجودہ حکومت آبادی میں اضافے کو کنٹرول کرنے کے لیے وسائل کی کم یابی کے باوجود ہاتھ پاؤں مار رہی ہے لیکن یہ مسئلہ اس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہمارے اندر اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے اجتماعی شعور اور سوچ پیدا نہیں ہو گی۔

جناب والا! اسی طرح بے روزگاری ایک عالم گیر مسئلہ ہے۔ موجودہ حکومت کی طرف سے بے روزگاری کے مسئلے کو حل کرنے کے دعوے برحق صحیح لیکن میرے صوبے میں بے روزگاری کا جو طوفان اٹھ رہا ہے اس کو چند ہزار ملازمتوں کے تنکوں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔ جناب والا! اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے طویل المیعاد منصوبے کی ضرورت ہے۔ یہ حقیقت اپنی جگہ پر درست ہے کہ ماضی کی ہر حکومت نے اس سنگین مسئلے سے صرف نظر کر کے اپنے اقتدار کے دن پورے کرنے کی کوشش کی۔ اس حقیقت سے بھی ہم آشنا ہیں کہ دنیا کے دوسرے ممالک میں بے روزگاری سے بے زار ہو کر نوجوان اجتماعی خودکشی کی وارداتیں کر رہے ہیں اور مہذب، تہذیب یافتہ، پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھنے والے ممالک اور قومیں بھی اس مسئلے کو حل کرنے سے عاجز آ چکی ہیں۔ جناب والا! ہمارا نوجوان جب کالج اور یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کر کے باہر نکلتا ہے تو اس کا سینہ حب الوطنی کے جذبات سے سرشار ہوتا ہے۔ پھر وہ حصول ملازمت کے لیے دفتروں کی خاک چھانتا ہے اس کے بعد اخبارات میں حصول روزگار کے اشتہارات تلاش کرتا ہے، اسمبلیوں کے دروازوں پر سیاست دانوں کے دامن کھینچتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر اس کی حب الوطنی کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے اور اس کے بعد وہ اپنا سامان باندھ کر کسی غیر ملکی سفارت خانے کے دروازے پر جا کر بیٹھ جاتا ہے اور ویزہ حاصل کرنے کے لیے دست سوال دراز کرتا ہے۔ جب اسے وہاں سے بھی مایوسی حاصل ہو جاتی ہے تو پھر وہ کبھی ہیروئن کے دھوئیں میں سکون تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے، کبھی کسی کے بچے کو اغواء کر کے تاوان طلب کرتا ہے، کبھی کسی بینک میں ڈاکہ زنی کی واردت کرتا ہے، کبھی شاہراہ پر کھڑا ہو کر کسی موٹر کو، کسی ویگن کو، کسی بس کو لوٹنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی

اپنے ہاتھ میں کلاشنکوف لے کر معاشرے سے اپنی محرومیوں کا حساب طلب کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ جناب والا ! موجودہ پنجاب حکومت کی طرف سے رواں مالی سال میں 50 ہزار بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنے کا عہد کیا گیا ہے ۔ یہ پاکستان کی تاریخ کی ایک نادر مثال ہے کہ کسی صوبائی حکومت نے محض ایک سال کے عرصے میں بے روزگاروں کی اتنی بڑی تعداد کو روزگار فراہم کیا ہو ۔ لیکن اس کے باوجود بھی میں پوری دیانت داری کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ جب تک ہم اپنی اداس ' پریشان نسل کے لیے کسی نشان منزل کا تعین نہیں کر لیتے اس وقت تک ہمارے ملک میں ' ہمارے صوبے میں امن کا ' ترقی کا اور خوش حالی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا ۔

جناب سپیکر ! اعتراف حقیقت کوئی گناہ نہیں ۔ رشوت کی لعنت ہو ' جہالت کا آفریت ہو ' مہنگائی کا جہنم ہو یا حق تلفی کا عذاب ہو ہماری نسل ' ہمارے عوام ان مسائل کے پنجہ استبداد میں مدتوں سے تڑپتے چلے آ رہے ہیں ۔ ان مسائل کے حل کے لیے وہ ہمیں اپنے کندھوں پر بٹھا کر ' ہمیں اپنا اعتماد دے کر ان خوب صورت ایوانوں کی زینت بناتے ہیں ۔ یہاں جب کسی رکن اسمبلی کا استحقاق پامال ہو تو ہم سب سراپا احتجاج بن جاتے ہیں ۔ جب ہماری اپنی مراعات ' تنخواہوں یا الاؤنسوں میں اضافے کی بات ہو تو ہم باہم شیر و شکر ہو جاتے ہیں لیکن عوام محو حیرت ہیں کہ جنھوں نے ہمیں صاحب استحقاق بنا کر یہاں پر بھیجا ہے جب ان کے استحقاق کی بات ہو تو ہماری سیاسی مصلحتیں عوام کے راستے کا پتھر بن جاتی ہیں ۔ جناب والا ! عوام کا نمائندہ وہی شخص ہو سکتا ہے کہ جب عوام کے حقوق پر زد پڑ رہی ہو تو وہ اس کے خلاف سینہ سپر ہو جائے ۔ جب عوام کے حقوق کی بات ہو رہی ہو تو وہ اس کو منوانے کے لیے سراپا احتجاج بن جائیں ۔ جناب والا ! پارلیمنٹ ایک ایسی مقدس جگہ کا نام ہے جہاں پر عوام کے منتخب نمائندے داخل ہوتے ہی عوام کے تفویض کردہ فرض کی تکمیل کی قسم کھاتے ہیں لیکن جب عوام پاکستان کے سیاست دانوں کی باہمی آمیزش کو دیکھتے ہیں تو انھیں نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ہمارے ملک کے سیاست دانوں کی حب الوطنی کا معیار اب اس قدر گر چکا ہے کہ وہ اپنے ہی ملک میں ' اپنی ہی قوم کے خلاف حالت جنگ میں ہونے کا اعلان کر رہے ہیں ۔ جو عناصر اس قسم کی حرکتیں کر رہے ہیں شاید انھیں اس حقیقت کا احساس نہیں کہ جنگ مسائل کا حل نہیں ہے ۔ جنگ تو بذات خود ایک مسئلہ ہے جو کئی مسائل کو جنم دیتی ہے اور بالآخر میدان جنگ میں الجھائی ہوئی مسائل کی گتھیاں مذاکرات کی میز پر ہی سلجھائی جا سکتی ہیں ۔ اگر ہم نے بھی اب رواداری

کا، مذاکرات کا، افہام وتفہیم کا راستہ اختیار نہ کیا تو پھر جمہوریت کے نام پر جمہوریت کے خلاف ہونے والی سازش بالآخر جمہوریت کا تختہ الٹ دے گی۔ جناب والا! آج ہم نے جن رویوں کو اپنا رکھا ہے ان کے حوالے سے پاکستان کے عوام دو متحارک گروہوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ شہروں کی مرکنٹائل کلاس، صنعتی اشرافیہ، خون آشام تاجر، چور بازاری کرنے والے، ذخیرہ اندوزی کرنے والے آج ایک کیمپ میں جمع ہو چکے ہیں جبکہ حقوق سے محروم طبقے، افلاس زدہ عوام، محنت کش اور دہقان ان کے مدمقابل کھڑے ہیں۔ آج پاکستان کے عوام کو اس بات کا ادراک ہے کہ آج پاکستان کے استحصالی طبقوں کے نمائندے اپنی بقاء کی آخری جنگ لڑ رہے ہیں اور اس جنگ میں انھوں نے اپنے تمام وسائل کو جھونک رکھا ہے لیکن فتح بالآخر غریب عوام کی ہو گی اور پاکستان میں عوامی جمہوریہ نمو پذیر رہے گی کیونکہ پاکستان کا وہ محنت کش جو آج سے کچھ عرصہ پہلے سرمایہ دار کے کارخانے کی چمنی میں چپ چاپ جل جایا کرتا تھا آج اس سرمایہ دار کی سیاست کی بھٹی کا ایندھن بننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے پنجاب کے محنت کشوں کو خبردار کر رہا ہوں کہ وہ عناصر جو ایک آمر کے بوٹ چاٹ کر برسر اقتدار آئے اور برس ہا برس تک اس ملک کے مقدر سے کھیلتے رہے وہ ایک بار پھر تیسری طاقت کو خاموش تماشائی ہونے کا طعنہ دے کر مداخلت پر اکسا رہے ہیں تاکہ وہ ایک بار پھر کسی آمر کے بوٹ پالش کر کے ایوان اقتدار کی غلام گردشوں کے راستے سے گزر کر اقتدار پر قبضہ کر لیں۔

دے رہے ہیں جو لوگ تم کو رفاقت کے فریب
ان کی تاریخ پڑھو گے تو دہل جاؤ گے
اپنی مٹی پر ہی چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پر چلو گے تو پھسل جاؤ گے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پنجاب کے قائم مقام قائد حزب اختلاف نے بجٹ پر تقریر کرتے ہوئے جس قسم کی لایعنی، مہمل اور vague قسم کی باتیں کیں ان کا جواب دینا اس معزز ایوان کے وقت کا ضیاع کرنے کے مترادف ہے۔ میں صرف ان کی خدمت میں اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ گزشتہ دو سال سے ایک طیارے کی خریداری کے مسئلے کا ذکر بڑے دردناک لہجے میں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! یاد ماضی ایک عذاب سے کم نہیں ہوتی اگر انھیں یاد نہ ہو تو میں انھیں یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پنجاب میں خصوصی طیارے خریدنے کی روایت کس نے قائم کی تھی؟ جب 1986ء میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ محترم میاں محمد نواز شریف نے خصوصی طیارہ خریدا تھا تو میں قائد حزب اختلاف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ طیارہ اتفاق فونڈری کے اکاؤنٹ سے خریدا گیا تھا؟ یا قائم مقام قائد حزب اختلاف نے اپنے لیڈر کو یہ طیارہ اپنی جیب سے خرید کر دیا تھا (نعرہ ہائے تحسین)۔

مجھے یاد ہے وہ ذرا ذرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

شکریہ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: جناب شوکت داؤد صاحب

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا!

جناب سپیکر: جناب لا منسٹر صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر مجھے یہ گزارش کرنی ہے کہ بہت سارے اراکین نے بجٹ کی بحث میں حصہ لینا ہے۔ اگر اس کے لیے وقت کا تعین کر لیا جائے کہ ایک مقرر کتنے منٹ تک بول سکتا ہے تو اس سے آسانی پیدا ہو گی ورنہ بحث کے آخری روز پھر یہ اعتراض اٹھے گا کہ اتنے اراکین اسمبلی رہ گئے ہیں اس لیے ابھی ہمیں مزید وقت دیا جائے۔

جناب سپیکر: ایک دوسری حقیقت بھی آپ کے سامنے میں رکھتا ہوں کہ میرے پاس جو فہرست ہے اس میں اتنے کم نام ہیں۔ میں تو اس وجہ سے پریشان ہوں کہ دن کا بقیہ حصہ ہم کیا کریں گے۔ یا تو آپ مجھے اتنے نام دیجیے۔ اتنے کم ناموں کی صورت میں تو میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ جو بولنا چاہتا ہے دل کھول کر بول لے۔ جناب چودھری شوکت داؤد صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! ہماری طرف سے تو کل بھی نام باقی رہ گئے تھے۔ اب اگر حکومتی بنچز کی طرف سے فہرست نہ ہو تو ہمیں موقع دیا جائے۔ ہمارے مقرر تو ویسے بھی موجود رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: ایسا کرتے ہیں کہ فی الحال چونکہ زیادہ پریشر نہیں ہے اس لیے 15 منٹ کا ٹائم رکھتے ہیں۔ اگر کسی نے اس سے زائد ٹائم لینا چاہا اس کے پاس کوئی argument ہوئی تو میں اس کا اندازہ

کرتے ہوئے اسے مزید تھوڑا وقت دے دوں گا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: یہ فیصلہ مناسب ہے۔

جناب سپیکر: جناب چودھری شوکت داؤد صاحب

چودھری شوکت داؤد: بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ○ جناب سپیکر! بجٹ چاہے گھر کا ہو چاہے کسی ملک کا ہو یا صوبے کا ہو۔ جب ہم بجٹ کا نام لیتے ہیں تو تصور ہی اس بات کا ہوتا ہے کہ اپنی چادر کے اندر پاؤں پھیلانے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ جب ہم اپنی آمدن سے اخراجات بڑھا لیتے ہیں۔ اس وقت نہ گھر اچھی طرح چل سکتا ہے نہ کوئی صوبہ چل سکتا ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہمیشہ بجٹ بنتے ہیں اور بجٹ کے پیچھے ایک ضمنی بجٹ بھی آتا ہے۔ اس حکومت نے بھی اگرچہ جب پچھلے سال بجٹ پیش کیا تو اس کو متوازن بجٹ کے طور پر پیش کیا گیا اور اس میں یہی ارادہ کیا گیا بلکہ اظہار کیا گیا کہ اپنی آمدنی کے اندر رہتے ہوئے ہم نے ایک متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ صوبے کی ترقی کے لیے پیش کیا ہے بلکہ اس بجٹ میں وزیر اعلیٰ نے ہمارے دل خوش کرتے ہوئے ہر حلقے کے لیے مساوی بجٹ کا اعلان کیا۔ ہر ایم پی اے کے حلقہ کو ترقی دینے کے لیے اور انصاف پسندی کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ ہر ممبر کے حلقے میں ترقیاتی منصوبہ جات کے لیے ایک مخصوص رقم دی جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج مجھے اس بجٹ میں ایک ہی بات اچھی لگی ہے کہ اس میں کم از کم اس بات کا اظہار نہیں کیا گیا کہ ہر حلقہ میں برابر رقم تقسیم کی جائے گی۔ اگرچہ اس بجٹ کو بھی اس صوبہ کی ترقی کے لیے بجٹ قرار دیا گیا ہے تو ایک پنجابی کی مثال ہے کہ ایک سکھ عورت تھی بنتو کسی نے کہا کہ "ایہہ بچ گئی اے فلاں دے نال بچ گئی اے دوجا بندہ کہندا اے کہ میں نہیں مندا اوہ کہندا اے کہ میرے نال بچے گی تاں میں مناں گا"۔ اسی طرح میں نہیں مانتا کہ یہ صوبے کی ترقی کے لیے ہے کیونکہ میں نے پچھلے سال بھی دیکھا اور اس سال بھی دیکھا۔ جناب والا! میں نے تو اپنے حلقے کو دیکھنا ہے جب تک میرے حلقے میں ترقیاتی سکیمیں نہیں بنیں گی ترقیاتی فنڈز نہیں دیے جائیں گے تو اس وقت تک میں کیسے یقین کر سکتا ہوں کہ یہ صوبے کے لیے ترقی کا بجٹ ہے۔ صوبے میں ترقیاتی فنڈز دیے گئے ہیں۔ مجھ سے پہلے ریاض حشمت جنجوعہ صاحب نے بڑی اچھی تقریر کی مدح سرائی کی۔ وہ ایڈوانٹیج تھے انھوں خوب حق نمک ادا کیا (نعرہ ہائے تحسین)۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کی تقریر سن کر مجھے اس طرح لگ رہا تھا کہ وہ موجودہ دور

میں نہیں بیٹھے بلکہ آنے والے دس یا بیس سال کے بعد کی تقریر کر رہے ہیں - یہ خواہش تو ہمارے ملک کے ہر باسی کی ہے اس پنجاب میں بسنے والے ہر شہری کی ہے کہ کاش ایسے حالات ہوں - کاش ایسا امن ہو کہ جس کا انھوں نے اظہار کیا کہ ماضی میں ایسے ہوتا تھا اب ایسا ہو رہا ہے - اب کرپشن نہیں ہے لوگ سکون کی نیند سوتے ہیں - جب انھوں نے کہا کہ سکون کی نیند سوتے ہیں تو میرے ذہن میں ایک لفظ آیا کہ ابدی نیند سوتے ہیں - ہم آج کے اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں نہ صرف ملک میں بلکہ اس صوبہ پنجاب میں دیکھ لیں کہ کوئی اخبار ایسا نہیں ہو گا کہ جہاں قتل و غارت ڈاکہ زنی اور عورتوں کی عصمتیں لوٹنے کے واقعات رونما نہ ہوتے ہوں - میں کہتا ہوں کہ حشمت صاحب کاش ایسا ہو - اگر وہ اپنی ساری تقریر میں یہ کہہ جاتے کہ ہم بجٹ بنا رہے ہیں کاش ایسا ہوتا کہ جس سے صوبے میں بے روزگاری ختم ہو جاتی اور اس صوبے میں امن و امان قائم ہو جاتا - جب بھی بجٹ بنتا ہے میں تو کہتا ہوں کہ بجٹ پہلے بنا لیا جاتا ہے اور ہمیشہ کی طرح یہ بھی بیورو کریٹک بجٹ ہے - بیورو کریٹس اس بجٹ کو بنا کر اسمبلیوں میں پیش کر دیتے ہیں اپوزیشن اس کو oppose کرتی ہے حکومتی بنچز اس کی مدح سرائی کرتے ہیں - بحث و تمحیص ہوتی ہے کیونکہ بجٹ matter of perstige ہوتا ہے اس لیے بجٹ منظور کروا دیا جاتا ہے - کاش ایسا ہو کہ یہ بحث و تمحیص پہلے ہو ہم ادھر اپنے مسائل کا رونا پہلے روئیں اس کے بعد بجٹ بنے تو میں کہوں گا کہ یہ عوامی بجٹ ہے - اگر ایسا ہو تو چاہے میں اپوزیشن میں بیٹھا ہوں میں حکومت کی ضرور تعریف کروں - لیکن آج میں اس بجٹ کی تعریف اس لیے بھی نہیں کر سکتا کہ یا تو میں اس کو بیورو کریٹک بجٹ کہوں گا یا بچے جمہورے والا بجٹ کہوں گا - کیونکہ بیورو کریٹس نے جو بجٹ بنا دیا بچے جمہورے کی طرح وزیر خزانہ نے اس کو پڑھ دیا اور جب آپ اس بجٹ پر نظر دوڑائیں گے تو اس کو رنگیلے بادشاہ کا بجٹ بھی کہیں گے - یہاں ہر چیز رنگین ہے - یہ بجٹ کی کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں بڑی خوبصورت ہیں بلکہ اس حکومت نے خوبصورت مشیر رکھنے کی ابتدا ڈالی ہے - گھروں کو خوبصورت کیا جا رہا ہے - دفاتر کو خوبصورت کیا جا رہا ہے - (آوازیں غیر منتخب خوبصورت مشیر ہیں) ان کو خود پتا ہے کہ اس حکومت کے بڑے بڑے غیر منتخب خوبصورت مشیر ہیں -

جناب سپیکر ، اب آپ اپنے لیے جگہ بنا رہے ہیں -

چودھری شوکت داؤد ، خدا نخواستہ - جناب والا میں کہہ رہا تھا کہ ہمارے وزیر خزانہ نے بڑے دکھ کے ساتھ کہا کہ میں غریب صوبے کا وزیر خزانہ ہوں - کیا غریب صوبے کے یہ طور اطوار ہوتے ہیں کہ 75/75

لاکھ کی لفٹیں گورنر ہاؤس میں نصب کر دی جائیں۔ کیا غریب صوبے کا یہ بجٹ ہوتا ہے کہ 65/65 لاکھ وزیر اعلیٰ ہاؤس کی renovation پہ خرچ کر دیے جائیں؟ کیا غریب صوبے کا اور غریب صوبے کی عوام کا یہ قصور ہے کہ ان کے اوپر 75/75 کروڑ کے مزید اضافی ٹیکس لگا دیے جائیں؟ جناب والا! اگر یہ ایسا ہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ غریبوں سے ہمدردی نہیں بلکہ غریبوں کو اس صوبے سے ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کی ایک سازش ہے۔اور یہ سازش آج کی نہیں بلکہ اس پارٹی کا وتیرہ ہے۔ جب سے یہ پارٹی معرض وجود میں آئی ہے اس کا یہی نعرہ ہے کہ ہم نے غریب نہیں رہنے دینا اور اس کا اظہار اس بجٹ میں بھی کیا جا رہا ہے۔ عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ اگر کسی کی تنخواہ بڑھائی جاتی ہے الاؤنسز بڑھائے جاتے ہیں تو اس کی اچھی کارکردگی کو دیکھ کر بڑھائے جاتے ہیں لیکن یہاں پر تو ان کا وتیرہ ہی الٹا ہے۔ امن عامہ کی صورت حال پہلے کی نسبت دن بدن خراب ہو رہی ہے اور پولیس کے فنڈز بڑھائے جا رہے ہیں اور یہاں پر تعلیم کے لیے جو رقم مختص کی گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی معاشرے کو سدھارنے کے لیے تعلیم سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ مجھے جناب سپیکر اس پر اعتراض نہیں ہے کہ تعلیم کی مد میں کیوں زیادہ رقم رکھی گئی ہے۔ آپ اگر پتھر اور گارے سیمنٹ سے عمارتیں بنا دیں اور یہ سمجھیں کہ معیار تعلیم کو بلند کیا جا رہا ہے تو میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ جناب سپیکر اگر آپ یہ کہہ دیں کہ تھرڈ ڈویژنر اساتذہ کو بھرتی کر کے جہاں صوبے کی بے روزگاروں کو بھرتی کیا جا رہا ہے۔ اساتذہ کی بھرتی کر کے معیار تعلیم کو بلند کیا جا رہا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم تعلیم کی خدمت نہیں کر رہے۔ جناب والا ہمیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ذہنی سطح کو بلند کیا جائے۔ میں ہمیشہ یہ بات کرتا ہوں کہ ایسی تعلیم دی جائے جو ہمیں پہلے سچا مسلمان بنائے، سچا پاکستانی بنائے اور ایسی تعلیم سے یہ صوبہ بھی ترقی کرے گا اور ملک بھی ترقی کرے گا۔ لیکن اس طرف ہم دھیان نہیں دے رہے۔ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صحت کے شعبے میں پیسہ رکھ کر اور جدید مشینیں نصب کر دی جائیں سکیننگ مشینیں لگا دی جائیں اور وہاں پر اگر غریب آدمی کے لیے پانچ چھ روپے کی دوائی بھی میسر نہیں ہے تو وہ کروڑوں روپے کی مشینیں بیکار ہیں کیونکہ یہ صرف امیر آدمیوں کی تشخیص کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ اس کی بجائے اگر ایک غریب آدمی کو پانچ یا دس روپے کی گولیاں میسر ہوں تو زیادہ بہتر ہے اور میں بھی یہ سمجھوں گا کہ شعبہ صحت میں ترقی ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ میں اپنی بات کو مختصر کروں گا۔ ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے ایک ممبر کی بجٹ تقریر ایسی ہوتی جس میں وہ کہتا ہے کہ بجٹ کے علاوہ میں اپنے علاقے کے مسائل پر بھی روشنی ڈالوں

گا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ ہمیشہ سے ہم ایک ہی بات کرتے ہیں اور اگلے سال پھر اس بجٹ کی موٹی سی کتابیں اٹھا کر دیکھتے ہیں کہ شاید ہماری پچھلے سال والی تقریر کا عشرعشیر ہی اس میں شامل ہو ۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے ہم نے پچھلے سال جو گزارشات پیش کی ہوتی ہیں اس کی کوئی چیز بجٹ میں نظر نہیں آتی ۔

جناب سپیکر ! میرے علاقے کا ایک سب سے بڑا مسئلہ پانی کا ہے۔ تقریباً دو یونین کونسلیں ایسی ہیں جن کا زمینی پانی کڑوا ہے اور وہاں پر نہری نظام بھی غیر مستقل ہے اور جب پانی کی بندش ہوتی ہے تو بڑی دقت ہوتی ہے ۔ یہ ڈانڈی کا علاقہ ہے اور ہمارے وزیر خزانہ بھی میرے ضلع سے تعلق رکھتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے علاقے کی نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت ہو گی اس علاقے میں اگر کم ازکم نہروں کو یا تو مستقل کر دیا جائے ۔ یا پھر ایسے وسائل پیدا کر دیے جائیں کہ لوگوں کا یہ مسئلہ حل ہو سکے ۔ جناب والا لوگوں نے وہاں پر زمینوں کو کیا سیراب کرنا ہے لوگ تو پینے کے پانی کو ترستے ہیں ۔ اس کے علاوہ میرے شہر کا مسئلہ یعنی واٹر سپلائی کا مسئلہ ہے ' وہاں پر ہمیں ایسا پانی ملتا ہے جس سے آپ نہانا بھی پسند نہ فرمائیں ۔ اس کے علاوہ سیوریج کا مسئلہ ہے ۔ میرے شہر کے درمیان ایک ریلوے لائن گزرتی ہے جہاں پر انڈر پاس ہے ' میں یہاں ان سے کوئی بھیک نہیں مانگنا چاہتا کیونکہ میرے پاس تو کوئی بجٹ نہیں اور نہ ہی مجھے کوئی بجٹ دیا گیا ہے کہ میں اپنا بجٹ وہاں پر لگاؤں ۔ جناب والا انڈر پاس میں ہر وقت سیوریج کا گندا پانی بہتا رہتا ہے اور کوئی آدمی اگر وہاں سے پیدل گزر جائے تو میرے خیال میں نماز پڑھنے کے قابل نہیں رہتا ۔ پورا سال اس سڑک پر وہ گندا پانی موجود رہتا ہے اور اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ کہیں وہ ریلوے لائن کو بھی نقصان نہ دے ۔

جناب سپیکر ، آپ رحیم یار خان کی بات کر رہے ہیں یا صادق آباد کی ؟

چودھری شوکت داؤد ، جناب والا صادق آباد ضلع رحیم یار خان کی بات کر رہا ہوں ۔ میں یہ بات اس لیے کر رہا ہوں کہ میرے وزیر خزانہ سارے صوبے کی خوشحالی کی بات کر رہے ہیں میں تو انہیں ان کے اپنے ضلع کی ناگفتہ بہ حالت کی طرف اشارہ کر رہا ہوں' اور یہ ان کے حلقے سے ملحقہ تحصیل ہے ۔ جناب والا! میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے مختصراً یہ کہوں گا کہ پنجاب ایک زرعی صوبہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہم زراعت کی ترقی کے لیے بات نہیں کریں گے اس وقت تک ہم صوبے میں ترقی

نہیں کر سکتے ۔ جناب والا! زرعی ٹیکس کی ہم بھرپور مخالفت کریں گے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے زرعی ٹیکس لگا دیا تو آپ سوچ لیں کپاس کی فصل ایک واحد فصل ہے جس پر پورا ملک انحصار کرتا ہے کیونکہ کپاس کو ہم ایکسپورٹ کرتے ہیں جس سال ہماری کپاس کی فصل خراب ہو جائے بالواسطہ ہر چیز پر اثر پڑتا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں زراعت کی ترقی کے لیے باقی اقدامات کرنے پڑیں گے وہاں پر ہمیں زرعی ٹیکس کی بھرپور مخالفت کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ ساتھ گندم کے متعلق بھی میں عرض کروں گا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دفعہ بڑی اچھی فصل عنایت کی ہے ۔ اس کے لیے ہمیں دو چیزیں کرنی چاہییں ۔ سب سے پہلے گندم کے ذخیرے کے لیے ایسے اقدامات کرنے چاہییں جس سے گندم ضائع نہ ہو ۔ دوسری بات یہ ہے کہ گندم سمگل ہو جاتی ہے اس کی سمگلنگ ہمیں روکنی چاہیے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم نے جمہوریت کو فروغ دینا ہے صوبے میں امن وامان کی صورت حال کو بہتر بنانا ہے تو ہمیں کھلے دل سے اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے' ان لوگوں کی نمائندگی کو تسلیم کرنا چاہیے ۔ ماضی میں بھی ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے کہ جب ہم نے ایک قوت کو نظر انداز کر دیا تو ہم نے اپنے آپ کو بہت نقصان پہنچایا ہے ۔ مشرقی پاکستان کی مثال ہمارے سامنے ہے ۔ اسی طرح کراچی کے حالات بھی میں سمجھتا ہوں .....

جناب سپیکر ، صادق آباد سے کراچی کا راستہ تو جاتا ہے لیکن ....

چودھری شوکت داؤد ، جناب والا! میں پاکستان کا باسی ہوں ابھی ادھر آ رہا ہوں ۔

جناب سپیکر ، نہیں آپ مہربانی کریں اور صادق آباد ہی رہیں ۔

چودھری شوکت داؤد : جناب والا! میں مین لائن پر ہوں اور وہ راستہ سیدھا صادق آباد سے کراچی کو جاتا ہے ۔ میرا تعلق چونکہ پنجاب کے آخری شہر سے ہے ۔ سندھ کے بارڈر پر ہوں سندھ کے حالات سے ہمارا علاقہ بھی متاثر ہوتا ہے ۔ سندھ کے اس علاقے میں جو چوریاں اور ڈکیتیاں ہوتی ہیں اور اگر امن وامان ختم ہوتا ہے تو ہم براہ راست اس سے متاثر ہوتے ہیں ۔

جناب سپیکر ، بڑی مہربانی ۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب سپیکر! میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اگر ہم نے پنجاب کے صوبے میں امن وامان کو برقرار رکھنا ہے تو میں سمجھتا ہوں پنجاب کے صوبے

کی سب سے بڑی جمہوری پارٹی اس کے عوام اس کے ووٹر اور اس کے نمائندوں کے جذبات کا خیال رکھنا پڑے گا۔ اگر ہم نے ان کے اوپر ان کے نمائندوں کے اوپر غلط قسم کے کیسیز کا اندراج کر کے ان کو ان کے حق نمائندگی سے روکنے کی کوشش کی تو جناب والا اس صوبے میں امن وامان کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے یہ بھی کہوں گا کہ ہمیں اس صوبے کے عوام کی نمائندگی کو مد نظر رکھتے ہوئے صوبے کے عوام کے جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ جناب سید محمد خلیل الرحمن چشتی صاحب۔

سید محمد خلیل الرحمان چشتی، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین اھد نا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ صدق اللہ عظیم۔ جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت عطا فرمایا۔ ہمارے درویش وزیر خزانہ نے جس عرق ریزی کے ساتھ، پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر 96-1995ء کا میزانیہ پیش کیا ہے یہ انہی کا خاصا ہے۔ جناب والا! آپ اس بات پر مسکرائے ہیں جب میں نے درویش وزیر اعلیٰ کہا ہے۔ (شور ---- مداخلتیں----) درویش وزیر خزانہ کہا ہے تو آپ مسکرائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے وہی عزت دیتا ہے جس کو چاہے دے کسی کے غم والی بات ہی نہیں ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ میں نے درویش وزیر خزانہ اس لیے عرض کیا کہ میں نے ڈیڑھ سال میں ان کی کاوش دیانتداری، ان کی ایمانداری جس نے مجھے واقعی متاثر کیا اور یہ تعریف بے جا نہ ہوگی جو کسی کا حصہ ہو جو کسی میں صلاحیت ہو نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا ہے کہ اس کی آپ تعریف سر میدان کیجئے تاکہ میرے دوسرے امتیوں کو اس کی طرف دیکھ کر ----

رانا محمد اقبال خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا وزیر خزانہ صاحب میں وزیر اعلیٰ بننے کی صفات موجود نہیں ہیں؟

سید محمد خلیل الرحمان چشتی، تو میں عرض کر رہا تھا۔

جناب سپیکر، جی۔

سید محمد خلیل الرحمان چشتی، کہ جس عرق ریزی کے ساتھ وزیر خزانہ نے یہ بجٹ پیش کیا ہے یہ انہی کا حصہ ہے۔ جب میں نے 18 اکتوبر 1993ء کو پنجاب اسمبلی کا ایم پی اے کا حلف اٹھایا تو صوبہ پنجاب میں جس قدر افراتفری قتل و غارت گری، سڑکوں کا برا حال تھا یہ جو میں نے ساری چیزیں دیکھیں

تو میں نے کہا کہ 1985ء سے جو دور شروع ہوا تھا اور 1993ء تک آٹھ سال اس صوبہ پنجاب کے سیاہ سفید کے جو مالک رہے ہیں آیا وہ تین مہینے میں ہی سارا نوٹ پھوٹ گیا ہے' اور وہ تین مہینے میں ہی ساری قتل و غارت گری شروع ہوگئی۔ اس میں یہ بد انتظامی' ڈکیتیاں' چوریاں اور بدمعاشیاں ہو رہی ہیں کیا یہ ساری ابھی شروع ہوئی ہیں؟ اس میں پورا نظام جو پچھلے آٹھ سال سے جاری ہے اس کا کوئی حصہ نہیں ہے؟ یہ میں نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ پھر خود بخود ہی میں نے اس کا جواب تلاش کرنا شروع کردیا کہ یا اللہ اب یہ نظام تھوڑا سا بدلہ ہے جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب نے اقتدار سنبھالا ہے مرکز میں بے نظیر صاحبہ نے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالا ہے۔ اس امید پر کہ یہ جو سابقہ روایات ہیں یہ برقرار نہیں رہیں گی بلکہ یہ صحیح ہوتی جائیں گی۔ میری امید بندھی جب وزیر اعلیٰ پنجاب نے محنت شاقہ سے کام شروع کیا۔ دن رات محنت شروع کی۔ اس بابت وزیر اعلیٰ نے پہلا قدم جو اٹھایا وہ یہ تھا کہ اس ملک سے اس صوبہ پنجاب علماء کے درمیان جو اختلاف ہے اس کو ختم کرکے رکھ دینا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ یہ قدم اٹھاتے رہے آج ڈیڑھ سال کے بعد یہاں تک پہنچ گئے کہ میرے صوبہ پنجاب میں مکمل امن و سکون ہے۔ چوریاں' ڈکیتیاں جو میرے فاضل دوست ایس اے حمید صاحب فرما رہے تھے گوجرانوالہ کی حد تک وہ یہ فرما رہے تھے۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جناب ایس اے حمید صاحب وہ گوجرانوالہ کا ہی ڈویژن ہے جس میں اکالی صوبہ' سکھانہ باجوہ ایسی جگہ ہے جہاں آپ کے گورنر بارہا تشریف لے گئے ہیں اور وہاں پر 45 قتل ہوئے اور وہ پورا علاقہ آٹھ سال جلتا رہا۔ تو یہ اس وزیر اعلیٰ کا خاصا تھا۔ پھر جناب ایس اے حمید صاحب کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ جناب پپلی گورایا ایک گاؤں ہے جس میں تقریباً 37 قتل ہوئے ہیں اور پوری انتظامیہ اس وقت موجود تھی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب جناب غلام حیدر وائیں صاحب (مرحوم) جنہیں درویش وزیر اعلیٰ کہا جاتا تھا۔ تو یہ قتل میاں منظور احمد وٹو صاحب کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ آپ اس حصے کو بھی دیکھئے اور اس وقت سے بات شروع کیجئے جب آپ ممبر بھی تھے اور ممبر رہے ہیں اور آٹھ سال تک آپ کے اقتدار کا طوطی بولتا رہا۔ آج دیکھئے ڈیڑھ سال گزر گیا ہے اس وزیر اعلیٰ نے محنت کی ہے اور محنت کرکے صوبہ پنجاب کو امن کا گہوارہ بنایا ہے۔ یہ کس طرح بنایا ہے وہی وانڈو کیدیاں جہاں 45 قتل ہوئے تھے۔ آج صلح کروائی ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! چشتی صاحب نے یہاں جو بات بیان فرمائی ہے۔ میں آپ کی

وساطت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا موجودہ دور میں قتل ختم ہوگئے بالکل بند ہوگئے؟ کیا اب یہ قتل کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے؟ سات سو آدمی تو کراچی میں قتل ہوچکے ہیں۔

جناب سپیکر، پنجاب کی بات کریں۔

جناب ایس اے حمید، اور اس کے بعد یہاں پر دور کی بات نہیں روزانہ ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر، اکا دکا واقعات ہیں اور بہت زیادہ واقعات میں کچھ تو فرق ہوتا ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا کس جگہ پر کنٹرول کر لیا ہے؟

جناب سپیکر، آپ ان کی بات بھی سنئیے۔

سید محمد خلیل الرحمان چشتی، جناب والا! میں نے بڑے تحمل سے محبت سے تمام حضرات کی باتیں سنی ہیں۔ میرا بھی حق ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ ہی مجھے بتائیے کہ لاہور پورے پاکستان کا اور پنجاب کا دل ہے۔ یہاں پر جو افراتفری تھی وہ ایک دن کی پیدا کردہ تھی اور آج بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ لاہور میں وہی افراتفری ہے۔ کسی کو کریڈٹ دیں کسی کی تعریف تھوڑی بہت تو کر دیجیے۔ کہ کسی نے کوئی کام کیا ہے یا نہیں کیا ہے۔

میاں فضل حق، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

میاں فضل حق، چشتی صاحب وزیر اعلیٰ کی تعریف میں جو کچھ کہہ رہے ہیں حکومتی بنچز سے ان کا تعلق ہے اور وہ بات لاء اینڈ آرڈر کے اوپر کر رہے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں اپنی تقریر میں بات کروں گا۔ ان کو میں صرف ایک مثال دیتا ہوں۔ کہ جس طریقے سے کراچی کے اندر دہشت گردی ہو رہی ہے اس کا ایک نمونہ ہوا۔ آج سے چار دن پہلے ماڈل ٹاؤن کے اندر دو لوگ آئے ' انہوں نے تین افراد کو ' میاں بیوی اور بیٹے کو قتل کردیا۔ یہ cold blooded murder ہوتے ہیں۔ وہ قتل کردیئے گئے ہیں۔ یہ کس لاء اینڈ آرڈر کی بات کرتے ہیں کہ improvement ہوئی ہے۔ یہ جو کہہ رہے ہیں کہ لاہور کی حالت بہت بہتر ہو گئی ہے۔ میں تو یہ بتا رہا ہوں کہ یہ بات درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر، میاں صاحب! سب کو موقع ملے گا۔ یہ ساری باتیں آپ بھی نوٹ کیجئے اور موقع پر کہہ دیجیے گا۔ آپ کیوں فکر کرتے ہیں۔ جس طرح سے چل رہا ہے سب کو موقع مل جائے گا۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: جناب سپیکر! میرا بالکل کسی کی دل آزاری کرنا مطلب نہیں ہے۔ میں حقائق بیان کرتا ہوں اور میری سمجھ بوجھ کے مطابق جو صحیح ہے ' اسلام میں بھی' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ نے یہ فرمایا ہے کہ اچھی باتوں کو آپ بڑھائیں۔ تو اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے میں یہ بات کر رہا ہوں' آپ اگر یہ بات کرتے ہیں تو اسلام پورہ کا صرف ایک واقعہ لے لیجیے۔ سن ۸۵ء سے ۹۳ء تک ' وہ آج تک حل نہیں ہوا۔ شیخوپورہ کا بھی ایک واقعہ۔ میں کیا کیا عرض کروں۔ میں چاہتا ہی نہیں کہ میں اس طرف جاؤں۔ میں تو اپنی باتیں عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ اپنی باتیں کیجیے۔ آواز آئی ہے کہ بجٹ پر بھی کوئی بات کیجیے۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: یہ بجٹ ہی کا حصہ ہے۔ نظام بھی بجٹ والے ہی کرتے ہیں۔ اب میں بجٹ پر آجاتا ہوں اگر یہ انتظامی معاملات بہتر نہیں ہیں۔ آپ ہی بتائیے۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

پھر مجھے فاضل دوست کی بات کو دہرانا پڑ رہا ہے۔ ایس اے حمید صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ گوجرانوالہ کھنڈر ہو گیا ہے۔ آپ بتائیے کہ سن ۸۵ سے لے کر ۹۲ تک آپ سیاہ و سفید کے مالک رہے۔ تو گوجرانوالہ کھنڈر کیسے ہو گیا؟ چھ مہینے میں ہر چیز اس کی ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب ایس اے حمید پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے فاضل ممبر حقائق کے بہت خلاف بات کر رہے ہیں۔ دو سال سے گوجرانوالہ میں کوئی کام نہیں ہوا۔ اپریل ۱۹۹۳ء سے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی یادداشت کمزور ہے۔ دو سال تین مہینے ہو چکے ہیں اور یہ کہتے ہیں کھنڈر بن چکا ہے۔ اگر کسی سڑک کو آپ چھ ماہ یا ایک سال maintain نہ کریں تو وہ برباد ہو جاتی ہے۔ تو میں آپ کی وساطت سے ان کی تصحیح کر رہا ہوں کہ دو سال تین ماہ ہو چکے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں' ایس اے حمید صاحب! آپ بڑے ذہین اور اچھے پارلیمنٹیرین ہیں۔ آپ کی طرف سے ایسا پوائنٹ آف آرڈر جو رولز کے تابع بنتا ہی نہیں۔ مقصد میرا یہ کہنے کا ہے کہ کوئی بھی فاضل رکن اپنے خیالات کے مطابق اگر تقریر کرتا ہے تو کسی دوسرے فاضل رکن کا یہ کہنا کہ یہ بات ایسے نہیں ہے' اس طرح سے ہے' یہ پوائنٹ آف آرڈر کے زمرے میں نہیں آتی۔ اس لیے میں اس کو

رول آؤٹ کرتا ہوں۔ جناب چشتی صاحب۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: جناب سپیکر! میری یادداشت اللہ کے فضل سے ٹھیک ہے۔ اس لیے کہ میں جب ۱۸۔ اکتوبر کو حلف اٹھا کے گوجرانوالہ گیا تھا تو آج وہاں کی worst حالت ہے اس وقت بھی یہی تھی۔ تو میں ڈویلپمنٹ کے حوالے سے یہ عرض کر رہا تھا کہ ہمارے بجٹ میں ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب نے اور وزیر خزانہ نے مل کے جو ڈویلپمنٹ کا بجٹ رکھا ہے اور پچھلے سال جو کام ہوئے ہیں' میں اپنے حلقے کی مثال دیتا ہوں اور لاہور جو میں شب و روز آتا ہوں۔ دو جگہوں کی مثال دے کر میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے پورے حلقے میں جو farm to market roads ایک سال میں بنی ہیں میں دعوے سے کہتا ہوں آ کے دیکھیے کہ ان کی کیا اور کتنی بہترین حالت ہے؟ یہ اس حکومت کا حصہ ہے کہ انھوں نے دل کھول کر ڈویلپمنٹ کے لیے فنڈ دیے ہیں۔ جناب سپیکر! میرے حلقے میں تقریباً نوے گاؤں ہیں اور ان نوے گاؤں کے سکول آ کے دیکھ لیجیے کہ ڈیڑھ سال میں ہر گاؤں میں میں نے نیا سکول شروع کروایا ہوا ہے اور اپنے بجٹ وہاں استعمال کیے ہیں۔ اگر اس حکومت نے یہ ڈویلپمنٹ کے فنڈ رکھے ہیں تو تبھی اتنے ترقیاتی کام ہو رہے ہیں۔ اگر یہ ڈویلپمنٹ کے فنڈ نہ رکھتے تو ترقیاتی کام کیسے ہوتے؟ آپ لاہور کو دیکھ لیجیے۔ جس سڑک کو آپ اٹھائیں اسی پہ کام شروع ہے۔ کسی علاقے میں چلے جائیں' وسن پورہ ایریا میں چلے جائیں' داروغہ والا کی طرف چلے جائیں' پورے لاہور میں آپ کسی جگہ چلے جائیں تو ترقیاتی کام آپ کو ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ یہ اسی حکومت کا حصہ ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ نہیں ہے کہ فنڈز سابقہ دور میں نہیں ملتے تھے۔ جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کے زمانے میں اور جناب غلام حیدر وائیں مرحوم کے زمانے میں بہت ترقیاتی فنڈ دیے گئے۔ میرے حلقے میں آٹھ کروڑ چونسٹھ لاکھ روپے کے فنڈ مہیا کیے گئے۔ لیکن جناب' میں proof کے ساتھ ثابت کرنے کو تیار ہوں کہ ان میں سے چوتھا حصہ بھی اس حلقے پہ' اس علاقے پہ خرچ نہیں ہوا اور انھوں نے توجہ نہیں دی۔ ان فنڈز کا جو پی اینڈ ڈی کی طرف سے دیے گئے تھے' پی اینڈ ڈی میں پورے ثبوت موجود ہیں۔ لیکن درویش وزیر اعلیٰ مرحوم اور میاں محمد نواز شریف صاحب نے ان کی طرف توجہ اس لیے نہیں دی کہ میرے ایم پی ایز خوش رہیں۔ مجھے دعائیں دیتے رہیں۔ میری طرف سے راضی رہیں۔ اس لیے وہ آٹھ کروڑ چونسٹھ لاکھ روپیہ ان کی کوٹھیوں پر لگ گیا ہے۔ آج جس کا دل چاہے' وہاں کے ایم این اے کی کوٹھی دیکھ لیجیے۔ اڑھائی کروڑ کی نہ ہو تو مجھے آ کے آپ بتائیے گا کہ اڑھائی

کروڑ کوٹھی پہ لگا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! آٹھ کروڑ چونسٹھ لاکھ تھوڑی رقم نہیں ہوتی۔ آج میں بھی تقریباً اڑھائی کروڑ روپے کے فنڈز لے کر گیا ہوں۔ آ کے دیکھیے' میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی بھی ایم پی اے اپوزیشن سے تشریف لانا چاہیں میرے حلقے میں آ کر آپ ترقیاتی کام دیکھیے کہ ہو رہے ہیں یا نہیں ہو رہے؟ اس میں' میں جناب وزیر خزانہ کی توجہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر! ہمارے معزز ممبر صاحب نے ایک سابق ایم این اے کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اپنی کوٹھی پر اڑھائی کروڑ روپیہ لگایا۔ نہ جانے ان کے پاس کہاں سے یہ علم ہے؟ بہرحال اگر اس نے لگایا ہو گا تو اپنے گھر سے لگایا ہو گا۔ اس کا ذریعۂ معاش کاشت کاری ہے' زمیندار ہے۔ میں اگر یہی سوال ان سے دہراؤں کہ ان کا کاروبار کیا ہے تو میرے خیال میں ان کو یہ بات محسوس ہو گی۔ تو بہتر ہے کہ ایسی بات یہاں ہاؤس میں نہ کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اصل میں' میں نے پہلے بھی ایک پوائنٹ آف آرڈر پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ کسی بھی فاضل رکن سے اگر اختلاف ہو' کوئی بات ہو تو جب آپ کو وقت ملے گا تو آپ اس میں یہ بات اپنے نقطۂ نظر سے کریں۔ دوران تقریر پوائنٹ آف آرڈر کا نام لے کر اس طرح بات کرنے کو میں اچھا نہیں سمجھتا۔ میں نے پہلے بھی پوائنٹ آف آرڈر رول آؤٹ کیا ہے' اس کو بھی رول آؤٹ کرتا ہوں۔ جی۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: جناب سپیکر! میں نے تو کبھی نام نہیں لیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اپنی تقریر کریں۔ یہ ایک طریقہ ہوتا ہے اپوزیشن کی طرف سے کہ جب حکومتی رکن یا اپوزیشن کا کوئی رکن اچھی تقریر کر رہا ہو تو پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے اس کو disturb کیا جاتا ہے۔ آپ اس کو سنیں ہی نہ۔ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن کی بات میں عرض کر رہا تھا' ان کے اگر ساڑھے سات ایکڑ نہ ہوں تو میں اپنی سیٹ سے استعفیٰ دے دوں گا۔ ان کے والد کے ....

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں' آپ اپنی تقریر جاری کریں۔ یہ روایت اچھی نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی

کہا ہے۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی، میں آپ کی وساطت سے باہمت وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ہمارے ترقیاتی بجٹ' ترقیاتی فنڈ آپ نے بے بہا دیے۔ تھوڑی سی ایک توجہ میں چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ آپ مہربانی فرمائیے۔ جتنے محکمہ جات ہیں' ہائی وے ہے' بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ ہے' ایجوکیشن بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ ہے' ذرا ان کی گرفت کر لیجیے۔ جتنا آپ فنڈ دیتے ہیں' اس میں سے پچاس فی صد ضائع ہوتا ہے۔ اور یہ ضائع کیوں ہوتا ہے؟ اس میں وزیر اعلیٰ کا تساہل نہیں ہے۔ وزیر خزانہ کا تساہل نہیں ہے۔ تساہل ان بددیانت افسروں کا ہے جو اس صوبہ پنجاب اور اس پیارے ملک پاکستان کی ہڈیاں کھوکھلی کر رہے ہیں اور ان کے ذہن میں یہ بالکل نہیں کہ یہ ملک اللہ کی رحمت سے اللہ کریم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے ہمیں دیا ہے اور یہ قائم رہے گا۔ آپ جتنا مرضی اس کو گرا لیں ۔ لیکن نہیں گرا سکتے ۔ میں اپنے وزیر اعلیٰ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ ان کی ذرا گرفت کیجیے ۔ ان سے پوچھیے ۔ اپنے ایم پی اے صاحبان کی خدمت میں بھی میں یہ عرض کروں گا کہ آپ بھی ان ایس ای صاحبان ۔ ایکس ای این صاحبان جو کمشن وصول کرتے ہیں اور ان کو پوچھ لیجیے کہ آپ کس طرح یہ وصول کرتے ہیں ۔ توجہ سے اگر آپ فنڈ لگائیں تو میں امید کرتا ہوں کہ یہ ۹۶ ۔۱۹۹۵ء بجٹ سے انشاء اللہ اگلے سال میرے صوبہ پنجاب کی حالت ہی کچھ اور ہو گی ۔ اب جناب! میں آپ کی وساطت سے ایک بڑے اہم مسئلہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ وہ کالا باغ ڈیم ہے ۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ معزز اراکین اسمبلی کی ایک کمیٹی بنائیے ۔ آپ اس پر محنت کیجیے۔ وزیراعلیٰ صاحب! آپ ہمت کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور جو کام ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۳ء تک نہیں ہو سکا آپ اس کا بیڑا اٹھائیے اور بسم اللہ کیجیے ۔ کمیٹی فعال کر کے سینیئر افسران کو اور انجینیئرز کو ساتھ بٹھائیے ' صوبہ پنجاب کا پورا کیس plead کیجیے ۔اور اس سال میں اس کالا باغ ڈیم کا کیس لڑیے اس طرح سے جس طرح سے آپ نے فرقہ واریت کے خلاف کیس لڑا ہے ۔ اب میں ایک پوائنٹ عرض کر کے اجازت چاہوں گا۔ وزیراعلیٰ صاحب! صوبہ پنجاب میں انڈسٹری کو آپ تھامیے۔ اور محنت کیجیے کہ ہمارا صوبہ پنجاب انڈسٹری کا گہوارہ بن جائے ۔ آج جو انڈسٹریاں بند ہیں وہاں سے جو صنعت کار ہیں انھیں اپنے پاس بٹھائیے ۔ ان سے پوچھیے ۔ ان سے تجاویز لیجیے ۔بورڈ بنائیے ۔ کمیٹیاں بنا کر اس پر غور کیجیے ۔ تاکہ ہمارا صوبہ صنعت و حرفت کا ترقی یافتہ صوبہ ہو ۔ آخر میں ایک بات کر کے اجازت چاہوں گا کہ زمیندار

کو بجلی دی گئی تھی کہ وہ دس ہارس پاور ۔ بیس ہارس پاور کی موٹر لگالیں اور اس پر سبسڈی دیجیے اور بجلی کا بل انھیں fix کردیجیے ۔ وہ پاس ہوا تھا ۔ وہ ایک اچھا کارنامہ تھا ۔ لیکن اب اسے نکما بنا دیا گیا ہے ۔ کہ اس دس ہارس پاور کا مہینے کا بل اڑھائی ہزار روپے ہے ۔ سب زمیندار ٹیوب ویل بند کرکے پیٹر لگا رہے ہیں ۔ اورمیرا خیال ہے اگر یہی صورت حال رہی تو کوئی بجلی لینے والا نہیں رہے گا ۔ دینے والے موجود ہوں گے ۔اس پر توجہ کی جائے ۔ زراعت کے متعلق میری یہ عرض ہے ۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ ! میرے خیال میں' میں نے آپ کو بڑا وقت دیا ہے ۔ جی ۔ جناب حافظ محمد اقبال خاں خاکوانی !

میاں عبدالستار ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میاں عبدالستار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر! شکریہ ۔ میں تقریر تو ۲۲ تاریخ کو کروں گا جو میرے حصے میں آئے گی ۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ لاہور اندرون شہر جو میرا حلقہ ہے ' فاضل وزیر خزانہ بھی تشریف رکھتے ہیں ۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پورے اندرون شہر میں پچھلے دو دنوں سے وہاں پر پانی نہیں آرہا ۔ اندرون بھاٹی گیٹ لوہاری گیٹ ' موتی بر ' رزا تیلیاں وہاں پر پینے کے لیے پانی دستیاب نہیں ہے ۔ لوگوں نے آج صبح بھی وہاں پر جلوس نکالے ہیں ۔ ہنگامے کیے ہیں ۔ میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے صبح آج ایم ڈی واسا سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن ایم ڈی واسا نے ٹیلیفون پر میری بات سننی گوارا نہیں کی ۔ میں جناب کی وساطت سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں پر آج ہم پنجاب کی ڈویلپمنٹ کی بات کررہے ہیں پنجاب کے ترقیاتی فنڈز کی ابھی چشتی صاحب بات کررہے تھے ۔ تو میں یہ بات عرض کرنی چاہتا ہوں کہ خدا کے لیے جو اندرون شہر کے لوگ ہیں انھیں واسا کے عذاب سے بچائیں ۔ یہ محرم کا مہینہ ہے اور محرم کے مہینے میں اگر لوگوں کو وہاں پر پینے کے لیے پانی میسر نہیں ہے تو کیا بنے گا؟ جناب سپیکر! ہمارے کے سارے ٹیوب ویل بند ہوچکے ہیں ۔ نئے ٹیوب ویلوں کے دہانے بند کر دیے ہیں۔ جناب سپیکر ! میری یہ گزارش ہے کہ وہاں پر پانی کا بندوبست کیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، حافظ محمد اقبال خاں خاکوانی۔

خواجہ ریاض محمود ، پوائنٹ آف آرڈر ۔جناب سپیکر ! میاں عبدالستار صاحب نے جو دکھ بھری داستان آپ کے سامنے پیش کی ہے ' میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اس بات کو کوئی لفٹ ہی نہیں دی ۔ جناب

سپیکر ! ہماری جوان بہنیں اور ہماری جوان بیٹیاں ہاتھوں میں ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب سپیکر ! میری بات تو سنیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، دیکھیں میں ایسے اجازت نہیں دے سکتا کہ جس وقت فاضل رکن کا دل چاہے کھڑا ہو جائے اور اپنی مرضی سے بات کرتا رہے ۔ کوئی رولز ہیں ۔ Please, have a seat آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیے ۔ یہ طریقہ کار نہیں ہے ۔ جناب حافظ محمد اقبال خاں خاکوانی ! دیکھیں ایک دفعہ lement view لیا جا سکتا ہے ۔دوسری دفعہ ۔ تیسری دفعہ لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی خاص ممبر کو ہم اس طرح کہیں کہ جب جی چاہے ۔ جس وقت چاہے ۔ جیسے چاہے وہ گفتگو کا آغاز کردیں۔ مہربانی ۔ جی۔ دیکھیں میں نے ان کی بات سنی ۔نوٹس میں آگئی ۔لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر بات پر میں نوٹس لوں ۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر چاہے جتنا بھی ضروری ہو وہ وقت دیکھنا پڑتا ہے کہ کس وقت اٹھایا گیا ہے۔ ۴۸ فاضل اراکین ہیں ۔ ہر ایک کے حلقہ میں اہم مسائل ہیں۔ جب جی چاہے ۔ جس وقت چاہے وہ کھڑا ہوکر ایوان میں بات کرنا شروع کردے اورسپیکر اس کا نوٹس لیتا رہے ۔ بجٹ پر تقریر کرنے کے لیے سب کو وقت ملے گا ۔ وہ اس وقت جو مرضی چاہے اپنے حلقہ کے مسائل کی نشاندہی کر سکتے ہیں ۔ جی۔ جناب حافظ محمد اقبال خاں خاکوانی!

حافظ محمد اقبال خاں خاکوانی ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمداللہ رب العلمین ۔ الرحمٰن الرحیم ۔ مالک یوم الدین ۔ جناب سپیکر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی کلام پاک میں جہاں یہ ذکر فرمایا کہ الم ذلک الکتب لا ریب فیہ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں ۔ اسی کتاب مبین میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ اور یقیناً ہم زمین پر اپنا ایک خلیفہ بنانا چاہتے ہیں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے جہاں یہ دعویٰ کیا اور سچا دعویٰ کہ ذلک الکتب لا ریب فیہ کہ یہ وہ کتاب ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں ۔ اورپھر اللہ تعالیٰ کے اس خلیفہ نے جناب سپیکر! یہ بحث پیش کیا کہ جس کی ایک ایک سطر پر لکھا ہوا ہے ریب فیہ ' ریب فیہ ' ریب فیہ ۔ جناب سپیکر! آج میں یہاں ملتان شہر کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنے نہایت ہی واجب الاحترام وزیر خزانہ سے پوچھوں گا کہ خدا کے لیے مجھے ان پوری موٹی موٹی کتابوں میں کسی بھی صفحے پر ملتان کی ڈویلپمنٹ کے لیے ایک روپیہ دکھادیں تو میں ابھی اپنی سیٹ سے

استعفٰے دے دیتا ہوں ۔ لیکن جناب سپیکر! میں گزشتہ کئی دنوں سے پوری پوری رات ان کتابوں کو چھانتا رہا ۔ میں نے ڈویلپمنٹ سکیمیں دیکھیں ۔ میں نے roads and bridges دیکھے۔ میں نے ہیلتھ کا محکمہ دیکھا۔ مگر مجھے اپنے ملتان شہر کا کہیں بھی نام و نشان نظر نہیں آیا ۔ جناب سپیکر! یہ تعمیر پنجاب پروگرام کے سلسلے میں جو اتنا خوبصورت کتابچہ چھاپا گیا ' کیا میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ اس میں ملتان شامل نہیں؟

جناب سپیکر! میرے لیے تو آج ایسی صورت حال ہے کہ جس طرح ایک موقعہ پر ملا دو پیادہ کو اکبر اعظم نے سرقلم کرنے کا حکم سنایا تو اس نے اسی وقت کہا کہ اچھا مجھے بھی آپ قتل تو کر رہے ہیں لیکن کل قیامت بھی آنے والی ہے۔ تو اکبر اعظم نے اس موقعہ پر کہا اچھا اس کا پھر مقابلہ کر لیتے ہیں کہ آیا کل قیامت آتی ہے کہ نہیں اس کے جھوٹ کا ایک اور بھی اضافہ ہو جائے گا۔ دوسرے دن جب صبح قیامت نہ آئی تو ملا دو پیادہ سے پوچھا گیا کہ تم تو کہتے تھے کہ کل قیامت آئے گی اور آج تو قیامت نہیں آئی۔ اس کا جواب دو۔ تو پھر اس وقت ملا دو پیادہ نے یہی کہا کہ جناب والا! جب مجھے قتل کر دیا جاتا تو میرے لیے تو قیامت آ چکی تھی۔ آج میں بھی اپنے آپ کو اسی مظلوم ملا دو پیادہ کی حیثیت سے دیکھ رہا ہوں کہ اگر میرے ملتان کے لیے کوئی ڈویلپمنٹ نہیں ہے ' میرے ملتان کے لیے کوئی ترقی کا قدم نہیں ہے تو میرے لیے تو یہ پورا ترقیاتی بجٹ ہے یا نہیں ہے مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب سپیکر! یہاں وزیر اعلیٰ کی صوابدید پر وزیر اعلیٰ کے گھر کی تزئین پر ' گورنر ہاؤس کی تزئین پر جو کروڑوں روپے رکھے گئے ہیں اس موقعہ پر میں اس کے بارے میں صرف اتنا کہوں گا کہ ایک ہمارا معیار وہ تھا کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی صوبے کا گورنر مقرر کرتے تو اسے یہ فرماتے کہ دیکھنا ان چار چیزوں پر سختی سے عمل کرنا۔ اول ' ترکی النسل گھوڑے پر کبھی سواری نہ کرنا کہ یہ فخر کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ نمبر 2 ' اپنے دروازے پر دربان کھڑا نہ کرنا کہ مبادا کوئی مظلوم تم تک پہنچ ہی نہ سکے اور اسے انصاف نہ ملے۔ نمبر 3 ' چھنا ہوا آٹا کبھی نہ کھانا کہ پوری قوم جب تک چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گی تم پر بھی واجب نہیں ہے اور دیکھنا کہ باریک اور ریشمی کپڑا نہ پہننا کہ یہ یہود و نصاریٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

جناب سپیکر! آج میرے واجب الاحترام بھائی وزیر خزانہ جب یہ فرماتے ہیں کہ میں ایک

غریب صوبے کا وزیر خزانہ ہوں تو پھر یہ باتیں کس طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ آج ہم بڑے بلند بانگ دعوے کر رہے ہیں لیکن ذرا ان روشن مثالوں کو بھی ذہنوں میں جگہ دیجیے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہینوں کے بعد ایک دن گھر میں دیکھتے ہیں کہ آج میٹھا پکا ہوا ہے تو اپنی اہلیہ محترمہ سے پوچھتے ہیں کہ یہ میٹھا کہاں سے آ گیا؟ تو آگے سے جواب دیتی ہیں کہ یہ کئی دنوں سے تھوڑا تھوڑا جمع کر کے آج یہ میں نے آپ کے لیے میٹھا پکایا ہے تو امیرالمومنین اسی وقت جا کر بیت المال سے اپنے حصے سے اسی حساب سے کٹوتی کرتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ میرے گھر میں میرے حق سے زیادہ پہنچ رہا تھا کہ وہاں میری اہلیہ نے اسے جمع کیا اور آج ہم قوم کے خون پسینے سے جمع کیے ہوئے ٹیکسوں کی رقم کو جس انداز سے خرچ کر رہے ہیں میں صرف اپنے ان دوستوں کے لیے دعا ہی کر سکتا ہوں روز محشر کہ جس دن و اِذاالصُحُفُ نُشِرَت کہ تمام اعمال سامنے کھول دیے جائیں گے تو اس وقت کیا جواب دیں گے؟ آج میرے ٹریژری بنچز کے دوستوں کو جب کوئی بات نظر نہیں آتی تو وہ موازنہ کرنے لگ جاتے ہیں کہ نواز شریف کے دور میں بھی ایسا ہوا تھا۔ غلام حیدر وائیں کے دور میں بھی ایسا ہوا تھا۔ میں پوچھتا ہوں اور اگر میں غلطی پر ہوں تو آج میرے یہ دوست میرے اس علم میں اضافہ کر دیں کہ کیا ماڈل ٹاؤن کی کوٹھی پر وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈ سے یا حکومت پنجاب کے بجٹ سے اسے وزیر اعلیٰ ہاؤس یا پرائم منسٹر ہاؤس ڈکلیر کر کے اس پر کوئی رقم خرچ کی گئی تھی؟ کیا میاں چنوں کے اس چوک کے ایک چوبارے پر جو آج بھی اپنی داستان سنا رہا ہے کہ میرے اندر ایک درویش وزیر اعلیٰ رہتا تھا۔ کیا اس پر حکومت پنجاب کی جیب سے کوئی روپیہ خرچ کیا گیا؟ آپ کیسی مثالیں دیتے ہیں؟ خدا کے لیے اگر میرے ان دوستوں کو اتنی جرأت نہیں کہ وہ اپنے اس وقت کے حکمرانوں کا احتساب کر سکیں تو کم از کم غلط مثالیں تو نہ دیجیے۔

یہاں ایک فرقہ پرست جماعت اور کلاشنکوف کی نوک پر سیاست کے میدان میں آنے والا میرا ایک دوست ' دوست کہتے ہوئے بھی مجھے جھجک محسوس ہو رہی ہے ریاض حشمت جنجوعہ کہہ رہا تھا کہ کیا 1986ء میں نواز شریف نے اتفاق فونڈری کی آمدنی سے جہاز خریدا تھا؟ جناب جنجوعہ صاحب آپ کی اطلاع کے لیے میں گزارش کرتا ہوں کہ جی ہاں میاں نواز شریف نے اتفاق فونڈری کی رقم سے وہ جہاز خریدا تھا۔ اس لیے کہ وہ اتفاق فونڈری ہے کہ جو ایک محب وطن industrialist کی حیثیت سے ہر سال اربوں روپیہ حکومت کے خزانے میں ٹیکس ادا کرتی ہے۔ آج جو صاحبان اقتدار جو جہاز یا ہیلی کاپٹر

خرید رہے ہیں وہ ذرا مجھے بتائیں گے کہ انکم ٹیکس کی مد میں سالانہ کتنی رقم جمع کراتے ہیں؟

میرے ایک اور دوست واجب الاحترام جناب خلیل الرحمٰن چشتی صاحب دعویٰ فرما رہے تھے کہ میرے حلقے کے 90 گاؤں اور ہر گاؤں میں ایک سکول بن رہا ہے۔ جناب چشتی صاحب آپ کو اپنے حلقے کے ترقیاتی کام مبارک۔ آئیے میں آپ کو ایک بڑے بھائی کی حیثیت سے ایک مہمان دوست کی حیثیت سے اپنے خرچ پر ملتان کی دعوت دیتا ہوں۔ ملتان تشریف لائیں آپ کو ملتان کا کونہ کونہ بتائے گا کہ کس طرح وہاں دھول اڑ رہی ہے۔ کس طرح ملتان کے 14 لاکھ شہریوں کا استحصال ہو رہا ہے۔ آج دو سال ہو چکے ہیں ملتان کو ایک روپیہ بھی فنڈ نہیں دیا گیا۔ ملتان کا ایک محکمہ ایم۔ ڈی۔ اے ہے۔ میں جناب وزیر خزانہ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ خدارا اس محکمے سے صرف اتنا پوچھ لیجیے کہ اس کے پچھلے دو تین سال کی کارکردگی کیا ہے؟ کیا اس نے کوئی نئی ہاؤسنگ سکیم بنائی ہے؟ کیا اس نے کوئی سڑک بنائی ہے؟ کیا اس نے سیور اور واٹر سپلائی کا کوئی منصوبہ مکمل کیا ہے؟ اگر حکومت پنجاب نے ملتان پر کوئی مہربانی کی بھی ہے تو وہ صرف اتنی کہ ایم۔ ڈی۔ اے کے ملازمین کی تنخواہوں کے لیے ایک کروڑ 78 لاکھ روپے انھیں فراہم کیے ہیں تاکہ ان کی تنخواہیں ادا ہوسکیں جو ادارہ اپنی تنخواہیں ادا نہیں کر سکتا وہ دوسرے ترقیاتی کام کیا کرے گا جناب والا یہ آپ کی موٹی موٹی کتابیں بتا رہی ہیں خدا کے لیے یہ سفید ہاتھی یہ پونے دو کروڑ پتہ نہیں اور بھی کتنی رقم ان کے انہوں نکلوں پر خرچ ہو گی اس کو بند ہی کر دیجیے۔ جناب وزیر خزانہ صاحب یہ کتنی ستم ظریفی ہے آپ اس کا سنجیدگی سے نوٹس لیں کہ آج سے آٹھ مہینے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب ملتان تشریف لے جاتے ہیں اور عوام کے پرزور اصرار پر عوام کی پرزور فرمائش پر ان کی عاجزی پر وہاں اعلان کرتے ہیں کہ میں واسا کو توڑنے کا اعلان کرتا ہوں لیکن آج کے دن تک نا واسا توڑا اور نہ واسا برقرار ہے نا واسا کو توڑنے کا کوئی نوٹیفکیشن ہوا اور وہاں صورتحال یہ ہے کہ اگر کسی بھی علاقے کا کوئی سیوریج یا واٹر سپلائی کا کوئی problem ہو اور وہاں جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ٹوٹے ہوئے ہیں آپ جائیں حکومت پنجاب کے پاس۔ جناب والا! یہ کیوں سزا دی جا رہی ہے ایک بات طے ہو چکی کہ ہم میاں نواز شریف کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے یہ بات طے ہو چکی اب آگے چلیے اگر آپ پھر بھی بضد ہیں کہ ملتان کے شہریوں کو آپ نے سزا دینی ہے تو پھر جناب سپیکر! میں صرف اتنی قربانی دے سکتا ہوں کہ ہم اپنی سیٹوں سے استعفیٰ دے دیتے ہیں یہ اپنی مرضی کے وہاں افراد منتخب کروا لیں اور پھر ان کے ذریعے سے چودہ

لاکھ عوام کو کم از کم ترقیاتی بجٹ تو دے دیں۔

جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ آپ دوسری گھنٹی بجائیں میں ایک اور بات کی طرف بھی اشارہ کروں گا کہ جمہوریت پسندی کا مظاہرہ کرنے والی پاکستان پیپلز پارٹی کو مبارک ہو کہ آج اس کے تیسرے صوبے میں بھی ایک جرنیل گورنر مقرر ہو چکا ہے۔ (تالیاں)۔ مارشل لاء کے جرنیلوں کو بوٹ پالش کرنے کا طعنہ دینے والو! آج تمہارے سروں پر ٹوپی بیٹھا دیا گیا ہے آج شاید (ج) لیگ لوگوں کے منہ پر تو میں اطمینان دیکھ رہا ہوں لیکن اپنے پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھیوں کے منہ پر جو افسردگی اور پریشانی جو ہم دیکھ رہے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔

جناب سپیکر! اسی مقدس ایوان کے پانچ محترم اور معزز ممبران ہمارے ساتھی ایم۔ پی۔ اے صاحبان پر شریف النفس سابق گورنر جناب سبیل اظہر پر قائد پاکستان مسلم لیگ جناب میاں نواز شریف پر اور سابق وفاقی وزیر داخلہ جناب چودھری شجاعت پر جو بغاوت کا مقدمہ درج کیا گیا ہیں اس بارے میں جناب سپیکر اتنا کہوں گا کہ اگر یہ لیڈران غدار ہیں تو ان کے ساتھی ہونے کے ناتے میں بھی یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں بھی غدار ہوں مجھ پر بھی مقدمہ بنا دیجیے۔ جناب سپیکر ایک اور غدار اقبال خاکوانی آج پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور پنجاب کی حکومت سے غداری کا اعلان کرتے ہوئے اپنے ملتان کی آزادی کا اعلان کرتا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ کی اجازت سے اور محترم خاکوانی کی تقریر کے حوالے سے اور ماحول کو تھوڑا سا خوشگوار کرنے کے لیے عرض کروں گا اور مجھے خیال اس بات سے آیا کہ خاکوانی صاحب نے گورنر صاحب کی تقرری کا ذکر کیا ہے اور چونکہ آج ہی تازہ تازہ تقرری ہوئی ہے میری بدقسمتی ہے کہ وزیر قانون صاحب تشریف نہیں رکھتے اور وزیر خزانہ صاحب بھی تشریف نہیں رکھتے یہ دونوں حضرات اپنی اپنی جماعتوں کے leading representatives ہیں تو اس حوالے سے میں صرف یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ آج کی اس تعیناتی کے بعد کہ کرسی پر وزیر اعلیٰ صاحب بھی بیٹھے ہیں اور گورنر صاحب بھی بیٹھے ہیں میں ان سے خاکوانی کے حوالے سے صرف یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ سروپ سہانا لگتا ہے یا سروپ سہانا لگتا ہے۔ (ختم)

ڈپٹی سپیکر: سردار محمد حسین ڈوگر صاحب!

سردار محمد حسین ڈوگر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر! الحمد اللہ آج ہم دوسرے بجٹ

پر بحث کر رہے ہیں اور پی - ڈی - ایف کی حکومت نے یہ دوسرا بجٹ پیش کیا ہے اس موقع پر میں پی - ڈی - ایف کی قیادت وزیر اعلیٰ پنجاب وزیر خزانہ پنجاب اور معزز وزراء کرام اور اراکین اسمبلی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں - بجٹ گھر کا ہو ملک کا ہو یا کسی صوبے کا ہو عوام کے مقدر اور عوام کی قسمت کا آئینہ دار ہوتا ہے - جناب سپیکر! موجودہ بجٹ کو بڑی محنت اور جانفشانی سے تیار کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ صوبہ پنجاب کے عوام کی فلاح و بہبود اور صوبہ پنجاب کی تعمیر و ترقی اور صوبہ پنجاب کے امن عامہ کو بہتر کرنے کے لیے اور صوبہ پنجاب میں بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے خاطر خواہ اقدامات کیے جا سکیں تو جناب سپیکر موجودہ بجٹ میں جو پہلی بات ہے یہ قابل تحسین ہے کہ سابقہ ادوار میں over-drafting کے ذریعے سٹیٹ بینک کو ۴۷ کروڑ روپے بطور سود پنجاب حکومت کو ادا کرنے پڑتے تھے موجودہ حکومت نے مالی نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سود کی خطیر رقم سے یکسر چھٹکارا حاصل کیا ہے اور یہ اس بجٹ کی سب سے بڑی اور نمایاں خوبی ہے اس کے علاوہ جناب سپیکر! اگر ہم موجودہ بجٹ کو شعبہ جات کے حوالے سے دیکھیں تو تعلیم کے شعبے میں سابقہ بجٹ میں ۹۵-۱۹۹۴ کے بجٹ میں ۱۶ کروڑ اور ۷۰ روپے رکھے گئے تھے اور موجودہ بجٹ میں ۲۰ کروڑ اور ۷۲ روپے رکھے گئے ہیں اور مجموعی طور پر ۲۴ فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے جس کے ذریعے موجودہ حکومت نے اپنا وہ وعدہ پورا کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم صوبہ پنجاب میں ناخواندگی کو ختم کرنا چاہتے ہیں معیار تعلیم کو بہتر کرنا چاہتے ہیں عام آدمی اور کھیت مزدور کے بچوں کو سکول کی طرف جانے کے لیے راغب کرنا چاہتے ہیں شہری اور دیہاتی علاقوں میں تعلیمی فرق کو ختم کرنا چاہتے ہیں اس حوالے سے یہ ۲۴ فیصد کا اضافہ بھی ایک قابل قدر کارنامہ ہے جناب سپیکر اسی طرح صوبہ پنجاب میں پچھلے دس گیارہ سال سے امن عامہ کی صورتحال پر صوبہ پنجاب کے عوام ہی نہیں بلکہ ملک بھر کے عوام تشویش کے عالم میں تھے اور موجودہ حکومت نے اپنے دو سالہ دور میں موجودہ کوتاہیوں کا ازالہ کرتے ہوئے امن عامہ کی صورت کو بہتر کرنے کے لیے 95-1994ء کے بجٹ میں بھی خطیر رقم رکھی تھی - اور اب موجودہ بجٹ میں 92 کروڑ روپے کا اضافہ کیا گیا ہے - جس طرح یہ مجموعی طور پر 22 فیصد کا اضافہ ہے - جس کے ذریعے ہم پولیس کی ورکنگ کو بہتر کرنے کے لیے انھیں جدید وائرلیس سسٹم، جدید اسلحہ، تھانوں کی عمارات کو از سر نو تعمیر کرنا اور محکمہ پولیس کے جوانوں کو بہتر ماحول فراہم کرنے کے لیے تاکہ وہ اپنی کارکردگی کو بہتر بنا سکیں اور جرائم پیشہ ڈاکوؤں، قاتلوں اور قبضہ گروپ اور اس کے علاوہ

امن عامہ کو خراب کرنے والے گروہوں کا دائرہ تنگ کر سکیں ۔ اس کے لیے بھی جو رقم رکھی گئی ہے یہ بھی ایک قابل قدر کارنامہ ہے ۔ اور اس طرح آنے والے سال میں پنجاب کی امن عامہ کی صورت حال مزید بہتر ہو گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نے پچھلے دو سال میں امن عامہ کی صورت حال کو بہتر کیا ہے ۔ اور عوام اس کے بہترین جج ہیں۔ خاص طور پر لاہور جو کہ پنجاب کا دل ہے ۔ جناب سپیکر! آپ بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ لاہور کے اندر بھی جو ڈکیتیوں کا سلسلہ تھا، جو وارداتوں کا سلسلہ تھا اور جو قبضہ گروپ سابقہ حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھے تھے اور انھوں نے غریبوں کی چھوٹی چھوٹی آبادیوں میں بھی قبضے کر کے غریبوں کی ملکیتوں کو اپنے نام منتقل کرایا تھا۔ ان کو ختم کرنے کے لیے پنجاب پولیس کی جو کارکردگی ہے وہ قابل تحسین اور قابل مبارکباد ہے ۔ اسی طرح عدالتی نظام کسی صوبہ یا ملک کا ایک بڑا اہم نظام ہوتا ہے جس کے ذریعے عوام کو عدل و انصاف مہیا کیا جاتا ہے ۔ موجودہ حکومت نے عدالتی نظام کو بہتر کرنے کے لیے عدالتوں کے جج صاحبان اور عدالتوں کی عمارتوں کی تعمیر و ترقی کے لیے موجودہ بجٹ میں 37 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ جو کہ سابقہ بجٹ میں 37 کروڑ روپے رکھے تھے لیکن موجودہ بجٹ میں یہ رقم بڑھا کر 52 کروڑ روپے کی گئی ہے ۔ جس میں پندرہ فیصد اضافہ کیا گیا ہے ۔ اسی طرح جیلوں کی جو ناگفتہ بہ حالت تھی اسے بہتر بنانے کے لیے سابقہ بجٹ میں 35 کروڑ روپے رکھے گئے تھے ۔ اور اس رقم کو بڑھا کر موجودہ بجٹ میں 41 کروڑ روپے کر دیا گیا ہے ۔ اور مجموعی طور پر اس میں 8 کروڑ روپے کا اضافہ ہوا ہے ۔ جس کے ذریعے آنے والے سالوں میں جیلوں کے اندر قیدیوں کی صحت کے لیے اور جیلوں کی تعمیر و مرمت کے لیے خاطر خواہ انتظامات کیے جائیں گے ۔ اسی طرح جناب سپیکر، صحت کسی انسان کی کل کارکردگی، روزمرہ کے معمولات کو بہتر کرنے کے لیے صحت کا بڑا کلیدی دخل ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! سابقہ بجٹ میں صحت کے شعبہ میں 392 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جو کہ موجودہ بجٹ میں بڑھا کر 474 کروڑ روپے کر دیے گئے ہیں۔ اور اس طرح مجموعی طور پر یہ رقم 82 کروڑ روپے کے اضافہ کے ساتھ 21 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے ذریعے دیہاتوں کے اندر صحت کی سہولتیں میسر آئیں گی ۔ اور ان غریبوں کو جو انسولین اور ڈسپرین کی گولی کے لیے ترستے ہیں ان کی دوائی اور علاج معالجہ کا بندوبست کیا جائے گا۔ اور دیہاتوں سے مریضوں کو ہسپتالوں میں پہنچانے کے لیے ایمبولینسز اور صحت کے نظام کو بہتر کیا جائے گا۔ اور یہ بھی موجودہ حکومت کا ایک کارنامہ ہے ۔ اسی طرح جناب سپیکر! زرعی شعبہ ریڑھ کی ہڈی

کی حیثیت رکھتا ہے ۔ پنجاب حکومت نے سابقہ بجٹ میں اس کے لیے 108 کروڑ روپے رکھے تھے اور موجودہ بجٹ میں یہ رقم بڑھا کر 134 کروڑ روپے رکھ دی گئی ہے ۔ اور اس طرح یہ اضافہ کر کے کھیت سے منڈیوں تک سڑکیں بنائی جائیں گی ۔ اسی طرح کھادوں کی فراہمی کے لیے آسانی پیدا کی جائے گی ۔ زمینداروں کو ان کے زرعی آلات پر سبسڈی دی جائے گی ۔ اسی طرح آبپاشی کی اصلاح کے لیے پختہ کھالوں کا انتظام کیا جائے گا ۔ اسی طرح موجودہ حکومت نے کوشش کی ہے کہ صوبہ پنجاب کے غریب اور ناداروں کی بھی کچھ خدمت ہو سکے ۔ تو اس مد میں بیت المال میں 15 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جس کے ذریعے غریبوں کی بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کے مواقع میسر ہوں گے ۔ اور ان کی مالی مشکلات کے لیے ان کی اعانت کی جائے گی ۔ اور اسی طرح موجودہ حکومت نے اپنے انتخابی وعدوں کے پیش نظر صوبہ بھر میں بیروزگاری کے خاتمہ کے لیے صوبہ پنجاب میں 43 ہزار آسامیاں پیدا کی ہیں۔ اور ان پہ بھرتی کا سلسلہ میرٹ کی بنیاد پر شروع ہو چکا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موجودہ حکومت کا یہ سب سے بڑا کارنامہ ہے کہ صوبہ پنجاب کی تاریخ میں اتنی بڑی تعداد میں ایک دم کبھی اتنی آسامیاں پیدا نہیں کی گئیں۔ یہ بھی موجودہ حکومت کا ایک مستحسن اقدام ہے ۔ اسی طرح بے گھر لوگوں کو کہ جن کی عزت نفس کو بحال کرنے ، جن کو دیہاتوں میں کمی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا ان کو انسانی معاشرے میں برابری کے حقوق دلانے کے لیے حکومت نے ایک سنجیدہ کوشش کی ہے اور اس پہ بھی عملی اقدامات ہو چکے ہیں اور پنجاب کے اندر تقریباً پچیس ہزار دیہات میں لوگوں کو جن احاطوں میں وہ پشتوں سے رہ رہے ہیں ان کو مالکانہ حقوق دیے جا رہے ہیں ۔ یہ بھی موجودہ حکومت کا غریب کی خدمت کا وعدہ پورا کرنے کے لیے ایک بہت بڑا اقدام ہے ۔ اور ایک غریب جو اللہ کی دھرتی پر ایک چھوٹا سا جھونپڑا یا اپنا گھروندا بنا کے بیٹھا ہے وہ اپنے آپ کو مالک تصور کرے گا۔ اور اس کی عزت نفس اور اس کے وقار میں اضافہ ہو گا ۔ اسی طرح جناب سپیکر، صوبہ پنجاب میں تعمیر و ترقی کے پروگرام تعمیر پنجاب کی مد میں 96-1995ء میں 13 ارب 50 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں ۔ جو کہ ایک خطیر رقم ہے ۔ اور اسی طرح اس میں سے 5 ارب 10 کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے تحت رکھے گئے ہیں ۔ جس کے ذریعے دیہاتوں سے منڈیوں تک سڑکیں ، نئے سکولوں کی عمارات کی تعمیر اور رورل ہیلتھ سنٹرز کی تعمیر اور اسی طرح دیہاتوں میں کچی گلیوں اور نالیوں کو پختہ کرنے کا انتظام کیا جائے گا۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ موجودہ حکومت نے تحفظ ماحول کے مسئلہ کے سلسلہ میں موجودہ

حکومت نے اپنی توجہ دی ہے اور جنگلات کے شعبہ میں خاطر خواہ انتظامات کیے گئے ہیں اور ایک خطیر رقم رکھی گئی ہے اور قصور کے اندر ٹیریز کے گندے پانی کو صاف کرنے کے لیے جو منصوبہ لگایا جا رہا ہے اس لیے بھی میں پنجاب حکومت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ۔ کہ سات کروڑ روپے کی ایک خطیر رقم دے کر پنجاب حکومت نے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے ایک کارنامہ کیا ہے ۔ جناب سپیکر! ابھی میرے بہت سارے فاضل دوستوں نے موجودہ بجٹ پر تنقیدی حوالوں سے جائزہ لیا ہے اور بعض میرے دوستوں نے موجودہ بجٹ کی خوبیوں کا احاطہ پیش کیا ہے ۔ جناب سپیکر! اگر موجودہ حکومت کے دو سالہ دور کو لیا جائے تو موجودہ حکومت نے جہاں مالی مشکلات پہ قابو پایا ہے ۔ جہاں اس نے مالی مشکلات کے اندر نظم و ضبط پیدا کر کے موجودہ بجٹ کو ایک عوامی اور فلاحی بجٹ کے طور پر ایوان کے اندر پیش کیا ہے۔ اسی طرح آپ اگر ان دو سالوں کا سیاسی پس منظر دیکھیں تو حکومت اور اپوزیشن جو کہ گاڑی کے دو پہیے ہوتے اپوزیشن کا رویہ صوبہ پنجاب کے عوام نہیں بلکہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ اپوزیشن نے خواہ وہ قومی اسمبلی ہو خواہ وہ پنجاب اسمبلی ہو ایک بچے والی ضد اور رٹ لگا رکھی ہے کہ ہم نے حکومت کو نہیں چلنے دینا۔ جناب سپیکر! یہ رویے قومی سطح پر اور ملکی سطح پر اچھے اثرات مرتب نہیں کر سکتے۔ آئین کے اندر اپوزیشن کا ایک رول ہوتا ہے ۔ اپوزیشن کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ ایوان کے اندر حکومتی پالیسیوں پر تنقید کرے ، کھل کر بات کرے یہ ان کا حق ہے لیکن اگر آپ ان دو سالوں کا جائزہ لیں تو اپوزیشن نے عدالتوں کا گھیراؤ کیا ہے ۔ سڑکوں کے اوپر بدھ کیا ہے ، لونگ مارچ کیا ہے اور حکومتی معاملات کو نہ چلنے دینے کی ضد لگائی رکھی ہے ۔ جناب سپیکر ! یہاں پر ہر چھوٹی سی بات پر واک آؤٹ ہوتا ہے ۔ اپوزیشن کو بھی اس قومی تعمیر و ترقی کے پروگرام میں شامل ہونا چاہیے ۔ پنجاب حکومت کا یہ ایک کارنامہ ہے کہ ملکی تاریخ میں پہلی دفعہ اپوزیشن کو بھی برابری کی بنیاد پر ترقیاتی فنڈز مہیا کر دیے گئے ہیں ۔ اور اپوزیشن کے ارکان صوبائی اسمبلی کے حلقوں میں بھی اسی طرح ترقیاتی کام ہو رہے ہیں جس طرح حکومتی اراکین کے حلقوں میں ترقیاتی کام ہو رہے ہیں لیکن جناب سپیکر ، مثبت تنقید حکومت کو سننی چاہیے ، اچھی تجاویز پر عمل کرنا چاہیے اور بجٹ کے سلسلے میں حال ہی میں آپ نے دیکھا کہ اپوزیشن کے دوستوں نے بار بار دعوت کے باوجود اچھی تجاویز تو نہیں دیں البتہ جس دن بجٹ پیش ہو رہا تھا اس دن ایک ایسا بہانہ بنا کر قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں بے جا طور پر واک آؤٹ کیا ۔ جس کے صوبہ پنجاب کے عوام گواہ ہیں ۔ جب ہم واپس عوام کے اندر جائیں گے

تو اس ایوان کی کارکردگی کو صوبہ بھر کے عوام ' پاکستان کے عوام ضرور دیکھیں گے کہ اس فلور پر اپوزیشن نے کیا رول ادا کیا اور حکومت نے کیا رول ادا کیا ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے موجودہ حکومت نے عوامی فلاح و بہبود کے حوالے دیکھیں ' امن و عامہ کے حوالے سے دیکھیں ' عزت نفس کے حوالے سے دیکھیں تو مستحسن اقدامات کیے ہیں ۔ اسی طرح موجودہ حکومت پی ڈی ایف کے اتحاد کی شکل میں آنے والے وقت میں بھی اپنے آپ کو عوامی فلاح و بہبود کی حکومت ثابت کرے گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم صوبہ کے اندر امن و عامہ کی صورت حال کو مزید بہتر کریں گے ۔ انہی الفاظ کی ساتھ میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ شکریہ۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی خواجہ صاحب!

خواجہ ریاض محمود ، جناب سپیکر ! میرے انتہائی نوجوان پارلیمانی سیکرٹری محمد حسین ڈوگر صاحب نے فرمایا ہے کہ اپوزیشن نے بلاجواز واک آؤٹ کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، خواجہ صاحب! جب آپ کی باری آئے گی تو اس وقت یہ باتیں کرلیجیے گا۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب والا! اس وقت تو وقت گزر جائے گا۔ مجھے آپ تاریخیں دے رہے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، خواجہ صاحب! اس وقت نہیں ۔ جب آپ تقریر کریں گے تو اس وقت میں آپ کو پانچ منٹ زیادہ دوں گا۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب والا ! مجھے پوائنٹ آف آرڈر پر تو بات کرنے دیں ۔ اس طرح تو میرے جذبات مجروح ہوں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، خواجہ صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ تشریف رکھیں۔ جناب مقصود احمد بٹ

جناب مقصود احمد بٹ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب سپیکر ! میں آج اپنی تقریر کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے شعر سے شروع کرتا ہوں ۔

مسلسل اضطراب غیاب ہو کے حضور
میں خود کہوں تو میری داستاں دراز نہیں

جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے آج مجھے اس دس کلو وزنی بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے کا موقع دیا ہے۔ جناب والا! ہمارے قائد چودھری پرویز الٰہی صاحب کی تقریر کے بعد اس بجٹ پر اظہار خیال کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن میں ایک ایسے طبقے سے تعلق رکھتا ہوں جو ہمیشہ حکومت اور عوام کی طرف سے تنقید کا باعث بنا رہتا ہے یعنی کہ تاجر برادری۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے حکومت کی طرف سے تاجر زیرعتاب آتے ہیں جو جائز اور ناجائز طریقے سے لگے ہوئے ٹیکسوں کا سامنا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان ٹیکسوں کی وجہ سے عوام پر بھی بوجھ پڑتا ہے جو کہ پہلے ہی زیر بار ہوتے ہیں۔ جناب والا! گزشتہ ایک سال کا قیمتوں میں موازنہ کر کے دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے کہ اشیاء خورد و نوش کی قیمتوں میں ایک سو فی صد سے لے کر ڈیڑھ سو فی صد تک کا اضافہ ہو چکا ہے۔ جناب والا! پچھلے سال 1994ء میں سرخ مرچ 33 روپے کلو تھی اور آج 1995ء میں 95 اور 100 روپے کلو کے برابر بک رہی ہے۔ دال چنا 14 روپے کلو تھی آج 24 روپے کلو ہے۔ بکرے کا گوشت 70 روپے کلو تھا آج 100 روپے کلو ہے۔ گائے کا گوشت 30 روپے کلو تھا آج 50 روپے کلو ہے۔ چینی 12/13 روپے کلو تھی آج 15 روپے کلو ہے۔ آٹا، گھی، دہی، چاول سب ہی چیزیں مہنگی ہو چکی ہیں۔ جناب سپیکر! ہمارے حاکم اور وزیر خزانہ چیخ چیخ کر یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ بجٹ عوام کو بہت فائدہ دے گا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ غریب عوام کے زندہ رہنے کے لیے بنیادی ضروریات زندگی کی چیزیں آٹا، دالیں، سبزیاں، چاول، خورد و نوش کی تمام اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ جناب والا! صرف ایک چینی کی صورت میں پانچ پیسے کی رعایت دی گئی ہے۔ آج کل کے اس دور میں فقیر بھی پانچ پیسے لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ سب سے بڑی بات کہ چینی گھروں میں کتنی استعمال ہوتی ہے؟ کوئی منوں یا ٹنوں کے حساب سے استعمال نہیں ہوتی۔ اگر پانچ پیسے کی چھوٹ دی گئی ہے تو ایک من کے پیچھے صرف دو روپے کا فرق پڑتا ہے اور کوئی بھی انسان ایک من کے عوض دو روپے کی بچت کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ جناب والا! میں یہ حقیقت بیان کرنا چاہتا ہوں کہ آج اگر چینی کے حساب سے دیکھا جائے تو ہر ایک گھرانے کو پانچ پیسے تو کیا ایک پائی کا فرق بھی نہیں پڑا۔ اس حکومت کی کارکردگی یہ ہے کہ غریب غریب تر ہوتا جا رہا۔ غریب ٹیکسوں کی بھرمار کی وجہ سے آج پریشان حال ہے۔ اور آج صوبائی سطح پر 75 کروڑ روپے کے جو ٹیکس لگائے گئے ہیں ان ٹیکسوں کا بوجھ بھی غریب عوام پر ہی پڑے گا۔ جناب سپیکر! حیران کن بات یہ ہے کہ stamp duty، جو پہلے

حلف نامہ لکھا جاتا تھا وہ 6 روپے کے کاغذ پر لکھا جایا کرتا تھا آج اس کو بڑھا کر 100 روپے کر دیا گیا ہے - اسی طرح موصول چونگی میں 5 فی صد تعلیمی ٹیکس لگایا گیا ہے جبکہ پچھلے سالوں میں دو مرتبہ موصول چونگی میں اضافہ کیا گیا ہے - صوبائی سطح پر جو ٹیکس لاگو ہیں ان میں کارپوریشن ٹیکس ' پراپرٹی ٹیکس ' موصول چونگی ٹیکس ' ضلع ٹیکس ' پروفیشنل ٹیکس ' تعلیمی ٹیکس اور وفاقی سطح پر جو ٹیکس ہیں ان میں انکم ٹیکس ' ویلتھ ٹیکس ' جنرل سیلز ٹیکس ' ٹیلی فون پر ٹیکس ' بجلی پر ٹیکس ' اضافی ٹیکس ' سرچارج ٹیکس اور اب باقی رہ گیا وہ ٹیکس جس کے بارے میں پنجابی شاعر استاد دامن نے کہا تھا کہ :-

تھڑے تے ٹیکس ' مکان تے ٹیکس ' دلان تے ٹیکس ' دکان تے ٹیکس
ایس لئی میں گھٹ بولنا آں کتے لگ جائے نہ میری زبان تے ٹیکس

تو جناب سپیکر ! اب اگر کوئی ٹیکس باقی رہ گیا ہے تو وہ صرف لوگوں کی زبانوں پر ٹیکس لگانا رہ گیا ہے - ورنہ اس حکومت نے کوئی کمی نہیں چھوڑی -

جناب سپیکر ! وزیر خزانہ صاحب کی تقریر تو میں نے نہیں سنی لیکن یہ ان کی کتاب پڑھ کر میں نے ضرور دیکھی ہے------

جناب ڈپٹی سپیکر ، مقصود بٹ صاحب! کیا آپ کے نقطہ نظر میں زبان پر ٹیکس نہیں ہے ؟

جناب مقصود احمد بٹ ، بس لگنے والا ہے جناب غریبوں کی زبانوں پر لگ گیا ہے بس بڑوں کی زبانوں پر لگنا باقی ہے -

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں لگا ہوا ہے - زبان پر تو بڑا زبردست ٹیکس ہے -

جناب مقصود احمد بٹ ، جو حکومت کے خلاف بولے اس کی زبان پر ٹیکس لگا ہے باقی ابھی بچے ہوئے ہیں- انشاء اللہ ان پر بھی لگ جائے گا - جناب سپیکر ! میں نے وزیر خزانہ صاحب کی تقریر سنی تو نہیں لیکن یہ کتاب پڑھ کر ضرور دیکھی ہے اس میں وزیر خزانہ صاحب نے ایک شعر اپنی حکومت کے بارے میں لکھا ہے جو ان پر پورا اترتا ہے - فرماتے ہیں کہ :-

جس دور میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی
اس دور کے سلطان سے کوئی بھول ہوئی ہے

جناب سپیکر! غریبوں کی کمائی کی بات کرتے ہیں - یہاں تاجر اپنے کاروبار سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں - کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے - دو سال سے بغیر آمدن بیٹھے بیٹھے اپنی راس تک ختم کر چکے ہیں -

جناب والا ' جناب وزیر خزانہ نے اپنی تقریر کے آخر میں فرمایا ہے کہ ہمیں اپنے وسائل بڑھانے کے لیے چند مقامی ٹیکسوں میں اضافہ کی کڑوی گولی نگلنا پڑے گی ۔ جناب سپیکر! میں پوچھتا ہوں کہ وہ کڑوی گولی کیوں نگلنا چاہتے ہیں ؟ کیا مجبوری ہے؟ آج وزیروں مشیروں اور مددگاروں کی جو فوج ظفر موج بھرتی کر رکھی ہے وہ اسے کم کر دیں ۔ وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈ اور وزراء کرام کے صوابدیدی فنڈز کو ختم کر دیں تو اس صوبے کے خزانے پر پڑنے والا بوجھ یقیناً 100% کم ہو جائے گا ۔ جناب والا! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ غریب کا خون چوس کر عوامی بجٹ بنایا جا رہا ہے اور اسے فاضل بجٹ ظاہر کیا جاتا ہے ۔ جناب والا! اس صوبائی حکومت نے اور وفاقی حکومت نے تاجروں کے ساتھ پچھلے سالوں سے بے شمار وعدے کیے ہیں ۔ انھیں بے انتہا تسلیاں دی ہیں اور پچھلے دنوں قائد ایوان وزیر اعلیٰ پنجاب نے بھی تاجروں سے بہت سارے وعدے کیے تھے اور یہ کہا تھا کہ ان کے مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کیا جائے گا ۔ اور آج جب بجٹ آیا تو تاجروں کی کوئی بات نہیں مانی گئی ۔ کسی مسئلے کو حل نہیں کیا گیا ۔ ہمیں یہ علم تھا کہ یہ کارروائی صرف انتقامی طور پر کی جا رہی ہے اور تاجروں کو جھوٹی تسلیاں دی جا رہی ہیں جو آج بجٹ کی صورت میں ہمارے سامنے آ چکی ہیں ۔ جناب سپیکر! اب میں تعمیر وطن پروگرام کی طرف آتا ہوں ۔ اس تعمیر وطن پروگرام کے نام کو بدل کر تعمیر پنجاب پروگرام رکھا گیا۔ جناب والا! میں اس کی ایک جھلک آپ کو دکھانا چاہتا ہوں کہ ضلع لاہور جس سے میرا تعلق ہے اور ضلع اوکاڑہ جس سے قائد ایوان کا تعلق ہے ۔ اس پروگرام میں لاہور کی عوام کے ساتھ جو امتیازی سلوک کیا گیا ہے ۔ لاہور کی عوام کو جناب میاں محمد نواز شریف صاحب کا بھرپور ساتھ دینے کی سزا دی گئی ہے میں اس کا موازنہ پیش کرتا ہوں ۔ جناب والا! سال 95-1994ء میں ضلع لاہور کے لیے سڑکوں اور پلوں کے لیے جو ڈویلپمنٹ فنڈ رکھا گیا جو اس کتاب میں صفحہ 249 سے 250 تک ہے اور سیریل نمبر 268 سے 278 تک ہے ۔ اس کے لیے صرف ایک کروڑ روپیہ رقم رکھی گئی جس کو بعد میں revise کر کے 84 لاکھ 27 ہزار کر دیا گیا ۔ اب موجودہ سال 96-1995ء میں اس مد میں اسی تعمیر پنجاب کے سلسلہ میں صرف 44 لاکھ روپے رقم رکھی گئی ہے ۔ جناب والا ' اب میں قائد ایوان جناب وزیر اعلیٰ پنجاب کے ضلع اوکاڑہ کی طرف آتا ہوں ۔ اس میں پچھلے سال 95-1994ء میں صفحہ 253 سے لے کر 258 تک ہے اور سیریل نمبر 357 سے لے کر 474 تک ہے اور اس کے لیے 6 کروڑ 60 لاکھ 37 ہزار روپے رقم رکھی گئی تھی اور جس کو بعد میں 15 کروڑ 61 لاکھ 87 ہزار روپے

کر دیا گیا۔اور اب موجودہ سال 96-1995 میں 5 کروڑ 21 لاکھ 32 ہزار روپے رقم رکھی گئی ہے جو سال کے ختم ہونے تک انشاء اللہ 20 کروڑ روپے تک پہنچ جائے گی۔ تو جناب والا! اس تعمیر وطن پروگرام کا نام بدل کر تعمیر پنجاب رکھا گیا میں آج یہ بات برملا کہوں گا کہ اس کا نام تعمیر اوکاڑہ رکھا جانا چاہیے تھا لیکن لاہور کے عوام کو سزا دینے کے لیے اور دھوکہ دینے کے لیے اس کا نام تعمیر پنجاب رکھا گیا۔جناب سپیکر! اب میں محترم وزیر اعلیٰ صاحب کے صوابدیدی فنڈ کی طرف آتا ہوں جو 1994-95ء میں 3 کروڑ روپے رکھا گیا تھا لیکن آج پھر 96-1995ء میں بھی وہ فنڈ 3 کروڑ روپے رکھا گیا لیکن وزراء کرام کے لیے وہ فنڈ پہلے 30 لاکھ روپے تھا اب اسے 87 لاکھ روپے کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! اس بجٹ میں آپ کے ساتھ بھی دھوکہ کیا گیا ہے۔ آپ کے وقار آپ کے مقام آپ کے اختیارات آپ کی عزت کو کون نہیں جانتا؟ لیکن وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنے لیے صوابدیدی فنڈ 3 کروڑ روپے رکھا وزراء کرام کے لیے 87 لاکھ روپے رکھا لیکن جناب سپیکر کے لیے صرف 5 لاکھ روپے اور ڈپٹی سپیکر کے لیے صرف 3 لاکھ روپے رکھا ہے۔ تو جناب والا! اس داستان کے ساتھ اب میں کچھ آپ کو اپنے حلقے کے داستان بھی بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ میں آج اس ایوان میں تیسری مرتبہ آیا ہوں۔ الحمد اللہ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ جب میں سیاست میں آیا اس وقت سے لے کر آج تک میاں محمد نواز شریف کا ایک ادنیٰ سا کارکن ہونے کی حیثیت سے چلا آ رہا ہوں۔ جناب والا! میرا حلقہ پی پی 129 جو لاہور کے تمام صوبائی حلقوں سے بڑا حلقہ ہے بلکہ میں یہاں تک کہنے کے لیے تیار ہوں کہ میرا حلقہ اوکاڑہ شہر کے برابر تو ضرور ہو گا۔ تو میرے حلقے میں عرصہ دو سال سے ایک پیسہ ایک پائی تک نہیں دیا گیا۔ پہلے سال جب سکیمیں دی گئیں تو ان پر بار بار اعتراضات لگائے گئے۔ ان اعتراضات کو دور کرتے کرتے ایک سال بیت گیا جب دوسرا سال شروع ہونے لگا تو اسی ایوان میں محترم قائد ایوان نے جھوٹا وعدہ کیا کہ آئندہ کسی کے فنڈ کو نہیں روکا جائے گا سب کو مساوی فنڈ دیا جائے گا لیکن وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔ ہمیں اس وقت بھی علم تھا کہ یہ جھوٹا وعدہ کیا جا رہا ہے لیکن ہم نے پھر بھی ان کی تسلی پر وہی پرانے سال کی سکیمیں دہراتے ہوئے وہی فائل محکمہ کو دے دی کہ شاید اس سال ترقیاتی فنڈز میں کچھ کام ہو جائیں لیکن جب بار بار میں خود وہاں P&D میں گیا وہاں پر متعلقہ لوگوں سے ملا تو آپ یقین جانیں کہ مجھے ایک دوست نے کہا کہ بٹ صاحب آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔ بار بار اس محکمے کے چکر کیوں لگا رہے ہیں۔ آپ کو فنڈ نہیں

ملے گا اگر آپ فنڈ لینا چاہتے ہیں تو جناب وزیر اعلیٰ منظور وٹو صاحب سے رابطہ کریں ۔ جناب والا ! جیسا کہ میں نے آپ کو پہلے بتایا کہ میں اس ایوان میں تیسری مرتبہ آیا ہوں ۔میری محترم وزیر اعلیٰ صاحب سے بہت اچھی طرح جان پہچان ہے لیکن آج یہ بات آپ کو حلفاً بتانا چاہتا ہوں کہ جس دن سے اس ایوان میں آیا ہوں میں آج تک وزیر اعلیٰ صاحب سے ملا تو کیا ہاتھ تک نہیں ملایا کیونکہ میں آج میاں محمد نواز شریف صاحب کی ٹکٹ پر نامزد ہو کر آیا ہوں ۔ میاں محمد نواز شریف کے نام سے ووٹ لے کر آیا ہوں اور میں نے اپنے حلقے سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میری جان جا سکتی ہے لیکن نواز شریف سے بے وفائی نہیں کروں گا (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب والا ! آج فنڈز ملیں یا نہ ملیں ترقیاتی کام ہوں یا نہ ہوں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے لیکن میں اپنے قائد میاں محمد نواز شریف سے اس فنڈ کے لیے بے وفائی کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

جناب سپیکر! آخر میں آپ کو اپنے حلقے کی بارے میں معمولی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ میرے حلقے کی سڑکیں گلیاں ، سکول ، ڈسپنسریاں ویران پڑی ہوئی ہیں جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں ۔ سڑکوں اور گلیوں میں اتنے کھڈے پڑے ہوئے ہیں کہ بغیر بارش کے وہاں پر پانی اکٹھا رہتا ہے اور بارش کے دنوں میں تو ان کا خدا حافظ ہوتا ہے اور پھر یہ کہتے ہیں کہ بجٹ بہت اچھا ہے ۔ بجٹ عوام کی خوشحالی کا بجٹ ہے۔ جناب سپیکر! یہ جھوٹ کا پلندہ ہے ، عوام کو دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! میرے حلقے میں کچھ لوگ دریا کے کنارے رہتے ہیں اور وہ لوگ جب بارش ہوتی ہے یا جب کبھی سیلاب آ جاتا ہے تو وہ لوگ اپنی جانوں کے نذرانے دیتے ہوئے اپنے گھروں سے بے گھر ہوتے ہوئے پوری زندگی کی کمائی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور اس وقت حکومت ان کو یہ دلاسہ دیتی ہے کہ ان غریب لوگوں کے لیے وہاں ٹی یعنی چھوٹا بند بنایا جائے گا ۔ لیکن آج تک کوئی کام نہیں ہوا ۔ اب بارشیں ہونی والی ہیں اور جناب سپیکر! اس بجٹ میں ان غریب لوگوں کے لیے ایک پیسہ تک نہیں رکھا گیا ۔ ابھی میرے فاضل دوست ممبر فرما رہے تھے کہ ان کے نوے گاؤں میں کام ہو رہا ہے اور جناب ڈوگر صاحب کہہ رہے تھے کہ بے شمار فنڈ دیا گیا ہے لیکن جناب سپیکر! میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے حلقے میں ایک پائی تک خرچ نہیں کی گئی اور پھر اسے یہ کہہ دیا جائے کہ یہ متوازن بجٹ ہے ۔ ہاں ان غریب لوگوں پر رقم خرچ کی جائے جن کی بہتری کے لیے دریاؤں کے بند بنائے جائیں ، سڑکیں بنائی جائیں ، سیاسی وفاداریاں دیکھے بغیر ترقیاتی کام کیے جائیں تو تب کہا جا سکتا ہے

کہ بجٹ متوازن ہے ۔ جناب والا! یہ اعداد و شمار کی جادو گری ہے ...

جناب ڈپٹی سپیکر ، حاجی صاحب شکریہ۔

حاجی مقصود احمد بٹ ، جناب والا! بس آخری دو لفظ ہیں ۔ عوام کے ساتھ حکومت نے دھوکہ کیا ہے کہ یہ بجٹ اپنی عیاشیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے ۔ جناب سپیکر! اس بجٹ اجلاس کے دوران حکومتی ممبران کی طرف سے بجٹ پر تنقید اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ بجٹ بناتے وقت پی ڈی ایف کی حکومت میں واضح طور پر اختلافات پیدا ہو گئے ہیں ۔ آج حکومتی اراکین بھی کہتے ہیں کہ بجٹ بیورو کریسی نے بنایا ہے عوامی نمائندوں کا اس میں کوئی دخل نہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ۔ جناب پیر گل صاحب! میں حاجی مقصود احمد بٹ کو اس لیے شاباش دیتا ہوں کہ انہوں نے بجٹ تقریر کے لیے تیاری کی ہے اور اچھے طریقے سے تقریر کی ہے لیکن جب یہ سیاسی انداز میں چند باتیں کر جاتے ہیں وہ ٹھیک نہیں تھیں ۔ بجٹ پر ہی آدمی کو رہنا چاہیے ۔ اس سے آدمی کا قد کاٹھ اونچا ہوتا ہے ۔ ویسے آپ نے تیاری کی ہے اور میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ تمام ممبران اسی طرح بجٹ پر تیاری کریں ۔ پیر گل صاحب!

جناب پیر گل ، جناب والا! آپ نے مجھے بجٹ ۹۶ــــ۱۹۹۵ء کے لیے اظہار خیال کا موقع دیا ۔ سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور احمد وٹو صاحب اور وزیر خزانہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے یہ کارنامہ سر انجام دیا اور ایک متوازن بجٹ پیش کیا ۔ موجودہ حکومت نے بجٹ بناتے وقت ہر شعبہ میں خطیر رقم رکھی ہے ۔ صرف اس لیے کہ پنجاب کے علاقے میں ہر قسم کے شعبے کے کام احسن طریقے سے مکمل ہو سکیں ۔ جناب سپیکر! ہماری حکومت نے نظام تعلیم کو فروغ دیا ہے اس بات پر بھی میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے تعلیم کے فروغ کے لیے ان غریب عوام کے لیے جن کے بچے انگریزی سکولوں میں نہیں پڑھ سکتے آج ان کو موقع ملا ہے کہ پہلی جماعت سے ہی انگریزی شروع کر دی ہے تاکہ ہر غریب کا بچہ بھی زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکے ۔ جناب سپیکر! اس طرح ایک تیر سے دو نشانے کیے گئے ہیں ۔ کسی بھی ملک و قوم میں جب تک شرح خواندگی نہیں بڑھے گی اس وقت تک وہ ملک ترقی نہیں کر سکتا ۔ جناب سپیکر! اس سے ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ ہر غریب کا بچہ شروع سے ہی انگریزی پڑھے گا ۔ اور دوسرا ان لوگوں کو فائدہ ہوا جو آج بی اے بی ایڈ کرنے کے بعد سڑکوں پر مارے مارے پھرتے ہیں اور ان کو کوئی

روزگار نہیں ملتا ۔ ان ۴۳ ہزار اسامیوں پر ان لوگوں کو روزگار کا موقع ملا ہے اب وہ لوگ اپنا روزگار کما کر اپنے بچوں کا پیٹ پال سکیں گے ۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ اس حکومت کا دوسرا کارنامہ بے گھر لوگوں کو گھر دلانے کا ہے ۔ جناب سپیکر! گاؤں میں جو غریب آدمی بستے تھے جو اپنے گھر کو گھر نہیں کہہ سکتے تھے ۔ آج خداوند تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان پسماندہ لوگوں کو اپنے گھر کو گھر کہنے کا موقع ملا ہے اور آج ۲۵ ہزار گاؤں میں لوگوں کو اپنے حقوق ملکیت مل گئے ہیں ۔ اب وہ اپنے گھر کی دیکھ بھال احسن طریقے سے کر سکیں گے ۔ جب بھی کوئی آدمی کسی دوسرے کی زمین پر بستا ہے تو اس پر خاطر خواہ رقم لگانے کے لیے تیار نہیں ہوتا ۔ جناب سپیکر! اس بات پر بھی ہم حکومت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ہر لحاظ سے بجٹ کو متوازن کیا تاکہ غریب اور امیر میں تفاوت ختم کی جائے ۔ جناب سپیکر! یہاں پر یہ بھی ہمیشہ کی طرح کہا گیا ہے کہ یہ ایک روایتی بجٹ ہے لیکن جناب سپیکر! میں یہ کہتا ہوں کہ یہ روایتی بجٹ نہیں ہے ۔ بلکہ یہ غیر روایتی اور انقلابی کوششوں پر عیاں ہے ۔ یہاں دوستوں نے تنقید کی ہے کہ بجٹ بیورو کریسی بناتی ہے ۔ میں ۱۹۸۵ء سے اس اسمبلی کا ممبر چلا آ رہا ہوں اور آج بھی خدا کے فضل سے اس اسمبلی کا ممبر ہوں ۔ میں نے ہمیشہ یہ دیکھا ہے کہ کوئی کام اچھا ہو یا برا ہو لیکن اپوزیشن نے ہمیشہ کسی اچھی بات کو بھی اچھا کہنا گوارا نہیں کیا ۔ اس بجٹ میں حکومت نے اپنی محنت سے اور بیور کریسی کی کوششوں سے یہ بجٹ تیار کیا ہے اگر بیوروکریسی کوئی اچھی رائے دیتی ہے تو کیا اچھی بات کو اچھا نہیں کہنا چاہیے ۔ میں تو یہ کہوں گا کہ اپوزیشن بھی روایتی تقریریں کرتی ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اپوزیشن کے دوستوں سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ کسی ایک اچھی بات کو تو اچھا کہیں اور تنقید برائے تنقید نہیں ہونی چاہیے تنقید کسی اچھے پہلو سے ہونی چاہیے بلکہ تنقید جمہوریت کا بنیادی حق ہے ۔ میرے ایک فاضل رکن داؤد صاحب نے کہا ہے کہ یہاں پر سکولوں کی بلڈنگیں بن جائیں گی لیکن وہاں پر سٹاف نہیں ہو گا ۔ کیا میں آپ کی وساطت سے چودھری شوکت داؤد صاحب سے پوچھ سکتا ہوں کہ فروغ تعلیم کے لیے جب تک سکول نہیں ہونگے ان کی بلڈنگیں نہیں ہونگی تو استاد کہاں پڑھائیں گے ۔ جناب سپیکر! تعلیم کو فروغ دینے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ اس کے لیے بجٹ میں کثیر رقم رکھی جائے ۔ تاکہ کل کو وہاں پر ٹیچر اچھی طرح سے تعلیم دے سکیں ۔ یہاں ایک فاضل رکن نے کہا ہے کہ یہ بجٹ اوکاڑہ کا بجٹ ہے ۔ جناب سپیکر! یہاں سارے پنجاب میں غریب عوام کے لیے ہر قسم کی فلاح وبہبود کے کام ہوتے ہیں تو کیا اوکاڑہ کے لوگ اس ملک کے باسی نہیں ہیں ۔ کیا وہاں پر کام کرنا

کوئی گناہ ہے؟ اس لیے گناہ ہے کہ وزیر اعلیٰ وہاں کا ہے ۔ جناب سپیکر! ہر بشر کو حق حاصل ہے اور جب بھی پنجاب میں ترقیاتی کام ہوتے ہیں تو ان کو ان کا حصہ ملنا چاہیے۔ سو ایسی تنقید برائے تنقید کرنے سے گریز کریں ۔ باقی صوابدیدی فنڈ جو وزیر اعلیٰ کے نام رکھا جاتا ہے. وہ بھی ہمارا اور آپ کا بجٹ ہے وہ فنڈ وزیر اعلیٰ نے اپنے گھر پر خرچ نہیں کرنا ۔ اس کے لیے یہاں بھی ضرورت ہوتی ہے ۔ یہاں بھی بجٹ کا مقصد پورا ہونا ہوتا ہے ۔ صوابدیدی فنڈ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جہاں پر زیادہ ضرورت ہے بجٹ کو وہاں پر استعمال کر دیا جائے ۔ لہٰذا جناب سپیکر! یہ اوکاڑہ کا بجٹ نہیں ہے یہ بجٹ پنجاب کے غریب عوام کے لیے ہے ۔ جناب سپیکر! میں ایک ہی بات کو دوبارہ دہرانا نہیں چاہتا چونکہ ڈوگر صاحب نے اعداد وشمار بھی بتا دیے ہیں ۔ پرسوں کی بات ہے کہ میاں فضل حق صاحب نے چودھری گل نواز وڑائچ صاحب سے ایک وضاحت طلب کی تھی کہ انہیں گل ٹینکی کیوں کہتے ہیں؟ آج میں چھوٹی سی بات کرنا چاہتا ہوں کہ جب بھی وزیر اعلیٰ یا ہم لوگ یہاں آتے ہیں تو اپوزیشن کی طرف سے آوازیں آتی ہیں کہ لوٹے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم جو بھی پرانے مسلم لیگی ہیں آج بھی جونیجو لیگ میں مسلم لیگی ہیں۔ میں میاں فضل حق سے آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ پہلے مسلم لیگ میں تھے اور پھر اس کے بعد یہ پیپلز پارٹی میں آئے اور اب یہ پھر مسلم لیگ میں ہیں ۔ یہ تو پھر لوٹا اعظم ہو گئے ۔ اس کے بعد جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کسی دوسرے پر بات کرنے سے پہلے انسان کو کم ازکم اپنے اندر جھانکنا چاہیے کہ کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں یا غلط کہہ رہا ہوں ۔ میں انہی الفاظ کے ساتھ اجازت چاہوں گا بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

MIAN FAZAL HAQ: I am on a point of personal explanation

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

میاں فضل حق: پیر گل صاحب نے کچھ ارشاد فرمایا ہے۔ میں اس مسئلے میں صرف یہی عرض کروں گا کہ انہوں نے کل کی بات کا حوالہ دیا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ سیاست کے اندر کوئی چیز حتمی نہیں ہوتی۔ لیکن ان کے متعلق جو میں محسوس کرتا ہوں۔ اگر انہوں نے میرے متعلق کوئی بات کہی ہے تو میرا یہ فرض ہے کہ میں بھی explanation دوں ۔ ان لوگوں کی میں بات کر رہا ہوں کہ 1993ء میں الیکشنوں کے دنوں میں یہ لوگ کہاں تھے ۔ بات ہمارے ساتھ کر رہے تھے اور بیٹھ ادھر گئے جا کر۔ میرا

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو personal بات نہیں کرنی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھئے یہ اچھی روایت نہیں ہے۔

میاں فضل حق، میں بھی اس کو یہی سمجھتا ہوں ۔ لیکن ان کو احساس ہونا چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انہوں نے غلطی کی ہے۔

میاں فضل حق ، غلطی کی ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ ان کو احساس ہوجانا چاہئے۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ شکریہ ۔ مہربانی ۔ اب راجہ جاوید اخلاص! (نعرہ ہائے تحسین)

راجہ محمد جاوید اخلاص، بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ شکریہ جناب سپیکر! بجٹ برائے سال 96-1995ء کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ میرے خیال کے مطابق یہ بجٹ کسی طور پر بھی صوبائی حالات و واقعات کے مطابق نہیں ہے۔ اور اس میں اس بجٹ کی کتابوں کے ہر صفحے پر پنجاب کی کثیر آبادی کے لیے محرومیوں اور نا انصافیوں کا ہر جگہ پر تذکرہ ہے۔ یہ بجٹ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ غیر حقیقت پسندانہ نظرز کے ذریعے اس بجٹ کو سرپلس بنانے کی کوشش کی گئی ہے ۔ اورضمنی بجٹ میں بچت کا جو تخمینہ لگایا گیا تھا اس سے بھی بڑھ کر 21 کروڑ روپے کی بچت ظاہر کی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو ان کی ضروریات سے محروم رکھ کر ان کے حقوق سے محروم رکھ کر اس طرح کی بچت show کرنا اس صوبہ کے عوام کے ساتھ انتہائی نا انصافی اور زیادتی ہے۔ جناب والا! اس بجٹ میں کوئی ایسی انقلابی پالیسیاں اور اصلاحات نہیں ہیں جس سے مستقبل قریب میں صوبہ پنجاب کے عوام کو کسی سطح پر کوئی ریلیف ملنے کے chance نظر آتے ہوں۔ وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر میں تو صوبے کے تمام مسائل کو یکسر حل کردیا گیا ہے اور صوبے میں ایک اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ جناب والا! ان کی تقریر کے مطابق بلا تمیز و رنگ و نسل ہر آدمی کو اقتدار میں اس کا حصہ دے دیا گیا ہے۔ لیکن جناب والا! حالت تو یہ ہے کہ ضیاء الحق کو ڈکٹیٹر کہتے تھے لیکن وہاں بھی عشر و زکوٰۃ کے الیکشنوں میں بھی مسجدوں میں جا کر الیکشن ہوتے تھے اور آج انہوں نے یہ کیا ہے کہ عشر و زکوٰۃ کے نظام کا بھی بیڑہ غرق کرکے رکھ دیا ہے۔ اورغریب لوگ عشر و زکوٰۃ کے لیے اور بیت المال کے لیے بھی در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ جناب والا! بجٹ میں کھیتوں ' کھلیانوں اور کچی آبادیوں کے تمام مسائل کو حل کردیا گیا ہے ۔ طبقاتی نظام کا خاتمہ کردیا گیا ہے ' انصاف کی

فراہمی اور تعلیم کو پورے صوبے میں عام کردیا گیا ہے۔ بے گھر افراد کو حقوق ملکیت دئیے جاچکے ہیں۔ بلدیاتی نظام کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالا جاچکا ہے۔ فرقہ واریت ' تشدد ' جرائم اور منشیات کا مکمل خاتمہ کیا جاچکا ہے۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو وزیر خزانہ کی تقریر کا حصہ ہیں۔ لیکن جناب والا! یہ کس علاقے ' کس معاشرے اور کس صوبے کی بات کر رہے ہیں یہاں تو معاملات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ عدالتوں کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے اور صوبے کے عوام جو ہیں وہ انصاف کے لیے ترس رہے ہیں۔ جناب والا! آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اللہ کے فضل و کرم سے 1985ء سے ممبر چلا آرہا ہوں۔ ایک سال سے ضمانتوں کے کیس میں ہر دوسرے تیسرے دن ہماری تاریخیں ڈالی جارہی ہیں۔ اور آج ایک نیا بغاوت کا مقدمہ قائم کردیا گیا ہے۔ کیا آپ اپنے ایمان سے کہہ سکتے ہیں کہ میں آپ کو باغی نظر آرہا ہوں؟ کوئی بغاوت کی بو ہے مجھ میں ؟ جناب والا! ہم نے اور ہمارے آباؤ اجداد نے تو اس ملک کو حاصل کرنے کے لیے قربانیاں دی ہیں میرا تعلق اس علاقے سے ہے اس خطہ پھوٹھوہار سے ہے اور اس تحصیل کے ساتھ ہے جو تحصیل تمہرے نشان حیدر کی ملک ہے۔ پہلا نشان حیدر ہماری فیملی میں سے ہے۔ تو آج ہمیں بغاوت کے مقدموں میں جکڑا جارہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) یہ کہاں کا انصاف ہے ' اسلامی معاشرے کا یہ پہلو کہاں سے آپ کو نظر آرہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ لوگ عدالتوں کے باہر احتجاج کر رہے ہیں اور پولیس ڈنڈے برسا رہی ہے۔ ملازمتوں کا یہ عالم ہے کہ ملازمتیں بک رہی ہیں ' بیانے پکڑے جارہے ہیں۔ اور میرٹ کو اس طرح نظر انداز کیا گیا ہے کہ میرٹ کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ اور آج وہ لوگ عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹا رہے ہیں کہ ہمیں انصاف ملے۔ فرسٹ ڈویژن آنے والے لوگ چھوڑ دئیے گئے ہیں اور جیالے لوگ اور جو پیسے دیتے ہیں ان کو بھرتی کیا جارہا ہے۔ جناب والا! مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ میں یہ بات پورے وثوق ' یقین اور دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت اس صوبے کی پچاس فیصد سے بھی زیادہ آبادی کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں لوگ پریشان حال ہیں۔ اور صوبے کے چیف ایگزیکٹو کروڑوں روپے اپنے دفاتر ' اپنی رہائش کی تزئین و آرائش پر خرچ کروا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ تو خدا کا خوف ہونا چاہیے۔ اگر یہ لوگ عوام سے مخلص ہیں تو باہر عوام میں جاکر دیکھیں۔ علاقے کا دورہ کریں تو لوگ جوتیوں کے ساتھ ان کا استقبال کریں لوگ تو ان سے اتنے تنگ آچکے ہیں کہ خانہ کعبہ میں بھی اس دفعہ لوگوں نے جھولیاں اٹھا اٹھا کر دعا کی ہے کہ "یا اللہ ہمیں اس جابر اور بدعنوان

حکومت سے ہمارا چھٹکارا کروا۔" حالات تو یہ ہیں اور چہ جائیکہ یہاں پر بجٹ کے حق میں تقاریر کی جارہی ہیں۔ ریاض حشمت جنجوعہ نے کہا ہے کہ فرقہ واریت کا خاتمہ کردیا گیا ہے 11-b کا اطلاق ہوگیا ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اس صوبے میں فرقہ واریت کو سب سے زیادہ ہوا دینے والی جماعت ان کی جماعت ہے۔ اور اگر پولیس کو چالیس ارب روپیہ بھی دے دیا جائے تو مولانا اعظم طارق صاحب نہ گرفتار ہوں گے نہ پیش ہوں گے۔ یہ تو عالم ہے۔ پھر منافقت کا چہرہ کہ عمل کچھ اور ہے اور یہاں تقاریر کچھ اور کی جاتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ صوبے کی خدمت نہیں کر رہے بلکہ صوبے کو ایسی دلدل میں دھکیل رہے ہیں جس کا کینسر کی طرح کوئی علاج نظر نہیں آتا۔ اور اگر دوچار مہینے اور یہ حکومت رہ جاتی ہے تو خانہ جنگی کے سوا کوئی چارہ نہ رہ جائے گا۔ جناب والا! یہ پولیس کی تعریف کرتے ہیں۔ میں انہیں ضلع راولپنڈی کی ایک مثال دیتا ہوں۔ کہ پچھلے دو سالوں میں یہ آن ریکارڈ بات ہے کہ آٹھ کروڑ روپے کی ڈکیتیاں صرف ضلع راولپنڈی میں اور راولپنڈی شہر میں ہوئی ہیں۔ اور تاحال ایک ملزم بھی گرفتار نہیں ہوا۔ ایک بھی ملزم پکڑا نہیں گیا۔ اور فوجی فاؤنڈیشن کے ادارے لوٹے جارہے ہیں۔ بینک لوٹے جارہے ہیں لیکن کوئی بھی آدمی پکڑا نہیں جارہا۔ کیا وجہ ہے؟ اس کی یہی وجہ ہے کہ موجودہ حکومت نا اہل حکومت ہے اور وہ صرف اور صرف اپنی کرسی اور اقتدار کو بچانے میں لگے ہوئے ہیں۔ آئے دن وزیر اعلیٰ کی اسلام آباد جا کر منت سماجت۔ پھر یہ مہینے مہینے دو دو مہینے کی extension لے رہے ہیں اور اپنی جیبیں بھرنے کے علاوہ ان کا کوئی کام نہیں۔ آج میں سمجھتا ہوں کہ ماسوائے چند وزارتوں کے ہر جگہ، آپ جس جگہ بھی چلے جائیں، جس دفتر میں بھی چلے جائیں، چند وزارتوں کے علاوہ سب پر کرپشن کے الزامات ہیں اور سنگین الزامات ہیں کہ پورے کے پورے بجٹ ہڑپ ہو رہے ہیں۔ لیکن جناب والا! یہ کس احتساب کی بات کرتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ایس اے حمید صاحب!

جناب ایس اے حمید: جناب والا! بجٹ کے بارے میں ہمارے فاضل ممبران بڑی اہم باتیں کر رہے ہیں لیکن آج ہاؤس میں نہ تو وزیر خزانہ ہیں، نہ وزیر قانون ہیں، نہ ہی کوئی اور منسٹر ہیں۔ یہ بڑی ہی پریشان کن صورت حال ہے۔ جناب سپیکر! یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ یہ پورے صوبے کے عوام کے حقوق کی بات ہے۔ آٹھ کروڑ عوام کا مسئلہ ہے۔ بہت سی تبدیلیاں کرنی پڑیں گی۔ بہت سی ترامیم کرنی پڑیں

گی۔ کچھ چیزیں واپس لینی پڑیں گی۔ کم از کم کسی نہ کسی منسٹر کو یہاں ہاؤس میں ہونا چاہیے تھا۔ نہ وزیر صحت ہیں' نہ وزیر تعلیم ہیں' نہ وزیر خزانہ ہیں' نہ وزیر قانون ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ آپ نے ایک اچھی نشان دہی کی ہے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص: جناب سپیکر! دیانت داری سے یہ کوئی ایک شعبہ بتا دیں جس میں ان کی کوئی مثالی کار کردگی ہو۔ یہ کہتے ہیں کہ فرقہ واریت کا ہم نے خاتمہ کر دیا ہے۔ دیہاتوں سے جہاں صبح شام لوگ اللہ اور اس کے رسول کا نام سنتے تھے وہاں لاؤڈ سپیکروں پر اذانیں دینا انھوں نے منع کر دیا ہے۔ کس قسم کی فرقہ واریت کے خاتمے اور اسلامی معاشرے کے قیام کی یہ بات کرتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں کبھی اس قسم کا دور نہ رہا ہے اور نہ آئندہ آنے کا اور یہ سہرا جو ان کے سر پر ہے' یہ کالک جو ان کے سر پہ ہے کہ مسجدوں سے لاؤڈ سپیکر بھی اتروا دیے گئے ہیں۔ جناب والا! جہاں تک معیشت کی بات ہے تو ہر آنے والا دن غریب عوام پر بھاری ہے اور غریب عوام کے لیے تباہ کن ثابت ہو رہا ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے آج تک دو سالوں میں کوئی ایک سکیم بتا دیں۔ ایک سکیم بھی ان کی ایسی نہیں ہے جو عوامی فلاح و بہبود کے متعلق ہو۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے دور حکومت میں میاں نواز شریف کی قیادت میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ دو اڑھائی سالوں میں موٹر وے شروع ہوا۔ دو اڑھائی سالوں میں پرائیویٹائزیشن شروع ہوئی۔ انڈسٹری کی طرف رجحان ہوا۔ ییلو کیب سکیم شروع ہوئی۔ فوڈ سٹیمپ سکیم شروع کی گئی۔ یہ تو بتائیں کہ دو سالوں میں یہ نعرہ عوامی خدمت کا لگاتے ہیں اور غریب عوام کی خدمت کا' دو سالوں میں کوئی ایک بات بتا دیں جو انھوں نے on the ground لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے کی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ آئندہ بلدیاتی الیکشنوں میں اگر یہ ہمت کریں اور جرأت کریں تو بلدیاتی الیکشن کروائیں اس میں ان کو اپنی حیثیت کا پتا چل جائے گا کہ یہ کتنے پانی میں کھڑے ہیں۔ یہ اسی لیے نہیں کروا رہے' یہ اسی لیے بھاگ رہے ہیں۔ چھوٹی سی چھوٹی سطح کے الیکشن اور ووٹنگ سے یہ گھبرا رہے ہیں کہ انھیں پتا ہے' انھیں احساس ہے' یہ بھولے ہوئے نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا تعلق یہ رہا ہے کہ جب بھی ان کا دور آیا لوٹ مار کی اور پھر باہر چلے گئے اور آج بھی یہ دونوں ہاتھوں سے ملک کو لوٹ رہے ہیں بلکہ ان کی تو پانچوں انگلیاں اور سر کڑاہی میں ہے۔ لیکن انشاء اللہ ہم ان کو نکلنے نہیں دیں گے۔ ہم ان کو تیل کے کڑاہ میں انشاء اللہ پھینکیں گے۔ اور یہ عذاب ان کو بھگتنا پڑے گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! زراعت کا معاملہ ہے۔ زرعی صوبہ ہے۔ مجھے آپ بتائیں کہ وزیر اعلیٰ صاحب بھی بڑے کہتے ہیں کہ زمیندار ہیں۔ انھوں نے کیا زرعی اصلاحات کی ہیں؟ آج یہ عالم ہے کہ ڈیزل مہنگا ہو چکا ہے۔ ٹیوب ویل بند ہو رہے ہیں۔ کھاد اور بیج اتنا مہنگا ہے کہ کوئی آدمی اس کو خرید نہیں سکتا۔ چینی ان کے پالیسیوں کی وجہ سے مہنگی ہو چکی ہے اور زراعت کا بیڑہ غرق کر دیا گیا ہے۔ ہمارے بارانی علاقوں میں صرف ایک "آباد" کا ادارہ ہے جو کچھ کام کرتا تھا۔ لیکن آج "آباد" کا ادارہ بھی غیر آباد ہو چکا ہے اور ماسوائے اس کے کہ وہاں ریسٹ ہاؤسوں کی تعمیر ہو رہی ہے' وہاں افسران کی رہائش کے لیے ایر کنڈیشنر خریدے جا رہے ہیں اور راولپنڈی میں بہت بڑی عمارات تعمیر کی جا رہی ہیں۔ لیکن یہ بات میں دعوے اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ایک زمیندار وہاں دفتر کے دو مہینے بھی چکر لگاتا رہے تو اس کو دس گھنٹے کے لیے بلڈوزر کرانے پر نہیں مل سکتا۔ دفتروں کا تو یہ عالم ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر انھیں صوبے کی خدمت کرنی ہے تو وہ کر کے دکھائیں۔ خالی نعروں سے اور خوبصورت تقاریر سے' یا خوب صورت کتابیں چھاپنے سے صوبے کے عوام کو مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ زراعت کی حالت دن بدن بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ میں گوجر خان کا حوالہ دیتے ہوئے گزارش کروں گا کہ ہمیں انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ اس لیے کہ ۱۹۸۵ء سے لے کر آج تک وہاں سے مسلم لیگ کی نشستیں رہی ہیں اور پھر ضمنی الیکشن میں بھی ہم نے پیپلز پارٹی کو ہروایا ہے۔ اور آج اس کا انتقام لیا جا رہا ہے۔ تحصیل گوجر خان کو یکسر نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ جناب والا! سرحدوں پر جان ہمارے لوگ دیتے ہیں۔ بیرون ملک جا کر زر مبادلہ ہمارے لوگ کماتے ہیں۔ آج تحصیل گوجر خان میں کم از کم پانچ تیل کے کنویں ہیں۔ اور وہاں سے گیس اور تیل بھاری مقدار میں حکومت کو مل رہا ہے۔ لیکن انتقام کی ان کی آگ اس حد تک سلگ رہی ہے کہ ایک بھی گاؤں میں آج تک انھوں نے گیس کی فراہمی کو یقینی نہیں بنایا۔ صرف اعلانات کیے جا رہے ہیں اور تحصیل گوجر خان کو اس کے حقوق سے محروم رکھا جا رہا ہے۔ ایک ہی کالج ہے جو سرور شہید نشان حیدر کے نام پر بنا ہوا ہے۔ ڈگری کالج ہے۔ اس کی عمارت کا یہ عالم ہے کہ اس میں طالب علم بیٹھنے کے قابل نہیں ہیں۔ بیٹھ نہیں سکتے کہ وہ عمارت کسی وقت بھی دھڑام سے نیچے گر سکتی ہے۔ یہ تحصیل گوجر خان میں ان کی انتقامی سیاست کا ہم خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ لیکن میں ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ جتنا بھی انتقام لے لیں' ضمنی الیکشن میں بھی صوبائی حکومت اور مرکزی حکومت کی کوششوں کے باوجود ہم نے پیپلز پارٹی کو ہروایا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ قیامت تک پیپلز پارٹی تحصیل گوجر خان سے نہیں جیت سکتی چاہے ہمیں ایک روپے کا فنڈ بھی نہ دیں۔ ہم نے اللہ کے فضل

و کرم سے پچھلے دور میں عوام کی خدمت کی ہے۔ اور خلوص نیت سے کی ہے۔ نیک نیتی سے کی ہے۔ اور آج بھی عوام دیکھ رہے ہیں کہ کون وہ لوگ ہیں جو ملک کے لیے، جو ملکی بقاء کے لیے، جو ملکی سلامتی کے لیے، اسلام کی سربلندی کے لیے کام کرتے ہیں۔ اور وہ کون لوگ ہیں جو بیرونی سازشوں کے ذریعے، جو اس ملک کے ذریعے برسر اقتدار آتے ہیں۔ آج اللہ کے فضل و کرم سے ان کا ڈھول کا پول کھل چکا ہے اور آئندہ وہ عوام کو بےوقوف نہیں بنا سکتے۔ آئندہ انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ اس صوبے میں نوے فی صد اکثریت مسلم لیگ کی ہو گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص: درمیان میں دو تین پوائنٹس آف آرڈر بھی ہوتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چلو، ایک دو منٹ میں ختم کیجیے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب والا! ہیلتھ کی یہ صورت حال ہے کہ ہمیں وزیر صحت کے متعلق بھی یہ مفت مل رہے ہیں کہ اس طرح کرپشن اور لوٹ مار اس محکمے میں ہو رہی ہے۔ جعلی ادویات کی بھرمار ہے کہ گورنر ہاؤس میں بھی یہ ثابت ہوا ہے کہ وہاں بھی مرحوم گورنر صاحب کو بھی جعلی ادویات دی جاتی رہیں۔ اور آج پیپلز فارمیسی کے نام پر اپنے جیالوں کو نوازنے کے لیے پورے صوبے میں جعلی ادویات کی بھرمار ہے۔ آج ان کی پالیسی کا یہ عالم ہے کہ آپ دیہات میں چلے جائیں۔ کسی بی ایچ یو میں، کسی رورل ہیلتھ سنٹر میں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے۔ کوئی وہاں عملہ تک نہیں ہے۔ شہروں میں چلے جائیں۔ شہروں کا یہ عالم ہے کہ وہاں پر کسی کو بستر تک نہیں ملتا۔ ڈاکٹر خود کہہ رہے ہیں کہ باہر سے دوائیاں لیں، ہسپتالوں میں دوائیاں جعلی ہیں۔ ہمارے گوجر خان تحصیل ہیڈ کوارٹر پر اتنا بڑا ہسپتال ہے۔ پچھلے چند دنوں کا واقعہ ہے کہ ہمارے ایک ریٹائرڈ بریگیڈیئر صاحب کو دل کا دورہ پڑا تو انھیں فوری طور پر گوجر خان کے ہسپتال پہنچایا گیا۔ تو وہاں عملے نے یہ کیا کہ خالی آکسیجن کا سلنڈر تھا اور وہ ماسک ان کے منہ پر چڑھا دیا۔ وہ اشارے کرتے رہے کہ اس کو اتارو۔ ان کی جان چلی گئی لیکن عملے نے یہ احساس نہیں کیا کہ خالی آکسیجن کا سلنڈر کا ماسک چڑھا رکھا ہے۔ یہاں تک تو یہ ظلم ہے۔ اور وزیرصحت بیرون ملک علاج کے لیے چلے جاتے ہیں۔ یعنی آپ جا کر تو دیکھیں کہ دیہات میں کیا ہو رہا ہے۔ عوام کو کس طرح کی سہولتیں مل رہی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ان کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے اور آج ان کے لیے وقت ہے کہ یہ کچھ کرنا چاہیں تو اپنی اصلاح کرلیں، ورنہ ان کا وہ حشر ہوگا کہ یہ رہتی دنیا تک

یاد کریں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی۔ راجہ صاحب، شکریہ۔ جناب سید محمد اکبر شاہ تشریف رکھتے ہیں؟ اگر لابی میں ہیں تو جلدی تشریف لے آئیں۔ جناب سید محمد اکبر شاہ۔ نہیں ہیں، تو اس کے بعد جناب راجہ ریاض احمد۔ میرے پاس نام تو لکھوا گئے تھے۔ چٹ بھی آئی تھی۔ نہیں ہیں؟ تو اس کے بعد پھر جناب عبیداللہ شیخ ہیں۔ اگر کوئی حزب اقتدار کی طرف سے بولنا چاہتا ہے تو چٹ بھیج دیں۔ اس کے بعد میرے پاس حزب اقتدار کا کوئی نام نہیں ہے۔

جناب عبیداللہ شیخ: شکریہ، جناب سپیکر! کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا ہے۔ بجٹ کے حوالے سے حکومتی بنچوں کی طرف سے کل محترم وصی ظفر صاحب کہہ رہے تھے کہ یہ بیوروکریسی کا بجٹ ہے۔ جناب سپیکر! یہ حقیقت ہے کہ میرے پاس وہ کتابچہ پچھلا موجود ہے۔ اگر اس کو اور موجودہ بجٹ کی کتاب کو دیکھ لیا جائے تو اس میں سوائے اعداد و شمار کے تبدیل کرنے کے کوئی ایسی بات مجھے نظر نہیں آتی۔ جناب سپیکر! مرکزی حکومت کے کمر توڑ بجٹ کے بعد جب پنجاب حکومت نے دیکھا تو انھوں نے گردن توڑ بجٹ ٹیکسوں کے ساتھ پیش کر دیا۔ جناب سپیکر! میں اس حوالے سے یہ بات کرنی چاہتا ہوں کہ مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے لیے قومی بجٹ سے چار پانچ ماہ قبل ہی سے مختلف اشیائے صرف بجلی گیس اور پانی کے نرخ بڑھتے رہے۔ جن کے سبب لوگ خصوصاً غریب اور مفلوک الحال عوام پہلے ہی سے پریشان اور فکرمند ہو چکے تھے۔ مگر وزیر خزانہ کی بجٹ تقریر میں اعلان شدہ ڈیوٹیز اور ٹیکسز نے گزشتہ کئی سالوں سے متواتر مہنگائی اور بے روزگاری نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ جناب والا! پنجاب کے بجٹ ۹۶-۱۹۹۵ء نے غریب عوام کی گردن بھی توڑ دی ہے۔ غریب کے منہ سے نوالہ تو پہلے ہی چھین لیا گیا تھا۔ اب بجٹ میں اہتمام یہ کیا گیا ہے کہ غریب گوشت، چینی، آٹا، گھی اور تیل جیسی اشیائے صرف یا ان کی تصاویر دور سے دیکھنے اور ان کی خوشبو سونگھنے سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ اگلے مالی سال میں صوبے میں امن و امان کے قیام کے حوالے سے ۶۔ارب ۲ کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ سال ۹۵-۱۹۹۴ء میں بھی پولیس کے لیے ۴۔ ارب ۱۸ کروڑ ۲۳ لاکھ روپے رکھے گئے تھے۔ اب آئندہ مالی سال کے بجٹ میں اس مد میں ۱۔ ارب ۸۴ کروڑ روپے کی زائد رقم رکھی گئی ہے تو جب ۱۹۹۵ء میں نظر ثانی شدہ بجٹ پیش کیا جائے گا تو اس میں ۶۔ ارب ۲ کروڑ روپے کی مزید رقم کا اضافہ ہو چکا ہو گا۔ اب ذرا نظر دوڑائیں کہ سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے دوران امن و امان کے

حوالے سے ہمارے صوبے کی پولیس کی مجموعی کارگزاری کیا رہی ہے ۔ عوام کے ٹیکسوں سے حاصل شدہ قیمتی سرمائے سے جدید اسلحہ خریدیں گے اور غریب بے سہارا لوگوں کو جعلی پولیس مقابلوں میں جگہ جگہ دن دہاڑے تھانوں اور پولیس کے سامنے گھروں میں گھس کر قتل کیا جاتا ہے ۔ جناب والا! امن و امان کے حوالے سے عرض کروں گا کہ یہ پچھلے ہی چند دنوں کی بات ہے کہ چمڑا منڈی لاہور کا ایک تاجر جسے سات لاکھ روپے کے عوض قتل کردیا گیا۔ اور ابھی حکومتی بنچوں کی طرف سے امن و امان کے حوالے سے یہ بات کی جا رہی تھی ۔اعظم مارکیٹ میں نوے لاکھ روپے ڈاکو پیدل چل کر اور بڑے آرام سے لوٹ کر بالکل آسانی کے ساتھ لے گئے ۔ اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ پولیس جدید ہتھیاروں کے ساتھ آج جگہ جگہ پر ناکے لگائے ہوئے ہے اور عوام کی جیبیں ٹٹول رہے ہوتے ہیں ۔ تو جناب والا! آج اگر ان کی کوئی کار کردگی دیکھی جائے تو کوئی ایسی صورت ہمیں سامنے نظر نہیں آتی ۔جناب والا! آج اتنی خطیر رقم امن عامہ کے نام سے جو پولیس کے شعبے کو دی جا رہی ہے تو پولیس کا آج یہ کام رہ گیا ہے کہ وہ اپوزیشن کے سیاستدانوں اور قائدین کو گرفتار کرے ' آج صدائے احتجاج بلند کرنے والوں کے اوپر لاٹھی چارج کیا جائے ' ان پر گولیاں برسائی جائیں ' ان پر آنسو گیس چھوڑی جائے ۔ جناب والا! میں اسی پچھلے سال کے حوالے سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ حکومت جمہوریت کے نام سے برسراقتدار آئی ۔ اور عوام کے اندر یہی نعرے بلند کرتی رہی ۔ عوام کو روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ دے کر آج جب برسراقتدار آتی ہے تو عوام ہی کے خلاف یہ اتنا ڈراؤنا بجٹ پیش کیا جاتا ہے کہ عوام ڈر جاتے ہیں کہ پتا نہیں ہمارے ساتھ یہ لوگ کیا کرنے والے ہیں ۔ تو جناب سپیکر ! پنجاب کے ۹۵ ۔۱۹۹۴ء کے ترقیاتی بجٹ کے حوالے سے ترقیاتی فنڈز ' وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈز ہماری سمجھ سے بالا ہیں کیونکہ عوام ان فنڈز سے آج تک محروم ہیں ۔ اور آئندہ سال بھی محروم رکھے جائیں گے ۔ کسی قسم کا کوئی انقلابی پروگرام اس میں نہیں رکھا گیا۔ جناب والا! میرے حلقے میں پچھلے بجٹ میں بھی اس کا ذکر کیا گیا تھا ۔ اس میں لاہور کے شمالی علاقوں کی ترقی کے لیے وزیر اعلیٰ پنجاب کی ہدایت پر ایک خصوصی پیکج تیار کیا جا رہا ہے ۔ یہ میں پچھلی کاپی کا حوالہ دے رہا ہوں ۔ کہ اس کے تحت شہر کے اس حصے کو باقی شہر کے برابر سہولتیں مہیا کی جائیں گی ۔ لاہور کا ترقیاتی ادارہ اگلے مالی سال کے دوران ۷ کروڑ ۵۵ لاکھ روپے مختص شدہ رقم سے ٹرنک سیور کی تکمیل ' رنگ روڈ ' تعمیر گڑھی شاہو پل ' اسی طرح آج کی بجٹ کاپی بھی آپ دیکھ لیجیے اس میں بھی اس کا اسی طرح کا ذکر ہے ۔ اور میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ اگلے مالی سال کے اندر بھی اسی طرح یہ نگرز آتی رہیں گی ۔ کسی منصوبے کو کوئی بھی

جامہ نہیں پہنچایا جا سکے گا ۔ جناب والا! آج لاہور کے شہریوں سے جو سیاسی انتقام لیا جارہا ہے ' کسی قسم کا کوئی تعمیراتی کام لاہور میں نہیں ہورہا ۔ میرے حلقے میں وزیر اعلیٰ پنجاب تین دفعہ گئے اور انھوں نے وہاں ۳۳ کروڑ روپے کے پیکج کا اعلان کیا اور دسمبر ۱۹۹۴ء تک انھوں نے ان تمام ترقیاتی کاموں کو مکمل کرنے کا حکم صادر کیا ۔ لیکن اس کے بعد جب واسا اور ایل ڈی اے اور کارپوریشن اور شمالی لاہور میں وزیراعلیٰ کی ہدایت کے مطابق کوئی کام ہوتا ہوا دکھائی نہیں دیتا ۔ تو پھر انھوں نے ایک سٹیٹمنٹ جاری کی اور انھوں نے کہا کہ ایم پی اے کو کچھ کام ہوتے ہوئے نظر نہیں آرہے ۔ جبکہ شمالی لاہور میں ۵۴ کروڑ روپے کے کام جاری و ساری ہیں ۔ جناب والا! میں آپ کو اس کا تھوڑا سا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت میرے حلقے میں کتنے کام ہو رہے ہیں ۔ شمالی لاہور کے نام سے ۵۴ کروڑ روپے رکھے گئے ۔ چاہ میراں روڈ ' ایک موریہ پل ' اکبر روڈ اور اکبر روڈ سے نیلم سینما تک ۸۵ لاکھ ۳۰ ہزار روپے کے ' نیوشادباغ روڈ ۵۰ لاکھ روپے کے ' رحیم روڈ اور چاہ میراں روڈ کا تخمینہ اور اب تک صرف دسمبر ۱۹۹۴ء کو جو ۵۴ کروڑ روپے کے کام مکمل ہونے تھے وہ صرف ایک کروڑ ۳۵ لاکھ ۲۰ ہزار کے کام صرف شروع ہوئے ہیں ۔ جناب والا! اگر آج آپ موقع پر جا کر دیکھیں تو میں یہ بات حلفاً کہنے کے لیے تیار ہوں کہ آج جو سیور کا کام ہورہا ہے وہاں جو سڑکیں بن رہی ہیں وہ ناقص میٹریل استعمال کیا جا رہا ہے ۔ جو سیور کا کام ہے اس میں اگر کوئی رکاوٹ آگئی ہے تو وہاں مٹی ڈال کر انھوں نے اس کو بند کردیا ہے ۔ آج ایئر کنڈیشنڈ کمروں سے یہ افسران نکلنے کے لیے تیار نہیں ہیں ۔ آج وہ موقع پر جا کر اس کو دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں ۔ قوم کا سرمایہ اس انداز میں ضائع کیا جا رہا ہے ۔ مینڈر کلیم کیے جاتے ہیں اور جب وہاں موقع پر دیکھا جاتا ہے تو وہ کام کچھ اور ہو رہا ہوتا ہے ۔ تو جناب والا! اس کی طرف توجہ دینے کی بے حد ضرورت ہے ۔ پورے شمالی لاہور کے لیے ۳۳ کروڑ کے ترقیاتی فنڈ کا اعلان جبکہ ساتھ ہی اختیارات کے ذریعے دوسرے وسائل بتائے گئے ۔ ۳۳ کروڑ روپے کی لاگت سے ضروری برساتی نالے شمالی لاہور میں تعمیر ہونے چاہییں جو کہ شمالی لاہور کا ہمارا ایک انتہائی پرانا مسئلہ ہے ۔ تو جناب سپیکر ! آج انقلابی منصوبوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت تھی کیونکہ لاہور پاکستان کا دل ہے ۔ اور آج اگر آپ لاہور کے اندر تھوڑی دیر کے لیے گھوم کر دیکھیں تو ٹریفک کا مسئلہ اتنا پرانا مسئلہ ہوچکا ہے ' اگر کوئی نیا منصوبہ رکھا جاتا تو اس میں slow ٹریفک کو ختم کرنے کے منصوبے کو بھی سامنے رکھنا چاہیے تھا ۔ کہ آج وہ پرانی سواری تانگہ ' ریڑھا جس قسم کی سواریاں ہیں ان کو ہمارے لاہور کے اندر ختم کردینے سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں ۔ ان کو آسان اقساط میں کوئی ییلو کیپ جیسی

سکیم کے تحت کوئی دوسری ٹرانسپورٹ مہیا کرنا اورشہریوں کو سہولتیں فراہم کرنا ضروری ہے ۔ اسی طرح لاہور کے اندر جگہ جگہ ٹرانسپورٹ کے اڈے قائم کیے جا رہے ہیں ۔ جناب سپیکر ! اس ٹی بھگت سے آج لاہور کے اندر جگہ جگہ اڈوں کو قائم کرکے ٹریفک جیسی congestion پیدا کردی گئی ہے ۔جناب سپیکر! ابھی میاں عبدالستار صاحب اندرون شہر کے حوالے سے بات کررہے تھے ۔ تو میں یہ کہوں گا کہ پورے لاہور میں یہ پانی کا مسئلہ درپیش ہے ۔ جب شمالی لاہور میں چار دن ٹیوب ویل بند رہے تو میں نے واسا والوں سے رابطہ کیا تو پتا چلا کہ پیسے نہ ہونے کی وجہ سے واپڈا کے بل ادا نہیں کیے گئے جن کی وجہ سے ٹیوب ویلوں کے کنکشن کاٹ دیے گئے ہیں ۔ آج لاہور کے شہری پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔ اور نئے ٹیوب ویل لگانے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ۔تو جناب والا! یہاں بات کی جاتی ہے کہ ترقیاتی فنڈ عوام کی سہولت کے لیے مہیا کیے جا رہے ہیں ۔ انہی چند گزارشات کے ساتھ میں آپ کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ شکریہ !

جناب ڈپٹی سپیکر : مہربانی ۔ جناب سید محمد اکبر شاہ !

سید محمد اکبر شاہ : بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ نے موجودہ بجٹ پر مجھے موقع فراہم کیا کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔

جناب سپیکر! ہماری مرکزی حکومت اور صوبائی حکومت نے اللہ کے فضل سے یہ تیسرا بجٹ دیا ہے۔ موجودہ حالات میں اس سے موزوں کہیں بھی بجٹ نہ دیا جا سکتا تھا اور خیبر سے لے کر کراچی تک کسی بھی شخص نے ، کسی بھی ادارے نے ، چاہے تجارتی ادارے ہیں یا زرعی ادارے ہیں کسی جگہ سے بھی بجٹ کے خلاف کوئی آواز نہیں آئی بلکہ بجٹ کی تعریف کی گئی ہے۔ ہمارے اپوزیشن کے مہربان بھائیوں نے جب دیکھا کہ بجٹ میں کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں ہے تو انھوں نے اس کا سامنا کرنے کی بجائے بھاگ جانا ہی مناسب سمجھا اور انھوں نے بائیکاٹ کیا۔ حالانکہ حکومت کی اچھی اور بہتر کارکردگی کی انھیں تعریف کرنی چاہیے تھی۔ اخبارات میں بھی مرکزی یا صوبائی بجٹ کے خلاف جو بیان آتا ہے وہ صرف اپوزیشن لیڈر کی طرف سے آتا ہے جنھوں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ چاہے حکومت کوئی اچھا کام بھی کرے تب بھی انھوں نے غلط بیان ہی دینا ہے۔

جناب والا ! پاکستان کے موجودہ حالات میں اتنے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے بھی اور برآمدات و درآمدات اور دیگر مسائل کی وجہ سے بھی دونوں حکومتوں نے اتنے بہترین اورمتوازن بجٹ

دیے ہیں کہ پورے پاکستان میں اس کو خوش آمدید کہا گیا ہے اور کہیں سے بھی کسی لمحے بھی کسی ادارے کی طرف سے یا کسی جگہ سے بھی کوئی ایسی آواز نہیں نکلی۔

جناب والا! آج وہ لوگ اعتراض کر رہے ہیں۔ ہم نے 1988ء کا دور دیکھا ہے جب یہ حکومت میں تھے اور ہم اپوزیشن میں تھے۔ تو ہم نے دیکھا ہے کہ یہ ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کرتے تھے کہ ہم جو اپوزیشن کے ممبران ہیں ان کے مخالفوں کو تیس تیس لاکھ کی گرانٹ دیں گے یا غیر منتخب افراد کو دیں گے اور انھوں نے دی۔ اس صوبے کا پیسہ انھوں نے بے دریغ استعمال کیا۔ اسے ضائع کیا اور ہمارے مخالفین غیر منتخب افراد کو انھوں نے بے پناہ دولت سے نوازا جنھیں عوام کی کوئی مجبوری درپیش نہیں تھی کیونکہ وہ عوام کے نمائندے نہیں تھے۔ انھوں نے سوائے اپنے پیٹ بھرنے کے اور کوئی کام نہ کیا۔ آج اپوزیشن کے اعتراضات اور سخت مخالفت کے باوجود ہماری حکومت نے ان سے تعاون کیا۔ تمام ممبران کو پورے فنڈز دیے۔ پچھلے سال بھی انھوں نے فنڈز حاصل کیے اور آئندہ بھی ہماری پالیسی ہے کہ ہم انھیں ساتھ لے کر چلیں۔ لیکن فنڈز لینے کے باوجود بھی میرے فاضل دوست مجھ سے پہلے جو بھائی تقریر کر رہے تھے کروڑوں روپے کے اپنے حلقے میں فنڈز کا ذکر کر رہے تھے۔ بھئی آپ کے حلقے میں تعمیر و ترقی ہو رہی ہے۔ اس کے باوجود آپ اعتراض کر رہے ہیں۔ جو اچھی بات ہے اس پر بھی وہ اعتراض کرتے ہیں۔

جناب والا! ہماری حکومت نے ان کے بنائے ہوئے قوانین اور ان کی وہ جو شرپسندانہ پچھلے دور کی چھوڑی ہوئی مذہبی منافرت اور اسلحہ کی بھرمار اور دوسرا جو لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ تھا اسے بڑی دلیری اور جوانمردی سے سال ڈیڑھ سال کے اندر قابو کیا۔ یہاں پر مذہبی منافرت عروج پر تھی۔ یعنی ایک مولوی اگر بیان دیتا تھا کہ کل یہ ہو گا تو حکومت کانپتی تھی کہ کیا ہونے والا ہے یا کل کو کیا ہو گا؟ وہ سب سلسلے ختم ہو گئے۔ انھوں نے بھی 721 کے نام سے 1991ء میں ایک آرڈیننس جاری کیا تھا۔ اس کے تحت کسی نے ایک گولی بھی نہیں دی۔ تو انھوں نے کروڑوں روپے اور اربوں روپے اس کی تشہیر پر خرچ کیے۔ لیکن پھر بھی کسی نے ایک گولی بھی جمع نہ کرائی۔ یہ ان کے اپنے لاء اینڈ آرڈر کا حال تھا۔ ہمارے دور میں انشاء اللہ ہم سب نے حکومت کے ساتھ تعاون کیا۔ حکومت نے 11(B) کا جو اطلاق کیا تھا اس کا سو فیصد آج تک پنجاب میں ریکارڈ ہے کہ کسی آرڈیننس پر اتنا عمل نہیں ہوا جتنا کہ اس آرڈیننس پر عملدرآمد ہوا ہے۔ چونکہ ہماری نیتوں میں فتور نہیں تھا۔ ہمارے لیڈران نیک نیتی سے

اس ملک اور اس صوبے کی خدمت کرنا چاہتے تھے۔

جناب والا! ہماری صوبائی حکومت تعلیمی میدان میں اتنا اہم انقلاب لائی۔ پچھلے دس سالہ دور میں انھوں نے سوائے انڈر میٹرک کو relaxatuon دے کر جعلی پی۔ ٹی۔ سی کی سندیں اور جعلی میٹرک کی سندوں پر وہ ماسٹر بھرتی کیے تھے کہ جنھیں الف ۔ ب خود نہیں آتی تھی۔ تو آج یہ اعزاز ہماری گورنمنٹ کو حاصل ہوا کہ انھوں نے بی۔ اے ٹیچرز کو لگایا۔ چونکہ بڑے لوگ اور شہروں میں جتنے بھی لوگ ہیں وہ لوگ تو اچھی تعلیم حاصل کر سکتے تھے لیکن دیہات میں نسل در نسل ختم ہو رہی تھی۔ کوئی لڑکا آگے نہیں آ سکتا تھا کیونکہ جب پڑھانے والے کو خود ہی الف۔ب نہ آتی ہو تو وہ بچوں کو کیا تیاری کروائے گا؟ تو ہماری حکومت نے تعلیمی میدان میں اتنی محنت کر کے وسائل کے اندر رہ کر اتنا بڑا منصوبہ دیا کہ ہر بچہ پہلی جماعت سے ہی انگلش اور دوسرے تمام مضامین کی تعلیم حاصل کر سکے گا۔ اس طرح آج سے چالیس سال پہلے دیہات میں جب بچے محنت کر کے فرسٹ آتے تھے انشاء اللہ پھر دور واپس اسی طرف لوٹے گا اور دیہات کے بچے بھی محنت کر کے اپنے دماغ کو استعمال کر کے امتحانات میں اپنا نام پیدا کریں گے۔

جناب والا! جہاں تک انھوں نے کہا ہے کہ غریبوں کے نام پر 'روٹی' کپڑا اور مکان کے نام پر انھوں نے ووٹ حاصل کیے تو غریبوں کو مکانات دینا ' ان کو حقوق ملکیت دینا ' یہ بھی اعزازات اسی حکومت کو حاصل ہوئے۔ جب ہماری وزیر اعظم محترمہ عزت مآب بے نظیر بھٹو صاحبہ 10' اپریل' 1968ء کو آنے لگیں تو ان کی حکومت نے فوری طور پر ایک جعلی آرڈیننس جاری کیا اور 7 مرلہ سکیم کا اعلان کر دیا تاکہ غریبوں کو یہ بتائیں کہ ہم بھی ان کی خدمت کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ فراڈ نکلا۔ وہ 1986ء کے بعد 1993ء تک 7 سال میں 7مرلے تو کیا ایک انچ بھی زمین کسی غریب کو نہ دے سکے۔ آج یہ اعتراض کرتے ہیں کیونکہ انھیں اللہ نے یہ موقع نصیب نہیں کیا کہ اتنے اچھے اعزازات یا ان کی حکومت کو یہ شرف حاصل ہو سکے۔ یہ شرف بھی ہماری حکومت اور پی۔ ڈی۔ ایف کی حکومت کو حاصل ہوا کہ تمام غریبوں کو جہاں جہاں بھی وہ بیٹھے ہیں ان کے مکانات کے ان کو حقوق ملکیت دینا ' یہ ایک عظیم کارنامہ ہے اور ہمارے وعدے جو ہم نے کیے تھے انہی وعدوں پر ہی ہماری حکومت نے یہ مکانات الاٹ کیے۔

جناب والا ! جہاں تک ڈویلپمنٹ کا تعلق ہے تو ڈویلپمنٹ میں 1993ء تک گلی گلی ٹوٹی ہوئی

تھی۔ تمام سڑکیں ناکارہ ہو چکی تھیں۔ کوئی سڑک بھی قابل استعمال نہیں تھی۔ یہ اعزاز بھی ہماری حکومت کو حاصل ہوا کہ اس نے پچھلے دو سال میں اتنی ڈویلپمنٹ کی کہ شاید ہی پچھلے سات آٹھ سال میں اتنی ڈویلپمنٹ ہوئی ہو ان لوگوں نے یا تو پارک بنائے تھے کسی کا نام شریف پارک کسی کا نام کوئی پارک رکھا اپنے نام کو صرف ہوا دینے کے لیے انہوں نے لاہور میں صرف پارک بنائے انہوں نے غریب لوگوں یا متوسط طبقے کے لوگوں کی کوئی مدد نہیں کی اور ان غریب اور متوسط لوگوں کے حلقوں میں ایک گلی بھی نہیں بنائی تو آج ہماری عوامی حکومت اور اس پی۔ ڈی۔ ایف کی حکومت کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے ہر منڈی سے ہر کھیت تک سڑکیں پہنچائیں اور ہر دیہات کو اتنا ڈویلپ کر دیا کہ آج یہ خود منہ بولتا ثبوت ہے۔

جناب والا! یہ لاء اینڈ آرڈر کے مسئلے پر بات کرتے ہیں انہوں نے ۱۹۸۸ء میں پولیس کو اس قدر استعمال کیا اور اس وقت کے آپ کے پاس چنیوٹ اور کئی اور شہروں کے وقوع ہیں اور پولیس کو انہوں نے اپنے ذاتی ملازموں کے طور پر استعمال کیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام نے کئی جگہ پر ان کے خلاف محاذ کیا اور کئی پولیس افسروں کو اینٹوں سے مار دیا اور پولیس کے خلاف عوام میں اتنی نفرت ہو چکی تھی اور آج تک وہ سلسلہ جاری ہے جو آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے جناب والا! لاء اینڈ آرڈر پر اعتراض کرنا تو اپنی جگہ پر ہے ان لوگوں نے تو صوبے کی ہیئت کو بدلا ہے۔ کوئی بھی اچھا کام ان کے نصیب نہیں ہوا۔ علماء کو اپنے اپنے محاذ پر لڑانا ان کا وتیرہ بن چکا تھا انہوں نے پچھلے دس بارہ سالوں میں کوئی فورم نہیں چھوڑا کہ جس کو انہوں نے چین سے بیٹھنے دیا ہو۔

جناب والا! جہاں تک کراچی کے مسئلے پر میرے بھائی اعتراض کرتے ہیں یہ سارے مسائل ان لوگوں کے اپنے پیدا کردہ ہیں جب دہشت گرد ان کے حوالے سے مل کر اپنے اڈے اور اپنے مقام بنا چکے تو ان کے خلاف ہماری عوام کو برابر کی جنگ کرنی پڑے گی ہم لوگ انشاء اللہ کراچی کے شریف عوام کے ساتھ ہیں اور اپنی جانیں تک قربان کرنے کے لیے تیار ہیں کراچی سندھ ہی کا حصہ نہیں یہ پنجاب کا بھی دل ہے اور یہ اس پاکستان کا دل ہے ہمارے اربوں اور کھربوں روپے کی لاگت سے اور کھربوں کی لاگت سے وہاں ڈویلپمنٹ ہوئی ہے اور وہاں کارخانے بنائے گئے ہیں تو اس لحاظ سے ہم اپنے وسائل کے مطابق اپنی جانیں تک قربان کرنے کے لیے تیار ہیں یہ ہر روز اخبارات میں دکھلاوے کے لیے چند نام دے دیتے ہیں حالانکہ یہ سارا محاذ انہوں نے خود بنایا۔ جناب

والا! اس وقت کوئی نیا مقدمہ تو نہیں بنایا گیا یہ سارے ان لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے ہیں اور اب یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کو چھوڑ دیا جائے۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! شکریہ۔ وقت ختم ہو گیا ہے۔ میں نے دو دفعہ گھنٹی بجا دی ہے اور گھنٹی صرف اسی لیے بجائی جاتی ہے کہ آپ اپنی تقریر ختم کر دیں۔

جناب محمد اکبر شاہ، جناب والا! مہربانی۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا اور مجھے سنا۔ شکریہ جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر، پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب۔ اس کے بعد ہونگے راجہ ریاض احمد ۔۔راجہ صاحب اپنی سیٹ پر رہنا۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، جناب سپیکر! میری قسمت میں لکھا ہے کہ جب کبھی میری تقریر ہوتی ہے تو آپ بیٹھے ہوتے ہیں۔ آج تک میری کوئی بھی تقریر حنیف رامے صاحب کے سامنے نہیں آئی میں بڑے شوق کے ساتھ کبھی ان کے سامنے اپنی تقریر کروں گا لیکن آج بھی میری قسمت میں آپ ہیں۔

جناب والا! یہ بجٹ جتنا پیش ہوا ہے ---------- میری عادت ہے کہ میں جب بجٹ پر کوئی بات کرتا ہوں تو بجٹ ہی کے متعلق بات کرتا ہوں۔ انشاء اللہ آج بھی میری بات صرف بجٹ ہی سے متعلق ہو گی لیکن بجٹ کا صرف ایک ہی پہلو پر ۔۔۔ جس طرح کہ ہمارے وزیر خزانہ صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ غریب کا بجٹ ہے یہ غریب پنجاب کا بجٹ ہے تو میں صرف بجٹ میں یہ دیکھنا چاہوں گا کہ اس بجٹ نے غریب کو کیا دیا ہے اور غریب سے کیا لیا ہے چونکہ آپ میرے ہمسائے ہیں اور آپ کا تعلق میرے ہی حلقے سے ہے یہ بات کہہ کر مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ میں اللہ کے کرم سے اپنے حلقے کا ایک غریب نمائندہ ہوں اور مجھے غریب نمائندہ ہونے پر فخر ہے اور مجھے خوشی بھی ہے کہ اس علاقے کے غریب لوگوں نے یہ احسان کیا ہے اور تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے کہ واقعتاً" اپنے ہی جیسے آدمی کو ووٹ دے کر اسمبلی میں بھیجا تو میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں ان غریبوں کے حقوق کے لیے اس اسمبلی میں بولوں ان کے لیے بات کروں یہ الگ بات ہے کہ میں ان کا دکھ بانٹ نہیں سکوں گا کیونکہ میں اتنا پاوورفل نہیں ہوں کہ میں ان کے دکھ بانٹ سکوں لیکن مجھے حضرت فاروق کرخی کا وہ واقعہ یاد آتا ہے کہ وہ کرخ شہر سے باہر اپنے کپڑے اتار کر صرف ستر ڈھانپ کر بیٹھے

تھے اور سخت سردی پڑ رہی تھی تو کسی نے پوچھا کہ یہ کیا کر کے بیٹھے ہیں تو انہوں نے کہا کہ مجھے کرخ کے بہت سارے ہزاروں وہ غریب یاد آتے ہیں جن کے پاس کپڑا نہیں ہے میرے پاس خدائی اختیار نہیں ہے کہ میں ان کو کپڑا دے دوں لیکن میرے پاس کم از کم یہ اختیار تو ہے کہ ان غریبوں کی جو پریشانیاں ہیں اور ان کو جو دکھ ہو رہا ہے ان کو شیئر تو میں کر لوں کہ ان کو کیا درد ہو رہا ہو گا تو میں اگرچہ غریب کا دکھ تو نہیں ختم کر سکوں گا لیکن میں یہ دیکھتا ہوں کہ اس بجٹ میں غریب کے لیے کیا کچھ ہوا ہے میں پہلی مثال دوں گا کہ بجٹ جو بھی گورنمنٹ لے کر آتی ہے اس میں نول ٹیکس ہوتے ہیں اور ٹیکس کے aims and objects کیا ہیں ۔ ہمارے امام ابو حنیفہ رح کے شاگرد رشید ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو بہت بڑے Economist بھی تھے انہوں نے کہا کہ بجٹ کے دو مقاصد ہیں ایک تو ہے غریب سے زیادتی کو ختم کرنا دوسرا غریب کی ترقی کو یقینی بنانا۔ ظلم کو کیسے ختم کرنا۔ تو جناب والا! میں ہمیشہ یہ کہا کرتا ہوں کہ کسی آدمی پر غریبی itself ایک زیادتی ہے جو بیچارہ اپنے آپ کو maintain نہیں کر سکتا-----

جناب ڈپٹی سپیکر ، پروفیسر صاحب کی تقریر نہایت اہم ہے میں گزارش کروں گا کہ اسے توجہ سے سنا جائے ۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ، شکریہ' جناب سپیکر! میں بھی اپنے بھائیوں سے عرض کروں کہ وہ بھی ذرا اسے توجہ سے سنیں ۔

سید خلیل الرحمٰن چشتی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں بڑے ادب سے گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ تقدیر کے فیصلے تو اللہ کے پاس ہیں اور جو ہمیں اختیارات ملے ہیں ان کا تو استعمال کر لینا چاہیے انہوں نے بڑے ترجمانہ لہجے سے یہ کہا تھا کہ جب بھی میری تقریر ہوئی موبل صاحب میرے سامنے ہوتے ہیں -----

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں ۔ ان کا مقصد یہ تھا-----

سید خلیل الرحمٰن چشتی ، مقصد تو آپ پورا کر دیجیے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ان کا مقصد یہ تھا کہ میں نے ان کی پچھلی بجٹ تقریر سنی تھی وہ یہ خواہش رکھتے تھے کہ حنیف رامے بھی ان کی تقریر سنیں اور ان کی اہلیت کا پتا چل جائے ۔ ان کا مقصد یہ تھا ۔

جی پروفیسر صاحب !

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ، شکریہ' سپیکر صاحب !

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، (پوائنٹ آف آرڈر) ۔ حضور والا بات یہ ہے کہ آپ ان کے ضلع کے ہیں لہٰذا ہمیں شک پڑتا ہے کہ گھر کی مرغی دال برابر سمجھ رہے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ ضلع کا مقصد نہیں ہے اگر آپ کو میرا ابھی تک یہی پتا نہیں چلا کہ میں ہمیشہ جو صحیح ہوتا ہے اس کو صحیح کہتا ہوں چاہے یہ وہاں پر میرے opposite ہیں ہمارے سیاسی اختلاف ہیں لیکن جو شخص صحیح ہو گا میں اسے صحیح کہوں گا ---- جی غفاری صاحب !

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ، شکریہ' سپیکر صاحب !لیکن مجھے ان سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے یہ لوگوں کے کام کرتے ہیں میرا دل خوش ہوتا ہے ۔

جناب والا! میری عرض یہ ہے کہ بجٹ میں جو ٹیکس لگائے گئے ہیں ۹۶-۱۹۹۵ء کے اس بجٹ کے اندر ۵۸۸ کروڑ روپے کی رقم ٹیکسز سے اکٹھی کرنی ہے جن کے لیے ۴۶ کروڑ ڈائریکٹ ٹیکسز ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ڈائریکٹ ٹیکسز کیا ہوتے ہیں یہ زیادہ کھاتے پیتے لوگوں اور وڈیروں پر لگتے ہیں اس کے ۵۴۰ کروڑ روپے indirect taxes سے آپ نے لینے ہیں ۔ تو جناب والا! یہ سارے indirect taxes جو ہیں یہ consumers پر لگیں گے جن کی اکثریت غریب لوگوں کی ہوتی ہے آپ نے ان پر ٹیکس ڈائریکٹ تو نہیں لگایا لیکن ان ہی سے رقم نکال کر ان ہی سے یہ رقم لے کر آپ نے خزانے میں لے کر جانی ہے یہ گویا کہ آپ نے ان کو کچھ دیا نہیں ہے لیکن ان سے آپ نے کچھ لیا ضرور ہے میں ایک بات عرض کرتا ہوں کہ آپ کے یہ جو ۷۵ فیصد ٹیکسز ہیں یہ آپ غریب سے لیں گے جبکہ آپ ان کو کچھ نہیں دیں گے ۔ میں اس پر ایک بات کہے بغیر نہیں رہ سکوں گا کہ میں اپنے ایک کھاتے پیتے دوست سے ملنے کے لیے گیا میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کوچ پر لیٹے اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیر رہے ہیں میں نے ان سے پوچھا اللہ رحم کرے کیا ہو گیا آپ آج اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ آج پارٹی تھی.....

رانا محمد اقبال خان ، کیا وہ شاہنواز چیمہ صاحب تھے؟

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ، جی' وہ میرے بھائی شاہنواز چیمہ صاحب نہیں وہ کوئی اور تھے۔

انھوں نے کہا کہ آج ایک بہت بڑی پارٹی تھی ۔اس میں خوب کھانے تھے ' اس میں پھلوں میں ڈھیر لگے ہوئے تھے ۔ آج میں نےضرورت سے زیادہ کھا لیا ۔ میں میڈیکل سٹور والے کے پاس گیا۔ اس سے جا کر ہاضمے کی دو گولیاں لیں۔ ان کو گولیاں دیں اور اللہ نے ان کے پیٹ کا درد دور کر دیا۔ ان کے پاس سے اٹھ کر جب میں گلی کے کونے پر گیا تو وہاں میرے ایک غریب دوست کا گھر تھا۔ غریب بیچارے کا دروازہ کھلا ہی تھا ۔ اندر میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ننگی چارپائی پر لیٹے ہیں اور وہ بھی پیٹ پر ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا اللہ خیر کرے ۔ آج پیٹ پر ہاتھ پھیرنے کا دن تو نہیں ہے ۔ میں نے پوچھا کیا وجہ ہے ۔ انھوں نے کہا کہ دو دن سے مجھے کام کرنے کو نہیں ملا۔ دو دن سے کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا ۔ اور بھوک کی وجہ سے پیٹ میں درد ہے ۔ اس لیے پیٹ پر ہاتھ پھیر رہا ہوں۔ میں نے وہاں پر یہ جملہ کہا کہ کاش ! کہ میرا کھاتا پیتا دوست جس نے ضرورت سے زیادہ کھایا ہے اگر میرے غریب دوست کے گھر بھیج دیتا تو اللہ کریم دونوں کے پیٹ کا علاج کر دیتا ۔ ٹیکسیشن کا اسلام کے اندر مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ امیر سے لے کر غریب کو اتنا کچھ دیں کہ he can maintain himself اور وہ زندگی گزار سکے جس کا اسلام نے وعدہ کیا ہے ۔ اگر آپ کی قوت تخیل کام کر سکتی ہے تو آپ ذرا پیچھے جائیں ۔ آج سے چودہ سو سال پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوگ چل کر آتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ آپ ایسا کریں کہ جو آپ گرانٹس دے رہے ہیں فلاں کو زیادہ دیں اور فلاں کو کم دیں ۔ اور اس کے لیے standard or criteria یہ پیش کیا کہ جناب انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ زیادہ کام کیا ۔ انھوں نے کم کام کیا ۔ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ معاشی مسئلہ ہے اور معاشی مسئلہ کے لیے preference سے بہتر equality ہے ۔ اسلام کے اندر ٹیکسیشن کا یہ اصول ہے کہ آپ غریب کو امیر سے کچھ لے کر دیں گے ۔ جب کہ آپ نے بجٹ میں کیا کیا ہے کہ آپ نے 75 فیصد اس غریب سے realise کرنا ہے اور دینا کن لوگوں کو ہے جو اپنی کوٹھیوں میں بیٹھ کر اس غریب بے چارے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ میں کسی کا نام نہیں لوں گا۔ میں ایک اور بات کہتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

حنیف رامے صاحب کا شکریہ ۔ میری خواہش تھی کہ میں آپ کے سامنے کبھی بولوں کہ مجھے گونگا نہ کہیں۔ یہ پی ایچ ڈی بھی ہے ' پروفیسر بھی ہے لیکن بولتا نہیں ہے ۔ میں اس وقت بولتا ہوں کہ جب

بولنا لازمی ہو اور اس سے کوئی فائدہ بھی ہو۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔ آپ جب بھی بولتے ہیں میں سنتا ہوں۔ میں نے گزارش کی تھی کہ جب میں یہاں نہیں بھی ہوتا تو میں اپنے کمرے میں آپ کی گفتگو سن رہا ہوتا ہوں۔ جب مجھے موبل صاحب کی زبانی آپ کی اس بات کا پتا چلا تو میں نے کہا میں حاضر ہو جاتا ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری: نمبر دو پر بجٹ میں یہ احسان کیا گیا ہے کہ غریب ملازمین جنھوں نے اپنی رقم بی ایف اور جی پی ایف میں کرا رکھی ہے اس میں سے بی ایف کا 45 کروڑ روپے اور جی پی ایف کا 82 کروڑ روپے حکومت نکال کر استعمال کر چکی ہے۔ اور غریبوں کو کیسے ملے گا اس کا اندازہ آپ ہی کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ رہ سہہ کر غریب کی uplift کے لیے ایک بات رہ جاتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں پنجاب غریب ہے۔اس کی خاطر کام کرنا ہے تو اس کے لیے کچھ tools ہوں گے۔ SAP آپ کے پاس بہترین tool ہے۔ لیکن اس میں بھی آپ نے کیا کیا ہے۔ 1994-95ء میں آپ نے 425 کروڑ رکھے تھے۔ 1995-96ء میں آپ نے 510 کروڑ رکھے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے 75 کروڑ زیادہ رکھے ہیں۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ اچھی بات ہے۔ اس کو میں appreciate کرتا ہوں۔ لیکن جو مجھے frustration ہوئی ہے وہ اس چیز کو جان کر ہوئی ہے آپ نے جو کچھ ایس اینڈ جی اے ڈی کو دیا ہے جو کہ ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اور پنجاب کے تقریباً سات کروڑ غریبوں کے مقابلے میں مان لیا کہ آپ نے ایک لاکھ کو دیا ہو گا لیکن وہاں پر آپ نے کیا دیا ہے۔ ان کو آپ نے 1050 کروڑ روپے دیا ہے۔ گویا کہ آدھے سے بھی زیادہ رقم آپ نے ایس اینڈ جی اے ڈی کو دی ہے اور عوام کی ترقی اور فلاح بہبود کے لیے آپ نے ان کو آدھی رقم دی ہے۔ آپ نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ آپ نے انصاف نہیں کیا۔ جن کی خاطر ہم سب کچھ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم غریبوں کے ساتھ ہیں۔ ان کو فنڈز دیں گے اور ان کی ترقی کے لیے کام کریں گے میرے خیال میں ہم سے یہ غلطی ہوئی ہے اور جس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا کرتا۔ اس کے بعد آگے ایک اور زیادتی بھی ہوئی ہے کہ SAP پروگرام کے تحت جو فیڈرل گورنمنٹ دیا کرتی تھی اس نے کیا کیا ہے۔ 1994-95ء میں جو امداد دیا کرتی تھی وہ 425 کروڑ اور اس بار 1995-96ء میں 413 کروڑ دی ہے یعنی 12 کروڑ کم دیا ہے۔ کیوں؟ کیا پنجاب کے لوگوں نے ترقی کر لی ہے۔ ان کے بچوں کے سکول بن گئے ہیں' ان کے بچوں

کو بیٹھنے کے لیے ٹاٹ دے دیے گئے ہیں، ان کو کتابیں ملتی ہیں۔ کیا لوگوں کے پانی کے مسائل حل ہو گئے ہیں۔ کیا غربت ختم ہو گئی ہے، کیا ہسپتالوں میں دوائی ملتی ہے، کیا یہ ساری چیزیں ہم نے حل کر لی ہیں؟ اگر حل کر لی ہیں تو پھر تو بڑی اچھی بات ہے، پھر تو بیشک اتنا بھی نہ ملتا لیکن اگر ہم کہتے ہیں کہ ہمارے گھمبیر مسائل اسی طرح باقی ہیں، لوگوں کے دکھوں میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ اس میں کمی نہیں ہوئی تو 12 کروڑ کی کمی ہم پر زیادتی ہے جو وفاق نے ہم پر کی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ ویسے تو پورے پاکستان کی agrarian economy ہے لیکن اس طور پر پنجاب کی ساری بنیاد ہی زرعی معیشت پر ہے۔ زرعی معیشت اس وقت تک ترقی نہیں کر سکے گی جب تک پاکستان کا غریب کسان کی ترقی کے لیے ہم کچھ نہیں کریں گے۔ لیکن ستم کی بات ہے کہ اس وقت پاکستان کے اور خاص طور پر پنجاب کے غریب کسان پر آپ نے 19 ٹیکس لگا رکھے ہیں۔ اگر کہیں تو نام پڑھ دیتا ہوں۔ مالیہ ہے، آبیانہ ہے، عشر اور زکوٰۃ ہے، لوکل ریٹ ٹیکس، سواری ٹیکس، چوکیدارہ ٹیکس، چولہا ٹیکس، پیشہ وارانہ ٹیکس، موصول ٹیکس، ٹال ٹیکس، ترقی ٹیکس، مالکانہ ٹیکس، باغ ٹیکس یونین کونسل کا لوکل ٹیکس ہے، اس کے علاوہ ایک ضلع ٹیکس ہے۔ یہ سود تو ہمیشہ رہتے ہیں۔ تین تحفے ہم نے ان کو دیے ہیں۔ نمبر ایک دولت یا ویلتھ ٹیکس نمبر دو پر زرعی ٹیکس نمبر تین پر کیپیٹل ٹیکس۔ یہ انیس ٹیکس دے کر جو غریب جی رہا ہے اس بے چارے کا کیا حال ہو گا۔ جی رہا ہے کمال کر رہا ہے۔ یہ سارا کچھ کرنے کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہم نے بڑی ترقی کی ہے۔ اور غریب کے لیے کام کیا ہے۔ میرے خیال میں ہم نے کسان کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اور جب تک کسان سے زیادتی ہوتی رہے گی اس وقت تک ہم کبھی ترقی نہیں کر سکیں گے۔ اور مجھے اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ سٹیٹمینٹ یاد آتی ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کسان کے گھر گئے۔ جا کر دیکھا کہ اس کے گھر میں ہل اور زراعت کا دوسرا سامان پڑا ہے۔ تو کہنے لگے کہ جس گھر میں یہ چیزیں جائیں گی ذلت اور رسوائی ان کے پاس رہے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے لوگوں کو نیچا نہیں کر کے دکھا رہے تھے بلکہ اپنی نبوت کی آنکھ سے ایک پیشین گوئی کر رہے تھے کہ ایک ایسا دور آئے گا جب لوگوں کو کما کر کھلانے والا بھوکا رہے گا۔ جس کی روئی سے ملیں اور فیکٹریاں چلیں گی۔ اس کے پاس پہننے کے لیے اچھا کپڑا نہیں ہو گا۔ یہ ہم کسان کے ساتھ زیادتی نہیں کر رہے۔ میں چونکہ دیہات سے تعلق رکھتا ہوں، میرا باپ بھی ایک غریب کسان تھا۔ اس کا اپنا رقبہ نہیں تھا۔

مجھے پتا ہے کہ ایک غریب کسان کے ساتھ کیا بیتتی ہے ۔ اس کے خاندان کے ساتھ کیا بیتتی ہے ' اس کے بیٹوں کے ساتھ کیا بیتتی ہے۔ اس کے بعد آگے دیکھیں۔ یک طرفہ تماشا یہ ہے کہ آبیانہ کا ٹیکس صرف پنجاب والوں کی قسمت میں ہے ۔ اور کسی صوبے میں یہ ٹیکس نہیں ہے ۔ یہ صرف پنجاب میں ہے ۔ صرف پنجاب والے ادا کرتے ہیں اور پنجاب سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہ ترقی کرے گا۔ اس کے علاوہ میں ایک اور بات کرتا ہوں ۔ جناب سپیکر ! اللہ نے آپ کو اختیار دیا ہے ۔ سکارپ کے ٹیوب ویل ہمارے لیے کیا مصیبت بنے ہوئے ہیں ۔ سکارپ کے ٹیوب ویل ایک عرصہ سے بیکار پڑے ہیں یا ان کو بیکار کر دیا گیا ہے لیکن ان کا آبیانہ آج تک realise کیا جا رہا ہے ۔ اس کے لیے ہماری کوئی حس نہیں پھڑکتی ' اس کے لیے ہمیں کوئی دکھ نہیں ہوتا۔ ہم اپنی safeguard کے لیے کچھ نہیں سوچ سکتے ۔ ان کے لیے ہم اسمبلی میں نہیں بول سکتے ۔ میں کہتا ہوں کہ غریب کا کیا قصور ہے ؟ کہ ٹیوب ویل بھی بند ہیں ' اس کا پانی نہیں لگ رہا even then اس سے ٹیکس لیا جاتا ہے ۔ اس بے چارے پر ظلم نہیں ہو رہا؟ میں تو صرف ظلم کے لیے جیسا کہ میں نے دعوی کیا کہ میں غریب نمائندہ ہوں اور اللہ کا کرم ہے کہ میں ایک غریب نمائندہ ہوں اور مجھے اس پر خوشی ہے کہ میں غریب نمائندہ ہوں ۔ میں تو لوگوں کی بات کہوں گا آگے ماننا نہ ماننا آپ کا کام ہے ۔ اب میں آپ سے اس سے اگلی بات کرتا ہوں کہ کسان اتنا بے چارہ غریب ہے کہ at least 50 percent کسانوں کے پاس کھاد ڈالنے کے لیے نہیں ہوتی ۔ حکومت نے ان کے لیے کیا کیا ہے ؟ میں کسی پر تنقید نہیں کرنا چاہتا ۔ میرا ایک جذبہ ہے کہ جب میں بجٹ پر بولوں گا تو being an economist اس وقت میری بات صرف ٹیکس سے متعلق ہو گی ' اس بجٹ سے متعلق ہو گی ۔ میں ادھر ادھر کی باتیں کہہ کر نہ آپ کا وقت ضائع کروں گا نہ اپنا وقت ضائع کروں گا ۔ اس کے بعد میں عرض کرتا ہوں کہ سیم اور تھور کے خاتمے کے لیے ہم نے آج تک کیا کیا؟ اور پھر اس غریب کے پاس رہ سہ کر نہروں کا پانی رہ جاتا ہے ۔ اور وہاں پر کیا ہوتا ہے کہ اری گیشن محکمے والے اس کے موگوں پر نئی نئی جالیاں لگا کر ' اس کو اتنا تنگ کر دیتے ہیں کہ اس بے چارے کسان کے کھیت کو پانی نہیں ملتا۔ کیا اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے ؟ کیا پنجاب کی حکومت اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی ؟ یہ کرنے کی باتیں ہیں جو کہ ہمیں کرنی چاہیے ۔ اب میں آخری بات کہتا ہوں کہ بیت المال غریب کو کچھ دینے کے لیے ہمارے پاس ایک ذریعہ تھا۔ زکوۃ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک خیرات ہے جو ہم غریب کو دے رہے ہیں ۔ حال یہ ہے

کہ بیت المال کا نظام تو جن غلط ہاتھوں میں ہے سو ہے اس پر میں تنقید نہیں کرتا لیکن آپ نے پڑھ لیا ہو گا کہ وفاقی حکومت نے بیت المال کی رقم میں بھی کمی کر دی ہے ۔ کیوں کر دی ہے ؟ کیا وہ کمی پنجاب کے حصے میں نہیں آئی ہے ؟ کیا غریب کے حصے میں وہ کمی نہیں آئی ؟ میں جناب سپیکر! اپنی بات ختم کرنے کے لیے کہتا ہوں کہ اس وقت کے بجٹ نے جس پر میری صرف ایک تنقید ہے کہ اس بجٹ نے غریب کے دکھوں میں اضافہ کیا ہے کمی نہیں کی ہے ۔ اللہ آپ کو خوش رکھے ۔ آپ کا شکریہ ۔ السلام علیکم ۔

جناب سپیکر : مہربانی ۔ شکریہ ۔ جناب راجہ ریاض احمد !

راجہ ریاض احمد : بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب سپیکر ! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ۔ جناب سپیکر ! اگر ممکن ہو تو آپ پنجاب اسمبلی پر ایک مہربانی کر دیں کہ سرحد اسمبلی کا جو بجٹ اجلاس ہے وہ ہمیشہ ایبٹ آباد میں ہوتا ہے تو آپ بھی جناب اپنے دور میں کوئی کارنامہ کر جائیں اور ہمیں بھی بجٹ اجلاس میں مری لے جایا کریں ۔ آپ کوشش کریں کہ اگلے سال جو بجٹ اجلاس ہے وہ مری میں ہو ۔ میرا خیال ہے کہ میری اس تجویز پر آپ غور کریں گے ۔

جناب سپیکر : راجہ صاحب! اللہ تعالیٰ اس اسمبلی کو قائم دائم رکھے اور شاد و آباد رکھے اس کے اندر تو مری ہی بنا رہتا ہے ۔

راجہ ریاض احمد : جناب سپیکر ! میں اپنے لیے بات نہیں کر رہا بلکہ جو لوگ ذرائیور حضرات اور عملہ بے چارے باہر کھڑے ہیں ان سے جا کر پوچھیں کہ ان پر اس گرمی کی شدت میں کیا گزرتی ہے ۔

جناب سپیکر : ان بے چاروں کو کرایہ دے کر وہاں جانا پڑے گا ۔ ہوٹلوں میں رہنا پڑے گا ۔

راجہ ریاض احمد : جناب! اس طرح وہ بھی ٹھنڈی جگہ پر رہ لیں گے ۔ جناب! یہ ایک اچھی تجویز ہے اگر آپ اس پر غور کریں ۔

جناب سپیکر : اچھی بات ہے ۔ میں غور کرنے کے لیے تیار ہوں ۔

شیخ محمد انور سعید : جناب والا ! باہر بارش ہو رہی ہے اور لاہور ہی مری بن گیا ہے ۔

جناب سپیکر : انشاء اللہ تعالیٰ لاہور ہی مری بنے گا ۔ جی راجہ ریاض صاحب!

راجہ ریاض احمد : جناب سپیکر ! میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ اور جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب کو

خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے پنجاب میں ایسا بجٹ دیا ہے ۔ یہ جو بجٹ پر اعتراض کرتے ہیں یہ کافی دیر خود حکومت میں رہے ہیں ' انھوں نے بھی کافی دفعہ بجٹ دیا ہے ۔ آج تو یہ اعتراض بھی کرتے ہیں اور تجاویز بھی دیتے ہیں لیکن اس وقت ان کو کچھ یاد نہیں تھا ۔ ان کو اس وقت یہ یاد نہیں تھا کہ پنجاب میں غریب عوام بستے ہیں ۔ ان کو اس وقت یاد نہیں تھا کہ یہ ہم جو ٹیکس لگا رہے ہیں یہ پنجاب کے غریب عوام پر لگتے ہیں ۔ آج ان کو اس غریب کا خیال چلو شکر ہے آ ہی گیا ہے تو اچھا ہے ۔ میرے بھائی ابھی کسانوں کی بات کر رہے تھے ۔ جناب سپیکر ! یقین کریں کہ کسانوں کے ساتھ جتنا ظلم ان کے دور حکومت میں ہوا ہے اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد بلکہ مجھے یقین ہے کہ اب آنے والے وقت میں بھی اتنا ظلم کسانوں پر نہیں ہو گا ۔ انھوں نے کسان کو کچل کر رکھ دیا تھا ۔ اور کسان کے ساتھ انھوں نے جو ظلم کیا اس کا نتیجہ آپ نے دیکھا کہ 1993ء کے الیکشن میں آپ پنجاب کے کسی بھی گاؤں میں چلے جائیں ان کو ووٹ نہیں ملے اور گاؤں میں نواز شریف گروپ کو بھاری اکثریت سے ہارنا پڑا ۔ جناب والا ! میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے پاکستان ' پنجاب کے غریب کاشت کاروں کے لیے یہ نہیں کیا کہ ییلو کیپ سکیم دے دی اور ساری گاڑیاں لاہور ہی میں دے دیں انھوں نے غریب کاشت کاروں کے لیے ٹریکٹر سکیم دی اور پنجاب کا غریب کاشت کار ' غریب کسان ٹریکٹر سے اپنے کھیت میں ہل چلا رہا ہے ۔ جناب والا ! آج اس سکیم کی وجہ سے غریب کسانوں کو ٹریکٹر مل گئے ہیں اور اس سے پنجاب میں جو کہ ایک زرعی صوبہ ہے زراعت ترقی کرے گی ۔ اور پنجاب میں جو زمیندار ہے وہ آج پہلے سے خوش حال ہے ۔ انھوں نے زمینداروں کے علاقوں میں شوگر ملیں ضرور لگائی ہیں ۔ اس کے علاوہ نواز شریف صاحب کے دور میں غریب کاشت کاروں کے لیے کسی قسم کی کوئی پالیسی نہیں دی گئی ۔ بلکہ انھوں نے اس طرح بھی کیا ہے کہ نائب تحصیل دار " بت "بھرتی کر کے ہمارے علاقوں میں بھیج دیے ہیں جن کے پاس اگر فرد لینے جائیں تو وہ خسرے کو خُسرہ کہتے تھے ۔ ان کی تو یہ حالت تھی ۔ انھوں نے پنجاب کے غریب کاشت کاروں کے لیے کیا کیا ہے ؟ ہماری حکومت غریب کاشت کار کی زندگی میں ایک تبدیلی لائی ہے ۔ اس کو مالکانہ حقوق دیے ہیں ۔ ان کو اپنے گھر دیے ہیں ۔ انھوں نے اپنے دور میں کپاس کے لیے جو جعلی ادویات بنتی تھی اس پر کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں کی تھی لیکن ہماری حکومت نے کپاس کے لیے جعلی دوائی بنانے والے کے لیے سات سال قید کی سزا رکھی ہے ۔ مجھے پورا یقین ہے

کہ زمینداروں کو اس سے بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا اور پنجاب میں جو ہماری زرعی فصلیں ہیں ان پر اس وجہ سے بہت اچھا اثر پڑے گا۔

جناب والا ! آج اپوزیشن کے بہت سے دوستوں نے ایک اعتراض نو کریوں پر کیا ہے کہ نو کریاں میرٹ پر نہیں دی جا رہیں۔ جناب والا ، جو کچھ ہماری حکومت نے کیا ہے یا جو کچھ ہم نے دیکھا ہے اس کے مطابق صرف صوبہ پنجاب میں چالیس ہزار نو کریاں دی جا رہی ہیں۔ اس سے پہلے پاکستان بننے کے بعد آج تک ایک سال میں اتنی نو کریاں نہیں دی گئیں۔ اس پر میں جناب میاں منظور احمد وٹو صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ پاکستان بننے کے بعد آج تک ایک سال میں چالیس ہزار نو کریاں کبھی بھی نہیں دی گئیں۔ اگر یہ ثابت کر دیں تو جناب! یہ جس طرح کی سزا کہیں میں قبول کرنے کو تیار ہوں۔ آج اللہ کے فضل سے پی ڈی ایف کی حکومت نے ایک سال میں صوبہ پنجاب کے غریب لوگوں کو ، جو حق دار تھے ، جنھوں نے تعلیم حاصل کی ہوئی تھی ان کو نوکریاں دی جا رہی ہیں۔ یہ نہیں کیا کہ جعلی ڈگریاں لگا کر نوکریاں دی جائیں۔ ان کے دور میں 60 سال کے آدمی کو بھی نوکری دی گئی۔ لیکن اس کے برعکس آج کسی کو بھی relaxation دے کر نوکریاں نہیں دی جا رہی بلکہ میرٹ پر نوکریاں دی جا رہی ہیں اور اس طرح دی جا رہی ہیں کہ غریب عوام کو اس کا فائدہ پہنچے۔ اس پر بھی میں موجودہ حکومت کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جناب والا ! اب میں اپنے شہر فیصل آباد کی مثال آپ کو دوں گا۔ شاید آپ کو کبھی فیصل آباد جانے کا اتفاق ہوا ہو۔ ان کے دور حکومت میں فیصل آباد کھنڈرات تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ فیصل آباد ایک گاؤں ہے۔ وہاں پر ان کی حکومت کا ایک خاص آدمی میئر رہا۔ میں اپنے اپوزیشن والے دوستوں کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ آج آپ کسی کو بھیج کر فیصل آباد کو دیکھیں اللہ کے فضل سے فیصل آباد اب شہر بن چکا ہے۔ اگر آپ فیصل آباد جائیں تو آپ کو ایسے لگے گا کہ جیسے آپ لاہور یا اسلام آباد پھر رہے ہیں۔ میرے بھائی ڈاکٹر شفیق صاحب بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیں۔ یہ اپنے انصاف اور خدا کو حاضر ناظر جان کر بتائیں کہ کیا ------

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، رانا اقبال احمد خان صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے راجہ صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا

کہ کبھی انھوں نے شہر فیصل آباد سے جو سڑک سرگودھا کو جاتی ہے اس پر سفر کیا ہے؟ یعنی شہر کے اندر اڈے سے جو سڑک سرگودھا کے لیے نکلتی ہے کبھی راجہ صاحب نے اس پر سفر کیا ہے؟

راجہ ریاض احمد ، جناب والا ! میرے بھائی نے بالکل صحیح کہا ہے ۔ وہ سڑک پچھلے دس سال سے خراب تھی ۔ واقعی وہاں سے گزرا نہیں جا سکتا تھا ۔ وہاں پر چار چار فٹ گہرے گڑھے تھے لیکن اللہ کے فضل سے ڈاکٹر شفیق صاحب موجود ہیں وہ سڑک بن چکی ہے ' اس پر ٹریفک چل رہی ہے ۔ اب ہم اس کو کارپٹ سڑک بنا رہے ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب اس بات کی میری گواہی دیں گے ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جناب والا ! میں نکتہ ذاتی وضاحت پہ بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر ، جی فرمائیے

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : جناب والا ! راجہ صاحب جس انداز میں تعریف کر رہے ہیں میں اس کے لیے عرض کروں گا کہ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ ہوا ہے اس میں ہمارے جو انتظامی افسران ہیں ان کو خراج عقیدت پیش کیا جا سکتا ہے ۔ ہماری سیاسی قیادت کا المیہ یہ ہے کہ وہاں لائنیں لگوانے کے لیے کروڑوں روپے کا غبن ہونے والا تھا جو کہ ہمارے انتظامی افسران کی مہربانی سے رکا ہے ۔ اور وہاں کی جو لوٹ مار ہے اس کے اندر ہمارے مقامی وزیر اس بات سے ناراض ہو گئے ہیں کہ مجھے سرکٹ ہاؤس میں کھانا نہیں دیا جاتا اور وہاں کا خرچہ ایک لاکھ روپے ماہانہ ہے راجہ صاحب کو اس کا بھی پتا ہو گا ۔ اور اس وقت پولیس کے ہاتھوں سے جو زندگی اجیرن ہوئی ہوئی ہے اور تمام حوالوں سے اور راجہ صاحب اس میں حصہ دار ہیں ------

جناب سپیکر ، نہیں نہیں ۔ ڈاکٹر صاحب یہ بات تو آپ اپنی تقریر میں کیجیے گا ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ عوام کو جو دے رہے ہیں کہ تھانوں میں مداخلت کر کے جس طرح انھوں نے لوگوں کی زندگی کو اجیرن کیا ہوا ہے اور وہاں کے جو حالات ہیں اور جو بھی ایسی چیزیں ہیں راجہ صاحب کو اچھی طرح پتا ہے ۔ اب وہ بھولے بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو ان کی مرضی ہے ۔

جناب سپیکر ، نہیں ۔ آپ یہ بتائیے کہ وہ سڑک بن گئی ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جی وہ سڑک بن گئی ہے ۔

جناب سپیکر ، چلیے ۔ راجہ صاحب آئندہ گواہی کے لیے سوچ سمجھ کر کسی کو دعوت دیجیے ۔

راجہ ریاض احمد ، جناب والا ! مجھے پورا یقین تھا کہ ڈاکٹر صاحب بڑے شریف آدمی ہیں اور صحیح بات کہیں گے ۔

جناب تاج محمد خانزادہ ، جناب والا ! راجہ صاحب سے میری بھی ایک درخواست ہے ۔

جناب سپیکر ، جی فرمائیے

جناب تاج محمد خانزادہ ، راجہ صاحب ! لائلپور یا فیصل آباد میونسپل کی حدود میں میری ساڑھے چار سو کنال زمین ہے ۔ پنجاب کالج تاج کالونی اور اسلام آباد کالونی میری زمین میں بنی ہے ۔ بہت اچھی کالونی ہے مہربانی کر کے اس میں بھی سڑکیں بنوا دیں ۔ میرے نام کے پیچھے سڑکوں کو برباد مت کریں ۔

جناب سپیکر ، جی راجہ صاحب !

راجہ ریاض احمد ، جناب والا ! میرے بھائی نے فیصل آباد کے حوالے سے یہ بات کی ہے کہ فیصل آباد میں انتظامیہ کام کروا رہی ہے ۔ جناب والا ! یہ کبھی نہیں ہوا یہی انتظامی آفیسر پہلے بھی موجود تھے یہی تمام انتظامیہ پہلے بھی موجود تھی ۔ یہ جو بات کہی جا رہی ہے کہ انتظامیہ نے یہ کام کرائے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام انتظامیہ نے نہیں کرائے بلکہ پی ڈی ایف کی حکومت کی وجہ سے ان کی خاص کوششوں سے ان کی نگرانی کی وجہ سے یہ کام ہوئے ہیں ۔

جناب سپیکر ، حکومت بھی انتظامیہ ہی کی سربراہ ہوتی ہے ۔ وزیر اعلیٰ Head of the executive ہوتا ہے اس لیے اگر انتظامیہ کو کریڈٹ دے رہے ہیں تو ایک طرح یہ کریڈٹ وزیر اعلیٰ صاحب ہی کو جا رہا ہے ۔ وہ اس کے ہیڈ ہوتے ہیں ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، یہ خود کریڈٹ لینا چاہتے ہیں ۔

راجہ ریاض احمد ، جناب سپیکر ! آپ بجا فرما رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ وہاں کے جو نمائندے ہوتے ہیں ان کو بھی اس کا کریڈٹ ہوتا ہے ۔ وہاں پر پہلے بھی عوامی نمائندے رہے ہیں پہلے یہ ترقی کیوں نہیں ہوئی ؟ میرے بھائی رانا اقبال صاحب نے بالکل صحیح کہا ہے کہ وہ سڑک دس سال نہیں بنی لیکن اگر آج بن گئی ہے تو اس میں ہمارا حصہ بھی شامل ہے ۔

جناب سپیکر، یقیناً

راجہ ریاض احمد ، ہم نے بھی اس کے لیے کوشش کی ہے ۔ اسی وجہ سے وہ سڑک بنی ہے ۔ جناب والا ! اس کے علاوہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے فیصل آباد پر خصوصی مہربانی کی ہے اور میں اس مہربانی پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ فیصل آباد میں سائنس یونیورسٹی کی منظوری دی گئی ہے اور فیصل آباد میں سائنس یونیورسٹی بنائی جا رہی ہے ۔جناب والا ! یہ بجٹ جس پر ہم تمام دوست اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں ۔ اس سے پہلے جو پچھلے سال بجٹ پیش ہوا ہوتا ہے اس کو بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ اس کے بعد ایک سال تک اس کے کیا اثرات رہے ہیں ۔ جو بجٹ اب آیا ہے جس پر ہم تقریریں کر رہے ہیں لیکن اصل میں ایک سال بعد اس کے صحیح اثرات سامنے آئیں گے ۔ ایک سال بعد صحیح پتا چلے گا کہ اس سے غریب عوام کو کیا فائدہ ہوا اور کیا نقصان ہوا ۔ جناب والا ! جو بجٹ پچھلے سال پیش کیا گیا تھا اور پچھلے ایک سال میں حکومت نے اس صوبے کی بہتری اور بھلائی کے لیے کوششیں کی ہیں ۔ اس میں پنجاب حکومت نے ایک بہت ہی بڑا کارنامہ انجام دیا کہ فرقہ واریت پر پابندی لگائی گئی اور اس دفعہ محرم شریف کا مہینہ مثالی گزر رہا ہے ۔ اور جو اسلحہ پر پابندی لگائی گئی ہے وہ پنجاب حکومت کا ایک ایسا کارنامہ ہے جو پاکستان بننے کے بعد سے کوششیں ہوتی رہیں لیکن کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ یہ فیصلہ کر سکیں لیکن آج پی ڈی ایف کی حکومت نے ' وزیر اعلیٰ پنجاب نے اور محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی قیادت نے یہ فیصلہ کیا ۔ آج ہمیں یہ فخر حاصل ہے کہ ہم نے پچھلے ایک سال میں وہ کام کیے جن کے لیے بڑی دیر سے کوششیں ہو رہی تھیں لیکن کوئی نہیں کر سکا ۔بہت مہربانی شکریہ ۔

جناب سپیکر ، شکریہ ۔ جناب میاں محمد فاروق صاحب! اور ان کے بعد میرے پاس خواجہ ریاض محمود صاحب کا نام ہے۔اگر کہیں سن رہے ہوں تو وہ بھی تشریف لے آئیں ۔

میاں محمد فاروق ، بسم اللہ الرحمن الرحیم O شکریہ جناب سپیکر! میں اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ راجہ ریاض احمد صاحب کی باتوں کا جواب دیتا ہوں کہ راجہ ریاض صاحب نے صرف جھوٹ کا پلندہ ہی پیش کر دیا اور ان کو اتنا شوق ہے کہ ٹھیکیداروں کو کہہ کر دو دو تین تین فٹ پر بورڈ لگوائے جاتے ہیں ۔ فیصل آباد میں تھوڑا بہت جو کام ہوا ہے وہ کارپوریشن نے کیا ہے انھوں نے کچھ نہیں کیا ۔

جناب والا!

راجہ ریاض احمد ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر : جی راجہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

راجہ ریاض احمد : جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ فاروق صاحب جو بات کر رہے ہیں ان کو سوچ کر کرنی چاہیے کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں ۔ جناب والا ! اللہ کے فضل سے پچھلے سال تقریباً 50/60 لاکھ روپے ایم پی اے گرانٹ ملی اس کے علاوہ 50 لاکھ روپے وزیر اعلیٰ سے فنڈ لیا ۔ 30 لاکھ فنڈ مجھے وزیر اعظم نے دیا ۔ تو میں خدا کو حاضر ناظر کرکے کہتا ہوں اور میں قرآن اٹھانے کے لیے تیار ہوں کہ میں نے پوری ایمانداری اور نیک نیتی کے ساتھ اپنے حلقے میں کام کرائے ہیں اور موقع پر کھڑے ہو کر ٹھیکہ داروں سے کام کرائے ہیں ۔ میں نے اپنے حلقے میں وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں انشاء اللہ اپنے حلقے کو فرانس بناؤں گا ۔ اور انشاء اللہ بنا کر رہوں گا ۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری: پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر : جی فرمائیے ۔ مولانا صاحب کی بات سنیے ۔

جناب تاج محمد خانزادہ : پوائنٹ آف آرڈر ! Falaise فیصل آباد میں نہ بنا دیں ۔ پیرس کا نام مت لیں ۔ وہاں پر جو ہو رہا ہے وہ خدا نہ کرے کہ پاکستان میں آئے ۔ ان کو بولیں کہ پیرس نہ بنائیں شاندلیزے بنا دیں ۔ پیرس میں جو بڑی سڑک شاندلیزے ہے وہ بنا دیں ان کو پتا ہے کہ Falaise میں کیا ہو رہا ہے ۔ نہیں تو ان کو deputation پر بھیج دیں کہ اپنے فنڈز میں سے دیکھ کر آئیں ۔ پیرس نہ بنائیے مکہ بنائیے مدینہ بنائیے ۔

جناب سپیکر : جی مولانا صاحب فرمائیے !

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : جناب سپیکر! پنجاب اسمبلی بڑا اہم ادارہ ہے اور آپ اس کے سپیکر ہیں ۔ یہاں پر جو تقاریر ہوتی ہیں اخبار والوں کو وہی wording پیش کرنی چاہیے جو کسی سپیکر کی ہو ۔ اخبار والے wording تبدیل کر دیتے ہیں میں نے آج جنگ اخبار میں غور کیا ہے شاید دوسرے اخباروں میں بھی ہو کہ صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری نے کہا کہ اے سی ' ایس پی اور اے ڈی ایل جی شیخوپورہ رشوت لیتے ہیں ان کو جوتیاں مارنی چاہئیں ۔ حالانکہ میں نے یہ بات نہیں کہی تھی اور نہ ہی میں ایس پی یا ڈی سی وغیرہ سے ڈرتا ہوں ۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اس کو غلط رنگ بھی نہیں دینا چاہیے ۔ پاکستان میں تو لوگوں کو اکسا اکسا کر بیڑا غرق کرتے ہیں ۔ میں نے یہ بات کہی تھی کہ اگر کرپشن ثابت ہو جائے اس میں کوئی بھی افسر آئے اسے کورٹ میں لے جائے ۔ اگر کورٹ سے انصاف

نہیں ملتا تو پھر جوتیاں ماریں ۔ میں نے یہ بات کہی تھی براہ مہربانی آپ جنگ والوں سے کہیں کہ متعلقہ رپورٹر اپنی طرف سے اس کی تردید کرے کہ میں نے غلطی کی ہے ۔ اگر کسی اور اخبار نے بھی لکھا ہے تو وہ بھی تردید کریں۔

جناب سپیکر : اخبار والے سن رہے ہیں ۔ یقیناً توجہ دیں گے ۔ جناب میاں فاروق صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں اور مہربانی سے آپ اپنے حلقے کی نیابت ضرور کریں لیکن ضروری نہیں ہے کہ کسی پر الزام تراشی کریں ۔ چلیے جی

میاں محمد فاروق : جناب والا! لیکن میں یہ بات تو ضرور کہہ سکتا ہوں کہ راجہ صاحب نے صرف سفید جھوٹ ہی بولا ہے ۔ وہاں پر جو ہو رہا ہے اللہ کی قسم میں قرآن اٹھا کر کہتا ہوں کہ 10% لیا جا رہا ہے ۔ جو نوکریاں ملتی ہیں وہ بھی کمیشن پر اور جو ٹھیکے دیتے ہیں وہ بھی کمیشن پر ۔ ایک آدھے کے سوا باقی تمام پیسے کھا رہے ہیں ۔ 52 فی صد پیسہ خود کھا رہے ہیں اور 48 فی صد لگ رہا ہے ۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں اس کی تفصیل بھی آپ کو بتاؤں گا کہ کس کس ممبر نے کتنے کتنے پیسے کس کس ٹھیکدار سے حاصل کیے ۔ اگر مناسب سمجھیں تو میں آپ کے چیمبر میں بھی آپ کو بتا دیتا ہوں ۔ جناب والا! اب میں بجٹ کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں ----

جناب سپیکر : ضرور، ضرور

میاں محمد فاروق : بجٹ پر بے شمار دوستوں نے تنقید بھی کی اور اس کی تعریف بھی کی ۔ لیکن میں آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں on going سکیموں کے بارے میں جناب سپیکر میں تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں میرے حلقہ میں چک نمبر ۲۶۷ آر بی جالندھر ۔ یہاں پر گورنمنٹ نے ۲۰ لاکھ روپے آج سے تین سال پہلے لگایا اور تین سال کے بعد وہ پیسہ اب بالکل ختم ہو رہا ہے لیکن on going سکیم میں یہ نہیں ہو سکا کہ اس بجٹ میں بقایا پیسہ رکھ کر اس سکیم کو مکمل کروایا جاتا اور اس گاؤں میں تقریباً پانچ ہزار کی آبادی ہے ۔ اگر یہ سکیم مکمل ہو جاتی تو وہ اس سے مستفید ہو سکتے ۔ ایسی ہی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں ۔ میرے حلقہ چک نمبر ۲۴۸ آر بی میں تقریباً ۳۲ لاکھ روپے واٹر سپلائی سکیموں پر لگایا اور رانا آفتاب صاحب کے حلقے میں بھی سکیم میں نے دی تھی اور وہ حلقہ چونکہ اب رانا آفتاب صاحب کا ہے اب اس پر تقریباً پچاس ہزار روپے اور لگتے تھے ۔ سکیم وہاں پر ختم ہو چکی ہے اور تین چار سال گزر گئے ہیں ۔ بجٹ بنانے والے کیسے کہتے ہیں کہ یہ فلاحی بجٹ ہے ۔ میں تو کہتا ہوں

کہ یہ لوگ عوام کا پیسہ ضائع کر رہے ہیں ۔ ۳۲ لاکھ روپے آج سے تین سال پہلے لگا کر اور پچاس ہزار روپے on going سکیموں کے لیے نہیں رکھ سکے ۔ اور وہ سکیم وہاں پر نامکمل پڑی ہے ۔ اگر یہ سکیم مسلم لیگ کے نمائندے نے بنوائی ہے تو وہاں پر پیپلز پارٹی والے بھی ہیں اور دوسری جماعتوں کے لوگ بھی اس حلقہ میں رہتے ہیں انہوں نے بھی پانی پینا تھا اور استعمال کرنا تھا ۔ میرے خیال کے مطابق ایسی بہت سی مثالیں ہیں جس کا میں آپ کو بخوبی بتا سکتا ہوں ۔ آر بی ۔ ۲۷۶ ۔ ۲۷۷ ۔ ۲۵۱ ۔ ۲ ۔ ۲۳ ۔ ۲۷۴ میں تمام سکیمیں واٹر سپلائی سکیمیں مکمل ہو چکی ہیں اور تھوڑے تھوڑے پیسوں کی وجہ سے رکی ہوئی ہیں کسی پر پچاس ہزار روپے لگتا ہے ، کسی پر چالیس ہزار روپے لگتا ہے ، اور صرف دو تین لاکھ روپے کی وجہ سے تمام سکیموں کی رقم غرق کر رہے ہیں ۔ اس معمولی سی رقم سے تقریباً پندرہ سکیمیں مکمل ہو جاتی تھیں ۔ لیکن یہ رقم اس لیے نہیں دے رہے کہ یہ مسلم لیگ کے ایم پی اے نے سکیمیں شروع کروائی تھیں ۔ پھر بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ بجٹ عوام کی بہتری کے لیے ہے ۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ عوام کو غرق کرنے کے لیے بنایا گیا ہے ۔ اس حلقے میں دو تین لاکھ روپے لگ کر پندرہ سے بیس سکیمیں مکمل ہوتی تھیں اگر وہ یہ رقم خرچ نہیں کر سکے تو ہم اس بجٹ کو کیسے تسلیم کریں ۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا جو نعرہ تھا آہستہ آہستہ اسی کی طرف جا رہے ہیں ۔ انہوں نے روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگایا تھا یہ قوم کو اتنا کمزور کر دیں گے کہ جتنے بھی گھر کے افراد ہونگے وہ مزدوری کرتے رہیں گے اور کچھ سوچ نہیں سکیں گے ۔ یہ اپنی تجویز پر تو صحیح جا رہے ہیں ۔ جناب سپیکر! ایسی اور بھی دو تین مثالیں ہیں ۔ ایجوکیشن کے بارے میں پہلے کافی تعریفیں کیں کہ تعلیم بہت ہی ضروری ہے ۔ میرے حلقہ ۶، گ ب میں بلڈنگ بنی ہوئی ہے صرف دروازے لگنے والے ہیں یا پھر ایک چھت بھی رہتی ہے ۔ یہ گرلز مڈل سکول ہے اس کو ڈیڑھ سال ہو چکے ہیں لیکن گرانٹ نہ ملنے کی وجہ سے وہ سکول ویسے کا ویسا ہی پڑا ہے ۔ تقریباً سات لاکھ روپے لگنے ہیں ۔ کیا جناب سپیکر! پیپلز پارٹی والوں کی بچیوں نے وہاں سکول میں نہیں جانا ۔ کیا دوسری جماعتوں کی بچیوں نے سکول میں نہیں جانا تھا ۔ جناب سپیکر! اس وقت اتنی مشکل تعلیم ہو چکی ہے ۔ گاؤں میں پندرہ پندرہ بیس بیس میل کے فاصلے پر جو لوگ آباد ہیں ہر بچی کے ساتھ ایک بھائی یا اس کا والد یا چچا اسے سکول چھوڑنے اور پھر لینے بھی جاتا ہے ۔ جناب والا! یہ کتنی دقت والی بات ہے اگر وہی سکول انہیں وہاں میسر ہوتا تو وہ اتنی تکلیف کیوں اٹھاتے اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ اس سکول کو مکمل کروایا

جائے اور ارد گرد کے لوگوں کو فائدہ پہنچایا جائے ۔ اگر تو یہ سکیمیں مکمل کی جاتیں پھر تو ہم کہتے واقعی یہ بجٹ جو ہے درست ہے ۔ ایسے ہی ایک اور مثال ہے ۸۸ ج ب گرلز مڈل سکول ہے ۔ اس میں صرف ۳۳ ہزار روپے کا بجٹ چاہیے وہ بھی بجٹ میں رقم مختص نہ کرنے کی وجہ سے سکول بند پڑا ہے۔ میرے پاس ایسی بہت سی مثالیں ہیں اس لیے اگر اس بجٹ کو عوام کی کمر توڑ بجٹ کہہ دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ۔

جناب سپیکر! ہمارے ایک فاضل منسٹر نے ایک روز پہلے یہ فرمایا تھا جو کہ ہمارے حلقہ پی پی ۵۱ کے ساتھ مذاق کیا اس پر بھی تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں ۔ دیہی ترقی کے پروگرام کے تحت ہر حکومت گرانٹ جاری کرتی ہے جس کے تحت دیہی علاقہ میں بھی ترقیاتی کام پایہ تکمیل تک پہنچتے ہیں ۔ اس ترقیاتی گرانٹ کے استعمال سے عوام کا تقریباً ہر فرد استفادہ حاصل کرتا ہے اور اس میں پارٹی کی تمیز نہیں کی جاتی ۔ جب کہ ہر پارٹی کے افراد وہاں موجود ہوتے ہیں ۔ جناب سپیکر! حلقہ نمبر ۵۱ فیصل آباد میں عرصہ تقریباً تین سال ہو گئے ہیں کہ دیہی ترقیاتی گرانٹ مطل ہے ۔ دیہی ترقیاتی پروگرام کے تحت کوئی گرانٹ استعمال نہ ہوئی ہے جو ۹۳ــــ۱۹۹۲ء کے تحت گرانٹ منظور ہوئی تھی لیکن فوری الیکشن ہونے کی وجہ سے وہ گرانٹ ختم ہو گئی ۔ اور ٹھیکیدار جو کام کرتے تھے وہ بھی متاثر ہوئے اور ان کو بھی اس کا معاوضہ نہ مل سکا ہے ۔ جناب سپیکر! ۹۴ــــ۱۹۹۳ء میں دیہی ترقیاتی گرانٹ مطل رہی اور ۹۵ــــ۱۹۹۴ء میں اس حلقے کے لیے گورنمنٹ گرانٹ برائے دیہی ترقی پروگرام کی منظوری دی گئی ۔ مگر پلاننگ اور ڈویلپمنٹ کے وزیر صاحب نے ایک فیکس دے کر اس گرانٹ کو رکوا دیا ۔ جناب سپیکر! اب پھر دو تین دن ہوئے اس نے ایسا ہی ایک مذاق کیا کہ آپ ایسے کہتے تھے میں نے وہ پیسے بھجوا دیے ہیں ۔ میں نے سیکرٹریٹ میں پتا کیا لیکن پتا چلا کہ یہ سراسر جھوٹ ہے ۔ سکیمیں دوبارہ منظور کر کے ادھر بھیج دیں اور منڈر بھی کروا دیا اور اب انہوں نے دوبارہ ۹۵ــــ۵ــــ۱۷ کو سکیمیں منظور کر کے منڈر بھی لگوا دیے اور اسسٹنٹ ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ نے ۹۵ــــ۶ــــ۸ کے لیے منڈر طلب کر لیے ۔ مگر فنڈز جاری ہی نہیں کیے اب جون کا مہینہ ہے فنڈز بھی ختم ہو جائیں گے اور گرانٹ کی منظوری بذریعہ فیکس بند پڑی ہے ۔ اور چار ماہ بعد منظوری کی چٹھی جاری کرنا اور پھر منڈر طلب کرنا اور اوپر سے جون کا مہینہ بھی ختم گرانٹ بھی ختم ۔ یہ مذاق انہوں نے میرے ساتھ نہیں بلکہ تیس لاکھ عوام کے ساتھ ہو رہا ہے ۔ یہ گرانٹ میرے ذاتی تصرف کے لیے نہیں ہے بلکہ عوام کے لیے

ہے۔ جو کہ گورنمنٹ کو ہر طرح کا ٹیکس ادا کرتے ہیں ۔ یہ ان کے ساتھ نا انصافی ہے ۔ افسوس کا مقام ہے کہ ایک علاقے میں کام ہو رہا ہے مگر دوسرے کے لیے گرانٹ معطل ہے جب کہ یہ سب لوگ پاکستانی ہیں ۔ اور ہر طرح کا ٹیکس ادا کرتے ہیں اور پھر وزیر موصوف جھوٹ سے کام لیتے ہیں ۔ آئے دن اخبار میں کہہ دیتے ہیں ہم سب کے ساتھ انصاف کر رہے ہیں اور سب کو فنڈز جاری کر رہے ہیں ۔ جناب والا اگر تو یہ صرف مسلم لیگ والوں کے ساتھ زیادتی کرتے تے پھر بھی کچھ بات سمجھ میں آتی انہوں نے تو اپنے آپ کے ساتھ بھی زیادتی کی ہے جب یہ دوبارہ ہمارے حلقے میں جائیں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا ۔ میں اکیلے اکیلے کو بتاتا ہوں کہ آپ کے وزیر نے یہ تمام گرانٹ روک دی ہے ۔

جناب سپیکر ، میاں صاحب بہتر ہے wind up کریں ۔ اب آپ کا وقت بھی تقریباً ختم ہو گیا ہے ۔

میں نے خواجہ صاحب کو بھی وقت دینا ہے ۔

میاں محمد فاروق ، جناب سپیکر! میں تھوڑی سی وزیر منصوبہ بندی و ترقیات کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں ۔ انہوں نے پیپلز پارٹی والوں کے ساتھ بھی بڑا دھوکہ کیا ہے ۔ اور جونیجو لیگ والوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ کیا ہے ۔ جتنی بھی وائر سپلائی سکیمیں ہیں یہ تمام کی تمام اپنے حلقے میں لے گئے ہیں اور راجہ صاحب کی طرح بورڈ لگانے کا ان کو بھی بڑا شوق ہے۔ ایک سکیم پر پانچ پانچ بورڈ لگائے ہوئے ہیں۔ اور ایک بورڈ کا تین تین ہزار روپیہ ٹھیکیدار نے دیا ہے۔ جناب والا! میرے خیال کے مطابق ان کی باری بہت دیر کے بعد آئی ہے۔ اس لیے ان کا تو شوق ہی ان گرانٹس سے پورا ہو گا۔ لیکن یہ عوام کا کچھ نہیں کر سکیں گے۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔ جناب خواجہ ریاض محمود صاحب!

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر جناب!

جناب سپیکر، تھوڑا سا وقت ہے خواجہ صاحب کا ۔ آپ کیوں لیتے ہیں۔ جانے دیجئے کل کر لیجئے گا۔ تشریف رکھئے ۔ خواجہ صاحب کو بولنے دیں۔ جی خواجہ صاحب!

خواجہ ریاض محمود، بہت شکریہ۔ جناب سپیکر۔ پہلے بھی یہ بات یہاں پر کہی گئی ہے۔ کہ یہ بجٹ جو

ہے یہ پنجاب کے آٹھ کروڑ عوام کی زندگیوں سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس ایوان میں جس حکومت کے وزیروں نے یا جس حکومت کے افسروں نے یہ بجٹ بنایا ہے۔ بجٹ بنا کر انہوں نے پیش کیا ہے کم از کم وہ اپوزیشن کے ممبران کی باتیں' یا جو انہوں نے اپنے بجٹ میں کوتاہیاں کی ہیں وہ ان کو سننے کے لیے یہاں پر تشریف فرما نہیں ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جو یہاں پر بات کرنی ہے وہ دیواروں کو سنانے والی بات ہے۔

جناب سپیکر، نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ بیٹھا ہے۔ بڑے سینئر منسٹر جناب افضل سندھو صاحب میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ اور وزراء صاحبان بیٹھے ہیں' سید اکبر صاحب بیٹھے ہیں۔ آپ اپنی بات کیجئے۔ یہ سب کچھ ریکارڈ ہو رہا ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! میں آپ کو وہ پرانا وقت یاد دلاتا ہوں جب آپ پنجاب کے وزیر خزانہ تھے۔ اور میں بد قسمتی سے آپ کی بجٹ تقریر سننے کے گیلری میں آیا ہوا تھا تو یہ ہاؤس کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور بہت اچھے انداز میں آپ نے بجٹ پیش کیا تھا۔ اور میں اب جبکہ یہاں پر کھڑا ہو کر بات کر رہا ہوں تو کوئی وزیر کوئی مشیر یہاں تشریف نہیں رکھتا۔ بہرحال ہماری قسمت ہے۔ جناب والا! یہ بجٹ کسی لحاظ سے بھی عوامی بجٹ نہیں ہے۔ اس لیے کہ وصی ظفر صاحب نے کل بڑی اچھی بات کی ہے۔ کہ یہ بجٹ عوامی نمائندوں کی رائے کے بغیر صرف افسر شاہی نے بنایا ہے۔ اور افسر شاہی کو نہیں پتا کہ غریب عوام کے مسائل آج کیا ہیں۔ کبھی انہوں نے جا کر ائیر کنڈیشن کوٹھیوں سے نکل کر' پندرہ پندرہ کنال کی ائیر کنڈیشن کوٹھیاں جس میں یہ بیورو کریسی کے اعلیٰ افسران رہتے ہیں۔ باغبانپورہ' دھرم پورہ' سوتر منڈی اور شاہدرہ جہاں غریب عوام زندگی کی خوشیوں کو ترستے ہیں انہوں نے کبھی جھانک کر نہیں دیکھا۔ اس لیے عوامی نقطہ نظر سے یہ بجٹ عوامی نہیں ہو سکتا۔ میرے فاضل بھائی جن کی میں بڑی قدر کرتا ہوں۔ جناب مخدوم الطاف صاحب وزیر خزانہ۔ انہوں نے اپنی تقریر کے صفحہ ۱۳ پر یہ فرمایا۔ شعر کی شکل میں کہ،

جس عہد میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے

اور وہی شاعر آگے چل کر کہتا ہے کہ،

وزیر صنعت و معدنی ترقیات(جناب محمد افضل سندھو): جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: فرمائیے۔

وزیر صنعت و معدنی ترقیات: کی میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔

خواجہ ریاض محمود، اور بڑی دیر سے ہم ان کی دھوم پر تنقید کر رہے ہیں۔ ہم نے کبھی ان کی تعریف نہیں کی جو اچھے افسر ہیں ان کی تعریف کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ،

جس عہد میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی

اس عہد کے سلطاں سے کچھ بھول ہوئی ہے

اور جناب والا! جب وہ یہ شعر اس ایوان میں پڑھ رہے تھے وہی شاعر جس کا انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ وہ آگے چل کر کہتا ہے کہ ،

تا حد نظر شعلے ہی شعلے ہیں چمن میں

گلشن کے نگہبان سے کچھ بھول ہوئی ہے

جناب والا! میں یہ بات کر رہا تھا کہ یہ بجٹ جو ہے بیورو کریٹس نے خوبصورت اعداد و شمار ترتیب دے کر عوام کو ایک سنہری دھوکہ دیا ہے۔ اور اس بجٹ میں انہوں نے جو ترقیاتی فنڈز رکھے ہیں یا دوسرے ریونیو کے حاصل کرنے کے جو ہدف رکھے ہیں۔ یہ کسی بھی صورت میں اس پر عمل درآمد نہیں ہوگا۔ نہ پچھلے سال ہوا ہے نہ آئندہ سال ہوگا۔ جناب سپیکر! آپ وزیر اعلیٰ پنجاب بھی رہے ہیں۔ آپ ان تمام راستوں سے گزرے ہیں بلکہ بڑے قریب سے آپ نے ان کو دیکھا ہے۔ حکومت کی دو سالہ کارکردگی اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ یہ حکومت ہر سطح پر ناکام ہوچکی ہے۔ عوام اس حکومت سے بدظن ہوچکے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے عوام کے لیے کوئی کام نہیں کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین) لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ دیکھیں۔ صبح و شام ڈاکو دندناتے پھرتے ہیں رات کو نہیں دن کے اجالے میں لوگوں کو لوٹ کر چلے جاتے ہیں۔ اور یہاں تک کہ بعض اخباروں میں آیا کہ بعض کوٹھیوں میں انہوں نے گھر والوں کو لوٹا اور لوٹنے کے بعد انہوں نے عورتوں کی عصمت دری بھی کی ہے۔ یہ باتیں اخباروں میں چھپ رہی ہیں۔ جناب سپیکر یہ ہمارے اور حکومت کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ جب قانون کی عمل داری اس حد تک خراب

ہوجائے کہ کسی شریف آدمی کی عزت محفوظ نہ رہے تو اس حکومت کو لوگ اچھا نہیں کہا کرتے۔ مہنگائی دیکھ لیں دالیں جو غریب آدمی کے نصیب میں ہیں ان کے ریٹ -/30 روپے سے اوپر اوپر جا رہے ہیں۔ گھی پچاس روپے فی کلو کے قریب قریب ہوگیا ہے۔ اور پھل کھانا تو غریب کی قسمت میں نہیں ہے۔ وہ آموں کو ' سہارنی آموں کو ٹوکریوں میں سجا ہوا دور سے دیکھتا ہے اس کی قوت نہیں ہے کہ وہ آم خرید سکے۔ جناب والا! مہنگائی نے لوگوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اور لوگ نہیں جانتے کہ وہ کس طرح اپنی زندگی بسر کریں۔ آپ دیکھیں وفاقی سطح پر سوئی گیس کی قیمتیں بڑھی ہیں ' بجلی کی قیمتیں بڑھی ہیں پٹرول کی قیمت بڑھی ہے۔ ان تینوں چیزوں کی قیمتیں بڑھنے سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہر چیز پر اس کا اثر پڑے گا۔ اور کچھ ہمارے ذخیرہ اندوز بھائی یا جن کو ہوس ہے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی ' وہ اپنے طور پر چیزوں کے ریٹس بڑھا دیں گے۔ یہ معاملہ غریب کی قوت خرید سے باہر ہوجائے گا۔ اور اس میں حکومت کی بدنامی ہو گی۔ حکومت کو چاہیے کہ جس طرح سے یہ ریٹس بڑھے ہیں سوئی گیس کے بڑھے ہیں ' پٹرول کے بڑھے ہیں اسی طرح سے وہ پوری طرح چیک رکھے تاکہ ناجائز منافع خور اپنی من مانی کارروائی کرتے ہوئے چیزوں کے ریٹس اتنے زیادہ نہ بڑھادیں۔ غریب لوگوں کی زندگی اور تنگ ہوجائے۔ بے روزگاری اس ملک میں اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ ان پڑھ آدمی تو درکنار ' پڑھے لکھے لوگ اس پاکستان میں دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ ڈگریاں ہاتھوں میں ہیں ' روزگار کے دفاتر میں جاکر روزانہ نام لکھواتے ہیں کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں آپ کی نگاہ بڑی دور اندیش ہے' بہت دور تک جاتی ہے۔ وہ لوگ جن کے پاس ڈگریاں ہیں پڑھے لکھے لوگ ہیں اخبار اس بات کی گواہی دیتے ہیں ' دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے بعد اس ملک میں ڈاکو کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ہیروئن فروش بن گئے ہیں۔ صبح شام لوگوں کو لوٹ رہے ہیں اور وہ اس طرح معاشرے سے انتقام لے رہے ہیں۔ جناب سپیکر! حکومت کو چاہیے۔ یہاں پر ہمارے فاضل اراکین نے' جو برسر اقتدار طبقے سے تعلق رکھتے ہیں' انھوں نے کہا کہ اکانوے ہزار' بانوے ہزار' یا نوے ہزار' پتا نہیں کتنے ہزار گئے ہیں کہ ہم نے نوکریاں دی ہیں۔ لیکن میں نے تو کسی کو کہیں یہ کہتے نہیں سنا کہ کسی کو میرٹ پر نوکری ملی ہے۔ جناب سپیکر! حکومت کے پاس کافی وسائل ہوتے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ پڑھے لکھے ڈگری ہولڈر نوجوانوں کو روزگار کے مواقع دینے کے لیے حکومت ایک جامع سکیم دے۔ تاکہ

ان لوگوں کو روزگار مل سکے۔ اس بجٹ میں ایسی کوئی سکیم نہیں ہے مستقبل میں بے روزگار پڑھے لکھے لوگوں کو ملازمت کی سہولتیں دینے کے لیے کوئی فنڈ بالکل مختص نہیں کیے گئے۔ اور اس کے بعد جناب سپیکر! آخری بات ڈویلپمنٹ فنڈ کی ہے جس کا آپ نے وعدہ ہم سے فرمایا تھا۔ آپ نے اس کرسی پر بیٹھ کر بھی حکومتی بنچوں کو بہت اصرار کیا کہ بھئی' ان ممبروں نے تو آپ کو ووٹ نہیں دیے' ان ممبروں نے آپ کی مخالفت کی ہے۔ لیکن ان ممبروں کے علاقوں کے لوگوں کا کیا قصور ہے؟ ان کے ترقیاتی فنڈ آپ کس طرح روک رہے ہیں؟ لیکن ان کے کان پہ کوئی جوں تک نہیں رینگی۔ میں لاہور سے تعلق رکھتا ہوں۔ مجھے ۱۵۔ جون کو ٹیلی فون آیا کہ آپ کا فنڈ بحال کر دیا گیا ہے' دے دیا گیا ہے۔ ۱۵۔ جون' مالی سال کو گزرنے کے لیے پندرہ دن باقی رہتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ مجھ کو یہ ایک سنہری موقع دیا گیا ہے میری آواز کو بند کرنے کے لیے یہ بات کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ چلو میرا تو گناہ ہے۔ میں نے حکومت بنانے میں ان کو ووٹ نہیں دیا۔ لیکن میرے حلقے کے ہزاروں لاکھوں جو انسان ہیں وہ ٹوٹی ہوئی سڑکوں پر کس طرح گزارا کر رہے ہیں؟ سیوریج کے جوہڑ' گندے گٹر بہہ رہے ہیں۔ کوئی مرمت کے لیے نہیں آ رہا۔ پانی کی لائنیں کمزور پڑ رہی ہیں۔ لوگوں کو پینے کے لیے پانی نہیں مل رہا۔ کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔ اس لیے کہ ڈویلپمنٹ بجٹ نہیں دیا جا رہا۔ جناب سپیکر! آپ اس ہاؤس کے چیف ہیں۔ آپ وزیر خزانہ رہے ہیں۔ آپ وزیر اعلیٰ رہے ہیں۔ اور پچھلے دنوں تو اخباروں میں پڑھتے رہے کہ آپ کا گورنرشپ کے لیے صف اول میں نام ہے۔

جناب سپیکر: پانچ منٹ وقت بڑھایا جاتا ہے۔

خواجہ ریاض محمود: تو میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ محاذ آرائی جو دونوں سطح پر ہے اس کو ختم ہونا چاہیے۔ ساغر نے کہا تھا:

تفریق نے جادو ہی جگایا ہے بلا کا
خطرے میں ہے اسے یار چمن مہر و وفا کا
توہین ہے درویش کا اس شہر میں جینا
ہو کاقہ کشی نام جہاں صبر و رضا کا
کچھ سرد سی آہیں ہیں' کچھ ڈوبتے آنسو ہیں

ساغر یہ صلہ تجھ کو ملا سوز نوا کا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، شکریہ۔ اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس منگل ۲۰۔ جون ۱۹۹۵ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہو گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

منگل، 20- جون 1995ء

(سہ شنبہ، 20- محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9:00 بجے منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ
مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ
بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا
سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع

سورہ ابراہیم آیات 32 تا 34

اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے، اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل تمہارے کھانے کو پیدا کیے۔ اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر کیا۔ کہ اُس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے لیے ندیاں مسخر کیں اور تمہارے لیے سورج اور چاند مسخر کیے۔ جو برابر چل رہے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن مسخر کیے اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔ بے شک آدمی بڑا ظالم ناشکرا ہے۔

وما علینا الا البلاغ o

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب ڈپٹی سپیکر : جناب ایس اے حمید صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ میرے خیال میں وہ تشریف نہیں رکھتے اس لیے اس کو کل تک کے لیے pending کرتے ہیں۔ اب پہلے چھٹیوں کی درخواستیں نمٹا لیتے ہیں۔ سیکرٹری صاحب! آپ درخواستیں پڑھیں۔

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ڈاکٹر محمد شفیق چودھری رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

میں ایک ضروری کام کی وجہ سے 18 جون کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد اسلم ڈھانہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

میں یکم اور 2 جون کے اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ڈاکٹر محمد انوار الحق رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

میں ایک ضروری کام کی وجہ سے 18 تا 24 جون 1995ء اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہ کر سکوں گا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب غلام شبیر جوئیہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

میں یکم اور 2 جون 1995ء کو بوجہ بیماری اسمبلی کے اجلاسوں میں حاضر نہ ہو سکا۔
رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب راجہ اشفاق سرور کی طرف سے راجہ جاوید اخلاص نے پیش کی ہے کہ۔

راجہ اشفاق سرور بسلسلہ علاج امریکہ میں مقیم ہیں۔ انھوں نے گزارش کی ہے کہ
موجودہ اجلاس کی رخصت منظور فرمائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب مظفر علی خان سیال رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

I could not attend the session of the Assembly held on 1st and 2nd June, 1995. Leave may kindly be granted.

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب طاہر بشیر چیمہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

I was unable to attend the session on 2nd June 1995 due to

high fever. Leave be granted.

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب تاج محمد خان زادہ رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

I could not attend the session of 14th and 15th June, 1995. Kindly grant leave.

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب میاں محمد شہباز شریف کی طرف سے سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ پیش کر رہے ہیں کہ،

Mian Muhammad Shahbaz Sharif, MPA is not yet back in the country due to the prolonged treatment of his ailment. As such, leave may please be granted to him 14th June 1995 to the end of the present session.

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے،

"کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

میزانیہ برائے سال 96-1995ء پر بحث (۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر، آج بجٹ پر عام بحث کے تیسرے دن کا ہم آغاز کرتے ہیں۔

سید اکبر علی شاہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید اکبر علی شاہ: جناب سپیکر ! میرے حلقہ انتخاب میں پرسوں ایک زبردست حادثہ ہوا ہے۔ جس میں تقریباً 14 آدمی فوت ہوئے اور چالیس کے قریب سخت زخمی ہوئے ہیں ۔ جو فوت ہوئے ہیں میں ان کے لیے قرار داد تعزیت پیش کرتا ہوں اور جو زخمی ہوئے ہیں مہربانی کر کے حکومت کی طرف سے ان کے علاج کے لیے کوئی ہدایات جاری کی جائیں۔ وہ بہاول پور ہسپتال میں زیر علاج ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس سے پہلے کہ عام بحث کا آغاز ہو میں آپ کے نوٹس میں ایک بات لانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ کل ایس اے حمید صاحب نے سپیکر صاحب کا شکریہ ادا کیا تھا کہ آپ نے یہ ایک اچھی روایت ڈالی ہے کہ وقت پر آتے ہیں لیکن آج وہ خود بھی تشریف نہیں لائے۔ کل وہ تقریر کر گئے لیکن آج حاضر نہیں ہیں۔ جب میں یہاں 9 بج کر ایک منٹ پر آیا تو ہاؤس میں کوئی بھی فاضل رکن موجود نہیں تھا ۔ تلاوت قرآن پاک کے دوران حکومتی بنچز پر دو تین فاضل اراکین آئے۔اور ادھر سے بھی دو فاضل رکن آئے جو اب بھی موجود ہیں۔ اس وقت جبکہ تلاوت کلام پاک ختم ہو چکی ہے تو ہمارے پاس دو وزراء کرام چودھری فاروق صاحب اور رانا آفتاب احمد خان ہیں تین ہمارے فاضل رکن ہیں یعنی حزب اقتدار کی طرف سے کل پانچ ہیں اور دو حزب اختلاف کی طرف سے ہیں ۔ میں پریس کو بھی یہ کہوں گا کہ ان کے نام ضرور شائع کیے جائیں اور میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ سپیکر کے لیے یہ ہے کہ جب کورم کے بارے میں اس کی attention draw کی جائے لیکن اگر attention بالکل واضح ہو ۔ وہ بات اس وقت ہوتی ہے جب 45 ، 50 یا 60 کے قریب ممبران ہوں اور کوئی attention draw کرے تو پھر سپیکر اس کا نوٹس لیتا ہے کہ کورم پورا ہے یا نہیں۔ تو میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لیے اس اسمبلی کو مذاق نہ بنایا جائے۔ یہ ایک بجٹ سیشن ہے بڑا اہم سیشن ہے ۔ اس میں سارے سال کی کارروائی کا تخمینہ لگایا جاتا ہے۔ اس پر اچھی اچھی بحث ہوتی ہے۔ اپوزیشن کا بھی یہی رویہ ہے اور حکمران جماعت کا بھی یہی رویہ ہے۔ لہذا سپیکر اور ڈپٹی سپیکر بار بار کہتے رہے ہیں۔ آپ کے وزیر اعلیٰ ، وزیر اعظم اور جو باقی بھی ہیں ان کی طرف سے بار بار یہ ہدایت آئی ہے۔ آپ کے لیے یہاں ناشتے بھی کیے جاتے ہیں۔ آپ کے لیے یہاں کھانے بھی دیے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کے بارے میں یہاں پر کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا اور کل یہ بات بھی آئی تھی اور جب میں بھی ممبر تھا تو یہاں کہتا تھا کہ جناب 8 بجے کا وقت ہے اور 9 بجے اجلاس کا وقت ہوتا ہے ۔ ہم دفتروں میں جاتے ہیں تو کوئی سیکرٹری نہیں ہوتا کوئی اہلکار موجود نہیں ہوتا ۔ لیکن وہ کیوں موجود ہوں گے جب آپ

یہاں وقت پر نہیں آئیں گے ۔ یعنی کیوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی ۔ اگر ہم لوگ بھی وقت کی پابندی نہیں کریں گے تو اہلکار کیوں کریں گے ؟ بیوروکریٹس کیوں کریں گے ؟ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی صورت حال کیا ہے ۔ تو میں یہی کہوں گا کہ آپ اس بارے میں توجہ کریں ۔ اس کو مذاق نہ بنائیں دنیا کی نظروں میں اپنی شان کو اور زیادہ lower نہ کریں ۔ یہ میری observation ہے شکریہ مہربانی ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (جناب آفتاب احمد خان)، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی رانا آفتاب احمد خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! آپ نے بجا کہا ہے مگر میری گزارش ہے کہ آپ نے کہا کہ یہ پریس نوٹ کرے مگر پریس گیلری بھی خالی ہے صرف ایک ہی صحافی وہاں پر تشریف فرما ہیں ۔ دوسری بات یہ ہے کہ جیسے آج بجٹ پر بحث ہو گی تو اس دوران اگر اپوزیشن سے کوئی فاضل مقرر نہ رہے تو کیا یہ کل جاری رہے گی؟ چونکہ آپ نے continue کرنا ہوتا ہے ۔ اگر آپ کا speeches کا بزنس آدھے گھنٹے کے بعد ختم ہو جاتا ہے تو پھر اس پر آپ کی کیا رولنگ ہو گی ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جب وہ مسئلہ آئے گا تو اس وقت دیکھیں گے ۔ ابھی تو میرے خیال میں فاضل رکن موجود ہیں۔ آج مجھے اپوزیشن کی طرف سے جو نام ملے ہیں ان میں سید تابش الوری صاحب ہیں وہ موجود نہیں ہیں نمبر دو بریگیڈیئر ریٹائرڈ ذوالفقار علی ڈھلوں ہیں وہ موجود ہیں۔ تو وہ اپنی تقریر کا آغاز کریں۔

چودھری محمد اسلم، جناب والا! پریس والوں سے کہیں کہ وزراء کرام کے علاوہ ہاؤس میں جو ممبر بھی موجود ہیں ان کے نام بھی شائع کیے جائیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں تو وہ پریس والے دیکھ رہے ہیں ۔ رانا صاحب نے کہا کہ پریس والے بھی ہماری طرح ہو گئے ہیں۔ ہمارا سارا معاشرہ ہی ایک جیسا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ وہاں ایک آدمی ہے تو چلو میرے خیال میں وہ دوسروں کو بتا دے گا ۔ جی بریگیڈیئر ذوالفقار علی ڈھلوں صاحب!

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: Sir, may I have your permission to speak in English.

MR. DEPUTY SPEAKER: Yes.

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: Sir, I sought your permission to speak in English.

MR DEPUTY SPEAKER: You are allowed to speak in English.

BRIG (RETD) ZULFIQAR AHMAD DHILLUN: Sir, before I start my budget speech I would like to draw your attention to the fact that my correct name is Zulfiqar Ahmad and not Zulfiqar Ali as you pronounced it.

Mr. Speaker Sir, I entered politics motivated by the noble ideas of participating and influencing the nation building process and helping the down trodden people. My frank admission is that in less than two years my dreams have shattered. As I observed the system closely, my conclusion is, that all these institutions from which the state's power flows, and its authority is exercised, and which the people support with their blood and sweat for the purpose of which this budget is presented like so many others before, are least engaged in nation-building. If at all they are engaged in any thing it is nation destruction. The original Pakistani dream that our parents and most of us dreamt in 1947 is lost. The profiles of this dream is completely blackened and is unrecognizable. Its founding fathers cannot resurrect to shame us and perhaps we do not have the conscience live enough to feel it ourselves. We started with the undoing of the original Pakistani dream in East Pakistan. Now we are repeating it in Karachi, and soon if this government persists it will be happening in the rest of the country as well. I am now more concerned with the preservation of the nation than with its development. For God's sake have some wisdom. Do not sacrifice national interest for politics We have proudly

named the country "Islamic Republic". What has become of it. We are today more secular than any other country that existed on God's earth. We are more colonial than the worst colony that ever existed. The public representatives come to these institutions not to elect the Prime Ministers and the Chief Minister to head these democratic institutions. I am sorry to say we in fact elect kings, queens and maharajas and willingly relegate ourselves to the status of courtiers, because these kings rule by royal decrees and through their whims and wishes and not through the law of the land. Is this what we have to show for our national development. Secular colonial state instead of Islamic Republic. The only independent people today that we have in this country, are the kings and maharajas themselves and their royal children, the bureaucracy that run these institutions. As for the people of Pakistan are concerned well they are independent in names only. They have been granted all rights that are granted to free independent people and are enshrined in statute book. But alas! their rights are neither respected by the state nor protected by the state. Sir, as far as the government is concerned its surrender of sovereignty too readily to any menacing power may it be from within or without After all are we not proud of surrendering our sovereignty and willingly reducing ourselves to lobbies status in Washington's decisions making process. In surrendering our sovereignty the government does not see any insult either to herself or to the people of Pakistan. Because the people of Pakistan have already been robbed off any felling of respect. And for the government I would say that the robbers do not have shame they only have interest Sir, Makhdoom Sahib has given this House the story of his efforts about how valiantly and intelligently be collected billions and billions that he

would as he claimed wisely spent on the welfare and development of the people of the Punjab. Having seen the results of the proceeding two budgets i.e. 1993-94, 1994-95, it sounds to me as hollow and as meaningless as any Childrens rhyme, neither more nor less. Sir, like the Humpty Dumpty it is only the Makhdoom and his Chief Executive know what the story of these billions means. It means what they choose it to mean. For the rest of us it is all nonsense. Sir, it would not be fair if I do not appreciate Makhdoom Sahib and his Secretary Finance's efforts to indiscriminate run on the treasury and enforce financial discipline. It is not the treasury that I praise and blame. I think the system is the culprit. As for myself, I would like to be more interested in the results produced by the billions spent last year and the year before, I would be interested to know, how these billions evaporated, when fed through the most inefficient and corrupt bureaucratic machinery, that exists anywhere on earth. Sir, these sixty and seventy billions that you spent earlier, or you will spend in the coming year is insufficient even to buy the lubricating oil for this bureaucratic machinery. And what about hundred billions or more that it collects in toll tax, as illegal gratifications from the peopleof the Punjab. All this money is being spent for what kind of services renderedto the people. Are the people of Punjab better than they were last year? When we compare the results of this expenditure against the progress of various indices of various human development like health, education, social, economic and infrastructural development one finds only regression rather than improvement. The expenditure is enormously more than the benefit to the people. Sir, input to output ratio is depressingly poor compared with other democratic countries of the world. Social and institutional benefits accruing to the people are

depressingly negative. It is because all our institutions including bureaucacy have excessively been institutionalized. In other words they have abandoned the original purpose for which they were established. They have now become more concerned about their own position and about their own prerogatives and their powers. Sir, government leaders and politicians instead of providing moral leadership, I am sorry to say, are cultivating material and moral pollution. State's power and authority have so much been monopolized that it cannot move even a small finger against the corrupt. Material and moral scandals involving politicians ministers and other important personalities of the state are abound and we shame facedly smile it off. In the best interest of the country we must re-evaluate and re-examine the whole government and bureaucratic establishment We must make it result oriented. Let us seriously consider to improve cost benefit ratio to the society. To begin with, my suggestion is, let us hand over health, education, communications, irrigation, livestock and departments like these to private sectors. After all is their any rational way that you can justify the expenditure of 20 billion rupees on education, when all we have to show for these 20 billions, is 1500 to 2000 masters degrees, and 10000 to 15000 graduation degrees and couple of hundreds of doctors and engineers. And on communication people of the Punjab are spending four times the amount the departments budget on their annual car maintenance cost just because of the poor conditions of roads. Irrigation in the Province is yet another sad story. People in the Punjab are shedding more blood than the trickle of irrigation water that they are getting which serves nobody's needs. In Punjab, the Punjabi's once proverbial health is today as miserable as their agriculture Minister for Agriculture Mr. Tariq whom I knew and being a farmer

and so much interested in agriculture. I found this man full of, I would say, innovative ideas and determinations, and determined to improve and make the department responsive to the needs of the Punjab Agriculture, but I am sorry to say I also found him totally bogged down and immobilized by the inertia of the system. Well Sir, the police is the police They are above any reproach. They are the holy teeth and arms of the king.

They have the divine right to bite into the flesh of the people to extract "Jazia" for their loyalty to the King Money spent on this department is nearly 50% of the Budget and it will be only fuelling corruption People have come to expect, in my view, no good from the government. Let us cut the dead wood and think of ways and means of improving the moral and ethical standards, work, efficiency and environment in the political and bureaucratic establishments. Sir, this sham has gone on for too long The society has begun to disintegrate as a result of this moral pollution. Remember, nations are never made strong and vibrant by billions. They are made vibrant and strong through moral leadership. Billions we can always muster as this budget would also like us to believe but for morality instead of looking into ourselves, we are looking towards the sky. Oh: God, help this province, help this nation. We need your deliverance from the corrupt and immoral Thanking you very much, Sir, for bearing with me

جناب ڈپٹی سپیکر: جی Thank you Mr. Dhillun Sahib ۔ گورنمنٹ کی طرف سے مسٹر غلام عباس صاحب ہیں۔ حاضر نہیں ہیں۔ مسٹر جانسن مائیکل---- یہ بھی حاضر نہیں ہیں۔ چودھری محمد منیر اظہر--- یہ بھی تشریف نہیں رکھتے۔ میجر سیف اللہ چیمہ--- یہ بھی موجود نہیں ہیں۔ اس کے بعد سید تابش الوری صاحب تشریف نہیں لائے تو اگلے مقرر حاجی عمر خان احمد خان ڈاہا اپوزیشن کی طرف سے

ہیں۔۔۔ وہ بھی نہیں ہیں۔ اور آگے رانا محمد اقبال خان ہیں۔۔۔ وہ بھی تشریف نہیں رکھتے۔ آگے ہیں امان اللہ خان بابر۔۔۔ یہ تشریف رکھتے ہیں۔ جی امان اللہ خان بابر۔

جناب امان اللہ خان بابر، شکریہ جناب والا! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اوکاڑہ برانڈ بجٹ پر بات کرنے کی اجازت دی۔ جناب والا! اگر گورنمنٹ کے کسی بھی آدمی نے یہ بجٹ کاپیاں پڑھی ہوتیں، وزیر خزانہ کی تقریر پڑھی ہوتی تو وہ بھی سر پیٹ کر رہ جاتا۔ جناب والا! اس بجٹ میں جو سب سے اہم بات ہے جس کو سرپلس بجٹ قرار دیا گیا ہے۔ جس میں جناب وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ یہ 250 کروڑ روپے کا فاضل بجٹ ہے۔ جناب والا! اس میں میرا سوال یہ ہے۔ میں چاہوں گا کہ اس سوال کا جواب کوئی حکومتی رکن اپنی تقریر میں دے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر 250 کروڑ روپے کا یہ فاضل بجٹ ہے تو 75 کروڑ روپیہ ٹیکس لگانے کی کیا ضرورت تھی؟ جناب والا! اگر یہ 75 کروڑ روپے کے ٹیکس نہ لگتے تو پھر بھی یہ بجٹ فاضل ہی کہلاتا۔ لیکن یہ 250 کروڑ کی بجائے 175 کروڑ روپے کا فاضل بجٹ ہوتا۔ جناب والا! یہ 75 کروڑ روپے کے ٹیکس لگانا اور پھر کہنا کہ یہ فاضل بجٹ ہے یہ عوام کے ساتھ دھوکہ اور حکومتی ارکان نے جو بغیر پڑھے وزیر خزانہ کو مبارک بادیں دی ہیں، وزیر اعلیٰ کو مبارک بادیں دی ہیں یہ سب دھوکہ اور فراڈ ہیں۔ میں چاہوں گا کہ مجھے اس کا جواب دیا جائے۔ جناب والا! جہاں تک اس بجٹ میں ناانصافیوں کا تعلق ہے۔ اگر یہ ارکان اس بجٹ کو پڑھتے، تعمیر پنجاب پروگرام کو پڑھتے۔ تو یہ دیکھتے کہ ان کو کیا ملا ہے۔ یہ تو ایسے لگتا ہے جیسے ضلع کونسل اوکاڑہ کے چیف افسر نے یہ بجٹ ترتیب دیا ہے۔ جناب والا! میں ایک پس ماندہ علاقے کا رہائشی ہوں۔ ایک پسماندہ سی تحصیل کا، ایک پس ماندہ سے ضلعے کا رہائشی ہوں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جو نئے اضلاع ہیں جن میں نارووال ہے، منڈی بہاؤالدین اور دیگر نئے اضلاع ہیں۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ یہ نئے ہیں ان کو خصوصی گرانٹ دی جائے۔ لیکن کھیت سے مارکیٹ روڈز کے لیے اوکاڑہ میں 176 منصوبے ہیں جن کے لیے 5 کروڑ 21 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ جناب والا! ذرا غور کریں کہ ایک طرف اوکاڑہ کے لیے تو 176 منصوبے جن پر 5 کروڑ 21 لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ اور ادھر میرا ضلع نارووال ہے جس میں صرف 13 منصوبے ہیں اور ان کے لیے 77 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا یہ جو جاری منصوبے تھے ان کی بات تھی۔ اب ضلع نارووال میں جو نئے منصوبے رکھے گئے ہیں وہ صرف تین منصوبے ہیں اور ان کے لیے 15 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ اور یہ منصوبے بھی un approved ہیں ان

کی ابھی منظوری نہیں ہوئی۔ جناب والا! جہاں تک روڈز اور پلوں کا تعلق ہے میں ہاؤس کے سامنے اور پریس کے سامنے یہ موازنہ پیش کرنا چاہتا ہوں کہ Roads & Bridges کے لیے اوکاڑہ میں تو 6 کروڑ 4 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! 6 کروڑ 4 لاکھ روپے۔ اور نارو وال کے لیے بڑی شرم کی بات ہے' بڑی دکھ کی بات ہے اور بڑی ہی بے انصافی کی بات ہے۔ کہ نارو وال کے لیے صرف 5 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! تعلیم کا شعبہ جو ہم سب کے لیے قابل احترام' قابل عزت ہے۔ ہم ان ہی تعلیمی اداروں سے پڑھ کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ تعلیم اور ٹریننگ کے لیے ضلع اوکاڑہ کے لیے جو رقم رکھی گئی ہے وہ 10 کروڑ 33 لاکھ روپے ہے۔ اس کے مقابلے میں نارووال کے مقابلے میں صرف 2 کروڑ 89 لاکھ روپے رکھے گئے۔ جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ محکمہ تعلیم کے لیے میری چند تجاویز ہیں' حکومتی منسٹر صاحبان یہاں پر موجود ہیں وہ بھی اس پر غور کریں۔ قومی تحویل میں لیے گئے سکولوں کی حالت زار بھی مدنظر رکھنی چاہیے ان کو آج بھی ایسا ہی سمجھا جا رہا ہے کہ شاید یہ آج بھی پرائیویٹ ہیں۔ ان کے لیے کلاس فور کے وہی ملازم ہیں جو 1972ء میں تھے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ایک تو ان تعلیمی اداروں کے لیے خصوصی فنڈز مہیا کیے جائیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ وہ تعلیمی ادارے سیاسی لوگوں کی مداخلت کی وجہ سے سیاسی اکھاڑے بنے ہوئے ہیں۔ آج ہیڈ ماسٹر کسی ماسٹر کی شکایت کرتا ہے' اس کا تبادلہ کرواتا ہے تو دوسرے دن وہی ٹیچر اپنا تبادلہ رکوا کر بڑے فخر سے کہتا ہے کہ ہیڈ ماسٹر صاحب! مجھے join کریں۔ آپ نے تو مجھے نکالا تھا۔ میں پھر آ گیا ہوں۔ جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ محکمہ تعلیم میں تبادلے صرف اور صرف اپریل کے مہینے میں ہی کیے جائیں۔ وہ بھی اگر ضروری ہوں تو۔ یا وہ جنھیں انتظامی طور پر ہیڈماسٹر کسی استاد کی جو ادارے کا ڈسپلن خراب کرتا ہو' اس کی سفارش کرے۔ جناب سپیکر! اپریل کے مہینے سے تبادلے کرنے کا رجحان اگر پیدا ہو' حکم صادر ہو تو ایسا ہوگا کہ وہ استاد جو اپریل کے مہینے میں کلاس لے گا وہ ۳۱۔مارچ تک اپنی کلاس کا ذمہ دار ہوگا۔ جناب سپیکر! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ٹیچر کو تبدیل کر کے کہیں بھیجا جاتا ہے۔ وہ نہ تو اپنی پچھلی کلاس کا ذمہ دار ہوتا ہے اور نہ اگلے سکول میں جا کر اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ کہتا ہے جی' میں تو آج آیا ہوں۔ جناب سپیکر! جو پرائمری سکول ہیں' جو بنیادی حیثیت رکھتے ہیں' اگر وہاں بچوں کو صحیح تعلیم نہیں دی جائے گی تو وہ ہائی سکولوں میں جا کر کیا کریں گے۔ جناب سپیکر! ایسا ہوتا ہے کہ پرائمری سکول والوں نے خود ہی اپنے بچوں کا امتحان لینا ہوتا ہے۔ ایک عارضی سنٹر قائم کر لیا' وہاں بچوں کے امتحان ہوئے اور سبھی کو پاس کر دیا۔ لیکن جب وہ ہائی سکولوں میں جاتے ہیں' ان کے ٹیسٹ

لیے جاتے ہیں تو وہ زیرو ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! اگر ہائی سکول والے بچوں کو زیرو لیں گے تو وہ ان پر کیا محنت کریں گے؟ لہٰذا میری یہ تجویز ہے کہ جو پرائمری سکول ہیں وہ ہائی سکولوں کے ماتحت کر دیے جائیں تاکہ ایک مہینے میں، دو مہینے میں ہیڈ ماسٹر ہائی سکول اپنے ماتحت سکولوں کے بچوں کا ایک ٹیسٹ لے سکے تاکہ بعد میں وہ یہ نہ کہہ سکے کہ آپ نے ہمیں بچے زیرو دیے تھے۔ ہم ان کو کیا پڑھائیں گے؟ جناب سپیکر! یہ ہمارے دیہات میں ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ پرائمری سکول والے بچوں کو پاس کر دیتے ہیں۔ لیکن ہائی سکول والے جب ٹیسٹ لیتے ہیں تو بچے ٹیسٹ پاس نہیں کرتے۔ لہٰذا ان کو داخل نہیں کرتے۔ جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ پنجاب کے تمام دیہاتوں کا یہ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے کہ وہاں سائنس ٹیچرز تعینات نہیں ہیں۔ کافی عرصے سے سائنس ٹیچرز کی اسامیاں خالی چلی آ رہی ہیں۔ تو میں گزارش کروں گا کہ ان اسامیوں پر بے شک اگر ضروری نہیں بھرتی ہو رہی، یا اس میں کوئی پابندی ہے، یا ban ہے تو وہاں ایڈہاک ٹیچرز فراہم کیے جائیں تاکہ بچے سائنس کی تعلیم جاری رکھ سکیں۔ جناب سپیکر! آئے دن اخبارات میں یہ خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ فلاں سکول کے ہیڈماسٹر اپنے عملے کی تنخواہیں فلاں شہر سے لے کر آ رہے تھے کہ راستے میں ڈاکہ پڑ گیا۔ ڈاکوؤں نے ان سے تنخواہیں لوٹ لیں۔ جناب سپیکر! میرے خیال میں جہاں بھی ہائی سکول ہوتا ہے، وہ ایک قصبہ ہوتا ہے اور قریباً ہر قصبے میں ایک آدھ بینک ضرور ہوتا ہے۔ اس میں میری تجویز یہ ہے کہ وہ ہیڈماسٹر، ہائی سکول جو ہے اس کو یہ سہولت دی جائے کہ جو اس کا متعلقہ بینک ہے، اس کو تنخواہ وہاں سے دی جائے۔ نہ وہ دور دراز دیہاتوں سے شہروں میں تنخواہ لینے کے لیے آئیں اور نہ ہی لوٹے جائیں۔

جناب سپیکر! میرے علاقے کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جو صوبائی حکومت سے متعلقہ تو نہیں ہے۔ لیکن میں پھر بھی گزارش کروں گا کہ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے وفاقی حکومت کو لکھا جائے۔ جناب سپیکر! وہ مسئلہ یہ ہے کہ لاہور سے چک جھمرو کے لیے ایک وقت تک سات ٹرینیں جاتی تھیں۔ اور وہاں سے سات ٹرینیں آتی تھیں۔ جناب سپیکر! یہ بات توجہ طلب ہے کہ موجودہ حکومت نے نارووال چک جھمرو سیکشن پر صرف ایک ٹرین رہنے دی۔ یہ ہمارے علاقے کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر پہلے جتنی سات نہیں تو کم از کم چار پانچ ٹرینیں ضرور چلنی چاہییں۔

جناب سپیکر! میں اب پھر بجٹ پر آتا ہوں۔ Livestock and Dairy Development, Wild Life and Fisheries، ان محکموں نے اس بجٹ میں ضلع نارووال کے لیے کوئی رقم نہیں رکھی جو نہایت افسوس کی بات ہے۔ اسی طرح کوآپریٹو، Rural Credit and Food Storage والوں نے

بجٹ میں ضلع نارووال کے لیے کوئی رقم نہیں رکھی۔ جناب سپیکر! یہ ایک سکیم ہے۔ اس پر ذرا غور کریں۔ واٹر اینڈ پاور کی سکیموں میں ضلع نارووال کے لیے ایک سکیم رکھی گئی ہے اور اس کے لیے ایک لاکھ روپے رکھے ہیں۔ ضلع نارووال کی ایک سکیم کے لیے ایک لاکھ روپے رکھے ہیں جو سکیم کے کل تخمینے کا دو فی صد ہے۔ جناب سپیکر! جنرل ایڈمنسٹریشن کے اخراجات میں رواں سال کے لیے اضافہ ساٹھ فی صد سے بھی زیادہ کیا گیا ہے جو ایک خطرے کی علامت ہے۔ جناب سپیکر! عدالتی معاملات میں کسی قسم کی حکومتی صلاح کے بغیر عدالتی اخراجات میں پنجاب میں تقریباً پچیس فی صد کا اضافہ حکومت کی لاپرواہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جناب سپیکر! اب ان تمام ناانصافیوں کا ذکر کرنے کے بعد میں اپنے معزز دوست رانا ظہیر احمد کا حوالہ ضرور دوں گا جنھوں نے بجٹ تقریر میں یہ کہا تھا کہ یہ موجودہ حکومت کا کارنامہ ہے کہ انھوں نے آپریشن کلین اپ کے ذریعے سڑکوں کو کھلا کیا ہے، چوراہوں کو کھلا کیا ہے۔ جناب سپیکر! میں گزارش کروں گا کہ یہ کارنامہ ہے؟ ہمارے شکرگڑھ میں جو ضلع کونسل کی ملکیت دکانیں تھیں، جن میں ہزاروں لوگ اپنی روزی کما رہے تھے، ان کو بلڈوز کیا گیا، ان کو بے دکان کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ کہوں گا کہ،

جن کو دعویٰ ہے کہ سینچا ہے بیاباں ہم نے
ان سے پوچھو کہ اجاڑے ہیں گلستان کتنے

جناب سپیکر! شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ، امان اللہ بابر صاحب۔ جی، ظہیر الدین صاحب۔

جناب محمد ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میرا نام لے کر میرے محترم دوست امان اللہ خان صاحب نے ایک بات کی ہے۔ اس میں جناب کی اجازت سے اور جناب کی وساطت سے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ضلع کونسل کی properties، میونسپل کارپوریشن کی properties جو کہ چوراہوں کے ارد گرد یا سڑکوں کے ساتھ ہوتی ہیں، جب population اور traffic pressure کم ہوتا تھا تو ضلعی انتظامیہ کی discretion ہوتی ہے کہ عارضی طور پر وہ استعمال کے لیے دے دیتے ہیں۔ لیکن جب traffic choke ہو جائے، اس شہر کے باسیوں کا چلنا پھرنا دوبھر ہو جائے تو اسی لیے اس میں شق رکھی گئی ہوتی ہے کہ جب چاہے، کارپوریشن، کمیٹی اور ڈسٹرکٹ کونسل ان کو واپس لے سکتی ہے۔ اور

یہ تیس چالیس سال کے بعد اسی وقت واپس لی گئی ہے جب pressure اتنا بڑھ گیا کہ لوگوں کا چلنا مشکل ہو گیا۔ لوگوں کا رک رک کے اپنی منزل مقصود پر وقت پر پہنچنا مشکل ہو گیا تو پھر remove کیا گیا ہے۔ دیتے وقت ہی یہ شرائط میں لکھا گیا تھا کہ یہ آپ کا حق نہیں ہے کہ آپ مستقل طور پر یہاں رہیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ حزب اقتدار کی طرف سے تو میرے پاس کوئی نام نہیں آیا۔ اپوزیشن کی طرف سے اگلا نام میرے پاس ہے میاں معراج دین۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! حکومتی بنچوں کی طرف سے جن لوگوں کے جن دوستوں کے آپ نے نام پکارے ہیں ان میں مشیر بھی ہیں۔ اور ہمارے انتہائی اچھے دوست بھی ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! آپ یہ بات محسوس نہیں کر رہے کہ یہ جو بجٹ پیش کیا جا رہا ہے حکومتی بنچوں کی طرف سے اس میں ان کی دلچسپی کا کیا عالم ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ! دونوں طرف ہی یہی عالم ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب والا! زیادہ ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں۔ بجٹ سیشن میں زیادہ کردار اپوزیشن کا ہوتا ہے۔ ان کی طرف سے بھی یہی پوزیشن ہے۔ میرے پاس آج اپوزیشن کے نو نام ہیں۔ تو میرے خیال میں چند دوست آئے ہیں۔ میاں امتیاز احمد! وہ تشریف رکھتے ہیں۔ میاں امتیاز احمد اپنی تقریر کا آغاز کریں گے۔

میاں امتیاز احمد، شکریہ جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آج آپ نے مجھے بجٹ پر اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب سپیکر! بجٹ کسی بھی ملک، کسی بھی صوبے کی ترقی اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے تیار کیے جاتے ہیں۔ مگر ہمارے ہاں جیسے جیسے بجٹ قریب آتا ہے، جون کا مہینہ قریب آتا ہے عوام میں بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جیسے ہی جون آتا ہے ہم اپنے عوام پر بے پناہ ٹیکسز لگا دیتے ہیں اور جس کا بوجھ ہمارے غریب عوام کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جناب سپیکر! مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ عوامی حکومت کا دعویٰ کرنے والی

حکومت نے عوام کو ایسا بجٹ دیا ہے اور جب یہ بجٹ غریب عوام پر حملہ آور ہوگا تو ایسے ایسے آپ کو جرائم اور ایسے ایسے واقعات کا سامنا کرنا پڑے گا کہ انسانی عقل اور انسان ایسے واقعات سے شرما جائے گا۔ جناب سپیکر! اس بجٹ نے میرے پاکستان کے غریب عوام کی نیندیں حرام کردی ہیں۔اور بے بس عوام کے چہروں سے رونق چھین لی ہے۔ اس بجٹ میں چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اپنے پاکستان اور اپنے پنجاب کے عوام کے لیے ایسے منصوبے اور ایسی پالیسیاں وضع کرتے جس سے ہمارا صوبہ ترقی کرتا۔ مگر اس صوبے کے لیے بجائے ترقی کے ہم نے ٹیکسوں کے سوا کچھ نہ دیا۔ ہماری حکومت بجٹ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے مطابق تیار کرتی ہے ۔ جس کی وجہ سے ہمیں اور ہمارے عوام کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ ہمارے مسائل نہیں سمجھتے۔ ہمارے غریب عوام جس مشکل سے اس وقت گزارہ کر رہے ہیں اس کا مظاہرہ جناب سپیکر! آپ نے سڑکوں پر کھرکوں کے مظاہروں سے بھی دیکھ لیا ہے۔ اس بجٹ میں ہم نے تنخواہوں میں اضافہ نہیں کیا۔ اور اگر کیا بھی ہے تو وہ اونٹ کے منہ میں زیرہ دینے کے مترادف ہے۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ ہم اپنے عوام کو یہ خوشحالی دیں گے تو دوسری طرف ان کی تنخواہیں بھی نہیں بڑھاتے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ کرپشن صوبے میں اور پاکستان میں بہت زیادہ ہے۔ جناب سپیکر! کرپشن کی ابتدا تو ہم خود کرتے ہیں۔ کہ جب ہم اپنے ملازمین کی تنخواہیں نہیں بڑھاتے تو وہ کرپشن پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ان کی تنخواہیں ختم کر دی جائیں اور وہ جو کام کریں اس کا معاوضہ وہ اپنے عوام سے خود وصول کرلیں۔ میں تو یہ تجویز کرتا ہوں کہ یہ انٹی کرپشن کا محکمہ جو ملازمین کے سر پر کھڑا کیا گیا ہے اس کو ختم کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ کرپشن کی دعوت تو ہم خود دیتے ہیں۔ اور یہ حکومت کہتی ہے ہم نے چالیس ہزار انگلش ٹیچر بھرتی کیے ہیں۔ جناب والا! ہمارے لوگوں کا پیٹ انگلش سے نہیں بھرے گا اور چالیس ہزار اساتذہ کے بعد جو بچے تعلیم حاصل کر کے بے روزگار پھریں گے تو پھر ان کے ہاتھوں سے کلاشنکوف کوئی نہیں چھین سکے گا۔ کیونکہ بے روزگاری انسان کو بہت کچھ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ جناب والا! چاہیے تو یہ تھا کہ انگلش ٹیچر بھرتی کرنے کی بجائے ہم اپنے لوگوں کو فنی تعلیم کی طرف راغب کرتے اور اپنے بچوں کو فنی تعلیم دیتے۔ جناب والا! آپ دیکھیں چین اور جاپان جیسے ملک میں جہاں انگلش کو کوئی جانتا بھی نہیں ہے۔ لیکن انھوں نے کتنی ترقی کی ہے۔ یہ سب فنی تعلیم کی بدولت ہوا ہے۔ جناب والا! اس بجٹ میں میرے ضلع رحیم یار خان کے لیے جو کہ پورے صوبہ سندھ جتنی کپاس پیدا کرتا ہے۔ اور یہاں بیٹھے لوگوں کو یہ بھی نہیں پتا کہ رحیم یار خان واقع کہاں ہے جناب والا! رحیم یار خان کے لیے اس بجٹ میں کچھ

نہیں رکھا گیا۔ اس کی وجہ جناب والا! ہمارے بے بس وزیر خزانہ جو کہ رحیم یار خان سے تعلق رکھتے ہیں ان کی مجبوریاں ہوں گی۔ ابھی کچھ دن پہلے اخبارات میں صوابدیدی فنڈ کا مسئلہ اخبارات میں آ رہا تھا کہ وزیر خزانہ صاحب بھی صوابدیدی فنڈ استعمال کریں گے تو جناب والا! سب سے زیادہ خوشی ہمیں ہوئی کہ چلیں اوکاڑہ کی طرح رحیم یار خان کا بھی نمبر لگے گا۔ مگر افسوس کہ اب دوبارہ پھر پتا چلا ہے کہ صوابدیدی فنڈز وزیراعلیٰ خود استعمال کریں گے۔ جناب والا! ہمارے ضلع کے ساتھ ایک اور ناانصافی کے متعلق آپ کے سامنے میں حقائق پیش کروں گا۔ کہ جناب سکارپ ۶ کا منصوبہ جو رحیم یار خان کے لیے تھا، اس کے دفاتر رحیم یار خان میں ہیں۔ اور ان دفاتر کو ڈیرہ غازی خان میں شفٹ کیا جارہا ہے۔ اس لیے کہ چولی کی غیر آباد زمینیں آباد کی جائیں۔ جناب سپیکر! ابھی وہاں منصوبہ بنا نہیں ہے اور رحیم یار خان میں منصوبہ چل رہا ہے۔ لیکن وہاں پر سکارپ کے دفاتر کو شفٹ کر کے ڈیرہ غازی خان لے جایا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہاں میں ایک بات یہ بھی کہوں گا کہ آپ ایک ٹیم بنائیں جو ہمارے رحیم یار خان کے ان چکوک کو جا کر دیکھے جہاں یہ سیم کا پانی سٹور کیا گیا ہے۔ جناب والا! اس کے اثرات بتیس چکوک پر پڑے ہیں۔ اور وہ چکوک جن کی زمین اتنی سرسبز تھی اور وہاں اتنی فصل ہوتی تھی، اب وہاں درخت بھی سوکھ چکے ہیں۔ اور یہ سب سیم کے پانی کے اثرات کی وجہ سے ہوا ہے جناب والا! وہاں پانی کیوں سٹور کیا گیا ہے؟ کہتے ہیں کہ یہ defence point of view سے یہ پانی جمع کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! آپ جا کر دیکھیں جہاں یہ پانی جمع کیا گیا ہے اس کے پچھلی طرف ۲۵ میل کا ایریا ابھی باقی ہے۔ تو اگر ہم نے یہ defence point of view سے پانی جمع کیا ہے تو ہم نے ۲۵ میل کا ایریا تو خود surrender کر دیا ہے۔ جناب والا! میری آپ سے استدعا ہے کہ وفاقی حکومت سے یہ کہیں کہ یہ جو سکارپ کا منصوبہ رحیم یار خان میں ہے اس کو فوری طور پر مکمل کریں۔ اور یہ باقی چکوک جو اس کے اثرات سے متاثر ہو رہے ہیں انھیں بچایا جائے۔ اور جناب والا! اس بجٹ میں ہمارے شہر رحیم یار خان کے لیے کوئی ایسی سکیم نہیں رکھی گئی۔ میرے شہر رحیم یار خان کے لوگ پینے کے پانی کو ترستے ہیں۔ اور وہاں کی سڑکیں دیکھنے کے قابل ہیں۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ آپ اس حکومت کو رحیم یار خان کے لیے بھی کچھ فنڈز رکھنے کے لیے کہیں۔

جناب والا! اس بجٹ تقریر میں، میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ یہ حکومت ایک نئی ریت ڈال رہی ہے کہ میاں محمد نواز شریف صاحب، میاں اظہر صاحب اور چودھری شجاعت صاحب پر بغاوت کا مقدمہ قائم کیا گیا ہے۔ اگر یہی کچھ کرنا ہے تو کل وٹو صاحب پر بھی یہی مقدمہ قائم ہو گا۔ ہم نے

اس ریت کو ختم کرنا ہے۔ نواز شریف پر بغاوت کا مقدمہ کیوں بنایا گیا ہے؟ کیونکہ وہ ایک محب وطن لیڈر ہے اور اس کو پاکستان کے 12 کروڑ عوام کی حمایت حاصل ہے۔

جناب والا! میں آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ حکومت کو ایسے اقدامات سے روکیں کیونکہ اس سے اس پاکستان کے عوام میں بے چینی ہے۔ میں آخر میں آپ سے اس امید سے کہ میں نے جو چند گزارشات کی ہیں آپ انھیں حکومت تک پہنچائیں گے اجازت چاہتا ہوں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

جناب عبید اللہ شیخ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی عبید اللہ شیخ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب عبید اللہ شیخ ، جناب سپیکر ! کل بھی بجٹ تقریر کے موقعہ پر میں نے عرض کیا تھا کہ چوک ناظم مصری شاہ میں ایل۔ ڈی۔ اے اور واسا نے جو گڑھے کھودے ہوئے ہیں کل ایک نوجوان ڈاکٹر جو موٹر سائیکل پر سوار تھا اس نے وہاں گر کر تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ میرے حلقے میں یہ اکھاڑ پچھاڑ جو ہے یہ ضمنی انتخاب کے موقعہ پر کی گئی تھی اور آج تک ان گڑھوں کو پُر نہیں کیا گیا۔ میری بار بار اسمبلی کے فلور پر یہ بات کرنے پر بھی وہاں کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ لاہور کے اندر اس وقت تین محکمے کارپوریشن' واسا' ایل۔ ڈی۔ اے 'ہزاروں ملازمین کو وہاں لاکھوں اور کروڑوں کی تنخواہیں دی جا رہی ہیں لیکن لاہور کے مسائل کی طرف کوئی توجہ دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ صرف اسی لیے کہ لاہور کے ساتھ سیاسی دشمنی کی بناء پر آج لاہوریوں کو بالکل مسائل میں دوچار چھوڑ دیا گیا ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ ان متعلقہ افسران کے خلاف کارروائی کی جائے اور ڈائریکٹر جو ہے اس کو فوری طور پر معطل کیا جائے کہ آج وہ گڑھے جو ہیں وہ موت کے گڑھے بنے ہوئے ہیں۔ آپ خود اس بات سے اندازہ کر رہے ہیں کہ شہری کس طرح زندگی بسر کریں گے کہ کل تھوڑی سی بارش ہوئی ہے اور وہاں نوجوان ڈاکٹر کی ایک قیمتی جان جو ہے وہ ضائع ہو چکی ہے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر ، اگلے سپیکر میجر سیف اللہ چیمہ ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) سیف اللہ چیمہ ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شکریہ جناب سپیکر! آپ نے مجھے بجٹ 96-1995ء پر بولنے کا موقعہ دیا۔

جناب سپیکر! بجٹ 96-1995ء پر کسی تبصرے سے پہلے میں چاہوں گا کہ گزشتہ بجٹ یا

موجودہ بجٹ 95-1994ء پیش کرتے وقت وزیر خزانہ نے جن وعدوں اور جن کامیابیوں کا ذکر کیا تھا ہمیں آج دیکھنا ہے کہ ان میں سے کتنے وعدے پورے ہوئے۔ کس حد تک حکومت ان وعدوں کو پورا کرنے میں کامیاب رہی۔

جناب سپیکر! سب سے پہلے محترم وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا تھا کہ ہم مالیاتی ڈسپلن قائم کریں گے اور خسارہ جو کہ ہر سال بجٹ میں ہے اس کو ختم کر دیا جائے گا۔ اس میں سٹیٹ بینک سے 800 کروڑ کا جو قرضہ پنجاب حکومت کو لینا پڑتا تھا جس پر سود کی شرح تقریباً 84 کروڑ بنتی تھی، غالباً یہ تقریباً 9 ارب روپیہ بنتا تھا جو کہ پنجاب حکومت پچھلے گزشتہ سات آٹھ سالوں سے سٹیٹ بینک کی مقروض تھی۔ اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے اپنے بجٹ میں وعدہ کیا تھا۔ تو اس وعدے کو پورا کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

نمبر 2، پنجاب بینک جو کہ گزشتہ حکومت نے قائم کیا تھا جس کو راموکی بنی کہا جاتا تھا۔ وہ قائم کیوں کیا گیا؟ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے۔ چونکہ شیڈول بینک پہلے ہی کنگلے ہو چکے تھے۔ وہاں سے مزید قرضہ جات نہیں مل سکتے تھے۔ لہذا پنجاب بینک قائم کیا گیا تاکہ لوگوں کی امانتوں کو اپنے مصرف میں لایا جائے۔ سٹیٹ بینک نے اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے اس کو شیڈول کرنا مناسب نہ سمجھا۔ موجودہ حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ اس کو شیڈول کیا جائے گا اور لوگوں کی امانتوں کو تحفظ دیا جائے گا۔ پنجاب بینک اب ایک شیڈول بینک ہے۔

تیسرا وعدہ جو وزیر خزانہ نے کیا تھا وہ تھا خسارے کو کم کر کے بچت کی طرف لے جانا۔ گزشتہ سال یعنی موجودہ سال جو جا رہا ہے اس میں 2 ارب 51 کروڑ روپیہ بچت کر کے وہ بھی غیر ترقیاتی اخراجات میں کمی کر کے 2 ارب 50 کروڑ روپیہ حکومت نے بچایا تھا جس کو ترقیاتی کاموں کی طرف لگایا گیا ہے۔

چوتھا وعدہ جو حکومت نے بجٹ پیش کرتے ہوئے کیا تھا وہ یہ تھا کہ ہم مالیاتی اداروں جو کہ غیر ملکی مالیاتی ادارے ہیں ان کی طرف سے ایک stress ہے کہ خسارے کے بجٹ کو کم کیا جائے وہ وعدہ بھی پنجاب حکومت نے اس سال کے بجٹ میں پورا کر دیا ہے۔

جناب سپیکر! میں ساری تعریفیں نہیں کروں گا۔ جوں جوں میری تقریر آگے بڑھے گی اس میں کوتاہیوں کا ذکر بھی ضرور ہو گا۔ اب ہم بجٹ 96-1995ء پر آتے ہیں۔ اس سال جو ترجیحات رکھی گئی ہیں وہ وہی ہیں جو گزشتہ سال تھیں۔ اس ملک میں جہاں پر 70 فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے

ان کا واسطہ ' بالواسطہ یا بلاواسطہ زراعت سے ہے۔ جب تک اس اکثریت کو زندگی کی وہ آسائشیں یا وہ ضروریات جو کہ کم از کم ضروریات ہیں وہ نہیں مل سکتیں یا نہیں ملتیں تب تک ہم اپنے ملک کو کبھی بھی ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں کھڑا نہیں کر سکتے۔ جس بجٹ میں اس اکثریت کے لیے کچھ نہ رکھا گیا ہو اس بجٹ کو ترقی والا بجٹ یا اچھا بجٹ نہیں کہا جا سکتا۔ 15 فیصد لوگوں کے لیے رکھی گئیں رقوم تاکہ 70 فیصد لوگ ان کی تجوریوں کے لیے ایندھن کا کام دیں۔ یہ بڑی بڑی فیکٹریاں جن کا آج رونا رویا جاتا ہے کہ بند پڑی ہیں۔ یہ تو بند ہونی ہی تھیں' جب شاخ نازک پر آشیانہ بنے گا تو جناب سپیکر! وہ ناپائیدار ہو گا بنکوں کی رقم اور Kick back کے عوض لی گئی رقوم جن سے یہ فیکٹریاں لگی تھیں جب قومی بنکوں نے مزید مدد سے انکار کیا تو بند ہو گئیں ان فیکٹریوں کے مالکان غریب کسان نہیں ہیں' جو خسارے میں رہ کر صدیوں سے انسانوں کا پیٹ پالتے آئے ہیں' وہ خود تو ننگے پاؤں پھرتے ہیں گرمیوں میں تپتی دھوپ میں جلتے ہیں مگر پھر بھی کام کرتے ہیں۔ یہ کسان نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! اس ملک کا سرمایہ دار بہت ظالم ہے۔ سوائے اپنی تجوریوں کا پیٹ بھرنے کے اسے کسی دوسرے کا قطعاً" کوئی احساس نہیں ہے۔ یہ فیکٹریاں Ittefaq Foundries ' اتفاق برادرز' چودھری برادرز اور منشا گروپ۔ جناب سپیکر! یہ گروپس کہاں سے بنے ہیں۔ یہ آپ کا میرا اور اس غریب قوم کا سارا پیسہ ان کی تجوریوں میں گیا ہے تب جا کر یہ لوگ بنے ہیں۔ انہوں نے کوئی سوتر نہیں بیچا تھا۔ اب جب مالیاتی اداروں نے اس پیسے کا تقاضا کرنا شروع کر دیا ہے جو انہوں نے بغیر equity کے لیا تھا جس پر کروڑوں Kick back لیا گیا جو بیرونی بنکوں میں چلا گیا تو فیکٹریاں بند ہو گئیں۔ جناب والا! ناانصافی اور بے انصافی پر جو بھی کام شروع کیا جائے گا وہ کبھی بھی پائیدار نہیں ہو سکتا اور وہ کبھی بھی نہیں چل سکتا۔

جناب والا! موجودہ حکومت نے ۷۰ فیصد آبادی کی لیے جو ہماری معیشت کا بڑا حصہ ہے۔ جس کی وجہ سے ہماری معیشت کا پہیہ گھومتا ہے ان کے لیے کام کرنے کی ٹھانی ہے۔ ان کو بہتر ماحول دینے کا سوچا ہے تاکہ جو صدیوں سے طبقاتی نظام کا شکار ہیں اس نظام کو سراسر ہم زیادتی کا نظام سمجھتے ہیں اور اس کو بدل دینا چاہتے ہیں ۔ موجودہ بجٹ جو ۷۲ ۔ ارب اور ۶۸ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔۔۔۔

راجہ جاوید اخلاص، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرے محترم جناب سیف اللہ چیمہ صاحب نے Ittefaq Foundries اور چودھری برادران کا تو ذکر کیا ہے تو براہ مہربانی اگر یہ میرٹ پر بات کرنا

چاہتے ہیں تو سینیٹر گلزار اور آصف زرداری کے متعلق بھی چند باتیں کر دیں کہ آج کل وہ کیا کچھ کر رہے ہیں اور جس طرح سے کروڑوں اور اربوں روپے کے گھپلے کر رہے ہیں ان کا ذکر بھی کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راجہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ چونکہ راجہ جاوید اخلاص صاحب چوتھی دفعہ اس اسمبلی میں منتخب ہو کر آئے ہیں لیکن مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر ہرگز نہیں بنتا ان کو بھی پتہ ہے۔ آپ کے خیالات جو آپ نے کل بیان کیے تھے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ فاضل اراکین سے اتفاق کرتے ہوں یہ تو ایک ایسی بات ہے جو نیا ممبر کرتا تو مجھے کوئی افسوس نہ ہوتا۔ مہربانی۔ سیف اللہ صاحب! آپ ان کی بات کا حوالہ نہ دیجیے اپنی تقریر کو جاری رکھیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں ویسے آپ کی رولنگ سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہاں ذاتیات کی بات نہیں کرنی چاہیے لیکن راجہ جاوید اخلاص صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر تھا ہی یہی کہ رکن اسمبلی ذاتیات کی بات کر رہے تھے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! آپ صدارت کی کرسی پر اسی لیے بیٹھے ہیں یہ تو آپ کو چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر آپ یہ چاہتے ہیں اور میں اگر strictly observe کروں گا تو پھر یہ تقریریں نہیں ہو سکیں گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! جہاں ذاتیات کی بات آئے آپ براہ مہربانی وہاں strictly observe کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں کھوسہ صاحب کی اس بات پر یہ کہوں گا کہ جو بھی فاضل اراکین یہاں تقریر کریں وہ کسی بھی فاضل رکن یا کسی اور شخص کا نام نہ لیا کریں جو اپنے آپ کو یہاں defend نہیں کر سکتا اور جو یہاں حاضر بھی ہیں ان کے بارے میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک فاضل رکن نے یہ کہا ہے اس کا نام تک نہ لیا کریں۔ یہ روایات کے خلاف ہے۔ جی سیف اللہ صاحب۔

میجر (ریٹائرڈ) سیف اللہ چیمہ، شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا قصداً" یہ پروگرام نہیں تھا کہ میں کسی دوست کا نام لوں۔ یہ ایسے ہی یہاں ذکر آ گیا اور میں نے اتفاقاً" کہہ دیا۔

جناب سپیکر! میں موجودہ بجٹ کی بات کر رہا تھا جو ۷۲ ۔ ارب ۵ کروڑ کا ہے جس میں خرچ کا تخمینہ تقریباً" ۶۸ ۔ ارب اور کچھ ہے جس میں سے تقریباً" ۲ ۔ ارب ۵۱ کروڑ روپے بچت ہو گی تو جناب والا! یہ بچت کا بجٹ پیش کرنا پنجاب حکومت کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آپ پچھلا ریکارڈ دیکھ لیجیے پنجاب میں آج تک کبھی بچت کا بجٹ پیش نہیں کیا ہمیشہ خسارے کا بجٹ ہوتا ہے ۔ یہ ۲ ۔ ارب اور ۵۱ کروڑ روپیہ ہمیں ترقیاتی کاموں کے لیے available ہو گا۔ دنیا کو ہم یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ پنجاب اس وقت خسارے میں نہیں ہے۔جناب والا! اب اس میں جو ترجیحات ہیں ان کو دیکھیے ان میں سے پہلے جس شعبے میں آج تک کوئی کام نہیں ہوا اور جس میں اتنی زیادہ گمراہی دکھائی گئی وہ تعلیم کا شعبہ تھا۔ جناب سپیکر! جب پاکستان بنا تھا اس وقت یہاں پر پڑھے لکھے لوگوں کی شرح تقریباً" ۲۱ فیصد تھی گزشتہ سالوں میں یہ کم ہو کر ۱۷ فیصد ہو گئی یہ اس قوم کے لیے کتنی بڑی زیادتی ہے۔ ہم اکیسویں صدی میں جا رہے ہیں اور بڑا زور لگاتے ہیں کہ We are going into the 21 century لیکن اس صورتحال کے ساتھ جب کہ یہاں پر سب لوگ ان پڑھ ہیں اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے ارد گرد کو دیکھیں یورپ کے ساتھ تو مقابلہ شاید ہمارے لیے بہت مشکل ہے لیکن اپنے ارد گرد کے ملکوں کے ساتھ مقابلہ تو ضروری ہے اگر ہم نے زندہ رہنا ہے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر نے گھنٹی بجائی)

جناب سپیکر! تھوڑا سا وقت بڑھایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے اس پوائنٹ آف آرڈر کا وقت منہا کر دیا۔ ہر سپیکر کے لیے پندرہ منٹ ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) سیف اللہ چیمہ : جناب سپیکر! بہت سارے ممبر نہیں ہوں گے لہٰذا مجھے ہی بولنے دیں۔

جناب سپیکر! اس ملک میں تعلیم ایک neglected شعبہ تھا۔ دور دراز کے دیہاتوں میں لوگوں کو تعلیم سے علیحدہ رکھا گیا۔ جناب والا! یہ کتنی غیر فطری بات تھی کہ ہم ستر فیصد لوگ، جو اس ملک کی معیشت کا پہیہ گھماتے ہیں۔ ان کے بچوں کو تعلیم سے محروم رکھ رہے ہیں اور صرف امیروں کے بچے یا شہروں میں رہنے والے لوگ اس شعبہ سے یا تعلیم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اس حکومت نے تعلیم پر تقریباً" ۲۴ فیصد اضافہ کیا ہے۔ یہ بہت بڑا احسن قدم ہے۔ اس

سے سکولوں کی ناگفتہ بہ حالت کو بہتر حالت میں لانے اور عمارات کو بہتر حالت میں لانے کا مقصد ہے اور اساتذہ کو سکولوں میں بھرتی ہونے کے لیے اسامیاں create کی گئیں۔ جناب والا! انگریزی کی تعلیم کے بارے میں میرے ایک دوست ابھی کہہ رہے تھے کہ یہ کوئی اتنا بڑا قدم نہیں ہے کہ جناب آپ نے انگریزی شروع کر دی ہے اور اس سے آپ معیشت میں بڑی change لے آئیں گے تو جناب سپیکر! ہمارا اس وقت جو نظام ہے ہم اس سے اب بھی یورپ کے ساتھ منسلک ہیں یا تو ہم اس سسٹم کو ہی change کر دیتے جو ابھی تک کسی نے نہیں کیا۔ جناب والا! جب تک ہمارے ہاں انگریزی media of instructions ہے انگریزی بطور media of instruction language نہیں بلکہ بطور subject سمجھی جاتی ہے۔ امیروں کے بچے انگریزی پڑھ کر جب مقابلہ کے امتحان میں بیٹھتے ہیں تو غریب کا بچہ جو کہ ٹاٹ سکول اور اردو medium of instruction میں پڑھ کے آتا ہے وہ اس کا کبھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے حکومت کا یہ قدم کہ غریبوں کے بچوں کو بھی امیروں کے بچوں کی طرح پہلی جماعت سے انگریزی ملنی چاہیے۔ یہ ایک مساوات ہے جس کو قائم کرنا حکومت کا ایک اچھا اقدام ہے۔ انگریزی ٹیچروں کا تقرر بےروزگار گریجویٹس کے لیے ہے۔ جناب سپیکر! فنی تعلیم، جس کی بات بڑی دھوم دھام سے کی جاتی ہے۔ فنی تعلیم بھی دی جا رہی ہے۔ جب بنیادی تعلیم ہی نہیں ہے تو فنی تعلیم کیا کرے گی۔ بنیادی تعلیم تو ہونی چاہیے۔ اگر آپ نے یہاں بڑھئی، لوہار یا ترکھان ہی بنانا ہے تو اپنے ملک میں اتنا زیادہ روزگار نہیں ہے۔ اگر آپ نے لوگوں کو باہر بھیجنا ہے جیسے کہ باہر جا رہے ہیں تو پہلے آپ ان کو تعلیم سے آراستہ کریں گے تب ہی وہ فنی تعلیم ان کے کام آئے گی۔ جب یہاں پر انڈسٹری چل ہی نہیں رہی سب بند پڑی ہیں۔ کیونکہ وہ تو قرضوں پر لی گئی تھیں۔ فنی تعلیم کیا کرے گی۔ بہرحال بیروزگار نوجوان جو کہ کلاشنکوف اٹھانے پر مجبور ہو چکے تھے سارے پڑھے لکھے لوگ تھے۔ ان کو روزگار دینا اس حکومت کا ایک احسن قدم ہے۔

دوسرا بڑا شعبہ صحت کا ہے۔ صحت میں جو رقم رکھی گئی ہے اس میں تقریباً 22 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ یہ بھی اچھا اقدام ہے۔ کیونکہ دور دراز کے علاقوں میں، دیہاتوں میں صحت اور اچھی سہولتوں کا مہیا کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ ہمارے ہاں بنیادی صحت یونٹ اور رورل ہیلتھ یونٹ دوائیوں اور ڈاکٹروں کے بغیر چل رہے تھے۔ حکومت نے اس بجٹ میں یہ رقم رکھ کر دور دراز کے علاقوں میں، دیہاتوں میں صحت کی سہولتیں پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ یہ بھی ایک اچھا قدم ہے۔ زرعی شعبہ جو کہ اس ملک کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب تک زراعت میں ترقی نہیں ہو گی

آپ کسی ترقی کا خواب نہ دیکھیں۔ جب تک 70 فیصدی لوگ جو کہ زراعت سے کسی نہ کسی طور پر منسلک ہیں ان کی آمدن نہیں بڑھے گی ان کا ماحول بہتر نہیں ہو گا۔ ان کے رہنے کی سہولیات ان کو نہیں دی جائیں گی تو شہروں کی طرف رجحان بڑھے گا۔ شہروں پر اور زیادہ آبادی کا بوجھ بڑھے گا۔ لہٰذا دیہی آبادی کے لیے سہولتیں ان کے گھر تک پہنچانا بہت ضروری ہے۔ شاہرات، بجلی، ٹیلیفون، ڈرینیج سکیمیں اور زراعت میں ترقی موجودہ حکومت کی ترجیحات میں شامل ہے۔ اور تقریباً ترقیاتی بجٹ کا 82 فیصد حصہ کا رخ دیہات کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔ یہ کسی کا بہت اچھا ذہن چلا ہے کہ جب تک آپ اپنے بنیادی شعبہ زراعت کو ٹھیک نہیں کریں گے۔ جناب سپیکر! چونکہ یہ زرعی معیشت کا ملک ہے۔ بہت سارے ملک دنیا میں ایسے ہیں کہ جنھوں نے زراعت سے ترقی کی ہے۔ ہمارے پاس افرادی قوت ہے، زمینیں ہیں اور دنیا کا سب سے بہترین اور سب سے بڑا نہری نظام ہے۔ موجودہ حکومت نے موجودہ بجٹ میں ان چیزوں کی ترقی کے لیے بہت ساری رقم رکھی ہے۔ جو کہ گزشتہ سالوں سے بہت زیادہ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ مین پاور ٹرینڈ ہو گی۔ زرعی شعبہ میں نہروں کی بہتری اور نہریں کھودنے کے لیے واٹر مینجمنٹ کے لیے زیادہ رقم رکھی گئی ہے۔ تقریباً 7 فیصد زیادہ رقم رکھی گئی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا احسن قدم اٹھایا گیا ہے۔ بارانی زراعت کے لیے 185 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ اس کے لیے ایک بہت بڑی رقم رکھی گئی ہے۔ بارانی یونیورسٹی کا قیام بذات خود ایک بہت بڑا اور بہترین اقدام ہے۔ جناب سپیکر، شکریہ!

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ! ---------- چودھری عبدالحمید صاحب!

چودھری عبدالحمید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر، میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جب یہاں پہ وزیر خزانہ صاحب اپنی تقریر فرما رہے تھے تو ہم سب دوست احتجاجاً واک آؤٹ کر گئے تھے۔ جب شام کو ٹی وی پہ دیکھا تو وزیر خزانہ ایسے محسوس ہو رہے تھے کہ جیسے مکمل تین دن بیوروکریٹس نے ان کی تیاری کرائی ہو۔ اور ایک پرائمری کے بچے کی طرح رٹا لگایا گیا ہو اور یہ بھی تیاری کرائی گئی تھی کہ اگر اپوزیشن شور مچائے تو کیسے پڑھنا ہے اور اگر واک آؤٹ کر جائے تو پھر کس انداز سے پڑھنا ہے۔ اور اس کے بعد جب ہمارے قائد لیڈر آف اپوزیشن نے یہاں بحث کا آغاز کیا اور اس کے فوری بعد ہم سب نے دیکھا کہ یہاں پہ ایک ایسے شخص جس کا نام وصی ظفر ہے، اس کو موقع دیا گیا کہ جس نے کبھی بھی حالات کو اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا

اور انھوں نے ہمیشہ میرے قائد کی تقریر کا جواب اس انداز سے دیا ہے وہ انتہائی قابل افسوس ہے۔ موجودہ حکومت کا یہ دوسرا بجٹ ہے ۔ سابقہ حکومت کا رونا آج تک بند نہیں ہوا۔ حزب اقتدار والوں کی طرف سے جو میرا بھائی تقریر کے لیے اٹھا اس نے ایک ہی رونا رویا کہ سابقہ دور میں یہ ہوا ' سابقہ دور میں یہ ہوا' اتفاق فاؤنڈری یہ کر گئی ' فلاں صاحب یہ کر گئے ۔ میرا خیال ہے کہ اب دوسرا بجٹ پیش ہو چکا ہے۔ خدا را اب تو رونا بند کر دیجیے گا۔ اب تو خود بتلائیے گا کہ تم نے دوسرے بجٹ تک کیا تیر مارا ہے ۔ اور سابقہ حکومت کا رونا بند کیجیے گا۔ موجودہ حکومت نے اس ملک میں مہنگائی کا تحفہ دیا جس کی تفصیل میں بعد میں عرض کروں گا۔ لاء اینڈ آرڈر کا تحفہ دیا جس کی تفصیل میں بعد میں عرض کروں گا۔ اوپر سے نیچے تک لوٹ مار کا جو بازار گرم ہے وہ ایک بڑے سے بڑے آدمی سے لے کر ایک تندور والے سے بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ آج کل تمہارے ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ اور آج پوری دنیا جانتی ہے کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی ناکام ہو چکی ہے۔ اور موجودہ حکومت نے صوبوں میں نفرت پھیلانے کے لیے باقاعدہ ایک منصوبہ بندی کی ہے۔ اور خاص طور پر پنجاب کو اس کا ٹارگٹ بنایا گیا ہے۔ کہ جیسا کہ پہلے میرے قائد کے اقتدار میں آنے سے پہلے بھی جو صوبوں کو آپس میں لڑایا گیا تھا اور میرے قائد نے اڑھائی سالہ دور اقتدار میں نفرتوں کو پیار میں تبدیل کر دیا۔ اور سندھ کارڈ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پھاڑ دیا۔ اس بجٹ میں جناب سپیکر! غریبوں کے لیے کچھ نہیں رکھا گیا۔ کاشتکاروں کے لیے کچھ نہیں ہے۔ مزدوروں کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اور کلاس چہارم کے ملازمین کے لیے کوئی پروگرام اس بجٹ میں نہیں ہے اور موجودہ گورنمنٹ جب اقتدار میں نہیں تھی تو ان کا واویلا تھا کہ جب ہم اقتدار میں ہوں گے تو اس ملک میں ضلعی گورنر ہوں گے ۔ عوامی میئر ہوں گے ۔ عوامی ایڈمنسٹریٹر ہوں گا لیکن آج آپ نے دیکھا اس وقت یہ بات بھی بڑی زوروں پر تھی کہ کوآپریٹو سکینڈل ' تاج کمپنی سکینڈل اور کمی کارپوریشن کے سکینڈل جن پہ بار بار اچھل کود کے ساتھ تقاریر ہوا کرتی تھیں ۔ کدھر گئے وہ سکینڈل اور کدھر گئے وہ تاج کمپنی کے ملازمین۔ ان سب کو چھوڑ دیا گیا ہے ۔ ان میں سے ایک شخص کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہیں کی گئی ہے ۔ اور اب میرے ملک کی سات فیصد انڈسٹری بند ہو چکی ہے ۔ جس کی وجہ سے بیروزگاری بڑھی ہے ۔ جس کی وجہ سے میرے ملک کا مزدور بیکار ہو گیا ہے ۔ اور بیت المال کے نام پر جو لوٹ مار اس وقت میرے ملک میں جاری ہے کون نہیں جانتا۔ حالت تو یہ ہے کہ حج کے موقع پر بھی جو کچھ ہوا ہے وہ بھی قابل افسوس ہے اور اس کے علاوہ پولیس کے شہزادوں کے لیے اس بجٹ میں 603 کروڑ روپیہ صرف اس لیے رکھا گیا ہے کہ انھوں نے تحریک نجات کے دوران

شرفاء کی اچھی بے عزتی کی ہے۔ عوامی نمائندوں کو خوب ذلیل کیا ہے ۔ ان کے گھروں میں داخل ہو کر ان کی ماؤں اور بہنوں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے ۔اس کے انعام کے طور پر انھیں اتنی بڑی رقم دی گئی ہے۔ آج کوئی شخص اپنے گھر میں محفوظ نہیں ہے ۔ آج کوئی شخص پولیس کی حراست میں محفوظ نہیں ہے اور 11-B جو صرف اقتدار کے لوگوں کے لیے ' اس ٹولے کے لیے کہ وہ جب چاہے ' جہاں چاہے اسلحہ کی نمائش کر سکتا ہے ۔ میرے شہر سرگودھا میں اسی 11-B کی وجہ سے دو شخص قتل ہوئے ہیں ۔ اس میں ایک پارٹی کا تعلق اقتدار گروپ سے تھا جسے یہ آزادی تھی کہ وہ جب چاہے ' جہاں چاہے اسلحہ لے کر جا سکتا ہے جبکہ دوسرے کا تعلق چونکہ اتفاق سے اپوزیشن پارٹی سے تھا ۔ ان کے پاس اسلحہ موجود نہیں تھا اس کی وجہ سے ایک شخص قتل ہوا ۔ اور ایس ایس پی صاحب نے ان کے خلاف مقدمہ درج کیا کہ خبردار آپ اسلحہ لے کر باہر نہ نکلیں ۔ پہلے ایک شخص قتل ہوا پھر دوسرا شخص قتل ہوا۔ جناب والا ! یہ 11-B ان لوگوں کے لیے بنائی گئی ہے جن کو حکومت نشانہ بنانا چاہتی ہے۔ اور یہ 603 ۔ کروڑ روپے ان شہزادوں کے لیے اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ مقدمہ درج نہیں کرتے ۔ ابھی چند دن پہلے کی بات ہے کہ میرے بہنوئی نے ایک جیب تراش کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کیا۔ تھانے کے محرر نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے یہ جیب تراش ہے اس کو بند کر دو لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب اس چوکی کا انچارج آیا تو اس نے کہا کہ وہ شخص کون ہے جسے بند کیا گیا ہے اسے باہر نکالو۔ جب وہ باہر آیا تو چوکی انچارج نے اسے اپنے سینے کے ساتھ لگایا ' کرسی پر بٹھایا ۔ جب اس پر احتجاج کیا گیا تو احتجاج کرنے والوں پر تشدد کیا گیا ۔ پولیس چوکی کا تمام عملہ ان پر ٹوٹ پڑا ۔ جس کی وجہ سے آج بھی انھیں پیشاب کے راستے خون آ رہا ہے ۔ اور پھر مقدمہ بھی درج نہیں کیا گیا ۔ جب میں نے ایس ایس پی صاحب سے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی تو جواب ملا کہ صاحب بہادر گھر پر نہیں ہیں۔ شہزادہ گھر پر نہیں ہے۔ جب میں نے کسی اور طریقے سے معلوم کیا ---- میں نے اپنے ایک اقتدار والے بھائی سے کہا کہ ذرا معلوم کر دیجیے گا کہ کیا ہمارے شہزادہ سلیم صاحب گھر پر موجود ہیں۔ چنانچہ جب انھوں نے فون کیا تو شہزادہ سلیم گھر پر موجود تھا ۔ جناب والا ! یہ تو حالت ہے ۔ کیا ہم اس ملک کے شہری نہیں ہیں ؟ کیا ہم اس صوبے کے شہری نہیں ہیں؟ جناب سپیکر ! پھر کیا ہوا کہ وہی تھانیدار دوسرے دن نیو سٹیلائٹ ٹاؤن میں ایک گھر میں داخل ہو گیا ۔ جہاں پر کوئی مرد موجود نہیں تھا۔ وہاں اس نے ایک بے چاری عورت کے ساتھ زیادتی کی ۔ اور تمام رات اس کے ساتھ جو عملہ تھا وہ بھی اس عورت کے ساتھ زیادتی کرتا رہا ۔ جبکہ ایس ایس پی صاحب نے اس شہزادہ سلیم پر کوئی مقدمہ درج

نہیں ہونے دیا۔ بلکہ یہ کیا کہ اس کا صرف ایک پھول اتار دیا اور اسے وہاں سے تبدیل کر دیا۔ جناب والا یہ کرتوت کرتی ہے آپ کی پولیس جس کے لیے آپ نے اتنے بڑے فنڈز رکھے ہیں۔ آپ نے پنجاب کے عوام کی خون اور پسینے کی اتنی بڑی کمائی ان کے حوالے کی ہے۔ اور آج ------

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ ریاض محمود صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! میرے بھائی بڑی دلخراش داستان سنا رہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے ان سے عرض کرتا ہوں کہ آپ نے تو ایس ایس پی کو فون کیا اور اس نے آپ سے بات نہیں کی جبکہ یہاں پر تو قائد حزب اختلاف کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بنا دیا گیا ہے اور سابق وزیر داخلہ بھی اس میں ملوث کر دیے گئے ہیں، سابق گورنر پنجاب بھی اس میں ملوث ہیں۔ یہ تو اپنی بات کر رہے ہیں ادھر تو قائد حزب اختلاف پنجاب کو قتل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ تو ٹیلیفون پر ایس ایس پی سے بات نہ ہونے کا ذکر کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اپنے زخم سی لیجیے اور صبر کیجیے۔ ابھی تو آگے بڑا بڑا کچھ ہونے والا ہے۔

(اس مرحلے پر ہاؤس سے شعر شعر کی آوازیں آئیں)

جناب سپیکر! میرے سب بھائی شعر کا تقاضا کر رہے ہیں تو میں عرض کروں گا کہ :-

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں
آؤ اک سجدہ کریں عالم مدہوشی میں
لوگ کہتے ہیں کہ ساغر کو خدا یاد نہیں

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ خواجہ صاحب۔ جی چودھری عبدالحمید صاحب۔

چودھری عبدالحمید، جناب والا! ان شہزادوں کو اتنی رقم اس لیے دی گئی ہے کہ یہ میرے ملک کے کلرکوں پر ڈنڈے برسائیں، یہ ورکروں پر ڈنڈے برسائیں اور جھوٹے مقدمے بنانے میں تمام دن مصروف رہیں۔ جناب سپیکر! اس فورس کو فورس رہنے دیجیے۔ ان سے وہ کام لیجیے جو ان کا اصل کام ہے۔ ان کو ذاتی ملازم نہ بنائیے گا، ان کو غلام نہ بنائیے گا ورنہ اس ملک میں، اس صوبے میں وہی حالات ہوں گے جو آج کل کراچی میں ہیں۔ پھر یہ بات تمھارے بس سے باہر ہو جائے گی۔ آج تم اس

بات پر بڑے خوش ہو کہ پولیس ہماری بات مانتی ہے ' پولیس ہمارے کہنے سے جھوٹے مقدمے درج کرتی ہے ۔ جناب سپیکر ! میرے شہر میں ایک ایسا واقعہ ہوا کہ وہاں سٹیلائٹ ٹاؤن تھانے میں ایک لڑکے کے ساتھ زیادتی کی گئی ۔ پولیس نے مقدمہ درج نہیں کیا اور جب تمام علاقے نے یہ پروگرام بنایا کہ اس تھانے کو آگ لگا دی جائے تو پھر کیا ہوا؟ ہوا یہ کہ مدعیوں پر ایک مقدمہ درج کر کے انھیں گرفتار کر لیا گیا ۔ ملزم گرفتار نہیں ہوئے ' نہ ہی ان کا طبی معائنہ ہونے دیا گیا ۔ یاد رکھو! خدا کی لاٹھی بے آواز ہے ۔ حکمرانوں ! یہاں تمھیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ' یہاں تم بے شک لبرٹی میں جا کر لڑکیوں کو چھیڑو ' بے شک دو دو بیویاں ساتھ لے کر اسلام آباد میں جاؤ ' بے شک تم اپنے ڈرائیورز کو کہو کہ تم رنگ رلیاں مناؤ ' یہاں وزیر اور مشیروں نے جو بازار گرم کر رکھے ہیں اسے کون نہیں جانتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمھارا حساب بہت جلد آنے والا ہے ۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ وہ شخص جس کے بچے کے ساتھ زیادتی ہوئی وہ اس بات پر مجبور ہو گیا کہ صلح کرے ۔ اور اس نے کہہ دیا کہ میں صلح کرتا ہوں۔ آج کون نہیں جانتا کہ اس ملک میں سٹیل مل کے پرمٹ جاری ہو رہے ہیں جو کہ صرف اور صرف جیالا پرمٹ ہیں۔ جن لوگوں نے باقاعدہ سیکورٹی جمع کرائی ' جو ان کے ایجنٹ ہیں انھیں تو وہاں سے کوئی مال نہیں ملتا جبکہ جو جیالے کی پرچی خریدے گا اس کا پہلے نمبر آئے گا۔ جناب والا ! حکومت نے محسوس کیا کہ ہمارے پاس چینی زیادہ ہو گئی ہے تو چینی export کرنے کے لیے 55 لاکھ بوری کی اجازت دی گئی ۔ جس میں سے 30 لاکھ بوری کے لیے ملز والوں کو کہا کہ تم دے دو جبکہ باقی 25 لاکھ بوری کے جیالوں کو پرمٹ دیے گئے ۔ اس ملک میں کیوں نہ مہنگائی ہو گی جہاں چینی کا 12 روپے سے ایک دم 15 روپے ریٹ ہو گیا۔ جناب والا! آج جیالے کی پرچی کے بغیر لوکل باڈیز والے تمھیں کوئی ٹینڈر نہیں دیں گے ' کوئی ٹھیکہ الاٹ نہیں ہو سکتا جبکہ تک کسی جیالے کی پرچی نہیں ہو گی ۔ جناب والا! آج اساتذہ کو کھلونا بنایا ہوا ہے۔ کسی کی بیوی اور بہن کو اٹھا کر 30 میل دور بھیج دیا جاتا ہے ' کسی کو 25 میل دور بھیج دیا جاتا ہے۔ پھر اگلے دن ان کے ساتھ سودے بازی کی جاتی ہے ۔ جو 5/10 ہزار روپے دے دے وہ تو واپس آ جائے گا اور جو نہیں دے سکتا وہ وہیں دھکے کھائے گی یا پھر ذلیل و خوار ہو کر اپنے گھر بیٹھ جائے گی۔ جناب سپیکر! پنجاب میں اس دفعہ ایک لاکھ ایکڑ رقبہ پر گندم نہیں بوئی گئی ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پنجاب میں شوگر ملوں کے ساتھ گفت و شنید کرتے ہوئے ان کو ایک مہینہ لیٹ کر دیا گیا جس کی وجہ سے ایک لاکھ ایکڑ پر گندم نہیں اگائی جا سکی۔ آپ نے دیکھا کہ جب سیزن شروع ہوا اس وقت بھی میں نے گزارش کی تھی کہ سیزن کے موقع پر ان جیتے لوگوں کے

علاوہ، جو حکومت کے چہیتے تھے ، جو وزیرخوراک کے چہیتے تھے ان کے علاوہ ملز والوں کے لیے ریٹ تھا کہ اگر 20 روپے بوری دیتے ہو تو گندم جتنی چاہو لے لو اگر 20 روپے بوری نہیں دو گے تو آپ کو گندم نہیں ملے گی ۔ جناب والا ! آج پورے ملک میں ادویات دو نمبر بک رہی ہیں لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ۔ آج میرے ملک کی 60 فی صد صنعت بند ہو چکی ہے اور لیبر بے کار بیٹھی ہے ۔ آج بجلی کے ریٹ ، سوئی گیس کے ریٹ کتنے بڑھ گئے ہیں ۔ آج اگر روزگار سکیم کے تحت کوئی شخص 3 لاکھ روپے کا قرض لینا چاہتا ہے تو پہلے وہ 30 ہزار روپے کسی جیالے کو رشوت کے طور پر دے گا تب اسے 3 لاکھ روپے کا قرض مل سکے گا ورنہ نہیں ملے گا ۔ جناب والا ! میرے ایک دوست نے یہاں کھڑے ہو کر بڑے فخریہ طور پر یہ بات کی کہ ہم نے اس ملک میں ناجائز تجاوزات کو ختم کیا ہے۔ جناب سپیکر! انھوں نے میرے شہر کے سینکڑوں دکانداروں کو بے روزگار کر دیا ہے ، سینکڑوں لوگوں کو بے گھر کر دیا ہے اور ظلم کی حد ہے کہ وہاں پر پیپلز پارٹی کے ایک سینٹر کو جس کا پٹرول پمپ بھی اسی لائن میں تھا جہاں سے ڈیڑھ سو دکانداروں کو بے آباد کیا گیا برباد کیا گیا۔ وہ دکاندار باقاعدہ یہاں پر آئے انھیں ہائی کورٹ سے حکم امتناعی نہیں ملا۔ اور جب وہ موصوف یہاں تشریف لائے اور انھوں نے ہائی کورٹ میں حکم امتناعی کے لیے apply کیا تو ہائی کورٹ سے انھیں حکم امتناعی بھی مل گیا اور ریونیو بورڈ نے باقاعدہ ان کی لیز permanent کر دی اور ان کو وہ جگہ 99 سال کی لیز پر دے دی گئی لیکن وہاں سے ڈیڑھ سو دکانداروں کا صفایا کر دیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ چودھری صاحب!

چودھری عبدالحمید : یہ کارنامہ ہے تمہارا یہ ناجائز تجاوزات تھے جو تم نے اس ملک سے ختم کیے ہیں۔ اگر کہیں تمہاری اپنی باری آ جائے تو وہاں پر stay بھی مل جائے گا اور وہاں پر کوئی چیز راستے میں رکاوٹ بھی نہیں بنے گی اور آج بھی وہ پٹرول پمپ بالکل ایسے ہی نظر آتا ہے ۔ سر گودھا جائیں تو کچہری کے سامنے دیکھیں ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، چودھری افضل حیات صاحب!

چودھری عبدالحمید : جناب والا ! مجھے صرف دو منٹ دے دیں میں نے اپنے علاقے کے بارے میں بھی بات کرنی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے پانچ دفعہ گھنٹی بجائی ہے آپ نہ تو گھنٹی سنتے ہیں اور نہ ہی میری بات

سنتے ہیں ۔ جی میاں محمد افضل حیات صاحب ۔

میاں محمد افضل حیات ، شکریہ جناب سپیکر ----

چودھری عبدالحمید ، جناب والا ! صرف دو منٹ دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، no no میں نے دس دفعہ گھنٹی بجائی ہے لیکن آپ نے کوئی توجہ ہی نہیں دی ۔پھر مجھے بالآخر یہ کہنا پڑا ہے ۔جی افضل حیات صاحب!

میاں محمد افضل حیات ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O جناب سپیکر ، ہمارا ملک ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، ایک منٹ افضل حیات صاحب کی تقریر شروع کرنے سے پہلے میں سارے ہاؤس کی توجہ چاہتا ہوں ۔ آرڈر پلیز ۔ میں تمام دوستوں کی توجہ چاہتا ہوں میں امان اللہ خان بابر اور سب دوستوں کی توجہ چاہتا ہوں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر ، انعام اللہ نیازی صاحب آپ کی توجہ بھی درکار ہے ۔ آپ تشریف رکھیں جب سپیکر بول رہا ہو تو آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میرا نہایت اہم مسئلہ ہے ۔ میں نے کہا ہے کہ میں سب کی توجہ چاہتا ہوں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! یہ روایت بھی رہی ہے اور precedent بھی ہے کہ اگر کوئی سپیکر اپنی تقریر کا ٹائم دے دے تو ----

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ۔ جناب بیٹھیں تشریف رکھیں ۔ میں رول 197 ہاؤس کے سامنے پڑھتا ہوں اور اس سلسلہ میں تمام فاضل اراکین کی توجہ مبذول کراتا ہوں کیونکہ ہمارے ہاؤس کی جو روایت بن چکی ہے کہ ایک فاضل رکن تقریر کر رہے ہیں نہایت اہم تقریر ہے بجٹ کی تقریر ہے ان کے علاقے کی ہے ۔ لیکن میں نے دیکھا ہے ——— یہ دیکھیں میں نے اب توجہ چاہی ہے یہ منسٹر صاحب ہیں وہ پھر بھی گردن پیچھے کر کے ان سے بات کر رہے ہیں ۔ رول 197 میں دیا گیا ہے کہ:

Whilst sitting in the House a member-

(i) shall not read any book , newspaper or letter except in connection with the business of the House;

(ii) shall not interrupt any member by disorderly expressions or notices or in any other disorderly manner;

(iii) shall not pass between the Chair and any member who is speaking,

کھوسہ صاحب اور سلیم اقبال صاحب میں نے کہا تھا کہ میں سارے ہاؤس کی توجہ چاہتا ہوں ۔ یہ جو پوائنٹ ہے کہ جب کوئی تقریر کر رہا ہو اور سپیکر کے درمیان سے کوئی ممبر نہیں گزر سکتا ۔ لیکن یہاں اس روایت کو عام طور پر توڑا جاتا ہے ۔ اگلا پوائنٹ جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں

(iv) shall not leave the House when the Speaker is addressing the House,

جب سپیکر بول رہا ہو تو ممبر ہاؤس سے باہر نہیں جا سکتا لیکن یہاں عام دیکھا جاتا ہے کہ سپیکر صاحب بات کر رہے ہیں اور فاضل رکن صاحب ہاؤس سے چلے جا رہے ہیں ۔ برائے مہربانی ان observations کو دیکھیں ۔ یہ آپ کا قاعدہ نمبر 197 ہے (v) shall always address the Chair; میں نے دیکھا ہے کہ فاضل رکن بات کر رہے ہیں اور دوسرے ممبر سے مخاطب ہیں جنھوں نے interrupt کیا ہے۔

(vi) shall keep to his seat while addressing the House, یہ تو آپ سب کو پتا ہے کہ وہ اپنی سیٹ سے بول سکتا ہے دوسری always address the Chair یہ ایک بات ہے ۔ اسی طرح سے نہیں ۔ میں جو آپ کو اصل بات بتانا چاہتا ہوں جس کے لیے میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی ہے ۔

(vii) shall maintain silence when not speaking in the House;

جب وہ خود بول نہ رہا ہو تقریر نہ کر رہا ہو تو وہ silence کو maintain کرے گا ۔ لیکن میں نے یہاں یہ دیکھا ہے کہ فاضل اراکین کا ایک گروپ وہاں پر بیٹھا ہے ایک وہاں بیٹھا ہے اور وہ آپس میں گفتگو میں محو ہیں ۔ اور قطعاً پتا نہیں ہے کہ ہاؤس میں کیا بات ہو رہی ہے۔ تو لہٰذا میں آپ سے یہی درخواست کروں گا کہ اگر آپ نے اس ہاؤس کا ڈیکورم رکھنا ہے۔ اگر آپ اس کا تقدس چاہتے ہیں تو میرے خیال میں پہلے اس کو اپنی ذات پر apply کرنا چاہیے اس کے بعد آگے بھی دو تین باتیں ہیں لیکن

میں زیادہ اس بارے میں کہنا چاہتا ہوں کہ جب ہاؤس میں کارروائی شروع ہو کوئی فاضل رکن بات کر رہا ہو تو آپ کم از کم خاموشی تو اختیار کریں۔ مہربانی شکریہ۔

رانا محمد اقبال خان : پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے پہلے انعام اللہ نیازی صاحب کو کہا تھا کہ میں بول رہا ہوں اس کے بعد آپ جی انعام اللہ نیازی صاحب!

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ سال میں ایک موقع آتا ہے جب ہم اپنے علاقوں پر اور اپنے مسائل پر کھل کر بات کر سکتے ہیں اور وہ بجٹ سیشن ہی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف طریقوں سے مختلف تحریکوں سے بندہ اپنے علاقے کو ڈسکس کرنے کی کوشش کرتا ہے جو عام طور پر سپیکر چیمبر میں ہی kill کر دی جاتی ہیں۔ ابھی چودھری حمید صاحب کے وہ پوائنٹ جو انھوں نے اپنے علاقے کو خاص طور پر project کرنا تھا ابھی وہ ڈسکس کرنا ہی چاہتے تھے کہ آپ نے ٹائم ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ جناب سپیکر! بات کرنے والی یہ ہے کہ اس وقت پونے گیارہ بجے ہیں اور آپ کے پاس جتنے نام تقاریر کے لیے گئے ہوئے ہیں اگر وہ سارے ہی موجود ہوں تو میرے خیال میں ایک بجے تک تقریریں ختم ہو جائیں گی۔ جب ہمارے پاس ٹائم بھی ہے اور کوئی مقرر بولنا بھی چاہتا ہے ----

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کا نقطۂ نظر سمجھ گیا ہوں۔ اس کے بارے میں میں بات کرنا چاہتا ہوں جی کھوسہ صاحب!

رانا محمد اقبال خان : پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کا بھی یہی ہے؟ آپ کا نام ہے؟

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! نام تو میرا تھا لیکن اتفاق سے مجھے کچھ دیر ہو گئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں۔ میں وہی بات کر رہا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ انعام اللہ خان نیازی نے جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ ہم نے یہاں پر پہلے دن بڑا وقت دیا کیونکہ ہمارے پاس فہرست میں اتنے نام نہیں تھے آدھ آدھ گھنٹہ وقت بھی دیا دوسرے دن وزیر قانون کی اس بات پر کہ کافی ممبران اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں اس لیے کوئی time limit مقرر کر دی جائے۔ تو اس وقت راجے صاحب صدارت

فرما رہے تھے انھوں نے کہا کہ ہمیں تو یہ فکر ہے کہ شاید بولنے والے نہ ہوں اور وقت ابھی باقی ہو جو انعام اللہ نیازی صاحب نے بات کی تو انھوں نے کہہ دیا کہ ہم 15 منٹ کی limitation مقرر کرتے ہیں۔ تو کل بھی 15 منٹ رہا اور آج بھی 15 رہا تو میں نے یہ طریقہ کیا ہے کہ قائد حزب اختلاف کی طرف سے آپ کی جو فہرست آئی ہے۔ وہ فہرست یہ تھی کہ سید تابش الوری برگیڈیئر ریٹائرڈ ذوالفقار احمد ڈھلوں ' حاجی عرفان احمد ڈاہا' رانا محمد اقبال خان ' امان اللہ خان بابر ' میاں معراج دین ' میاں امتیاز احمد ' سردار امجد حمید خان دستی ' چودھری عبدالحمید ' راجہ محمد بشارت اور پھر ڈاکٹر محمد رفیق یہ ترتیب تھی۔ میں نے پہلے جو بلائے ہیں وہ نہیں تھے تو میں آگے جا رہا ہوں۔ دیر سے آنے والے کو میں نے ذرا سا احساس تو دلانا ہے۔ جو پچھلے نام ہیں ان کو پہلے cover up کر رہا ہوں پھر میں وہاں سے شروع ہو جاؤں گا جو پہلے موجود نہیں تھے۔ اسی طرح میں نے ادھر کیا ہے۔ گورنمنٹ پارٹی کی طرف سے بھی ہمارے پاس غلام عباس صاحب جانسن مائیکل ' محمد منیر اظہر ' اسی طرح میجر سیف اللہ چیمہ ' وہ تقریر کر گئے ہیں آگے میاں افضل حیات صاحب اور جناب محمد اسماعیل صاحب ہیں اب میں ان کو پہلے باری دوں گا۔ پھر اس کے بعد جو رہ گئے ہیں ان کو باری دوں گا۔ اس طرح سے یہ کام چلتا ہے۔ پھر جس کے نام کی بھی میرے پاس چٹ آ جاتی ہے اس کا نام اس میں شامل کر لیتا ہوں اور میرے خیال میں یہ چٹیں آتی رہیں گی اور ہمارے پاس دو بجے تک انشاء اللہ مقررین موجود رہیں گے۔ ایسی گھبرانے کی بات نہیں ہے کہ مقرر نہیں ہوں گے۔ جس طرح بھی چٹ آتی ہے میں اس پر حزب اقتدار والوں کا بھی اور حزب اختلاف والوں کا نام بھی لکھ لیتا ہوں۔ ۱۵ منٹ کی limitation آپ نے ہی ہاؤس میں پاس کی ہے اور آپ نے مجھے یہ اجازت دی ہے اور یہ کہنا کہ یہ روایت رہی ہے ' یہ صوابدید سپیکر کی ہوتی ہے اگر اس طرح بات ہو تو دس آدمی ایک آدمی کو اپنا وقت دے دیں اور وہ ۱۵۰ منٹ تک بولتا رہے۔ یہ کوئی رول نہیں ہے بات نہیں ہے۔ اس طرح چودھری عبدالحمید صاحب جب تقریر فرما رہے تھے میں نے تقریباً دس دفعہ گھنٹی بجائی ہے لیکن ان کی آواز اتنی زیادہ تھی کہ میری گھنٹی بھی وہاں پر کام نہیں کر رہی تھی پھر میں نے ان کو کہا کہ آپ گھنٹی بجائیں تو آخر کار جب گھنٹیاں ختم ہو گئیں اور تین منٹ یہ زیادہ لے گئے اور اس کے بعد میں نے اگلے فاضل رکن کو بلایا۔

چودھری عبدالحمید ، جناب والا میں ذرا اونچا سنتا ہوں۔

جناب محمد بشارت راجہ، جناب والا! پھر میرا وقت حمید صاحب کو دے دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اس کے بعد دیکھیں گے اب تو میں نے اگلے سپیکر کو بلا لیا ہے ۔ میاں افضل حیات صاحب ۔

میاں محمد افضل حیات : جناب سپیکر ہمارا یہ ترقی پذیر پسماندہ ملک ہے ۔ ہمارے صوبہ پنجاب کا بھی یہی حال ہے۔ مسائل بہت زیادہ ہیں ' وسائل محدود ہیں ان حالات میں بجٹ پیش کیا جاتا ہے ۔ جب وسائل محدود ہیں اور مسائل لامحدود ہوں تو پھر ترجیحات مقرر کرنی پڑتی ہیں ۔ اس کے لیے موجودہ حکومت نے اپنی سب سے پہلی ترجیح جو رکھی ہے وہ تعلیم کی ہے ۔ جناب والا! اس عرصہ میں گزشتہ سال بھی .....

جناب ڈپٹی سپیکر : چودھری افضل سندھو صاحب میرے خیال میں آج آپ ذرا فکر مند معلوم ہوتے ہیں کیونکہ آپ نے ادھر سے جاتے وقت بھی اور آتے وقت بھی وہی بات جو میں نے کہی تھی کہ مقرر جب تقریر کر رہے ہوں تو ان کے آگے سے نہ گزرا جائے ۔ کیونکہ مجھے آپ کو دیکھ کر حیرانی ہوئی ہے کہ آخر وجہ کیا ہے ۔ کیونکہ آپ ہمیشہ خیال رکھتے ہیں ۔

وزیر صنعت و معدنی ترقی : جناب والا! sorry۔

رانا محمد اقبال خان : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : دیکھیں میں ایک اور بات بتا دوں کھوسہ صاحب آپ بہت زیادہ interrupt کرتے ہیں ۔ یہ کلاس روم نہیں ہے ....

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! میں کس کو interrupt کرتا ہوں ؟

جناب ڈپٹی سپیکر : مجھے interrupt کرتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : میں نے آپ کو کبھی interrupt نہیں کیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : interrupt اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ کسی کو بلا رہے ہیں اور کسی کو کچھ کہہ رہے ہیں میں نے ابھی .....

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا میں نے کبھی بلند آواز میں بات نہیں کی ...

جناب ڈپٹی سپیکر : آواز کی بات نہیں کر رہا۔ سسٹم خراب ہوتا ہے ...

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : سسٹم تو اس طرف سے خراب ہوتا ہے جب وزراء یہاں بیٹھ کر

درخواستوں پر دستخط کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے ابھی آپ کے سامنے وزیر موصوف کو بھی ٹوکا ہے۔ اور کہا ہے کہ آپ رولز کو observe نہیں کر رہے۔ میں نے یہی بات کی ہے کہ جو رولز observe نہیں کرے گا میں اس کی نشاندہی ہاؤس میں ضرور کروں گا۔ افضل سندھو صاحب وزیر ہیں وہ درمیان میں سے گزرے ہیں میں نے اس کی نشاندھی کی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں نام لکھ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں یہ فرض آپ یہاں نہیں لابی میں بیٹھ کر پورا کر سکتے ہیں اور اگر کبھی آپ کر لیں تو ٹھیک ہے۔ یہی میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میرے پاس ..... آپ ذرا دھیان سے میری بات سنیے انعام اللہ صاحب میرے پاس میاں معراج دین صاحب یہاں تشریف لائے ہیں۔ کھوسہ صاحب میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں آپ نے جو لسٹ مجھے دی تھی میں ہمیشہ اسی کے مطابق دوستوں کو بلاتا ہوں جس طرح بھی وہ لسٹ آپ دے دیں۔ جس طرح بھی آپ لکھ کر دیتے ہیں میں اسی کے حساب سے بلاتا ہوں اور اگر کوئی موجود نہیں ہوتا تو میں اگلے رکن کو بلا لیتا ہوں اور اسی ترتیب سے، جو آپ مجھے آرڈر دیتے ہیں میں بعینہ اسی کے مطابق بلاتا ہوں، اسی ترتیب سے بلاتا ہوں اس میں سے میں اپنی پسند بھی نہیں کرتا کہ میں اس کو پہلے بلا لوں۔ اب بات یہ ہے کہ جو ممبر حاضر نہیں تھے ان کی بجائے جو حاضر تھے وہ میں نے بلا لیے۔ اب جو غیر حاضر ہیں پھر اسی ترتیب سے میں پھر ان کو بلانا شروع کر دوں گا۔ اب کوئی دوست مجھے آ کر یہ کہے کہ مجھے پہلے بلا لو تو یہ میرے لیے ممکن نہیں۔ یا آپ مجھے لکھ کر دے دیا کریں میں آپ کی ترتیب کو maintain کرتا ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : ہاؤس میں کوئی رکن، جب نام پکارا جائے موجود نہ ہو تو جب وہ تشریف لے آتے ہیں تو اگلے مقرر کے طور پر ان کو بلا لیا جاتا ہے۔ روایت یہ رہی ہے۔ اب آپ جو مرضی کرنا چاہیں کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میرے پاس آپ نے نو نام دیے تھے .....

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا! آپ ہاؤس کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں) میں ڈپٹی لیڈر آف دی ہاؤس سے بات کر رہا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : *******

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ تشریف رکھیں میرا رویہ بالکل غلط نہیں ہے ۔ میں آپ کا تعاون چاہتا ہوں ۔ ڈپٹی لیڈر آف دی ہاؤس کا میں تعاون چاہتا ہوں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : *******

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ دیکھیں اس طرح کی صورت حال پیدا نہ کریں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، *******

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں آپ نہ کریں ۔ (قطع کلامیاں) میں ڈپٹی لیڈر آف دی ہاؤس سے بات کر رہا ہوں۔ (قطع کلامیاں) ۔ آپ ایسی بات نہ کریں ۔ میں یہ الفاظ جو انعام اللہ خان نیازی نے کہے ہیں وہ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں ۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر ، سپیکر کے کنڈکٹ کو آپ زیر بحث نہیں لا سکتے ۔ آپ دھیان کریں اور ایسی بات نہ کریں ۔ (قطع کلامیاں) ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : اس طرح سے ہاؤس نہیں چلے گا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ میں نے قطعاً کوئی ایسی بات نہیں کی ۔ میں نے سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا ہے ۔ میں نے حزب اقتدار کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے یا تو ان کے ساتھ میں کوئی اور سلوک کرتا ہوں اور آپ کے ساتھ کوئی اور سلوک کرتا ہوں ۔ میں تمام فاضل اراکین کے ساتھ یکساں سلوک رکھتا ہوں ۔ لسٹ آپ کی ہوتی ہے اسی ترتیب سے چلتا ہوں اور جو حاضر نہیں ہیں بعد میں پھر اسی طرح ان کا نام لے رہا ہوں ۔ میرے ذہن میں قطعاً کسی کے خلاف کوئی بات نہیں ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : نہ آپ کی لسٹ پڑھنے پر اعتراض کیا جا رہا تھا اور نہ آپ کی ترتیب پر اعتراض کیا جا رہا تھا ۔ آپ نے جو لہجہ میرے ساتھ اختیار کیا ہے اس پر اعتراض کیا جا رہا تھا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : I am sorry for that . اگر آپ نے محسوس کیا ہے .....

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : میں آپ سے عمر میں بھی بڑا ہوں اور آپ سے اسمبلی میں بھی سینئر

***(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا) ۔

ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اگر آپ نے محسوس کیا ہے تو میں اس پر sorry کرتا ہوں ۔ مہربانی شکریہ۔

میاں افضل حیات صاحب۔

میاں معراج دین : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جو آپ نے میرا نام لیا میں نے آپ کے پاس آ کر یہ عرض کی ہے اور میں اپنے لیڈر آف دی ہاؤس سے کہہ کر گیا تھا میرے سمدھی کا brother-in-law فوت ہو گیا تھا اور میں جنازے پر گیا تھا ۔ میں نے آپ کو یہ گزارش کی ہے کہ میں آ گیا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا نام موجود ہے میں آپ کا نام پکاروں گا۔

میاں معراج دین ، جناب سپیکر! آپ جو یہ کہہ رہے ہیں کہ جو دیر سے آئے ہیں ۔ میں آج پہلی دفعہ ہاؤس میں لیٹ آیا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، لیکن میں اب کیسے کر سکتا ہوں ۔ دیکھیں آپ میری بات سنیں آپ اس سلسلے میں مجھے پابند نہیں کر سکتے ۔ میں نے انصاف کرنا ہے ۔ اور جو میرے ذہن میں انصاف ہے میں نے خدا کو جان دینی ہے میں وہی انصاف کر رہا ہوں ۔

میاں محمد افضل حیات ، جناب سپیکر! میں ترجیحات میں تعلیم کے متعلق عرض کر رہا تھا۔ موجودہ بجٹ میں اور گزشتہ سال بھی موجودہ حکومت نے سب سے زیادہ توجہ تعلیم کی طرف دی ہے ۔ اس کو لازمی قرار دیا تاکہ ہر بچہ چائلڈ لیبر کی بجائے سکول جا کر تعلیم حاصل کرے اور اسی کے ساتھ ۴۰ ہزار کے قریب ملازمتیں فراہم کیں تاکہ جو گریجویٹ کسی کام میں نہیں لگے ہوئے ۔ وہ نوکری حاصل کر سکیں اور جہاں ایک طرف تعلیم کو فروغ ہو وہاں پر بے روزگاری بھی کم ازکم ہوتی چلی جائے۔ اس کے ساتھ ہی موجودہ حکومت نے یہ پالیسی اختیار کی ہے کہ ہر سکول میں ایک کمیٹی بنائی جائے۔ اس کمیٹی میں والدین ممبر ہوں تاکہ سکول میں اساتذہ جو ہیں وہ اپنی من مانی نہ کر سکیں اور ان کے ساتھ مل بیٹھ کر بچوں کی بہتری کے متعلق سوچیں۔ سکول کی مرمت سکول کی بہتری وہاں کا انتظام اور وہاں کی جو ضروریات ہیں وہ ان کے ساتھ مل کر پوری کی جا سکیں ۔ جناب والا! کئی ایسے مسائل بھی آ جاتے ہیں جن کو ترجیحات کو چھوڑ کر حل کرنا پڑ جاتا ہے۔ویسے ہی گزشتہ سال ایک بہت بڑا مسئلہ فرقہ واریت کا تھا۔ اس کو موجودہ حکومت نے نہایت ہی محنت اور جاں فشانی سے حل کیا ہے اس کے لیے نہ

صرف حکومت مبارک باد کی مستحق ہے، میں علمائے کرام کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جنہوں نے موجودہ حکومت کا ساتھ دیا۔ اور اس کو بہت ہی اچھے طریقے سے حل کیا۔ جس کے نتیجے میں ہم نے دیکھا کہ اس دفعہ محرم نہایت ہی پرسکون طریقے سے گزر گیا۔ جناب والا! ایک بات جو سب سے ضروری ہے وہ فنانشل ڈسپلن کی ہے۔ اس دفعہ سپلیمنٹری بجٹ کا حجم کم ہو گیا ہے وہ صرف اس لیے ہوا ہے کہ موجودہ حکومت نے فنانشل ڈسپلن کو اپنایا ہے۔ فنانشل deficit کو کم کیا ہے۔ سرپلس بجٹ دیا ہے۔ سرپلس بجٹ دینے سے یہ بات نہیں ہوتی کہ ہمیں چند سکولوں کی اور ضرورت نہیں ہے، ہسپتالوں کی اور ضرورت نہیں ہے۔ اس سے ایک تو deficit کم ہوا۔ اور دوسری طرف کہیں نہ کہیں کسی حد تک افراط زر کو کم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ اگر بجٹ سرپلس ہو تو پھر افراط زر کم ہوتی ہے۔ اگر اخراجات زیادہ ہوں آمدنی کم ہو تو پھر افراط زر بڑھتا ہے۔ موجودہ حکومت نے اس چیز کو بھی پیش نظر رکھا ہے کہ جہاں تک بھی ممکن ہو سکے افراط زر کو بھی کم کرنا ہے۔ جناب والا! ایک ضروری مسئلہ کہ ایک طرف تو بجٹ دے دیا گیا ہے اب اس پر عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ گزشتہ دور میں کئی سالوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جو رقوم محکموں کو دے دی جاتی تھی وہ آخری چند مہینوں میں خرچ ہو جاتی تھی۔ اب یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ ان رقوم کو وقت پر خرچ کیا جائے۔ اگر تعلیم کے لیے کتابیں خریدنی ہیں، بلیک بورڈ خریدنے ہیں تو یہ نہ ہو کہ مئی میں جا کر خریدے جائیں۔ کیوں نہ ان کے جولائی اگست میں ہی اخراجات شروع ہو جائیں تاکہ ان کو صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے۔ اس کے لیے میری ایک تجویز یہ ہے کہ اسمبلی میں جو مجالس قائمہ ہیں ان کو متحرک کیا جائے وہ صرف اس کام کے لیے نہ ہوں کہ اگر ایک بل آ گیا ہے اس کو پاس کرنا ہے یا اس کو approve کرنا ہے یا اس کی چھانٹی کرنی ہے۔ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ مجالس قائمہ پر یہ ڈیوٹی بھی سونپی جائے کہ اپنے اپنے محکمہ جات میں جس طریقے سے رقوم خرچ ہو رہی ہیں وہ اس کا بھی جائزہ لیں اور دیکھیں۔ مہینے دو مہینے کے بعد ان کی میٹنگ ہو، وہ دیکھیں کہ کسی بھی محکمے کے اخراجات کیا صحیح طریقے سے ہو رہے ہیں یا نہیں؟ اس سے ایک طرف تو محکمے اپنا کام وقت پر کریں گے اور دوسری طرف وہ کسی کو جواب دہ بھی ہوں گے۔ اس سے اسمبلی کے ممبران کا صوبے کے کاروبار میں زیادہ سے زیادہ عمل دخل ہو سکے گا۔ جناب والا! ہمارے ملک کی معیشت کا زیادہ دارومدار زراعت پر ہے جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ 70 سے 75 فیصد لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔ وہاں ان کی جو تکالیف ہیں، ان کی جو مشکلات ہیں وہ ویسی کی ویسی اپنی جگہ پر موجود ہیں۔ ان پر حکومت بہت سے جو اخراجات کرتی ہے وہ drain out ہو جاتے ہیں

وہ پورے طریقے سے استعمال نہیں ہوتے ' اس کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ وہاں پر معاشرتی کمزوریاں بھی ہیں ' معاشی کمزوریاں بھی ہیں ' تعلیم کی کمی ہے ' صحت سے متعلق ضروریات بھی وہاں پر پوری طرح فراہم نہیں ہو رہیں۔ میری گزارش ہے کہ زراعت پر خاص طور پر توجہ دی جائے 70 سے 75 فیصد تک لوگ دیہات میں رہتے ہیں' جو مالکان ہیں ان کی جو زمین ہے وہ بارہ (۱۲) ایکڑ سے کم ہے۔ ان حالات میں زرعی ٹیکس کی بات بھی ہوتی ہے میں کہنا چاہتا ہوں کہ ان معروضی حالات کو مدنظر رکھ کر کوئی فیصلے کیے جائیں۔ کہ آیا جو لوگ دیہات میں ۱۲ ایکڑ سے کم زمین کے مالکان ہیں ان پر زرعی ٹیکس لگایا جاسکتا ہے؟ اگر لگانا ہے تو کہاں پر لگانا چاہیے۔ کیا واقعی زراعت میں اتنی آمدن ہے کہ اس پر ٹیکس لگایا جاسکے؟ اس میں کئی فصلیں ایسی ہیں جیسے گندم ' کپاس ہے یہ فصلیں ہماری زرعی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ اگر آپ نے ان فصلوں پر ٹیکس لگا دیا تو پھر ان کی پیداوار اور کم ہوجائے گی اور ہم خود کفالت سے اور دور چلے جائیں گے جبکہ ہم پہلے ہی اس میں خود کفیل نہیں ہیں۔ میں اپنے حزب اختلاف اور حزب اقتدار دونوں طرف کے دوستوں سے عرض کروں گا کہ کئی کام ایسے ہوتے ہیں جو کہ ہمیں مل کر کرنے چاہییں۔ یہ نہیں کہ حکومت پر ہی سب کام چھوڑ دیے جائیں۔ اگر ہم مل جل کر کچھ ایسے اقدامات کریں کہ جو دیہاتوں میں اور شہروں میں بے جا اخراجات ہوتے ہیں' سرکاری و نیم سرکاری جو بے جا اخراجات ہوتے ہیں وہ کم ہوسکتے ہیں۔ کیا ہم سب مل کر کچھ ایسی مثالیں دے سکتے ہیں' یا خود کوئی ایسے طریقے اختیار کر سکتے ہیں' کہ جو بے جا اخراجات ہوتے ہیں' جن سے ہماری معیشت کمزور ہوتی ہے اس کو دور کرنے کے لیے ہم آگے آئیں اور مل کر ان برائیوں کو دور کریں۔ اس ملک کا ایک مسئلہ آبادی کا بڑھنا ہے اس کی لیے بھی میری گزارش ہے کہ حکومت یہ بھی اکیلی نہیں کرسکتی۔ اس کے لیے بھی ہم سب کو صوبائی اور وفاقی حکومت کو مل کر آگے آنا چاہیے۔ اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ جو growth ریٹ ہے وہ پاکستان کا ہے۔ جن ممالک نے ترقی کی ہے انہوں نے اپنے گروتھ ریٹ پر قابو پایا ہے۔ ہماری جتنی بھی ترقی ہوتی ہے ' ہم جتنے بھی سکول کھولتے ہیں' جتنی بھی پیداوار بڑھاتے ہیں اس کے باوجود بے روزگاری بھی بڑھتی ہے ' ناخواندہ لوگوں کی تعداد بھی بڑھتی ہے۔ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ ہم اتنے سکول کھول رہے ہیں ' اتنے ہم ہسپتال بنا رہے ہیں اور اتنی ہماری پیداوار بڑھ رہی ہے۔ لیکن جو ترقی ہے عام آدمی کے پاس اس کے جو فوائد پہنچتے ہیں وہ اس لیے پوری طرح نہیں پہنچتے کہ آبادی بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے وہ فوائد ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لیے میری آپ کے توسط سے پورے ایوان سے یہ گزارش ہے کہ ان چند مسائل کی طرف ہم

سب مل کر توجہ دیں تاکہ جو بھی ترقی ہو جو بھی فوائد ہوں وہ ہمیں کہیں نہ کہیں سے مل جائیں۔ جناب والا! اس کے ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ جہاں زراعت کا ذکر ہو رہا تھا وہاں ایک بہت بڑا مسئلہ سیم و تھور کا بھی ہے جب تک ہم اس سیم تھور کے مسئلے کو حل نہیں کریں گے تب تک ہماری زراعت کمزور ہی رہے گی۔ جہاں سیم ہو وہاں پر سڑکیں بھی زیادہ دیرپا نہیں ہوتیں۔ عمارات بھی وہاں پر دیرپا نہیں ہوتیں۔ جو سکول بنتے ہیں وہ بھی وہاں پر دیرپا نہیں ہوتے۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ حکومت سیم تھور کے خاتمے کو اپنی ترجیحات میں سب سے آگے رکھے تاکہ یہ لعنت بھی ختم ہو۔ ایک مرتبہ یہ حساب لگایا گیا تھا کہ اگر ہم ایک سال میں سیم و تھور کو دور کرنے کے لیے سیم نالوں کی کھدائی کے لیے اس پر جتنا بھی پیسہ خرچ کریں گے تو اگلے سال اتنی مالیت کی فصلیں زیادہ ہوں گی۔ یعنی کہ اگر ایک سال جتنا ہم خرچ کریں گے اس کی رقم ہمیں ایک یا دو سال میں واپس آ جائے گی۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ جہاں ہم زراعت کو ترقی دینا چاہتے ہیں وہاں سیم اور تھور کا بھی خاص طور پر علاج کریں۔ بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ اگلے سپیکر ہیں میاں معراج دین صاحب۔

میاں معراج دین : شکریہ جناب سپیکر! میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بولنے کا موقع دیا۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ مخدوم صاحب نے پیش کیا ہے۔ وہ میرے نہایت ہی واجب الاحترام بھائی ہیں۔ میں ان کی دل کی گہرائیوں سے قدر کرتا ہوں۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

چودھری عبدالحمید، ڈپٹی سپیکر صاحب! سپیکر صاحب کو یہ بھی بتا دیں کہ رائے صاحب نے مجھے اپنا وقت دیا ہے۔ ـــ جناب سپیکر! رائے صاحب نے مجھے اپنا ٹائم دیا ہے۔

جناب سپیکر، کوئی کسی کو اپنا ٹائم نہیں دے سکتا۔ سب کو موقع ہے۔ جب آپ کا اپنا حق ہے تو کسی کا ٹائم کیوں لیتے ہیں؟ جناب میاں معراج دین صاحب۔

میاں معراج دین، جناب والا! آج میں سمجھتا ہوں کہ میری بڑی خوش قسمتی ہے کہ جب میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں تو جناب تشریف لے آئے ہیں۔ اور مجھے اس سے بھی زیادہ خوشی ہے کہ میں آپ کے اور اپنے حلقۂ نیابت کے متعلق کچھ ذکر بھی کر لوں کا کیونکہ آپ اس سے بخوبی واقف ہیں۔

جناب سپیکر، بجا ہے۔

میاں معراج دین، تو جناب سپیکر! یہ جو بجٹ جناب وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے' جب یہ فرما رہے تھے کہ میں غریب صوبے کا بجٹ پیش کر رہا ہوں تو مجھے اس وقت یہ خیال آ رہا تھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارا صوبہ غریب ہے۔ لیکن ہمارے صوبے کے جو وزیر اعلیٰ ہیں وہ ماشاء اللہ بے تاج بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے اپنی شاہ خرچیوں کا جو طریقہ شروع کیا ہے میں اس کے متعلق تھوڑی سی روشنی آپ کی خدمت میں ڈالوں گا۔

جناب سپیکر! انھوں نے اپنے لیے جو جہاز کا ریٹ لیا وہ اٹھارہ کروڑ تیرہ لاکھ ستر ہزار روپے کا تھا اور جس کی سالانہ insurance بتیس لاکھ نوے ہزار روپے بنتی ہے۔ اور بتیس لاکھ insurance پر ادا کیے گئے ہیں۔ اور اتنی رقم خرچ کرنے کے باوجود بھی جو جہاز کرایے پر حاصل کر رہے ہیں وہ ٹی ڈی سی پی ایک کروڑ بیاسی لاکھ پچاس ہزار دس روپے ہے۔ کرایہ ہیلی کاپٹر واپڈا کا چوبیس لاکھ نوے ہزار دو سو اسی روپے بنتا ہے۔ یہ جہازوں کے کرایے کے علاوہ انھوں نے جو اپنے سیکرٹریٹ کے لیے گاڑیاں منگوائی ہیں' شاہ خرچیاں کی ہیں اس کے متعلق بھی میں روشنی ڈالوں گا۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک کروڑ کی کاریں خریدی ہیں۔ پھر چالیس لاکھ کی بارہ مدد کاریں خریدی گئی ہیں۔ یہ غریب صوبے کے وزیر اعلیٰ صاحب کی شاہ خرچیاں ہیں اور یہاں ہمارے سکولوں کے جو بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں ان کے پاس سکولوں میں نہ ٹاٹ ہیں' نہ ڈیسک ہیں۔ کئی سکول تو ایسے ہیں جہاں چھتیں بھی نہیں ہیں۔ لیکن وزیر اعلیٰ یہیں اکتفا نہیں کرتے ۔ اس کے علاوہ ان کے جو چیف سیکرٹری ہیں انھوں نے ایک کیمپ آفس مری میں بنایا ہے جس پر کیمپ آفس میں سجاوٹ کے لیے پندرہ لاکھ بتیس ہزار روپے خرچ آئے ہیں۔

چودھری گل نواز خان وڑائچ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ کی تشریف آوری سے پہلے جناب ڈپٹی سپیکر صاحب نے فیصلہ کیا تھا کہ ذاتی حملے نہ کریں۔ جیسا کہ ہمارے ایک عزیز نے حملہ کیا' بتایا' سابقہ حکومت کے واقعات بتائے تو انھوں نے اعتراض کیا۔ اور فیصلہ یہ ہوا کہ ذاتی حملہ نہ کیا جائے۔ یہ ذاتی حملے کر رہے ہیں۔ مہربانی کر کے انھیں منع کیا جائے۔

میاں معراج دین، جناب سپیکر! وہ یہ فرما گئے تھے کہ جو آدمی ہاؤس میں جواب نہ دے سکے اس کا نام نہیں لینا چاہیے۔ تو میں جو نام لے رہا ہوں وہ ہاؤس میں جواب دے سکتے ہیں۔ یہ ذاتی حملہ نہیں ہے۔ جو خرچ کیے ہیں میں وہ بتا رہا ہوں۔ تو جناب سپیکر! جو ہمارے چیف سیکرٹری صاحب ہیں انھوں

نے کیمپ آفس مری میں بنایا ہے جس کے اوپر پندرہ لاکھ بتیس ہزار روپے خرچ آئے ہیں۔ اور پھر گورنمنٹ ہاؤس میں ایک لفٹ لگائی گئی ہے اس کے اوپر ۵۷ ہزار' پینسٹھ ہزار روپے خرچ آیا ہے۔حالانکہ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ مہنگی سے مہنگی لفٹ تیرہ سے چودہ ہزار کی چار منزل تک پہنچ جاتی ہے۔ بہرحال یہ لفٹ کوئی خاص ہوگی جس میں ہیرے جواہرات لگے ہوں گے۔ بہرحال' اس کے ساتھ ایک اور میں عرض کروں کہ وٹو صاحب نے جو ۶۲۔ڈی ماڈل ٹاؤن کا ان کا گھر ہے' انھوں نے recently جنریٹر کے ساتھ ایک change over switch لگایا ہے جو ۷۷ ہزار روپے کا ہے' وہ بھی حکومت نے pay کیا ہے۔ اور یہ وہ گھر ہے جس کو پہلے انھوں نے وزیر اعلیٰ ہاؤس قرار دیا' اس کی renovation کرنے کے بعد' پھر آپ کلب روڈ پر آ گئے۔ بہرحال' اس کے بعد پھر ایک اور انھوں نے جو ماشاء اللہ بڑا سوچ سمجھ کے گیسٹ ہاؤس بنایا' وساوا میں' اس کے اوپر بیس لاکھ روپے خرچ آئے ہیں۔ اور پھر وہ انھوں نے اپنا ڈیرہ بنایا۔ پھر اوکاڑہ کے قریب ایک سرکٹ ہاؤس بنایا ہے۔ اس پر بھی تقریباً اتنی ہی رقم خرچ کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد چھتیس لاکھ روپے کی تین جیپیں خریدی ہیں جو صرف جب یہ کہیں باہر تشریف لے جاتے ہیں اوکاڑہ کی طرف تو وہ جیپیں آگے چلتی ہیں۔ اور اس کے بعد ایک اور دیکھیے' ہمارے پنجاب کے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہے کہ وہ مشیر' وہ ان کے معاونین جو منتخب نمائندے بھی نہیں ہیں۔ لیکن ان کے لیے اٹھارہ لاکھ روپے کی چار گاڑیاں خریدی گئیں اور ان گاڑیوں کی اسی سال ساڑھے پانچ لاکھ روپے مرمت پر خرچ کر دیے گئے۔ وہ منہیس صاحب کی گاڑی ہے۔ اور ان کے لیے چار سوزوکی جیپیں خریدی گئیں۔ اور پھر اس کے علاوہ یہ دیکھیے جناب سپیکر کہ ہمارے ہاں جو وزرائے کرام کے لیے مشیر اور معاونین وغیرہ بنائے گئے ہیں میں یہ بھی بات عرض کروں گا کہ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ بھی پتا نہیں ہوگا' میں یہ وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر ان کے نام اور عہدے لے لیں تو میں اپنے واجب الاحترام بھائی غلام عباس سے عرض کروں گا کہ مہربانی کر کے اس کے بعد ان کے اوپر کوئی تنقید نہ کریں۔ یہ جو تنقید کرتے ہیں صحیح کرتے ہیں۔ میں یہ ان کو کہہ رہا ہوں کہ اگر وہ نام اور عہدے بتا دیں تو میں ان کی خدمت میں یہ آپ کی وساطت سے عرض کر دوں گا۔ جناب سپیکر! مہنگائی کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس وقت روٹی کی قیمت ایک آنہ تھی۔ لیکن جب نواز شریف کا دور ختم ہوا اس وقت روٹی کی قیمت آٹھ آنے تھی۔ لیکن آج بائیس مہینوں میں موجودہ روٹی کی قیمت آدھ پاؤ کی روٹی کی ایک روپیہ ہے لیکن روٹی صرف چھٹانک سوا چھٹانک کی بازار میں مل رہی ہے۔ اور اس وقت آٹے کی قیمت ۱۲۰ روپے تھی' آج ۲۲۰ روپے

من ہے۔ چینی اس وقت دس روپے تھی' آج پندرہ روپے ہے۔ دودھ دس روپے تھا' آج چودہ سے بیس روپے ہے۔ دالوں کی قیمتیں بھی چار گنا ہو گئی ہیں۔ تو یہ میرے واجب الاحترام بھائی وزیر خزانہ صاحب نے غریب صوبے کے متعلق کہا۔ تو یہ غریب صوبے کے متعلق میں نے عرض کیا کہ یہاں کیا شاہ خرچیاں ہو رہی ہیں۔ لیکن آپ یہ خیال فرمائیں کہ جو ہمارے کلیریکل سٹاف ہے اور جو پاکستان کے لیے ریڑھ کی ہڈی ہے وہ بےچارے کفن بردار جلوس نکال کے پھر رہے ہیں۔ وہ اپنا حق مانگ رہے ہیں۔ لیکن ان غریبوں کو حق دینے کی بجائے یہ اپنی شاہ خرچیوں کی طرف توجہ دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک اور عرض کروں کہ اب جو انڈسٹری کی پوزیشن چل رہی ہے' اور خاص طور پر ٹیکسٹائل انڈسٹری کی' وہ اس طریقے سے flop ہوتی جا رہی ہے' جو ان کی ایسوسی ایشن ہے' اپٹما نے کہا ہے کہ دو سو ٹیکسٹائل ملیں بند ہو گئی ہیں۔ اور سٹیل ملیں اور دوسرے کارخانے بھی پنجاب کے تقریباً پینسٹھ فی صد بند ہو چکے ہیں۔ اور اس سے بجلی بھی وافر ہو گئی ہے۔ لیکن یہاں یہ عالم ہے' لاہور میں دس دس پندرہ پندرہ گھنٹے لگاتار واپڈا والے shed down لیتے ہیں۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ renovation ہو رہی ہے۔ گرمی کے دنوں میں یہ renovation کر رہے ہیں جبکہ لاہور کے عوام کو یہ سزا دی جا رہی ہے کہ لاہور ان کے قائد میاں محمد نواز شریف صاحب کا سیاسی قلعہ ہے' اور لاہور والوں کو پریشان کیا جا رہا ہے' صرف اس غرض سے کہ انھوں نے نواز شریف کا ساتھ دیا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ میں ایک اور عرض کردوں کہ جو لومیں ہیں وہ بھی تقریباً دو سو کے قریب ہیں جن پر خواجہ صاحب نے اپنی تقریر کے دوران روشنی ڈالی تھی۔ لیکن یہ جتنی فیکٹریاں بند ہو رہی ہیں اس سے بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ اور ایک فیکٹری میں کم از کم دو سو سے چار سو آدمی کام کرتے ہیں۔ اور اتنی فیکٹریاں بند ہونے کے بعد اس پنجاب میں کم از کم ایک لاکھ سے زائد خاندان بے روزگار ہو گئے ہیں۔ تو میں یہ گزارش کروں گا کہ مہربانی فرماتے ہوئے کوئی ایسی پالیسی adopt کریں جس سے یہ فیکٹریاں وغیرہ چلیں۔ تاکہ اس صوبے میں کم از کم بےروزگاری کا خاتمہ ہو سکے۔

جناب سپیکر! یہ کہا جاتا ہے کہ law and order کو بڑا maintain کیا گیا ہے۔ تو آپ اخبارات اٹھا کر دیکھیں کہ آئے دن ہر اخبار میں کم از کم پانچ سے چھ ایسے واقعات لکھے ہوتے ہیں جہاں ڈاکہ پڑ گیا ہے اور چوری کی وارداتیں ہیں۔ قتل و غارت کی جا رہی ہے۔ یہ اس لیے کیا جا رہا ہے کہ یہاں law and order کو maintain نہیں کیا جا رہا۔ اور جب وزیر اعلیٰ صاحب کہیں دورے پر جاتے ہیں تو ان کے ساتھ ان کے باڈی گارڈ پولیس کے بے اندازہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کو چاہیے کہ وہ

عوامی نمائندہ بنیں۔ اور عوامی نمائندے کی حیثیت سے وہ لاہور کی طرف توجہ دیں اور ان علاقوں کی طرف توجہ دیں جہاں law and order خراب ہورہا ہے۔ تو اس کے ساتھ میں ایک اور عرض کروں جناب سپیکر! کہ یہ کہا جا رہا ہے پنجاب پولیس سے دس ہزار آدمی کراچی بھیجے جائیں گے۔ یہ ایک انتظامیہ کا معاملہ ہے ۔اس میں ہم دخل نہیں دیتے۔ لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ کو یاد ہوگا کہ جب مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہوا تھا' اس وقت پنجاب کی پولیس اور ملٹری وغیرہ سارے گئے تھے اور انھیں ایک step promotion پر بھیجا گیا تھا۔ لیکن وہاں مشرقی پاکستان والوں کو پنجاب کے لوگوں سے نفرت اس لیے پیدا ہوگئی تھی کہ وہ وہاں جاکر اپنے فرائض کی صحیح انجام دہی سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتے تھے ۔لیکن اگر وہاں بھی جن پولیس والوں نے اپنے فرائض صحیح طرح انجام دینے کی کوشش کی تو پھر وہاں بھی نفرت پیدا ہو گی۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس چیز پر خاص طور پر غور کیا جائے۔ اور ایسا کام کرنے کے لیے کابینہ کی میٹنگ میں باقاعدہ غور و خوض کرکے پھر اس کے متعلق کوئی ایکشن لیا جائے۔ جناب والا! یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اب موجودہ حکومت نے زکوٰۃ عشر اور بیت المال کا بڑا اچھا انتظام کیا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ پہلے جو زکوٰۃ کمیٹیوں کے الیکشن ہوتے تھے وہ اہل محلہ مسجد میں بیٹھ کر الیکشن کرتے تھے۔ اور وہ اپنا چیئرمین منتخب کرتے تھے۔ اور اس محلے والوں کو پتا ہوتا تھا کہ یہ جو چیئرمین نے رقم ادا کرنی ہے وہ کس طریقے سے ادا کرنی ہے۔ اور وہ صحیح مستحقین لوگوں کو زکوٰۃ بھی مل جایا کرتی تھی۔ میں یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ بڑی عید تک لوگوں کو زکوٰۃ فنڈ نہیں ملا۔ اور عشر کی رقم نہیں دی گئی۔ اور چاہیے تو یہ تھا کہ بیت المال سے لوگوں کی ان بچیوں کی شادیوں کے سلسلے میں امداد کی جاتی جو بے سہارا تھیں' لیکن انھوں نے اپنی شاہ خرچیوں پر خرچ کیا ہے۔ اور غریب عوام کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔

جناب والا! میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ یہ جو ایل ڈی اے نے سکیمیں بنائی ہیں وہاں انھوں نے اپنی سکیموں میں سکولوں کے لیے' ڈسپنسریوں کے لیے اور قبرستان کے لیے جگہ چھوڑی ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب گورنمنٹ نے ایک سکیم بنائی۔ انھوں نے کہا کہ اگرکوئی زمین دے تو اس کے اوپر ساڑھے چار یا پانچ لاکھ روپے خرچ کرکے تعلیم کو فروغ دیا جائے گا۔ تو میں نے ان سے اس بات کے لیے رابطہ کیا تو ایل ڈی اے والوں نے یہ کہا کہ ہمیں اس چیز سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہمیں تو قیمت ملے گی تو ہم زمین گورنمنٹ کو ٹرانسفر کریں گے۔ ورنہ نہیں کر سکتے۔ لیکن ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ غریب عوام کے سکول کے لیے کوئی جگہ نہیں دی جاتی ۔ ڈسپنسری کے لیے

جگہ نہیں دی جاتی حالانکہ ایل ڈی اے سکیم میں جگہ چھوڑی گئی ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ ہے کہ جب ہمارے صاحب اقتدار کے بچوں کی شادی ہو تو ایل ڈی اے والے خرچ کرتے ہیں۔ باتھ روم بناتے ہیں۔ ان کے لیے اس چھوٹی سی تقریب کے لیے کم از کم ۲۵ لاکھ روپے خرچ کر دیے گئے۔ تو ایل ڈی اے والے اگر وہاں خرچ کر لیتے ہیں تو پھر غریب عوام کے بچوں کے لیے بھی جگہ دینی چاہیے جو کہ انھوں نے سکیم میں چھوڑی ہے۔

جناب والا! آپ کو یاد ہو گا کہ آتش بازی کے سلسلے میں میں نے اور میرے چند دوستوں نے قرارداد پیش کی تھی اور آپ نے سختی سے بھی کہا تھا اور وزیر اعلیٰ صاحب نے یہ وعدہ کیا تھا کہ آتش بازی کو بالکل بین کردیا جائے گا۔ لیکن خوش قسمتی کی بات یہ ہے کہ ان کے بیٹے کی شادی آگئی اور وہاں دل کھول کر آتش بازی چلائی گئی۔ اور اس کے بعد لاہور میں تین واقعات ہوئے۔ ایک موچی دروازے میں ہوا اور دو اور لاہور میں ہوئے' وہ صرف اس بات کی بنیاد ہے کہ چونکہ چیف منسٹر صاحب خود قانون کو توڑ رہے ہیں تو پھر دوسرے لوگ کس بات کی پابندی کریں گے۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ جو بات کہی جائے ' آپ اس ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں آپ اس کو پورا تو کروانے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ آپ ضرور کوشش کریں گے۔ لیکن بے بس نہ ہوجائیں' آپ اس ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں۔

جناب سپیکر، میاں صاحب! اب آپ wind up کیجیے۔ آپ کا وقت مکمل ہو گیا ہے۔

میاں معراج دین، جناب والا! میں زیادہ سے زیادہ صرف چار پانچ منٹ لوں گا۔ تو جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ میرے حلقہ نیابت میں بعض ایسے پلاٹ چھوڑے ہوئے ہیں جو قبرستان کے لیے رکھے گئے ہیں۔ لیکن اب کل اور پرسوں دو دنوں میں وہاں قبرستان میں قبضہ گروپ آگیا ہے۔ انھوں نے چار دیواری کرنی شروع کردی ہے۔ میں یہ بات وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ آپ اس بات کی تحقیقات کرالیں۔ وہ زمین ایل ڈی اے نے قبرستان کے لیے چھوڑی ہوئی ہے۔ لیکن آپ کے جیالوں نے اس پر قبضہ کرنا شروع کردیا ہے۔ تو میں آپ کی وساطت سے بالخصوص جناب غلام عباس صاحب سے کہوں گا کہ چونکہ یہ مجھے اس لیے اچھے لگتے ہیں کہ یہ بات سچی کہتے ہیں۔ سچی بات کڑوی ضرور لگتی ہے۔ لیکن ہم ان کی باتوں کو پسند کرتے ہیں۔

جناب غلام عباس ، جناب والا! جیالوں کے خلاف نہیں ہے۔

میاں معراج دین : جناب والا! یہ جس کے حق میں ہیں ' میں بھی ان کے حق میں ہوں ۔ جو اچھی بات ہے وہ میں تسلیم کرتا ہوں ۔ لیکن جہاں قبضہ گروپ ہو یا جہاں لاقانونیت ہو یا جہاں وزراء کرام بے قاعدگیاں کریں اس کی نشاندہی کردی تو اس لیے یہ مجھے اچھے لگتے ہیں ۔ توجناب سپیکر! جو ایل ڈی اے کی زمین چھوڑی گئی ہے اس کے لیے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس کا فوری طور پر نوٹس لیں۔ اور آج ایل ڈے اے والوں کو یہ حکم دیں کہ وہ وہاں جا کر تحقیقات کریں ۔

جناب سپیکر ! میں چھوٹی سی ایک اور گزارش کرتا ہوں کہ ایک گجر پورہ سکیم ہے ۔ اور ایک جعلی پورہ سکیم ہے ۔ وہاں کی آبادی کے لیے قبرستان کے لیے بھی جگہ چھوڑی ہے ۔ اور وہاں غریب لوگوں کو اپنے مرنے والوں کے لیے چھ چھ میل فاصلہ طے کر کے آنا پڑتا ہے ۔ اس کے لیے جو جگہ دی گئی ہے اس پر عمل کرایا جائے ۔ آخر میں جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ میرے قائد میاں محمد نواز شریف پر جو غداری کا الزام لگایا گیا ہے اور میاں اظہر صاحب اور چودھری شجاعت صاحب جو اس وقت وزیر داخلہ تھے اور چودھری عبدالغفور صاحب جو لاءمنسٹر تھے اور باقی دوستوں پر جو غداری کا الزام لگایا گیا ہے اس کے متعلق میں یہ عرض کروں گا کہ جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ غدار کون ہے یا ملک کے لیے خیرخواہ کون ہے ۔ میرے قائد میاں محمد نواز شریف ' میں یہ بات وثوق کے ساتھ اور بڑے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس نے پاکستان مسلم لیگ میں ازسرنو جان ڈالی اور پاکستان مسلم لیگ کا نام پیدا کیا ۔ اور قائداعظم محمد علی جناح کے بعد اگر پنجاب میں کوئی قائد آیا ہے تو پاکستان مسلم لیگ کا قائد میاں محمد نواز شریف آیا ہے اور ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا ہے۔ یہاں یلو سکیم جاری کی اور یہاں موٹر وے بنایا ۔ یلو سکیم میں کوئی تمیز نہیں تھی خواہ کسی پارٹی کا آدمی ہوتا تھا وہ یلو سکیم کے لیے بینک کے ساتھ رجوع کرتا اپنا شناختی کارڈ دیتا تو اس کو کاڑی مل جاتی تھی ۔ اور سابق وزیر داخلہ جو چودھری شجاعت صاحب ہیں وہ اس باپ کے فرزند ہیں جو شہید ہوئے جن کا نام چودھری ظہورالٰہی شہید ہے انھوں نے اس ملک کے لیے جانیں دیں اور ان کے اوپر یہ غداری کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ لیکن غدار وہ ہیں جب ہائیکورٹ میں فیصلہ ہوا تھا کہ یہ دونوں پارٹیاں جھوٹ بولتی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر دونوں غدار ہونے چاہییں اور بالخصوص جو ہمارے چیف منسٹر ہیں اور اس وقت کے جو گورنر تھے وہ غدار ہو سکتے ہیں میرا قائد غدار نہیں ہو سکتا۔ خدا حافظ

جناب سپیکر : اگر آپ کو غداری کا الزام اچھا نہیں لگتا تو بہتر ہے کہ دوسروں پر بھی نہ لگائیں۔ اب آگے بڑھتے ہیں۔

میاں معراج دین : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! جو آپ نے فرمایا ہے یہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔ میں دوسروں پر الزام اس لیے لگا رہا ہوں کہ جو کسی کو غدار کہتا ہے وہ خود اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے۔

جناب سپیکر : نہیں۔ بس آپ کسی پر بھی الزام نہ لگائیں تاکہ آپ کی بات میں کوئی وزن باقی رہ جائے۔

میاں معراج دین : اچھا جی۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر : آپ اپنی بات کو خود ہی بے وزن کر دیتے ہیں۔ اب میاں اظہر حسن ڈار صاحب تقریر فرمائیں گے۔

میاں اظہر حسن ڈار : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جناب سپیکر! 96-1995ء بجٹ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ جس طرح یہ لانگ مارچ ' ٹرین مارچ ' ہڑتالیں اور کراچی کے ایشو کو پنجاب کے ساتھ ملایا گیا اس لحاظ سے یہ بجٹ بڑا متوازن اور ہر لحاظ سے اچھا بجٹ ہے۔ اس سے اچھا بجٹ بن نہیں سکتا کہ جس میں 72 ارب 7 کروڑ روپیہ مالی سال کے تخمینہ سے بیس فیصدی کی شرح سے 12 ارب 3 کروڑ روپیہ زیادہ ہے۔ اس میں وفاق کی طرف سے قابل تقسیم محاصل سے ملنے والی رقم 11 ارب 82 کروڑ روپے کا اضافہ بھی شامل ہے۔ وفاقی حکومت نے 96-1995ء کے لیے نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کے تحت پنجاب کے مقرر کردہ حصہ 54 ارب 5 کروڑ کی بجائے 60 ارب 86 کروڑ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے جو ہمارے حصہ سے 6 ارب 81 کروڑ روپے زیادہ ہے۔

اسی طریقے سے 95-1994ء کے مالی سال میں تعلیم کے لیے مختص اخراجات 1670 کروڑ روپے تھے جس میں اب 96-1995ء میں 2072 کروڑ روپے کی رقم تجویز کی گئی ہے۔ اس طرح تعلیمی اخراجات میں 24 فیصد کا اضافہ ہوا ہے جس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دیہی علاقوں میں سالہا سال سے سکولوں کی جو مرمت نہیں ہو سکی تھی اور جو کہ اس وقت سب سے بڑی ضرورت تھی کیونکہ آبادی بڑھتی جا رہی تھی اور سکول اسی طرح تھے۔ ان کی حالت بڑی بوسیدہ ہو چکی تھی۔ ان کی چھتیں نہیں تھیں۔ اب اس سال بجٹ میں 29 کروڑ روپے تجویز کیے ہیں جس میں سے بڑی حد تک ہمارے دیہی علاقوں کے

سکول مرمت ہو کر غریبوں اور کسانوں کے بچوں کے بیٹھنے کے قابل ہو سکیں گے اور وہ ان میں بیٹھ کر پڑھ سکیں گے۔

اسی طرح 95-1994ء میں امن قائم کرنے کے لیے، لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کے لیے 418 کروڑ روپے رکھے گئے تھے لیکن اب 510 کروڑ روپے تجویز کیے گئے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو 92 کروڑ 22 فیصد کا اضافہ ہے یہ بھی موجودہ حالات کے سلسلے میں کم ہے کہ جس طریقے سے اس ملک میں دہشت گردی، غنڈہ گردی اور چور بازاری شروع ہوئی ہے اور جس طریقے سے جدید اسلحہ کے ساتھ ملزمان پھرتے ہیں اور پولیس کا مقابلہ کرتے ہیں اور ہماری جو پولیس ہے اس کے پاس اتنا اچھا سامان نہیں ہے، ٹرانسپورٹ نہیں ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ امن و امان کے لحاظ سے گاؤں میں جو کہ دیہاتی علاقے ہیں وہاں پر بھی اس پولیس کی approach اس لیے کم ہے کہ ان کے وسائل کم ہیں اور ان وسائل کو پورا کرنے کے لیے اس وقت سب سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ملک میں افراتفری کی وباء لندن پلان سے شروع ہوئی ہے جس میں سرحد والوں نے اسلحہ دینا ہے، پنجاب نے افراتفری ڈالنی ہے اور مین پاور کراچی نے دینی ہے۔ یہ جو منصوبے چل رہے ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ اس میں سے ان کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کیا جائے۔

پی۔ ڈی۔ ایف کی حکومت نے عدلیہ کے وقار اور عزت و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے 52 کروڑ روپے مختص کیے ہیں جو کہ پہلے 37 کروڑ روپے تھے۔ اس طرح 15 کروڑ روپے اضافی رکھے ہیں۔

صوبہ پنجاب میں رورل ایریا کے لیے 95-1994ء میں 392 کروڑ روپے تھے جو کہ آئندہ سال بڑھا کر 474 کروڑ روپے کر دیے گئے ہیں۔ یہ بھی دیہی علاقے میں 21فیصد کا اضافہ ہوا ہے اور 82 کروڑ روپیہ اس میں اضافی رقم ہے جو کہ پہلے صحت کے لیے اتنے روپے نہیں تھے۔ محکمہ صحت کی عمارات کے لیے 8 کروڑ سے 10 کروڑ روپے بڑھا دیے گئے ہیں۔ کیونکہ ہمارے دیہی علاقوں میں صحت کے مراکز کی خستہ حالت ہو چکی تھی کیونکہ پہلی حکومتوں نے اس پر اتنا دھیان نہیں دیا۔ لیکن اس موجودہ بجٹ میں یہ پیسے رکھ کر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کے اوپر اور غریبوں کے اوپر، مزدوروں کے اوپر احسان کیا گیا ہے کہ کچھ تھوڑی بہت سہولتیں ان کو میسر آئیں۔

پنجاب کے مختلف اثاثہ جات جو کہ صوبہ پنجاب کے عوام کی خون پسینہ کی کمائی سے تعمیر ہوئے تھے، جو کہ گزشتہ حکومتوں کی عدم توجہی کی وجہ سے ان کی حالت خراب ہو چکی تھی، ان میں عمارات، شاہراہیں، وسیع و عریض نہری نظام، بڑے بڑے پل، دیگر ادارے تھے جو تباہی و بربادی کی

طرف جا رہے تھے ان کی دیکھ بھال کے لیے ' ان کی مرمت کے لیے 116 کروڑ 30 کروڑ ' 86 کروڑ اور 227 کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جو کہ مالی سال میں بالترتیب 37 فیصد ' 30 فیصد ' 40فیصد اور 30 فیصد سے زیادہ ہے۔

پنجاب کے 70 فیصد عوام جو کہ دیہی علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہیں۔ جن کو کھاد اور بیج لینے میں اتنی زبردست مشکلات پیش آتی تھیں۔ پھر اس میں جعلی ادویات اور کھادیں شامل ہوتی تھیں۔ گورنمنٹ آف پنجاب نے سپلائی کارپوریشن بنا کر اور مرکز کی سطح پر ڈپو مقرر کر کے یہ تجویز کر دی ہے۔

چودھری عبدالحمید ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، جی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

چودھری عبدالحمید ، جناب والا! کیا یہاں پر پڑھ کر تقریر کی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر ، نہیں ' نہیں۔ وہ پوائنٹس پڑھ رہے ہیں۔

چودھری عبدالحمید ، پوائنٹس نہیں پڑھ رہے ۔ ان کی لگاتار نظر نیچے ہے اور وہ باقاعدہ وہیں سے پڑھ رہے ہیں۔

جناب سپیکر ، آپ اطمینان رکھیں ۔ وہ پوائنٹس بول رہے ہیں۔ جی

میاں اظہر حسن ڈار ، مرکز کی سطح پر وہ ڈپو بنائے گئے ہیں جہاں پر مزدوروں اور کسانوں کا تائم بھی بچے گا اور ان کو وہاں سے اصل ادویات میسر آئیں گی جس میں کسانوں کے لیے سب سے بہترین اور اچھی تجویز بھی رکھی ہے کہ پنجاب حکومت نے مرکزی حکومت کو سفارش بھی کی ہے کہ جو جعلی ادویات یا جعلی کھادیں تقسیم کرے اس کو زیادہ سے زیادہ سزائیں دی جا سکیں' جس میں سب سے زیادہ سزا سات سال اور دس لاکھ روپے جرمانہ بھی ہے۔

آبپاشی کے نظام میں 49 فیصد نہری پانی جو کہ چوری ہوتا تھا جس سے ٹیل پر پانی نہیں پہنچتا تھا ان نہروں کی مرمت کے لیے ' کھیتوں تک پانی کو پہنچانے کے لیے اور زرعی قرضے دینے کے لیے انھوں نے 95-1994ء میں 24 فیصد کا اضافہ کیا ہے۔ 108 کروڑ سے 134 کروڑ روپے تک لے گئے ہیں۔

96-1995ء میں تعمیر پنجاب پروگرام 13 ارب 50 کروڑ میں سے 8 ارب 40 کروڑ روپے

تمام ترقیاتی پروگرام اور 5 ارب 10 کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے لیے مختص کیے ہیں۔ یہ رقم 1994-95ء کے سالانہ ترقیاتی پروگرام سے تقریباً 12.5 فیصد زیادہ ہے۔

پہلے سے جاری شدہ منصوبوں کی تکمیل اور نئے منصوبوں کے اجراء کے لیے 7 ارب 71 کروڑ 60 لاکھ روپے ہیں جو کہ کل ترقیاتی بجٹ کا 57 فیصد ہے۔ 5 ارب 75 کروڑ 40 لاکھ روپے جو کل ترقیاتی بجٹ تھا اس میں سے 43 فیصد نئی سکیموں کے لیے مختص کیے ہیں۔

تعلیمی شعبہ میں 277 کروڑ 31 لاکھ روپے مخصوص کیے گئے ہیں جس میں سے 77 کروڑ 31 لاکھ روپے عام پروگرام اور 200 کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام کے لیے خرچ ہوں گے۔ یہ رقوم تقریباً 23 فیصد زیادہ ہیں جس میں سوشل ایکشن پروگرام کے تحت 2288 نئے پرائمری سکول اور 1725 پہلے سے موجود بغیر عمارت کے پرائمری سکولوں کی عمارات تعمیر کی جائیں گی۔ 184 مسجد سکولوں کو پرائمری سکولوں میں تبدیل کیا جائے گا۔ 1580 پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا جائے گا۔ 1000 پرائمری سکولوں کو فرنیچر اور 625 مڈل سکولوں کو فرنیچر دیا جائے گا۔ اسی طرح آئندہ سال میں 118 ہائی اور ہائر سیکنڈری سکولوں کی نئی عمارات بنائی جائیں گی اور طلباء و طالبات کے لیے 48 ہائی سکولوں کو ہائر سیکنڈری کا درجہ ملے گا۔ 27 نئے سیکنڈری سکولوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔ طلباء و طالبات کے لیے 40 نئے کالج 96-1995ء میں کھولے جائیں گے جو کہ 4 کروڑ روپے کی لاگت سے ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سال کے بجٹ میں جو یہ رقوم رکھی ہیں اگر اس پر عمل ہوتا گیا۔ جس طرح صحت کے شعبے میں 96-1995ء میں 125 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جو 95-1994ء سے 6 فیصد زیادہ ہیں اس میں میو ہسپتال کے لیے 2 کروڑ روپے۔ علامہ اقبال میڈیکل کالج کے لیے 3 کروڑ 93 لاکھ روپے بہاولپور وکٹوریہ کے لیے 1 کروڑ 40 لاکھ۔ نشتر ہسپتال ملتان کے لیے 3 کروڑ 56 لاکھ اور پنڈی میڈیکل کالج کے لیے 7 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں لیکن ہمارے گوجرانوالہ شہر جس کی بارہ لاکھ کی آبادی ہے اس میں سول ہسپتال ایک ہے اور اس میں ایک آپریشن تھیٹر ہے جس میں ڈینٹل سرجنز لیڈی ڈاکٹرز اور دوسرے سرجنز اور فزیشنز کافی زیادہ ہیں میں گورنمنٹ پنجاب اور محکمہ صحت سے عرض کروں گا کہ ہمارے گوجرانوالہ سول ہسپتال کے لیے بھی جس طرح دوسرے اضلاع کے لیے پیسے دیے گئے ہیں مثلاً لاہور، پنڈی اور ملتان اسی طرح ہمیں بھی گوجرانوالہ کے لیے پیسے عنایت فرمائے جائیں تاکہ وہاں کے غریب لوگ بھی مستفید ہو سکیں۔

جناب والا! گزشتہ سالوں میں دیہی علاقوں میں مڈل سے نویں اور دسویں کلاسوں کا اجراء ختم کر دیا گیا تھا لیکن اس سال حکومت نے ۹۶-۱۹۹۵ء میں انہیں ہائی سکول کا درجہ دینے کا فیصلہ کیا ہے جو بہت ہی اچھا قدم ہے ہم وزیر اعلیٰ پنجاب کے شکر گزار ہیں کہ اگر انہوں نے آٹھویں جماعت سے دسویں جماعت تک دیہی علاقوں کے سکولوں کو ہائی کا درجہ دیا ہے اور اس میں تقریباً دس کروڑ روپے کی رقم رکھی ہے جو بہت کم ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ چونکہ آبادی بھی بڑھ چکی ہے اور تعلیم کے سلسلے میں دیہی علاقے پہلے ہی پیچھے ہیں لہٰذا ان علاقوں میں مڈل سے ہائی سکول کرنے کے لیے پنجاب میں یہ دس کروڑ روپیہ بہت کم ہے میری استدعا ہے کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ روپیہ رکھا جائے کیونکہ بچیوں کو ایک یونین کونسل سے دوسری یونین کونسل میں جانے کے لیے بہت تکلیف ہوتی ہے اور ہر یونین کونسل میں بچیوں کا ایک ہائی سکول ہونا چاہیے لہٰذا میں درخواست کروں گا کہ جلال یونین کونسل پر بھی مہربانی کی جائے۔

جناب والا! یہاں پر میرے دوستوں نے گوجرانوالہ کارپوریشن کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے میں اس حوالے سے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ گوجرانوالہ کارپوریشن کے ۷۹ اور ۹۱ میں جناب محمد اسلم بٹ چیئرمین تھے اور ۹۳-۱۹۹۱ء میں بابو جاوید احمد صاحب تھے۔ جناب والا! جب تک بلدیاتی ادارے رہے ہیں وہ سابقہ دور کے چیئرمین تھے اور ۸۲-۱۹۸۱ء میں ۲ کروڑ ۹۲ لاکھ ۸۳-۱۹۸۲ء میں ۲ کروڑ ۶۶ لاکھ ۸۴-۱۹۸۳ء میں ۳ کروڑ ۹۰ لاکھ ۸۵-۱۹۸۴ء میں ۴ کروڑ ۲۹ لاکھ ۸۶-۱۹۸۵ء میں ۴ کروڑ ۳ لاکھ ۸۷-۱۹۸۶ء میں ۴ کروڑ ۲۱ لاکھ ۸۸-۱۹۸۷ء میں ۴ کروڑ ۸۹-۱۹۸۸ء میں ۵ کروڑ ۱۶ لاکھ اس کی ڈویلپمنٹ ہوئی تھی اور ۹۲-۱۹۹۱ء میں ۷ کروڑ ۳۶ لاکھ اور ۹۳-۱۹۹۲ء میں ۶ کروڑ اور ۹۴-۱۹۹۳ء میں ۲ کروڑ ۵۹ لاکھ اور ۹۵-۱۹۹۴ء میں ۲ کروڑ ۴۶ لاکھ روپے رکھے گئے تھے جبکہ اب ۹۶-۱۹۹۵ء میں ۷ کروڑ ۲۵ لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور جناب والا! یہ کہتے ہیں کہ ہماری ڈویلپمنٹ نہیں ہوئی اور گوجرانوالہ کارپوریشن میں ۲ کروڑ ۴۶ لاکھ روپے کی ڈویلپمنٹ ہوئی ہے ۶۰ لاکھ کے ٹینڈرز ہوئے ہیں اور اس طریقے سے جو پہلے انہوں نے ڈویلپمنٹ کی ہے اور جب یہ ادارے ٹوٹے تھے تو اس وقت ۲۱ کروڑ روپے کی liability گوجرانوالہ کارپوریشن کے اوپر تھی جس میں پٹرول کے بل بھی تھے جس میں گاڑیوں کے بل تھے اور جتنے بھی اور بل تھے انہوں نے دیے اور لوکل گورنمنٹ بورڈ سے انہوں نے مختلف طریقے سے ٹمبر مارکیٹ کے نام سے اور مختلف اداروں کے نام سے قرضے لیے اور اب انہوں نے تقریباً ۲۱ کروڑ روپیہ دینا ہے اور اس میں انہوں نے ۱۸۰ افراد بوگس ملازم رکھے ہوئے تھے جن کی تنخواہیں یہ ادارے

سے دیتے تھے لیکن وہ ان کے گھر میں تھے وہ ان کے چوکیدار تھے وہ سابقہ کونسلروں کے گھروں میں بیٹھتے تھے اور انہوں نے اس دور میں اس علاقے میں اتنی دھاندلی مچا رکھی تھی تجاوزات بنا رکھی تھیں کہ شہر کو برباد کر دیا تھا اب وزیر اعلیٰ صاحب نے ان تجاوزات کو بھی ہٹانا ہے اور اب ادارے کے پاس ۲۱ کروڑ روپے کی liability ہے جو انہوں نے ادا کرنی ہے اب یہ ادارہ مضبوط ہو چکا ہے اب انہوں نے نئے سال ۹۶-۱۸۹۵ء کے لیے ۷ کروڑ اور ۲۵ لاکھ روپے کا بجٹ رکھا ہے اور ۴ کروڑ روپیہ in hand ہے ۶۰ لاکھ کے ٹینڈرز ہیں ۲ کروڑ اور ۳۶ لاکھ روپے کی ڈویلپمنٹس ہو چکی ہیں۔

جناب جی ۔ ڈی ۔ اے نے کافی ڈویلپمنٹس کی ہیں اور اس نے ۹۵-۱۹۹۴ میں ۲ کروڑ اور ۳۶ لاکھ روپے کی ڈویلپمنٹس کی ہیں ان کے کام ہو رہے ہیں سڑکیں بھی بن رہی ہیں اس کے ساتھ انہوں نے پانچ نئی سکیمیں بھی دی ہیں جو on-going schemes ہیں اس اتھارٹی نے سڑکیں بھی بنائی ہیں اور سیوریج کا انتظام بھی صحیح کیا ہے

جناب والا! یہاں پر میرے دوستوں نے گوجرانوالہ کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے ۔ میں اس سلسلے میں عرض کرتا ہوں کہ گوجرانوالہ کے دو سنٹرل منسٹر تھے اور دو صوبائی منسٹر تھے ایک ایڈوائزر تھے اور پارلیمانی سیکرٹری بھی تھے بارہ سولہ سال سے ان کی حکومت تھی لیکن یہ اپنے دور حکومت میں گوجرانوالہ کے لیے ایک کروڑ روپیہ بھی نہیں لے کر آئے اور کارپوریشن اپنے ملازمین کی پنشن کا ایک کروڑ بھی اپنی ڈویلپمنٹس پر خرچ کر گئی اس پر اتنی liability تھی کہ یہ ہر پیسہ کھا گئے تھے لیکن یہ ان کے اپنے دور حکومت میں ان کا کشمیری وزیر اعظم تھا کشمیری ہی وزیر اعلیٰ تھا اور کشمیری ہی کارپوریشن کا چیئرمین تھا لیکن یہ نام بھی کشمیروں کا لیتے ہیں ------

خواجہ ریاض محمود ، اور کشمیری ہی تنقید کر رہا ہے ۔ یہ ذرا نوٹ کر لیا جائے ۔

چودھری محمد اقبال ، اور فاضل مقرر ماشاء اللہ ایڈوائزر بھی ہیں ۔

میاں اظہر حسن ڈار ، جناب سپیکر ! یہ اپنے دور حکومت میں ایک لاکھ روپیہ تک نہیں لا سکے۔ حالانکہ خان دستگیر خان صاحب بلدیات اور رورل ایریاز کے سنٹرل منسٹر تھے اور ہمارے وزیر اعظم صاحب بھی بڑے پاوورفل تھے اور ہمارے چودھری اقبال صاحب بڑے اچھے اور منجھے ہوئے وزیر تھے اور عثمان ابراہیم صاحب بھی وزیر تھے لیکن یہ اپنے دور حکومت میں ایک ٹیڈی پیسہ بھی لے کر نہیں آئے ۔ جب ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب گوجرانوالہ تشریف لے گئے تو پی ۔ ڈی ۔ ایف کے ورکروں نے اور

پریس کے صحافیوں نے ان سے اس شہر کی ترقی اور یہاں کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے پیسے مانگے تو انہوں نے ۵ کروڑ روپے کے پیکج کا اعلان کیا۔ تین کروڑ روپیہ کمشنر صاحب کے فنڈز میں جمع ہے اور جی ٹی روڈ کے لیے مینڈر ہو گئے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب بھی بجٹ میں پیسے رکھے ہیں اور صرف اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اور اپنے دور اقتدار میں جو یہ اپنا کام نہیں کر سکے اس پر پردہ ڈالنے کے لیے یہ یہاں پر تقاریر کر رہے ہیں۔ ان کا لیڈر کوئی نظریاتی نہیں ہے وہ پہلے Unionist تھے پھر وہ Re-publican رہے ہیں وہ conventional لیگی رہے ہیں پھر وہ پیپلز پارٹی میں آئے پھر وہ مارشل لیگ میں گئے اب وہ نواز لیگ میں آئے اور سینیٹر بن گئے اسی طرح سے جب یہ مسلم لیگ کا نام لیتے ہیں تو وہ لوگ جو حضرت قائد اعظم کی بہن کے الیکشن میں کتی پر ڈوپٹہ ڈال کر اس کے منہ پر تھپڑ مارتے رہے ہیں وہ اس کے لیڈر ہیں اور جناب یہ کس طرح ملک و قوم کی خدمت کر سکتے ہیں یہ اپنی کوتاہیوں کو بچانے کے لیے اور اپنی لیڈر شپ کو بچانے کے لیے یہاں پر بات کرتے ہیں لیکن انہوں نے کوئی ملک اور شہر کا کام نہیں کیا نہ یہ مسلم لیگی نظریاتی ہیں ہاں چند کھوسہ جیسے آدمی ہیں ہم ان کو سلام پیش کرتے ہیں لیکن یہ لندن پلان میں شامل اور نظریہ پاکستان کے مخالف ہیں اور سرحدی گاندھی کا ساتھ دیتے ہیں اور یہ لسانی اور دہشت گردوں کا ساتھ دیتے ہیں ہم اس لندن پلان کی سازش کو نہیں چلنے دیں گے کہ لندن سے اسلحہ آئے اور پنجاب میں افراتفری ہو عدالتوں کو مجروح کیا جائے دہشت گردی سے جمہوری اداروں کو دبایا جائے اس کے ساتھ ساتھ جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ اس بجٹ میں لاہور اور گوجرانوالہ کے صحافیوں کے لیے رہائشی کالونیوں میں مخصوص کوٹے رکھے جائیں یہ بھی ایک غریب مڈل کلاس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں وکلا کے لیے بھی کوٹے رکھے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر : بڑی مہربانی ۔---- رانا محمد اقبال خان

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے فاضل رکن کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے میری نظریاتی وابستگی کو تو تسلیم کیا۔ جہاں یہ مسلم لیگ کی بات کرتے ہیں اور ہمیشہ ۱۲ اور ۱۶ سال کی بات کرتے ہیں میں ریکارڈ کی درستگی کے لیے عرض کرتا ہوں کہ مسلم لیگ کی حکومت ۱۹۸۵ء میں بنی اس سے پہلے ان کے اپنے ضلع کے چودھری حامد ناصر چٹھہ صاحب

بھی ۸۴-۱۹۸۳ء میں وزیر رہے ہیں ان کے دور کے اپنے ضلع کے کوئی ترقیاتی منصوبے بتا دیں ہمارے جو ۱۹۸۵ء کے منسٹر کا جو نام لیا جا رہا اس وقت بھی حامد ناصر چٹھہ صاحب جو ان کی اپنی حلیف جماعت کے قائد ہیں مرکزی وزیر تھے وہ سپیکر رہے ہیں ان کا کوئی ذکر خیر یہاں کر دیا ہوتا۔

جناب سپیکر، جب آپ کی باری آئے تو ان کے وزراء کا ذکر خیر کر دیجیے گا۔

میاں اظہر الحسن ڈار: جناب سپیکر! مارشل لاء دور بھی ان کا دور تھا۔ اور وہ مارشل لاء ہی کے وزیر تھے جو اب مسلم لیگی ہیں۔ وہ گوجرانوالہ کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔ میں ان کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ میں نظریہ پاکستان کے حامیوں کو سلام پیش کرتا ہوں۔ وہ وزیر چٹھہ صاحب تھے جو مسلم لیگ کے صدر تھے اور آج بھی مسلم لیگ کے صدر ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

اٹک میں خودساختہ انٹی کرپشن کمیٹی کے ممبران کی کاروں پر سبز نمبر پلیٹوں کا استعمال

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Point of order, I would like to bring it to your kind notice a very important item and also for the information of the House that in my district there are self-appointed Chairmen and Members of Anti Corruption Committees and others. They have green plates on their cars and they are strutting about in offices. I would request the treasury benches that you have every right to appoint these people but please make a notification. Don't make us a victim of any body who can put this plate on. Please let the Minister or any responsible from the Treasury Benches at least tell us so that we can salute the man you appoint but any body with a label of political party should not be allowed to take shelter under a green plate and indulge in all the nefarious and anti-social activities. Sir, I want to bring it to your notice because you are the custodian of at least our safety and see that no such things are made official which are not recognised.

MR SPEAKER: It has become a part of our record and, I think, Mr. Ghulam

Abbas who is present here will take due notice of that. Now, I call upon Rana Muhammad Iqbal Khan.

SARDAR ZULFIQAR ALI KHAN KHOSA: You on the Chair of the Speaker gave a decision on this very issue in one of the previous sessions that all such plates must be removed from the cars. Till date those plates have not been removed from the cars of those fictitious members of the Anti Corruption Committee The concerned Member of the Assembly who is supposed to be the head of that Anti Corruption organization or whatever you choose to call it, was here on that particular day No action has so far been taken Should we understand that there is a total disregard for the authority of the Speaker or should we understand that any commitment made on the floor of this House has no weight and no commitment?

MR SPEAKER: I think it has been brought to the notice of the Chair and as I have taken notice of it and I have drawn attention of Mr. Ghulam Abbas and he is there, I hope he will take due notice of this irregularity. If due appointments are made that is alright but if people are taking undue advantage of that facility then they should be prohibited.

SARDAR ZULFIQAR ALI KHAN KHOSA: This was the ruling exactly on the previous day when this issue was raised and commitment was given on the floor of this House. If it is to be treated exactly in the same manner as it was previously treated then to whom should we appeal.

MR SPEAKER: Well, Khosa Sahib, you realise that we can only instruct. It is the executive who has to implement the instruction. I will take serious notice of that. Please be rest assured.

MR GHULAM ABBAS: Mr. Speaker , Sir, thank you very much. I would appreciate if any honourable Member of this House will indicate a member of Anti Corruption Committee who is involved in any mal-practice or immoral practices , I will remove him from his membership.

SARDAR ZULFIQAR ALI KHAN KHOSA: I am not in a position to go and catch somebody while he is indulging in mal-practices but if I see a car or a vehicle with this plate on, I consider it my duty, in future, to note the number of that car and I will convey it to the honourable members.

MR SPEAKER: Very good. Other Members can also do the same

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Let the honourable Member talk to the Deputy Commissioner, Attock, on telephone and ask him how many plates are being displayed on these unauthorised vehicles.. It is a matter for everybody Not a matter of Opposition or a matter of the Treasury Benches. It is for the prestige of this House. Anybody can put on MPA's plate tommorrow. Unless you stop them they are all MPAs

MR GHULAM ABBAS: It has already been accepted by the Chair that any person from the society cannot put on a plate of MPA until and unless the honourable Member is sitting in the car It has already been instructed and if any member is giving this privilege to his family or friend that is not the fault of law. So far as the matter of Anti Corruption members is concerned I can assure you that I will not spare anybody who is a member of anti corruption and he involves himself in any mal-practices.

MR SPEAKER: Thank you very much.

MR GHULAM ABBAS: Thank you.

جناب سپیکر، میں ایک بات اراکین اسمبلی کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں ۔ بعض اوقات سمجھا جاتا ہے کہ چیزیں یہاں بیان ہوتی ہیں۔ ان کا کوئی حاصل حصول نہیں ہوتا ۔ میں مانتا ہوں کہ اصلاح کرنا کافی مشکل کام ہے ۔ لیکن استقلال شرط ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے بھی خیر اور شر میں ایک جنگ کا اکثر ذکر کیا ہے لیکن خیر کی فتح کے ساتھ ایک چیز مشروط رکھی ہے ۔ بشرطیکہ خیر کے حامل لوگ اپنی طبیعت میں استقلال بھی رکھیں ۔ جب خیر میں استقلال نہیں ہوتا تو خیر شکست کھا جاتا ہے ۔ لیکن اگر خیر کے حامل لوگ استقلال سے اس پر ڈٹے رہیں تو بالآخر خیر کی فتح ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح جیسے کل یہاں بات ہو رہی تھی کہ یہاں ایک روایت ہاؤس کو وقت پر چلانے کی ڈالی گئی اور اللہ کے مہربانی سے اور آپ کے تعاون سے اس میں بڑی کامیابی ہے ۔ اسی طرح کل یہاں بات ہوئی تھی کہ ہاؤس تو وقت پہ چلتا ہے لیکن سیکرٹریٹ نہیں چل رہا ۔ تو میں نے یہاں بات کی ۔ کھر صاحب تشریف رکھتے تھے ۔ میں نے ان سے کہا ۔ انھوں نے اسی وقت کہا کہ میں نے ہدایات جاری کر دی ہیں۔ آج میرے پاس محترم رانا اکرام ربانی صاحب کا ایک میمو پہنچا ہے جس میں انھوں نے مجھے ایڈریس کر کے کہا ہے ۔اور انھوں نے اپنے تمام محکموں کو جس میں تمام ایڈیشنل سیکرٹریز تمام ڈپٹی سیکرٹریز ' تمام انڈر سیکرٹریز' ڈائرکٹر جنرل ہیلتھ ' منیجنگ ڈائرکٹر پنجاب ہیلتھ فاؤنڈیشن ' تمام ہیڈز آف سپیشل انسٹی ٹیوشنز پنجاب ' تمام پرنسپل میڈیکل کالجز کو punctuality کے لیے ایک خط آرڈر کی صورت میں بھیجا ہے ۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بجا ہے کہ ہم بعض اوقات بار بار ایشوز کی جانب توجہ دلاتے ہیں ۔ اور بعض اوقات اس میں تساہل ہوتا ہے ۔ لیکن اگر ہماری vigilance قائم رہے اور ہم مسلسل اس پر زور دیتے رہیں تو اس بات کا بھی امکان ہے کہ دیر ہی سے سہی لیکن لمحہ بہ لمحہ بات اصلاح کی جانب بڑھتی چلی جائے گی ۔ اور آپ اپنا کام جاری رکھیے ۔ میں بھی اپنا کام جاری رکھتا ہوں۔ اللہ نے چاہا تو اس صوبے میں انشاء اللہ معاملات بہتر سے بہتر ہوتے چلے جائیں گے۔ ---------جناب اقبال خاکوانی صاحب !

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی ، آپ کے چہرے کی بشاشت اور سکون یہ ظاہر کر رہا ہے کہ گزشتہ رات آپ بڑی سکون کی نیند سوئے ۔ اور اس کی وجہ میں یہی سمجھ رہا ہوں کہ گزشتہ ایک ماہ سے جاری جو ایک chaos تھا بالآخر وہ آزمائش کی گھڑی ٹل گئی اور آپ اس میں سرخرو رہے ۔ اور ویسے بھی آج آپ نے جو سفاری سوٹ پہنا ہوا ہے یہ بھی اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جب آدمی ذہنی طور پر بہت ہی آسودگی محسوس کر رہا اور اطمینان محسوس کر رہا ہو تو پھر وہ اس قسم کے خوبصورت سوٹ بھی پہنتا

ہے۔ تو میں بڑا مشکور ہوں ان قوتوں کا جنھوں نے ہم سے ہمارا ضعیف رامے نہیں چھینا۔

جناب سپیکر: مہربانی آپ تشریف رکھیے ۔ آپ کا شکریہ اور اب رانا اقبال احمد خان صاحب کو موقع دیتے ہیں ۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی : جناب سپیکر ! میرے بڑے سینئر ، معزز رکن اسمبلی نے یہ جو وضاحت فرمائی ہے ۔ آیا یہ پوائنٹ آف آرڈر تھا؟

جناب سپیکر: نہیں یہ پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں تھا البتہ یہ ان کی شگفتہ بیانی تھی ہم نے کہا چلیے اچھا ہے بجٹ کی خشکی تھوڑی دیر کے لیے دور ہو جائے گی ۔ جی رانا صاحب ۔

میزانیہ برائے سال 96-1995ء پر بحث (---جاری)

رانا محمد اقبال خان : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ شکریہ جناب سپیکر! آپ نے مجھے بجٹ پر بولنے کا موقع فراہم کیا ۔ اس سے پیشتر میرے بھائی اقبال خاکوانی صاحب آپ کی نسبت کچھ فرما رہے تھے ۔ ہمیں کچھ افسوس بھی ہے بلکہ یوں کہہ لیجیے کہ ۔

قسمت کی خوبی دیکھیے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

جناب سپیکر ! مجھ سے پہلے مقرر جناب ڈار صاحب اس وقت تشریف نہیں رکھتے انھوں نے کشمیریوں کی شکایت کی ۔ خود ہی کشمیری بلکہ یوں کہہ لیجیے ۔

وہی قاتل ، وہی شاہد ، وہی منصف ٹھہرے
میرے اقربا خوں کا دعویٰ کریں کس پر

جناب والا ! جہاں تک ہمارے پنجاب کے اس بجٹ کا تعلق ہے ۔ کسی ملک کے سیاسی اور معاشی حالات اس ملک اور صوبے کے استحکام کی تصویر پیش کرتے ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ملک میں اور نہ ہی ہمارے صوبے میں نہ تو سیاسی استحکام ہے اور نہ ہی معاشی استحکام ہے ۔ میں اپنے دوستوں سے گزارش کروں گا ---- جناب سپیکر ! آپ نوٹس لیں ایوان میں شور ہو رہا ہے جو کہ مناسب نہیں ۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز ۔

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر ! ان دونوں ہی چیزوں کا ہمارے ہاں فقدان نظر آ رہا ہے ۔ صوبے کی

خوش حالی اور ترقی کی ضمانت یہ دونوں چیزیں ہی فراہم کیا کرتی ہیں لیکن ان دونوں چیزوں کے فقدان کے بعد پاکستان کی صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ پاکستان کا وہ حصہ جہاں سے پاکستان میں تمام چیزیں آتی ہیں ' import ہوتی ہیں اور وہ پاکستان کی تجارتی شہ رگ ہے۔ اس میں جو حالات اس وقت ہیں ان کا اندازہ یہاں بیٹھ کر لگانا مشکل ہے وہاں جا کر اگر آپ دیکھیں تو یقین جانیے آپ کے لیے وہاں رہنا دشوار ہو جائے گا۔ اب میں اپنے قائد پر بغاوت کے مقدمات درج کیے جانے پر احتجاج کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! میرا قائد میاں محمد نواز شریف جس نے پنجاب کو ---- جس کے بارے میں دوسرے صوبے اور بڑے بڑے لیڈران کرام یہ کہتے تھے کہ پنجاب ایک سیاسی یتیم خانہ ہے لیکن اس شیر ببر نے ' اس نواز شریف نے پاکستان اور پنجاب کا نام روشن کیا۔ اور جس نے پاکستان کو ایشیا کا ٹائیگر بنانے کا علان کیا تھا اور جس کے دور حکومت میں پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن تھا آج اس کے خلاف بغاوت کے مقدمے بنائے جا رہے ہیں۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو لوگ ہمارے اس پاکستان کے خلاف افغانستان میں بیٹھ کر یا انڈیا میں بیٹھ کر بغاوت کے منصوبے بناتے رہے ہیں ان کو تو بخشا جا رہا ہے اور جو پاکستان سے محبت رکھتا ہے اور جس کا دل بھی پاکستان ہے ' جس کی جان بھی پاکستان ہے ' جو آپ بھی پاکستان ہے اس پر بغاوت کا مقدمہ درج کروایا گیا ہے۔ اس سے بڑی شرم کی بات اور کیا ہو سکتی ہے ----

جناب سپیکر: بہت سے دوست آج اس موضوع پر بات کر رہے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بجٹ سے اس کا کتنا تعلق ہے ؟ دوسری بات یہ ہے کہ یہ معاملہ عدالت میں ہے ' sub-judice ہے۔ آپ نے احتجاج کیا لیکن از راہ کرم اس سلسلے میں ذرا احتیاط کریں۔ اپنی زیادہ تقریر بجٹ تک محیط رکھیں۔

رانا محمد اقبال خان: جناب والا! میں بجٹ کی طرف ہی آ رہا ہوں۔

جناب وزیر اوقاف: آج اگر رانا پھول صاحب زندہ ہوتے تو وہ ان کو سمجھاتے۔

رانا محمد اقبال خان: اگر وہ زندہ ہوتے تو اللہ کے فضل و کرم سے پھر آپ اس طرح نہ ہوتے۔ جس طرح اب ہیں۔ انھوں نے سارے شہر کا پانی گندہ کر دیا ہے۔ لاہور بارڈ والے ان کے خلاف کیس رجسٹرڈ کروانا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! انھوں نے چار دن پہلے نہر کا پانی گندہ کر دیا ہے جس سے لوگوں کی زمینیں کاشت ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ آپ کو بہکا رہے ہیں۔ موضوع سے ہٹا رہے ہیں آپ اپنے موضوع پر

رہیں۔

رانا محمد اقبال خان، جناب والا ! پنجابی وچ کہندے نے کہ میں ایڈا کاکا نئیں کہ ایناں دے بہکاوے وچ آجاواں گا۔

جناب امان اللہ خان بابر، جناب سپیکر ! آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ رانا صاحب یہ آپ کو بہکا رہے ہیں۔ جناب جو بہکانے والا ہوتا ہے وہ کیا ہوتا ہے؟ آپ اس کی ذرا وضاحت فرما دیں۔

جناب سپیکر، وہ چالاک ہوتا ہے' ہوشیار ہوتا ہے۔

رانا محمد اقبال خان، جناب شیطان بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

جناب سپیکر، دیکھیں یہ اب آپ کا کام ہے کہ آپ ان کے بہکاوے میں نہ آئیں۔

رانا محمد اقبال خان، وہ میرے لیے نہایت ہی قابل احترام ہیں۔ میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ جناب سپیکر ! یہاں تین دن سے بجٹ پر باتیں ہو رہی ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ پنجاب کا بجٹ بہت ہی اچھا' خوب صورت' اچھی کتاب میں چھپا ہوا پیش کیا گیا ہے۔ اس پر جناب وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ صاحب کو بے شمار قسم کی داد و تحسین پیش کی گئیں۔ پنجاب کے کاشت کاروں کے متعلق بھی کافی دوستوں نے بڑی کھل کر باتیں کیں' تجاویز دیں اور کہا گیا جو کہ ایک حقیقت بھی ہے کہ پنجاب میں کاشت کاروں کو ایک ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے لیکن جناب والا ! یہ ریڑھ کی ہڈی کسی سازش کے تحت کمزور کی جا رہی ہے۔ میں ارباب اقتدار سے کہتا ہوں کہ اپنی آنکھیں کھولیے اور پاکستان کے خلاف جو سازش چل رہی ہے اس پر کنٹرول کیجیے۔ جناب سپیکر ! زرعی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لیے پانچ اجزاء کا ہونا یا پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ (۱) پانی کی اہمیت ہوتی ہے (۲) بیج کی اہمیت ہوتی ہے (۳) کھاد کی اہمیت ہوتی ہے۔ (۴) pesticides کی اہمیت ہوتی ہے (۵) ڈیزل اور ٹریکٹر کی اہمیت ہوتی ہے۔ جناب سپیکر' جب بھی کاشت کا وقت آتا ہے تو خصوصی طور پر ان پانچ اجزا میں سے ایک نہ ایک کو کسی سازش کے تحت شارٹ کر دیا جاتا ہے۔ اگر ان پانچوں چیزوں میں سے کوئی چیز شارٹ ہو تو یقینی طور پر پیداوار پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ اس وقت پنجاب میں دھان کی کاشت ہو رہی ہے اور 33 لاکھ 8 ہزار رقبے پر دھان کاشت کیا جائے گا۔ لیکن افسوس کہ آج میں آپ کو دعوت دیتا ہوں اور اپنے حلقے میں لے چلتا ہوں۔ میرے ضلع قصور میں جو دیہات راجباہ نیاز بیگ کی ٹیل پر ہیں اور جو راجباہ ترک ونگ کی ٹیل پر ہیں۔ یقین جانیے کہ وہاں پر فصلات کا

کاشت کرنا تو دور کی بات وہاں کے کاشت کاروں کو اپنے مویشیوں کو پلانے کے لیے پانی موجود نہیں ہے۔ تو یہ ملک اور یہ صوبہ کس طرح ترقی کرے گا جبکہ یہاں پانی ہی نہ ہو۔ اگر پانی نہ ہو تو چیز کاشت ہی نہیں ہو سکتی۔ ابھی ہمارے دوست میاں افضل حیات صاحب بار بار کہہ رہے تھے کہ ہمیں چاہیے کہ اخراجات سرکاری ہوں یا غیر سرکاری ہوں ان میں کمی کر کے اپنے صوبے کی بہتری اور بھلائی کے لیے زیادہ سے زیادہ بجٹ رکھیں۔ لیکن مجھے اپنے ان ارباب اقتدار دوستوں پر افسوس ہے کہ جنھوں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور ان کو پتا نہیں کہ اس صوبے کے ایک ضلع میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ بلکہ میں یہ کہوں کہ یہ پنجاب کا بجٹ نہیں بلکہ یہاں پر اوکاڑہ کا بجٹ پیش کیا گیا ہے تو میرے خیال میں میں غلط نہیں ہوں گا۔ جناب والا، وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ پر ایک کروڑ 30 لاکھ روپے کا اضافہ۔ جناب والا، بلاک ایلوکیشن 2 ارب 77 کروڑ 80 لاکھ جب کہ ہمارے ہاں P&D کا محکمہ بھی موجود ہے۔

آوازیں، چیئرمین مل رہی ہیں۔

جناب سپیکر، انھوں نے reject کر دی ہے۔

رانا محمد اقبال خان، نہیں جناب والا! میں اپنے قائد دی گل reject نہیں کر سکدا۔ میں رکھیا اے تے اس ول آندا آں۔ جناب سپیکر! P & D کا محکمہ موجود ہے۔ بلاک ایلوکیشن کا کیا مطلب؟ یہ ہمارے دوست چیخ رہے تھے چلا رہے تھے کہ یہاں وزیر اعلیٰ صاحب کی مرضی پر بلاک ایلوکیشن نہیں ہو گی لیکن میں اس وزیر اعلیٰ کو داد دیتا ہوں کہ جس نے پیپلز پارٹی کی آنکھوں میں دھول نہیں بلکہ مرچیں ڈال کر 2 ارب 77 کروڑ 80 لاکھ کا بلاک ایلوکیشن رکھا۔ جناب والا، میرے محترم میاں معراج دین صاحب گاڑیوں کا ذکر کر رہے تھے کہ فلاں کو اتنی گاڑیاں دی گئیں فلاں کو اتنی گاڑیاں دی گئیں لیکن جناب والا، پبلک سیکٹر میں ٹرانسپورٹ کو بالکل ہی ignore کر دیا گیا ہے۔ ٹرانسپورٹ کے لیے کوئی پیسہ نہیں رکھا گیا۔ دیہی ترقی کے لیے کوئی پیسہ نہیں رکھا گیا۔ سوشل سروسز کی بات آتی ہے قدرتی آفات پر انھوں نے بہت کم رقم رکھی ہے جب کہ رات کے خبر نامہ میں یہ بات تھی کہ مون سون بارشوں کا سلسلہ پہلے کی نسبت اس سال زیادہ ہو گا۔ لیکن ہمارے بجٹ میں اس مد میں بے تحاشا کمی کر دی گئی ہے۔ جناب سپیکر، انھوں نے مذہبی امور پر پچھلے سال 4 کروڑ، 44 لاکھ، 59 ہزار روپے رکھے تھے لیکن اس سال اس کو کم کر کے ایک کروڑ، 40 لاکھ جو کہ کسی اور مد میں لے جائیں گے اور الوں تلوں میں لگائیں گے۔ جناب والا، بجٹ میں ذرا short-fall دیکھیے کہ

1993-94ء میں 10 % short- fall تھی 1994-95ء میں یہ 14 % short- fall ہو گئی اور 1995-96ء میں 25 % رکھی گئی ہے ۔ اس سے حکومت کی اہلیت کا اندازہ ہوتا ہے ۔ جناب سپیکر ' اب میں سرکاری وصولیوں کے بارے میں عرض کروں گا کہ سول ڈیفنس 1994-95ء میں 9 ارب ' 61 کروڑ ' 62 لاکھ ' 11 ہزار رکھے جو کہ ترمیم ہو کر ایک ارب ' 29 کروڑ ' 12 لاکھ ' 9 ہزار ہوئے تو اس طرح اصل ریکوری ایک ارب 29 کروڑ ' 12 لاکھ ' 9 ہزار روپے تھی جب کہ اب انھوں نے 1995-96ء میں یہ فرضی اور جعلی اعداد و شمار رکھے ہیں 4 ارب ' 84 کروڑ ' 90 لاکھ ' 2 ہزار روپے ۔ بجٹ میں فاضل آمدنی کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور کہہ رہے ہیں کہ ہم نے فاضل بجٹ دیا ہے جناب والا ' اس میں ریونیو اخراجات والی بچت ایک ارب 68 کروڑ ' 87 لاکھ ' 86 ہزار ۔ اضافی ٹیکس 75 کروڑ ۔ فاضل ریونیو سرپلس 4 ارب ' 95 کروڑ ' اس طرح بجٹ میں کل 4 ارب ' 95 کروڑ فاضل دکھائے گئے ہیں جن کے محاذ میں من مانی دھوکہ دہی اور اٹلے تلے کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔ جناب والا' ان کے اندازے دیکھیے انھوں نے پہلے sugar cess میں 25 کروڑ '56 لاکھ ' 25 ہزار ' روپے رکھے تھے ۔ یہ رقم ترمیم ہو کر 39 کروڑ '۔۔۔ جناب سپیکر! اوہناں نوں کوئی شے دیو ' اوہناں نوں تاں چپ کراؤ۔۔۔

جناب سپیکر ، آپ فکر نہ کریں ۔ میں نے پہلے بھی آپ کو کہا تھا کہ یہ آپ کو راستے سے بھٹکاتے ہیں ۔ آپ بس اپنی بات کرتے چلے جائیں۔

رانا محمد فاروق سعید خان ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر ، جی رانا محمد فاروق سعید خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں ۔

رانا محمد فاروق سعید خان ، جناب سپیکر ' رانا اقبال صاحب میرے بڑے بھائی ہیں ۔

جناب سپیکر ، یقیناً

رانا محمد فاروق سعید خان ، انھوں نے ایک بات کی ہے تو میں جواب تو نہیں دینا چاہتا ۔

جناب سپیکر ، تو پھر آپ کیا دے رہے ہیں ؟ اگر جواب نہیں دینا چاہتے تو پھر کیا دینے لگے ہیں ؟

رانا محمد فاروق سعید خان، جناب سپیکر ' میں بتا رہا ہوں نا ۔

جناب سپیکر ، کہیں وہ چیز تو نہیں دینے لگے جو وہ آپ کو دینا چاہتے تھے ۔

رانا محمد فاروق سعید خان ، جناب والا ' میں وہی بات بتانے لگا ہوں ۔ بات یہ ہے کہ رانا صاحب لکھی

ہوئی تقریر کر رہے ہیں ۔ پڑھی جا نہیں رہی کبھی کوئی بات کر لیتے ہیں کبھی کوئی کر لیتے ہیں ۔ اب یہ مجھے کیا دیں گے ۔ ان کا قد دیکھ لیں اور میرا قد بھی دیکھ لیں ۔ اس میں انھوں نے مجھے کیا دینا ہے ۔ میں ہی ان کو دے سکتا ہوں ۔

جناب سپیکر ، ضرور دیں ضرور دیں ۔ ایک دوسرے کو دینا چاہیے ۔

رانا محمد اقبال خان ، **********

اونے کیا اودے کولوں توں وکالت کروانی اے کہ کوٹھے لگوانے نیں ۔

میرے بھائی آپ کا قد آپ کو مبارک میرا قد مجھے رہنے دیں ' میں تو اپنے قد کے مطابق ہی اپنی بات کرتا ہوں ۔ اگر آپ کو میری بات ناگوار گزری ہے تو آپ ویسے چھوٹے بھائی ہیں قد میں آپ بڑے ہیں ۔ کام میں آپ انشاء اللہ چھوٹے ہیں ۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ، رانا صاحب آپ بالکل فکر نہ کریں آدمی قد سے بڑا نہیں ہوتا ۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر! آپ کے ہوتے ہوئے میں فکر کیسے کر سکتا ہوں ۔

جناب سپیکر ، جی بسم اللہ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں ۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر! انہوں نے یہ شوگر کین میں بے تحاشا اندازہ لگایا ' پچھلی دفعہ ۹۵-۱۹۹۴ء میں ۳۹ کروڑ ۲۴ لاکھ ۸۴ ہزار روپے تھا ۔ لیکن اب انہوں نے ۶۲ کروڑ ۷۹ لاکھ ۳۵ ہزار روپے رکھے ہیں ۔ جب کے اس سال کے متعلق میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ گنے کی کاشت پچھلے سال کی نسبت چالیس فیصد کم ہو رہی ہے ۔ کیونکہ پچھلے سال مل مالکان نے کسانوں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کی وجہ سے کسان دل برداشتہ ہو کر بلکہ کافی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے کاشت کرنا ہی چھوڑ دیا ہے ۔ یہ ساری رقم انہوں نے جو اندازہ لگایا ہے فرضی ہے ۔ اور اس کو فاضل بجٹ بھی نہیں کہا جا سکتا بلکہ میں یہ کہوں گا کہ یہ خسارے کا بجٹ ہے اور جناب سپیکر ہم اس کو مسترد کرتے ہیں ۔

جناب سپیکر ، در اصل رانا صاحب اپنی بات مکمل کر رہے تھے بلکہ مکمل کر لی ہے ۔ رانا صاحب آپ فرمائیے ۔

رانا محمد فاروق سعید خان ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! ان کے حلقے میں جو ملیں ہیں وہ کن کی

***(بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

لگی ہوئی ہیں؟ جن جن کی ملیں لگی ہوئی ہیں ان کے بارے میں ہی بتا دیں۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! PIDB کی ملیں ہیں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں لیکن اگر ان کو کسی سے شکوہ ہے تو یہ کر سکتے ہیں ۔ بہرحال میں اپنے علاقے کی بات کر رہا ہوں اپنے حلقے کی بات کر رہا ہوں اور اپنے کاشت کاران کی بات کر رہا ہوں اور اس دفعہ گنے کے کاشت کاروں کو جس قدر ذلت اٹھانی پڑی ہے میرے خیال میں اس سے پہلے کبھی کسی حکومت کے دور میں ایسا نہیں ہوا۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

وزیر محنت ، جناب والا! میں صرف اس بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ سب سے زیادہ پنجاب میں ملیں بھی انہی لوگوں کی لگی ہیں۔ جب یہ کاشت کاروں کی بات کرتے ہیں تو انہی کے لوگوں نے کاشت کاروں کو ان کی جنس کی ادائیگی آج تک نہیں کی۔ جس کی وجہ سے وہ در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں کاشت کار پھر کس طرح سے گنا زیادہ کاشت کریں ۔ گورنمنٹ نے تو اس لیے پیسے زیادہ رکھے ہیں کہ لوگوں کی زیادہ سے زیادہ حوصلہ افزائی ہو اور ان کو زیادہ سے زیادہ سہولیات ملیں۔

جناب سپیکر ، شکریہ۔ اب میں دعوت دیتا ہوں .....

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا! پانچ یا چھ فیصد کی کمی بیشی تو ہو سکتی ہے لیکن یہاں تو سو فیصد اضافہ ہے ۔

جناب سپیکر ، اب میں دعوت خطاب دیتا ہوں جناب حاجی محمد افضل چن صاحب کو ۔

حاجی محمد افضل چن ، جناب سپیکر میں آپ کا نہایت ممنون ہوں ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

کسی کو فکر نہیں ہے کہ مآل کیا ہوگا
بڑھایا زخم تو پھر اندمال کیا ہوگا

جناب سپیکر مجھے نہایت افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے ۔ کاش ہم کسی ببر شیر کے غلام ہوتے کیونکہ مجھے تو قائد اعظم کے بعد کوئی قائد نظر نہیں آیا۔ جس نے پاکستان کے لیے یا اس پنجاب کے لیے آج تک کوئی کام کیا ہو ۔ کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق ۔

جناب والا! میرے بہت سے بھائی یہاں بیٹھے ہیں جن کے ساتھ میں ۱۹۸۵ء سے ممبر چلا آ رہا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے ورنہ میں گناہ گار آدمی ہوں ۔لیکن میں نے ہر دفعہ یہی کوشش کی ہے کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو اور ہمارا ملک جس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا ۔ یہی مسلم لیگ جس نے یہ ملک لا

الہ الا اللہ کے نام پر ملک حاصل کیا تھا کاش اس کے نشان یہاں پر نظر آتے یا نظر آنا شروع ہو جاتے۔ لیکن اس سے ہم محروم رہے ۔ جناب والا! بجٹ کوئی بھی حکومت پیش کرتی ہے وہ اپنی طرف سے تمام خامیاں دور کر کے اسے پیش کرتی ہے' یہ مثال چلی آ رہی ہے آج کا بجٹ کوئی انوکھا بجٹ نہیں ہے۔ ۴۸ سالوں سے ہمارے یہ بجٹ آ رہے ہیں ۔ میرے بھائی کھوسہ صاحب نے بھی بجٹ پیش کیا تھا اور ہم نے اس وقت بھی یہی کہا تھا کہ اس بجٹ کی کوئی مثال نہیں ملتی اور یہاں پر یہی پریکٹس رہی ہے کہ جب بجٹ پیش ہوتا ہے حزب اقتدار والے کہتے ہیں اس سے اچھا بجٹ پہلے کبھی پیش ہی نہیں ہوا اور نہ ہو گا اور اپوزیشن والے کہتے کہ یہ بجٹ تو کسی کام کا نہیں ہے ۔

رانا محمد اقبال خان : جناب سپیکر حاجی محمد افضل چن صاحب میرے محترم اور قابل احترام ہیں اور ان سے ہماری بے پناہ توقعات ہیں کیونکہ انہوں نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس بجٹ کی تعریف نہیں کریں گے بلکہ اس پر تعمیری تنقید ضرور کریں گے ۔

جناب سپیکر : آغاز تو کافی حوصلہ افزا ہے ۔ (قہقہے)

حاجی محمد افضل چن : جناب بڑی مہربانی آپ کی ۔ جناب والا میں عرض کر رہا تھا اور میری یہ اپنے بھائیوں سے گزارش ہے کہ میں نے کبھی کسی بھائی کی تقریر کے دوران نکتہ اعتراض نہیں اٹھایا اور نہ ہی میں نے کبھی کسی کا وقت ضائع کیا ہے ۔ میں بجٹ کے بارے میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کسی ملک کا بھی بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ کائنات کا بھی نظام بغیر تعلیم کے نہیں چل سکتا ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی حدیثوں میں فرمایا ہے کہ علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے ۔ اور علم ایک ایسی چیز ہے جو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتی ہے ۔ خدا کی بھی اگر تمیز کرواتی ہے تو یہ علم کی دولت ہی ایک ایسی چیز ہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے ملک میں آج تک 'یہ نہ سمجھیں کہ میں وقت حاضر کی بات کر رہا ہوں۔ یہ مسائل قائد اعظم کے جانے کے بعد میں آج شروع کر رہا ہوں ۔ کوئی دور ایسا نہیں رہا مجھے وہ کوئی دور سامنے لا کر دکھائیں جس دور میں ملک کی بہتری کے لیے کوئی کام کیا گیا ہو ایک دور ایسا دکھا دیں خدا کی قسم اسی وقت استعفیٰ دے کر چلا جاؤں گا۔ کیونکہ بہتری وہ ہوتی ہے کہ کوئی پالیسی دی جائے ۔ تعلیمی پالیسی کا جناب والا! یہ حال ہے میرے اپنے پورے حلقہ پی پی ۱۰۰ میں اس وقت تک .....

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ،پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا میں اپنے بھائی حاجی افضل چن کو disturb نہیں کرنا چاہتا تھا ۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ گذشتہ ادوار میں اگر کوئی بھی اچھا کام ہوا تو میں مستعفی ہونے کے لیے تیار ہوں میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر گذشتہ ادوار میں کوئی اچھا کام نہیں ہوا تو انہیں برے کاموں کے خلاف بطور احتجاج مستعفی ہو جانا چاہیے۔ اگر اس ہاؤس میں ہم کوئی اچھا کام نہیں کر رہے تو پھر ہمیں یہاں بیٹھتے ہوئے شرم آنی چاہیے ۔

جناب سپیکر ، چونکہ یہ پوائنٹ آف آرڈر تو ہے نہیں .....

حاجی محمد افضل چن ، جناب والا ایسے لوگ ' میں اپنی زبان کھولنا تو نہیں چاہتا اور میں نے دو سال بڑا صبر کیا ہے ۔ باشی خان تم کس سے بات کر رہے ہو ؛ یہی تو مجھے افسوس ہے اس ہاؤس میں آپ سب مجرم بیٹھے ہیں۔ خدا کی قسم

جرم محبت میں تم بھی ہو شامل
خطا وار تنہا میری ذات کیوں ہے

تمہیں شرم آنی چاہیے کہ اتنی دفعہ ہماری حکومت آئے اور ملک پیچھے سے پیچھے چلا جائے ۔ خدا کے لیے مجھے کچھ نہ کہیں ۔ کیونکہ میں نے کسی کو کچھ نہیں کہا۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا! میں تعلیمی پالیسی کے متعلق عرض کر رہا تھا کہ یہاں ہر وقت ذکر یہی ہوتا ہے کہ تعلیم کے لیے ہم نے یہ کچھ کیا ہے ۔ موجودہ حکومت کی مہربانی ٹھیک ہے انہوں نے لازمی تعلیم کر دی ہے ۔ لیکن جناب والا! میری گزارش یہ ہے اپنا تعلیم کا سسٹم دیکھیں پہلی بات تو یہ ہے کہ 70% دیہاتی آبادی جس کو یہ اپنے منہ سے کہتے ہیں ان کی تعلیم کی ذرا یہ حالت تو دیکھیں۔ میرے حلقہ پی پی ۱۰۰ میں اس وقت بھی بچیوں کا ایک ڈگری کالج ہے۔ وہ بھی ضلع منڈی بہاؤالدین میں ہے پورے منڈی بہاؤالدین ضلع میں جس میں سے ہم چار ایم پی ایز ہیں وہاں پر لڑکیوں کا صرف ایک ڈگری کالج ہے۔ اس میں نہ سائنس ٹیچر ہے نہ ہی سائنس کا سامان ہے۔ میرے حلقہ پی پی ۱۰۰ میں اس وقت تک بھی بچیوں کا کوئی ڈگری کالج نہیں۔ جب بچیوں کی تعلیم نہیں ہو گی ماں پڑھی لکھی نہیں ہو گی تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ قوم کہاں سے تعلیم یافتہ ہو جائے گی۔ جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہماری حکومت نے چند اقدامات اچھے کیے ہیں۔ جو کوئی اچھا کرے میں اس کی

بھی تعریف کروں گا۔ اس مرتبہ جو محرم الحرام گزرا ہے سب کے سامنے ہے کسی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کہ یہ اتنا پرامن گزرا ہو۔ اس کے ساتھ وال چاکنگ کا انہوں نے قانون بنایا ہے اس کی implementation ضرور ہو گی قانون اچھا ہے۔ اس کے بعد ہماری حکومت نے یہ قانون 11-b بنایا۔ ٹھیک ہے جیسا کہ میرے بھائیوں نے کہا ہے انہوں نے الزامات بھی عائد کیے ہیں لیکن اس کی implementation ہو رہی ہے۔ قانون برے نہیں ہیں۔ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ یہ مت دیکھو کہ بات کون کر رہا ہے یہ دیکھو کہ بات کیسی کر رہا ہے۔ جب ملکی بہتری اور صوبے کی بہتری کے لیے کوئی کام کیا جائے تو ہر ایک کا حق بنتا ہے کہ اس کو appreciate کیا جائے۔ جناب والا! میں حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ تعلیم پر اگر زور دینا ہے تو تعلیم اس طرح سے حاصل نہیں ہو گی۔ آپ اکثر غیر ممالک میں گئے ہوں گے یہاں پر میرے بھائی ضیاء صاحب بیٹھے ہیں ان کا لندن میں بڑا کاروبار ہے۔ جناب والا! تعلیم گورنمنٹ کی ہوتی ہے جب تک پرائیویٹ تعلیم رہے گی تب یہ غریبوں کے بچے اور بچیاں تو پڑھ نہیں سکتے۔ جب تک غریبوں کے بچے بچیاں گریجوایشن نہیں کریں گے آپ کے پاس کونسا حل ہے کہ آپ ملک کو کیسے ترقی کروالیں گے۔ یہ ترقی ہرگز نہیں ہو گی۔ جناب والا! یہ لوگ کہتے ہیں کہ ٹیکس نہیں دیتے۔ جناب والا! لوگوں کے ٹیکس نہ دینے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ پوری دنیا میں دیکھیں کہ جن سے وہ ٹیکس لیتے ہیں وہ شوق سے دیتے ہیں ان کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ٹیکس عوام پر لگیں گے۔ یہاں آج تک ٹیکسوں کا جتنا بھی استعمال ہے وہ عوام کے برعکس ہوتا رہا ہے اور یہ یہاں پر پریکٹس جاری ہے۔ لیکن ٹیکسوں کے بغیر کوئی ملک بھی نہیں چل سکتا۔ میری گزارش یہ ہے کہ تعلیمی نظام میں کچھ تبدیلیاں کی جائیں۔ جناب یہاں پر بی اے کی ڈگری والا بندہ دیکھ لیں۔ اس کے پاس بی اے کی ڈگری ہے لیکن اس کو انگریزی نہیں آتی۔ ڈگری بی اے کی ہے۔ کبھی بوٹی مافیا کا قبضہ ہوتا ہے۔ جناب آج تک 48 سالوں میں ہم تعلیمی نظام کو درست نہیں کرسکے۔ اور تو ہم کیا کریں گے۔ لیکن میں کسی حکومت کو یہ نہیں کہتا کہ یہ موجودہ حکومت کی سب خرابیاں ہیں۔ یہ شروع سے ہر ایک کو ورثے میں ملی آتی رہی ہیں۔ لیکن اس کا سدباب کسی نے نہیں کیا۔ نہ آج ہو رہا ہے۔ غلط ذرائع سے جو لوگ تعلیم حاصل کرتے ہیں، جعلی ڈگریاں لیتے ہیں، امتحانات میں گھپلا کرتے ہیں، پیپروں کے پیچھے جاتے ہیں، پیپر آؤٹ ہوجاتے ہیں۔ یہاں افسوس اس بات کا ہے کہ پاکستان ٹوٹ گیا لیکن اس کی آج تک ایف آئی آر درج نہ ہوسکی۔ لیاقت علی خان پرائم منسٹر آف پاکستان دن دہاڑے قتل کر دیئے گئے۔ کیا ان کو

کسی غیر ملکی نے قتل کیا تھا؟ نہیں وہ لوگ یہاں پر رہے ان کو آج تک کسی نے نہ پوچھا۔ یہ پچھلے 1992ء میں اتنا سیلاب آیا۔ ہمارا پورے کا پورا علاقہ تباہ و برباد ہوگیا۔ اتنی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ ایک آدمی بھی معطل تک نہیں ہوا۔ یہاں پر یہ رواج ہے کہ بڑے سے بڑا جرم بھی اگر کوئی ہو جائے تو اس کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیتا۔ کیوں؟ اس وقت کی موجودہ حکومت اس میں شامل ہوتی ہے یہی وجہ ہے۔ جناب والا! ان خامیوں کو اگر دور نہ کیا جائے کسی کو punishment نہ دی جائے تو خرابی بڑھ جاتی ہے۔

اسی طرح آپ صحت سے متعلق نظام لے لیں۔ پچھلے دنوں اپوزیشن والوں نے یہاں پر کہا تھا کہ ہمارے گورنر صاحب مرحوم کو جعلی دوائیاں دی گئی تھیں۔ جناب یہ تو آپ کے علم میں بھی ہے۔ کہ کئی شہروں میں جعلی دوائیاں بنانے کی فیکٹریاں موجود ہیں۔ لیکن آج تک ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ میری یہی گزارش ہے کہ کروڑوں روپے لگا کر یہ basic health unit بنا دیئے گئے لیکن ان میں آج نہ کہیں کوئی ڈاکٹر ملتا ہے نہ دوائی ملتی ہے۔ اسی طرح میں اپنے محکمہ آبپاشی کو لیتا ہوں۔ کیونکہ ہمارا ملک زرعی ملک ہے۔ اور یہاں پر سب کہتے ہیں کہ زراعت ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اس ریڑھ کی ہڈی کی آج حالت یہ ہے۔ انگریز جن کو آج ہم برا کہتے ہیں وہ نہر کا جو نظام ہمیں دے گئے تھے۔ حالانکہ ہمارے پنجاب میں یہ نہری نظام اتنا بڑا ہے کہ پورے ایشیاء میں کہیں اتنا بڑا نہری نظام نہیں ہے۔ لیکن آپ جا کر دیکھیں کہ کسی ٹیل پر پانی موجود نہیں۔ لیکن جناب یہ میرے بھائی' یہ صنعت کار طبقہ انصاف سے کام نہیں لیتے۔ صرف تعصب کی ہمیشہ بات کرتے ہیں۔ کہ جناب کاشت کاروں کو بھی زرعی ٹیکس لگاؤ۔ بھائی ہم ٹیکس سے کب بھاگتے ہیں۔ آؤ ہمارے ساتھ بات کرو۔ ہم پاکستانی ہیں' ہم محب وطن ہیں ہم ٹیکس دینے کے لیے تیار ہیں۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ زراعت کو صنعت میں لے آؤ۔ میں نے میاں محمد نواز شریف صاحب سے کئی دفعہ عرض کی۔ کہ میاں صاحب یہ کیا انصاف ہے لوگ ہمیں کوستے ہیں کہ یہ زرعی ٹیکس نہیں دیتے لیکن ہم تو دینا چاہتے ہیں۔ آپ ہم سے ٹیکس لیتے نہیں ہیں۔ ہمارے ساتھ انصاف کریں۔ انصاف کی حد یہ ہے کہ فلمیں' یہ فحش فلمیں بنانے والی تو انڈسٹری بن سکتی ہے' زراعت کو صنعت کا درجہ قرار دینا کیا ظلم ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین) فلم انڈسٹری کو آپ صنعت میں لے آئے۔ لیکن زراعت کو صنعت میں لانا جرم ہے۔ ہم ٹیکس دینا چاہتے ہیں لیکن یاد رکھیں حکومت وقت بھی چاہے اوپر والے چاہے یہاں والے انشاء اللہ تعالیٰ جب تک یہ ہمارے بھائی باضمیر ہیں ان کے ضمیر جاگ رہے ہیں جب تک زراعت کو صنعت میں مدغم

نہ کیا گیا خدا کی قسم ہم ٹیکس کبھی نہیں دیں گے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا؟ کسی نے اگر محاذ آرائی کرکے دیکھنی ہو تو وہ ہاؤس میں کرکے دیکھ لے ۔ اس کا منہ کالا ہوگا۔ اس کو فتح کبھی نہیں ہوگی۔ ہاں ہم ٹیکس دینے کے لیے تیار ہیں ' زراعت کو صنعت میں لاؤ تو صبح کو ہی ہم سے ٹیکس لے لو۔ جناب والا! ہمارے علاقے میں پانی سے ہی کھیتی باڑی ہوسکتی ہے اور سب سے بڑھ کر ظلم و ستم کی بات یہ ہے کہ ایس اے حمید صاحب ' میں اس دن یہاں موجود نہیں تھا آپ میرے بھائی ہیں۔ صنعت کار بھی ہیں۔ آپ بے شک کوئی سے اعداد و شمار لے آئیں۔ جناب ملک کا زرمبادلہ سب سے زیادہ 60% کاٹن سے آتا ہے۔ دوسرا زرمبادلہ رائس سے آتا ہے۔ آج کا مجھے علم نہیں اس سے پہلے صنعت کا صرف 20% فیصد آتا تھا۔ اور یہ جو قرضے 22/23% لیتے تھے زراعت کے قرضے اور 87% صنعت والے قرضے۔ ذرا ان کی ratio دیکھیں۔ تو جناب ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے ملک کی خاطر ٹیکس تو کیا جان بھی دینے کے لیے تیار ہیں۔ ہم ٹیکس دینا چاہتے ہیں۔ ہم یہاں پر یہ قرار داد بھی لائیں گے۔ کہ اس زرعی ٹیکس کو تب نافذ کریں جب زراعت کو صنعت میں لے آئیں۔ جناب والا! آپ نے پچھلے بجٹ میں 1994-95ء میں اس ہاؤس سے ایس اینڈ جی اے ڈی والوں نے ' سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن والوں نے 15.48 کروڑ روپے کا بجٹ منظور کروایا تھا۔ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ خرچ کتنا کیا صرف 45 کروڑ روپے۔ غیر ترقیاتی پروگراموں پر اخراجات کی ذرا تفصیل دیکھیں۔ دوسرا پھر انہوں نے 16.44 کروڑ روپیہ لیا۔ اس کا 48 کروڑ روپیہ خرچ کیا۔ تو جناب' یہ مجھے بتائیں زراعت اور آب پاشی پر تو انیس کروڑ روپیہ دیا گیا تھا۔ صرف آب پاشی کے لیے۔ جس میں سے بارہ کروڑ دیا گیا تھا۔ سات کروڑ ریلیز ہی نہیں ہوا تھا۔ غیر ترقیاتی اخراجات کے لیے تین گنا زیادہ ' اسمبلی سے پندرہ پاس کرایا' خرچ انھوں نے پینتالیس کروڑ کیا۔ یہ کتنے ظلم کی بات ہے۔ جناب' اس کے بعد میری گزارش یہ ہے کہ جب بجٹ تیار ہونا ہو تو اصولی بات ہے' یہ ہم سے وعدہ بھی کیا گیا تھا کہ ایم پی اے صاحبان سے ضرور مشورہ کیا جائے گا۔ اور میں سمجھتا ہوں' کم از کم ہم سے نہ پوچھتے' ہماری سٹینڈنگ کمیٹیاں کس لیے بنائی گئی ہیں؟ کم از کم ان کمیٹیوں کو بجٹ بناتے وقت اس میں شامل کر لیا جائے تاکہ اپنے علاقے کی' اپنے عوام کی جو ترجیحات ہوں وہ وہاں بتا سکیں۔ کہیں تعلیم کی زیادہ ضرورت ہے' وہاں پیسہ تعلیم کے لیے دیا جائے۔ کہیں پانی نہیں ہے۔ یہ میرے خان زادہ صاحب بیٹھے ہیں۔ جناب' ہمارے ساتھ انصاف کریں۔ یہ میرے بھائی چودھری محمد اقبال صاحب' یہ ملک سلیم اقبال صاحب' جناب' ۲۴ مئی ۱۹۸۸ء' یہیں کیفے ٹیریا میں ہماری میٹنگ تھی تو میں نے میاں صاحب سے عرض

کیا تھا۔ کیونکہ کل یہاں بات اٹک کی ہوئی تھی' میں نے عرض کیا تھا، میاں صاحب' خدا کے لیے یہ بھائی پھیرو' یہ چونیاں' یہ علاقہ فری زون قرار نہ دیں۔ آپ اس کو کراچی بنا رہے ہیں۔ یہاں پھر آپ دیکھیں گے کہ حالات کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے۔ یہاں ساری آبادی ہی آبادی ہو جائے گی۔ میں نے کہا' اٹک' میانوالی' جھنگ' اور بھکر اور ہمارا بھی کا علاقہ' اس کو فری زون قرار دیا جائے۔ تاکہ صنعت کار جو ہمارے خزانے سے پیسہ لے گا وہ وہاں پینے کا پانی دے گا' بجلی دے گا' تعلیم دے گا' صحت کا انتظام کرے گا۔ جناب' ہم نے ہر دور میں ہر حاکم وقت سے یہ بات کہی ہے۔ دشمنی سے نہیں۔ ہم اس وقت جس کے ساتھ ہوتے ہیں اس کے دوست ہوتے ہیں۔ دوست کو مشورہ صحیح دینا چاہیے۔ لیکن نہ ماننا' یہ صاحب اقتدار کی اپنی مرضی ہے۔

جناب والا! یہاں پنجاب کا بڑا مقدمہ لڑا گیا۔ چونکہ راجے صاحب چلے گئے ہیں۔ میرے کسی بھی بھائی نے یہ بات نہیں کی' ۱۹۸۸ء میں ہمارے وزیر قانون دریشک صاحب تھے۔ یہ میں ان بھائیوں کے لیے کہہ رہا ہوں جو اپنے بیر شیر کی یہاں بات کرتے ہیں۔ ۱۹۸۸ء میں اسی ہاؤس میں جب اوپر حکومت پیپلز پارٹی کی تھی' نیچے حکومت ہماری مسلم لیگ کی تھی۔ اسی ہاؤس میں کالا باغ ڈیم کے لیے قرارداد پیش کی گئی اور یہاں وہ پاس ہوئی کہ کالا باغ ڈیم بنایا جائے۔ بھائی' کالا باغ ڈیم' ویسے تو کہتے ہیں کہ جی' آئی ایم ایف والے کہہ رہے ہیں کہ ٹیکس لگاؤ' یہ کرو' بھئی' اگر کسی کی بات مانتے ہو تو ۱۹۷۴ء میں ورلڈ بینک نے کہا تھا کہ یہ کالا باغ ڈیم بناؤ۔ جو فائدے والی چیز ہے وہ تو تم مانتے ہی نہیں۔ جو قوم کے حق میں بات نہیں وہ کہتے ہو کہ آئی ایم ایف والے ہمیں کہہ رہے ہیں۔ اس وقت یہاں "جاگ پنجابی جاگ" کا موبل صاحب! نعرہ لگایا گیا تھا۔ اس وقت کون سی آفت پنجاب پر تھی؟ میں سمجھتا ہوں ہمارے پنجاب کا نہیں پورے پاکستان کا فائدہ ہے۔ کیوں؟ اس وقت کی دو غیر ملکی کمپنیاں' ایک ایم ایس ٹیٹن' دوسری ہل مین' انھوں نے سروے کیا تھا۔ ورلڈ بینک ویسے پیسے نہیں دے دیتا۔ ورلڈ بینک نے اس کی ۱۹۷۴ء میں approval دی۔ اس کا کام شروع ہو گیا اور اس پر کافی کروڑوں روپیہ خرچ ہوا۔ لیکن اس ملک سے کسی کو پیار ہو تو اس سے بات کی جائے۔ بھئی' اگر نہیں بنانا تھا تو یہ اربوں روپیہ خرچ کیوں کیا؟ وہاں گرڈ سٹیشن کیوں بنائے گئے؟ سڑکیں کیوں بنائی گئیں؟ کالونیاں کیوں بنائی گئیں؟ حالانکہ سترہ سال مسلسل سرحد' سندھ کے چیئرمین واپڈا رہے ہیں۔ جس میں غلام اسحاق خان' آر اے خان' اے این جی قاضی' سارے تھے۔ کسی چیئرمین نے بھی اس پر یہ تو نہیں کہا کہ نوشہرہ جھیل بن جائے گی' نہ بنایا جائے۔ ہر ایک نے کہا کالا باغ ڈیم بننا چاہیے۔ لیکن

1990ء میں ہماری حکومت رہی۔ اوپر میاں نواز شریف صاحب کی حکومت رہی۔ چاروں صوبوں میں۔ کالا باغ ڈیم کا کبھی بے چارہ نادر پرویز نام لیتا تھا لیکن اس کی زبان بند کر دی جاتی تھی۔ میری گزارش ہے کہ کالا باغ ڈیم کے لیے ہماری حکومت کو اوپر کی سطح پر کام کرنا چاہیے۔ ہمارے چیف منسٹر صاحب کو جیسے یہ کام اچھے کیے ہیں اگر کالا باغ ڈیم بنوا جائیں میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کے لوگ ساری زندگی وٹو صاحب کو یاد رکھیں گے۔ یہی ایک کارنامہ ہے۔ (وقت ختم ہونے کی گھنٹی)

جناب صرف دو منٹ اور لوں گا۔ سر! میری گزارش یہ ہے کہ ہمارے ملک میں جو بھی اٹھتا ہے کہتا ہے کہ سارے غدار ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ خواہ جج ہوں' چاہے ایم پی اے صاحبان ہوں' چاہے علمائے دین ہوں' چاہے کسی مکتبۂ فکر کے لوگ ہوں' سارے نہ غدار ہوتے ہیں نہ سارے بددیانت ہوتے ہیں۔ لیکن ہم نے مل کر بھی اس ملک کی بہتری کے لیے کوئی کام نہیں کیا۔ تو میں ایک عرض کروں گا۔ جناب' عدلیہ کے لیے' جس عدلیہ سے آپ توقع کرتے ہیں' جو موت و زندگی کے فیصلے کرتے ہیں' جو آپ کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں' ان کی تنخواہیں اتنی بڑھائی جائیں' میرے مولیٰ علی آقا کا فرمان ہے کہ جس سے تم توقع رکھتے ہو کہ یہ انصاف کرے اس کو اتنا دو کہ وہ دائیں بائیں دیکھ نہ سکے۔ جناب والا! خصوصاً عدلیہ کی تنخواہیں اتنی ہوں کہ وہ دائیں بائیں نہ دیکھ سکے۔ لیکن یہاں کچھ اور ہے۔ جو تنخواہ' جو مراعات سول ججوں' کو ایڈیشنل سیشن جج کو یا ہائی کورٹ والوں کو ہیں یہ بالکل ناکافی ہیں۔ یہ مراعات دے کر انصاف کی توقع کرنا سراسر غلط ہے۔ یہ مثال پھر کبھی نہیں چلے گی کہ آپ ہزار روپیہ دیں تو آپ توقع رکھیں کہ یہ آدمی لاکھ کا کام کرے گا۔ ہرگز بات غلط ہے۔ جناب والا! میں ایک عرض کروں' یہاں سسٹم اس وقت سارا خراب ہے۔ سسٹم کو صحیح کرنے کے لیے عدل و انصاف پر زیادہ زور دینا چاہیے۔ یہ ہمارا علاقہ' یہ ہمارا صوبہ' کتنا خوب صورت صوبہ' لیکن اس کو پولیس سٹیٹ مت بنائیں۔ ہم پولیس کے خلاف نہیں۔ لیکن یہ بھی نہیں چاہتے کہ لوگ اتنی نفرت سے دیکھیں جتنی نفرت سے اس وقت دیکھ رہے ہیں۔ پولیس کا یہ صوبہ نہیں ہے۔ یہ صوبہ عام شہریوں کا ہے۔ یہ صوبہ عزت دار لوگوں کا ہے۔ یہ صوبہ بااخلاق لوگوں کا ہے۔ پولیس کے جو اچھے لوگ ہیں ان کو فیلڈ میں بھیجیں۔ بددیانت لوگوں کو واپس بلائیں۔ لیکن یہاں پر اس کے برعکس ہو رہا ہے۔ ہمارے گوجرانوالہ ڈویژن میں جا کر دیکھ لیں۔ وہی ڈی آئی جی مظہر قیوم جس کے خلاف میں نے غلام حیدر وائیں کے سامنے کلمۂ حق کہا تھا تو اس بے چارے درویش نے اسی وقت تبدیل کر دیا تھا۔ ہماری حکومت نے اس میں کیا خوبی دیکھی۔ وٹو صاحب اس وقت سپیکر تھے۔ وہ بھی جانتے ہیں کہ یہ بددیانت ہے۔ اخباروں

میں آیا۔ اس کی کوٹھیوں کے نقشے آئے۔ لیکن جانتے ہوئے' دیدہ دانستہ ایک چیف ایگزیکٹو کسی افسر کو ڈی آئی جی کے عہدے پر بددیانت کو اگر لگائے تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ کوئی صوبے کی بہتری کے لیے کام کریں گے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو جناب والا! میری گزارش ہے کہ صوبے میں جب تک یہ انتظامیہ' اس میں اچھے لوگ ہیں۔ کوئی کمی نہیں ہے۔ دیانت دار لوگ آگے لائیں۔ بددیانتوں کو پیچھے کریں اور خدا کے لیے' بھائی' ایم پی اے صاحبان! میں ایک عرض کرتا ہوں۔ پولیس کو یا انتظامیہ کو اپنے لیے استعمال مت کریں۔ اس کو سٹیٹ کا ملازم رہنے دیں۔ میں نے میاں صاحب سے بھی کہا تھا' نہیں بات مانی گئی تھی۔ out of turn promotion پر میں نے اختلاف کیا تھا۔ نہیں بات مانی گئی تھی۔ آج بھی یہی کہتا ہوں۔ دوسرا جناب' پاکستان کی خاطر ایک نسخہ پیش کرنا چاہتا ہوں' اپنے بھائیوں سے۔ یہ ملک اس وقت اتنے گھمبیر حالات میں ہے۔ آپ اپنی تقدیر کا کوئی فیصلہ بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کسی کے منہ کی طرف دیکھتے ہیں۔ کیا وجہ ہے' کیا وجہ ہے' جس طرح علامہ صاحب نے کہا ہے۔

سبب کچھ اور ہے جسے تو خود سمجھتا ہے
زوال بندہ مومن کا بے زری سے نہیں

دولت دا نہ ہونا مومن دا زوال نئیں۔ جدوں مومن بد کردار ہوجاوے' اپنی حد چھڈ جاوے تے پھر اللہ دا عذاب نازل ہوجاندا اے۔ جناب! اب یہاں ہمارے حالات یہ ہیں کہ:

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری
رہا تو بھی گئی روشن ضمیری
خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری

تو جناب! میں ایک نسخہ دینے والا ہوں۔ جس سے انشاء اللہ تعالیٰ پاکستان' ہمارا پنجاب اور سب صوبے زندہ رہ سکتے ہیں۔ میں ایک ایسی مثال دینا چاہتا ہوں کہ ایک آدمی بھوکا ہوتا ہے۔ اس کو آپ دس لاکھ روپے دے دیتے ہیں۔ کہ بھئی یہ لے لو' کاروبار کرو اور چوریاں مت کرو۔ بدمعاشی مت کرو۔ بیس پچیس سال کے بعد وہ آدمی بہت خوشحال ہوجاتا ہے۔ لیکن آپ کمزور ہوجاتے ہیں۔ تو آپ اس آدمی سے تقاضا کرسکتے ہیں کہ اب تو مجھے میرے دس لاکھ دے دو۔ پاکستان جب آزاد ہوا۔ یہ میرے بھائی صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ بہت قابل احترام لوگ ہیں۔ جب پاکستان آزاد ہوا تو پاکستان۔

پر ایک دمڑی بھی قرضہ نہیں تھا۔ ہمارے پاس کچھ نہیں تھا۔ یہ ملوں والوں کے پاس نہ مل تھی' ہماری زمینداروں کی زمینیں ہندوؤں کے پاس رہن ہو چکی تھیں۔ ہم صرف نام کے مالک تھے۔ یہ ملیں وغیرہ نہیں تھیں۔ پاکستان ایک دمڑی کا مقروض نہیں تھا۔ آج کیا وجہ ہے کہ ہمارا اپنا ملک' ہمارا پاکستان' یہ کہتے ہیں دل دل پاکستان۔ یہ کہنے والے لوگوں سے میں آج پوچھتا ہوں کہ نہ تو غریب عوام خوشحال ہیں۔ نہ آپ کا ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہے۔ کبھی سمگل کرکے معین قریشی آجاتا ہے۔ کبھی درویشی آجاتا ہے۔ زندہ قوموں کے یہ تو حال نہیں ہوتے۔ اس کو زندہ رکھنے کے لیے نسخہ میں بتاتا ہوں کہ خدا کے لیے اس نسخے پر عمل کریں۔ ہمارے پاس یہ کوٹھیاں' یہ کاریں یہ ملیں پاکستان کی مرہون منت ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ یہ میری اپنی کاوش کا صلہ ہے تو یہ ہرگز نہیں' غلط ہے۔ یہ پاکستان کی وجہ سے ہمیں عزت ملی ہے۔ ہم میں ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم میں ایسی کوئی بات ہوتی تو آج ہم کہیں چلے گئے ہوتے۔ ہم نے پاکستان کو بھی آدھا کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا وقت نہ دکھائے کم از کم مجھے کہ میرے کان سنیں کہ پاکستان کے ساتھ کچھ ہو گیا۔ میں کہتا ہوں یا باری تعالیٰ اس سے پہلے میری جان لے لینا۔ میں یہ بات نہ سنوں تو جناب نسخہ آخری بڑی معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ میرے ایم پی اے' ایم این اے بھائی اور میرے افسران بھائی! سب سے میں ہاتھ باندھ کر عرض کررہا ہوں کہ میں ۱۹۷۹ء میں سیاست میں آیا۔ اور دوسرے بھائیوں سے بھی میں یہی کہتا ہوں کہ ہم نے بہت عیشیں کرلیں۔ بہت کما لیا۔ بہت کھا لیا۔ پاکستان اب مر رہا ہے۔ اس کو زندہ کرنا ہے۔ اس کو پاؤں پر کھڑا کرنا ہے۔ خدا کے لیے صنعتکارو کاشتکارو' اور زمینداروں میں ہر آدمی سے کہتا ہوں کہ اگر پاکستان کو زندہ رکھنا ہے تو جس دن سے سیاست شروع کی تھی اس لائن پر چلے جاؤ۔ میں سب سے پہلے اپنی حکومت سے ہاتھ باندھ کر کہتا ہوں کہ ۱۹۷۹ء میں میں حاجی چن ممبر ضلع کونسل بنا۔ جو میرے پاس تھا اس کے بعد اگر کوٹھی بنائی ہے۔ کار لی ہے پلاٹ لیا ہے۔ کچھ لیا ہے' خدا کی قسم قرآن پر ہاتھ رکھ کر سب دینے کے لیے تیار ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ پاکستان زندہ نہ رہا تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ چودھری اقبال صاحب! ملک سلیم اقبال! پھر آپ بھیڑ بکریاں چرائیں گے۔ اس پر خدا کے لیے عمل کرو۔ اور پھر اپنی حکومت پنجاب سے جس نے چار پانچ کام نہایت اچھے کیے ہیں۔ ایک اور کام کر جائے۔ صوبے میں اسلام نافذ کریں۔ ایک کنال کی کوٹھی سے بڑھ کر کسی انسان کی کوٹھی نہ ہو۔ اگر تجاوزات ہٹا سکتے ہیں تو ملک کی خاطر ایک انسان کو ایک کنال کا گھر کافی ہے۔ چوبیس کنال میں۔ سولہ کنال میں۔ چالیس کنال میں' نہیں نہیں۔ پاکستان کے شہری اسے پسند نہیں

کرتے ۔ غریب عوام کوس رہے ہیں ۔ توجناب والا! میری یہی گزارش ہے کہ خدا کے لیے ہمیں اس پر عمل کرنا ہوگا۔ اور اپنے بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ ہمیں کوئی اچھی نگاہ سے اب نہیں دیکھتا۔ میں نے اپنی گاڑی کی نمبر پلیٹ بھی اتروا دی ہے۔ کوئی دیکھنا نہیں چاہتا۔ اپنی عزت کراؤ۔ اس کے ساتھ ہی میں جناب کا بہت بہت مشکور ہوں۔ السلام علیکم۔ شکریہ!

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ! حاجی عرفان احمد خاں ڈاہا!

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا : جناب سپیکر ! شکریہ! آپ نے مجھے موقع دیا۔ جناب والا! سب سے پہلے تو میں موجودہ بجٹ جو ہماری پنجاب گورنمنٹ نے اسمبلی میں پیش کیا ہے اس پر یہ کہوں گا کہ اس بجٹ میں خاص طور پر ہمارے زراعت پیشہ طبقے کے لیے کوئی ایسا relief نہیں دیا گیا جس سے زراعت میں ترقی ہوسکے ۔ اور خاص طور پر میں اپنے علاقے کی بات کرتا ہوں کیوں کہ ہماری طرف کپاس زیادہ ہوتی ہے ۔ اورکپاس ہماری ملک کی معیشت ہے ۔ اور اس وقت جو وائرس کپاس کو تباہ کررہی ہے اس سے ہوسکتا ہے کہ آئندہ کچھ عرصے میں ملک میں کپاس پیدا ہونی بند ہوجائے ۔ تو اس سے ملک کی معیشت بالکل تباہ ہوجائے گی ۔ اس لیے سب سے پہلے کپاس کی بیماریوں کے لیے ایک مخصوص فنڈ رکھا جائے ۔ اس کی تحقیق کی جائے اور اس کے سدباب کے لیے اقدامات کیے جائیں ۔ جناب سپیکر! اس بجٹ میں جو فیڈرل پول سے رقم دی گئی وہ یہاں بتایا گیا کہ پچھلے بجٹ سے زیادہ ہمیں پیسے ملے ہیں لیکن صرف ۲۴ کروڑ روپے زائد ملے ۔ ۲۴ کروڑ وہ رقم ہے کہ جو صوبوں سے فیڈرل پول میں چلی جاتی ہے ۔ اس میں اگر آمدن زیادہ ہو تو اس سے ہر صوبے کو پیسے مل جاتے ہیں ۔ اس طرح ۲۴ کروڑ روپیہ کوئی اتنی خاص رقم نہیں ہے ۔ اور خاص طور پر جہاں پر جو صوبائی بجٹ ہے deficit budget ہے ۔ حالانکہ اس کو دکھایا گیا کہ یہ surplus budget ہے ۔ اس لیے وہ رقم کوئی اہمیت نہیں رکھتی ۔ جناب سپیکر ! جو ڈائریکٹ ٹیکس لگتے ہیں وہ تو کچھ طبقوں پر اثر کرتا ہے لیکن جو indirect ٹیکس ہوتا ہے غریب آدمی پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے ۔ اور اس بجٹ میں جو indirect ٹیکس لگایا گیا ہے وہ بہت زیادہ ہے جس سے غریب آدمی پربوجھ بہت پڑے گا ۔ اور غریب آدمی پہلے ہی اس مہنگائی میں اتنا پس رہا ہے کہ اس کا جینا مشکل ہو گیا ہے ۔جناب سپیکر ! ہمارا یہاں پر بجٹ میں جو short-fall دکھایا گیا ہے وہ اس دفعہ ۲۵ فیصد دکھایا گیا ہے ۔ پہلے یہ دس فیصد تھا ۔ اگر اسی ratio سے یہ short-fall چلتا رہا تو میرا خیال ہے کہ آئندہ دو تین سال کے اندر اندر

یہ short-fall سو فیصد تک پہنچ جائے گا۔ اور ہمارے صوبے میں جو ۹۵-۱۹۹۴ء کے اخراجات تھے اور خاص طور پر اس میں جو ترقیاتی فنڈز تھے وہ 5 ارب خرچ کیے گئے ہیں۔ جو ابھی بقایا چھ سات ارب ہے وہ ہم نے ایک دو ماہ میں خرچ کرنا ہے۔ یہ کس طرح ڈیڑھ مہینہ میں یا دو مہینہ میں خرچ ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے صوبہ میں ہمارے مسلم لیگ کے دور میں چھوٹی صنعتیں لگائی گئیں اور خاص طور پر پاور لومز جو تھیں وہ لگائیں گئیں۔ اس وقت وہ پاور لومز مکمل بند پڑی ہیں۔ اس سے بے روزگاری بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ ان کے لیے کوئی پالیسی بنائی جائے تاکہ وہ پاور لومز دوبارہ چالو ہو سکیں اور لوگوں کو روزگار مہیا ہو سکے۔

جناب سپیکر! ہمارے دور میں ترقیاتی کام جو ہوئے اس میں کچھ ایسے کام تھے جو خاص طور پر میرے حلقے میں on going بھی تھے اور جو نئے کام شروع ہونے تھے وہ میرے حلقے میں روک دیے گئے۔ خاص طور پر وہاں پر خانیوال اوور ہیڈ برج بننا تھا اور وہاں جو لڑکوں کا ڈگری کالج ہے اس کی عمارت بہت خستہ حال ہے۔ وہاں کمرے نہیں ہیں۔ لڑکوں کی باہر پلاٹوں میں کلاسیں لی جاتی ہیں۔ وائیں صاحب کے دور میں اس کے لیے تقریباً ایک کروڑ روپے رکھے گئے لیکن جب حکومت تبدیل ہوئی تو وہ پیسے روک دیے گئے۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس کالج کے لیے فوری طور پر رقم رکھی جائے تاکہ وہاں پر کمرے بن سکیں اور لڑکے تعلیم حاصل کر سکیں۔ اسی طرح وہاں کبیر والہ خانیوال اور خانیوال سے وہاڑی کی طرف براستہ گڑھا موڑ دو سڑکوں کی widening کے لیے منظوری ہوئی تھی۔ وہ بھی موجودہ حکومت نے روکی ہوئی ہیں۔ وہ بہت اہم سڑکیں ہیں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ ان سڑکوں کو بھی منظور کیا جائے اور وہاں پر وہ سڑکیں بنائی جائیں تاکہ وہاڑی اور خانیوال کو فائدہ ہو سکے۔

جناب سپیکر! خانیوال میں ایک سیوریج سکیم چل رہی تھی جو شہر کے لیے بہت اہم سکیم تھی۔ اس پر تقریباً ایک کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ لیکن موجودہ حکومت نے وہ کام وہیں روک دیا ہے۔ اس لیے کہ خانیوال شہر سے مسلم لیگ کے امیدوار میجر آفتاب احمد خان ایم۔ این۔ اے بنے اور میں وہاں سے صوبائی ممبر بنا تو وہ سیوریج سکیم روکی ہوئی ہے۔ میری گزارش ہے کہ وہ سیوریج سکیم مکمل کرائی جائے۔

جناب سپیکر! ہمارے علاقے میں جو ترقیاتی کام ہوئے ہیں وہ ہمارے دور میں ایک مثال ہیں۔ لیکن اس کے بعد وہاں کام روک لیے گئے ہیں اور جو ہمارے کام تھے ان پر جو ہمارے سے ہارے

ہوئے ایم۔ این۔ اے ' کے امیدوار ہیں وہ وہاں اپنی تختیاں لگاتے رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ وہ تختیاں ضرور لگائیں لیکن ان جگہوں پر جہاں پر وہ اب کام کرا کے دکھائیں۔ اگر انھیں شوق بھی ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ وہاں پر کام کر کے دکھائیں۔ ہمیں اس میں کوئی یہ نہیں ہے کہ وہ وہاں پر کیوں کام کروا رہے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اجتماعی کام کیے جائیں۔ میں نے بحیثیت پنجاب اسمبلی کے ممبر کی حیثیت سے وہاں پر جو افتتاحی تختیاں لگائی تھیں وہ ختم کر دی گئیں۔ ان کو اتار لیا گیا اور اپنے نام کی دوسرا آدمی تختیاں لگا رہا ہے۔ میں نے اس پر ایک تحریک استحقاق بھی دی لیکن آپ نے اس کو چیمبر میں ہی kill کر دیا۔ حالانکہ اسی کے ساتھ کی ایک تحریک استحقاق تھی جو کہ فیڈرل حکومت نے accept کر لی۔ میری گزارش یہ ہے کہ جو ترقیاتی کام اگر آپ اس حلقے کے ممبر کے ذریعے سے کرواتے ہیں تو اس کو اتنا حق ملنا چاہیے کہ وہ اپنے نام کی وہاں پلیٹ بھی لگوا سکے۔

جناب سپیکر! جو موجودہ ملکی حالات ہیں' خاص طور پر کراچی کے وہ انتہائی خطرناک ہیں اور اس پر فوری طور پر بلا اختلاف ہم سب کو اکٹھا بیٹھ کر اس پر فیصلہ کرنا چاہیے اور کراچی کا مسئلہ حل ہونا چاہیے۔ اگر کراچی کا مسئلہ حل نہ ہوا تو اس سے پاکستان ٹوٹنے کا خطرہ ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت غریب جس مہنگائی میں پس رہا ہے اور ہماری حکومت کی شاہ خرچیاں یہ ہیں کہ اگر ملک سے باہر دوروں پر جاتے ہیں ' ابھی پچھلے دنوں کی ہی بات ہے کہ جب ہم امریکہ گئے تو اس وقت جو ہمارے ملک کے لیڈر صاحبان ہیں وہاں پر انھوں نے جو شاپنگ کی ' ساڑھے چار چار لاکھ کی گھڑیاں' دس دس ہزار کے سوٹ خریدے گئے وہ اس غریب عوام کے پیسے سے خریدے گئے۔ اگر یہی پیسہ غریبوں کی بہبود کے لیے خرچ کیا جائے تو اس میں کتنی اچھائی ہو گی۔ لیکن وہ اپنی ذات کے لیے اس طرح کی شاہ خرچیاں کر رہے ہیں اور خزانے کو لٹا رہے ہیں ' یہ پاکستان کو ایک سازش کے تحت تباہی کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ تقریر کے لیے موقع دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شکریہ۔ اب میرے پاس چار سپیکر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ 2-00 بجے تک پورے ہو جائیں گے۔ گورنمنٹ سائیڈ سے جناب محمد اسماعیل اور سید غلام مرتضیٰ شیرازی ہیں اور اپوزیشن کی طرف سے راجہ محمد بشارت اور کیپٹن ڈاکٹر محمد رفیق ہیں۔ میرے پاس جو لسٹ ہے اس میں یہ ہیں۔

جناب ایس اے حمید : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی! ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ آج میں وقت پر نہیں پہنچ سکا۔ مجھے گوجرانوالہ سے آتے ہوئے کوئی پرابلم ہو گیا تھا۔ میں نے کل ایک تحریک استحقاق دی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ ہم نے کل کے لیے پینڈنگ کر دی ہے۔

جناب ایس اے حمید ، شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی اب گورنمنٹ کی طرف سے جناب محمد اسماعیل آئیں گے۔

جناب محمد اسماعیل ، بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب سپیکر ! آپ نے مجھے بجٹ پر بحث کرنے کے لیے موقع دیا۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔ سب سے پہلے میں وفاقی بجٹ پیش کرنے پر مخدوم شہاب الدین اور محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی کابینہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد پنجاب میں مخدوم الطاف صاحب اور میاں منظور احمد وٹو صاحب کی کابینہ کو پنجاب کا بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب والا ! آج ہم پنجاب میں تیسرے بجٹ پر بحث کر رہے ہیں اور اس موجودہ بجٹ پر تین دن سے جو بحث جاری ہے اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف اپنے اپنے موقف پیش کر رہے ہیں۔ مگر عوام دونوں طرف سے جو امید رکھتے ہیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ بجٹ اس پہ ضرور پورا اترے گا۔موجودہ بجٹ میں پنجاب حکومت نے تعلیم میں جو فنڈز رکھے گئے ہیں اس سے میرے پنجاب میں ایک نئی لہر دوڑے گی۔ اور پنجاب کے

(اس مرحلہ پر جناب میاں محمد افضل حیات کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

ان لوگوں کو جو کبھی تعلیم حاصل کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے تھے، جو کبھی انگلش کے بارے میں اپنے بچوں کو کہا کرتے تھے کہ ہم انگلش کی تعلیم آپ کو نہیں دلوا سکتے ۔ موجودہ حکومت نے یہ کارنامہ سر انجام دے کر ثابت کر دیا کہ اب پنجاب میں کوئی غریب انگلش سے بے بہرہ نہیں رہے گا۔ بلکہ ہر غریب کا بچہ انگلش کی تعلیم حاصل کرے گا۔ جناب والا ! اس طرح جیسا کہ تعلیم کے معاملے میں حکومت پنجاب نے سب سے بڑھ کر فنڈ رکھے ہیں سابقہ حکومت نے بھی ایک نئی روشنی سکیم چلائی تھی جو اس حکومت کے دور میں ختم ہو گئی۔ مگر موجودہ حکومت نے اس کو بڑھا کر یہ ثابت

کیا ہے کہ موجودہ حکومت عوام سے ان غریب لوگوں سے مخلص ہے۔ انھوں نے اس میں تعلیم میں مزید بجٹ رکھ کر ثابت کیا ہے کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس محرومی پر قابو پالیں گے۔ جناب والا! قائد حزب اختلاف جناب پرویز الٰہی صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا تھا کہ 11-B کا نفاذ صرف اور صرف اپوزیشن پر ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ ان کی غلط فہمی ہے۔ 11-B کا نفاذ پورے پاکستان میں ان شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کے لیے ہے جو پاکستانی شہری ہیں اور باعزت زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ 11-B کا نفاذ صرف ان کے لیے ہے جو قانون شکنی کرنا چاہتے ہیں جو قانون کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں۔ 11-B کا قانون صرف ان لوگوں پر لاگو ہوتا ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں پوچھنے والا کوئی نہیں۔ جناب والا! یہ 11-B کے قانون کے نفاذ سے امن و امان کی صورت حال میں بہتری پیدا ہوئی ہے۔ جناب والا! موجودہ عدالتی نظام میں جو کہ ہر حکومت یہ سمجھتی تھی کہ اسے انصاف کی توقع نہیں ہے حکومت پنجاب نے موجودہ عدالتی نظام کو بہتر بنانے کے لیے جو 52 کروڑ روپے رکھے ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پنجاب حکومت عدالتی نظام میں مخلص ہے اس کا ثبوت انھوں نے اپنے موجودہ بجٹ میں دیا ہے۔ جناب والا! آج ہم نے جن لوگوں پر الزام لگا رکھے ہیں، انھوں نے بیواؤں اور یتیم بچیوں کے لیے جو فنڈ رکھے ہیں یہ جیالوں کی جیب میں چلے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی یہ بھول ہے۔ یہ ان کا اپنا ہی کیا ہوا زمانہ یاد آ رہا ہے۔ جناب والا! میں آپ کو یاد کروانے کے لیے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سابقہ دور میں جو ایم پی اے صاحبان اور ایم این اے صاحبان اپنے فنڈز غریب بیواؤں اور یتیموں کے لیے رکھتے تھے انھوں نے وہ فنڈز بیواؤں اور یتیم بچیوں کی شادیوں پر خرچ نہیں کیے۔ بلکہ اپنے عزیز و اقارب کو نوازنے کے لیے ان کو چیک ایشو کیے۔ جناب والا! یہ بات ریکارڈ میں شامل ہے میں ثابت کر سکتا ہوں۔ میاں محمد نواز شریف صاحب کے سابقہ دور میں جن ایم پی اے حضرات نے فنڈ بیواؤں اور یتیم بچیوں کی شادی پر خرچ کرنے کے لیے لیا تھا وہ انھوں نے اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کیا۔ موجودہ حکومت اس بات میں مخلص ہے۔ ہم نے اب شہری لوگوں کے لیے ان غریب لوگوں کے لیے جن کا کوئی کمانے والا نہیں ہے، جس بیٹی کا باپ اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اس بیٹی کا کوئی بھائی نہیں ہے ہم نے ان بیٹیوں اور بیواؤں کے لیے اس بجٹ میں جو فنڈ رکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ میں ان حق داروں کا حق ان تک ضرور پہنچاؤں گا۔ جناب والا! قائد حزب اختلاف نے کہا کہ پی پی کے ایم پی ایز کے کام نہیں ہوتے وہ موجودہ حکومت سے نالاں ہیں میں ان کی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے انھیں کہنا چاہتا ہوں کہ ایم پی اے

حضرات جو پی پی کے ہیں جو مسلم لیگ کے ہیں، آپ میں کام کروانے کی جرأت ہونی چاہیے۔ انشاء اللہ ہم بفضل خدا پی ڈی ایف کے اتحاد میں بیٹھے ہیں۔ ہمارا کوئی کام اس وقت تک نہ رکے گا جب تک محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ وزیر اعظم کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں۔ کسی بھی پی پی کے ایم پی اے کا کوئی بھی کام پنجاب میں نہیں رک سکتا شرط یہ ہے کہ کام جائز ہو۔ آج ہماری ضرورتیں اپنے آپ سے بڑھ گئی ہیں۔ جب ہم اپنی ضرورت کو بڑھا کر پیش کریں گے تو اس وقت شاید کوئی بھی پارٹی حکومت میں ہو اس کی یہ ضرورت پوری نہ ہوتی ہو۔ پھر قائد حزب اختلاف نوٹ کر لیں آپ میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہیں ہونا چاہیے۔ جناب والا! قائد حزب اختلاف نے میاں منظور احمد وٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے الفاظ کی یاد دہانی کرواتے ہوئے کہا ہے کہ جو تحریک نجات چل رہی تھی اس کو دباتے ہوئے اس بات کا انعام ہم سے لیا جائے۔ انھیں جہاز تحفے کے طور پر دیا گیا۔ یا جہاز خریدنے کی اجازت دی گئی۔ تو انھوں نے well done کہا۔ ضرور well done کہا۔ جناب والا! اس کے پس منظر میں کچھ محرکات ہیں۔ آیا تحریک نجات کے دنوں میں قانون شکنی کرنے والوں کو قانون ہاتھ میں لینے والوں کو جب انھوں نے شکنجے میں ڈالا تو اس بات پر محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے انھیں ضرور کہا کہ میاں منظور احمد وٹو well done۔ اس کے بعد جناب والا! میں اپنے ان دوستوں کی اس بات کی وضاحت کرتا ہوں جو کہتے ہیں کہ بیت المال کا امین بنا دیا گیا۔ یقین کریں میں سابقہ دور میں زکوٰۃ کمیٹی کے چیئرمینوں کے فنڈ ثابت کر سکتا ہوں ہاؤس میں کہ اگر انھوں نے کسی بیوہ عورت کو سو روپیہ دیا تو ایک ہزار روپے کے چیک پر انھوں نے انگوٹھا لگوا لیا۔ اور باقی پیسے ان کے اپنوں کی جیب میں جاتے تھے۔ مگر یہاں پر ہاؤس کے فلور پر انھوں نے الزام لگایا کہ اب یہ پیسے جیالوں کی جیب میں جائیں گے۔ میں یہاں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جیالے ضرور ہیں مگر بے وفا نہیں ہیں۔ جیالا تو نام ہی وفاداری کا ہے۔ جیالا تو نام ہی بہادری کا ہے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہمیں جیالے کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ جس بارے میں حنیف رامے صاحب نے ہاؤس کے فلور پر کہا تھا کہ یہ کس قدر غلط بات ہو رہی ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جیالوں کو بدنام کرنا کہاں کی روایت ہے۔ کوئی اس میں اپنی پارٹی سے وفاداری کرتا ہے تو اس پر یہ الزام لگا دیا جاتا ہے۔ میں صرف اور صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو الزام جائز ہے وہ تو کوئی سنے گا۔ جب صرف اور صرف پارٹی کی وفاداری پر کسی کو آپ الزام دیں گے تو وہ شاید غلط بھی ثابت ہو۔ جناب والا! ڈویلپمنٹ کے حساب سے میں آپ کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ سولہ سال پنجاب میں مسلم لیگ کی حکومت رہی اور آج ہم اس سولہ سال کے بعد

اس ڈیڑھ سالہ دور کا آپ کو دکھانے کے لیے کہ میرا حلقہ جہاں سے مجھے عوام نے elect کیا۔ میرا حلقہ pp 59 ہے نوٹ کر لیں۔ جہاں کام میں نے کروائے ہیں۔ سابقہ سوا سالہ دور حکومت میں میاں نواز شریف کے دور حکومت میں جہاں سے میرا تعلق ہے اس کی نسبت ڈیڑھ سالہ دور میں وہاں پر زیادہ کام کروائے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ پنجاب میں کام نہیں ہوئے۔ کام کروانے کے لیے بھی کسی طریقہ کار کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ جو کوئی بھی ہو فرضی payment کرکے اپنی جیب میں ڈال لے پھر تو کام نہیں ہوگا۔ 1987ء میں میں حزب اختلاف کا کردار ادا کر رہا تھا جناب والا! محمد خان جونیجو مرحوم نے فیصل آباد کی ڈویلپمنٹ کے لیے میئر فیصل آباد کو کروڑوں روپے سڑکیں بنوانے کے لیے دیے۔ یقین مانیں وہاں کے سابق میئر نے ایک پیسہ بھی سڑکوں پر نہیں لگایا۔ جب وہاں وفاقی حکومت سے یہ نوٹ آیا کہ ہم نے جو فنڈز دیے تھے اس کی رپورٹ بھیجی جائے۔ تو میں نے یہ الفاظ اپنے کانوں سے سنے تھے۔ اس فادر آف سٹی نے کہا کہ جاؤ لکھ کر بھیج دو کہ کام ہو گیا۔ حالانکہ جناب والا! ایک پیسہ بھی شہر کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں ہوا تھا۔ تو کام کیسے ہوتے کام تو اس وقت ہوں گے جب ایمانداری سے کروائے جائیں گے۔ جناب والا! ایسے ایسے دور میں آج تک ہم اپنے اپنے حلقوں میں پنجاب کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے اگر اپنے حلقے کی نمائندگی کرنی ہے تو پھر ہم اپنی موجودہ حکومت میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر جھگڑ کر اپنے علاقے کے لیے فنڈز لے کر جائیں گے۔ جتنے کام ہم نے موجودہ حکومت سے کروائے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اتنے کام کوئی پانچ سال میں بھی نہیں کروا سکتا۔ انھوں نے الزام لگایا تھا block allocation پر۔ یقین کریں ہم نے اسی سال 95-1994ء اور 96-1995ء کے بجٹ میں block allocation سے فنڈز لے کر کام کروائے ہیں۔ یہ فنڈز لے کر ہم نے اپنی جیبوں میں نہیں ڈالے۔ اگر جیبوں میں ڈالتے۔۔۔۔

جناب چیئرمین، اب آپ wind up کریں۔

حاجی محمد اسماعیل، اگر ہم یہ فنڈز اپنی جیبوں میں ڈالتے تو شاید آج ہم block allocation کی حمایت کرتے۔ ہم کہتے کہ block allocation ایک اچھا point ہے اس میں علاقے کی بہبود کے لیے فوری کام ہو جاتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر پنجاب حکومت نے سڑکوں پر خرچ کرنے کے لیے 100 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ یہ 100 کروڑ روپے پنجاب کی فلاح و بہبود پر ان علاقوں میں خرچ ہوں گے جہاں آج سے دس سال پہلے کوئی سڑک نہیں بن سکی، وہاں پر کوئی development نہیں ہو سکی۔ اور یہ

100 کروڑ روپے جب ان سڑکوں پر خرچ ہوں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ شہر کی تعمیر و ترقی کے ساتھ ساتھ یہاں پر ہمیں ٹریفک میں بھی سہولت مہیا ہو گی ۔ اس کے علاوہ موجودہ حکومت نے اس بجٹ میں جو 43 ہزار اسامیاں پیدا کی ہیں اس سے اڑھائی لاکھ بے روزگار گھرانوں کو فائدہ ہو گا جو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کبھی ہمیں بھی ملازمت مل جائے گی ۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پچھلی حکومت نے کبھی اس طریقے سے غریب لوگوں میں نوکریاں نہیں بانٹی تھیں ۔ موجودہ حکومت نے ذمہ داری سے یہ نوکریاں دی ہیں ۔ ہم نے اپنے پورے حلقوں میں ان نوکریوں کو اس طرح تقسیم کیا ہے کہ اس میں کسی غریب یا امیر کا امتیاز نہیں کیا بلکہ ہم نے ان حق دار لوگوں کو یہ نوکریاں دی ہیں جن کی 16 سال سے کوئی شنوائی نہیں تھی۔ جناب سپیکر ! موجودہ حکومت نے ایسی کون سی شق چھوڑ دی ہے جس سے پنجاب کی ترقی نہ ہو ' جس سے پنجاب کی ترقی شامل نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے یہ کام سرانجام دے کر ثابت کیا ہے کہ موجودہ حکومت پنجاب کی ترقی میں بالکل دلچسپی رکھتی ہے اور اسے اپنا فرض سمجھتی ہے۔ تعلیم کے شعبے میں جو پابندیاں مڈل سے ہائی کا درجہ دینے پر لگی ہوئی تھیں ۔ میں نے پچھلے دنوں میں وزیر تعلیم سے کہا کہ میرے حلقے میں ایک مڈل سکول ہے اسے آپ مڈل سے ہائی کا درجہ دے دیں۔ انھوں نے کہا کہ اس پر تو پابندی لگی ہوئی ہے ۔ اب نہیں ہو سکتا ۔ یہ پابندی تو پچھلی حکومت نے لگائی ہوئی ہے۔ لیکن جناب والا ! ہم نے جو موجودہ بجٹ بنایا ہے اس میں اس بات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ مڈل سکولوں کو ہائی سکولوں کا درجہ دے کر ان مایوس لوگوں کو ہم نے ایک امید دی ہے جو مڈل کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دور دراز شہروں میں جا کر میٹرک تک تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جناب والا! یہ ایک زندہ ثبوت ہے جس کا پنجاب کے ان غریب لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ کیونکہ جو لوگ پہلے مڈل کے بعد آگے تعلیم حاصل کرنے کے لیے دور دراز علاقوں میں جاتے تھے انھیں اب یہی سہولت اپنے علاقوں میں ہی مہیا ہو سکے گی ۔

جناب والا ! اس کے بعد اب میں فیصل آباد کے حوالے سے بات کروں گا کہ موجودہ حکومت کی طرف سے جتنے فنڈز فیصل آباد والوں کے لیے ملے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس سے پہلے کسی پنجاب حکومت نے ایسا کام سرانجام نہیں دیا تھا۔ جناب والا ! آج سے ڈیڑھ سال پہلے اگر کبھی آپ کو فیصل آباد جانے کا اتفاق ہوا ہو تو اس وقت آپ نے فیصل آباد شہر کی حالت دیکھی ہو گی اور اگر آج آپ فیصل آباد جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ آج آپ کو فیصل آباد کی حالت پہلے سے بہتر نظر آئے گی۔ یہ کارنامہ بھی موجودہ پنجاب حکومت کا ہے۔ انشاء اللہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب حکومت مخلص ہے ' ہم ان کے

ساتھی ہیں ' ہم ان کے بازو ہیں۔ موجودہ وفاقی حکومت نے بھی فیصل آباد کے لیے خصوصی طور پر 5 کروڑ روپے دیے ۔ اور ان 5 کروڑ روپوں سے واسا کا وہ بگڑا ہوا نظام جو برس ہا برس سے خراب تھا ' جو برس ہا برس سے ٹھیک نہیں چل رہا تھا اس کو درست کرنے کے لیے وفاقی حکومت ' وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے 5 کروڑ روپے کی خطیر رقم دے کر ہمیں اس بات کا حوصلہ دیا ہے کہ وہ فیصل آباد کی ترقی میں خصوصی دلچسپی رکھتی ہیں ۔

جناب والا ! اسی کے ساتھ ساتھ میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ میاں نواز شریف صاحب کے دور میں پنجاب بینک کی بنیاد رکھی گئی تھی ۔ موجودہ حکومت نے پچھلے بجٹ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کو اگلے بجٹ میں اس کا ایک نیا سسٹم دیں گے۔ چنانچہ موجودہ حکومت نے وعدے کے مطابق پنجاب بینک کو شیڈول بینک کا درجہ دے کر ثابت کر دیا ہے کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ مخلص ہیں ' ہم لوگوں کی امانتوں کے امین ہیں ' ہم لوگوں کے لیے اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ جس طرح سابقہ دور میں بنک قائم ہوئے تھے اور وہ تمام غریب اور بیواؤں کی رقوم لے کر بھاگ گئے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ کوئی آدمی یہ نہیں کہے گا کہ پنجاب بینک میں میرا سرمایہ تھا وہ ڈوب گیا ہے۔ یہ شبہات بھی اب دور ہو چکے ہیں۔ میاں نواز شریف صاحب نے اس بینک کی بنیاد رکھی تھی اور اپنے اڑھائی تین سالہ دور اقتدار ------

جناب چیئرمین: حاجی صاحب اب آپ ختم کریں کیونکہ وقت بہت زیادہ ہو چکا ہے۔

حاجی محمد اسماعیل: جناب والا ! ابھی تو میرا وقت باقی ہے۔ آپ نے مجھے 15 منٹ دیئے ہیں۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب اب تو 20 منٹ ہو چکے ہیں۔

جناب محمد بشارت راجہ: جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب چیئرمین: جی فرمائیں ۔

جناب محمد بشارت راجہ: جناب سپیکر ! میری تجویز یہ ہے کہ معزز رکن کو آپ مزید وقت دے دیں۔ میں کل بات کر لوں گا کیونکہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ حکومتی بنچز کی طرف صرف 4 لوگ موجود ہیں اور اپوزیشن کے بھی چند دوست موجود ہیں ۔ ہم نے جو بات کرنی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ حکومتی اراکین کو بھی وہ بات سمجھائی جائے اور سنایا جائے ' وزراء صاحبان کو بھی اپنی بات سنائی جائے۔ اس وقت جو صورت حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے ۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ میرا

وقت بھی حاجی صاحب کو دے دیا جائے یہ اپنی بات مکمل کر لیں اور میں کل بات کر لوں گا۔

جناب چیئرمین ، میرا خیال ہے کہ ابھی تو کافی وقت ہے۔

حاجی محمد اسماعیل ، جناب والا ! اگر میرے وقت پر اعتراض ہے تو میں اپنی تقریر کو wind up کرتا ہوں۔ راجہ صاحب اپنی بات ضرور کریں۔

جناب محمد بشارت راجہ ، حاجی صاحب میں اعتراض نہیں کر رہا بلکہ میں تو آپ کو وقت دے رہا ہوں کہ آپ اپنی بات وقت لے کر مکمل کریں۔

جناب چیئرمین ، راجہ صاحب ابھی تو کافی وقت ہے آپ اپنی تقریر کریں۔

جناب محمد بشارت راجہ ، نہیں جناب میں کل بات کروں گا۔ اس لیے کہ اس وقت جو صورت حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ میں اپنا وقت حاجی صاحب کو دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین، پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب سپیکر! نے ادھر یہ رولنگ دی ہوئی ہے کہ کوئی کسی کو اپنا وقت نہیں دے سکتا۔ باقی ادھر جو بھی بات کی جاتی ہے سب on record ہوتی ہے۔ پریس بیٹھا ہے۔ رپورٹرز نوٹ کر رہے ہیں۔ ساری چیزیں on record ہیں۔ سب باتیں نوٹ ہو رہی ہیں۔ اگر ہاؤس میں ممبران کی تعداد کم ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب محمد بشارت راجہ، لیکن جناب والا ! آپ اس صورت حال کا اندازہ لگائیں کہ اس وقت ہاؤس میں صرف 4 حکومتی اراکین بیٹھے ہوئے ہیں لہذا اس صورت حال میں میرا بات کرنا مناسب نہیں ہو گا۔

حاجی محمد اسماعیل، جناب والا ! میں ختم کرتا ہوں اور راجہ صاحب اپنی تقریر شروع کر لیں۔

جناب چیئرمین ، جی راجہ بشارت صاحب۔

جناب محمد بشارت راجہ ، میں نے گزارش کی تھی اگر جناب مہربانی فرمائیں تو میں کل بات کروں گا۔

جناب چیئرمین، نہیں راجہ صاحب چونکہ 2 بجے تک ہم نے ہاؤس کو چلانا ہے۔ ابھی کافی وقت ہے آپ اپنی تقریر شروع کریں۔

جناب محمد بشارت راجہ ، تو پھر جو میں نے نوٹس یا points لکھے ہوئے ہیں وہ میں جناب کو دے دیتا ہوں۔ بات وہی ہے کہ میں یہ باتیں کس کو سناؤں۔

جناب چیئرمین: راجہ صاحب آپ کی تقریر سننے کے لیے بہت سارے دوست باہر سے آ رہے ہیں ۔ اور بھی آ جائیں گے آپ شروع تو کریں ۔

جناب محمد بشارت راجہ : لیکن جناب یہ انتہائی افسوس ناک صورت حال ہے ۔ چونکہ ہمارا حکومت کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا تھا ۔ سو ہم اس معاہدے کی پاس داری کرتے ہوئے کوئی دوسری بات نہیں کرنا چاہتے لیکن اس وقت جو صورت حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے ۔

جناب چیئرمین : بات یہ ہے کہ بجٹ اجلاس میں بجٹ کے دوران ہمیشہ حاضری اتنی ہی رہا کرتی ہے ۔ صبح بھی اتنی ہی تھی ۔

ملک محمد عباس کھوکھر : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب چیئرمین: کھوکھر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

ملک محمد عباس کھوکھر : جناب والا! میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے راجہ صاحب کی گزارش کے بعد جو فرمایا ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت بجٹ پر بحث ہو رہی ہے ۔ بجٹ کا کافی سے زیادہ حصہ تو یہ آپ کا لشکر ' یہ جو سفید ہاتھی وزراء ' پارلیمانی سیکرٹری صاحبان ' مشیر صاحبان کھا رہے ہیں۔ یہ کس لیے ہیں؟ یہ جو سرکاری موٹروں میں گھومتے ہیں ' جھنڈے لگاتے ہیں ' سلامیاں لیتے ہیں تو کم از کم یہ بجٹ کے چند دن ہی یہاں تشریف رکھ لیں تو ان کے لیے کوئی تکلیف دہ بات نہیں ہے۔ جناب والا! ریکارڈ تو ہر چیز کا ہے ۔ کیا ریکارڈ کا کبھی انھوں نے کوئی نوٹس لیا ہے ؟ ان کے افسران بیٹھے ہیں کیا وہ نوٹس لے رہے ہیں ؟ ۔ جب ہم گزارش کرتے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ سب کچھ ریکارڈ ہو رہا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ آپ ان سفید ہاتھیوں کو یہاں چار دن باندھ دیں ۔

جناب چیئرمین : آپ کا پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں بنتا بہرحال آپ کی بات نوٹ ہو گئی ہے ۔

خواجہ ریاض محمود : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

بادشاہ میر خان آفریدی : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب چیئرمین : جی بادشاہ میر آفریدی صاحب ۔

خواجہ ریاض محمود : جناب میں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر پہلے سے کھڑا ہوں ۔

بادشاہ میر خان آفریدی : خواجہ صاحب مجھے فلور مل گیا ہے ۔

جناب چیئرمین ، آپ اپنا اپنا وزن تول لیں جس کا وزن زیادہ ہو وہ پہلے بات کرے ۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب تول کے حساب سے تو میرا وزن زیادہ ہے ۔ جناب والا! ایک مصرع ہے کہ۔

دیواروں سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے

مجھے ایسے لگتا ہے کہ ہم یہاں جو باتیں کرتے ہیں چاہے بجٹ پر ہوں چاہے کسی اور مسئلے پر ہوں ۔ ان کا کوئی ردعمل ہم تک نہیں پہنچتا ۔ تو میں راجہ صاحب کو مشورہ دوں گا کہ اگر آپ بھرے ایوان میں بھی تقریر کریں گے تو اس کا ردعمل یہی ہو گا کہ کسی نے بھی اس کا نوٹس نہیں لینا تو یہ دیواریں پھر بھی بہتر ہیں کہ شاید ان دیواروں پر کوئی اثر پڑ جائے ۔ یہ ایوان کی دیواریں ہیں ۔ آپ دیواروں کو سنا دیں کیونکہ جن لوگوں نے نوٹس لینا ہے وہ ان دیواروں سے بھی بدتر حالت میں ہیں وہ اس قابل نہیں۔ وہ تنخواہیں کھانے کو تیز ہیں لیکن وہ گونگے ہیں بہرے ہیں ان کے کانوں میں پتھر گھس چکے ہیں سیسہ جا چکا ہے ۔

جناب چیئرمین، آفریدی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ جی راجہ بشارت صاحب۔

جناب محمد بشارت راجہ ، بسم اللہ الرحمن الرحیم O شکریہ جناب سپیکر! 96-1995ء کا جو بجٹ ہے اس کے متعلق پہلے یہ عام تاثر تھا اور پھر یہ بات حالات و شواہد کے حوالے سے ثابت ہوتی چلی گئی کہ اس بجٹ کے ساتھ منتخب اراکین اسمبلی کا کوئی تعلق نہیں ہے ۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ بیورو کریسی کا تیار کردہ بجٹ تھا اور ہے اور اس بجٹ میں منتخب اراکین اسمبلی کی نہ تو کوئی رائے شامل ہے اور نہ ہی ان کی تجاویز شامل ہیں ۔ میں یہاں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اپوزیشن کا نقطہ نظر نہیں ہے بلکہ اس بات کا اعتراف خود حکومتی اراکین کی طرف سے کیا گیا ہے اور آپ کو یاد ہو گا کہ قائد حزب اختلاف کے خطاب کے فوراً بعد حکومتی رکن جناب وصی ظفر جنھوں نے حکومت کی طرف سے سب سے پہلے بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔ تو انھوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ بجٹ بیورو کریسی کا بجٹ ہے ۔ اس بجٹ کے ساتھ منتخب نمائندوں کا کوئی تعلق نہیں اور انھوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ ہمیں اس روش کو بدلنا ہو گا اور ہمیں اس بات کی اصلاح کرنی ہو گی ۔ اس لیے جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ بیوروکریسی کا تیار کردہ ہے ہمارے جو دوست حکومتی بنچوں پر بیٹھ کر اپنے آپ کو جمہوریت کا champion تو کہتے ہیں اور اپنے آپ کو انقلاب کے داعی بھی ثابت کرتے ہیں۔

لیکن ان کا اس بیوروکریسی کے تیار کردہ بجٹ کو defend کرنا میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم میری سوچ سے بالا تر ہے۔ جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے اپنی بجٹ تقریر میں بجا طور پر بجٹ کے اعداد و شمار کو اعداد و شمار کا ایک گورکھ دھندا قرار دیا تھا اور انھوں نے یہ کہا تھا کہ ممبران اسمبلی کو بالخصوص اور پنجاب کے عوام کو بالعموم اعداد و شمار کے گورکھ دھندے میں ڈال دیا گیا ہے اور غلط اعداد و شمار دے کر اس بجٹ کو سرپلس بجٹ قرار دیا گیا ہے اور عوام کو یہ تاثر دیا جا رہا کہ موجودہ بجٹ ایک فلاحی بجٹ ہے اور اس بجٹ پر عمل در آمد سے پنجاب کے صوبے کی عوام کی تقدیر بدل جائے گی۔ جناب سپیکر! 96-1995ء کے بجٹ میں غلط اعداد و شمار کے حوالے سے جب اپوزیشن بات کرتی ہے تو یہ بات کسی مفروضے پر مبنی نہیں ہوتی۔ قائد حزب اختلاف نے جس بات کی نشاندہی کی تھی وہ ٹھوس شواہد پر مبنی تھی۔ جناب والا! یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ اگر ہم 95-1994ء کا بجٹ اٹھا کر دیکھیں اور جس کا ذکر وائٹ پیپر میں بھی کیا گیا ہے۔ اس میں اگر آپ 95-1994ء کے بجٹ کے حوالے سے غور کریں تو آپ کو خود یہ بات محسوس ہو گی کہ 95-1994ء کے بجٹ میں بھی exaggerated figures تھے اور exaggerated figures کو ہی بنیاد بنا کر بجٹ بنایا گیا تھا۔ جبکہ ان exaggerated figures کی قلعی کب کھلی؟ جب آپ نے 95-1994 کے revise budget کے اعداد و شمار دیے۔ جناب سپیکر! یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ original budget میں جو انکم دکھائی جاتی ہے تو وہ ہمیشہ anticipated income ہوتی ہے اور revise میں actual figures آتے ہیں۔ جناب والا! میں یہاں پر 95-1994ء کے بجٹ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے صرف ایک شعبے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔ کہ 95-1994ء کے بجٹ میں صوبائی محاصل provincial receipts کی مد میں provincial tax receipts میں جو actual آمدن original budget میں بتائی گئی تھی وہ 612 کروڑ روپے تھی اور جب کہ revise میں یہاں سے 539 crore actual receipts ہوئی ہیں اور اس میں 73 کروڑ کا short-fall ہوا ہے اور اس وقت 95-1994ء کا بجٹ بناتے ہوئے بھی 73 کروڑ روپے کی exaggerated figures دی گئی تھی۔ اسی طرح سول ایڈمنسٹریشن میں 414 کروڑ روپے کو base بنایا گیا تھا anticipate کیا گیا تھا۔ جبکہ ان کو 382 crore actual ملا ہے اور اس میں بھی 31.90 کروڑ کی short - fall ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت بھی انکم میں ایک ارب روپیہ exaggerated figures کے حوالے سے دیا گیا تھا جو بعد میں short-fall میں ثابت ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اپوزیشن کی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بجٹ کو گزشتہ سال بھی غلط اعداد و شمار

دے کر بجٹ بنایا گیا تھا اور موجودہ بجٹ بھی پرانے طریقے کو استعمال کرتے ہوئے بنایا گیا ہے اور موجودہ بجٹ میں بھی exaggerated figures دے کر اس بجٹ کو سر پلس بجٹ بنایا گیا ہے اور صوبے کی عوام کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ شاید یہ بجٹ اپنی تاریخ کا ایک انوکھا بجٹ ہے اور اس بجٹ پر عمل در آمد ہونے سے اس صوبے کے عوام کی تقدیر بدل جائے گی۔ جناب سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ کا ایک مسلمہ سا اصول ہے کہ اس میں جو actual figures ہوتے ہیں وہ revise budget کے حوالے سے دیے جاتے ہیں اور پھر اس میں ایک rational increase دی جاتی ہے تاکہ اس کو base بنا کر بجٹ بنایا جائے لیکن آپ اگر موجودہ بجٹ پر نظر ڈالیں تو آپ کو خود اس حقیقت کا احساس ہو گا کہ یہاں اس اصول پر کہیں بھی عمل در آمد نہیں کیا گیا اور ایسے اعداد و شمار دیے گئے ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اصلیت عوام کے سامنے اس وقت آئے گی جب آپ 96-1995ء کا revise budget عوام کے سامنے دیں گے اور پھر آپ کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہم نے اس میں غلط اعداد و شمار دیے تھے۔ جناب والا! یہاں پر میں نے 95-1994ء کے بجٹ کی آمدن کے حوالے سے بات کی۔ لیکن اب میں اخراجات کی مد میں بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ 95-1994ء کے بجٹ میں بھی دلچسپ صورت حال ہے۔ جو رقوم 95-1994ء میں ترقیاتی اخراجات کے لیے رکھی گئی تھیں وہ حکومت سے پوری طرح خرچ نہیں ہو سکیں اور اس کے اعداد و شمار بھی غلط پیش کیے گئے تھے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ایک عام سیاسی کارکن ہونے کے ناطے اس بات پر میرا پختہ یقین ہے کہ کسی بھی حکومت اور حکومتی مشینری کے لیے یہ بات ہمیشہ باعث فخر ہوتی ہے کہ جو حکومت بر سر اقتدار ہو اخراجات کی مد میں ترقیاتی کاموں کے لیے جتنی بھی رقم رکھی جائے اگر حکومت اس کے targets کو achieve کر لے تو یہ بات حکومت کے لیے باعث فخر ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے targets achieve کر لیے ہیں ہم نے خرچ کرنے کے لیے جو کچھ رکھا ہم نے اس کو پوری طرح خرچ کر لیا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر جو حکومت آج ایک فلاحی معاشرے کی بات کرتی ہے پنجاب کی ترقی کی بات کرتی ہے۔ پنجاب کے عوام کی ترقی کی بات کرتی ہے اور ہمارے دوست جس طرح پنجاب کی تقدیر بدلنے کی بات کرتے ہیں۔ میں ان سے صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ گزشتہ سال سوشل سیکٹر میں جو ایلوکیشنز تھیں اگر ان کے اخراجات کے حوالے سے بجٹ پر نظر ڈال لیں تو انھیں خود اس بات کا احساس ہو گا کہ عوام کی فلاح و بہبود کی داعی حکومت نے عوام کے لیے مختص شدہ رقم جو کہ بجٹ میں موجود ہے اس کو کس طرح خرچ کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نااہلی کا یہ سب سے بڑا

ثبوت ہے کہ سوشل سیکٹر میں بھی جو رقوم رکھی گئی تھیں ان کو بھی وہ پوری طرح خرچ نہیں کر سکے۔

جناب سپیکر! کمیونٹی سروسسز کے لیے ۹۵-۱۹۹۴ء میں 273.94 کروڑ روپے رکھا گیا تھا اور اس میں سے صرف ۲۳۵ کروڑ روپے خرچ کیا جا سکا۔ اور اسی طرح سوشل سروسسز کے لیے ۲۱۵۴ کروڑ روپے رکھا گیا تھا جس میں سے صرف ۲۱ سو کروڑ روپے خرچ کیا جا سکا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ عوام کی ہمدرد حکومت جس کے دل میں عوام کے لیے بہت درد ہے جو پنجاب کی ترقی چاہتے ہیں پنجاب کے عوام کی فلاح وبہبود چاہتے ہیں وہ ترقیاتی کاموں کے لیے مختص شدہ رقم میں سے بھی ۴۰ کروڑ روپے خرچ نہیں کر سکے جناب سپیکر یہ صورت حال میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کی نااہلی اور حکومت کی اپنی مشینری پر کنٹرول نہ ہونے کی ایک واضح دلیل ہے۔ جناب سپیکر! ۹۶-۱۹۹۵ء کے فلاحی بجٹ اور عوام کی ترقی کا ضامن بجٹ قرار دینے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ اس موجودہ بجٹ میں جو عوام پر بالواسطہ اور بلاواسطہ ٹیکسوں کے ذریعے سے عوام پر تقریباً ۴۸ کروڑ روپے کا جو بوجھ ڈالا گیا ہے۔ وہ کہاں سے وصول ہو گا۔ جناب سپیکر! بجٹ فاضل بھی ہو گیا ہے' بجٹ میں ترقیاتی منصوبے بھی دے دیے گئے ہیں اور یہ تاثر بھی دے دیا گیا ہے کہ بہت ترقی ہو گی تو کیا میرے یہ بھائی جب بجٹ کی تعریف کرنے لگتے ہیں تو یہ بات بھول جاتے ہیں کہ یہ ۴۸ کروڑ روپیہ کہاں سے آئے گا۔ جناب والا! یہ ٹیکس بھی آخر عوام نے دینے ہیں اور عوام پر ہی ان ٹیکسوں کا بوجھ ہو گا۔ جناب سپیکر! اس لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہمارے حکومتی اراکین بجٹ پر بات کرتے ہیں تو کم از کم انہیں اس حقیقت کا بھی اعتراف کر لینا چاہیے کہ یہ ۴۸ کروڑ روپے جو عوام پر ٹیکس لگا ہے یہ عوام پر بوجھ ہی بنے گا اور عوام اسے خوش دلی کے ساتھ برداشت نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر! اب ہم نے سوچنا یہ ہے کہ جس صوبے میں عوام پر ٹیکس بھی لگائے جا رہے ہیں اس صوبے میں عوام کو اس کے بدلے اس ۹۶-۱۹۹۵ء کے بجٹ میں دیا کیا جا رہا ہے؟ جناب والا! اس موجودہ بجٹ میں جو سب سے زیادہ رقم مختص کی گئی ہے وہ جنرل ایڈمنسٹریشن اور امن عامہ کے لیے ہے۔

جناب سپیکر! اس وقت تک اپوزیشن کی طرف سے ہمارے جتنے بھائیوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے انہوں نے صوبے میں امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورت حال کا ذکر کیا ہے اور صوبے میں جنرل ایڈمنسٹریشن کے حوالے سے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک گھناؤنی صورت حال ہے جو انہوں نے ایوان کے سامنے رکھی ہے۔ جناب سپیکر! میں بغیر کسی تفصیل میں گئے

آپ کے توسط سے اس ایوان کے معزز اراکین کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن اور امن و امان کے لیے جس اسمبلی سے سب سے زیادہ پیسے مانگے جا رہے ہیں اور اسمبلی کے اراکین کو یہ کہا جا رہا ہے اور ہمارے یہ بھائی اس وقت یہ بات بھول جاتے ہیں کہ اسی ایوان کے سات اراکین اسمبلی ایسے ہیں کہ جن پر اسی جنرل ایڈمنسٹریشن نے اور اسی پولیس نے غداری کا مقدمہ درج کیا ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی بھی ایوان کے لیے قطع نظر اس بات کے کہ کس کا تعلق کس سے ہے کس کا تعلق اپوزیشن سے ہے یا کس کا تعلق حکومت سے ہے کس کا تعلق پی ڈی ایف سے ہے، کس کا تعلق مسلم لیگ سے ہے۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات ایوان کے لیے توہین کا باعث ہے کہ اس ایوان کے سات اراکین اسمبلی ایسے ہیں جو اس وقت ایوان میں موجود ہیں اس ایوان کے ممبر ہیں sitting ممبر ہیں لیکن اس کے باوجود ان پر بغاوت کا مقدمہ بنایا جائے اور جناب سپیکر اس ایوان کے کان پر جوں تک نہ رینگے۔ میں اپنے حکومتی اراکین سے دست بدستہ اس بات کی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ روایت جو ہے ایک مخالف کو غدار قرار دینے والی ہمیں اس روایت کو جناب سپیکر ختم کرنا ہوگا۔ جناب سپیکر! آج جو ہمارے پنجاب میں حالات ہیں آپ اخبارات اٹھا کر دیکھیں۔ اخبارات میں اس بات کی سرخیاں لگی ہوئی ہیں کہ پنجاب کی حکومت کو تبدیل کرنے کی کوشش ہو رہی ہیں۔ پنجاب کی حکومت تبدیل کر دی جائے گی۔ پنجاب کی حکومت تبدیل ہو جائے گی۔ وفاق میں تبدیلی ہو گی فلاں جگہ تبدیلی ہو گی۔ پھر جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں یہ کہنے میں سو فیصد حق بجانب ہوں کہ آج جو پنجاب کی حکومت کو ختم کرنے کا اقدام کرے گا کل کو وہ بھی غدار ہوگا۔ کیونکہ ہم بھی اسی حوالے سے غدار قرار دیے گئے اور ہم نے اپنا آئینی حق استعمال کیا تھا۔ جناب سپیکر! میرا قصور اس مقدمے میں کیا ہے میں اس لیے غدار بنا ہوں کہ میں نے آئین کے تحت جو مجھے بطور ممبر صوبائی اسمبلی آئین نے حق دیا ہے کہ وزیر اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کر سکتا ہوں، میں نے اپنا وہ آئینی حق استعمال کرتے ہوئے صرف اس عدم اعتماد کی تحریک پر دستخط کیے And I am only one of the signatory اور اگر وہ دستخط کرنے سے میں غدار ہو سکتا ہوں تو پھر جناب سپیکر! میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس پنجاب اسمبلی میں اس وقت بھی بجٹ پیش کرنے والے بھی اور بجٹ پر تقریریں کرنے والے بھی بہت سے غدار موجود ہیں وقت کا انتظار ہے جب وقت آئے گا تو شاید کس کس کے خلاف غداری کے مقدمے بنیں۔ اس لیے میری آپ سے یہ گزارش ہے اور دست بدستہ گزارش ہے کہ آپ جیسے سنجیدہ لوگ اس ہاؤس میں موجود ہیں اور میرے

سنجیدہ دوست جو اس ہاؤس میں موجود ہیں یہ ان کا فرض بنتا ہے کہ اگر ہم کسی اور بات پر متفق نہیں ہو سکتے تو کم ازکم ہمیں محب الوطنی کی ایک بات پر متفق ہونا چاہیے اور ایک دوسرے کو غدار کہنے کی جو روایت ہے اس کی ہمیں نفی کرنی چاہیے۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں اپنے حکومتی اراکین سے اور میں کسی طنزیہ لہجے میں بات نہیں کرنا چاہتا' میں صرف ان سے ایک بھائی ہونے کے ناتے ان کا عزیز ہونے کے ناتے ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس بجٹ پر وہ بحث کرتے ہیں اس پر کم ازکم بحث کرنے سے پہلے اس کو پڑھ لیں۔ جناب سپیکر! میں پڑھنے کی بات اس لیے کرتا ہوں۔۔۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ میرے بھائی جو حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور جو بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں ان سے میری ایک چھوٹا بھائی ہونے کے ناتے ان کا عزیز ہونے کے ناتے ان کا دوست ہونے کے ناتے ان سے یہ گزارش ہے کہ وہ بجٹ پر اظہار خیال کرنے سے پہلے بجٹ کا مطالعہ تو کر لیا کریں۔

جناب سپیکر! یہاں ایک روٹین چلتی ہے ایک سٹیریو سسٹم چل رہا ہے کہ جو حکومتی بنچوں کی طرف سے اٹھتا ہے وہ بجٹ کی تعریف کرتا ہے اور جو اپوزیشن کی طرف سے بات کرتا ہے وہ بجٹ کی مخالفت کرتا ہے میری اپنے بھائیوں سے یہ گزارش ہے کہ اگر انہوں نے بجٹ کا مطالعہ کیا ہے تو میں انہیں ایک بات پر چیلنج دیتا ہوں کہ وہ مجھے اس ۹۶-۱۹۹۵ء کے پورے بجٹ میں ماسوائے تین اضلاع کے کسی اور ضلع میں unapproved scheme کے against allocation بتا دیں۔ جناب سپیکر! سینکڑوں سکیمیں ضلع اوکاڑہ کی ہیں' اس کے علاوہ ضلع شیخوپورہ اور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ شامل ہیں۔ اور غیر منظور شدہ سکیموں کے against پانچ پانچ چھ چھ لاکھ روپے کی ٹوکن allocation کی گئی ہے اور یہ صرف ان تین اضلاع کے لیے کیا گیا ہے۔ اور یہ اس لیے کیا گیا ہے جناب والا! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں جناب سپیکر! آپ خود اس process سے گزرے ہیں اور اس صوبے کے وزیر خزانہ رہے ہیں کہ یہ طریقہ واردات اس لیے اختیار کیا جا رہا ہے کہ ایک دفعہ بجٹ میں وہ سکیمیں ٹوکن allocation کے ساتھ آ جائیں بعد میں رواں مالی سال میں ان کو funded قرار دے دیا جائے گا۔ اور revised بجٹ میں ان کی منظوری دوبارہ لے لی جائے گی۔ اور ان سکیموں پر revised کے وقت کام بھی ہو چکا ہو گا۔ اس لیے میری اپنے بھائیوں سے یہ گزارش ہے کہ کوئی بھی میرا بھائی جس کا

تعلق حکومتی بنچوں سے ہے وہ اپنے ضلع کو بھی اٹھا کر دیکھ لے، میں جناب سپیکر! اپنے ضلع کی بات کرتا ہوں میرے ضلع میں سکیموں کے حوالے سے پچھلے دو سالوں سے کوئی ایک نئی سڑک ہمارے بجٹ میں شامل نہیں ہو سکی۔ کوئی نئی واٹر سپلائی سکیم میرے حلقے میں یا اپوزیشن کے دوسرے اراکین کے حلقے میں شامل نہیں ہو سکی۔ ہماری وہی on going سکیمیں جناب سپیکر! چل رہی ہیں جن کو تھوڑے بہت پیسے دے کر یہ آگے گھسیٹ رہے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے میرے ساتھ یا اپوزیشن کے ساتھ دشمنی تو پوری کی جا سکتی ہے لیکن ہمارے حلقے کے لوگوں کا کوئی قصور نہیں ہے کہ ہمارے حلقوں سے کوئی نئی سکیم آ ہی نہ سکے۔ جناب سپیکر! اس وقت راولپنڈی ضلع میں یہ پوزیشن ہے کہ وہاں پر ایک ڈیڈ لاک ہے کوئی نیا منصوبہ اپوزیشن اراکین کی طرف سے بجٹ میں نہیں آ سکتا۔ تو ہم اس صورت حال کا مقابلہ کریں گے۔ لیکن کم از کم میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے عوام کے ساتھ یہ سلوک روا نہ رکھا جائے۔ اسی طرح میں حکومتی اراکین کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ دنوں انہوں نے اخبارات میں پڑھا ہو گا کہ پرائم منسٹر صاحبہ قصور تشریف لے گئیں۔ انہوں نے وہاں پر environmental planning کے ایک منصوبے کا افتتاح فرمایا۔ جناب والا! اپوزیشن کا ایک رکن ہونے کے ناتے میں اس بات کی توقع کر رہا تھا کہ شاید وفاقی حکومت کو اس وقت environmental planning حوالے سے جو کروڑوں، اربوں روپیہ موصول ہو رہا ہے۔ شاید وہاں پر پرائم منسٹر صاحبہ اس بات کا اعلان کر دیں گی کہ پنجاب کو ماحول کی آلودگی سے بچانے کے لیے یا آلودگی سے پاک رکھنے کے لیے یہ گرانٹ وفاقی حکومت سے دی جائے گی۔ جناب والا! اس قسم کا وہاں پر کوئی اعلان نہیں ہوا۔ بلکہ 26 کروڑ روپے سے پنجاب کے بجٹ سے وہاں پر منصوبہ شروع کیا گیا۔ افتتاح پرائم منسٹر صاحبہ نے کیا۔ اور اس کے بعد موجودہ بجٹ میں 320 کروڑ روپیہ پنجاب کی حکومت قصور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو دے رہی ہے جو کہ نئی قائم کی گئی ہے صرف اس لیے کہ وہاں پر پرائم منسٹر صاحبہ تشریف لے گئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج پنجاب کے حقوق کی بات کرنے والے انہیں اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جب وفاقی حکومت کو کینیڈا سے، سویڈن سے، امریکہ سے، جاپان سے ماحول کی آلودگی کو ختم کرنے کے لیے اربوں روپیہ مل رہا ہے تو آپ اپنے بجٹ سے پیسے کیوں لیتے ہیں۔ آپ وفاقی حکومت سے مطالبہ کیجیے کہ وہ اس سلسلے میں آپ کا حصہ دے۔ اور وہ حصہ آپ صوبے میں ماحول کی آلودگی کو ختم کرنے کے لیے خرچ کریں۔ جناب والا! اس کے بعد فارم ٹو مارکیٹ روڈز کے حوالے سے میں اپنے ضلعے کی بات کرتے ہوئے یہ عرض کروں گا جیسا کہ میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ ہمارے ضلعے میں

ایک بھی سڑک ایسی نہیں جو نئی شروع کی ہو۔ لیکن اس وقت ہمارے خان زادہ تاج محمد صاحب یہاں سے تشریف لے جاچکے ہیں میں ان کے حوالے سے عرض کروں گا کہ ضلع اٹک میں 114 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے فارم ٹو مارکیٹ روڈ کے لیے۔ جناب والا! اگر آپ تحصیل واٹر bifurcation دیکھیں تو خانزادہ صاحب کی تحصیل اٹک کے لیے صرف 4 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔ اور تحصیل اٹک کو یہ سزا صرف اس لیے دی گئی ہے کہ وہاں سے جو ممبران منتخب ہو کر آئے ہیں ان کا تعلق اپوزیشن کے ساتھ ہے۔ جناب والا! آپ بہتر سمجھتے ہیں' میری یہ رائے غلط بھی ہوسکتی ہے کہ چار لاکھ روپیہ تو میرے خیال میں سڑکوں پر کام کرنے والی گینگز کی سال کی تنخواہ بھی نہیں بنتی۔ جو سڑکوں پر پورے سال میں صرف مٹی ڈالیں گی۔ اسی طرح ہمارے پنڈی ضلع کے لیے 389 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔ جو میں سمجھتا ہوں کہ سڑکوں کو مکمل کرنے کے لیے انتہائی کم ہے۔ اس میں حکومتی اراکین کی سڑکیں بھی آتی ہیں اور اپوزیشن اراکین کی سڑکیں بھی آتی ہیں۔ میری آپ سے استدعا ہو گی کہ ان سڑکوں کو مکمل کرنے کے لیے زیادہ رقم رکھی جائے۔ ایک اور شعبہ جناب والا جس کا براہ راست میرے حلقے سے بھی تعلق ہے۔ اور میں تمام راولپنڈی ضلعے کی بات کرتا ہوں کہ اس سے راولپنڈی ضلعے کی شہری آبادیوں کا تعلق ہے۔ وہ اربن واٹر سپلائی سکیم ہے۔ جناب والا اس وقت لاہور شہر میں جو پینے کے پانی کی صورت حال ہے اس سے آپ بہتر طور پر آگاہ ہیں۔ اور اسی طرح یہی صورت حال ہمارے ضلع میں بھی ہے۔ لیکن ہمارے ضلعے کی صورت حال لاہور سے تھوڑی سی مختلف ہے۔ کیونکہ ہمارا تعلق ایک بارانی ضلعے کے ساتھ ہے۔ وہاں پر انڈر گراؤنڈ واٹر کا لیول بہت کم ہے۔

جناب والا! 2 ہزار 30 لاکھ روپیہ on going اربن واٹر سپلائی سکیم اور new سکیموں کے لیے رکھا گیا ہے۔ اگر آپ اس کی bifurcation دیکھیں تو پنڈی ضلع کے لیے 'مری کے لیے دس لاکھ روپیہ' کہوٹہ کے لیے پندرہ لاکھ روپیہ اور ٹیکسلا کے لیے صرف دس لاکھ روپیہ۔ خان صاحب میں آپ کی توجہ کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں چونکہ ٹیکسلا آپ کا حلقہ ہے۔ آپ کے لیے 2 ہزار 30 لاکھ روپے میں سے صرف 10 لاکھ روپیہ۔ وہ بھی یہ شرط لگائی گئی ہے کہ یہ share basis پر ہو گا۔ اتنا ہی 10 لاکھ روپیہ آپ دیں گے تو تب آپ کو 10 لاکھ روپیہ حکومت دے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ راولپنڈی کے شہری حلقوں کے ساتھ اس سے بڑی زیادتی موجودہ حالات میں ہو نہیں سکتی جہاں پر ہمارے عوام پینے کے پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہے ہیں۔ وہاں پر پنڈی تحصیل کے لیے ایک پیسہ نہیں' پنڈی شہر کے لیے ایک پیسہ نہیں رکھا گیا۔ راولپنڈی کنٹونمنٹ بورڈ کے لیے ایک پیسہ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں

کہ یہ زیادتی ہمارے ساتھ اگر روا رکھی جائے تو ہم تو اس کو برداشت کریں گے لیکن خدارا اس مخلوق خدا کا بھی کچھ سوچیے۔ کہ جس نے ہمیں یہاں پر منتخب کرکے بھیجا ہے۔ لیکن اس نے آپ بھی اتنی ہی ذمہ داری ڈالی ہے کہ آپ نے بھی اس کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ جناب والا! میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حکومت سے یہ استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ اپوزیشن کے اراکین کے حلقوں میں فنڈز نہ دے کر ہمارے ساتھ دشمنی کو پالنے کی کوشش کی روش کو ختم کریں اور ہمارے حلقوں کے عوام کو سزا نہ دیں۔ شکریہ جناب والا۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب سپیکر، مہربانی۔ کیپٹن ڈاکٹر محمد رفیق صاحب تشریف رکھتے ہیں۔

کیپٹن ڈاکٹر محمد رفیق، جی۔

جناب سپیکر، آپ بسم اللہ کریں آپ کے وقت میں جو کمی ہے اس میں تھوڑا سے اضافہ کردیں گے۔ کوئی نہیں پانچ منٹ بڑھا دیں گے۔ دس منٹ ابھی ہیں۔ جی بسم اللہ کیجئے۔

کیپٹن ڈاکٹر محمد رفیق، جناب والا! میری تقریر کل صبح پر رکھ دیجئے۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ اچھا موقع ہے بیٹھے ہیں سارے لوگ بات کرلیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو تھوڑا وقت بڑھالیں گے۔

کیپٹن ڈاکٹر محمد رفیق، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ بجٹ 96-1995 کے حوالے سے میں اپنے علاقہ کے چند ایک مسائل آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا۔ امید ہے کہ حکومت اس پر غور فرمائے گی۔ سوالات کے ذریعے چند ایک مسائل کو اس ایوان میں حکومت کی توجہ دلانے کے لیے میرے حلقہ کو اجاگر کیا گیا' گزارش کی گئی' متعلقہ وزراء نے وعدہ بھی فرمایا۔ لیکن بجٹ میں اس کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی۔ سب اہم اور ضروری مسئلہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال خوشاب کا تھا۔ خوشاب کو ضلع بنے ہوئے تقریباً 13 سال گزر چکے ہیں۔ یہ 1982ء سے ضلع بنا ہے۔ اور ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال کا کام صرف fifty percent ہوا ہے۔ تقریباً 3 کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ میں نے ایک سوال دیا تھا اور وزیر صحت صاحب نے بھی کہا تھا کہ ایک سال کے اندر اندر یہ مکمل کیا جائے گا اور رقم رکھی جائے گی۔ لیکن صرف 50 لاکھ رکھے ہیں۔ جبکہ وہ ہسپتال 3 کروڑ روپے سے مکمل ہونا ہے اگر یہ پچاس ساٹھ لاکھ روپے ہر سال رکھے گئے تو مزید چھ سال لگ جائیں گے۔ یہ بہت ہی اہم اور بڑا ضروری مسئلہ ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ بھی میں نے سوال

کے ذریعے اس ایوان میں بتایا تھا۔ دریائے جہلم کے نزدیک خوشاب پل واقع ہے۔ اس پل کو آج سے دو سال پہلے مکمل ہونا تھا۔ لیکن ٹھیکیداروں کی نااہلی کی وجہ سے یا افسران کی صحیح دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے وہ ابھی تک نامکمل ہے۔ چند بیم ہیں جو کہ بنائے جاتے ہیں، جب رکھنے لگتے ہیں تو گر جاتے ہیں، ہوا کے جھکڑ آتے ہیں تو وہ گر جاتے ہیں۔ وہ پل پورے ڈویژن کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تین اضلاع اس ڈویژنل ہیڈ کوارٹر سے connected ہیں۔ خوشاب، میانوالی اور بھکر۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ اس کے لیے رقم رکھ کر جتنا جلدی ہو سکے اس کو مکمل کروایا جائے۔ میرے حلقہ میں دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر پشتے باندھنے کے لیے، وہاں لوگوں کی اراضی تو دریا کے حوالے ہو چکی ہیں، لیکن جو مکانات ہیں، ایک مین رابطہ سڑک ہے جو خوشاب سے بھنگ کی طرف جا رہی ہے اور وہ اب بالکل دریا کے کٹاؤ کے نزدیک آ چکی ہے۔ اگر اس کو نقصان ہو گیا تو حکومت کو پھر کروڑوں روپے خرچ کر کے اس کو مکمل کرنا پڑے گا۔ یہ تو تین مسائل تھے۔ اب میں آتا ہوں نہری پانی کی طرف کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں تقریباً پنجاب کے چار اضلاع اس میں آتے ہیں۔ جناح بیراج سے ایک نہر نکلتی ہے تھل کینال۔ جو چار اضلاع کو سیراب کرتی ہے۔ خوشاب، میانوالی، بھکر اور لیہ۔ میرے بہت سے دوستوں نے اپنی تحاریک کے ذریعے اور سوالات کے ذریعے اس مسئلے کو اجاگر کیا تھا وہاں 1973ء میں آج سے 23 سال پہلے اس میں ایک شگاف پڑ گیا تھا اور شگاف نااہل افسران نے اس وقت پُر کروا دیا۔ لیکن اس کی capacity ایسی ہے، اب بھی وہ پُر کیا ہوا شگاف کمزور ہے۔ جہاں آٹھ ہزار کیوسک وہاں running ہونی چاہیے تھی، وہاں چھ ہزار ہو رہی ہے۔ دو ہزار کیوسک کی کمی کی وجہ سے یہ چاروں اضلاع کی لاکھوں مربع ایکڑ زمین سیراب بھی نہیں ہو رہی اور اس کی پیداوار بھی کم ہو گئی ہے۔ اس کے لیے سپیشل یہ مطالبات زر آنے سے پہلے میری گزارش ہے کہ سپیشل رقم رکھی جائے۔ اس کو مضبوط کیا جائے تاکہ اس کی کیوسک کی limit بڑھائی جائے۔ اور پورے اضلاع میں کاشت کاروں کی پوری امداد کی جا سکے۔ گورنمنٹ کالج جوہر آباد میں پروفیسرز اور لیکچرارز کی ۵۳ اسامیاں ہیں۔ صرف ۴۳ وہاں کام کر رہے ہیں۔ دس لوگ وہاں کافی عرصے سے نہیں آئے۔ عوامی حلقوں کا یہ مطالبہ ہے کہ وہاں وہ پوسٹیں بھی پُر کی جائیں اور ایم اے کلاسوں کا بھی اجراء کیا جائے۔ خوشاب میں قبرستان کے لیے کئی ایک قطعات وقف کیے گئے تھے۔ لیکن ان قبرستانوں پر غاصب لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کے لیے بھی رقم مختص کی جائے تاکہ وہاں کچھ قطعہ زمین خرید کر قبرستان کی دیکھ بھال ہو سکے اور لوگوں کو زمین میسر آ سکے اور وہاں وہ کام کر سکیں۔ ایک وہاں ایگریکلچر محکمے

کی تجزیہ لیبارٹری ہے۔ جہاں مٹی اور پانی کا تجزیہ ہوتا ہے۔ اور وہ لیبارٹری تقریباً آٹھ ضلعوں میں ہے۔ خوشاب ضلع میں پچھلے ۹۳-۱۰-۱ سے ان کی تنخواہیں بند ہو چکی ہیں۔ حالانکہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ محکمے نے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے سفارش کی ہے کہ اس کی جو مخصوص رقم ہے' اس کے لیے اخراجات کی سفارش کی ہے۔ لیکن ابھی تک وہ معاملہ لٹک ہی رہا ہے اور ۹۳-۱۰-۱ تک لیبارٹری چل رہی ہے' لوگ وہاں کام کر رہے ہیں بغیر تنخواہوں کے۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ ان سب چیزوں کو دیکھتے ہوئے ان کو حل کیا جائے۔

اب میں بجٹ کے بارے میں چند جو اچھی باتیں ہیں وہ بھی ضرور عرض کروں گا۔ حکومت نے پہلے کی طرح بجٹ میں محکمہ صحت' زراعت' تعلیم کے لیے کافی پیسہ رکھ دیا ہے۔ لیکن یہاں افضل حیات بات کر رہے تھے۔ ان سے میں متفق ہوں کہ یہ پیسے تو رکھے جاتے ہیں لیکن ان کو جو لوگ خرچ کرتے ہیں ان کا proper احتساب نہیں ہوتا۔ جہاں خرچ ہونا ہوتا ہے پچاس لاکھ' وہاں خرچ کر دیتے ہیں ایک کروڑ۔ اور اس لیے ترقیاتی کام بڑے متاثر ہو رہے ہیں۔ میری درخواست پر ایک صنعت کار ہیں' وہاں انھوں نے ایک ہال تعمیر کروایا ہے۔ ایک ہائر گرلز سیکنڈری سکول ہے۔ تو وہاں ساڑھے تین لاکھ روپے خرچ ہوا تھا۔ میں نے گورنمنٹ کو کہا کہ بوائز ہائی سکول میں بھی ہم ایک ہال تعمیر کروانا چاہتے ہیں۔ لیکن گورنمنٹ ایجنسیوں کی وساطت سے۔ تو جو انھوں نے ہمیں data دیا تو انھوں نے کہا کہ اسی جسامت کا ہال ہم آٹھ لاکھ روپے میں بنا کر دیں گے۔ تو اتنا فرق ہے۔ تو میرے بھائی افضل حیات صاحب نے نشان دہی کی تھی کہ جو اسمبلی کی مجالس قائمہ ہیں اگر انھیں یہ نگرانی سپرد کر دی جائے تو بہتر طریقے سے بجٹ کا استعمال ہو سکے گا جو اتنی رقم مختص ہوئی ہے اس کے لیے اچھا اور بھلائی ہو گی اور کام جلدی ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر، اجلاس کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

کیپٹن ڈاکٹر محمد رفیق، مہربانی' شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں خسارے کو ختم کر کے جو فاضل بجٹ دیا گیا ہے اور وفاقی حکومت کے ساتھ جو اچھے تعلقات قائم کیے گئے ہیں میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اچھی بات ہے۔ ہم جو مقروض ہو چکے ہیں' ہم وفاقی حکومت سے بھی یہ مطالبہ کریں گے کہ لوگوں کے وسائل اکٹھے کر کے یہاں کا جو بچہ بچہ مقروض ہو چکا ہے ہمیں اپنے سروں سے اس قرض کا بوجھ

اتارنا ہے۔ تب ہی یہ قوم ترقی کر سکتی ہے۔ حزب اختلاف کے لوگوں سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ جب وہ بجٹ کے متعلق بات کرتے ہیں تو ذاتی حملے نہ کریں۔ سیاست کی طرف نہ آئیں' بلکہ بجٹ کی نکتہ چینی اور تنقید ضرور کریں اور حکومت سے بھی یہ اپیل کرتا ہوں کہ ان کی تنقید کو مد نظر رکھتے ہوئے مطالبات زر میں بہتری پیدا کی جائے تاکہ یہ ماحول بہتر ہو' اچھا ہو جائے۔ عوام ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم آپس میں محاذ آرائی پر اتر آتے ہیں تو یہ سیاسی طعنہ بازی ختم ہونی چاہیے۔ یہ بجٹ ایک ایسی دستاویز ہے جس کی طرف سب لوگوں کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں اور اچھی تجویز کو حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ اس کو قبول کرے اور اس پر عمل کرے۔

اس بات کے ساتھ ہی میں اب آپ سے اجازت چاہوں گا۔ بڑی مہربانی' شکریہ۔ آپ نے مجھے وقت دیا۔

جناب سپیکر ، مہربانی ۔ اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے ۔

(اس مرحلے پر اجلاس بدھ ۲۱۔ جون ۱۹۹۵ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہو گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

بدھ 21-جون 1995ء

(چہار شنبہ 21-محرم الحرام 1415ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر، لاہور میں 9:00 بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ
رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ
اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِيْنَ

سورۃ النحل ، آیت 125

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ سے بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

وما علینا الا البلاغ O

جناب سپیکر ، ایس اے حمید صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ ان کی ایک تحریک استحقاق تھی۔ جب انھوں نے پیش کی تھی تو وزیر قانون نہیں تھے۔ آج وزیر قانون ہیں تو وہ نہیں آئے۔ وہ کل بھی نہیں آئے تھے اور آج بھی نہیں ہیں۔ جناب شاہد ریاض صاحب بھی تشریف نہیں رکھتے۔ آج بجٹ پر بحث کا چوتھا دن ہے اور میرے پاس حزب اختلاف کی جانب سے فہرست آئی ہے۔ اس میں سب سے پہلا نام جناب منشاء اللہ بٹ صاحب کا ہے۔ میں انھیں دعوت خطاب دیتا ہوں۔

میاں عمران مسعود ، جناب والا! شکریہ۔ اس سے پہلے کہ منشاء اللہ بٹ صاحب اپنی تقریر کریں میں آپ کی اجازت سے اور ان کی اجازت سے آپ کی توجہ آج کے نوائے وقت کی طرف مبذول کراؤں گا۔ وزیر قانون صاحب بھی اس وقت تشریف فرما ہیں۔ جناب والا! آج نوائے وقت میں ایک خبر آئی ہے کہ بلدیہ گجرات کے 9 کونسلرز اور سابق چیئرمین پولیس custody میں ہیں ' ان کو پکڑ لیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! اس خبر میں اور میری اپنی اطلاع کے مطابق انھوں نے ایک پرچہ میرے خلاف بھی کاٹ دیا ہے کہ لوکل ایم پی اے کی ایماء پر بلدیہ والوں نے وہاں جا کر تالے توڑے اور قبضہ لینے کی کوشش کی۔ اس ساری صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ وزیر قانون صاحب کو آپ یہ حکم دیں کہ وہ kindly اس معاملے کو دیکھیں کہ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؛ کیونکہ نہ تو میں وہاں موجود تھا اور نہ ہی ہمارے کونسلرز نے کوئی ایسی حرکت کی' نہ ہی انھوں نے کوئی ڈکیتی کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اس سارے کیس کو ایک ڈکیتی کا رنگ دے دیا گیا ہے۔ لہٰذا میری آپ سے گزارش ہو گی کہ آپ kindly وزیر قانون صاحب کو request کریں کہ وہ اس مسئلے پر کچھ نظر ثانی کریں۔ بہت شکریہ۔

جناب سپیکر ، وزیر قانون صاحب تشریف رکھتے ہیں وہ اس پر کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! یہ واقعہ میں نے بھی اخبار میں پڑھا ہے اور اخبار کی خبر کے مطابق مذکورہ سابق اراکین بلدیہ نے بلدیہ کے دفتر جا کر قبضہ لینے کی کوشش کی جس کی وجہ سے وہاں پر کچھ فائلیں اور ریکارڈ وغیرہ missing پایا گیا اور اس قبضہ لینے کی کوشش کی وجہ سے انتظامیہ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی کی ہے۔ یہ خبر میں نے اخبار میں آج ابھی اسمبلی آتے ہوئے پڑھی۔ جہاں تک فاضل رکن اسمبلی کا تعلق ہے ان کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے نوٹس میں نہیں کہ ان کے

خلاف کوئی پرچہ درج ہوا ہے۔ میں informations لینے کے بعد ہی اس بارے میں کوئی بات کر سکتا ہوں۔

جناب سپیکر ، عمران مسعود صاحب وزیر قانون صاحب کو موقع دیجیے تاکہ وہ informations لے لیں۔ ہمارے پاس پورا دن ہے آپ درمیان میں کسی وقت آپس میں مل بھی لیجیے گا۔ اگر اس سلسلے میں کوئی دقت ہو ' پریشانی ہو تو میرے پاس تشریف لے آئیں۔

میاں معراج دین ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جی۔ میاں معراج دین صاحب فرمائیے۔

میاں معراج دین ، جناب سپیکر! کل میں نے اپنی بجٹ تقریر کے دوران ایک درخواست کی تھی کہ وہاں قبرستان پر ناجائز قبضہ ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود کہ کل بارش ہوتی رہی۔ وہاں پر وہ لوگ بڑے زور سے construction جاری رکھے ہوئے ہیں میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر قانون سے عرض کروں گا کہ مہربانی کر کے اس پر توجہ دیں۔ اگر وہ پلاٹ ایل ڈی اے نے قبرستان کے لیے چھوڑا ہوا ہے تو پھر اس پر ناجائز قبضہ نہیں ہونا چاہیے۔ ایل ڈی اے پہلے اسے ایک دفعہ آ کر گرا بھی گئی تھی لیکن اب وہ دوبارہ بڑے زور سے construction شروع کر کے کمرے وغیرہ بنا رہے ہیں۔

جناب سپیکر ، میاں صاحب! آپ کو بھی میرا مشورہ ہے کہ آپ کسی وقت وزیر قانون صاحب کے پاس آ جائیے اور بات کر لیجیے ۔ امید ہے کہ اس سلسلے میں وہ مناسب عمل کریں گے ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، ایس اے حمید صاحب آپ کی تحریک استحقاق تھی اب ہم آگے نکل گئے ہیں ۔ دعوت خطاب دی جا چکی ہے ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! اتنا سہانا موسم تھا دو چار منٹ کی تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔

جناب سپیکر ، سہانے موسم کی بات سن لیجیے۔ جب ہم طالب علم تھے تو جب موسم اچھا نہیں ہوتا تھا تو کہتے تھے کہ یہ کوئی دن ہے پڑھنے کا اور جب موسم اچھا ہوتا تھا کہتے تھے لو آج بھی کوئی پڑھنے کا دن ہے تو ۔

"تیرا ہی دل نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں "

اب یہ ہے کہ آپ کی تحریک استحقاق کو کل لے لیں گے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! ابھی تک ہاؤس میں کوئی اتنے مقرر نہیں ہیں اگر پانچ منٹ میں وزیر قانون اس کا جواب ارشاد فرما دیں تو کیا حرج ہے؟

جناب سپیکر : میرا خیال ہے کہ اس روایت کو چلنے دیجیے کیونکہ اب بات آگے نکل گئی ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! پھر وقت نہیں ملے گا۔ آپ مہربانی کریں یہ بڑا ضروری مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر : نہیں وقت ملے گا کیونکہ ابھی دو دن باقی ہیں۔ ہمارے پاس تو کوئی اور تحریک استحقاق ہے ہی نہیں۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! ابھی تو کوئی تقریر شروع نہیں ہوئی۔ میں بالکل بروقت پہنچا ہوں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب والا! جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ اچھے موسم میں کہا کرتے تھے اور پھر برے موسم میں بھی۔ ایس اے حمید صاحب اسم بامسمی ہیں۔ ضد کرنے والے ایسے حمید نہیں۔ اس لیے میں گزارش کروں گا کہ چونکہ رولز کا معاملہ ہے آپ فرما چکے ہیں، آپ کا حکم ہو چکا ہے، ہم آگے جا چکے ہیں اس لیے اب ایس اے حمید صاحب رہنے دیں۔ چونکہ ان کی تحریک pending ہے اس کا بگڑا کچھ نہیں ہے اور اسے کل لے لیں گے۔

میزانیہ بابت سال 96-1995ء پر بحث

جناب سپیکر : ٹھیک ہے کل لے لیں گے۔ ایس اے حمید صاحب تعاون کریں گے۔ محمد منشاء اللہ بٹ صاحب۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ

لِسَانِیْ یَفْقَھُوْا قَوْلِیْ۔ تمام تعریفیں صرف خداوند تعالیٰ کے لیے جو تمام طاقتوں کا، عزتوں کا، رحمتوں کا مالک ہے اور جس کے حکم کے بغیر اس کائنات میں ایک پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ کروڑوں درود و سلام اپنے آقا، اپنے ہادی، اپنے مرشد میری روح ان پر فدا ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ شکریہ جناب سپیکر! آپ نے 96-1995ء کے بجٹ پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب سپیکر! بجٹ پر نہایت ہی محترم وزیر خزانہ نے اس ہاؤس میں تقریر کی۔ نہایت ہی خوش نما کتب میں ٹیکس لگا کر انھیں اس ہاؤس میں تقسیم کر دیا گیا۔ 250 کروڑ کے فاضل بجٹ پر مزید ٹیکس لگانا یہ میرے لیے ایک سوالیہ نشان ہے اور شاید ہاؤس کے کوئی دوست یا آپ اس کا جواب دے سکیں۔ تقریر میں عوام کی ترقی، خوش حالی، اس کی بہبود اور بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ میرے نزدیک وہ ایک خواب دکھایا گیا۔ عملاً جب یہ ٹیکس عوام پر پڑیں گے تو نہایت ہی مایوسی ہو گی۔ جناب سپیکر! اربوں روپے کے کمرتوڑ وفاقی بجٹ کے بعد پنجاب کے بجٹ میں کروڑوں روپے نئے ٹیکس لگا کر عوام کو چکی کے دو پاٹوں میں کچل دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! پٹرول، گیس، بجلی اور ٹیلیفون کی قیمتوں میں اضافہ کیا گیا ہے اور ملک بھر میں قیمتوں کے اس اضافے کو اب کوئی نہیں روک سکتا اور اب تمام ضروریات زندگی کی قیمتوں میں اضافہ ہو گا، غریب عوام کی پریشانی میں مزید اضافہ ہو گا۔ بجٹ میں اعداد و شمار کی فرض کاری سے کام لیا گیا ہے اور ہم نے اس بجٹ میں ایک روایتی بجٹ سنا ہے۔ پنجاب کے محترم وزیر خزانہ نے 96-1995ء کے بجٹ میں 75 کروڑ روپے کے نئے ٹیکس لگائے ہیں اور پچھلے ٹیکسوں کے اضافے کے ساتھ جب انھیں جمع کیا جائے تو 148 کروڑ روپے کے یہ ٹیکس بنتے ہیں۔ اور جناب سپیکر ایک بار پھر زرعی ٹیکس ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اصول یہ ہونا چاہیے کہ اس عرض پاک پر جو شخص بھی کام کرتا ہے، جو شخص بھی فائدہ اٹھاتا ہے بغیر کسی امتیاز کے اسے اس ملک کی تعمیر میں، اس ملک کی ترقی میں اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ جناب سپیکر! برآمدی ٹیکس جسے ہم ضلع ٹیکس بھی کہتے ہیں اور موصول چونگی کے ٹیکسوں میں حکومت نے خود بخود اضافہ کیا ہے اور اب مزید اضافہ مقامی سطح پر کیا جائے گا یہ مہنگائی کی طرف ایک قدم ہو گا حالانکہ ضلع ٹیکس اور موصول چونگی ٹیکس double taxation کے زمرے میں آتے ہیں اور میری یہ گزارش ہے کہ اس ٹیکس کو انھیں ختم کرنا چاہیے تھا تاکہ اس ٹیکس کو ختم کر کے ہم مہنگائی کو ختم کرنے کی طرف ایک قدم چلتے۔ development کی مد میں 10 ماہ میں اس سال اپریل تک 565 کروڑ روپے خرچ کیے گئے ہیں اور اب مئی اور جون میں 700

کروڑ خرچ کرنے کی کوشش بہتر حکمت عملی نہیں ہے بلکہ یہ ناکامی کی نشان دہی کرتی ہے۔ بجٹ میں ترقیاتی کاموں پر لگنے والی رقوم عوام کے پیسوں سے جو کام شروع کیے جاتے ہیں اس کی leakage کو روکنے کے لیے کسی قسم کی حکمت عملی کا اظہار نہیں کیا گیا، کسی اقدام کی طرف نشان دہی نہیں کی گئی اور نہ ہی ان کاموں کو معیار کے مطابق رکھنے کے لیے، check کرنے کے لیے وزیر خزانہ صاحب نے کسی قسم کے اقدام کی نشان دہی کی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی ضروری بات ہے۔ جناب سپیکر! پنجاب سمال انڈسٹریز کارپوریشن کے لیے اس بجٹ میں کسی قسم کی کوئی گرانٹ نہیں رکھی گئی۔ حالانکہ یہ ادارہ اور اس ادارے کا مقصد صنعتی پروگرام کو ترقی دینا اور self-employment scheme کے تحت چھوٹے قرضے جاری کرنا اور شہر اور دیہاتوں میں انڈسٹری کا فروغ ہے۔ یہاں پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قول و فعل میں کتنا تضاد ہے کہ اتنے important شعبے کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ محترم سپیکر صاحب بے روزگاری مہنگائی آج کا سب سے اہم مسئلہ ہے نہایت ہی دکھ کی بات ہے کہ اسے سنجیدگی اور متانت سے حل کرنے کی بجائے اسے اس بجٹ کے بعد مزید بڑھایا گیا ہے اور یہ بجٹ مہنگائی بڑھانے میں مددگار ثابت ہو گا۔ حکومت کا ہر ایک اقتصادی اقدام مہنگائی میں مزید اضافے کا باعث بن رہا ہے۔ اپنے عوام کی زندگی کے لیے کچھ آسانیاں پیدا کرنے کی بجائے ہم نہ جانے کن کے اشارے پر دن بدن کمر توڑ مہنگائی میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اب تو حالت یہ ہے کہ غریب کو سانس اور جان کا رشتہ قائم رکھنا مشکل نظر آتا ہے۔ جناب سپیکر! درمیانے اور غریب طبقے کا یہ حال ہے کہ اگر روٹی ہے تو کپڑا نہیں۔ اگر کپڑا ہے تو روٹی نہیں ہے۔ علاج تو اس بیچارے کے بس کی بات ہی نہیں کہ جب وہ بیمار ہو تو کہیں سے علاج کروا سکے۔ مہنگائی کا جن انسانی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کر رہا ہے۔ حکومت کا اولین فرض ہے کہ عوام کے لیے زندگی آسان سے آسان تر بنائے اور اسلامی حکومت ہونے کے ناتے یہ فرض اور بھی اہم ہو جاتا ہے۔ لیکن نہایت افسوس سے کہوں گا کہ ارباب اختیار کا اس طرف دھیان نہیں ہے۔ جناب والا! آج تین چار ہزار روپے کی آمدن والے کنبے کا بجٹ حکومت کا کوئی بھی ماہر اقتصادیات نہیں بنا سکتا۔ یہ بات ہم سب کے لیے قابل فکر ہے۔ ہم نمائندگان کا فرض ہے کہ زبانی جمع خرچ کی بجائے مسائل کو حل کرنے کی طرف سنجیدگی سے کوشاں ہوں۔ سیاسی معاشی استحکام قائم کیا جائے غیر پیداواری اخراجات کو کم سے کم کیا جائے اور ہر شعبہ میں سادگی کو شعار بنایا جائے۔ قائد محترم میاں نواز شریف کے slogan خود

انحصاری کی طرف مارچ کیا جائے جو ملکی مسائل کا مستقل حل ہے اور ایک باوقار طریقہ بھی ہے۔

جناب والا!

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

جناب سپیکر! جب بجٹ بنایا گیا تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ عوامی نمائندگان سے مشورہ کیا جاتا۔ ان سے ان کے علاقوں کے مسائل سے آگاہی حاصل کی جاتی کہ کس شہر میں اور کس دیہات میں کس منصوبے کی ضرورت ہے اور کس شہر میں کیا ڈویلپمنٹ کرنی چاہیے۔ لیکن نہایت افسوس سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ انھوں نے اس سلسلے میں کسی بھی عوامی نمائندے سے مشورہ نہیں کیا۔ لہٰذا میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ عوامی بجٹ نہیں ہے۔ جناب والا! ڈویلپمنٹ میں 94-1993ء میں 900 کروڑ روپیہ رکھا گیا۔ 95-1994ء میں 1200 کروڑ روپیہ اور 96-1995ء میں 1350 کروڑ روپیہ رکھا گیا۔ 94-1993ء resources میں 808 کروڑ روپیہ 95-1994ء میں 1028 کروڑ روپیہ اور 96-1995ء میں 1016 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ جناب والا! short-falls کا اندازہ کیجیے 94-1993ء میں 92 کروڑ روپیہ 95-1994ء میں 172 کروڑ روپیہ اور 96-1995ء میں 334 کروڑ روپیہ اگر آپ اس کی شرح کی طرف نگاہ ڈالیں تو 94-1993ء میں 10 فی صدی 95-1994ء میں 14 فی صدی اور 96-1995ء میں 25 فی صدی۔ جناب والا! یہ short-fall کی شرح خطرناک حد کی طرف جا رہی ہے اور پھر 1016 کروڑ روپیہ ترقیاتی فنڈ میں رکھنے کا مطلب ہے کہ سوا سات کروڑ کی آبادی کے لحاظ سے 111 روپے فی کس ترقیاتی کام کے لیے رکھا گیا ہے۔ 111 روپے فی کس سے کتنی ترقی ہو گی یہ آپ خود انصاف کیجیے اور میرے نزدیک یہ ترقیاتی بجٹ نہیں ہے۔ جناب والا! اس میں انتظامیہ پر 94-1993ء میں 508 کروڑ روپیہ 95-1994ء میں 706 کروڑ روپیہ اور 96-1995ء میں 1050 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جو 49 فی صدی بنتے ہیں اور لاء اینڈ آرڈر کے لیے 603 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے جو صرف 9 فی صدی بنتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انتظامیہ حکومت کا اہم ترین ستون ہوتی ہے اور حکومت اس کے ذریعے عوام کے مسائل حل کرنا چاہتی ہے۔ مگر معاشرے میں تاجروں کے مسائل کاشتکاروں کے مسائل، ملازمین کے مسائل، عوام کے مسائل اور اساتذہ کرام کے مسائل کو حل کرنا بھی حکومت کا فرض ہے لیکن اس کے لیے کوئی پلاننگ نظر نہیں آتی۔ جناب سپیکر، ہم سیاست کو خدمت اور خدمت کو عبادت سمجھ کر فرض منصبی نبھا رہے ہیں۔ مخلوق خدا کے کام آنا اس کی مشکلات کو کم کرنا اس کے دکھ درد کو کم

کرنے میں مددگار ثابت ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ فعل ہے۔ کیا عوام ووٹ اس لیے دیتے ہیں کہ مہنگائی بے روزگاری اور خوف کی فضا میں سانس لیں ہرگز نہیں اور وہ اپنے حقوق سے بھی محروم رہیں ہرگز نہیں۔ ان حالات کو درست کرنا ہم سب کا مشترکہ فرض ہے اور یہ ہمارا فرض منصبی ہے۔ عدل کرو اور احسان کرو ہمیں خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام کرنا ہو گا خوشنودی حاصل کرنی ہے تو صرف خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ جناب سپیکر! ہمارا ملک دنیا کا بہترین ملک ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ قرآن پاک کی سورۃ رحمٰن کی تفسیر ہمارا ملک ہے اور ہمارے ملک کی عوام نہایت محنتی اور محب وطن ہے۔ جناب والا! ان کے مسائل کو حل کرنا ان کی خواہش کا احترام کرنا ہمارا فرض بنتا ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم نظام کو بدلیں۔ سسٹم کو بدلیں اور ان قوانین کو بدل کر خدا تعالیٰ کے قوانین کے تابع بنائیں۔ اپنے تمام قوانین کو اسلامی نظام کے ڈھانچے میں بدلیں اور یہ پاکستان کا مقصد تھا اور یہی عوام کی خواہش ہے۔ جناب والا! اسی میں ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ اسی میں ہمارے تمام دکھوں کا حل ہے۔ یہ حکومت صرف خدا تعالیٰ کے قانون کی ہے اس میں برکت ہے اسی میں رحمت ہے اور اسی پر عمل کر کے ہماری انتظامیہ کی کارکردگی بہتر سے بہتر ہو سکتی ہے اور اسی میں دنیا اور آخرت کی بہتری بھی ہے۔ جناب والا! جب بجٹ کو غور سے پڑھا پھر پڑھا اس کے بعد ایک دفعہ پھر پڑھا تو نہایت ہی افسوس سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ میرے حلقہ انتخاب کے لیے کوئی رقم کوئی منصوبہ نہیں رکھا گیا۔ میرا شہر شہر اقبال ہے جسے سیالکوٹ کہتے ہیں۔ جناب سپیکر! 9 نومبر کو حضرت علامہ اقبال جو نظریہ پاکستان کے خالق تھے ان کا دن منایا جاتا ہے۔ مشاعرے منعقد کیے جاتے ہیں۔ اخبارات ان پر خصوصی قسم کے نمبر نکالتے ہیں اور انھیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک قومی شاعر کے شہر کا حال ہے۔ جناب والا! یہ شہر محب وطن صنعت کاروں کا شہر بھی ہے۔ یہ شہر ملک کے سفیروں کا شہر ہے اور یہ شہر شہر استقلال بھی ہے۔ اس کی سڑکیں تباہ ہو چکی ہیں۔ اس کا سیوریج کا نظام تباہ ہو چکا ہے اور نکاسی آب کی حالت یہ ہے کہ یہ فوری توجہ طلب مسئلہ ہے۔ جناب سپیکر! علامہ اقبال کی روح بار بار حنیف رامے سے یہ کہہ رہی ہے کہ آپ ایک دانشور ہیں ایک حساس دل رکھتے ہیں اور دل کے اندر درد بھی رکھتے ہیں۔ علامہ اقبال کی روح بار بار یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ میرے نام پر مشاعرے کرواؤ، میرے نام پر نمبر نکالو، میرے نام پر کانفرنسیں کرو۔ لیکن خدارا میرے شہر کی حالت کو بھی بدلو تاکہ ہم دنیا کو یہ بتا سکیں کہ ہم اپنے ایک قومی شاعر اور محسن شاعر کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! میرے شہر میں ایک سائنس ڈگری کالج

ہے جس میں ہماری بچیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ ایک بچی کا تعلیم حاصل کرنا آئندہ آنے والی نسلوں کا تعلیم حاصل کرنا ہے۔ آئندہ آنے والے پورے گھرانے کا تعلیم حاصل کرنا ہے۔ میرے شہر کو صرف ایک سائنس ڈگری کالج کی ضرورت نہیں ہے بلکہ دو اور کالجوں کی ضرورت ہے لیکن بجٹ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ میرے شہر کو انجینئرنگ کالج کی ضرورت ہے۔ میرے شہر کو میڈیکل کالج کی ضرورت ہے۔ میرے دیہاتوں کو بنیادی ضروریات زندگی کی ضرورت ہے۔ میرے دیہاتوں میں نکاسیٔ آب کے مسئلے کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر جناب سپیکر بجٹ میں اس کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ جناب سپیکر! کیا میں یہ سمجھوں اور یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ میرے شہر نے قائد محترم میاں نواز شریف کا ساتھ دیا، مسلم لیگ کا ساتھ دیا اور اسے انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! انصاف کا تقاضہ ہے کہ حق دار کو حق دیا جائے۔ سیالکوٹ میں دنیا بھر سے امپورٹرز حضرات آئے دن آتے رہتے ہیں۔ جناب والا! یہ ہماری قومی ذمہ داری ہے کہ سیالکوٹ شہر کو ماڈل شہر کا درجہ دیا جائے۔ جناب سپیکر! شہر کے غیور عوام اور محب وطن تاجر، صنعت کار اور بے مثال ہنرمند جن کی ہنرمندی کا تمام دنیا لوہا مانتی ہے۔ دنیا کے کونے کونے میں پاکستان کے سفیر کا کردار ادا کرتے ہیں اور اربوں روپے کی ایکسپورٹ کر کے ارض پاکستان، پیارے پاکستان کے جسم کی رگوں میں زر مبادلہ کا خون مہیا کرتے ہیں۔ لیکن جناب سپیکر اس شہر کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے شہر کا حق بنتا ہے کہ اسے ماڈل سٹی بنایا جائے اور جناب سپیکر نہایت ہی ادب سے آپ سے یہ گزارش کروں گا اور علامہ اقبال کی روح کا آپ کے لیے پیغام ہے آپ کو بھی دعوت ہے اور آپ کسی دن سیالکوٹ میں تشریف لائیں اور اس کی حالت زار کو دیکھیں۔ کروڑوں اربوں روپے کی برآمدات کرنے والا شہر اور اس کی انڈسٹری جس انداز میں بنی اور اس کی جو سڑکوں کی صورت حال ہے آپ اپنی آنکھوں سے آ کر ملاحظہ فرمائیے۔

جناب سپیکر! 92-1991ء میں محترم جناب غلام حیدر وائیں کے زمانے میں وہاں پر لیبر کالونی بنانے کا اعلان کیا گیا اس پر کافی حد تک پیش رفت بھی ہوئی اور جب یہاں پر ۹۵-۱۹۹۴ء بجٹ پیش کیا گیا تو اس میں لیبر کالونی کا ذکر کیا گیا اور اسے on list لایا گیا لیکن نہایت افسوس سے گزارش کروں گا کہ اس پر مزید پیش رفت نہیں ہوئی۔ ہمارے شہر کے مزدوروں کے لیے جب لیبر کالونی اناؤنس ہو چکی ہے اس پر پیش رفت ہو چکی ہے زمین دیکھی جا چکی ہے تو پھر کیا امر مانع ہے کہ اس

پر کام نہیں ہو رہا۔ یہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جب کہ سیالکوٹ کے صنعت کار لیبر ڈویلپمنٹ کے فنڈز جو وفاقی حکومت کے پاس ہیں اس میں اپنے حصے کا کروڑوں روپے جمع بھی کروا چکے ہیں اور روزانہ اپنی ہر شپمنٹ کے ساتھ لیبر ویلفیئر فنڈ میں پیسے جمع کرواتے ہیں۔ جناب سپیکر ، بٹ صاحب! مہربانی سے wind up کیجیے۔ اب آپ کو تقریر کرتے ہوئے آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے۔

جناب منشاء اللہ بٹ : جناب والا! نہایت ہی محترم سپیکر صاحب ! اس لحاظ سے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ بجٹ منصفانہ بجٹ نہیں ہے ۔ محترم وزیر خزانہ جو نہایت ہی قابل احترام شخصیت ہیں انہوں نے اپنی تقریر میں انصاف کا ذکر بھی کیا انہوں نے مساوی تقسیم کا ذکر بھی کیا۔ لیکن خدارا سیالکوٹ کے ساتھ بھی انصاف کیجیے گا۔ اس کا حق اسے دیجیے گا اور آخر میں میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تقریر کو wind up کرتے ہوئے اپنے محترم وزیر خزانہ سے یہ کہوں گا کہ بجٹ میں کیے گئے وعدے ، ترقیاتی وعدے اور اس کے بعد انصاف کے وعدے ، ملک کے حالات بدلنے کے وعدے اور اس سلسلے میں میرے ہی شہر کے نظریہ پاکستان کے خالق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ :

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

بہت بہت شکریہ۔

جناب سپیکر ، آپ کا بھی شکریہ۔ حزب اقتدار کی جانب سے جو فہرست مجھے ملی ہے اس میں للہ مہر لال بھیل صاحب (تشریف نہیں رکھتے) پیر عباس محی الدین صاحب (تشریف نہیں رکھتے) سید غلام مرتضے شیرازی صاحب۔ (تشریف نہیں رکھتے) اس لیے میں واپس حزب اختلاف کی فہرست کی طرف آتا ہوں۔ جناب انعام اللہ خان نیازی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! کل ایک مسئلہ زیر بحث آیا تھا۔ میں نے ہاؤس میں آپ کے توسط سے ایک commitment کی تھی کہ اگر مجھے ممبر انٹی کرپشن کی پیٹ لگی ہوئی کار نظر آئی تو میں آپ کے سامنے پیش کروں گا تاکہ متعلقہ .....

جناب سپیکر ، غلام عباس کو آجانے دیجیے۔ اس وقت بات ہو جائے تو اچھا ہے۔ جناب انعام اللہ خان نیازی!

جناب انعام اللہ خان نیازی ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
شکریہ جناب سپیکر! بجٹ کے اجلاس میں ہمارے اہل اقتدار کی عدم دلچسپی اور سپیکر صاحب کی رولنگ کے بعد بھی بجٹ بنانے والے ان مہربانوں کی غیر حاضری پر افسوس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں اور کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جناب سپیکر! میں حیران ہوں اس بات پر کہ اراکین اسمبلی پر تو حاضری کنٹرول کرنے کے لیے شاید سپیکر کو کنٹرول نہ ہو لیکن بجٹ بنانے والے ان شاہکاروں کی رولنگ کے بعد بھی غیر حاضری کچھ سمجھ میں نہیں آتی--------

جناب سپیکر ، فنانس ڈیپارٹمنٹ کے نمائندے موجود ہیں یا نہیں ہیں؟

وزیر قانون وپارلیمانی امور ، جناب والا فنانس ڈیپارٹمنٹ اور پی اینڈ ڈی دونوں کے نمائندے موجود ہیں۔

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا! اگر وزیر قانون صاحب سے میں اتنی گزارش کردوں کہ سوائے فنانس ڈیپارٹمنٹ کے ' حالانکہ میاں منظور احمد موہل صاحب نے اس دن یہ بات واضح طور پر کہی تھی اور اپنا حکم فرمایا تھا کہ گورنمنٹ کے نمائندے جو اپنے اپنے محکمے کی نمائندگی کرتے ہیں وہ یہاں پر موجود رہیں لیکن بجٹ کی ذمہ داری خالی فنانس ڈیپارٹمنٹ پر نہیں آتی۔ اس میں ہر وہ ڈیپارٹمنٹ involve ہوتا ہے جو عوام کا یہ پیسہ ہڑپ کرنے کے لیے تاڑ میں ہے۔ اور اسی مہینے کا انتظار کرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جہاں تک اسمبلیوں کے تقدس کی اور decorum کی بات کی جاتی ہے۔ جناب سپیکر ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا یہ آپ کے تقدس کا معاملہ ہے ' یہ پورے ایوان کے تقدس کا معاملہ ہے یہ کسی ایک شخص کی بات نہیں ہے بلکہ یہاں پر یہ وتیرہ بن چکا ہے کہ کسی بھی آفیسر نے اس اسمبلی کو جتنی اہمیت دینی ہے وہ صاف سامنے نظر آ رہی ہے۔ اس ادارے کو بھی تباہ کرنے کی جتنی کوششیں ہمارے اہل اقتدار کے لوگ کر رہے ہیں وہ اس میں کافی حد تک کامیاب ہو چکے ہیں --------

جناب سپیکر ، نیازی صاحب! آپ تو خوش قسمت ہیں کہ کم از کم چار وزراء کرام آپ کی تقریر سن رہے ہیں اور یہاں ہال میں بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک سے زیادہ وزیر موجود نہیں رہا۔ اور اس وقت کم از کم چار وزراء آپ کی بات سن رہے ہیں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : اس کا مطلب ہے یہ میری تقریر کا اثر ہے یا قسمت ساتھ دے رہی ہے؟

جناب سپیکر : یقیناً آپ کی تقریر ہی کا اثر ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا! یہ غیر معمولی اتفاق تو ہو سکتا ہے ورنہ تو ان کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔

جناب سپیکر : آپ کیوں کسر نفسی سے کام لے رہے ہیں؟

جناب انعام اللہ خان نیازی : پھر جب میں بات کرتا ہوں تو یہ ماحول خراب ہونے کی بات کرتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : انعام اللہ خان نیازی صاحب کہتے ہیں کہ ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ لگتا ہے کہ ادھر رینگتی رہتی ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : پتہ نہیں کون کس کس کے در پر رینگتا رہتا ہے۔ یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے جناب والا! ایک شعر آپ کی وساطت سے میں اہل اقتدار کی نظر کروں گا۔

ہے شامل نام جن کا رہزنوں کی سرپرستی میں
وہی چہرے اب قافلہ سالار ٹھہرے ہیں
بھلا کیسے حفاظت ہو امانت کے خزانے کی
لٹیرے جو ہمارے گھر کے پہرے دار ٹھہرے ہیں

جناب سپیکر! اچھا تو ہوتا کہ اس ایوان کو اپنی کرامات سے چلانے والے صوبہ کے وہ چیف ایگزیکٹو یہاں موجود ہوتے اور اس بجٹ میں کی گئی کارستانیوں کی روداد میری زبان سے سن لیتے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ شائد ابھی تک ان حالات سے باہر نہیں آ رہے جو ان کے گرد بڑے ہی گھنے بادلوں کی طرح منڈلا رہے ہیں اور جوڑ توڑ کی فضا چیف منسٹر ہاؤس میں کافی گہما گہمی سے جاری ہے۔ اس بجٹ میں جناب والا! اوکاڑہ کی موجودگی ایسے لگتی ہے جیسے فیصل آباد میں گھنٹہ گھر کا موجود ہونا۔ جس صفحہ کو پلٹ کر دیکھیں، جس ورق کو الٹائیں ہر صفحہ پر اوکاڑہ کا نور ظہور نظر آتا ہے۔ جناب والا! یوں محسوس ہوتا ہے۔

کہ یہ پنجاب کا بجٹ نہیں یہ اوکاڑہ نامہ شائع کیا گیا ہے۔ اس بجٹ میں صرف آستانہ عالیہ وساوے والے پر اتنا کچھ خرچ کردیا گیا ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اتنی نوازشات کی گئی ہیں اگر یہی نوازشات جاری رہیں' اسی طرح وساوے والا ہمارے قائد حزب ایوان کی نوازشات کی مار میں رہا تو لگتا ہے کہ وہ علاقہ تو پیرس بن جائے گا۔ لیکن پورا پنجاب بنجر اور کھنڈر بن جائے گا۔ جناب والا! ترقیاتی بجٹ کی کونسی ایسی مد ہے جس میں اوکاڑہ کا نام بھولا گیا ہو۔ ایسے لگتا ہے پنجابی کے ایک شاعر نے کہا کہ "بھوکے جٹ کنورا لبھیا پانی پی پی آپھریا" لگتا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب کو اوکاڑے اور وساوے والا کے علاوہ دنیا میں کوئی جگہ نظر ہی نہیں آتی۔ جناب والا! حتیٰ کہ دور اندیش پنجاب کے چیمپین نے مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے --- وزیر قانون ہلکا ہلکا مسکرا رہے ہیں اور مجھے ان کی مسکراہٹ کے پیچھے بہت گہری چیزیں نظر آرہی ہیں۔ شاید خوش ہو رہے ہیں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ جناب والا! پنجاب کے اس چیمپین نے مستقل کی منصوبہ بندی کرتے ہوئے اپنے علاقہ میں ضلع اوکاڑہ میں ایک جیل کا منصوبہ بھی بنایا ہے جو زیر تعمیر ہے یا زیر تعمیر ہونے والی ہے۔ میں وٹو صاحب کے اس مستقبل کے اس مہمان خانے کی تعمیر پر پیشگی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور مجھے احساس ہے اور مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ وٹو صاحب کے ملاقاتی لاہور اور ساہیوال کی جیلوں کے دھکے نہیں کھائیں گے۔ ان کو اپنے ضلع میں ہی موصوف نظر آجائیں گے۔ جناب والا! اس سلسلے میں میری ایک تجویز بھی ہے ہر ڈیپارٹمنٹ سے 'ہر مد میں' میں کہتا ہوں کہ آپ ڈیپارٹمنٹ کا نام لیں' جس ڈیپارٹمنٹ کا اوکاڑہ سے تعلق نہیں ہے اس مد میں بھی اوکاڑے کے لیے کافی اچھی تعداد میں منصوبوں کی وہاں پر موجودگی نظر آتی ہے۔ ایک تجویز ہے ایک ڈیپارٹمنٹ ایسا ہے جو شاید وٹو صاحب بھول گئے تھے۔ وہ تھا آرکیالوجی ڈیپارٹمنٹ۔ آرکیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے فنڈز سے اگر ایک عجائب گھر بھی تعمیر ہوجائے جناب والا! بڑے پوائنٹ کی بات ہے۔

جناب سپیکر: ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ آرکیالوجی مرکز کے تحت ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: سر کچھ تو فنڈز ادھر بھی آتے ہیں آرکیالوجی کے۔

جناب سپیکر: آپ غور و فکر کرکے تجویز پیش کیا کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! میری یہ گزارش ہوگی کہ اوکاڑہ کی سرزمین پر ایک عجائب گھر تعمیر کیا جائے۔ اور اس میں' اب شاید یہ بات وزیر قانون کو غیر موزوں لگے' لیکن جناب والا میری

آپ کے توسط سے ان سے گزارش ہے کہ تھوڑی سی برداشت پیدا کرلیں۔ وہاں پر مہاتما بدھ اور قومی ہیروز کی بجائے سترہ (17) لوٹوں کے مجسمے سجا دیے جائیں۔ جناب والا! آپ جو کہنے لگے ہیں مجھے اس پر آپ سے تھوڑا سا اختلاف ہے۔ یہ ہائی کورٹ میں لوٹوں کے بارے میں رولنگ ہے۔

جناب سپیکر، نہیں آپ لوٹے سے باہر نہیں آسکتے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا یہ غیر پارلیمانی لفظ نہیں ہے۔

جناب سپیکر، لیکن آپ لوٹے سے باہر کیوں نہیں نکلتے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب باہر نکلیں گے تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ جناب والا! تھوڑی سی بجٹ کی طرف توجہ دی جاتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ بیورو کریسی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اگر اس بجٹ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پنجاب کے سکھا شاہی مزاج رکھنے والے اہل اقتدار کے لوگوں نے بیورو کریسی کے ساتھ بندر بانٹ کرکے غریب عوام کے حقوق کو ہڑپ کیا ہے۔ اور نہ صرف ہڑپ کیا ہے بلکہ پنجاب کی غریب عوام کے خلاف اس سے بھیانک سازش اور کوئی نہیں ہوسکتی۔ کہ پورے بجٹ کا اتنا بڑا حصہ اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر لیا جائے۔ غیر ترقیاتی اخراجات میں 18% کا اضافہ کرکے تمام تر نوالے بیورو کریسی کی توند میں چلے گئے ہیں۔ اور حیرانگی ہوتی ہے اس ڈویژن آف فنڈز پر کہ یا تو بیوروکریسی نے اپنے گھر بھرے یا ہمارے وزیر اعلیٰ نے اپنا گھر بھرا۔ اس کے علاوہ مجھے لگتا ہے کہ پنجاب کی سرزمین پر نہ کوئی اور حق رکھنے والا ہے نہ کسی میں جرات ہے۔ جناب والا یہ سب سے بڑی بات ہے۔ میں اہل ایوان کے بنچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بات کر رہا ہوں کہ نہ ان لوگوں میں جرات ہے کہ وزیر اعلیٰ وٹو کا ہاتھ روک سکیں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، جناب والا! چند لمحے پہلے محترم نیازی صاحب نے اپنی بجٹ تقریر فرماتے ہوئے کہا تھا کہ "اگر یہ لوگ میری بات سننے کی تھوڑی سی ہمت پیدا کرلیں"۔ اس میں میں گزارش کروں گا کہ یہ جو الفاظ آج تک جس طریقے سے استعمال کرتے رہے ہیں یہ بڑی ہمت کی بات ہے۔ جو تنقیدی لہجے کے ساتھ الفاظ ہوتے ہیں کبھی ان کو اتفاق ہوا کہ یہ اپنی طرف کے کسی لیڈر کے

خلاف ایسے ہی الفاظ استعمال کریں گے تو پھر reaction دیکھ لیجئے گا۔ اب انگلیاں اٹھا کر بات کر رہے ہیں جو کہ ایوان کی روایات کے منافی ہے کہ "ان میں جرأت ہی نہیں ہے"۔ یہ کس قسم کی جرأت کا اظہار چاہتے ہیں۔ اس سے بڑی جرات کہ صبر، تحمل اور بردباری سے ان کو سنا جاتا ہے اس سے بڑی جرات بھی کوئی اور ہو سکتی ہے۔ میری گزارش ہے کہ انگلیوں کے اشارے منع فرمائے جائیں۔ آپ کی وساطت سے ہم سے بات ہو جائے۔

جناب سپیکر، بالکل بجا ہے۔ نیازی صاحب! آپ اشارے نہ کیا کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، سر! میں نے کسی ایک بندے کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ میں نے پورے ایوان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور میرے خیال میں ایوان کی طرف اشارہ کرنا منع نہیں ہے۔

جناب سپیکر، اپنی بات جاری رکھیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، ویسے ظہیر صاحب اپنے بھائی ہیں۔ جو بات میں کر رہا ہوں' نازک جگہوں پر جب لگتی ہے تو چیخ نکلتی ہے۔ بات یہ ہے کہ جہاں تک میں جرأت کی بات کر رہا ہوں' جرأت خدا نخواستہ نہیں ہے کہ میں کسی سے ان کو لڑانا چاہ رہا ہوں۔ جرأت سے مراد یہ ہے کہ جب پنجاب کے بجٹ میں یہ بٹوارے ہو رہے تھے تو کیا ٹریژری بنچوں کے لوگوں میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ ہاتھ روک سکیں؟ اپنے علاقوں کی نمائندگی یہ بھی کرتے ہیں۔ شاید ان کو تھوڑا بہت مل گیا ہو' اس لیے تسلی سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب سپیکر! غیر ترقیاتی اخراجات میں بڑھتا ہوا یہ اضافہ ظاہر کرتا ہے کہ پنجاب حکومت کا تمام تر انحصار بیورو کریسی پر ہے۔ جناب والا! آج سمجھ نہیں آتی کہ بیورو کریسی کو یہ کس بات کا انعام دیا جا رہا ہے؟ کس بات پر بیوروکریسی کی جیبیں بھری جا رہی ہیں؟ کس بات پر ان کے غلط مطالبے پورے کیے جا رہے ہیں جناب سپیکر؟ میں سمجھتا ہوں' جو چیز ہمیں نظر آتی ہے' وہ صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ سپریم کورٹ کی طرف سے بحال کی ہوئی میاں محمد نواز شریف صاحب کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر کے بغاوت اور غداری کی' اور اب اس بغاوت اور غداری کی قیمت نیشنل فنانس کمشن کے مقرر کردہ معیار کو پامال کر کے وصول کی جا رہی ہے جناب سپیکر! عوام کے خون پسینے کی کمائی پر پلنے والے بیوروکریسی کے یہ دریائی گھوڑے ' غالباً آپ کو دریائی گھوڑوں کی ہسٹری کے بارے میں کچھ معلوم ہو گا' آس پاس کا چارہ کہیں نہیں چھوڑتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بیورو کریسی کے یہ دریائی گھوڑے وٹو صاحب کی ملی بھگت سے ترقیاتی بجٹ کو بھی چارہ سمجھ کر ہڑپ کر رہے ہیں جناب والا!

آج پنجاب میں سیاسی حکومت، جمہوری حکومت کا ڈھنڈورہ پیٹا جاتا ہے جب کہ پنجاب کی اصل حکم رانی بیورو کریسی کے ڈرائنگ روموں میں نظر آتی ہے۔ جنھوں نے آج تک اس ملک کے عوام کے بارے میں یہ تک نہیں سوچا کہ دور دراز علاقوں میں ویرانوں میں پڑے ہوئے اس غریب کا کیا حال ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ لارڈ کرزن اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی کالی بد روحیں، یہ کالی نسلیں ہمارے اس ملک کے وجود کو آج تک کھوکھلا کیے جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر: نیازی صاحب! وقت ہو گیا ہے۔ وائنڈ اپ کیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! وائنڈ اپ کیا؟ آپ کے پاس یہاں کوئی بولنے والا اور آپ ان کا بھی حق چھین لیں جو اپنے علاقے کی بات کرنا چاہتے ہیں! میں نے تو اپنے علاقے کی ابھی بات ہی نہیں کی جناب والا۔

جناب سپیکر: کیجیے ناں، کیجیے۔ کب کریں گے؟

جناب انعام اللہ خان نیازی: سپیکر آپ کے پاس نہیں ہے۔ چار پانچ سپیکرز کے بعد آپ نے میرا نام لیا ہے۔ ان کا وقت آپ میرے ساتھ رکھ لیں جناب والا۔

جناب سپیکر: آ گئے ہیں وہ۔ بولنے والے آ گئے اب۔ آپ اپنے علاقے پر آئیے ناں۔ اپنے بجٹ پہ آئیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب، میرے خیال میں ابھی تو میں رن وے پر ہی تھا۔ تھوڑا سا انجن ہی گرم کر رہا تھا۔ میرا مطلب ہے کہ ابھی ٹیک آف ہے۔ اس کے بعد height touch کرنی ہے۔ جناب والا! کچھ تو موقع دیں ناں۔ آج تھوڑی سی بھڑاس تو نکال لیں۔

جناب والا! ایک طرف تو اپنے گندے مقاصد حاصل کرنے کے لیے بیوروکریسی کو خطیر رقم لگا کر خوش کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ایک اور ڈیپارٹمنٹ جو ہمارے لیے ایک عذاب کی حیثیت رکھتا ہے وہ پچھلے جوان، تاتاریوں کی قبیلے سے آئے ہوئے یہ پولیس کے لوگ جن پر اتنا پیسہ خرچ کیا جاتا ہے تاکہ ریاست گردی کی وہ مثالیں قائم کی جائیں جو پہلے کسی تاریخ میں نہ ملتی ہوں۔ جناب والا! آئیں، آج کے دن بجٹ کا پچھلے سال کا پیسہ خرچ کیے ہوئے ان تاتاریوں کے، بھیڑیوں کے بارے میں تھوڑا سا پنجاب پر نظر ڈالیں تو میں وہ واقعہ کیسے بھول سکتا ہوں جب چودھری ظہور الٰہی شہید کی

کوٹھی پر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے ایک غریب ورکر کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔ جناب والا! میں کیسے بھول سکتا ہوں ان نہتے شہریوں کو جن کو نام نہاد پولیس مقابلوں کی بھینٹ چڑھایا گیا جس میں ' میں یہ سمجھتا ہوں کہ چادر اور چہار دیواری کے تقدس کو پامال کرنے والا یہ ڈیپارٹمنٹ اور ان خونین کارروائیوں میں آدم خور پولیس افسران جو مدعی بھی خود بنے ' گواہ بھی خود بنے' منصف بھی خود بنے' جلاد بھی خود بنے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اس اندھیر نگری میں' اس جنگل کے قانون میں آج ایوان اقتدار کے بنچوں پر بیٹھ کر ڈیسک بجانے والے اور ان کو دادیں اور آشیر باد دینے والے کیوں بھول رہے ہیں کہ کل جب ان پر وقت آئے گا تو یہ مظلومیت کا اظہار نہ کریں۔ اس وقت یہ نہ کہیں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ جتنے گھناؤنے کام اس وقت پنجاب پولیس سے کرائے جا رہے ہیں۔ جناب والا! ان کی مثال کہیں پر نہیں ملتی۔ میں آج وٹو صاحب کی مکتی باہنی کے بارے میں بات کرتے ہوئے گوجرانوالہ کے اس واقعے کو کیسے فراموش کر سکتا ہوں۔ جناب سپیکر! جو ایک غریب ورکر کو سینما کی چھت سے نیچے اس لیے پھینک دیا گیا کہ ان کے مزاج کے مطابق نہیں بیٹھا ہوا تھا۔ اور تحریک نجات کے پلاٹوں پر' ایوارڈوں پر اپنا نام ثبت کرنا چاہتے تھے۔ وہ یہ سرٹیفکیٹ issue کرانا چاہتے تھے کہ یہ وہ پولیس آفیسر ہے جس نے اتنے شہری مارے ہیں اور وٹو صاحب نے پلاٹ الاٹ کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! آج اس جمہوری حکومت میں کارکوں جیسے مظلوم طبقے کی جو حالت پنجاب پولیس نے جس انداز میں خاطر تواضع کی ہے جناب والا' افسوس کے علاوہ اس پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بجائے اس کے کہ اس غریب مظلوم طبقے کی داد رسی کی جاتی' ان کے مطالبات سنے جاتے' مہنگائی کے اس بھیانک دور میں ان کے مسائل حل کرنے کی بات کی جاتی۔ لیکن جناب والا! جنکے ہاتھ کچھ نہیں آتی صوبے میں اور کیا کیا کام کریں گے۔ لیکن وہ وقت آنے والا ہے جناب والا' کہ جنکے ہاتھ ٹوٹنے میں بھی دیر نہیں لگے گی۔ جناب سپیکر! اس ڈیپارٹمنٹ کے کمالات اور فتوحات کی بات کرتے ہوئے شاید آج سارا دن تقریر کرتا رہوں تو ختم نہ ہو گی۔ جناب سپیکر! آپ حیران ہوں گے بھکر کے ایڈیشنل سیشن جج پر جس نے مکتی باہنیوں کے کپتان کا کہنا نہ مانا اور اس پر اس نے پرچہ درج کرا دیا۔ ایڈیشنل سیشن جج بھکر پر۔ تحقیق کروا لیجیے ۔ اور اگر مزید تماشا دیکھنا ہے تو ذرا میانوالی چلتے ہیں۔ وہاں کے ایک رنگ رنگیلے چھیل چھبیلے ایس ایس پی صاحب نے پورے شہر کو' پورے شہریوں کو سراپا احتجاج بنا کے رکھ دیا ہے جناب والا! گلی گلی میں جوئے' منشیات فروش' شرابیں ' چرسیں ' ہر قسم کا دھندا اور اس علاقے کا ہر چوک ایس پی صاحب کے پاس بکا ہوا ہے ۔ اور ہم حیران ہوتے ہیں گورنمنٹ کی اس نانک پالیسی پر ' محترمہ کی اس پالیسی پر کہ

جس میں ڈرگ مافیا کے خلاف جنگ جاری کرنے کا اعلان کرتے ہوئے، میانوالی جو اس وقت منشیات کا اور ہیروئن کا گیٹ وے بنا کھڑا ہے ' اس کی طرف توجہ دیتے ہوئے شاید ان کی آنکھوں کی نظر کمزور پڑ جاتی ہے۔ جناب سپیکر! میں اس پولیس کے ہاتھوں آج ان صحافیوں کے زخمی ہونے کا بھی ذکر کروں گا کہ اسلم گوہر جیسے بندے ملتان میں جس بےدردی سے ایک ڈی آئی جی کے ہاتھوں خون میں لت پت اس کا جسم جس انداز میں ایمبولنس میں پڑا ہوا تھا خوف آتا تھا اور شاید اس کا یہ انجام دیکھ کر آدھے لوگوں نے صحافت چھوڑنے کا اعلان کردیا ہو ۔ لیکن لاہور میں ایک پریس فوٹو گرافر عامر خاں کو جس انداز میں لاہور کے ان جیالوں نے مار مار کر ادھ موا کردیا ۔صحافت پر یہ حملے میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت کے جمہوری دعووں کی صحیح معنوں میں عکاسی کرتے ہیں ۔

جناب سپیکر ، نیازی صاحب ! اب آپ دریا کو کوزے میں بند کردیں ۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی ، جناب والا! بند کر دوں ؟

جناب سپیکر ، جی ہاں۔ بند کر دیں۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی ، جناب ! لیکن اتنا خیال کرنا کہ ہے دریائے سندھ ۔ میانوالی کو دریائے سندھ لگتا ہے ۔

جناب سپیکر ، کوزہ بھی کوئی چھوٹا تو نہیں ہے ۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی ، جناب والا! آپ نے کوزے کی بات کی ہے تو پھر انھیں بلاؤ۔ honestly بند ہو جائے گا۔

جناب سپیکر ، جی بسم اللہ !

جناب انعام اللہ خاں نیازی ، جناب والا! میں نے بجٹ پر ابھی تک جو بھی بات کی ہے اسے irrelevant نہ سمجھا جائے۔ یہ میں نے بجٹ کی ناہمواریوں اور غیر منصفانہ تقسیم کی بات کی ہے۔ میں آپ کو بتاتا چلوں کہ تھوڑے سے کلرز ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ Roads and Bridges میں میں نے دیکھا کہ ۱۷ سکیمیں ' ذرا غور کیجیے۔ آپ تو ماشاء اللہ کافی intelligent ہیں۔ ذرا تھوڑا سا نوٹ کیجیے گا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ جناب والا! ۱۷ سکیمیں ہیں۔ اور میانوالی کے لیے صرف ۱۷ سکیمیں ہیں۔ زور کس پر ہوا؟ ۱۷ کے لفظ پر ۔ اور ۱۷ کا لفظ میرا خیال ہے کہ آپ بہتر جانتے ہیں کہ میں

کیا کہہ رہا ہوں۔ ہمارے لیے یہ ۱۷ کا لفظ پتا نہیں کب تک ہمارا پیچھا چھوڑے گا۔

جناب سپیکر ، میں کوئی ایسا ستارہ شناس نہیں ہوں۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی ، جناب والا! میرا مطلب ہے کہ میں بات open کردیتا ہوں کہ میرا مقصد ہے کہ یہ ۱۷ لوگے کہاں تک ہمارا پیچھا کریں گے ۔ یعنی آپ یقین کریں کہ ٹوٹل سکیمیں نکالیں۔ وٹو صاحب کی ۲۱۷ نکلیں۔ آپ بجٹ دیکھ لیں ۔ویسے میں نے ایک اور کام کیا ہے جناب والا! اور آپ حیران ہوں گے کہ یہ جو بجٹ ہمارے محترم بیوروکریٹس نے وزیر اعلیٰ صاحب کے کہنے پر یا ان کی instructions پر تیار کیا میں نے اس بجٹ کو نیا نام دے دیا۔ تعمیر او کاڑہ پروگرام۔ تعمیر پنجاب نہیں ہے جناب والا! یہ تعمیر او کاڑہ پروگرام ۹۶-۱۹۹۵ء ہے ۔ اور اس میں کوئی جھوٹ کی بات نہیں ہے آپ اس کتاب کو کھول لیں ۔ جس صفحے پر نظر دوڑے گی دساوے والا حویلی لکھا۔ دساوے والا حویلی لکھا ۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ادھر ہو کیا رہا ہے۔ ادھر ہو کیا رہا ہے اور میں حیران ہوتا ہوں کہ دس کروڑ روپیہ پچھلے سال پورے پنجاب کی drinkable water schemes کے لیے رکھا گیا۔ دس کروڑ روپیہ جس میں میرے حلقے کے وہ تپتے ہوئے علاقے تھے جو سال ہا سال سے ٹوبوں کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں ۔ ان سکیموں کو جب میں follow کرتے ہوئے Department P&D پہنچا تو پتا چلا کہ دس کروڑ روپیہ ڈیرہ غازی خاں کے ایک مخصوص علاقے میں ٹرانسفر ہوگیا ہے۔ This is on the record۔ ضمنی بجٹ میں یہ بات سامنے آ جائے گی ۔ ظلم کی انتہا دیکھیں۔ ان غریبوں کی بددعاؤں کی بات کریں جن لوگوں نے اپنے علاقے میں ایک واٹر سپلائی سکیم کے انتظار میں پورا سال کاٹ دیا ۔جب سال کا end ہوا تو محکمے نے کہا کہ ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے ۔ پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ دس کروڑ روپیہ ڈیرہ غازی خان کے ایک علاقے میں ٹرانسفر ہو چکا ہے ۔ مجھے ان ایمانداریوں کا وہ طریقہ کار بتا دیں ؟ یہ کونسی منصفی ہے جناب والا؟ یہ کس قسم کا عذاب ہے ؟ اس ظلم میں آپ اگر میرے چھترو اور تھل کے علاقہ میں ایک چکر لگا کر دیکھ لیں تو میرا خیال ہے کہ آپ جیسے شخص کی آنکھوں میں آنسو آ جائیں ۔

جناب سپیکر ، اب آپ مہربانی کر کے wind up کیجیے ۔ بہت وقت ہو گیا ہے ۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی ، جناب سپیکر ! ایک چھوٹی سے بات آپ کو بتا دوں ۔ کہ تعمیر پنجاب کی بک میں ٹوٹل سکیموں کی تعداد ۴۹۲۲ ہے ۔ اگر یہ ۲۴۸ حلقوں پر divide کی جائے تو اٹھارہ انیس

سکیمیں فی حلقہ آتی ہیں۔ ان میں سے شاہی خاندان کے جیالے نے وساوے والا پر ۲۱۷ سکیمیں ایک جگہ پر لگا دی ہیں۔ جناب والا! یہ کہاں کا انصاف ہے ؟ یہ ہم بجٹ پر تقاریر کیوں کر رہے ہیں ؟ یہ سانپ کی لکیر کو کیوں پیٹ رہے ہیں ؟ جنھوں نے کھانا پینا تھا وہ کھا کر چڑیاں اڑ گئیں ۔ اگر ایوان کا وقت ضائع اسی طریقے سے کرنا ہے ، میں آج تعلیم کے اس چیمپیئن کو ، فروغ تعلیم کے چیمپیئن اقلیتی وزیر اعلیٰ کو ایک بات گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ فروغ تعلیم کے چیمپیئن ! اگر یہ تعلیم کا پھیلاؤ صرف اوکاڑہ کی طرف ہے اور ڈھنڈورا مال روڈ کی سڑکوں پر پیٹ رہے ہو تو یاد رکھیں کہ یہ باتیں زیادہ دیر تک نہیں چلا کرتیں۔ شرم آتی ہے اپنے وجود پر ۔اپنی اس نمائندگی پر جب میں اپنے علاقے کے معصوم بچوں کو پرائمری ایجوکیشن کے لیے دس دس میل پیدل چلتے دیکھتا ہوں ۔ جناب سپیکر ! وہ علاقے پنجاب کے نقشے پر موجود ہیں ۔لیکن پنجاب کا نقشہ ان وزیر اعلیٰ صاحب نے وساوے والا میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔

جناب سپیکر ۔ اب تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی ۔ آپ کا دو گنا وقت ہو گیا ہے ۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی ۔ جناب والا ! میں نے عرض کیا ہے کہ چار بندوں کے بعد میرا نام لیا ہے ۔ (قطع کلامیاں) آپ اجازت دے دیں تو میں تقریر کرتا رہوں ۔

جناب سپیکر ۔ نہیں۔ اور دوستوں نے بھی بات کرنی ہیں ۔ نیازی صاحب ! اور موقعے ملیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ۔اب مہربانی فرمائیں اور تشریف رکھیں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ۔ جناب سپیکر ! دو تین باتیں رہ گئی ہیں۔ (قطع کلامیاں) میں آپ کو میانوالی کا تھوڑا سا background بتانا چاہتا ہوں۔ بیورو کریسی کے کانوں تک میں وہ بات پہنچانا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! ۱۹۰۱ء میں ضلع بنا ہے۔ اس کی ۹۵ سال عمر ہے۔ جمعہ جمعہ چار دن کے بنے ہوئے ضلع پر دنیا کی نوازشات کی بھرمار کر دی گئی۔ لیکن وہ ضلع جس نے ہمیشہ بڑی سے بڑی قربانی اس ملک کے لیے سب سے پہلے دی۔ تربیلا ڈیم کی لوازمات فرنٹیئر ہزپ کر جائے اور اس کے جو برے اثرات ہیں میانوالی چشمہ بیراج جھیل کی صورت میں وصول کرے۔ لوگوں کی سونے جیسے زمینوں کو خالی کرا لیا گیا اور لوگوں نے اپنی خوشی سے وہ زمینیں حکومت کے حوالے کر دیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ آج 30 سال ہو گئے ہیں ڈھائی تین ہزار خاندان ہاتھوں میں چٹیں لیے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور آپ یقین کریں کہ ان کو الاٹمنٹس نہیں مل رہیں۔ میانوالی میں P.A.F base بنا۔ زمینیں خالی کرا لی

گئیں آج تک P.A.F base کے متاثرین جگہ جگہ کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ پھر جو رہی سہی کسر تھی اٹامک انرجی والوں نے آ کر پوری کر دی۔ اٹامک انرجی نے چشمہ بیراج سے بھی کئی گنا زیادہ رقبہ قابو کر لیا۔ میانوالی میں زراعت اگر کسی جگہ پر ممکن ہے تو تھل اور مہار کا علاقہ باقی بچ گیا ہے۔ وہاں پر پتا نہیں کیا لگائیں گے۔ وہ کل کی بات ہے۔

جناب سپیکر : بڑی مہربانی۔ بہت شکریہ۔ اب جناب محمود اختر گھمن صاحب کو دعوت خطاب دی جاتی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے عرض کروں گا کہ انعام اللہ خان نیازی صاحب نے یہاں پر ایک اہم نکتے کی نشاندہی کی ہے۔ وہ یہ کہ بجٹ کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک developmental budget اور دوسرا non-developmental budget فنانس ڈیپارٹمنٹ دراصل تو non development budget کی طرف سے ہی یہاں موجود ہوتا ہے۔ development budget پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے بنایا جاتا ہے اور پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب سے بجٹ کی تقاریر شروع ہوئی ہیں پی اینڈ ڈی سے یہاں کوئی نمائندگی نہیں ہے۔

جناب سپیکر : وزیر قانون صاحب مجھے تو یہ بتایا گیا تھا کہ فنانس اور پی اینڈ ڈی دونوں کے نمائندے موجود ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور : جناب سپیکر! پی اینڈ ڈی سے شاہد تنویر موجود ہیں۔

جناب سپیکر : ان کا عہدہ کیا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور : اسسٹنٹ چیف ہیں۔

جناب سپیکر : بہرحال اس سلسلے میں میری خاص طور پر تاکید ہے کہ متعلقہ محکموں کے سینئر لوگ یہاں موجود ہوا کریں کیونکہ اس سے زیادہ کوئی معزز ایوان نہیں ہے اور یہ عوام کے نمائندہ ہیں۔ اگر سیکرٹری صاحبان خود نہیں آ سکتے تو کم از کم اپنے ایڈیشنل سیکرٹریز کو بھیجیں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے ایک گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ

جناب انعام اللہ نیازی صاحب کے ارشادات کو ٹریژری بنچز کی طرف سے اتنے تحمل سے سنا گیا اور بیٹھے بیٹھے کسی نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

جناب سپیکر : آپ کو شاباش دی جاتی ہے۔ (قہقہے)

جناب محمد ظہیر الدین خان : نہیں جی۔ ہم چاہتے ہیں کہ نیازی صاحب اس کی تنقید کم از کم 50% فرمالیا کریں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب سپیکر! میں گورنمنٹ بنچز کا مشکور ہوں لیکن اصل بات کچھ اور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اندر سے سب کے لڈو پھوٹ رہے ہیں کہ میں ان کے خلاف بول رہا ہوں۔ یہ غلط ہے یا نہیں؟ (قہقہے)

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ نیازی صاحب نے اپنی تقریر کے آخر میں چشمہ جھیل، پی۔ اے۔ ایف ایئر بیس اور اٹامک انرجی کے ایریا کی بات کی۔ تو یہ نیشنل پراجیکٹس ہیں جن کی اہمیت اپنی جگہ اس قدر ہے کہ ان کو بارڈر سے دور رکھنا بہت ضروری تھا تاکہ وہ ایئر بیس ریچ سے دور رہیں اور وہ جو ہمارے بھائی، ہمارے ساتھی دہقان، کسان جن کی وہاں پر زمینیں آئی ہیں۔ ان کو بارہ بارہ ایکڑ کی الاٹ دی گئی ہے۔ میرے اپنے ضلع فیصل آباد میں وہ الاٹ الاٹ ہو رہی ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان میں سے کچھ ہمارے ساتھی وہاں پر الاٹ ہونے کے بعد بیچ کر چلے جاتے ہیں۔ میں جناب کا اشارہ سمجھ رہا ہوں۔ میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب سپیکر : نہیں۔ آپ نے بالکل بجا فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انھوں نے لڈوؤں کی بات کی ہے وہ بھی تنقید برائے تنقید کر رہے ہیں اندر سے ان کے دل میں بھی لڈو پھوٹ رہے ہیں کہ یہ اچھے اچھے ادارے میانوالی میں آ رہے ہیں۔ (قہقہے)

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب سپیکر! میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے۔

وزیر صنعت : جناب سپیکر! میں پہلے سے کھڑا ہوں۔

جناب سپیکر : جی سندھو صاحب کی بات سن لیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب سپیکر! میں پہلے اس لیے بولنا چاہتا ہوں کہ ان کی بات کا جواب

دے لوں۔

جناب سپیکر : نہیں۔ سندھو صاحب ہمارے سینئر ہیں۔ بہتر ہے کہ ان کی بات پہلے سن لیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب سپیکر! ان کی باتیں بڑی دیر سے کھلتی ہیں۔ ذرا پہلے میری بات سن لیں۔ میں اس لیے بھی پہلے بولنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے میری بات کی ہے میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر : ٹھیک ہے۔ سندھو صاحب اس کے بعد آپ بات کر لیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیر موصوف سے گزارش کروں گا کہ میں بات کر لوں پھر وہ کر لیں۔ صرف دو منٹ کی بات ہے۔

جناب سپیکر! قومی اہمیت کے پراجیکٹس کو ہم نے دل و جان سے قبول کیا۔

جناب سپیکر : بہت شکریہ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا! جو سب سے بڑا پوائنٹ ہے وہ یہ ہے کہ ظہیر صاحب کو نہیں پتا۔ یہ ٹوٹل چار پانچ ہزار خاندانوں کا مسئلہ تھا۔ یہ میرے بھائی بنیں' میرے ہمدرد بنیں' علاقے کی مدد کریں اور اگر ڈھائی ہزار خاندانوں سے کم خاندان ہوں تو ہم ساری زمینیں وقف کر دیں گے۔ نہ معاوضہ ملا' نہ زمینیں ملیں' ڈھائی تین ہزار خاندان در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر! یہ بجا فرما رہے ہیں۔ لیکن یہ اس دور میں نہیں ہوا۔ یہ پرانے وقت کی بات ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا! میں بتاتا ہوں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب! مجھے اب موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر : اب ان کی بات بھی سن لیجیے انعام اللہ نیازی صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا! یہ بھٹو صاحب کے دور میں شروع ہوا تھا۔ تو اگر بات آنی ہے تو اس طرح آ جائے۔

جناب سپیکر : نہیں۔ آپ اب آرام سے ان کی بات بھی سنیں ناں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ لینڈ ایکوزیشن ایکٹ کے تحت جو

چیزیں قواعد و ضوابط کے مطابق دی گئیں ' میں خود مہاجر ہوں اور ہجرت جو ہے یہ ایک uproot ہونے کا عمل ہے۔ کتنا بھی اچھا مالی کتنے بھی اچھے موسم میں پودے کو لگائے لیکن وہ uproot ہونے کے بعد ایک دفعہ کملا ضرور جاتا ہے۔ مجھے اس کا شدت سے احساس ہے لیکن اس کے ساتھ یہ ہے کہ قومی سطح کے پراجیکٹس میں کچھ ایسی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ جو رولز اس وقت اپلائی کیے گئے تھے اگر ان میں ہمارے بھائیوں اور ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کے ساتھ ابھی تک compliance نہیں ہوئی ' compensation نہیں ملی یا سرٹیفکیٹ نہیں ملے تو اس کے لیے ہم اپنی حکومت کو خود گزارش کریں گے اور آپ کی وساطت سے کریں گے کہ ان کو دیے جائیں۔

جناب سپیکر ، بجا ہے۔ جناب افضل سندھو صاحب۔

وزیر صنعت (جناب محمد افضل سندھو) ، جناب سپیکر! بات بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ ہمارے نیازی صاحب ' ہمارے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ بھی وقت ان کو دیے جا رہے ہیں اور میرا خیال ہے کہ آپ وقت ان کو ان کے حصے کے مطابق دے رہے ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض بھی نہیں کہ نیازی صاحب آپ تقریر جاری رکھیں۔ میں ان کی بات کی صرف ایک وضاحت کرنی چاہتا ہوں کہ انھوں نے از خود ہماری طرف سے ایک تصور پیش کر دیا ہے کہ ہر ایک کے دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں۔ یہ ایک جمہوری ایوان ہے۔ اس جمہوری ایوان میں مروجہ دستور ' قوانین ' رولز کے مطابق لیڈر آف دی ہاؤس ہیں جنھیں ہم نے خوشدلی سے اپنی سوچ کے مطابق ' اپنے صحیح فیصلوں کے مطابق تسلیم کیا ہے۔ وہ ہمارے لیڈر آف دی ہاؤس ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ انھیں ہماری جگہ پر یہ بیان دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں بڑی معذرت کے ساتھ ان سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر ، بالکل بجا ہے۔ جناب محمود اختر گھمن صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب سپیکر! میری ایک humble request ہے۔

جناب سپیکر ، نہیں۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ دیکھیے تعاون کیجیے ناں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب سپیکر! جب یہ گیٹ سے باہر نکلتے ہیں ناں خدا کی قسم ان کی وزیر اعلیٰ کے بارے میں باتیں سننے والی ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر ، اچھا۔ آپ تشریف رکھیے ناں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، یہ جب اندر آتے ہیں تو صوفی بن جاتے ہیں۔

جناب سپیکر ، نہیں۔ یہ بات مناسب نہیں۔

وزیرصنعت ، جناب سپیکر! نیازی صاحب جو بات کر رہے ہیں میں اس کی وضاحت کروں گا۔ میرا خیال یہ ہے کہ نیازی صاحب جو بات کر رہے ہیں میں آپ کی وساطت سے انھیں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ explanation چونکہ میں نے دی تھی۔ میں ہمیشہ جو بات بھی کرتا ہوں ' میں جو کمرے میں بات کروں گا ہمیشہ وہی بات ایوان میں بھی کروں گا اور سٹیج پر بھی کروں گا۔ نیازی صاحب سے میں بڑی معذرت کے ساتھ یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ ایسی باتیں نہ کریں جو کہ ہمارے متعلق ہیں۔ ہم نے انھیں وکیل مقرر نہیں کیا۔ یہ ہمارے چھوٹے بھائی ہیں۔ یہ ہمارے پاس آتے ہیں۔ ہم خوشدلی سے ان سے ایک ساتھی کی حیثیت سے محبت کرتے ہیں۔ ہم بھی ان کے پاس جاتے ہیں۔ ان کو کہتے ہیں کہ چائے پلاؤ۔ لیکن یہ misquote نہ کریں کہ ہم باہر کیا کرتے ہیں ' اندر کیا کرتے ہیں؟ ہمارا ان سے بطور پارلیمنٹیرین ایک واسطہ ہے۔ ہمارا ان سے پیار ہے۔ ہماری ان سے محبت ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب سپیکر! سندھو صاحب انتہائی شریف آدمی ہیں۔

وزیرصنعت (جناب محمد افضل سندھو) ، مجھے مکمل کر لینے دیں۔ اس دستور کو چلنا چاہیے۔ ہمارے آپس میں روابط رہنے چاہئیں۔ میرا خیال ہے کہ یہاں پر کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جس کا کہ اس بات کے ساتھ کوئی تضاد ہو۔ یہ ہماری پارٹی کا فیصلہ ہے یہ ہمارے اتحاد کا فیصلہ ہے اور اس بارے میں ہماری بات پر نیازی صاحب اپنا بیان دیں۔ بڑی مہربانی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا! سندھو صاحب بڑے ہی شریف آدمی ہیں ۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! میں جناب کی اجازت سے افضل سندھو اور جناب انعام اللہ خان نیازی صاحب کے مکالموں کے حوالے سے عرض کرتا ہوں کہ ان حضرات کے لیے آج بڑا مبارک دن ہے انعام اللہ خان نیازی صاحب کے ویر گھوڑی چڑھے ہیں اور ان کے لیڈر کی آج سالگرہ ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں پر جرمانہ ڈالا جائے اور یہ دونوں آج شام کو پوری اسمبلی کو چائے پلائیں۔

جناب سپیکر ، یہ اتفاق تب ہو گا کہ چائے یہ پلائیں اور مٹھائی آپ کھلائیں ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا! گورنمنٹ اور اپوزیشن بنچز کا خیال کر لیجیے گا۔ سندھو صاحب

بڑے شریف آدمی ہیں لیکن ایک بات پر اختلاف ہے کہ جو بات یہ باہر کرتے ہیں وہ ادھر آ کر نہیں کرتے۔

جناب سپیکر ، نہیں۔ آپ ایسا نہیں کر سکتے ۔ میں انہیں جانتا ہوں۔ یہ وہی بات کرتے ہیں جو باہر بھی کرتے ہیں اور اندر بھی کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا ظاہر و باطن ایک ہے۔

وزیرصنعت، میں سپیکر صاحب کی وساطت سے آپ کا یہ چیلنج قبول کرتا ہوں۔ اگر آپ ثابت کریں۔ لیکن میں عرض کرنے لگا تھا کہ ظفر علی شاہ ہمارے بڑے پرانے ساتھی ہیں یہ ہمارے colleague بھی ہیں یہ ہمارے ساتھ جدو جہد میں بھی رہے اور اب جو جماعت اپوزیشن میں ہے جس میں وہ بھی بیٹھے ہیں ان کی لاٹھیاں سوٹیاں میرے ساتھ مل کر Lawyers Convention میں غرض کہ ہر جگہ پر یہ ہمارے برابر کے شریک رہے اور انہوں نے ایک بات کی نشاندہی کی ہے۔چونکہ یہ ہمارے ساتھی رہے ہیں تو کئی چیزیں یاد رہتی ہیں ہم جمہوریت کی بحالی کے لیے کئی functions میں اکٹھے بھی رہے۔ انہوں نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے کہ آج ہماری قائد کا birthday ہے میں ان کا شکرگزار ہوں اور میں ہاؤس کو دعوت دیتا ہوں کہ میری طرف سے سب کے سب چائے کی میز پر تشریف لائیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! ظفر علی شاہ صاحب نے خالی ان کی قائد کا نام نہیں لیا تھا کسی اور کا بھی نام لیا تھا وہ نام لیتے ہوئے گورنمنٹ بنچز والے کیوں گھبراتے ہیں عمران خان کا نام لیتے ہوئے ان کو کیا ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں خطرے کا شکار ہیں؟

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ سندھو صاحب آپ دو دفعہ چائے پلا دیں نا ۔ آپ عمران خان کی چائے پلا دیں اور وہ محترمہ بینظیر کی چائے پلا دیں۔ ہم دونوں دفعہ پی لیں گے۔

وزیر اوقاف(چودھری شاہنواز چیمہ) ، جناب والا! نیازی صاحب آج عمران خان کے ولیمے کی دعوت دے دیں ۔ عمران خان ان کا بھائی ہے ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا! میں داتا صاحب دے بھنڈارے تے انہاں نوں ضرور بلاواں گا۔جناب گل ایہہ کرن والی اے کہ وزیر درباری صاحب داتا صاحب توں چھڑیاں دیگاں گھر منگواندے نیں ایہہ خدا دی قسم کے نوں حصہ نئیں دیندے اور ایہہ امید کر دے نیں کہ عمران خان دے ولیمے وچ اسیں انہاں نوں وزن دیواں گے ایہہ انہاں دی بھل اے۔ اساں ایہناں نوں نیڑے نئیں لگن دینا۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیے ۔ ----- محترم محمود اختر گھمن صاحب!

جناب محمود اختر گھمن ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! ہر سال انہی ایام میں ہر منتخب حکومت ایک بجٹ پیش کرتی ہے شاید اس ایوان کی یہ ریت ہے شاید اس ایوان کی یہ رسم اور رواج ہے کہ حکومتی بنچز اس بجٹ کی مداح سرائی کرتے ہیں اور اپوزیشن والے اس بجٹ پر تنقید کرتے ہیں خواہ وہ بجٹ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو۔

جناب والا! اگر ہم اس بجٹ کا غیر جانبداری سے جائزہ لیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس بجٹ میں تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ جناب والا! ملاحظہ فرمائیں گے کہ بجٹ میں تعلیم کے لیے 272 کروڑ روپے کی رقم تجویز کی گئی ہے جو پچھلے سال کے تعلیمی اخراجات سے ۲۴ فیصد اضافہ ہے یہ ایک ریکارڈ اضافہ ہے۔ تعلیم ہمارا دینی فریضہ ہے اور فرمایا گیا ہے کہ تعلیم حاصل کریں خواہ چین جانا پڑے۔ اور بے علم ناتواں خدا را شناخت۔ لیکن کتنی بدقسمتی ہے کہ ہمارا ملک تعلیم کی شرح خواندگی میں دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جن ممالک میں شرح خواندگی سب سے کم ہے حالانکہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اس کے باوجود یہ بات ہمارے لیے باعث شرم ہے ۔ جناب والا! compulsory education کے ایکٹ کا یہ جو نفاذ کیا گیا ہے جناب والا! یہ ایک ایسا قانون ہے جو قابل ستائش ہے جس کے تحت ہماری آنے والی نسلوں کو تعلیم کی سہولتیں دی جا رہی ہیں اور اس کے بعد ٹیکسلا انجینئرنگ اینڈ ٹیکنیکل یونیورسٹی کا جو بل بھی اس ایوان میں پاس کیا گیا ہے یہ دونوں قابل ستائش ہیں کیونکہ تعلیم کے بغیر کوئی ملک اور کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی ۔ یہ کتنے ہی افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ملک میں فوری نوعیت جیسے مسئلہ تعلیم پر پچھلے دور میں کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ جناب والا! میں اپنے حلقے کی بات کرتا ہوں۔ میرے حلقے کی آبادی تین لاکھ ہے لیکن کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ میرے حلقے میں کوئی ڈگری کالج نہیں ہے کوئی انٹر کالج نہیں ہے صرف ایک سکول کو ابھی ہائر سیکنڈری کا درجہ دیا گیا ہے اسی وجہ سے ہمارے ملک نے ترقی نہیں کی اسی وجہ سے ہم ابھی تک پسماندہ ہیں۔ جناب والا! لیکن وزیر اعلیٰ صاحب کی تعلیم کے متعلق جو سوچ ہے یہ قابل ستائش ہے ۔

جناب والا! ہمارے حلقے پسماندہ حلقے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے حلقے میں پچھلے ادوار میں جتنے بھی اساتذہ تعینات کیے گئے ان کا تعلیمی معیار اچھا نہیں تھا اور اب جناب والا! درجہ اول سے ہی بی۔ اے جو کم از کم سیکنڈ کلاس ہو اور بی۔ ایڈ ہو اس کو فرسٹ کلاس کے لیے انگلش کے

لیے تعینات کیا گیا ہے۔ جناب والا! پچھلے دنوں میں ایک سکول میں گیا وہاں ایک ماسٹر پڑھا رہے تھے کہ horse ہرس ہرس معنی ٹیرا۔ تو میں نے کہا کہ ماسٹر صاحب اس کا مطلب تو ہے گھوڑا۔ جس پر ماسٹر صاحب نے کہا کہ گھوڑے اور ٹیرے میں کیا فرق ہے۔ میں نے اس کی تعلیمی qualification پوچھی تو اس نے کہا وہ ایف۔اے تھرڈ ڈویژن تھا۔

جناب والا! میرٹ کی بات ہوتی ہے ہمارے حلقے میں ہمارے بچوں کے لیے shelterless سکولز ہیں وہ درختوں کے نیچے بیٹھتے ہیں وہاں پر تختہ سیاہ کا تصور ہی نہیں ہے۔ جناب والا! جب پھر میرٹ کی بات ہوتی ہے یہاں پر بچے لیکن ہاؤس میں پڑھتے ہیں یہاں تعلیم کی تمام سہولتیں ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ میرے حلقے میں ساٹھ فیصدی لوگ ایسے ہیں اور ساٹھ فیصدی بچے ایسے ہیں کہ جب ہم ایم۔پی۔ اے بنے تھے وہ بجلی کی نعمت سے محروم تھے۔ یہاں پر لاہور اور دوسرے اضلاع سے ایم۔ پی۔ اے صاحبان ہیں اگر ایک حلقے میں معمولی سی بجلی بند ہو جاتی ہے یا معمولی سی سڑک ٹوٹ جاتی ہے تو یہاں رولز کو تہ تیغ کر کے مسئلہ اٹھا دیا جاتا ہے۔ کاش پچھلی حکومتوں نے ان بچوں کے لیے کبھی غور کیا ہوتا جن بچوں کے لیے سکول نہیں ہیں۔ جناب والا! میرے اٹھارہ دیہاتوں میں پینے کا پانی نہیں ہے میرے بھائی نیازی صاحب نے سیوریج سکیموں کی بات کی۔کاش ان کی حکومتوں نے کبھی یہ سوچا ہوتا کہ میری ماؤں بہنوں کو کئی میلوں تک میٹھے پانی کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے۔کس نے سوچا ہے؟ کیا پاکستان کا وجود اسی لیے عمل میں آیا تھا کہ چند خاندان اس ملک میں امیر سے امیر تر ہوتے جائیں؟ کس حکومت نے یہ پالیسی دی یہ کس منہ سے بات کرتے ہیں؟ بیورو کریٹوں کی بات ہوئی تو جناب بیوروکریٹ کو گرین بیلٹ پر پٹرول پمپ کے لیے پلاٹ کس نے دیا تھا وہ کون وزیر اعلیٰ تھا۔ ہر شخص کو اپنے گریبان میں جھانکنا چاہیے پھر وہ بات کرے۔ یہ بیوروکریٹوں پر تنقید کرتے ہیں اور یہ بیورو کریٹوں کو یہ پھر بھی نوازتے ہیں۔ جناب والا! میں ایک بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر ہم نمائندگان صحیح ہو جائیں تو کسی بیوروکریٹ کی جرأت نہیں ہے کہ وہ خراب رہے ہم خود ان کو مجبور کرتے ہیں۔ جناب والا! ہمیں اپنے آپ کی اصلاح کرنی چاہیے۔

جناب والا! یہاں پر لاء اینڈ آرڈر کے مسئلے پر بات ہوئی تو جناب والا! میرا حلقہ وہ بدقسمت حلقہ ہے جہاں جو ایم۔ این۔ اے تھا وہ وفاقی وزیر تھا اور جو ایم۔ پی۔ اے تھا وہ صوبائی وزیر تھا جہاں سے میں منتخب ہو کر آیا ہوں۔ جناب میں نے اس حلقے کی حالت زار بیان کی ہے اور جناب والا لاء اینڈ

آرڈر کی بات کر دوں۔ اس حلقے میں ایک رپورٹ درج کرانے کے لیے جاتا ہے کہ جناب میرے گھر پر فائرنگ ہو رہی ہے ایس ۔ ایچ ۔ او کہتا ہے کہ ذرا تاخیر کریں ایک گھنٹے کے بعد اطلاع آتی ہے کہ فلاں ڈسٹرکٹ کونسل کا ممبر قتل ہو جاتا ہے تو جناب والا! وہ چونکہ ایک وزیر کا عزیز تھا اور وہ شخص جو پولیس کے پاس بیٹھا ہوا ہے اس پر نامزد پرچہ درج کیا جاتا ہے اور اس شخص کو سزا دلوائی جاتی ہے اور اس کی death sentence maintain ہوتی ہے اور آج بھی وہ جیل میں پھانسی کا منتظر ہے۔ جناب والا! اس مسئلے پر تحقیق کرا لی جائے خدا کی قسم اگر وہ بیگناہ نہ ہو تو میں آج ہی اس اسمبلی سے استعفیٰ دے دوں گا لیکن کسی نے جناب والا! یہ سوچا کہ میں وہاں کا نمائندہ ہوں ریاض سندھیلا اس کا نام ہے لیکن جناب والا! یہ کس نے سوچا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر ہم تمام ممبران اپنے آپ کی اصلاح کر لیں اور غلط باتیں نہ کریں تو یقیناً کوئی افسر جرأت نہیں کر سکتا ۔ کسی مائی کے لال کی جرأت نہیں ہو سکتی ۔ ہم نے اپنے حلقوں میں غلط کام کرنے کی کبھی اجازت نہیں دی۔

اس کے بعد میں صحت کی طرف آتا ہوں کہ صحت کے لیے پچھلے سال سے بیسک ہیلتھ یونٹ اور رورل ہیلتھ سنٹر کے قیام کے لیے 492 کروڑ روپے کی رقم تجویز کی گئی ہے جو پچھلے سال سے تقریباً 82 کروڑ روپے زیادہ ہے ۔ اس کے لیے 21 فیصد سے زائد رقم رکھی گئی ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ جو باتیں اچھی ہوں ان کو فاضل اراکین اپوزیشن اچھی کہیں۔ کاش! ہم لوگ احساس کر لیں۔ جو بری باتیں ہیں ان کے بارے میں ہمیں بھی کہنا چاہیے کہ یہ بری ہیں اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ کہیں گے ۔ ہم کسی وزیر' کسی وزیر اعلیٰ کی غلط حرکتوں میں کبھی شریک نہیں ہوں گے۔ لیکن میرے ان بھائیوں کو بھی چاہیے کہ اگر حکومت کوئی اچھے کام کرتی ہے تو تہہ دل سے اس کی تعریف کریں۔ لیکن یہ ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے ۔ دنیا کے دوسرے ملکوں میں ایسے نہیں ہوتا بلکہ اپوزیشن حکومت کے ساتھ تعاون کرتی ہے۔ حکومت کے ساتھ اختلافات ٹیبل پر طے کرتی ہے لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ یہاں سیاسی نفرتیں ذاتی نفرتوں میں بدل گئی ہیں اور اتنے فاصلے بڑھتے جاتے ہیں۔ لیکن کوئی شخص نہیں سوچتا کہ اس ملک اور قوم کا کیا ہو گا۔ آئندہ آنے والی نسلوں کو کس چیز کی طرف لے جا رہے ہیں۔

یہاں پر لاء اینڈ آرڈر پہ بات ہوئی۔ اس ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے ۔ لاء اینڈ آرڈر پہ جس امن اور جس محبت میں یہ محرم کا مہینہ گزرا ہے ۔ اس کی یقینی طور پر مثال نہیں ملتی۔ میں علمائے کرام کا مشکور ہوں کہ انھوں نے بھی احساس کیا۔ وہ مسجدیں' وہ امام بارگاہیں جہاں پر فائرنگ ہوا کرتی تھی آج امن

کے گہوارے ہیں۔ آج تمام فرقوں اور گروہوں نے یہ محسوس کیا کہ ہم نے اس ملک میں رہنا ہے۔ہم بھائی بھائی ہیں لیکن اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں حکومت وقت ' اس میں وزیر اعلیٰ پنجاب اور حکومت پاکستان نے میجر رول ادا کیا ہے ۔ جناب والا! 11-D اور آرڈیننس میں 11-B کا نفاذ اور اس پہ عملدرآمد بھی حکومت کی اس نیت کی غمازی ہے کہ حکومت ملک میں امن عامہ قائم کرنے میں کس قدر دلچسپی رکھتی ہے۔ لاؤڈ سپیکر کے متعلق میرے دوستوں نے بات کی کہ اذانیں بند ہو گئیں ہیں ۔ جناب والا! لاؤڈ سپیکر پہ اذان بند نہیں ہوئی اور نہ ہی کوئی ایسا قانون پاس ہوا ہے۔ لیکن اس کے بیجا استعمال پر پابندی لگائی ہے ۔ اس کے لیے حکومت نے 92 کروڑ روپے رکھے ہیں۔ اگر ہم پولیس پہ تنقید کرتے ہیں لیکن پولیس کے وہ جانثار بھائی ' وہ ساتھی جو اپنے فریضے کی ادائیگی میں اپنی جانوں کا نذرانہ دیتے ہیں ان لوگوں کو بھی ہمیں appreciate کرنا چاہیے۔ ان لوگوں کی بھی مالی اعانت کرنی چاہیے۔ ان لوگوں کے لیے ایسے ستائش کے کلمے بولنے چاہییں تاکہ دوسرے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ ہر ادارے میں کچھ لوگ اچھے ہوتے ہیں کچھ برے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایوان میں بھی ہوں گے ' اسی طرح ہر جگہ ہوتے ہیں۔ لیکن محکمہ پولیس میں بھی جو لوگ اچھے ہیں۔ ہمیں ایک لاٹھی سے ہر ایک کو نہیں ہانکنا چاہیے۔ اس طرح سے مجموعی طور پر ادارے discourage ہوتے ہیں۔ ان کو بھی encourage کرنا چاہیے۔

جناب والا! میں اس کے بعد دیہات میں بجلی کی فراہمی کے متعلق بات کرتا ہوں۔ جب پی ڈی ایف کی حکومت بنی تو میرے حلقے کے 185 دیہات میں سے 92 دیہات بجلی کی نعمت سے محروم تھے ۔ لیکن وزیر اعظم پاکستان محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انھوں نے اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے اپنی کمال شفقت سے توجہ دی اور اس سال کے آخر تک انشاء اللہ میرے حلقے کا کوئی گاؤں ایسا نہیں ہو گا جو بجلی سے محروم ہو۔ جناب والا! بات کو ذرا تصور میں لائیں کہ قیام پاکستان سے لے کر آج تک ایسے لوگ بھی ہیں جو بجلی کے پنکھے کی ہوا سے محروم ہیں۔ آج یہاں قیامت برپا ہو جاتی ہے اگر بجلی ایک گھنٹے کے لیے بند ہو جائے۔ اخباروں میں آ جاتا ہے ' ایوانوں میں شور مچ جاتا ہے۔ کسی میرے بھائی نے ان لوگوں کا بھی احساس کیا۔ کیا ان لوگوں کا حق نہیں ہے۔ کیا پاکستان بنانے میں ان لوگوں نے قربانیاں نہیں دیں۔ کیا قانون قدرت ہے کہ وہ ہمیشہ اس سے محروم رہیں گے۔ وہ لوگ جو بجلی سے محروم ہیں تعلیم سے محروم ہیں ' صحت کی بنیادی سہولتوں سے

محروم ہیں۔ ان کے لیے کس دور میں غور کیا گیا۔ ان تمام باتوں کو ہمیں دیکھنا ہو گا۔ جو تعمیر وطن پروگرام دیا گیا ہے اس میں بیشمار ایسی باتیں ہیں ۔ اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ جس رفتار سے دیہات میں ترقی ہو رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہ دیہات بھی انہیں تمام سہولتوں سے بہرہ ور ہوں گے جو کہ شہروں میں موجود ہیں اور اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ جو وال چاکنگ کا بل پیش کیا گیا اس کے بہت ہی اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اڑھائی لاکھ خاندانوں کو مالکانہ حقوق دیے گئے ۔ اور پھر اسی وقت انتقالات کی فرد اور جمع بندی ان کو دی گئی اور اسی طرح حکومت پنجاب کا یہ فیصلہ کہ 25 ہزار دیہات میں وہ لوگ جو قیام پاکستان سے لے کر آج تک بستے تھے ان کو یہ نہیں پتہ تھا کہ کل کو ان پر 32 اور 34 لاگو ہو جاتی ہے۔ آج وہ لوگ اس کے مالکانہ حقوق لے رہے ہیں۔ یقینی طور پر یہ ایک بہت اچھا اقدام ہے۔میرے کچھ دوستوں نے میرٹ پر بھرتی کی بات کی ۔ جناب والا! میرٹ پر میں تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے حلقے میں ایک صوبائی وزیر تھے انھوں نے عمر میں سو سال کی relaxation دی۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی، جناب والا! آپ نے دیکھا کہ یکھو اڑ گئے نیں۔ کوئی وزیر نہیں اے۔

جناب سپیکر ، سب آپ کی خاطر بیٹھے ہوئے تھے ۔ آپ کو اس بات پہ فخر ہونا چاہیے ۔

جناب محمود اختر گھمن، جناب والا! میں میرٹ کی بات کر رہا تھا۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حکومت نے فیصلہ کیا کہ بھرتیاں میرٹ پر ہوں گی۔ میرے کچھ ساتھیوں نے ادھر سے بات کی۔ اگر پرانے دور کے میرٹ کو سامنے رکھیں تو شرم آتی ہے کہ میرٹ کیا تھا ۔ یقینی طور پر میں آپ کو مثالیں دیتا ہوں اگر وہ غلط ہوں تو اس ایوان کی جو بھی سزا ہو مجھے منظور ہو گی ۔ جناب والا! کبھی یہ بھی ہوا ہے ۔ ان کے ایک صوبائی وزیر اپنے گھر کے سامنے سرکار کے اخراجات پر ایک چھوٹا سا بنگلہ تعمیر کروا لیتے ہیں ۔ میں یہ باتیں on the floor of the House کرتا ہوں اور چیلنج بھی کرتا ہوں۔ یہ کس میرٹ کی بات کرتے ہیں ۔ یہ لوگ کہاں خاموش تھے ۔ اور اس کو ڈیرے میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ جب ہمارا وقت آیا ہے تو ہم نے سرکار کی پراپرٹی سرکار کو دی ہے ۔ یہ دو کنال کے قطعہ زمین پر قبضہ کر لیتے ہیں جس کی مالیت ایک کروڑ روپیہ ہے ۔ اور وزیر مال حکم لکھتے ہیں کہ 1988ء سے اس کی خسرہ گرداوری وزیر موصوف کے نام پہ کی جائے۔ 1992ء میں حکم کرتے ہیں۔ یہ کیا کیا کرتے رہے ہیں؟ جناب والا ' اگر حکومتی بنچوں میں سے کوئی وزیر یا وزیر اعلیٰ ایسا کرے گا تو ہم یقینی طور پر

اس کی تائید نہیں کریں گے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ کون کیا کر رہا ہے ۔ ہم پر یہ فرض ہے ۔ میں آخر میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں سے التجا کرتا ہوں کہ پنجاب اور اس ملک کی بہتری کے لیے حکومت کی جو مثبت اور اچھی باتیں ہیں ان کے لیے ان کو کم از کم ساتھ دینا چاہیے ۔ جو حکومت کی باتیں اچھی نہیں ہیں اس پہ تنقید کریں اگر وہ مجھے convince کر لیں گے تو ہم بھی اس کی مخالفت کریں گے۔ لیکن جو اچھی باتیں ہیں کم از کم ان کی تو تائید کریں۔ آخر میں میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر ، اب میں جناب ارشد عمران سلہری صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود ، ابھی ابھی انعام اللہ نیازی صاحب نے آپ کی توجہ وزرائے کرام اور مشیران حکومت کی طرف مبذول کرائی تھی۔ میں مسلسل اجلاس میں آ رہا ہوں لیکن میں نے خصوصی طور پر سید ناظم حسین شاہ صاحب' جناب ریاض فتیانہ صاحب' جناب نوابزادہ منصور علی خاں اور عزت مآب جناب اقبال ٹکا صاحب کو اپنی آنکھوں سے اس اجلاس میں نہیں دیکھا۔ جناب سپیکر! یہ بجٹ پنجاب کے 8 کروڑ عوام کی زندگیوں کی بود و باش سے تعلق رکھتا ہے ۔ آنے والے وقت میں اسی بجٹ پر عمل درآمد ہو گا اور پنجاب کی حکومت چلے گی اور یہ وزراء کرام جن کو بڑی بڑی کوٹھیاں ملی ہوئی ہیں ' بڑی بڑی کاروں پر چڑھے ہوئے ہیں ' ان کے دفتر ایئر کنڈیشن ہیں ' ان کو بے پناہ مراعات حاصل ہیں اور ان مراعات پر لاکھوں روپے ماہانہ خرچ آتا ہے لیکن یہ عوام کے نمائندوں کی باتیں سننے کے لیے یہاں پر تشریف نہیں لاتے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ آپ سے چھٹی لے کر گئے ہیں ؟ کیا انھوں نے باقاعدہ کوئی درخواست دی ہوئی ہے ؟ آج چھٹا روز ہے اور یہ اس ہاؤس میں نہیں آ رہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس ہاؤس کے معزز اراکین کی توہین کر رہے ہیں اس لیے میری آپ سے درخواست ہے کہ ان کو یہاں پر حاضری کا پابند کیا جائے تا کہ وہ فاضل اراکین اپوزیشن اور حزب اقتدار سے تعلق رکھنے والے ہمارے بھائیوں کی باتیں سنیں تا کہ اس بجٹ میں جو کوتاہیاں ہیں' اس بجٹ میں جو کمی ہے اس کو پورا کیا جا سکے۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بات کو بہت سے اراکین محسوس کرتے ہیں کہ بجٹ کے سلسلے میں ان کی تجاویز سننے کے لیے حکومت کے معزز اور ذمہ دار اراکین ایوان میں تشریف رکھیں ۔ اسی طرح محکموں سے تعلق رکھنے والے معزز آفیسر صاحبان بھی تشریف رکھیں لیکن ہم کسی کو اس طرح پابند نہیں کر سکتے ۔ کہہ ہی سکتے ہیں۔ سب کا فرض ہے کہ ایوان کو زیادہ معتبر بنانے

کے لیے اس میں ان کی حاضری اپنی طرف سے زیادہ لازمی ہونی چاہیے ۔ بہرحال یہ بات بار بار تاکید کے ساتھ کہی جاتی ہے اور معزز اراکین کابینہ یہاں تشریف رکھتے ہیں یقیناً اراکین اسمبلی کے جذبات اور خیالات کو وہ اپنی کابینہ میں پیش کریں گے اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے وزیراعلیٰ قائد ایوان جو خود 8 سال تک اس اسمبلی کی اسی کرسی پر تشریف رکھتے رہے ہیں جہاں سے اس وقت میں خطاب کر رہا ہوں۔ یقیناً ان کی بھی یہ خواہش اور کوشش ہو گی کہ ان کے ساتھی اور دوست زیادہ سے زیادہ اسمبلی میں موجود رہیں۔ جہاں تک ان کا اپنا تعلق ہے میں اکثر دیکھتا ہوں وہ اسمبلی کو بہت وقت دیتے ہیں۔ اکثر اسمبلی میں تشریف رکھتے ہیں ۔ بات سنتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ محترم افضل سندھو صاحب ' عارف نکئی صاحب ' عبد الرحمٰن کھر صاحب ' شاہنواز چیمہ صاحب جو کہ کابینہ کے اراکین ہیں آپ ان کے جذبات ' خیالات اور خواہشات کو کابینہ میں ضرور پیش کریں گے ۔ اب میں دعوت خطاب ارشد عمران سہری صاحب کو دیتا ہوں ۔

جناب ارشد عمران سہری ، شکریہ۔ جناب سپیکر! کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کے لیے موقع دیا ہے ۔ جناب سپیکر! جیسا کہ ابھی آپ فرما رہے تھے کہ وزراء صاحبان کو یہاں پر حاضر ہونا چاہیے' آپ بار بار کہتے رہتے ہیں ۔ جناب والا! دراصل بات یہ ہے کہ بجٹ بنانے کے لیے وزراء صاحبان کو شامل نہیں کیا گیا ہے ۔ بجٹ تو بیوروکریسی بناتی ہے ۔ جیساکہ وصی ظفر صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ یہ بیوروکریسی کا بجٹ ہے اور انگوٹھا لگوانے کے لیے یہاں ہمارے پاس بھیج دیا گیا ہے ۔ تو اصل بات یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وزراء صاحبان کو شاید اس میں شامل ہی نہیں کیا جاتا یا ان کے پاس ایسی کوئی رائے نہیں ہے کہ وہ بجٹ بنانے کے لیے پنجاب کے لیے کوئی تجاویز دے سکیں ۔ اور اسی لیے وہ ایوان کے اندر حاضر نہیں ہوتے ۔

جناب سپیکر ! بجٹ کسی بھی قوم اور ملک کے مستقبل کے لیے انتہائی اہمیت رکھتا ہے ۔ ذمہ دار اور محب وطن حکومتیں بجٹ بناتے وقت اپنے ماضی کا معاشی احتساب کرتی ہیں اور مستقبل کے لیے ایسی منصوبہ بندی کرتی ہیں کہ مستقبل میں قومی معیشت مضبوط ہو اور دوسری طرف اپنی سابقہ غلطیوں اور کوتاہیوں کو نہ دہرائیں تاکہ ملک کے اندر خوش حالی آئے اور عوام امن و سکون کے ساتھ خوش حالی کی زندگی بسر کر سکے۔ جناب سپیکر! ہمارے صوبہ پنجاب بلکہ پاکستان کے اندر جب بھی بجٹ آتا ہے تو بجٹ آنے سے کم از کم تین تین 4 چار ماہ پہلے عوام کے ذہنوں کے اندر ایک انتشار سا پیدا ہو جاتا ہے۔

ایسے لگتا ہے کہ جب جون کا مہینہ آئے گا تو عوام کے اوپر نہ جانے کون سا عذاب نازل ہو جائے گا۔ جناب سپیکر! یہ حقیقت ہے کہ عوام پریشان ہوتے ہیں اور ہوتا بھی یہی ہے کہ کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس بجٹ کے اندر مزید کتنے ٹیکس لگیں گے۔ جناب والا! چونکہ 47 سال سے ٹیکس لگتے آ رہے ہیں معلوم نہیں اس سال کتنے ٹیکس مزید لگ جائیں گے ' ملک کے اندر افراط زر میں مزید کتنا اضافہ ہو جائے گا؟ عوام اس وجہ سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ نہ جانے اس بجٹ کے بعد مہنگائی اور کہاں تک پہنچ جائے گی۔

جناب سپیکر! میں اب بجٹ کے خدوخال پر بات کرتا ہوں۔ بیورو کریسی نے اپنے fictitious figures دے کر جو بجٹ ہمارے پاس بھیجا ہے اس پر بات کروں گا۔ میں خوش آمدید کہتا ہوں کہ وزیر خزانہ صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔ اور جو بجٹ انھوں نے پیش کیا ہے اس میں ہم جن چیزوں کی نشان دہی کریں اسے وہ نوٹ کریں گے۔ جناب سپیکر! وزیر خزانہ صاحب نے اپنی بجٹ تقریر کے اندر وفاقی محاصل کی بات کی ہے کہ صوبہ پنجاب کو 54 ارب 5 کروڑ روپے ملے ہیں اور پھر آگے لکھا گیا ہے کہ 60 ارب 86 کروڑ دینے کا وفاقی حکومت نے وعدہ کیا ہے۔ جناب والا! white paper کے budget in brief میں آپ دیکھیں اس میں جو مد لکھی گئی ہے ' جو رقم ہمیں موصول ہوئی ہے وہ 59 بلین 30 کروڑ 39 لاکھ ہے۔ جناب سپیکر! ٹوٹل وفاقی محاصل جو ہیں وہ 112 بلین ہیں اس میں سے یہ 59 ارب جو ہمیں ملے ہیں میں جناب وزیر خزانہ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ ہمیں کس پیمانے سے ' کس ratio کے حساب سے ملے ہیں؟ اگر 1981ء کی مردم شماری کے پیمانے کو لیا جائے تو 57.88 صوبہ پنجاب کی ratio بنتی ہے۔ 112 بلین میں سے 64 بلین پنجاب کا حصہ بنتا ہے۔ فنانس کمیشن ایوارڈ 1990ء نے 59 ارب 30 کروڑ روپے کی جو رقم ہمیں دی ہے اگر آبادی کو بنیاد بنایا ہے تو پھر فنانس کمیشن ہمیں آبادی کے حساب سے حصہ کیوں نہیں دیتا؟ جناب سپیکر! جب One Unit تھا اس وقت صوبہ پنجاب مرکز کو 60 فی صد آمدن دیتا تھا اور ہمارے دوسرے تینوں صوبے 40 فی صد محاصل مرکز کو دیتے تھے۔ اس وقت پنجاب کو مرکز سے 15 سے 20 فی صد حصہ ملتا تھا۔ جب One Unit تھا تو اس وقت بھی دس سال تک پنجاب کو اس کا حق نہیں ملا اور جب One Unit ٹوٹتا ہے تو اس کے بعد بھی آج تک پنجاب کے ساتھ یہ زیادتی ہوتی آ رہی ہے۔ آج بھی پنجاب کو اس کا جو اصل حق ہے وہ نہیں مل رہا۔ یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ تمام taxes مرکز کے پاس ہیں۔ ان میں

سیلز ٹیکس ، انکم ٹیکس ، ایکسائز ٹیکس ہیں۔ جناب سپیکر ! یہ اس وقت آپ کے اوپر بھی لاگو ہیں' میرے اوپر بھی لاگو ہیں اور پنجاب کے ایک نومولود بچے سے لے کر ایک بزرگ تک یہ ٹیکس ڈائریکٹ لاگو ہے۔ بالواسطہ طور پر پنجاب کا ہر شہری یہ ٹیکس دے رہا ہے ۔ جب کہ صوبہ کے پاس صرف لینڈ ریونیو پراپرٹی ٹیکس اور موٹر وہیکل ٹیکس ہے جو کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جناب سپیکر! انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ مرکز صوبوں کو مردم شماری کے حساب سے قابل تقسیم ٹیکس واپس کرے۔ جناب والا! یہ مرکز کا ہمارے اوپر احسان نہیں ہے ۔ یہ ہمارا حصہ ہے ۔ یہ ہمارا حق ہے۔ یہ پیسہ ہماری عوام کی جیبوں سے جاتا ہے جو مرکز صوبوں میں تقسیم کرتا ہے لیکن اس کے اندر صوبہ پنجاب کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے تو میں جناب وزیر خزانہ صاحب سے یہ کہوں گا کہ آپ نے جہاں یہ لکھا ہے کہ ہمیں 6 ارب' 81 کروڑ روپیہ مرکز کی طرف سے زائد مل رہا ہے تو جناب والا! میں اس کو نہیں مانتا ۔ یہ حقائق پر مبنی نہیں ہے ۔ ہمارا حصہ تو ابھی بھی 4 billion کم ہے ۔آپ 59 لے کر آ رہے ہیں ہمارا حق تو 64 billion بنتا ہے ۔ جناب سپیکر ' اس کے بعد میں آپ کی اجازت سے بجٹ کی آمدن کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وائٹ پیپر کے صفحہ (b) پر دیکھیں کہ جیسے میں نے شروع میں کہا کہ بیوروکریسی fictitious figures دے کر بجٹ کو فاضل دکھانے کے لیے ہر سال ایسا کرتی ہے میں اس کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔جناب والا! Revenue Budget (Provincial Tax Receipts) ہیڈ ہے۔ اس میں 95-1994ء کے بجٹ میں 612 کروڑ 96 لاکھ روپے رکھے گئے لیکن Revised 1994-95 میں 539 کروڑ '73 لاکھ روپے ٹیکس وصول ہوئے۔ اس میں 73 کروڑ ' 23 لاکھ روپے کم آمدنی ہوئی ہے۔ یعنی کہ 612 کروڑ '96 لاکھ میں سے یہ 73 کروڑ وصول نہیں کر سکے اور پھر آئندہ اس بجٹ میں اس رقم کو 587.81 کروڑ کر دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! آپ پچھلے سال کی تو وصول نہیں کر سکے اس میں 73 کروڑ کی short-fall ہے تو اب فرشتے آ کر اس 587 کروڑ کو وصول کریں گے ۔ جناب والا! یہ fictitious figures ہیں۔ اس کے علاوہ Receipts From Civil Administration and other functions ہے ۔ اس میں General Administration ہیڈ ہے۔ جناب والا! اس میں 95-1994ء میں 14 14 کروڑ رکھے گئے revised میں انھوں نے 13.60 actual , crore وصولی کی اس میں 50 لاکھ کی کمی ہے ۔ جناب والا! یہ 14 کروڑ تو وصول نہیں کر سکے لیکن اس بجٹ میں اس کو 21 کروڑ تک بڑھا دیا گیا۔ جناب سپیکر کیوں ؟ میں وجہ پوچھتا ہوں

جناب وزیر خزانہ اس کی وضاحت کریں گے کہ یہ 14 کروڑ تو وصول نہیں کر سکے تو اب یہ 21.67 کروڑ کیسے وصول کریں گے ۔ جناب والا! اس کے علاوہ Community Services کے اندر 55 کروڑ ' 66 لاکھ رکھے گئے اس میں 46 کروڑ وصول کیے ۔ 8.99 کم وصول کیے تو اب انھوں نے 96-1995ء کے بجٹ میں 55 کروڑ سے بڑھا کر 60 کروڑ کر دیا بلکہ اس کو 61 کروڑ کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! یہ targets رکھے گئے ہیں ۔ جناب والا ' ایڈمنسٹریشن ٹھنڈے کمروں کے اندر بیٹھ کر غریب عوام کا خون چوس رہی ہے۔ میں اس کی کارکردگی کا اندازہ آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ جناب والا! اس کے بعد ریونیو کی مد سوشل سروسز میں 95-1994ء کے بجٹ میں 109 کروڑ ' 16 لاکھ رکھے پورے سال کے اندر 77 کروڑ ' 31 لاکھ وصول کیے۔ جناب والا! اس میں 31 کروڑ ' 85 لاکھ کی short-fall ہے ۔ انتظامیہ یہ وصول نہیں کر سکی جبکہ 96-1995ء کے بجٹ میں جو 109 وصول نہیں کر سکی اس میں 217 کروڑ 65 لاکھ روپے کی fictitious figures رکھ دی گئی ہیں۔ جناب والا! یہ 217 کروڑ کون وصول کرے گا؟ جو افسران 109 وصول نہیں کر سکے وہ 217 کہاں سے وصول کریں گے مجھے قائل کیجیے۔ جناب والا! 96-1995ء کے بجٹ کو صرف سرپلس بنانے کے لیے بیورو کریسی نے یہ fictitious figures رکھے ہیں۔ جناب والا! آمدن کی مدات میں جو رقم فراہم کی گئی ہے میں یہ کہوں گا کہ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ fictitious figures ہیں جو اس وقت تو فاضل بجٹ بنانے کے لیے زائد فراہم کی گئی ہے لیکن بعد میں انھیں revise کر کے targets کم کر دیے جاتے ہیں ۔ جناب سپیکر! اس کے بعد Current Capital Budget General Capital Receipts کا ہیڈ ہے ۔ اس میں Recoveries of Loans and Advances ہے اس میں 95-1994ء میں 59 کروڑ ' 32 لاکھ روپے رکھے گئے 17.69 وصول کیے ۔ جناب والا! اس میں 41.63 کی short-fall ہے اور پھر اس بجٹ کے اندر 59 سے بڑھا کر 74 کروڑ ' 76 لاکھ رکھ دیا ہے۔ جناب والا! جنھوں نے 59 وصول نہیں کیا اس میں بھی 17 کروڑ کی short-fall ہے تو اب یہ 74 کروڑ کیسے وصول کریں گے۔ جناب والا! میں یہاں پر ایک بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر بیورو کریسی جو فارمولا استعمال کرتی ہے جو سابقہ بجٹ 95-1994ء میں بچتیں تھیں اس رقم کو فارمولا بناتے ہیں۔ یہاں پر جو actual revised ہے اس کو فارمولا نہیں بناتے۔ جناب والا! اس کے بعد میں ریونیو خرچ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر ، ضرور دلائیے لیکن آپ کا وقت تقریباً پورا ہو گیا ہے۔ wind up بھی کیجیے۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب والا! میں figures سے باہر نہیں جاؤں گا۔ بجٹ سے باہر نہیں جاؤں گا۔ آپ کی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر ، بجٹ سے باہر بھی نہ جائیے اور وقت سے بھی باہر نہ جائیے۔

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! اس کے بعد Estimates of Charge Expenditures & Demands for Grants میں Development Revenue Expenditure ہے۔ 1994-95ء کے بجٹ میں اریگیشن اینڈ ورکس کی مد میں 20 کروڑ رکھے۔ revised میں 12 کروڑ خرچ ہوئے۔جناب والا! اس میں 8 کروڑ کی short-fall ہے اس میں بچت کر دی گئی جو کہ عوام کی فلاح و بہبود کے اوپر سکیمیں تھیں ان پر جو خرچ ہونا تھا وہ 20 میں سے 12 خرچ کیا 8 کروڑ کی short-fall ہوئی۔ جناب سپیکر! یہاں 1995-96ء کے بجٹ میں اس مد میں 15 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! ابھی میں نے بات کی کہ یہاں پر بجٹ بنانے کا جو بیورو کریسی کا فارمولا ہے۔ جو سکیمیں عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ ہوتی ہیں ان کے پیسے کا یہ فارمولا ہے کہ یہاں revised میں 12 کروڑ خرچ ہوا اس کو مد نظر رکھتے ہوئے 15 کروڑ کر دیا جب کہ 1994-95ء میں 20 کروڑ روپے رکھا گیا تھا۔ جناب سپیکر! اسی طرح ٹاؤن ڈویلپمنٹ میں 21 لاکھ روپے رکھے گئے تھے 10.50 لاکھ روپے خرچ ہوئے اور اس میں 10.50 لاکھ کی بچت ظاہر کی اور اس بجٹ میں 21 لاکھ روپے رکھے گئے کوئی اضافہ نہیں ہے۔ جناب والا! Roads and Bridges کے اندر 30 کروڑ رکھے اور 14.80 خرچ کیے اور اس کے اندر 15.20 بچت ہوئی اور اس بجٹ کے اندر 30 کروڑ رکھا ہے۔ اسی طرح گورنمنٹ بلڈنگز کی مد میں 2 کروڑ ' 27 لاکھ رکھے گئے۔ ایک کروڑ 13 لاکھ خرچ ہوئے اور اس میں ایک کروڑ 13 لاکھ short-fall ہے۔ اور اس بجٹ کے اندر ۲ کروڑ ۲۷ لاکھ وہی رکھے ہیں۔ جناب سپیکر ترقیاتی گرانٹ سے ۳۴ کروڑ ۳۳ لاکھ کی بچت ہوئی۔ جناب سپیکر! یہ اس طرح ہے کہ بیورو کریسی کے محکمے ۹ ماہ سوئے رہتے ہیں عوام کی فلاح وبہبود کی جو سکیمیں ہیں وہ وقت پر شروع نہیں کرتے لہذا وہ مکمل نہیں ہوتیں اور پھر بجٹ کے آخری دنوں میں سال کے آخری دنوں میں یک دم وہ سکیمیں شروع کر دیتے ہیں اور میں یہاں پر یہ بھی کہوں گا کہ یہ ۳۴ کروڑ ۳۳ لاکھ روپے کی ہماری ڈویلپمنٹ کی سکیموں کی بچت کی ہے یہ بیوروکریسی نے غیر ترقیاتی اخراجات پر خرچ کرنے کے لیے بچت کی ہے۔ اس کی مثال میں آپ کو ضمنی بجٹ کے صفحہ نمبر ۱۵۲ پر دکھانا چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! اس میں ڈیمانڈ نمبر ۲۶ ہے اور صفحہ نمبر ۱۵۲ پر مد نمبر ایک سے لے کر

یہ تقریباً ۶۵ تک بنتی ہیں۔ جناب سپیکر! اس میں آپ نوٹ کر سکتے ہیں کہ ہماری سکیموں کا روپیہ نکال کر انتظامیہ نے اپنی عیاشیوں کے لیے گاڑیوں کی خرید و فروخت کی۔ کاروں کی خرید و فروخت ہے، پارلیمانی سیکرٹریوں کے لیے جناب سپیکر کاریں اور گاڑیاں خریدی گئیں۔ جناب والا! یہ پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ساتھ بہت زیادتی ہے کہ ترقیاتی سکیموں کا پیسہ بچا کر انتظامیہ اپنے شاہی اخراجات کے لیے اور غیر ترقیاتی اخراجات کی مد میں خرچ کرتی ہے۔جناب والا! یہ صوبہ پنجاب کے عوام کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! میں نے اپنی بجٹ تقریر ابھی شروع کی ہے جس میں آمدن خرچ اور بجٹ میں طبع شدہ fictitious figures کو میں نے ثابت کیا ہے اور جناب سپیکر اس وقت میں اپنے تیسرے نکتے کی طرف جو وزیر خزانہ محترم مخدوم الطاف صاحب نے اپنی بجٹ تقریر میں کہا ہے اور بجٹ کو فاضل قرار دیا ہے۔ جناب سپیکر! وائٹ پیپر کے صفحہ نمبر (سی) پر ۲۵۰ کروڑ روپے کا فاضل بجٹ ظاہر کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ اسی صفحہ پر operational short fall ۳۳۲ کروڑ روپے کی ظاہر کی گئی ہے cut on resources 7.5 فیصد ہے۔ جناب سپیکر! اگر آپریشنل شارٹ فال اور cut on resources کو جمع کیا جائے تو یہ رقم ۳ سو ۳۲ کروڑ روپے بنتی ہے اس وقت ہمارے پاس ٹوٹل resources جو ہیں جو کہ اس وائٹ پیپر میں شامل ہیں 1016.30 کروڑ اور actual resources جو ہیں اگر اس میں ٹوٹل جناب سپیکر! یہ گھنٹی آپ کی طرف سے ہوئی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، میرے پاس آپ کی تقریر شروع ہونے کا وقت لکھا ہوا ہے ------

جناب ارشد عمران سلہری ، جناب سپیکر! میں بات کر رہا تھا کہ ٹوٹل resources جو ہیں ۱۰ سو سولہ اعشاریہ ۳۰ کروڑ اور actual resources جو ہیں اس میں سے یہ 222.70 کروڑ ، آپریشنل شارٹ فال اور plus resources cut ۷ اعشاریہ ۵ جو کہ ۱۰۱ اعشاریہ ۲۵ کروڑ بنتی ہے اس کو منہا کر دیں تو ہمارے پاس ۶۸۲ اعشاریہ ۶۰ کروڑ روپے بنتے ہیں۔ جناب سپیکر! ایک طرف تو ۲۵۰ کروڑ روپے کا فاضل بجٹ ظاہر کر رہے ہیں، درحقیقت یہ بجٹ ۱۱۲ کروڑ روپے کا deficit بجٹ ہے۔

جناب سپیکر! short fall کا مطلب بھی deficit ہے لیکن اس بجٹ کے اندر اسے

deficit کی بجائے short fall کہا گیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ دھوکہ ہے۔ جناب سپیکر! یہ عوام کے ساتھ jugglary نہیں تو اور کیا ہے؟ جناب والا! بجٹ کو مثبت دکھانے کے لیے resources پر ۷ اعشاریہ ۵ فیصد کٹ اور غیر ترقیاتی فنڈ کے اوپر ۵ فیصد کٹ لگا کر یہاں پر cut کی نئی اختراع کو شامل کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! ایک غیر موجود رقم کو جو کہ موجود ہی نہیں اس کو آپ کیسے شامل کر سکتے ہیں اور اس کو شارٹ فال کا نام دے کر عوام کو سراسر دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ جناب سپیکر! یہ اسی طرح ہے کہ اگر میں آپ کو ایک ہزار روپیہ ۷ اعشاریہ ۵ فیصد کٹ لگا کر دوں تو کہنے کو تو میں وہ آپ کو ہزار روپیہ دے رہا ہوں لیکن گنے گی وہ رقم آپ کو ۹۵۰ روپے تو پھر آپ کیوں نہیں کہتے کہ میں آپ کو ۵۰ روپے دے رہا ہوں۔ جناب سپیکر! ہمارا یہ جو بجٹ ہے یہ باٹا کے جوتوں کے ریٹ کی طرح ہے کہ جس طرح ایک جوتے کی قیمت ۱۱۶ اعشاریہ ۹۵ پیسے ہے، عوام جو ہیں اعشاریہ کے چکر میں پڑے رہیں لیکن وہ وصول آپ سے ۱۷ روپے کر رہے ہیں ....

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں سلہری صاحب اب آپ اپنی تقریر کو wind up کیجیے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! اس کے بعد میں ابھی غیر ترقیاتی بجٹ پر بھی بات کرنا چاہوں گا۔ جناب سپیکر بجٹ ایک ایسی دستاویز ہے جو کہ قوم کی امانت ہے اور اس کو transparent ہونا چاہیے۔ جناب سپیکر اس میں جو باتیں میں نے کہی ہیں میرا مقصد تنقید برائے تنقید ہر گز نہیں ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ حکومت حقیقت پسندی سے کام لے اور عوام کو دھوکہ نہ دے۔ جناب سپیکر! میں غیر ترقیاتی اخراجات پر بات کرنا چاہوں گا۔ کسی اچھی حکومت کی پہچان یہ ہوتی ہے وہ ترقیاتی اخراجات بجٹ کے اندر زیادہ رکھتی ہے اور غیر ترقیاتی اخراجات جو ہیں وہ کم رکھتی ہے لیکن موجودہ حکومت نے اس بجٹ کے اندر اس ریکارڈ کو توڑ دیا ہے کہ ۸ فیصد غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافہ کیا ہے۔ جناب سپیکر! کمال کی بات ہے کہ این ایف سی کی پابندی کے باوجود آپ غیر ترقیاتی اخراجات کے اوپر ۱۴ فیصد سے زیادہ اس کے اندر اضافہ نہیں کر سکتے۔ جناب سپیکر این ایف سی کے رہنما اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے عوام کے اوپر ٹیکس بڑھا کر غیر ترقیاتی اخراجات میں ۱۸ فیصد اضافہ کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر آپ کی توجہ .....

جناب ڈپٹی سپیکر، سلہری صاحب اب آپ کیسے بس ہونگے۔ کیونکہ میں تین دفعہ گھنٹی بجا چکا ہوں آپ کے وقت سے دس منٹ زیادہ ہو گئے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر فاضل دوست یہاں پر پندرہ بیس منٹ تک اپنی بات کرتے رہے ہیں ...

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ میری بات سنیں ۔ دیکھیں اس وقت دو گھنٹے ہو گئے ہیں اور آپ تیسرے مقرر ہیں اور ایک حزب اقتدار کی طرف سے بولے ہیں یعنی چار فاضل اراکین نے بات کی ہے دو گھنٹے گزر گئے ہیں۔ میرے پاس جو لسٹ ہے اس میں آٹھ مقرر آپ کی طرف سے ہیں اور چار ادھر سے ہیں اس طرح ٹوٹل بارہ پڑے ہیں اور ابھی چوتھے سپیکر ہیں جو بات کر رہے ہیں۔ اس طرح سے تو پھر بات بنے گی نہیں اور دن بھی تھوڑے ہیں دو دن اور رہ گئے ہیں اور بہت سے فاضل اراکین ابھی باقی ہیں۔ اس لیے میرے خیال میں اب آپ مہربانی کریں کیونکہ آپ کے تعاون سے ہی یہ ہاؤس احسن طریقے سے چل سکتا ہے ۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر! اس میں آپ کی مہربانی ہے۔ آپ ابھی تشریف لائے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میرے خیال میں اب میں آگے نام پکارتا ہوں ------

جناب ارشد عمران سلہری : جناب والا! میں wind up کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : wind up کا تو یہ مطلب نہیں راے صاحب نے بھی آپ کی تقریر میں گھنٹی بجائی تھی میں اپنے کمرے میں سن رہا تھا۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر! جتنا وقت ہم نے آپس میں بحث ومباحثہ میں خرچ کرنا ہے اتنے وقت میں مجھے بات کر لینے دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں نہیں۔ لالہ مہر لال بھیل۔ (تشریف نہیں رکھتے) پیر عباس محی الدین!

جناب وزیر خزانہ (مخدوم الطاف احمد) : جناب والا! سلہری صاحب نے جو باتیں کی ہیں ان کی باتوں کا جواب میں اس وقت دوں گا جب اس بجٹ کی discussion کو sum up کروں گا۔ بہرحال میں انہیں شاباش دینا چاہتا ہوں کہ انہوں نے واقعی ادھر ادھر کی باتوں سے ہٹ کر بجٹ پر تیاری کی ہے۔ اور انہوں نے بجٹ کو ہی موضوع بنایا ہے۔ اس کے لیے وہ واقعی شاباش کے مستحق ہیں اور میں ان کو سلام بھی پیش کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر : اور میں بھی ان کو مبارک باد دیتا ہوں۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میں آپ کا اور وزیر خزانہ کا اور اپنے ہاؤس کے تمام اراکین کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میری تقریر کو انہوں نے سنا اور appreciate کیا۔ شکریہ جناب والا!

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی۔

جناب ایس اے حمید، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب ایس اے حمید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! ایک نہایت ہی اہم قرار داد مالاکنڈ ڈویژن کے بارے میں ہے۔ جو کہ میں نے آج یہاں پر جمع کروائی ہے جس پر جناب والا! 30 ممبران اسمبلی کے دستخط ہیں۔ میری یہ استدعا ہے کہ میری اس قرار داد کو out of turn لے کر رولز کو suspend کرکے لیا جائے۔ چونکہ جناب والا مالاکنڈ ڈویژن میں نفاذ شریعت کے معاملے پر ----

جناب ڈپٹی سپیکر، بات ہو گئی۔ جی لاء منسٹر صاحب اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! یہ بجٹ پر بحث شروع ہے اور بجٹ پر بحث کے دوران قطعی طور پر کوئی دوسرا بزنس نہیں لیا جاسکتا۔ نہ روایت رہی ہے نہ رولز اجازت دیتے ہیں۔ اور پھر out of turn ریزولیوشن لینے کے لیے بھی یہ جو رول 202 کے تحت تحریک move کرنا چاہتے ہیں۔ ایس اے حمید صاحب نے یہی کہا ہے کہ یہ اسمبلی کے قواعد 202 کے تحت معطل کرکے قرار داد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ تو جناب والا! رول 202 بڑا واضح ہے کہ،

> Any member may, with the consent of the Speaker, move that any rule may be suspended and if the motion is carried the rule in question shall be suspended.

جناب والا! آپ کی consent کے بغیر 202 کے تحت بھی یہ تحریک move نہیں کی جاسکتی۔ اور پھر قرار داد پیش کرنے کے لیے اگر 202 کا سہارا اور آپ کی consent نہ ہو تو جناب والا رول 92 کے تحت نوٹس آف ریزولیوشن جو ہے اس کے بارے میں ہے کہ،

> A private member who wishes to move a resolution shall give

seven days' notice of his intention to do so and shall submit, together with the notice, a copy of the resolution which he intends to move.

جناب والا ! 92 کے تحت بھی seven days کا واضح نوٹس نہیں ہے۔ اس لیے میں اس بجٹ پر بحث کے دوران ایسی قرار داد جو کہ ہمارے صوبے سے متعلق بھی نہیں ہے ۔ اور دوسرے صوبے کے معاملات میں مداخلت کرنے کے لیے اس قسم کی قرار داد out of turn پیش کیے جانے کی میں مخالفت کرتا ہوں اور oppose کرتا ہوں کہ یہ مناسب روایت نہیں ہو گی۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شرقپوری صاحب یہ بھی ان کا پوائنٹ آف آرڈر تھا۔ ذرا ایک منٹ ' میں پھر آپ کو ٹائم دوں گا۔ آپ بیٹھیں۔ شرقپوری صاحب آدھے منٹ میں آپ بتائیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب والا! جہاں اسلام کی بات ہو ' نفاذ شریعت کی بات ہو ' چودھری فاروق صاحب جو لاء منسٹر ہیں۔ یہ لاء منسٹر ہیں یہاں اسمبلی کے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے لاء منسٹر نہیں ہیں ۔ اللہ کا قانون اور ہے یہاں قانون کی بات کرتے ہو رولز کی بات کرتے ہو۔ جہاں نفاذ شریعت کی بات ہو ' ہمارے ایمان کی کمزوری ہے' وہاں پر مسلمان شہید ہوئے ہیں یہ مسئلہ بڑا ہی اہم ہے ۔ رولز اجازت نہیں دیتے رولز اجازت نہیں دیتے ۔ رولز پھیری جا رہے ہیں کہ رولز اجازت نہیں دیتے۔ یہ نفاذ شریعت کی جو بات ہے یہاں کوئی رولز شولز نہیں ہوتے۔ اس کو آپ سنیں۔ اگر یہ کوئی دوسرے صوبے کی بات ہے کیا وہ ہندوستان کا صوبہ ہے ؟ وہ پاکستان کا ہی تو صوبہ ہے کچھ سوچیں ' کچھ عقل کو ٹھکانے کریں۔ کچھ سوچیں۔ لاء منسٹر تو بادام کھا کے آیا کریں۔ یہ ذہین تو بڑے ہیں لیکن کبھی کبھی عقل جواب دے جاتی ہے۔ بڑے سیانے ہیں بڑی محبت والے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ آپ کی بات ہوگئی۔ ایس اے حمید صاحب نے ایک قرار داد پیش کی ہے۔ انہوں نے استدعا کی ہے کہ رول 202 کو suspend کر دیا جائے۔ چونکہ رول 202 جو ہے وہ any member may with the consent of the Speaker۔ اب سپیکر کی consent ہو تو پھر ہاؤس سے پوچھا جاتا ہے۔ میں بھی اس بات کے حق میں ہوں کہ آج بجٹ پر بحث ہے کافی فاضل اراکین نے یہ بات کرنی ہے لہذا میں رول 202 کو suspend کرنے کی consent نہیں دیتا۔ اس لیے بجٹ

پر بحث کی کارروائی جاری رہے گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی کھوسہ صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں آپ کی اور وزیر قانون کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ بجٹ پر بحث کے ایام ہیں۔ لیکن جس قرار داد کو پیش کرنے کی اجازت چاہی گئی ہے وہ بھی ملکی اہمیت کی حامل ہے۔ اور ہم نے زیادہ سے زیادہ دو منٹ لینے ہوں گے۔ جہاں تقاریر کے دوران مداخلتوں میں کئی کئی منٹ گزر جاتے ہیں۔ تو برائے مہربانی آپ اپنی رولنگ پر نظر ثانی فرمائیں۔ یہ ملکی اہمیت کی حامل قرار داد ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کھوسہ صاحب! میں آپ کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ لیکن ایک پوائنٹ آف آرڈر پر بات آئی۔ میں نے ان کا مؤقف سنا' میں نے وزیر قانون کا مؤقف سنا' میں نے اپنی رولنگ بھی دے دی۔ اس کے بعد اب یہ مناسب بات نہیں ہے۔ میرے خیال میں اب بحث جاری رکھیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، آپ کی اس رولنگ کے خلاف ہم مجبوراً احتجاجاً علامتی واک آؤٹ کرتے ہیں۔ (اور اس مرحلہ پر اپوزیشن علامتی واک آؤٹ کر گئی۔)

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ اب پیر عباس محی الدین--- جی محی الدین صاحب تقریر جاری کریں۔

پیر عباس محی الدین، شکریہ۔ جناب والا! میں اپنے حلقے کے حوالے سے چند ایک گزارشات کرنا چاہوں گا۔ میرا حلقہ تحصیل جھنڈ اور پنڈی گھیب ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ نواز چیمہ صاحب اور طارق بشیر چیمہ صاحب' آپ دونوں تشریف لے جائیں اور ان کو یعنی اپوزیشن کو ہاؤس میں لائیں۔ یہ ہماری روایت ہے۔ علامتی واک آؤٹ ہے پھر بھی آپ دونوں بھائی چلے جائیں۔ یہ ایک اچھی روایت ہے۔ (اس مرحلہ پر شاہنواز چیمہ اور طارق بشیر چیمہ اپوزیشن کو منانے کے لیے ہاؤس سے باہر چلے گئے) جی-----

پیر عباس محی الدین، جناب والا! ضلع اٹک کی پسماندہ ترین تحصیل بلکہ صوبہ پنجاب کی پسماندہ ترین تحصیل جھنڈ اور پنڈی گھیب میں جو ترقیاتی کام اس بجٹ کے دوران ہوئے ہیں وہ اس حکومت سے پہلے کوئی حکومت نہیں کروا سکی۔ جناب والا! جھنڈ میں اور ضلع اٹک میں سڑکوں کے مسائل تھے'

بجلی ' واٹر سپلائی اور گیس کے مسائل تھے یہ وہ مسائل ہیں جو کہ پچھلے دو سالوں میں حل ہوئے ہیں۔ جناب والا! 1947ء تا 1993ء تک اتنے ترقیاتی کام نہیں ہوئے جتنے پچھلے دو سالوں میں ہوئے ہیں۔ جن میں بجلی ' سڑکیں ' واٹر سپلائی اورگیس شامل ہیں۔ اس کا پچھلے دو سالوں کا سارا کریڈٹ اس حکومت کو جاتا ہے جس میں اتنے کام کروائے گئے ہیں۔اس کے بعد ہمارا ایک اہم مسئلہ بے روزگاری کا تھا۔ اس حکومت میں بے روزگاری کے خاتمے کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں وہ بھی قابل تحسین ہیں۔ میں اپنے حلقے کے حوالے سے یہ کہوں گا کہ اس علاقے میں کوئی صنعت نہیں' انڈسٹری پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی اس لیے میرے حلقے میں بے روزگاری کا مسئلہ باقی علاقوں سے زیادہ ہے۔(اس مرحلہ پر اپوزیشن اپنا علامتی واک آؤٹ ختم کرکے ہاؤس میں واپس آگئی) (نعرہ ہائے تحسین) بے روزگاری کے خاتمے کے لیے جو اقدامات کیے گئے ہیں وہ بھی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے۔ لیکن میں ایک دو گزارشات ضرور کروں گا کہ پھوٹھوہار خاص طور پر ضلع اٹک ' ضلع چکوال اور ضلع جہلم ' پورے پاکستان کے نیشنل resources تیل ' گیس اور منرلز کے سب سے زیادہ پھوٹھوہار سے پائے جاتے ہیں۔سب سے زیادہ آئل کمپنیاں جو کہ تیل اور گیس explore کرنے میں لگی ہوئی ہیں اور دیگر معدنیات' وہ یا ضلع اٹک میں ہیں یا ضلع چکوال میں ہیں۔ لیکن مجھے یہ بات افسوس سے کہنی پڑتی ہے کہ ان natural resources کا ضلع اٹک اور چکوال کے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ جناب سپیکر! نہ تو وہاں ڈویلپمنٹ کے کام تیل کی رائلٹی سے ہوتے ہیں' نہ ہی ان تیل کمپنیوں میں بےروزگاری کے خاتمے کے لیے ملازمتیں دی جاتی ہیں۔ لیکن مجھے اس حکومت سے امید ہے کہ انشاء اللہ ہم جلد ہی اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ قدم ضرور اٹھائیں گے۔ جناب سپیکر! اس کے بعد میں یہ کہوں گا کہ بےروزگاری کا خاتمہ اس دور حکومت میں ہو رہا ہے۔ لیکن بےروزگاری ایسا مسئلہ ہے جو صرف ٹیچرز کی appointment سے ختم نہیں ہو سکتا۔ جناب سپیکر! جب تک ہم پوٹھوہار کے علاقے میں انڈسٹریز ڈویلپ نہیں کریں گے تب تک ہمارا یہ مسئلہ ختم نہیں ہوگا۔ اور ہاؤس سے میری اپیل ہے کہ ہم اس مسئلے کو زیر بحث لائیں۔ جناب سپیکر! جو قدرتی وسائل اور معدنیات ضلع اٹک اور چکوال میں ہیں وہ پاکستان کے کسی اور حصے میں شاید ہی ہوں۔ اور اس ہاؤس کے آگے میری یہ اپیل ہوگی کہ ہم اس علاقے میں انڈسٹریز قائم کرنے کی کسی تجویز پر کام کریں۔ جناب سپیکر! پوٹھوہار کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ وہاں پر oil refineries قائم کی جائیں۔ اور وہاں پر سمال انڈسٹریز کے قرضے دیے جائیں تاکہ وہاں کے نوجوانوں کو

روزگار میسر ہو۔ جناب سپیکر! ہمارا ایک اور مسئلہ لاء اینڈ آرڈر کا تھا جو کہ اس بجٹ کے دوران کافی حد تک حل ہو جائے گا۔ جناب سپیکر! ضلع اٹک میں جو پنجاب کا بارڈر ہے' وہاں مفروروں کا ایک اہم مسئلہ تھا۔ لیکن آج سے پہلے' اس حکومت سے پہلے کسی نے اس مسئلے پر توجہ نہیں دی۔ اور میں اس بات پر بھی یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کروں گا کہ جو اقدامات مفروروں کے خاتمے کے لیے' لاقانونیت کے خاتمے کے لیے' لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے کیے گئے ہیں وہ بھی ۱۹۹۳ء سے پہلے کسی حکومت نے نہیں کیے۔ جناب سپیکر! مجھے پوری امید ہے کہ جس رفتار سے ہم چل رہے ہیں' ہمارے بہت زیادہ مسائل انشاء اللہ اسی طرح حل ہو جائیں گے۔ شکریہ جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ پیر صاحب۔ جناب بیرسٹر عثمان ابراہیم ــــ خان زادہ صاحب۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA Sir, I congratulate the young Pir from Attock for taking the House into confidence regarding the development of Attock but I would like to bring one thing to the notice of this House that a total of one crore and 14 lacs of rupees has been allocated for farm roads out of which 72 have been given to Pindi Gheb, 26 lacs to Fateh Jang, nine lacs to Jand while Attock, the most productive and which gives more revenue than the three tehsils together, is being given 4 lacs rupees. It is just a shameful thing

جناب ڈپٹی سپیکر: خان زادہ صاحب نے تقریر کر لی ہے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: وہ تقریر تو کر چکے ہیں۔

جناب تاج محمد خان زادہ: سر! بات تو سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں چاہتا تھا آپ کو دوبارہ تقریر کا موقع دے دیں۔

جناب تاج محمد خان زادہ: نہیں' میں آپ کو ایک تجویز دیتا ہوں۔ آپ مہربانی کر کے یہ جو چار لاکھ روپیہ آپ نے ہمیں انعام دیا ہے' اس کو میری consent سے واپس لے لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی' شکریہ۔

جناب تاج محمد خان زادہ: صرف مہربانی نہ کریں' لے بھی لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس وقت آپ مجھ سے زیادہ سینئر ہیں۔ آپ اس ہاؤس میں سب سے سینئر ہیں۔

جناب تاج محمد خان زادہ، نہیں، آپ کو پتا تو ہونا چاہیے کہ جو انصاف ہمارے ساتھ آپ کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں روز محشر آپ کے گلے میں ہم رسی ڈالیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، میرے گلے میں تو نہیں پڑے گی۔ جی۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو انگلش میں تقریر کر لوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، اجازت ہے۔

BARRISTER USMAN IBRAHIM: Thank you, Mr. Speaker. The Finance Minister in his Budget speech had announced that the government will have to analyse its performance of the past year. Government feels satisfied only if it has been able to implement its policies successfully during the past year. When we look back at the past year, we realise that it was the worst year in which fundamental rights of the people were violated, people were subjected to police excesses, Police brutality was at its peak during peaceful movement, privacy of the homes of the people and the legislators was violated, false cases were registered against the people and, Mr. Speaker, people were left to the mercy of dacoits, thieves and murderers. Political victimization was also at its peak, law and order was broken down and government was incapable of reducing unemployment Government also failed to check price like height. Can a government, with such a miserable record, even dare to analyse its performance of the past one year No, Sir. It is the duty of the Opposition to analyse the performance of the government.

Mr. Speaker, Finance Minister was of the view that the construction of motor-ways does not mean progress. Perhaps he is not aware of the fact that motor-ways are roads to progress and motor-ways ultimately lead the nation to

prosperity. The Finance Minister also took pride in announcing that by following strict financial discipline they have been able to save rupees 800 crores from the budget so as to divert this amount towards development schemes. Sir, it was a crude attempt on the part of the Finance Minister to mislead the House In fact, it was not strict financial discipline which resulted in the saving of rupees 800 crores but it was the incompetence of the government to utilize allocated funds in the budget. You will realise that only 65% of the funds which were allocated in the budget could be utilized or spent. So, those 35% unspent funds were diverted to waive off this debt. I will mention only one amount from the budget that an amount of rupees 83 crores was allocated for recruitment of English Teachers but, Mr. Speaker, as you are well aware, not a single English Teacher was recruited during the current financial year. And this amount of rupees 83 crores was also diverted towards the payment of the debt. So, it is not a matter of pride for the government to announce that they have been able to waive off their debt by 800 crore rupees.

The Finance Minister also announced in his budget speech that in order to raise the standard of education in the Province they have decided to introduce English language from the first class and for this purpose they had made a provision for the recruitment of 48821 posts for the English teachers. The falsity of this claim is evident from this fact that not only a signal English teacher was recruited during the current year but the number of English teachers has been reduced from 42821 to 20732 So you see Mr Speaker, it is not a matter of pride for any Finance Minister and for that matter for any government that instead of creating job opportunities in the budget they are

taking away those opportunities which have already been created last year. So this is how this government is tackling unemployment problem. Through you Mr Speaker I will draw the attention of the honbourable Minister for Law and Parliamentary Affairs. I want to ask him where is his claim. I want to ask him a question. Where is his claim? He at the time of winding up of his debate on unemployment emphasised in a very rhetoric voice, rather in a shrill voice I would say, and I am still feeling the echo of that shrill voice in my ear, that the government had created 48000 vacancies to solve the problem of unemployment. You can well imagine from the smile of the Law Minister that he has now realized his mistake and his blunder. I am sure if he has nothing to say he should not raise his voice and put forward such arguments. He should better change his style.

MR DEPUTY SPEAKER: I thought you have concluded your speech.

BARRISTER USMAN IBRAHIM: No Mr Speaker, I have just started. So Mr Speaker, the Finance Minister was proud in announcing that he is going to raise 24 per cent budget of education department. But he failed to mention that this 24 percent rise in administration charges was not a rise in education budget. It was a rise in expenditure. If the Finance Minister had made that claim, I would have been glad that they have been able to raise the standard of education, they have been able to raise the literacy rate. But as we all know Mr Speaker, the standard of education is going down. The literacy rate is going down, but the expenditure of the education department is going up. Mr Speaker, this is what they call the financial discipline. I would like to quote one more instance from the budget. About 11.5 crores have been earmarked for providing black boards and other materials to primary schools. This is the first time that they are going to provide black boards to the primary schools. Without providing them furniture they have given priority to black boards. Now, I would like to mention another amount of Rs. 5 crore which is reflected in the education budget. In the budget it is said this amount would be utilized towards the

administration charges for transfer scheme. The wisdom of allocating 5 crore for transfer scheme is better known to the Finance Minister or to the Education Minister. So these are the only few examples which are mentioned here. The Finance Ministrer also claimed in his budget scheme that they are going to establish 2288 primary schools during the coming year, and they are going to convert 580 schools to middle level, and they are going to convert 184 mosque schools to primary level. These are all on going schemes and they are estimated to be completed during the coming fiscal year, but the interesting thing to know is that no corresponding vacancies have been created to put these institutions into operation. According to my estimation 14000 vacancies are required to put these institutions into operation, so you can well imagine the seriousness and the commitment of the education department while making development schemes. The Finance Minister also claimed in his budget speech at page 14 that 7280 posts will be created in the education department. The statement is totally incorrect. As I have said earlier by reducing the number of English teacher posts they have already reduced 22089 vacancies in education department..... .....(Interruption)..... I am coming to that point. I was speaking Mr Speaker, about that 7280 posts which he was going to create for the next fiscal year. But for the next year they have already reduced 22089 posts of Engllish teachers, and moreover they have also reduced 2200 maktab teacher posts, so in total they have reduced about 25000 posts and the Finance Minister emphasised while speaking on the floor of the House that last year 43000 vacancies were created in education department. It was his moral duty, when he was announcing that 43000 vacancies have been created in education department, to let this House know that out of that 40000 vacancies 25000 vacancies have been withdrawn. So I think this is the biggest fraud in this budget where instead of creating more job opportinities for the unemployed persons in this province the existing job opportunities are being taken away from them. What kind of budget is this? I would like to draw your attention to another blunder of the

education department and of the government in the budget. At page 426 they have allocated 10 crore of rupees for conversion of middle schools to higher secondary school level. You are well aware of this fact that it costs 45 lacs rupees to convert one middle school into secondary school level and then it costs another 45 lac rupees to convert one high school to higher secondary school level. So how can you convert one middle school to higher secondary school level with ten lac rupees. It is a complete scheme. it is going to be completed duirng the next fiscal year. They have allocated 10 crores of rupees for one hundred middle schools. That means they have allocated only 10 lac rupees for conversion of one middle school to higher secondary school level. It is humanly impossible. It is the biggest blunder made by this government and the education department. Mr Speaker never ever in the history of education department a middle school has been upgraded to higher secondary school level directly. You are well aware of this fact. We in fact introduced three tier system in education system. The first tier was from first class to middle level which was called elementary education or the basic education, and the second tier was from ninth to twelfth class and the third tier was of course the college education. There was no provision to directly to upgrade a middle school to a higher secondary school level. Mr speaker, You too are well aware of this fact that it is still an unapproved scheme, and I am sure, certain criteria has been laid down in the education department for upgradation. There I don't think for the next five years the education department would be able to meet the demand for those one hundred schools according to that criteria. So I think it is the classic example of bad planning not only on the part of the education department but also on part of the finance department. Because the education department don't know from where those ninety crores would be coming to convert one hundred middle schools into higher secondary school level. Mr Speaker similarly, 355 unapproved new schemes have been enlisted in the development budget of social action programme, and they are going to be completed during the next fiscal

year. They are unapproved. The total value of those schemes is about seventy crores. It is beyond the capacity of the education department to complete those 355 schemes of building several thousands primary schools. It is just to fill up the pages of development budget and just to inflate the rate of development budget they have included those schemes in the development budget Mr Speaker. Similarly 424 unapproved on going schemes have been placed to be completed during that fiscal year. The value of that 424 schemes is about 100 crores of rupees. They are on going schemes.

Mr Speaker, here I would request you to please allocate me some more time to speak on the subject.

MR DEPUTY SPEAKER: Please conclude your speech in one or two minutes.

BARRISTER USMAN IBRAHIM: Thank you Mr Speaker.

So I was saying about those 424 unapproved schemes and in the budget it has been reflected that fifty per cent works would be completed by June 1995. Mr Speaker, how can you complete fifty per cent work on unapproved schemes is beyond imagination. I don't know any instance in education department when you can start work on a scheme which is still unapproved and which is going to be completed within this very year. I would say the scheme is still unapproved. Mr Speaker technical education sector has been badly neglected and only four percent of development budget has been allocated for this sector. I will draw your attention to 2 schemes of 8 crores for setting up two polytechnic institute in Okara District. There is another scheme of setting up of one polytechnic institute in Toba Tek Singh, and these three schemes one included in the last budget as well, they have been retained in the coming budget as well. No work has been done. They are still unapproved schemes. I will mention one scheme of establishment of College of Home Economics in Gujranwala which was an approved scheme. Funds were released for that scheme. Nine acres of land transferred to the education department. It was reflected in the

budget of 1993-94 but this scheme was dropped from the 1994-95 budget. You can compare this. The priorities fixed for development vary. My friend Mr Inamullah Niazi was right to say that this budget was not Tameer-i-Punjab Development Budget but it is a Tameer-i-Okara Development Budget. Thank you very much for your patience Mr Speaker.

I would like to draw your attention to the last point of my speech. It is about sedition case gainst the Opposition Leader Mian Muhammad Nawaz Sharif and other prominent Muslim Leagures. A complaint has been forwarded to the court and the basis of that complaint is that persons accused were conspiring to dissolve the Provincial Assembly of the Punjab, according to their version, at 8.00 '0 Clock in the evening. And according to their version they were trying to change the time. Mr Speaker Sir, according to the record the Provincial Assembly stood dissolved well before that time. So I am putting up a very simple question, that one cannot be accused of conspiracy to murder a certain person who has already been dead about 12 hours before. So this is only logical point I am putting forward. Just one second Mr Speaker.

MR DEPUTY SPEAKER: Thank you Mr Usman Ibrahim.

BARRISTER USMAN IBRAHIM: Just one moment, just one second Mr Speaker. The Prime Minister has opened up a motor way of revenge, a motor way of political victimization, a motor way of hatred and she is driving at full speed on that motor way. This motor way of revenge will lead you nowhere. This motor way she does not know is coming to a dead end and she is bound to crash with that full speed against that dead end. Thank you very much Mr Speaker.

جناب ڈپٹی سپیکر : جی۔ Thank you

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب سپیکر! آپ کو یاد ہو گا کہ کل کی کارروائی میں انٹی کرپشن کمیٹی کی پیشن کے بارے میں فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس وقت جناب حنیف رامے صاحب preside کر رہے تھے۔ تو آج بھی صبح میں نے سپیکر صاحب سے یہ درخواست کی تھی کہ کل میں نے ایک کار کا نمبر نوٹ کیا جس پر انٹی کرپشن کمیٹی کی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ اس وقت متعلقہ رکن اسمبلی جناب غلام عباس صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے۔ اب وہ ہاؤس میں آ چکے ہیں۔ تو یہ انفرمیشن میں ان کو آپ کی وساطت سے بھیج رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ہاں۔ میرے خیال میں کل بھی سپیکر صاحب نے واضح طور پر کہا تھا۔ تو میرے خیال میں یہ بات ٹھیک ہے۔ گورنمنٹ اس کا نوٹس لے گی کہ ایسی تختیاں خواہ مخواہ نہیں لگانی چاہییں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : یہ میں نے اس گاڑی کا نمبر اور particulars نوٹ کیے ہیں۔ جناب غلام عباس صاحب ابھی تشریف لائے تھے۔ شاید کہیں لابی میں چلے گئے ہیں۔ یہ میں آپ کی وساطت سے بھیج رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں۔ جناب سید غلام مرتضیٰ شیرازی!

سید غلام مرتضیٰ شیرازی : اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محترم سپیکر پنجاب اسمبلی میں آپ کا نہایت شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے علاقے اور اپنے صوبے کے متعلق کچھ خیالات کے اظہار کرنے کا وقت دیا۔

جناب عالی! ہر شعبہ ہائے زندگی میں جہاں تک ہمارے ساتھی، ہمارے فاضل دوست حزب اختلاف والے تنقید کرتے ہیں۔ یہ ان کی ہر چیز ہمیں ورثہ میں دی ہوئی ہے۔ گورنمنٹ پارٹی ہر طریقہ سے اپنے آپ کو باعزت رکھنے کے لیے کوشش کرتی ہے اور ان برے عوامل کو روکنے کی کوشش کرتی ہے کہ جو برے ہیں۔ لیکن جنھوں نے یہ عوامل تعمیر کیے تھے وہ اب بھی انھیں آباد و شاد رکھنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! سب سے پہلا مسئلہ ملک میں امن و امان کا ہوتا ہے۔ جہاں امن و امان نہ ہو وہاں ترقی نہیں ہو سکتی۔ امن و امان کے حالات ہمیں ورثہ میں ملے ہیں۔

میاں سعید احمد شرقپوری : جناب سپیکر! کوئی طنزیہ بات نہیں ہے۔ شیرازی صاحب میرے بزرگ

ہیں۔ ان کا مائیک خاص طور پر اونچا کروا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اونچا قد دیا ہوا ہے۔ بڑھاپا بھی ہے۔ ان کو تقریر کرنے میں دقت ہوتی ہے۔ آپ خاص طور پر آرڈر دیں کہ ان کی سیٹ کا مائیک اونچا کروا دیں۔ سید غلام مرتضیٰ شیرازی، جو ورثہ ہمیں ملا تھا اس کو ہم سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جو ورثہ انھوں نے ہمیں دیا تھا اسے وہ اور ٹیڑھا کر رہے ہیں۔ اصل میں ہم مسلمان ہیں اور اپنے گھر کی ' اپنے ملک کی ' اپنے عوام کی اور اپنے ساتھیوں کی ترقی چاہتے ہیں اور اس دنیا میں ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی یہی ہے کہ کچھ لوگ زندہ رہنے کی خواہش کرتے ہیں اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ یہ زندہ نہ رہیں اور یہاں تنقید برائے تنقید سے آگے گزر کر ہم کرسی کی جنگ پہ پہنچ چکے ہیں۔ یہ تنقید برائے تنقید ہے تنقید برائے تعمیر نہیں ہے۔ یہ کرسی کی جنگ ہے جو اس وقت چل رہی ہے۔ جو ہم لوگ اسمبلی میں دیکھ رہے ہیں۔

میں اپنے علاقے سے شروع ہوتا ہوں۔ جہاں سے میں نمائندگی کر رہا ہوں۔ جو کچھ مجھے ورثہ میں ملا ہے وہ میں اسمبلی کے فلور پر حقیقتاً عرض کروں گا۔ میرے پیش رو جو کہ میری جگہ ایم پی اے تھے انھوں نے آٹھ سال کے عرصہ میں ان غریب عوام کے خلاف 460 پرچے بالکل ناجائز درج کروائے تھے۔ جن کا ریکارڈ آج بھی پولیس کے پاس بھی موجود ہے اور میرے پاس بھی موجود ہے۔ باقی رہی علاقے کی ڈویلپمنٹ۔ میرے علاقے میں جہاں کوئی کالج نہیں ' کوئی ایسی سڑک نہیں کہ جس سے علاقے کے دیہات کے عوام کو کوئی فائدہ پہنچا ہو۔ کوئی سیوریج سکیم نہیں تھی۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ اس دو ڈیڑھ سال کے عرصہ میں اس موجودہ حکومت نے جو کچھ کیا وہی ہوا۔ اس لیے میں اس موجودہ حکومت کا اپنی عوام کی طرف سے اور اپنی طرف سے شکر گزار ہوں۔ آئندہ جو بجٹ وزیرخزانہ نے پیش کیا ہے اس پہ ان کا ممنون احسان ہوں کہ انھوں نے بڑے بڑے لوگوں کے بجٹ سے کچھ بچا کے پرانی روایات کو پس پشت ڈالتے ہوئے غریب عوام کے لیے جو ستر فیصدی آبادی پر مشتمل ہے ' ان کی خدمت کے لیے ' ان کی ترقی کے لیے بجٹ میں گنجائش رکھی۔ میں اس لیے وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس سے آگے میں یہ عرض کروں گا۔ میں خالصتاً دیہاتی اور پنجابی ہوں۔ میرے علاقے کے یا میرے صوبے کے حالات تو سب کے آگے ہیں۔ لیکن میرے علاقے کے حالات کسی کے آگے نہیں ہیں۔ جو میں نے دیکھا ہے' سنا ہے وہ دوسرے دوست نہیں دیکھ سکتے۔ گزارش یہ ہے کہ یہاں رٹ لگائی جاتی ہے کہ تیس روپے گندم کا بھاؤ بڑھ گیا۔ تمام دنیا سڑکوں پر آ گئی ' انڈسٹری

ہولڈر ' سرمایہ دار لوگ سڑکوں پر آ گئے اور انھوں نے کہا -/30 روپے قیمت بڑھ گئی۔ کیا ظلم ہو گیا اگر -/30 روپے بڑھ گئی۔ یہاں تو ایک گز کے پیچھے ایک سال میں دس روپے گز کپڑا بڑھ جاتا ہے۔ چینی بڑھ جاتی ہے۔ دیکھیے اس ملک میں جب تک ہم توازن قائم نہیں کریں گے اس وقت تک ہم ترقی نہیں کر سکیں گے۔ توازن ہر شعبہ زندگی میں ہمیں اختیار کرنا ہو گا۔ جیسے انڈسٹری اور کاشتکاری کا معاملہ آپ کے سامنے ہے۔ تمام بھائیوں کے سامنے ہے۔ اس میں توازن قائم کرنا ہو گا۔ جیسے سابقہ حکومت نے صرف انڈسٹری کو سر پر اٹھائے رکھا اور کاشتکار کو تباہ و برباد کر دیا۔ کاشتکار کی فیملی کی کل آمدنی سالانہ ساڑھے گیارہ سو روپے بنتی ہے۔ میں اعداد و شمار کے ساتھ یہاں عرض کر سکتا ہوں میرے پاس لکھے ہوئے ہیں۔ جہاں لوگ بطور مزارع کاشتکاری کرتے ہیں وہاں 575 روپے فی خاندان بنتے ہیں۔ اس زمانہ میں میں 575 روپے میں ایک خاندان کیسے گزارا کر سکتا ہے۔ میری استدعا ہے کہ جو ہماری بدنصیبی ہے اور ہماری تکالیف صحیح ہیں کہ جو ہم سے خریدتے ہیں وہ خود بھاؤ لگاتے ہیں اور جن سے ہم لیتے ہیں ان کا بھی وہ خود بھاؤ لگاتے ہیں۔ میری عرض یہ ہے کہ آج عالمی ریٹ پر ہم ہر چیز لیں اور عالمی ریٹ پر ہم سے حکومت خریدے۔ ہم تمام سال محنت کرتے ہیں ' ہمارا خون پسینہ ایک ہو جاتا ہے۔ لیکن درمیانی طبقہ جس کو انڈسٹری ہولڈر کہتے ہیں وہ ہمارا خون چوس کر پی جاتے ہیں۔ میں استدعا کروں گا کہ حکومت ریٹ خود مقرر کرے اور اس ریٹ پر ہم تمام فصلات دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری اور بھی کئی مجبوریاں ہیں۔ ان میں ایک جعلی زہر آلود ادویات ہیں۔ اس سے بہت بڑا نقصان ضلع ساہیوال میں ہو رہا ہے۔ ساہیوال ضلع میں 25 جگہ ریڈ کیا گیا جہاں لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ پچیس پچیس ہزار روپے جرمانہ کیا گیا۔ یا تین تین مہینے سزا دی گئی۔ جس سے ان کا غلط کاروبار ٹھپ ہو گیا۔ میں یہ استدعا کروں گا کہ آئندہ ایسے کیسز کی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ فوری طور پر سماعت کریں اور جہاں کوئی شکایت ہو فوری طور پر چھاپہ مارنے کے احکامات صادر فرمائیں۔ کاشتکار کے متعلق علامہ صاحب کا ایک شعر ہے۔

دہقاں ہے یا کسی قبر کا اگلا ہوا مردہ
پوشیدہ کفن جس کا ابھی زیر زمین ہے

یہ ابھی زیر زمین ہے۔ پاکستان کو بنے ہوئے پچاس سال گزر گئے۔ پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ۔ لا الہ الا اللہ کا مطلب کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ امیر کو امیر تر نہ ہونے دیں اور غریب کو غریب تر نہ ہونے دیں۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ آپ میانہ روی کی زندگی بسر کریں۔

ایک معزز رکن، شیرازی صاحب پورا کلمہ پڑھیں۔

سید غلام مرتضیٰ شیرازی، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اگر کوئی بھائی حساب چاہے تو میں ایک کاشتکار فیملی کا حساب یہاں بتانے کے لیے تیار ہوں۔ یہ میرے پاس لکھا ہوا ہے۔ ایک ایکڑ گندم پر اٹھنے والے اخراجات :

ہل چار دفعہ 60 روپے فی ایکڑ	240 روپے
سہاگہ چار دفعہ 30 روپے فی ایکڑ	120 روپے

(کچھ معزز اراکین اسمبلی مسکراتے رہے)

آپ ہنسیں گے۔ کیا سہاگے کے نیچے آنے والی چیز کو کھاتے نہیں ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، شیرازی صاحب! آپ صرف تقریر کریں۔ آپ میری طرف دیکھیں اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ دیں۔

کھاد ڈی اے پی ڈیڑھ بوری فی ایکڑ	690 روپے۔
یوریا دو بوری بحساب 235 روپے	470 روپے
بیج گندم سوا من فی ایکڑ	250 روپے
ٹیوب ویل کا پانی تین عدد 7 گھنٹے	300 روپے
مالیہ و آبیانہ	60 روپے
کٹائی گندم فی ایکڑ ساڑھے تین من	560 روپے
مزدوری تھریشر 1/10 حصہ تین من	480 روپے
مزدور دو عدد فی ڈیڑھ من	240 روپے
جڑی بوٹیوں کی تلفی	300 روپے
کل اخراجات	3710 روپے

سید غلام مرتضیٰ شیرازی، تو جناب میں عرض کر رہا تھا کہ۔

جڑی بوٹیوں کی تلفی	300/-
کل اخراجات	3710/-
پیداوار گندم 25 من فی ایکڑ	4000/-

پیداوار بھوسہ گندم 20 من	300/-
کل آمدنی	4300/-

جناب سپیکر! اس طرح ایک چھوٹا کسان جو 12 ایکڑ اراضی کا مالک ہے اس کی کاشت گندم بمشکل 8 ایکڑ ہو گی نیز اس کی 6 ماہ کی آمدنی 8x590=4720 روپے ہو گی۔ یہ آمدنی جو -/4720 ہے ان دو افراد کی ہو گی جو زمین پر کام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس ملازم، عورتیں اور بچے بھی ہوں گے۔ اس کی 6 ماہ کی کل آمدنی -/4720 روپے اور اس کی ماہانہ فی کس آمدن بشمول عورتیں بمشکل -/200 روپے ماہوار سے بھی کم ہے۔ جناب سپیکر! دوسری نقد آور فصل کپاس ہے۔ کپاس کی کاشت پر فی ایکڑ اخراجات اس طرح ہیں:۔

ہل چلائی 10 دفعہ	-/600 روپے
سہاگہ چلائی 4 دفعہ	-/120 روپے
بیج 10 کلو بحساب -/30 روپے	-/300 روپے
کھاد ڈی اے پی، یوریا، پوٹاش	-/1280 روپے
ادویات برائے جڑی بوٹیوں کی تلفی و سپرے	-/2500 روپے
پانی ٹیوب ویل	-/500 روپے
گوڈی دو دفعہ	-/300 روپے
مزدوری برائے سپرے	-/350 روپے
چنائی کا خرچہ 1/10 حصہ	-/1000 روپے
کل اخراجات	-/6950 روپے
اوسط پیداوار فی ایکڑ 13 من بحساب	-/800 روپے فی من -/10400 روپے

آمدن فی ایکڑ -/10400 روپے اور اس میں سے -/6950 روپے خرچ نکال دیں تو -/3450 روپے بچایا بچتے ہیں۔ لہٰذا 6 ماہ کی کل آمدن -/20,700 روپے بنتی ہے۔ اسی طرح فی کس ماہوار آمدنی، فی گھرانہ -/1150 روپے بنتی ہے۔

جناب سپیکر! یہی پوزیشن چاول اور گنے کی ہے اور یہ ان حالات کا عکس ہے جن کا سامنا کسان کو ہے۔ اگر موسمی حالات ساتھ نہ دیں جس طرح کپاس پر وائرس کا حملہ نقصان دہ ثابت ہوا ہے ان

حالات میں کسان کی مظلومیت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

جناب سپیکر! سادہ لوح کسان کو کس طرح لوٹا جا رہا ہے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ٹریکٹر، کھادیں، کیڑے مار ادویات اور دوسری زرعی ضروریات -------

جناب ڈپٹی سپیکر: شیرازی صاحب! اب آپ ایک دو منٹ میں اپنی تقریر wind up کیجیے۔

سید غلام مرتضٰے شیرازی: جی بہتر ہے میں مختصر کرتا ہوں۔ میں عرض کر رہا تھا کہ سادہ لوح کسان کو کس طرح لوٹا جا رہا ہے اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ٹریکٹر، کھادیں، کیڑے مار ادویات اور دوسری زرعی ضروریات تو بین الاقوامی قیمتوں پر فراہم کی جا رہی ہیں جبکہ اس کی تمام اجناس مفت میں ہتھیائی جا رہی ہیں۔ جناب والا! میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کو مارکیٹ کمیٹیوں کے فنڈز سے رعایتی نرخوں پر سپرے اور مشینری مہیا کی جائے۔ انڈسٹری کا ڈھنڈھورا تو بہت پیٹا جاتا ہے مگر اس کو چلانے کے لیے خام مال کی اشد ضرورت ہوتی ہے اس کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ مالکان باغات کی طرف بھی خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ اگر موسمی حالات کی وجہ سے باغ میں پھل نہ لگے تو محکمہ زراعت (توسیع) متبادل فصلات کاشت کرنے کی ترغیب دے تاکہ مالکان بھوکے مرنے سے بچ جائیں۔

اب میں آخر میں دو شعر عرض کرنے کے بعد اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

بڑے لوگوں میں ہم چھوٹوں کے سر اونچے نہیں ہوتے
جو گملوں میں اگیں پودے وہ شجر اونچے نہیں ہوتے

ہمیں بھی سربلندی کی تمنا تنگ کرتی ہے
مگر دوسروں کو روند کر ہم اونچے نہیں ہوتے

خدا حافظ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ مہربانی۔ جناب سید ظفر علی شاہ!

سید ظفر علی شاہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں ڈر رہا تھا کہ سوئی 12 پر کھڑی ہوئی تھی تو میں نے سوچا کہ کہیں آپ 12 بجے مجھے تقریر کے لیے نہ بلالیں۔ کیونکہ ہم دونوں 12 بجے کے مریض ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں۔ میں نے آپ کو 12-05 پر تقریر کے لیے کہا ہے۔

سید ظفر علی شاہ: جی ہاں۔ اس وقت 12-05 ہیں جس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

سید غلام مرتضٰے شیرازی ، جناب والا! میں چھوٹی سی عرض کرتا ہوں کہ ظفر علی شاہ صاحب بھی سید زادے ہیں اور میں بھی سید زادہ کہلواتا ہوں اور سرداروں کے بارہ ہی بجتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ٹھیک ہے۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے پنجاب کے بجٹ پر رونے دھونے کی دعوت دی کیونکہ اس بجٹ پر بحث کم اور رونا دھونا زیادہ ہے۔ جناب والا! پنجاب کے وزیر خزانہ نے اعداد و شمار اور ہندسوں کی خوب صورت ملمع کاری سے ایک فضول بجٹ کو فاضل قرار دیا ہے۔ میں آپ کا کوئی زیادہ وقت نہیں لوں گا کیونکہ بہت ساری باتیں یہاں پر کہی جا چکی ہیں۔ میری 5 سات منٹ کی تقریر facts & figures پر مشتمل تھی جو کہ میرے فاضل دوست ' بھائی ارشد عمران سلہری صاحب نے یہاں پر بیان کر دیے ہیں۔ اب میں وہ بیان نہیں کروں گا صرف 2 ' 2 منٹ کے لیے قومی، ملکی ' صوبے اور کچھ اپنے علاقے کے حوالے سے چند گزارشات آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

جناب سپیکر! ایک جہاں دیدہ سیاست دان ہونے کی حیثیت سے آپ کے علم میں ہے کہ اس وقت پوری دنیا میں' ہر ملک میں political system اور economic system side by side چل رہے ہیں۔ ہر ملک کا political system اپنے economic system کو سہارا دیتا ہے اور ہر ملک کا economic system اپنے political system کو سہارا دیتا ہے۔ کسی مملکت کو چلانے کے لیے یہ آج کے current دور میں پوری دنیا کا نمبر 1 فارمولا ہے۔ جناب والا! یہ بھی تاریخ اور حقائق کی بات ہے کہ اگر آپ کسی ملک کے ان دونوں میں سے کسی ایک system کو بھی کمزور کر دیں' گرا دیں' اس میں شگاف ڈال دیں تو اس کا دوسرا system خود بخود گر جاتا ہے ' خود بخود ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی زندہ مثالیں پوری دنیا میں موجود ہیں۔ میں بہت دور بھی نہیں جاؤں گا ۔ ہمارا اپنا ملک معاشی عدم استحکام ' معاشی نا انصافی کی وجہ سے دو لخت ہو چکا ہے۔ یہ تاریخ کی بات ہے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ معاشی عدم استحکام اور معاشی نا انصافی کا شکار تھا اور یہ بھی دور کی بات نہیں ہے کہ دنیا کی ایک بڑی طاقت نے دوسری بڑی طاقت پر کوئی ballistic میزائل مار کر اسے نہیں گرایا بلکہ اس کو اس نے ڈالر سے گرایا ہے ' نوٹ سے گرایا ہے ' اس کاغذ کے ٹکڑے سے گرایا ہے اور آج وہ ملک ' بڑی طاقت بذات خود پاکستان کے اسلامی بم سے اتنی خوف زدہ نہیں ہے جتنی جاپان کے جاپانی Yun سے خوف زدہ ہے۔ تو جناب سپیکر ثابت یہ ہوا کہ آج economic system بھی ایک warweapon

بن چکا ہے مگر افسوس کہ آج ہم پاکستانی ' پاکستان کا سیاست دان اور پاکستان کی گورنمنٹ مشینری اپنے ان دونوں systems کو اپنے ہاتھوں سے ہی تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! پوری دنیا میں بڑی بڑی federations ہیں جس طرح پاکستان ایک federation ہے پوری دنیا میں بے شمار federations ہیں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی ملک میں آپ کو کوئی ایسی مثال نہیں ملے گی۔ 14 جون 1995ء سے لے کر 16 جون 1995ء تک پاکستان کے چار federating Units اور پانچواں federal Capital پارلیمنٹ میں پانچوں جگہ پر بجٹ پیش کیے گئے اور جب یہ پانچوں بجٹ پیش کیے جا رہے تھے تو پانچوں اسمبلیوں کے حزب اختلاف کے اراکین اسمبلیوں سے باہر تھے۔ جناب سپیکر! جس ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی اپنے ملک کے بجٹ کا بائیکاٹ کرنے باہر بیٹھی ہوئی ہو تو میں کیسے توقع کر لوں کہ اس ملک میں pohtical system یا economic system بہت زیادہ مضبوط ہے۔ جناب سپیکر! یہاں پر تقریباً ہر ممبر نے بغاوت کی بات کی ہے۔ میں بغاوت کے merit &de-merit کی بات نہیں کر رہا بلکہ میں تو pohtical system کے حوالے سے بات کر رہا ہوں کہ 14 تاریخ کو وفاقی بجٹ آنا تھا۔ میں جعفری صاحب کی بات بھی کروں گا کہ انھوں نے اس ملک پر کتنی عنایتیں کی ہیں۔ جناب سپیکر! ٹھیک دو دن پہلے پاکستان کی آدھی آبادی کو lead کرنے والے پولیٹیکل لیڈر بمع 17 ممبران کے خلاف جھوٹا یا سچا میں میرٹ کی بات نہیں کرتا اس کا فیصلہ تو عدالت میں ہو گا۔ بغاوت کا مقدمہ درج کر دیا اور مجھے اس لحاظ سے بھی تکلیف ہے کہ ایک politician کے خلاف جناب والا! میں صرف اس لیے یہ بات کر رہا تھا کہ کیا دنیا یہ نہیں دیکھ رہی کہ جس ملک کا برسر اقتدار طبقہ ایک طرف بجٹ پیش کر رہا ہے اور دوسری طرف 48 گھنٹے کے بعد دو مہینے کے بعد چار مہینے کے بعد دو سال کے بعد آنے والے وزیر اعظم کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بن رہا ہے اور اس میں سے 17 افراد جن میں بہت سارے حاضر منتخب ممبران اور بہت سارے سابقہ ممبران شامل ہیں اور تین ممبران جن کا تعلق میرے ضلع سے ہے راجہ بشارت جس کا پشت در پشت خاندان سیاست میں چلا آ رہا ہے جو کہ ان کے بزرگ اس اسمبلی کے ممبران رہے ہیں یہ باغی قرار دیئے جا رہے ہیں۔ ایک باغی حسینہ عمران مسعود ادھر بیٹھی ہوئی ہے۔ جناب سپیکر! یہ دنیا ہماری اس بات کو watch کر رہی ہے کہ ہم کس انداز سے چل رہے ہیں۔ میں اس حوالے سے یہ بات کر رہا ہوں میں اس حوالے سے بات نہیں کر رہا کہ میں کوئی طعنہ ان پر پھینک رہا ہوں۔ اگر ہم اپنے پولیٹیکل سسٹم میں سنجیدہ نہیں ہوں گے تو ہمارا اکنامک

سسٹم ٹھیک نہیں ہو گا اور اگر ہم اپنا اکنامکس سسٹم ٹھیک نہیں کریں گے تو پولیٹیکل سسٹم ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ صبح میرے دوست سندھو صاحب میرے بارے میں کہہ رہے تھے کہ ہم نے اکٹھی مار کھائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے جمہوریت کی بحالی اور معاشی انصاف کے لیے مار کھائی ہے۔ سندھو صاحب کیا آپ نے اور میں نے اس لیے مار کھائی ہے کہ وی اے جعفری ہمارا حساب کتاب رکھے گا۔ وی اے جعفری اس بات میں بہت ماہر ہو گا کہ جب بھی محترمہ بے نظیر صاحبہ کی حکومت آتی ہے وہ ان کے قریب ہونے کا بہت بڑا ماہر ہو گا ماہر معاشیات ہو گا؟ میں نے اس کے بہت سارے بجٹ پڑھے اور دیکھے ہیں میں تو اس کی مہارت کو اور اس کی لیاقت کو تب مانوں گا جب وہ عام آدمی کے گھر کے بجٹ کو ٹھیک کرے گا۔

وزیر صنعت (چودھری محمد افضل سندھو)، جناب والا! میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ -------

جناب ڈپٹی سپیکر، نکتہ ذاتی وضاحت پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر صنعت، جی۔ جناب والا!

جناب ڈپٹی سپیکر، جی فرمائیے۔

وزیر صنعت، جناب والا! شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم نے جمہوریت کی خاطر اکٹھے مار کھائی یہاں تک تو ٹھیک ہے۔ میں نے یہ کہا تھا کہ جن کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہو یہ مارنے والوں کے ساتھ تھے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں مسلسل مار کھانے والوں میں سے ہوں۔ میں ان سے بھی مار کھاتا رہا ہوں ان سے بھی مار کھاتا رہا ہوں اور اب بھی مار کھا رہا ہوں۔ اس لیے کہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ابھی نہ جمہوریت بحال ہوئی ہے اور نہ ہی معاشی انصاف کے لیے کوئی آدمی آگے آیا ہے۔ میں اسی لیے وی اے جعفری کی بات کر رہا ہوں۔ جناب والا! اگر میں شہاب الدین ہوتا تو میں شرم سے دوسرے دن مستعفی ہو جاتا۔ پریس کانفرنس جس میں ورلڈ پریس بیٹھا ہوا ہے اور وہ کہہ رہا ہے کہ بجٹ میں نے بنایا ہے۔ کیا پھر بھی سیاستدان کو شرم نہیں آتی؟ کیا ہم سیاستدان اس لیے رہ گئے ہیں کہ اس پر مقدمے بنائے جائیں اس پر طبہ پھینکا جائے اس کو جیل میں بند کیا جائے؟ بیورو کریٹس سے میری دشمنی نہیں ہے۔ بیورو کریٹس میں بھی بڑے بڑے ایمان دار لوگ بیٹھے ہوئے ہیں لیکن مجھے یہ بھی پتا ہے کہ وہ ایمان دار لوگ کہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کھڈے لائن لگے ہوئے ہیں۔ جناب والا! اگر آج ہمارا سیاستدان آنکھ نہیں کھولے گا تو کل آنے والا ہمارا بچہ کیا کرے گا۔ میں یہی عرض کر رہا

تھا کہ میں ان کی مہارت کو تو تب مانوں کہ وہ عام آدمی کے گھر کے بجٹ کو ٹھیک کر دیں۔ بڑے بڑے اعداد و شمار، بڑی بڑی چمکیلی کتابیں اور مائیک کو آگے رکھ کر تقریر کر دینا بڑا آسان کام ہے۔ عام آدمی کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں۔ جناب والا! اس لیے یہاں پر بار بار اوکاڑہ اور ڈیرہ غازی خان کی باتیں ہوئی ہیں میں تو ابھی بات کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب!

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! ابھی تو میرا ٹائم رہتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ میں ٹائم کی بات نہیں کر رہا۔

سید ظفر علی شاہ، جی مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کو یاد دہانی کرا رہا ہوں کہ اگر آپ نے چار پانچ پوائنٹ پر روشنی ڈالنی ہے تو ذرا مختصر کریں تاکہ اگلا پوائنٹ پھر اگلا پوائنٹ اور کوئی پوائنٹ رہ نہ جائے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہاں پر تقریباً ہر ممبر نے بجٹ کے حوالے سے بات کی ہے اوکاڑہ اور ڈیرہ غازی خان کی بڑی بات ہوئی ہے۔ جناب والا! یہ باتیں اس لیے کرنے والی ہیں کہ ہم عام آدمی کے نمائندے ہیں۔ ہم عام آدمی کے ساتھ وعدہ کر کے آئے ہوئے ہیں اور سیاست دان خواہ وہ منتخب ہے یا غیر منتخب ہے بنیادی طور پر سیاسی ورکر ہے۔ وہ وزیر اعظم ہے یا کسی کا سیاسی ورکر وہ اپنی قوم اور اپنے علاقے سے committed ہے کہ وہ اس کی بہتری کے لیے بات کرے۔ جناب والا! یہاں پر ان کتابوں کو اٹھا کر دیکھیں 60,60 ستر ستر سڑکیں جن کا میرے دوست ذکر کر چکے ہیں وہ تمام ڈیرہ غازی خان اور اوکاڑہ میں بن رہی ہیں۔ ڈیرہ غازی خان یا اوکاڑہ کوئی ہندوستان کا نہیں۔ مجھے جتنا پیار اور محبت راولپنڈی سے ہے اتنا ہی اوکاڑہ سے بھی ہے۔ لیکن اوکاڑہ اور ڈیرہ غازی خان کی بات اس لیے ہوتی ہے کہ وہاں سے دو سپوت ایسے ہیں جو کہ صرف اوکاڑہ اور ڈیرہ غازی خان کو نہیں بلکہ پورے ملک کو represent کرتے ہیں۔ جناب والا! اگر آج ہم ڈیرہ غازی خان کی سڑکوں کی تفصیل لیں تو ایسے پتا چلتا ہے کہ آنے والا olympic ڈیرہ غازیخان میں ہو رہا ہے اور وہاں پر کوئی olympic village بن رہا ہے۔ جناب والا! اس طرح بات نہیں بنتی اس طرح بجٹ پیش نہیں ہوتے۔ اس طرح عوام کی حالت زار بہتر نہیں ہوتی۔ جناب والا! میں بجٹ کے حوالے سے عرض کروں گا کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ قابل احترام ہیں۔ 18 جون کو میں یہاں سے باہر نکلتا ہوں تو باہر وزیر

اعلیٰ کی BMW گاڑی کھڑی تھی - جب میں 19 جون کو اسمبلی سے باہر جاتا ہوں تو سفید رنگ کی مرسڈیز کھڑی ہوئی تھی اور جب میں 20 تاریخ کو جاتا ہوں تو سیاہ رنگ کی مرسڈیز کھڑی ہوئی تھی۔ جناب والا! کوئی jealousy نہیں۔ لیکن ان تین دنوں میں تین مختلف رنگوں میں مختلف made کی مختلف luxury گاڑیوں کو اگر میں نے دیکھا ہے تو باہر کھڑے ہوئے common man نے بھی دیکھا ہے۔

سید طاہر احمد شاہ : پوائنٹ آف آرڈر!

وزیر مواصلات و تعمیرات (جناب سعید اکبر خان) : پوائنٹ آف آرڈر!

جناب ڈپٹی سپیکر: طاہر شاہ صاحب پہلے کھڑے ہوئے ہیں۔

سید طاہر احمد شاہ : جناب والا! یہ بھی بتایا جائے کہ یہ گاڑیاں کس دور میں خریدی گئی تھیں؟

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! اس دور میں کوئی گاڑی نہیں خریدی گئی یہ تمام گاڑیاں---

جناب ڈپٹی سپیکر : سعید اکبر صاحب میری بات سنیں۔ میں نے ابھی آپ کو اجازت نہیں دی۔ مقصد یہ ہے کہ وہ تقریر کر رہے ہیں۔ وہ کچھ بھی کہیں آپ صبر سے سنیں۔ آپ کا جو next مقرر ہو وہ جواب دے لیکن یہ طریقہ نہیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! میں نے آپ سے اجازت مانگی تھی۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ میں نے آپ کو فلور نہیں دیا۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے آپ کو فلور نہیں دیا۔ آپ وزیر ہیں میں ساری بات کو سمجھتا ہوں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی، فرمائیے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب بھی اس ہاؤس میں کسی شخصیت کو پوائنٹ آؤٹ کیا جائے گا تو پھر اس کا جواب بھی دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نہیں، نہیں یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ not at all میں اسے rule out کرتا ہوں۔ سید ظفر علی شاہ صاحب آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! میری دل آزاری ہوئی ہے۔ میں تو کسی شخصیت کی بات نہیں کر رہا۔ میں تو گاڑیوں کی بات کر رہا ہوں۔ ادھر سے آواز آئی ہے اور میرے فاضل دوست نے یہ کہا کہ یہ میاں نواز شریف صاحب نے خریدیں؟ میں نے کب کہا ہے کہ میاں نواز شریف نے نہیں خریدیں۔ مگر آپ کا یہ استعمال کرنا یہ بتا رہا ہے کہ میاں نواز شریف صاحب نے ٹھیک کہا تھا۔ اگر آپ آج اس بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ میاں نواز شریف غلط تھا تو ان کو کل ہی اسی چوک پر کھڑے ہو کر نیلام کر دیں اور آپ ایک عام گاڑی میں آئیں تو تب مجھے پتا چلے کہ آپ کیا اقدام کرتے ہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب سپیکر! ہم اسی چکر میں الجھے ہوئے ہیں کہ چونکہ فلاں نے یہ بات کر دی تھی اس لیے میں کر رہا ہوں۔ آپ اس بات کی مثال قائم کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : شاہ صاحب! پلیز آگے چلیں۔

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! یہ inter-linked باتیں ہیں۔ سیاسی جماعت اور سیاسی لیڈر جب قوم سے وعدہ کرتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ میاں نواز شریف صاحب نے یہ کہا۔ آپ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ ہم آتے ہی آٹھویں ترمیم کو اڑا دیں گے۔ لیکن آپ نے تو ابھی تک نام بھی نہیں لیا اس لیے کہ خوش قسمتی یا بد قسمتی سے صدر آپ کا اپنا بن گیا۔ وہ آپ کا وعدہ کدھر گیا؟ آپ نے تو متناسب نظام پر قوم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کریں گے۔ میرے پاس منٹس ہیں اور میں خود اس میڈیا کی کمیٹی کا رکن تھا آپ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ الیکشن کی میعاد کو پانچ سال کی بجائے چار سال کر دیں گے۔ جناب سپیکر! اس طرح یہ بات نہیں بنتی اور میں اسی لیے یہ بات کر رہا ہوں کہ-----

وزیر صنعت : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی۔ سندھو صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

وزیر صنعت، جناب والا! اگر پوائنٹ آف آرڈر میرا استحقاق ہے تو میرا خیال ہے کہ مجھے اس کو استعمال کرنے کی بھی اجازت ہونی چاہیے۔ جناب والا! شاہ صاحب بڑی مدلل باتیں کر رہے ہیں اور اس میں ایک اچھی بات آئی ہے اور میں اس سلسلے میں ہاؤس میں تجویز لانا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ انہوں نے کہا ہے کہ صدر بھی پیپلز پارٹی کے بن گئے ہیں اور اس کے باوجود آٹھویں ترمیم کی بات نہیں ہو رہی۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ کوئی ایسی تجویز قرار داد کی شکل میں پیش کریں ہم اس کی تائید کریں گے کہ قومی اسمبلی میں آٹھویں ترمیم کے خاتمے کے لیے اقدام کیے جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) ہماری

طرف حکومتی بنچوں کی طرف سے اسے متفقہ طور پر منظور کیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ کیونکہ یہ عام بحث ہے اور عام بحث میں یہ بات نہیں ہو سکتی کہ آپ اپنی counter تجویز پیش کریں اور میں اس پوائنٹ آف آرڈر کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا ورنہ میں اس پر جواب دینے کے لیے تیار تھا۔ جناب سپیکر! میں معاشی عدم استحکام کی بات کر رہا تھا اور اس پولیٹیکل سسٹم کے حوالے سے بات کر رہا تھا۔ ایک واقعہ بجٹ پیش ہونے سے ۴۸ گھنٹے پہلے ہوتا ہے یعنی قائد حزب اختلاف کے خلاف کارروائی ہوتی ہے جناب سپیکر ہر ممبر کہہ چکا ہے اور جناب ہم سے بھی زیادہ واقف ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! حکومتی بنچوں کا ماحول دیکھ لیجیے۔ آپ کی بار بار تاکید کے باوجود یہ حال ہے اور ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ تقریروں کو غور سے سنیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : سنیے۔ I call the House to order. یہ تو اب فاضل اراکین کی بات ہے سپیکر اگر بار بار ایک ہی بات کو کہتا رہے تو وہ بھی اچھی بات نہیں ہے۔ شاہ صاحب!

سید ظفر علی شاہ : جناب والا! میں کراچی اور معاشیات کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ حکومتی بنچوں کو 'اسلام آباد کو اس سے الرجک نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ ۸۰ فیصد معیشت اور پورے پاکستان کی دال روٹی کا مسئلہ اور گھر کو چلانے کا مسئلہ اور سارے سسٹم کا انحصار کراچی پر ہے۔ آج کراچی ہمارے معاشی جسم کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت ہے اور جناب سپیکر اسلام آباد سے بیٹھ کر اس معاشی ریڑھ کی ہڈی کو نوکدار پیچ مارے جاتے ہیں اور پھر اس سے توقع رکھی جائے' میں کم از کم ایک سیاسی ورکر کے اتنا اندھا نہیں کہ میرے ملک کا معاشی ڈھانچہ اس کے باوجود صحت مند رہے گا۔ جناب سپیکر! آج مجھے آپ کی اجازت سے یہ بھی کہنا پڑے گا اور مجھے اس بات کا بھی علم نہیں کہ کسی کو اس بات سے کتنا اثر ہو گا۔ آج اس الطاف بھائی کو جن کے روزانہ بے نظیر اور دوسروں سے مکالمے ہوتے ہیں۔ آج مجھے اس سے بھی گلہ ہے۔ آج وہ روتا ہے اور چیختا اور اس کی قوم چیختی ہے مجھے بھی اس سے گلہ ہے کہ ۱۹۹۳ء کے انتخابات میں قومی الیکشن کے انتخابات میں قومی اسمبلی کے انتخابات میں آپ کو کس نے کہا تھا' کس نے ڈرایا تھا کہ تم نے ان انتخابات کا بائیکاٹ کر کے پورے ملک کے کہ پولیٹیکل بیلنس کو imbalance کر دیا۔ آج تمہاری لڑائی میاں نواز شریف اکیلا لڑ رہا ہے ' اسمبلی کے اندر بھی لڑ رہا ہے اور اسمبلی کے باہر بھی لڑ رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور تم وہاں پر بیٹھے

ہو آج میاں نواز شریف کراچی کی لڑائی لڑ رہا ہے۔ پنجاب کی لڑائی بھی لڑ رہا ہے اور سندھ کی لڑائی بھی لڑ رہا ہے۔

رانا سہیل احمد نون ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے فاضل بھائی شاہ صاحب نے جوش خطابت میں جہاں الطاف بھی کو condemn کیا ہے' جہاں ان کی الیکشن میں حصہ نہ لینے کا شکوہ کیا ہے۔ میں یہ مناسب سمجھوں گا کہ اسمبلی کے ریکارڈ پر یہ بات بھی لائی جائے کہ وہاں پر جو دہشت گردی اور شرپسندی ہو رہی ہے اور وہاں پر جو قتل عام ہو رہا ہے اور اس میں الطاف حسین کی جو involvement ہے اس کے بارے میں بھی کچھ واضح کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا نام آگے آنے والا ہے آپ اپنی بات اس تقریر میں کر دیں۔ شاہ صاحب آپ کا وقت ختم ہونے والا آپ مزید کتنا وقت لیں گے؟

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! میں wind up کر رہا ہوں۔ میں جناب والا! آپ کا شکرگزار ہوں۔ جناب والا! یہ وہ سنجیدہ باتیں ہیں جب ایک سال کے بعد بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو اس پر ہمیں سنجیدگی سے کام کرنا چاہیے۔ اپنی انا اپنی پگڑی اور اپنی مونچھ کو اونچا کرنے کے لیے نہیں سوچنا چاہیے۔ جناب سپیکر! اس طریقے سے سیاست نہیں چلے گی۔ کراچی کے بغیر آپ بھوکے مر جائیں گے مجھے الطاف بھائی سے شاید کوئی اتنی ہمدردی نہیں۔ لیکن مجھے پاکستان کے ۱۲ کروڑ لوگوں سے ہمدردی ہے اور اگر آج ہمارا صدر اور وزیر اعظم ہٹ دھرمی پر ہیں تو اس ہٹ دھرمی پر ہمیں کوئی نقصان نہ ہو جائے۔ جناب سپیکر! میں اس لیے اس کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! فاضل وزیر خزانہ کی تقریر میں نے پڑھی ہے سنی تو نہیں تھی اس میں بہت سی باتیں ہیں لیکن اس میں ایک شعر بھی ہے کہ ،

جس دور میں لٹ جائے غریبوں کی کمائی
اس دور کے سلطاں سے کوئی بھول ہوئی ہے

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے معزز وزیر خزانہ سے یہ کہتا ہوں کہ اپنی اس تقریر کو ٹھیک کر لیں اور اس شعر کو ٹھیک کر لیں اور اس شعر کو وہاں پر اس طرح لکھیں:

اسی دور میں لٹ گئی ہے غریبوں کی کمائی
اسی دور کی ملکہ سے کوئی بھول ہوئی ہے

جناب سپیکر! یہ اگر اس طرح سے بھول ہوتی رہی تو غریبوں کی کمائی لٹتی رہے گی۔ جناب سپیکر! پچھلی دفعہ پنجاب میں ۳۰ کروڑ روپے کے ٹیکس لگائے گئے اور اس کے بعد آخر میں میں دو تین باتیں وفاق اور یہاں کے متعلق wind up کرتے ہوئے کہوں گا اور اس دفعہ تقریباً ۷۵ کروڑ روپے کے ٹیکس لگے اور یہ ٹیکس کس طرح سے لگائے ہیں جب فنانس بل آئے گا تو میں اس پر بات کروں گا کہ اس میں انہوں نے اس مشینری نے کیا میکانزم اختیار کیا ہوا ہے۔ جناب والا! ان تیس کروڑ روپے میں ویڈیو اور پتا نہیں کس کس پر ٹیکس تھا۔ خود وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں یہ تسلیم کیا کہ جائیداد کے لین دین میں مندے کی وجہ سے جو ٹیکس لگے تھے محاصل میں کمی واقع ہوئی ہے۔ جناب والا! اگر یہ ۳۰ کروڑ روپے کے ٹیکسوں کی تفصیل بتا دیں کہ ان لگائے گئے ٹیکسوں میں انہیں وصولی کتنی ہوئی ہے تاکہ اس کی روشنی میں ' میں یہ دیکھ سکوں کہ آئندہ ۷۵ کروڑ روپے کے جو ٹیکس لگائے گئے ہیں اس میں سے ان کو کیا آمدنی ہوگی ؛ اور وہ ٹیکس کس کس طریقے سے لگائے گئے ہیں جن کا وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں ذکر نہیں کیا۔ وہ تو ہم قومی پریس کے شکرگزار ہیں جو اخبارات میں چھپی ہیں اور بل کی شکل سے باہر باتیں آئی ہیں۔ جناب سپیکر! ۳ جون کو جو بجٹ پیش ہوا اور غریب آدمی اس سے متاثر ہوا لیکن بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ یعنی فیڈرل بجٹ میں جعفری صاحب نے ہمارے ساتھ جو زیادتی کی وہ یہ کہ انہوں نے کارپوریشنوں کو قیمتیں بڑھانے کی اجازت دے دی ہے اور اس کی ضرب کاری ابھی لوگوں پر آ رہی ہے پھر ان کو پتا چلے گا کہ کس کے دور میں غریبوں کی کمائی لٹی ہے۔ وکیلوں ' ڈاکٹروں اور چارٹرڈ اکاؤنٹنٹس کی فیسوں پر بھی ٹیکس لگا دیا ہے۔ جناب سپیکر! آپ وکیل ہیں اور میں بھی وکیل ہوں آپ بھی ایمانداری سے بتا سکتے ہیں اور میں بھی ایمانداری سے بتا سکتا ہوں۔ کم از کم میں تو یہ صاف بتاؤں گا کہ میں جو فیس لوں گا یہ جو دس فیصد تک انہوں نے بڑھایا ہے میں تو اپنے موکل سے لوں گا۔ جناب سپیکر! یہ کہاں کا انصاف ہے اور نہ صرف یہ بلکہ ساڑھے چھ ارب روپے کے سیلز ٹیکس لگا دیے گئے ہیں۔ پچھلے سیلز ٹیکس کی لڑائی تاجر ابھی تک لڑ رہا ہے۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر! ود ہولڈنگ ٹیکس میں بھی اضافہ کیا گیا۔ جناب والا! ان ساری باتوں کا بوجھ کہاں پر پڑے گا۔ میں نے شروع میں یہ بات کی تھی کہ میں جعفری صاحب کا اس دن مرید ہو جاؤں گا کہ جس دن وہ ایسا بجٹ لائیں گے جس دن عام آدمی کی فی کس آمدنی پانچ ہزار چھ دس ہزار کر دیں گے۔ عام آدمی پریشان نہیں ہوگا۔ کلرک ہڑتال نہیں کرے گا۔ اس دن میں مانوں گا

کہ انہوں نے بجٹ صحیح پیش کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شاہ صاحب! آپ کو کٹ موشن پر بڑا وقت ملے گا۔

سید ظفر علی شاہ: اسی لیے میں نے ان باتوں کو touch ہی نہیں کیا وہ تو میں اس پر subjectwise بات کروں گا۔ یہ تو میری جنرل تقریر تھی۔ جناب والا! اب میں واٹنڈ اپ کر رہا ہوں۔ میری آپ کی وساطت سے ایک تجویز ہے۔ بجٹ کو دس پندرہ دن کیا اوپر کیا نیچے دیے جاتے ہیں۔ یہ کوئی مذاق نہیں کہ ممبر کو 35 کتابیں اٹھا کر دے دیں میرے جیسے ان پڑھ ممبر کو اور کہیں کہ اچھا جی آپ بحث کرنے آ جائیں۔ یہ بہت مشکل ہے۔ ایک تو یہ بھی آئین میں ترمیم کی جائے کہ بجٹ اور فنانس بل کو اور سالانہ بجٹ کو پارلیمنٹ کے ایوان بالا جو کہ سینٹ ہے بحث اور غور و غوض کے لیے بھیجا جائے۔ ان کے پاس ووٹنگ اختیارات بے شک نہ ہوں لیکن وہ اس کو consider کریں۔ دوسرا جناب والا! دیکھیں دیگر ممبران بھی میری اس بات کی تائید کریں گے بطور PAC ممبران کے، جو کچھ باتیں جناب والا! اب میرے سامنے آئی ہیں ان دو چار مہینوں میں، شاید اتنے پچیس تیس سال میں بھی نہ آئی ہوں۔ جناب والا! ہمارے ملک میں اتنی لیکیج ہے، محکموں میں اتنی بدنظمی ہے، اتنی لوٹ کھسوٹ ہے، اتنی embezzlement ہے کہ خدا کی قسم سے جناب والا! اگر کوئی ایماندار حکومت ان پر لیگل cognizance لے تو آدھے سے زیادہ محکموں کی مشینری معطل ہو جائے اور جیلوں میں چلے جائیں اور دو دو سال تک ان کی ضمانتیں نہ ہوں۔ یہ حالت ہے۔ بجٹ بنانے والوں کو میں کہتا ہوں کہ آپ اپنی لیکیج روک لیں، embezzlement کو روک لیں، recovery کریں تو ہمارا پھر بھی سسٹم ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن یہ ایک مظلوم ملک بے رحم درندوں کے ہتھے چڑھا ہوا ہے۔ اور یہاں کا سیاست دان میری طرح اپنے جھنڈے کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ اس کی دوڑ جھنڈے تک ہے۔ گاڑی تک ہے، وزارت تک ہے اور اوتھ تک ہے۔ اس کے بعد اسے کوئی پتا نہیں کہ اس نے کیا کرنا ہے۔ پاکستان اور پنجاب کے او ظالم سیاست دان! حکومت لینے کے بعد تیرا کام شروع ہوتا ہے۔ وہ کام کر جس کا تم وعدہ کر کے آتے ہو۔ لیکن یہاں پر بدقسمتی یہ ہے جب سیاست دان کا صحیح کام شروع ہوتا ہے وہاں پر سیاست دان اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے آگے اقتدار کی چربی چڑھ جاتی ہے یا اس کے اور مفادات اس کے آگے آ جاتے ہیں۔

جناب والا! میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں شاید میں نے بہت ٹائم لے لیا ہے۔ آخر میں یہ

عرض کروں گا۔ سنا ہے کہ یہ بھی روایت ہے کہ وزیر اعلیٰ اسمبلی کے سٹاف کو ایک مہینے کی تنخواہ یا کوئی بونس دیتے ہیں۔ جناب والا! اسمبلی strength پر جو ملازمین ہیں ان کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہیں' جو کہ مثلاً ائر کنڈیشن والے ہیں' اور دیگر ملازم ہیں جو کہ اس strength پر نہیں ہیں۔ لیکن بجٹ اجلاس میں وہ بھی اپنا ٹائم ' انرجی ' جسم اور mind برابر کا دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں لیڈر آف دی ہاؤس کی خدمت میں میری عرض ہوگی کہ ان کو بھی ضرور consider کریں۔ میں ایک بار پھر آپ کا اور ممبران اسمبلی کا شکر گزار ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب تاج محمد خانزادہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، رانا سہیل احمد نون--- جی ۔ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں خانزادہ تاج محمد۔

جناب تاج محمد خانزادہ، پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میں اس اسمبلی کو بتانا چاہتا ہوں کہ جواہر لال نہرو سے لے کر راؤ تک آج جو کہ رولز رائس میں پھرا کرتا تھا۔ اس کے لیے جو گورنمنٹ کار تھی وہ ہندوستان میں تھی اور آج بھی جو گورنمنٹ conveyance ہے ' ان کے منسٹروں کے لیے ان کے پرائم منسٹر کے لیے اور ان کے لیے وہ میڈ ان ہندوستان ہے اور ان کے کمانڈر انچیف کے لیے ایمبیسڈر کار ہے۔ جس میں میں خود بیٹھا تھا۔ خدارا یہ مرسڈیز' یہ ڈیمرل' یہ بی ایم ڈبلیو' یہ خواہ نواز شریف لایا' خواہ یہ بھٹو لایا' خواہ یہ وٹو لایا۔ خدا کے لیے ان کو ہٹاؤ زمین پر آؤ آسمان پر مت اڑو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' ظہیر الدین صاحب!

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ریکارڈ کی درستی کے لیے گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی شاہ صاحب نے ایک تو بڑی پرجوش تقریر فرمائی ہے جس میں ملکہ یا بادشاہوں کا ذکر کرنا شروع کیا۔ بادشاہوں کا دور گزر چکا۔ یہ ریکارڈ کی درستی کے لیے ہے اور میں ایک لمحہ چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں۔ یعنی انہوں نے ایک تقریر کردی۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔ آپ پارلیمانی سیکرٹری بھی ہیں۔ تشریف رکھیں مہربانی۔ میرے خیال میں آپ اپنی تقریر کر چکے ہیں۔ اس لیے اب غور سے ' حوصلے سے باتیں سنیں۔ اس میں کون سی ایسی بات ہے ۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں ہے۔ خانزادہ تاج صاحب تو بڑے بزرگ ہیں ' سینئر ہیں--- رانا سہیل احمد نون--یہ دو

مزے لینا چاہتے ہیں۔ پارلیمانی سیکرٹری کے بھی اور پوائنٹ آف آرڈر کرکے بھی۔

جناب رانا سہیل احمد نون، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ بات پہلے بھی اس ہاؤس میں کئی مرتبہ کہی جا چکی کہ یہ وزرائے کرام یہ پارلیمانی سیکرٹری صاحبان اور مشیران پنجاب کیا پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھ سکتے ہیں؟ یہ وزیر ہونے کے باوجود قانون اور ضابطے کی دھجیاں بکھیرتے ہیں بار بار اٹھتے ہیں اور خود ہی فیصلے کرتے ہیں اور خود ہی یہاں پر آ کر ان پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اس بارے میں رولنگ تو دیں۔

(مداخلتیں)

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک منٹ I call the House to order چودھری ظہیر الدین صاحب! آپ اپنی سیٹ پر بھی نہیں ہیں۔ میرے خیال میں آپ کی اگلی سیٹ ہے آپ پارلیمانی سیکرٹری ہیں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، جناب والا! میری سیٹ یہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی آپ کی یہی سیٹ ہے یا تو پھر خواجہ صاحب اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔ دونوں میں کوئی ایک تو اپنی سیٹ پر نہیں ہے۔ قیافہ میرا یہی ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک اپنی سیٹ پر نہیں ہے۔۔۔ خواجہ صاحب! آپ اپنی سیٹ پر تشریف لائیں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ عزیز آباد کا گیٹ بھی انہوں نے توڑا تھا۔ انہوں نے ہی الطاف کو بھگایا تھا۔ انہی کے دور میں غریبوں کی کمائی لٹی تھی جو کہ کوآپریٹو سوسائٹی کی اور تاج کمپنی کی تھی۔ وہ سلطان سے بھول ہوئی تھی تو سلطان چلا گیا۔ بادشاہوں کا دور ختم ہو گیا۔ میں یہی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ ریکارڈ ٹھیک نہیں تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ شاہنواز چیمہ صاحب! آپ ہاؤس کو چلنے دیں۔ آپ ان کو کہہ رہے ہیں کہ شعر سنائیں۔

سید ظفر علی شاہ، کوآپریٹو اور یہ اور وہ یہ گزار سینیٹر جو ہے کیا یہ ہمارا لیڈر آف دی اپوزیشن ہے؟ بس میرے خیال میں اتنا ہی کافی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بس اتنا ہی کافی ہے۔ جی اب رانا سہیل احمد نون صاحب کو فلور دیا جائے۔۔۔ میرا خیال ہے کہ پھر آپ کے بند ہو جائیں گے اگر ان کا شعر سن لیں گے تو۔۔۔ خواجہ صاحب! آپ تشریف

رکھیں۔ جی۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : عرض ہے کہ :

تھور گڈ کے پھل گلاب منگو
حق چھوڑ کے شہد شراب منگو
آپے کیتیاں اسے آپ بھگتنا سی
ہن کسے توں کی حساب منگو ۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر۔۔۔۔(مداخلتیں۔۔۔۔۔۔۔)

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا ٹائم گزر رہا ہے آپ شعر میں لگے رہیں گے۔ رانا سہیل احمد نون صاحب! آپ کا وقت گزر رہا ہے اگر آپ نہیں بولیں گے تو گھڑی تو چل رہی ہے۔

رانا سہیل احمد نون، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں سب سے پہلے اس ملک کی وزیر اعظم بے نظیر بھٹو صاحبہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کے مطابق عوامی ترقیاتی پروگرام کے لیے بہت خوبصورت بجٹ سنٹر اور پنجاب میں پیش کیا گیا۔ یہاں پر میں اپنی ٹیم کے کپتان میاں منظور احمد وٹو صاحب اور وزیر خزانہ جناب مخدوم الطاف احمد صاحب کو بھی خراج تحسین پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ انہوں نے پنجاب کے عام آدمی کی بھلائی کے لیے پس ماندہ اور نظر انداز شدہ علاقوں کے ترقیاتی پروگرام کے لیے اور اس 80% مخلوق کے لیے جو پنجاب کے دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔

جس طرح priority پروگرام کے تحت جس طرح ترقیاتی کام کی شروعات کے لیے ان کو فوقیت دی ہے۔ اس پر ان کو خراج عقیدت پیش کرنا میرا فرض ہے۔ سپیکر سر! آج جب پنجاب کی باگ ڈور اس اسمبلی کے ہاتھ میں آتی ہے، جب یہ اسمبلی معرض وجود میں آتی ہے، آپ ممبر منتخب ہوتے ہیں، سپیکر بنتے ہیں، باقی سارے دوست صاحبان پنجاب اسمبلی کے ممبر بن کر ادھر تشریف لاتے ہیں تو ان پر جہاں اللہ رسول کی طرف سے وہاں عوام کی طرف سے بھی ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ ہے یہاں پر سیاسی، سماجی اور اقتصادی تبدیلی۔ جناب سپیکر! اسی مینڈیٹ کے تحت ہم لوگ اپنے کام کی شروعات کرتے ہیں۔ جب یہاں پر ہم سیاسی، سماجی اور اقتصادی تبدیلی لانا چاہتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمام ادارے تباہ شدہ حال میں ہمیں ورثے میں ملتے ہیں۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پچھلی حکومت

ایسی لوٹ سیل لگاتی ہے کہ کسی بھی ادارے کو سلامتی کے ساتھ اور اس کی اصل حالت میں ہم نہیں پاتے۔ مالیاتی ادارے ہوں' اخلاقی ادارے ہوں' سماجی ادارے ہوں' جب سب ختم ہو جایا کرتے ہیں تو اس وقت آج کی حکومت یہاں پنجاب میں کام کی شروعات کرتی ہے۔ سپیکر سر! آج پنجاب کے ترقیاتی بجٹ کے لیے ۹۶-۱۹۹۵ء تیرہ سو پچاس کروڑ روپے مختص کیے گئے۔ جو کہ ایک ریکارڈ بجٹ ہے۔ اور یہ پچھلے سال کے ترقیاتی کاموں کے مقابلے میں ایک سو پچاس کروڑ روپے' یعنی ۱۲۵ فی صد زیادہ ہے۔ پروگرام کا بڑا حصہ پانچ سو دس کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام پر عمل درآمد کے لیے مختص کیا گیا ہے جس میں تعلیم' بنیادی صحت' آب نوشی کی سکیم شامل ہے اور اسی طرح موجودہ حکومت دیہی علاقوں کو ترقی دینے کے لیے وافر رقوم مہیا کر رہی ہے۔ ترقیاتی بجٹ ۹۶-۱۹۹۵ء کا اسی فی صد حصہ دیہی علاقوں کے ترقی کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ موجودہ بجٹ میں فروغ تعلیم کے لیے ستائیس کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے جو کہ کل ترقیاتی پروگرام کا ۲۰۵۴ فی صد بنتا ہے۔ صحت کی سہولیات کے لیے اس بجٹ میں ایک سو پچیس کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے اور صوبے کے پس ماندہ علاقوں میں ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے خصوصی رقوم مختص کی گئی ہیں۔ پنجاب کے بارانی علاقوں میں ترقیاتی عمل کو تیز کرنے کے لیے مختلف شعبہ جات میں ایک سو پچاسی کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ کھیت تا منڈی سڑکوں کی تعمیر کے لیے ایک سو پانچ کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے جس سے ایک ہزار کلومیٹر لمبائی کی سڑکیں تعمیر کی جائیں گی۔ شہروں کو ملانے والی شاہرات کی کشادگی اور مضبوطی کے لیے پچاسی کروڑ روپے کی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ زراعت اور اس کے ذیلی شعبہ جات کی ترویج و ترقی کے لیے ۱۵۲۰۹۳ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اور حکومت کی خصوصی ہدایت کی روشنی میں محکمہ زراعت نے one window operation کا منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت مصدقہ بیج' کھادیں مرکزی سطح پر قائم شدہ ڈپوؤں سے فراہم کی جائیں گی۔ ماحول کی آلودگی ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس پر قابو پانے کے لیے ماحولیاتی منصوبہ بندی کے لیے ایک سو انتیس روپے رکھے گئے ہیں۔ اور قصور میں خاص طور پر جو کہ پسماندہ ترین علاقہ تھا وہاں پر آلودگی ختم کرنے کے لیے خصوصی پیکج کے تحت چھبیس کروڑ روپے سے منصوبہ بندی ہو رہی ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلے پر قابو پانے کے لیے ایک جامع منصوبہ تیار کر لیا گیا ہے۔ ۹۶-۱۹۹۵ء کے بجٹ میں ۵۲۰۹۳ کروڑ روپے اس پروگرام کے لیے وفاقی حکومت فراہم کرے گی۔ سپیکر سر! خاص طور پر جن علاقوں کو' مجھ سے پہلے میرے فاضل بھائی نے بجٹ کی تقریر کی شروعات میں رونے دھونے کی بات کی تھی۔ انھوں نے اپنی بات رونے

دھونے سے شروع کی تھی۔ اور مجھے بہت افسوس ہوا ان کی یہ بات سن کر کہ جب انھوں نے ڈیرہ غازی خان جیسے پس ماندہ اور نظر انداز شدہ علاقے میں ترقی ہوتی دیکھی۔ سپیکر سر! ان کا مشن صرف یہ ہے کہ جو علاقے غیر ترقی یافتہ ہیں' پس ماندہ ہیں' نظر انداز کیے ہوئے ہیں وہ نظر انداز رہیں' پس ماندہ رہیں' وہاں اندھیرا رہے' اجالا نہ پھیل سکے۔اور سپیکر سر! ہم دیکھتے ہیں کہ پنجاب میں رائے ونڈ کے پاس زمین لے کر ارب روپے کی وہاں پر صرف سڑک تعمیر کر دی جاتی ہے کہ اس زمین کی value بڑھے۔ اگر اس کے مقابلے میں آج پنجاب کے پس ماندہ اور نظر انداز شدہ علاقے میں ترقیاتی کام ہوتے ہیں تو اس پر میں سمجھتا ہوں کہ ان کا رونا دھونا جائز بنتا ہے۔ سپیکر سر! آج میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات کرتا ہوں کہ کراچی کے حالات کے اندر' جو مجھ سے پہلے فاضل بھائی نے بات کی' اس میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کراچی کو ہمارے ملک پاکستان کے اس اہم ترین اور حساس ترین خطے کو دہشت گردی کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لاہور کا وہ عاطف چودھری ہو یا کراچی کے وہ دہشت گرد ہوں کہ جو انسانوں کی جان سے خون کی ہولی کھیلنا اپنا فریضہ سمجھتے ہیں ان کے سرپرست اعلیٰ جہاں انھیں ولی خان کے پاس تحفظ کے لیے بھیجتے ہیں ان کے سرپرست اعلیٰ کراچی میں جا کر وہاں دہشت گردوں کو پناہ دینے کی بات کرتے ہیں' وہاں دہشت گردوں کے حق میں بیانات دیتے ہیں اور عملی طور پر عمل پیرا ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ پنجاب کے سیاسی' سماجی اور اقتصادی حالات کو سدھارنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ پنجاب کی حکومت' پنجاب کی اسمبلی کراچی کے حالات پرخصوصی طور پر دہشت گردوں اور ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے کے لیے خصوصی قرارداد پیش کرے۔ سپیکر سر! آج پریذیڈنٹ صاحب' وزیر اعظم صاحبہ' وزیر اعلیٰ صاحب اور وزیر خزانہ صاحب جس انداز میں یہاں پر اس ملک پاکستان کے اندر اس صوبہ پنجاب کے اندر ایک سماجی' سیاسی اور اقتصادی تبدیلی کے لیے کوشاں ہیں اور جس انداز میں کام کر رہے ہیں اس کی مثال سب سے پہلی تو یہ employment کی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ پچھلے دور کے اندر جتنے جرائم پیشہ لوگ تھے پورے سندھ کے اندر ان کو مختلف حساس اداروں کے اندر بھرتی کر لیا جاتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ صوبہ پنجاب کے اندر مخصوص لوگوں کو' مخصوص نظریات کے حامل لوگوں کو اور مخصوص کردار کے حامل لوگوں کو employ کر دیا جاتا ہے' نوکریاں دی جاتی ہیں۔ سپیکر سر! آج اس تیرہ سالہ دور کے بعد پہلی دفعہ یہ آپ کی حکومت کو اعزاز جاتا ہے' یہ آپ کو اعزاز جاتا ہے' یہ اس اسمبلی کو اعزاز جاتا ہے کہ آپ نے عام آدمی کو اس پنجاب کے غریب کو بغیر پیسوں کے' بغیر رشوت کے نوکری دی ہے۔ یہ آپ کا بہت بڑا کریڈٹ ہے سپیکر سر! چاہے وہ محکمہ تعلیم کے اندر ہو'

چاہے وہ محکمہ صحت کے اندر ہو' چاہے وہ محکمہ مال کے اندر ہو' تمام محکموں کے اندر آپ کا نوکریوں پر سے پابندی اٹھانا اور عام آدمی کو نوکری دینا میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کا بہت بڑا کریڈٹ ہے۔ سپیکر سر! آج جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی حکومت ۹۶۔۱۹۹۵ء کے بجٹ میں خاص طور پر جیلوں میں قیدیوں کے لیے' ان کی welfare کے لیے چار کروڑ روپے کی خصوصی گرانٹ رکھتی ہے تو میں اس بات پر Human Rights Commission کے لوگوں کو اور جیل اینڈ مینٹل ہسپتال ویلفیئر ایسوسی ایشن پنجاب formulated by Chief Justice, High Court کے راجہ عبدالرحمٰن صاحب کو بھی سلام عقیدت پیش کرتا ہوں کہ ان کی کوششوں اور کاوشوں سے پنجاب کے جیل کے قیدیوں کے لیے جو کچھ بھلائیاں ممکن ہوسکیں انھوں نے کیں۔ سپیکر سر! محکمہ صحت کے اندر خاص طور پر پس ماندہ اور نظر انداز شدہ علاقہ جات میں جس انداز میں آپ کی حکومت initiative لیتی ہے اور جناب وزیر اعلیٰ میاں منظور احمد وٹو صاحب اور پاکستان پیپلز پارٹی خصوصی دل چسپی لے کر ہسپتال کے نظام کو بہتر بناتی ہے اور اس سلسلے میں ہمارے وزیر جناب رانا اکرام ربانی صاحب کی کوششوں کو اگر نہ سراہا جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ بھی زیادتی ہو گی۔

جناب سپیکر! آپ نے' آپ کی حکومت نے پولیس ڈیپارٹمنٹ کے لیے ۲۵ کروڑ روپے مختص کیے ہیں۔ جہاں پر ان کی ٹریننگ' ان کے لیے جدید اسلحے اور سازو سامان خریدنے اور ان کے ترقیاتی کاموں کے لیے یہ بھی اس صوبہ پنجاب میں ۹۶۔۱۹۹۵ء کے اندر پہلی دفعہ خصوصی گرانٹ رکھی گئی ہے اور اس میں عدلیہ کے لیے جو آپ نے ۱۵ کروڑ روپے کی گرانٹ رکھی ہے یہ بھی ۹۶۔۱۹۹۵ء میں آپ نے ۱۵ کروڑ روپے کی اضافی رقم رکھی ہے۔ اس دفعہ ۵۲ کروڑ روپے رکھی ہے جو کہ پچھلے بجٹ سے بہت زیادہ ہے۔ آج یہ بات کرتے ہیں سیلز ٹیکس کی' آج یہ exploit کرتے ہیں ان لوگوں کو جو کہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوٹ کھسوٹ تو جاری رکھیں لیکن حکومت کو ہمیں ٹیکس نہ دینا پڑے۔ جناب سپیکر! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی اسمبلی' آپ کی حکومت' پی۔ڈی۔ایف کی حکومت انشاء اللہ تعالیٰ العزیز عوام میں' پنجاب کے عوام میں' پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور پر عمل کرنے سے ہر چڑھتے سورج کے ساتھ اور ہر آنے والے دن کامیابیوں کی نوید لے کر ابھرے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ۔ شکریہ' مہربانی!

رانا محمد اقبال خان ۔ جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کی تقریر سن رہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کس بات پر کھڑے ہوئے ہیں ؟

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی!

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر! میرے بھائی نے بڑی اچھی اچھی باتیں بھی کی ہیں ۔بہرحال کچھ تلفظ کی تھوڑی سی میں درستی کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ اگلے مقرر میاں عمران مسعود صاحب ہیں۔ جی!

میاں عمران مسعود ، شکریہ۔ جناب سپیکر! میں ریکارڈ کی درستی کے لیے عرض کرتا ہوں کہ شاہ صاحب کہنا کچھ چاہتے تھے لیکن کہہ کچھ گئے۔ اصل میں وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ ظالم حسینہ اور باقی عاشق ۔ لیکن وہ کچھ اور کہہ گئے ہیں۔

جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! ۱۴ جون کو جب فیڈرل بجٹ نیشنل اسمبلی میں وزیر مملکت نے پیش کیا تو جناب والا ! اس secret document کا جو welcome تھا وہ کلرکوں کی ایک بہت بڑی strike نے اسے red carpet reception دی۔جب اپنی شان و شوکت سے فیڈرل منسٹر ہاؤس میں بجٹ پیش کر رہے تھے ' انھوں نے بڑے clossal amount کے ٹیکسز کا بھی ذکر کیا۔ revenue generation کا بھی ذکر کیا۔ اور اپنی بجٹ پالیسی پر بھی discussion کی ۔اسی طریقے سے ۱۵ جون کو صوبائی وزیر مخدوم الطاف صاحب نے بھی پنجاب کا بجٹ یہاں پیش کیا اور بہت سارے ٹیکسز کا یہاں ذکر کیا۔ لیکن جناب والا! ایک حقیقت جو کہ شاید کسی کو نہیں پتا میں نے ایک رسالے میں پڑھی کہ دونوں منسٹرز چاہے وہ فیڈرل کے ہوں یا پراونشل کے ہوں یہ دونوں منسٹرز بالکل کوئی کسی قسم کا ٹیکس نہیں دیتے ۔ نہ انکم ٹیکس دیتے ہیں ۔ نہ پراپرٹی ٹیکس دیتے ہیں اور نہ ہی ویلتھ ٹیکس دیتے ہیں ۔ جناب والا! یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ وہ لوگ جو کہ پبلک سے ٹیکسز لینا چاہتے ہیں لیکن پتا نہیں کیا بات ہے کہ وہ ٹیکس دینا نہیں چاہتے۔ سمجھ نہیں آتی کہ کس انداز سے یہ لوگوں پر ٹیکس لگانا چاہتے ہیں اور کس انداز سے یہ revenue کمانا چاہتے ہیں۔ بہرحال یہ میرا اپنا ایک point of view تھا جو میں سمجھتا تھا کہ میں یہاں ضرور ذکر کروں۔ جناب والا! فیڈرل بجٹ جو کہ ہمیشہ global politics اور global economic policies پر

base کیا جاتا ہے۔ جناب والا! آج کل جو global trend اور جو GATT کا agreement تھا، جو free trade کا آج کل سارا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ جو کہ بعد میں WTO کی شکل میں whole trade of opposition کی شکل میں آج کل implement کیا جا رہا ہے، اس میں ایک سب سے بڑی پالیسی جس کے متعلق میں نے پڑھا ہے اس میں world economist یہ بتانا چاہتے ہیں کہ free trade ہو تا کہ consumer یا عام آدمی کو چیز سستی ملے۔ اسی طریقے سے IMF نے ہمارے پاکستان کو بھی اسی زمرے میں لانا چاہا اور ان پر یہ taxes impose کرنے چاہے اور کہا import duties کو آپ کم کر دیں۔ بہرحال اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے فیڈرل گورنمنٹ نے ابھی اپنی کوئی حتمی پالیسی پر ذکر نہیں کیا۔ حتمی پالیسی ابھی وضع نہیں کی۔ وہ half پر کچھ تو IMF کی باتیں مان رہے ہیں اور کچھ IMF کی باتیں نہیں مان رہے۔ ان کے اصرار پر بجٹ پیش کرنے سے پہلے ہی بجلی کے نرخ بڑھا دیے گئے۔ بجٹ پیش کرنے سے پہلے ہی سوئی گیس کے نرخ بھی بڑھا دیے گئے۔ تیل اور اسی طریقے سے بے شمار ایسی چیزیں بھی ہیں جن کے نرخ پہلے ہی بڑھ چکے تھے۔ جناب والا! صوبائی بجٹ بہت زیادہ NFC Award پر base کرتا ہے۔ جناب والا! یہ National Finance Commission Award جس کے ذریعے ۵۴ ارب اور ۵ کروڑ روپیہ ہمارے پنجاب کو ملے گا۔ جناب والا! میں اس سے بالکل اتفاق نہیں کرتا۔ اس لیے اتفاق نہیں کرتا کہ اکثر پیسہ بلوچستان والے، سندھ والے اور فرنٹیئر والے اس ایوارڈ سے اپنے صوبوں میں کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پنجاب جو آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے سب سے زیادہ revenue generating ہمارے صوبہ پنجاب کی ہے۔ لہٰذا یہ میری گزارش ہو گی کہ ہمیں چاہیے کہ ہم ایک نئے Natonal Finance Commission Award کا مطالبہ کریں۔ تا کہ ہمارے صوبہ پنجاب کا مسئلہ حل کیا جا سکے۔ جناب والا! پنجاب بجٹ میں تعلیم کی مد میں ۲ ہزار ۲ کروڑ روپیہ allocate کیا گیا ہے۔ جس پر Compulsory Education Act کے لیے دس کروڑ روپیہ رکھا ہے۔ جس میں بلیک بورڈ اور وغیرہ وغیرہ چیزیں دی جائیں گی۔ میں کوشش کروں گا کہ میں ان points کو repeat مت کروں جو کہ میرے دوستوں نے بیان کیے ہیں۔ لیکن ایک چیز جو کہ ایجوکیشن پالیسی میں ہمیں یہاں دیکھنے کو ملی وہ یہ کہ منسٹرز اور سیکرٹریز کی جو آپس کی لڑائی ہے وہ ابھی تک ختم نہیں ہو سکی۔ ابھی سابقہ سیکرٹری ایجوکیشن کو یہاں سے ہٹایا گیا اور اسے کیوں ہٹایا گیا۔ جناب والا! اخبارات میں کئی بار آیا کہ ہر ضلع کے جو ایجوکیشن بورڈ تھے ان کے ٹھیکے دیے جاتے

تھے اور پوسٹنگ اور ٹرانسفر آرڈرز کے پیسے لیے جاتے تھے۔ بے شمار ایسی حرکات تھیں جن کی وجہ سے منسٹر اور سیکرٹری کے درمیان ایک لڑائی تھی اور ہمارے بے چارے غریب طلباء نے بہت suffer کیا۔ جناب والا! ٹیکنیکل ایجوکیشن سائیڈ پر کچھ زیادہ فنڈ مختص نہیں کیے گئے۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے حلقے میں ایک سویڈش ٹیکنیکل کالج ہے ' وہ واحد ایسا ادارہ ہے جہاں بائیو میڈیکل ٹیکنیشنز produce کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ میری گزارش ہوگی کہ اس سویڈش ٹیکنیکل ادارے کو زیادہ سے زیادہ فنڈ دیے جائیں تاکہ وہاں سے ہم معیاری سٹوڈنٹس کو مستقبل میں استعمال کر سکیں۔

جناب والا! پولیس کی مد میں ۵۱۰ کروڑ روپیہ رکھا گیا جو کہ پچھلے سال سے ۲۲ فیصد excess دیا ہے۔ 11-B کا بھی ذکر کیا گیا اور اس پولیس والوں کو گاڑیاں اور عمارتوں کے لیے فنڈز بھی دیے گئے۔ لیکن پولیس کا کردار آپ کے سامنے ہے۔ یہ وہی پولیس ہے جو کہ ممبران کو گاڑیوں سے کھینچ کر باہر نکال دیتی ہے۔ حالانکہ premises میں اس کی اجازت بھی نہیں۔ لیکن پھر بھی یہ پولیس حکمرانوں کے کہنے پر غلط قسم کی حرکات ہمیشہ کرتی ہے۔ جناب والا! جوڈیشری کے لیے ۵۲ کروڑ روپیہ رکھا گیا جو کہ سول جج صاحبان ' جوڈیشل مجسٹریٹ صاحبان کی عمارات کے لیے ہے اور اپنی تقریر میں یہ وعدہ بھی فرمایا گیا کہ سب ڈویژن لیول پر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کو بھی وہاں appoint کیا جائے گا۔ اور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر صاحبان اور مجسٹریٹ صاحبان کے لیے گاڑیاں اور وائرلیسوں کے لیے بھی ۵ کروڑ روپیہ دیا جائے گا۔ جناب والا! جہاں تک جوڈیشری کا سوال ہے میں یہاں اس بات کا ضرور ذکر کرنا چاہوں گا کہ anti-terrorist court جو کہ پنجاب گورنمنٹ کے under ہے وہ آج کل جس طریقے سے act کر رہی ہے یہ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ کہیں آپ مجھ پر contempt نہ لگا دیں۔

جناب والا! جیلوں کے لیے ۴۱ کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے تاکہ وہاں بے چارے سزا یافتگان لوگوں کی حالت زار کو ٹھیک کیا جائے۔ پچھلے سال ۳۲ کروڑ روپیہ جیلز کی مد میں دیا گیا تھا اور اس دفعہ بڑھا کر ۴۱ کروڑ روپیہ رکھ دیا گیا ہے۔ جناب والا! مجھے خود ذاتی طور پر جیل جانے کا اتفاق ہوا لیکن وہاں کے جو حالات ہیں وہ انتہائی مخدوش ہیں۔ میری یہ خواہش تھی کہ وزیر جیل یا وزیر خزانہ جیلز کے لیے کچھ ایسے فنڈز بھی رکھتے جو کہ وہاں ایسے قیدیوں کے لیے ہوتے جن کا نہ کوئی والی وارث ہے نہ ہی کوئی رشتے دار ہے اور نہ ہی ان کا کوئی وکیل ہے۔ اور نہ ہی ان کے پاس اتنے پیسے ہیں کہ ان کا کیس کوئی persue کر سکے۔

جناب والا! ہیلتھ کی مد میں 96-1995ء سال کے لیے 474 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جس میں 10 کروڑ روپیہ خاص طور پر BHU's اور RHC's کی construction اور upgradation کے لیے رکھا گیا ہے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ ایگریکلچرل ڈیپارٹمنٹ کے لیے 134 کروڑ روپیہ مختص کیا گیا ہے جو کہ پچھلے سال سے 24% زیادہ رکھا گیا ہے۔ اس میں جو بڑے بلند و بانگ دعوے کیے گئے ہیں کہ one window operation کے تحت سیڈز اور فرٹیلائزرز پنجاب ایگریکلچرل و سپلائز کارپوریشن کے تحت کسان کو دیے جائیں گے اور جو اس میں mixing کرے گا یا اس میں adultration کرے گا اس کے لیے سات سال سزا اور دس لاکھ کی penalty بھی رکھی گئی ہے۔ اس سلسلے میں فارم ٹو مارکیٹ روڈز کے لیے جو پیسے مختص کیے گئے ہیں' اس کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے' یہ فارم ٹو مارکیٹ روڈز کے لیے میرے خیال میں پیسے کی جو distribution ہونی چاہیے تھی وہ تو بڑی balance طریقے سے ہونی چاہیے تھی۔ لیکن اس میں بھی favouritism کا زیادہ خیال رکھا گیا اور اس کے بعد انھوں نے پنجاب یوٹیلائزیشن اتھارٹی کا جو ایک سسٹم شروع کیا ہے وہ اچھا ہے اگر اس کی effectivity زیادہ ہو جائے۔

جناب والا! ایگریکلچرل ڈیپارٹمنٹ کی مد میں میرے حلقے کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے۔ حالانکہ میرے حلقے میں بھی بہت سا ایسا علاقہ ہے جو کہ بارانی علاقہ ہے جہاں نہری پانی نہیں لگتا۔ لیکن صرف 5 لاکھ روپیہ میرے حلقے کو دیا گیا ہے وہ بھی hydrological study کے لیے دیا گیا ہے جو کہ انھوں نے وہاں ٹیوب ویل نصب کیے ہیں اس کی ریسرچ ورک کے لیے دیا ہے۔

جناب والا! بیت المال کے لیے 15 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔ لیکن بیت المال کی جو ضلع لیول پر کمیٹیاں بنائی گئی ہیں ان میں جو آدمی رکھے گئے ہیں ان میں بھی کوئی بیلنس maintain نہیں کیا گیا اور اپنی مرضی کے آدمی رکھے گئے ہیں اور بیت المال میں جس طریقے سے پچھلے سال embezzlement کی گئی ہے اس کی بھی انکوائری ابھی تک پینڈنگ ہے۔ ابھی تک یہ نہیں بتایا گیا کہ جو کروڑوں روپے کا بیت المال تھا وہ کون کھا گیا اور کون لے گیا؟

جناب والا! ایمپلائمنٹ کے لیے 96-1995ء میں 10,300 نئی اسامیاں create کی گئی ہیں لیکن جو system of appointment ہم دیکھ رہے ہیں وہ بڑا غیر معیاری طریقہ سے نافذ العمل ہے۔

جناب والا! بجٹ تقریر میں ایک بہت بڑا claim کیا گیا کہ جناب چیف منسٹر صاحب نے

غریب غرباء کو جو مالکانہ حقوق دیے ہیں اس میں اڑھائی لاکھ آدمیوں کو یہ حقوق دے چکے ہیں۔ لیکن نواز شریف صاحب کے دور میں سندھ میں ہاریوں کو جو پلاٹس دیے گئے تھے اس کا بھی ذکر' میں یہاں ضرور کرنا چاہوں گا کہ ہر گورنمنٹ کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنے وہ غریب غرباء اور خاص طور پر جو دیہاتی لوگ ہیں ان کے لیے آسانیاں create کی جائیں۔

جناب والا! گورنمنٹ ملازمین کی تنخواہوں اور الاؤنسز میں کافی اضافہ کیا گیا ہے۔ پنشن میں بھی اضافہ کیا گیا ہے اور اس کے لیے اس بجٹ میں 145 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ میں ان گورنمنٹ ملازمین کے بارے میں بھی یہاں ذکر کروں گا جو کہ اپنی powers کا misuse کرتے ہیں۔ خاص طور پر ڈپٹی کمشنرز جو کہ ڈسٹرکٹ لیول پر لگے ہوئے ہیں۔ میں نے پہلے بھی اپنی ایک تحریک استحقاق میں ایک غلط سسٹم اسلحے لائسنس پر ٹیکس کے بارے میں ذکر کیا تھا۔ اس کے بعد ڈپٹی کمشنرز اور گورنمنٹ ملازمین بے شمار ایسے ہیں جن کے پاس بے تحاشا گاڑیاں ہیں۔ بے تحاشا فنڈز ہیں۔ انھوں نے رجسٹریشن کا جو وہاں سلسلہ شروع کیا ہوا ہے' ٹرانسفر پالیسی ہے' وہ بڑی عجیب قسم کی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میں کسی ایسے آدمی کا یہاں نام لوں جس کا میری وجہ سے کل کو اخباروں میں نام آئے۔ لیکن یہاں جو ایک پیسے کے ضیاع کا general trend پایا جاتا ہے اس کو روکنا چاہیے۔ لیکن وہ اسی طرح رک سکتا ہے کہ ان پر ایک ceiling لگا دی جائے۔ ان کے ٹیلیفون کے استعمال پر' ان کے پی۔ او۔ ایل کے استعمال پر اور اس طرح بے شمار ایسی چیزیں ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ ان کے لیے کروڑوں روپیہ بجٹ میں رکھ دیا جائے۔

جناب والا! تعمیر پنجاب کے لیے بھی بہت سارا پیسہ 13 ارب 50 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے جس میں SAP کے لیے 5 ارب 10 کروڑ اور باقی جو سکیمز تھیں ان کے لیے 8 ارب 40 کروڑ رکھا گیا ہے۔

جناب والا! ایجوکیشن کے سلسلے میں 277 کروڑ 31 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے جس میں 2 ہزار 280 نئے پرائمری سکول کھولے جائیں گے۔ 184 مسجد سکولوں کو پرائمری سکولوں میں تبدیل کیا جائے گا۔ 1580 پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا جائے گا اور اس طرح انھوں نے وہاں بے تحاشا پالیسیاں رکھی ہیں۔ لیکن ایجوکیشن میں ہمیشہ یہاں دیکھتے ہیں۔ آیا کہ یہاں ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے جو افسران ہیں ان کی credibility کوئی زیادہ اچھی نہیں اور نہ ہی ان کی performance اچھی ہے۔

جناب والا! ہیلتھ کے لیے 125 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جس میں 5 کروڑ SAP کے لیے اور

65 کروڑ عام پروگرام کے لیے ہے۔ BHU's کی upgradation کا ذکر کیا گیا ہے لیکن BHU's کی جو حالت زار ہے وہ سب جانتے ہیں۔ کہ کئی ایسے BHU's ہیں اور کئی ایسی RHC's ہیں جہاں نہ کوئی بجلی ہے نہ کوئی ڈاکٹر بیٹھتا ہے اور نہ ہی کوئی دوائی وہاں ملتی ہے۔

جناب والا! water and sanitation کے لیے 225 کروڑ روپیہ SAP کی مد میں رکھا گیا ہے۔ اس میں بھی میں سمجھتا ہوں کہ جو محکمہ پبلک ہیلتھ ہے اس کو یہ تنبیہ کرنی چاہیے کہ وہ اس پیسے کی utilization صحیح طریقے سے کرے۔

جناب والا! ایک بات جو خاص طور پر یہاں دیکھنے کو ملی کہ سی۔ ایم سپیشل پیکج میں ڈویلپمنٹ اتھارٹیز جو کہ بڑے شہروں میں ایم۔ ڈی۔ اے ' آر۔ ڈی۔ اے اور جی۔ ڈی۔ اے کی صورت میں ہیں ان میں 46 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔

جناب والا! منسٹر فنانس نے اپنی تقریر میں نئے جو پروگرام اور نئے عزم کا جو اظہار کیا اس میں environmental planning کے لیے ایک کروڑ 69 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ آج کل environmental اور polution کے لیے جو international trend چل رہا ہے میرے خیال میں اس لحاظ سے یہ پیسہ بہت کم ہے۔ اس پیسے کو بڑھا دینا چاہیے تھا اور خاص طور پر قصور ٹینریز کا جو 26 کروڑ روپے کا یہاں ذکر کیا گیا کہ اس سے pollution اور پانی کو صاف کیا جائے گا۔ یہ foreign aided programe ہے۔ اس کا پنجاب حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب والا! کینال واٹر ڈسٹری بیوشن ' پانی کا جو ضیاع ہوتا ہے اس میں 2 کروڑ ' سمال ڈیمز کے لیے 2 کروڑ ویلج الیکٹریفکیشن کے لیے 5 کروڑ ' مڈل سکولز کو اپ گریڈ کرنے کے لیے 10 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔

جناب والا! یہ ساری باتیں جو کہ منسٹر فنانس نے اپنی تقریر میں کی ہیں' جو سبز باغ دکھائے ہیں میرے خیال میں یہ تو پچھلے سال بھی انھوں نے باتیں کی تھیں لیکن ہمیں دیکھنے کو یہ بالکل نہیں ملیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ بجٹ کے جو statistics یہاں پیش کیے گئے ہیں یہ بالکل جھوٹ کا ایک پلندہ ہے اور میرے خیال میں اس میں سب سے زیادہ جو objectionable بات ہے وہ expenditure side ہے اور جہاز کی خریداری ' گاڑیوں ' پارلیمانی سیکرٹریوں اور ایڈوائزروں کی جو فضول خرچیاں ہیں اس کی کوئی بھی justification نہیں۔ میرے خیال میں کہیں ایسا وقت نہ آ جائے کہ

جب غریب آدمی اپنے گھر سے نکلے اور ہمارے گریبانوں کو پکڑ لے۔ پھر وہ یہ کہے کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ غریب کو تو یہاں کچھ کھانے کو ملتا نہیں اور امراء اور جو حکمران ہیں وہ عیش کر رہے ہیں۔

جناب والا! میری یہی چند گزارشات تھیں اور میں یہ چاہوں گا کہ ہمارا یہ جو سسٹم ہے' یہ جو منسٹرز ' بیوروکریٹس ' حکمرانوں اور بیوروکریٹس کا آپس میں ایک سسٹم ہے اس کو ہمیں develop کرنا چاہیے۔ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے ایسے بڑے بڑے blunder دیکھنے کو ملتے ہیں جس سے حیرت دنگ رہ جاتی ہے اور سیاستدان جو کہ ہمیشہ ہر ایک کی نظروں کے سامنے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کی الزام تراشی کا وہ سامنا کرتے ہیں لیکن کچھ ایسے بیورو کریٹس ہیں جنھوں نے ساری بیوروکریسی کو خراب کیا ہوا ہے اور اس نظام کی خرابی میں ایسے بیوروکریٹس کی نشاندھی کرنی چاہیے۔ اکثر ایسی خرابیاں جو ہیں وہ پی۔ اے۔ سی میں ہمارے سامنے آتی ہیں جن کا ہم ہمیشہ سدباب کرتے ہیں۔ لیکن یہ جو سسٹم ہے اس کو ٹھیک کرنا چاہیے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ عمران مسعود صاحب!

خواجہ ریاض محمود ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب سپیکر! میں بڑی بے قراری کے ساتھ حکومتی بنچز سے اپنے انتہائی قابل احترام دوست غلام عباس کی تقریر سننے کے لیے بے تاب بیٹھا ہوں۔ غلام عباس صاحب وہ شخصیت ہیں جنھوں نے ہمارے دور میں کافی مار کھائی ہے اور آج بھی جب ان کی اپنی حکومت ہے وہ اپنی حکومت کے ہوتے ہوئے جمہوریت کے چراغ روشن رکھنے کے لیے پریشر برداشت کر رہے ہیں---

جناب ڈپٹی سپیکر ، خواجہ صاحب! بات تو سنیے۔ غلام عباس صاحب سے میں نے آج بھی پوچھا ہے کہ وہ تقریر کریں گے؟ میرے خیال میں وہ کل کرنا چاہتے ہیں۔

خواجہ ریاض محمود ، اچھا جی۔ یہی بات میں جاننا چاہتا تھا۔ کیونکہ بیٹھے بیٹھے وہ بڑے جوش میں آ رہے تھے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تشریف رکھیں۔ مہربانی۔ جناب سید اکبر علی شاہ! لودھراں۔

سید اکبر علی شاہ ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العالمین ۔ والعاقبت للمتقین ۔ الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم ۔ وعلی آلہ واصحابہ واہل بیتہ اجمعین امابعد۔ شکریہ جناب سپیکر! کہ آج آپ نے مجھے اس مالی

سال کے بجٹ پر اپنے اظہار خیال کا موقع فراہم فرمایا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جو فاضل رکن اجلاس میں کبھی کبھی بولے۔ میرے خیال میں اس کی تقریر دھیان سے سننی چاہیے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اگر آپ خود ہی باتوں میں لگے رہے تو وہ مایوس ہوں گے۔

سید اکبر علی شاہ : جناب سپیکر! میں اپنے بھائی حافظ اقبال خاکوانی کی اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہ اپنی زبان سرائیکی میں تقریر کریں میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اجازت دیجیے کہ میں سرائیکی میں بات کر سکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ کو اجازت ہے۔

سید اکبر علی شاہ : (سرائیکی) جناب سپیکر! موجودہ عوامی حکومت کی جانب سے یہ دوسرا بجٹ ہے جو اس سال پیش کیا گیا ہے۔ صوبائی وزیر خزانہ جناب مخدوم الطاف احمد صاحب نے بہت اچھا بجٹ پیش کر کے عوامی حلقوں پر انتہائی احسان کیا ہے اور حلقے کے عوام انتہائی مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ جناب والا! یہ بات اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ یہ بجٹ واقعی عوامی امنگوں کا آئینہ دار ہے اور میں یہ بھی توقع کرتا ہوں کہ یہ بجٹ بارآور ثابت ہو گا۔ یہاں یہ بات بے جا نہ ہو گی کہ جن رفقائے کار نے دن رات محنت اور لگن سے اعداد و شمار مرتب کیے ہیں وہ بھی میرے نزدیک قابل خراج عقیدت اور قابل تحسین ہیں۔

جناب سپیکر! اس میزانیہ کے بارے میں میں تو عرض کروں گا کہ صوبے کی تعمیر و ترقی کے لیے مختص شدہ رقومات کی تقسیم انتہائی منصفانہ، مساویانہ اور حقیقت پسندانہ ہیں۔ اس سے صوبہ بھر میں شاہرات کا جال بچھ جائے گا۔ تعلیمی شعبہ کے لیے مختص شدہ رقم سے سستی اور معیاری تعلیم کو بھی فروغ حاصل ہو گا۔ لوگوں کو پینے کا صاف پانی میسر آ سکے گا۔ صحت و صفائی کا معیار بلند ہو گا۔ صنعت وحرفت کے قیام سے بے روزگاری پر قابو پانے میں مدد ملے گی۔ مختلف محکمہ جات میں اسامیوں پیدا کرنے سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو برسر روزگار ہونے کے سنہری مواقع ملیں گے اور یہ سب باتیں موجودہ عوامی حکومت کے روشن، تابناک اور درخشاں مستقبل کی عکاسی کرتی ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں ایوان کی توجہ اپنے علاقے یعنی حلقہ نمبر 170 لودھراں کی پسماندگی اور خوشحالی سے محرومی کے اسباب کی طرف مبذول کراتا ہوں اور میں حکومت سے توقع کرتا ہوں کہ

میرے حلقے کے پسماندہ عوام کو دیگر علاقے کے عوام کے شانہ بہ شانہ چلنے کے قابل ہونے میں ممکنہ حد تک حوصلہ افزائی اور مدد کی جائے گی۔

جناب والا! ترقی کے اس دور میں جہاں ذرائع آمد و رفت کی بنیادی سہولتیں ہر علاقے میں حاصل ہیں لیکن ہمارا علاقہ اس معاملے میں بدقسمت ہے کہ جہاں ذرائع آمدورفت کی کوئی سہولت میسر نہیں۔ ہر طرف کچی سڑکیں ہیں۔ خال خال کہیں کہیں پکی سڑک ہے۔ سابقہ دور حکومت میں نمائندگان نے اپنے منظور نظر افراد کو نوازا اور ان پر مہربانی فرمائی اور ان کے گھروں تک رابطہ سڑکیں تعمیر کرائیں اور عوام الناس کے لیے انھوں نے بالکل نہ سوچا۔ جناب والا! ترقی کے اس دور میں میں حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ مہربانی کر کے ہمارا ضلع لودھراں جو کہ ایک نیا ضلع معرض وجود میں آیا ہے اس کو نئے ضلع کی حیثیت سے حصے سے زیادہ ترقیاتی فنڈز دیے جائیں اور اس کی بنیادی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے ہمارے علاقے کی طرف توجہ فرمائی جائے۔ جناب والا! لودھراں کو ضلع ملتان سے ملانے والی ایک سڑک جلال پور پیر والا لودھراں روڈ جس کو کہ کشادہ کرنے کے لیے انتخابی مہم میں ہمارے علاقے کے عوام نے ہم سے وعدے لیے اور ہم نے ان سے وعدے کیے۔ جناب والا! میں حکومت سے گزارش کروں گا کہ مہربانی فرما کر لودھراں جلال پور پیر والا روڈ کو دوہرا کرنے کا اعلان جس طرح جناب وزیر اعلیٰ نے لودھراں کے دورے کے دوران فرمایا تھا اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے فنڈز مہیا کیے جائیں۔ اسی طرح میرے حلقے کی دوسری سڑکیں ہیں جن میں سے ایک سڑک چھتو والا تا میانی موتھا ہے جو کئی سال سے زیر تعمیر تھی لیکن پچھلے سال میرے فاضل وزیر سعید اکبر خان صاحب نے اس سڑک کو چیک کیا تو اس کو غیر معیاری قرار دیا اور انھوں نے موقع پر احکامات صادر کرتے ہوئے اس سڑک کی تعمیر کو بند کرنے اور عملہ کے خلاف کارروائی کرنے کے احکامات صادر کیے۔ قدرتی امر یہ ہے کہ اس سال کے بجٹ میں اس سڑک کے لیے کوئی رقم نہیں رکھی گئی۔ میرا دوسرا مطالبہ یہ ہے کہ مہربانی فرما کر اس سڑک کے لیے فنڈز مختص کیے جائیں اور اس سڑک کو مکمل کر کے عوام الناس کی آمدورفت کے لیے کھولا جائے۔ دو اور سڑکیں بنے والا تا حیات پور چک 93 M پل سوڈھل والی تا پل باغ والی جس سے لاکھوں لوگوں کو آمدورفت کی سہولت مہیا ہو گی ان کی تکمیل کے لیے فنڈز مختص کرنا نہایت ضروری ہیں۔ یہاں یہ بات واضح کرنی میں مناسب سمجھتا ہوں کہ ان تین سڑکوں کی تعمیر سے میرے علاقے کے عوام جو کہ انتہائی نادار، غریب اور پسماندہ ہیں اور انھوں نے

اپنے قیمتی ووٹ دے کر اور تمام نمائندوں کو منتخب کر کے اس معزز ایوان میں بھیجا ہے ہمیں ان غریب لوگوں کی طرف توجہ دینی چاہیے جن کو بنیادی ضروریات سے محروم رکھا گیا ہے۔ موجودہ حکومت سے بھی میں مطالبہ کروں گا کہ جو کچھ پچھلے دور میں حکومت نے ہمارے ساتھ سلوک کیا وہ ہمارے علاقے پر مہربانی کرتے ہوئے توجہ دے اور ہمارے علاقے کی ترقی کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

ہسپتالوں کی حالت یہ ہے کہ ہمارے علاقے کے مریض علاج میسر نہ ہونے کی وجہ سے اور دوائی نہ ملنی کی وجہ سے وہ تڑپ تڑپ کر خداوند کریم کو جان دے دیتے ہیں۔ تعلیمی معیار یہ ہے کہ نونہالان قوم اور مستقبل کے معماروں کو تعلیم کے حصول کے لیے سکولوں اور کالجوں تک پہنچنے کے لیے ان کو کوئی سہولت میسر نہیں۔ نہ ہی اپنی قیمتی اجناس کو منڈیوں تک پہنچانے کے لیے آمدورفت کی سہولت میسر ہے۔ اس حلقے کو آمدورفت کی سہولت سے محروم رکھنا اس کے ساتھ بہت زیادتی ہے۔ میں حکومت سے درخواست کروں گا کہ ان سڑکوں کی تعمیر اور کشادگی کے لیے موجودہ بجٹ میں فنڈز کی فراہمی کا بندوبست کیا جائے۔

جناب والا! شہری آبادی کی طرح دیہی عوام کی صحت و صفائی کا خیال رکھنا بھی حکومت وقت کی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک کی تقریباً ستر فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ دیگر حلقہ جات کی نسبت میرے حلقے کے عوام کو ایسی سہولیات میسر نہیں ہیں۔ کوئی ہسپتال یا کوئی مرکز صحت اس حلقے میں قائم نہیں۔ ایک ضلعی ہیڈ کوارٹر ہے جو کہ تیس بستروں پر مشتمل ہے۔ اس کے بارے میں میں حکومت سے گزارش کروں گا کہ مہربانی فرما کر اس کے درجے کو بڑھا کر ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتال کا درجہ دیا جائے اور جو سہولیات دوسرے ضلعی ہیڈکوارٹر ہسپتالوں کو حاصل ہیں لودھراں کے ہسپتال کو بھی ان سہولیات سے آراستہ کیا جائے۔ اس طرح میرے حلقہ کے عوام کے دکھ تکلیف کا مداوا ان کے گھر کے نزدیک ہو جائے گا۔ مریضوں کو طبی سہولیات نہ ملنے کی وجہ سے وہ خالق حقیقی کو جا ملتے ہیں۔ میری یہ اپیل ہے کہ موجودہ بجٹ میں میرے حلقے کی پانچ یونین کونسلوں میں دیہی مرکز صحت کی تعمیر رقم مختص کی جائے۔

جناب والا! آب رسانی کے سلسلہ میں میں یہ عرض کروں گا کہ میرے حلقے میں 26 مواضعات ایسے ہیں جہاں زیر زمین پانی کڑوا ہے۔ اگر پرندے بھی اس پانی کو پئیں تو لقمۂ اجل ہو جاتے ہیں اور اگر جانور پانی پیتے ہیں تو وہ بھی لقمہ اجل ہو جاتے ہیں۔ انسان صرف نہری پانی پر گزارا کرتے ہیں۔

میں حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ مہربانی فرما کر میرے حلقے میں جتنے بھی کڑوے پانی کے مواضعات ہیں ان میں آب رسانی کے منصوبہ جات کے لیے فنڈز مختص کیے جائیں اور ان کو پینے کا میٹھا پانی مہیا کیا جائے۔ میرے حلقے کے عوام کی تکلیف کو دور کرنے کے لیے آب رسانی کی سہولتیں فراہم کی جائیں اور میں حکومت سے توقع کرتا ہوں۔۔۔۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا! شاہ صاحب بڑی اچھی تقریر کر رہے ہیں۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ پڑھ رہے ہیں یا کر رہے ہیں۔ بہرحال وہ اچھا کر رہے ہیں کہ وہ اپنے علاقے کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ آپ نے ان کو سرائیکی زبان میں تقریر کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن ادھر جتنے بھی بیٹھے ہوئے ہیں ماسوائے کھوسہ صاحب کے اور خاکوانی صاحب کے اور کوئی ان کی بات کو سمجھ نہیں پائے اور پریس والوں کو بھی یقینی طور پر دقت پیش آ رہی ہو گی۔ جناب سپیکر! آپ نے تو اجازت دے دی یہ آپ کی فراخدلی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب ان کی تقریر ختم ہونے والی تھی۔

رانا محمد اقبال خان ، انھوں نے بڑے اچھے طریقے سے اپنا کیس plead کیا لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان کو پہلے بات سمجھ نہیں آ سکی کہ کس وجہ سے ان کو اس طرف لگا دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، مہربانی، شکریہ۔ شاہ صاحب! اب بات ختم کیجیے۔

سید اکبر علی شاہ ، جناب والا! میں اپنے بھائی رانا اقبال صاحب کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہوں گا۔ اگرچہ یہ ہمارے علاقے سے زیادتی ہے۔ کیونکہ جنوبی پنجاب نے ایسی مہربانی کی کہ آج حکومت وقت بھی اور حزب اختلاف میں بھی اکثریت کے نمائندے جنوبی پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے ہم پنجابی سمجھتے ہیں ان کو بھی ہماری سرائیکی سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ پنجاب اسمبلی کے نمائندہ ہیں نہ کہ اپنے حلقے کے۔ پنجاب اسمبلی کے نمائندہ کو ہر زبان میں بات کرنی چاہیے اور سمجھنی چاہیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! آپ اپنی بات ختم کیجیے۔

سید اکبر علی شاہ ، جناب سپیکر! میں یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرا حلقہ 170 ایک غریب اور پسماندہ علاقہ کو اس کا پورا حق مل جائے تو وہ ملک و قوم کی ترقی میں ایک نمایاں کردار ادا کر سکیں گے۔ میں حکومت سے دوبارہ استدعا کروں گا کہ میری معروضات پر ہمدردانہ غور فرما کر حکومت

کے منشور کے مطابق میرے حلقہ کے مذکورہ بالا منصوبہ جات کو عملی جامہ پہنایا جائے اور غریب عوام کی جو بنیادی ضروریات ہیں ان کو پورا کرنے کے لیے فنڈز میسر فرمائے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ' شاہ صاحب!

جناب امان اللہ خان بابر ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، امان اللہ خان بابر صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب امان اللہ خان بابر ، جناب سپیکر! جیسا کہ رانا صاحب پہلے فرما چکے ہیں کہ ہمیں تو شاہ صاحب کی تقریر سمجھ نہیں آئی۔ لہذا براہ کرم آپ کسی صاحب کو کہیں کہ اس کا اردو ترجمہ پیش کر دے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، امان اللہ بابر صاحب! یہ ہم پھر کسی فارغ وقت میں سنائیں گے۔ اگلے مقرر چودھری تنویر خان صاحب ہیں۔

چودھری تنویر خان ، نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج بالخصوص میرے بھائی ارشد عمران سلہری صاحب نے بجٹ کے بارے میں تفصیلی بات کی کیونکہ آج جس بجٹ پر ہم بحث کر رہے ہیں یہ لنگڑا لولہ اور عوام دشمن بجٹ ہے۔ پنجاب کے عوام کو یہ معلوم تھا کہ اس صوبے میں جو بجٹ پیش ہو رہا ہے اس میں غریب عوام کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا۔ اس صوبے کے عوام کے ساتھ کیا کیا ظلم ڈھائے جا رہے ہیں۔ جناب سپیکر! آج بچے بچے کو علم ہے کہ اس صوبے میں نہ تو جمہوری حکومت ہے اور نہ ہی عوامی حکومت ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ جن لوگوں نے آج سازش کے تحت اس صوبے پر قبضہ کیا ہوا ہے ان سے عوام کسی بہتری کی توقع نہیں کر سکتے کیونکہ جب سے اس صوبے اور مرکز میں ان کی حکومتیں بنی ہیں اس وقت سے لے کر آج تک نہ تو انھوں نے کوئی education policy دی ' نہ انھوں نے کوئی health policy دی اور نہ ہی غریب عوام کے لیے انھوں نے کوئی بہتری کا کام کیا ہے۔ جناب والا! یہاں پر بھرتیوں کے نام پر یہ تو ضرور کیا گیا کہ غریب عوام سے پیسے بٹورے گئے۔ میں جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے یہ بات حلفیہ کہہ رہا ہوں کہ میرے راولپنڈی شہر میں بے شمار لوگ ایسے ہیں کہ جن سے 25/30/30 ہزار روپے Education Department نے لیا اور ان کو نوکریاں دی گئیں لیکن ان کی بدقسمتی کہ ہائی کورٹ نے اس پر بھی stay order دے دیا۔ جناب والا ' میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ ہائی کورٹ ایک ایسا فیصلہ بھی کرے کہ جو ان ڈاکوؤں اور لٹیروں

نے ان غریبوں کی محنت اور خون پسینے کی کمائی ہوئی جو رقوم ہتھیائی ہیں وہ پیسے ان غریبوں کو واپس دلائے جائیں۔ جناب والا! اس بجٹ میں میرے حلقہ اور راولپنڈی شہر کو بالخصوص نظر انداز کیا گیا ہے۔ میرے حلقہ میں چند ماہ پہلے محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ گئیں۔ انھوں نے میرے حلقہ احباب کا دورہ کیا۔ میرے حلقے کی عوام نے اس مسرت کا اظہار کیا تھا کہ آج اس ملک کی وزیراعظم کا دورہ چونکہ ہمارے علاقے میں ہوا ہے لہٰذا اس سے ہمارے علاقے کی بہتری کے کچھ کام ہوں گے۔ دوسرے دن وہاں پر کروڑوں روپے کے فنڈز کے اعلانات اخبارات کی زینت تو بنے لیکن میرے حلقے کی آپ بدقسمتی کہہ لیں کہ آج تک وہاں پر ان اعلانات کے باوجود ایک پائی کا ترقیاتی کام نہیں ہو سکا۔ جناب سپیکر! اگر آپ راولپنڈی جا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ کروڑوں روپے گدھوں کی صوابدید پر چھوڑ دیے گئے ہیں۔ وہاں پر نالہ لئی جو ہر سال روالپنڈی کے عوام کو کروڑوں روپے کا نقصان دیتا ہے بجائے اس کے کہ وہاں پر نالہ لئی کے کنارے پکے کیے جاتے' پختہ پشتے بنائے جاتے بلکہ وہاں پر چند گدھے لگا دیے گئے ہیں جو نالہ لئی کے اندر سے مٹی اٹھا کر کنارے پر پھینک رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اس سے کیا ہو گا؟ ہو گا یہ کہ اس ملک کا کروڑوں روپیہ ضائع ہو جائے گا اور پھر ایک بارش کے بعد وہی مٹی دوبارہ نالہ لئی میں بہہ کر ضائع ہو جائے گی۔ جناب والا! ایک طرف تو اس ملک کا خزانہ ضائع کیا جا رہا اور دوسری طرف۔۔۔۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ میں یہ بات حلفاً کہہ رہا ہوں اور اگر آپ میری کوئی بھی بات غلط ثابت کریں تو اس کے لیے میں اپنی اسمبلی کی رکنیت سے مستعفی ہونے کے لیے تیار ہوں۔ میں اس پر اب تھوڑی دیر بعد بات کروں گا۔ جناب سپیکر! اس صوبے میں اس ملک میں اللہ تعالیٰ نے ایک نعمت کے طور پر ایک مرد مجاہد پیدا کیا۔ آپ کو یاد ہو گا' چند سال پیچھے چلے جائیں کہ کراچی میں کیا حالات تھے؟ کراچی میں صرف اپنے اقتدار کی خاطر بھائی کو بھائی سے لڑایا جا رہا تھا' اپنے اقتدار کو طول دینے کی خاطر باپ کو بیٹے سے قتل کروایا جا رہا تھا لیکن جب میاں نواز شریف کی حکومت آئی تو اس شخص نے کراچی کو امن کا گہوارہ بنایا اور جناب والا! یہ جو سازشی ٹولہ آج اس پنجاب پر حکومت کیے بیٹھا ہے کیا یہ میاں نواز شریف پر بغاوت کا مقدمہ بنائیں گے؟ جناب سپیکر! وہ میاں نواز شریف جس نے اپنے اس ملک کی سالمیت کی خاطر' اپنے ملک میں جمہوریت کی بحالی کی خاطر اپنے اقتدار کو ٹھوکر ماری۔ آپ یہاں پر کسی چپڑاسی کو تو ہٹا کر دیکھیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ کیا اس ملک کو ترقی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا نواز شریف کا یہ جرم تھا کہ اس نے اس ملک کو موٹر وے دیا'

غریبوں کے لیے ہیلو سکیم دی اور اس ملک کے لیے گوادر پورٹ جیسے منصوبے دیے۔ جناب والا! اگر آپ اس ملک میں جمہوریت چاہتے ہیں، اگر آپ اس ملک کو استحکام دینا چاہتے ہیں تو آئیں میرے ساتھ مل کر ان لوگوں کا احتساب کریں جو اس ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ ان کے خلاف بغاوت کے مقدمے چلائے جائیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ جب آپ راولپنڈی میں داخل ہوں تو وہاں پر ایوب پارک ہے جو کہ راولپنڈی کا ایک مشہور پارک ہے۔ اس کے ساتھ ملحقہ راولپنڈی کنٹونمنٹ بورڈ کی جگہ ہے اور جو ٹورزم ڈویلپمنٹ والوں کو الاٹ کی گئی تھی۔ لیکن وہاں پر ٹورزم ڈویلپمنٹ کارپوریشن والوں کا تو کچھ نہ بن سکا البتہ وہاں پر ایک جعلی ٹرسٹ قائم کیا گیا۔ میں حلفاً کہہ رہا ہوں اور آپ یقین کریں اور ریکارڈ دیکھ لیں میں ایک ایک چیز ثبوت کے ساتھ آپ کو مہیا کروں گا۔ اس ٹرسٹ کا چیئرمین حاکم علی زرداری بنا۔ اس ٹرسٹ کا ممبر آصف علی زرداری بنا اور ان کی فیملی کے سارے ممبر اس جعلی ٹرسٹ میں ہیں۔ جناب سپیکر! کچھ ہی دنوں بعد وہاں پر پٹرول پمپ شروع ہو گیا تو آرمی والوں نے سکیورٹی پوائنٹ آف ویو سے اس پٹرول پمپ کو بنانے کی اجازت نہیں دی۔ انھوں نے کہا کہ اس علاقے کے ساتھ حساس ایریا ہے اس لیے یہاں پر پٹرول پمپ نہ بنایا جائے۔ لیکن اقتدار میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے آرمی والوں کی سکیورٹی کی پرواہ نہیں کی اور وہاں پر پٹرول پمپ بنا دیا اور آج جب دوبارہ آرمی میں ان کے خلاف ایک inovement چلی تو آج مجھے علم ہوا ہے کہ وہاں پر پٹرول پمپ تو کینسل ہو گیا لیکن ایک اور آدمی کو سامنے رکھ کر وہاں پر فائیو سٹار ہوٹل بن رہا ہے۔ جناب سپیکر! اگر اس ملک میں غداری کی سزا دینی ہے تو ایسے لوگوں کو دی جائے کہ جو لوگ اس ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ جناب والا! میں اس بجٹ کے حوالے سے تو یہی کہوں گا کہ اگر ہم لوگوں نے اس ملک کو بچانا ہے۔ اس صوبے کو بچانا ہے۔ اگر ہم لوگوں کے دل میں اس صوبے کا درد ہے تو آج ہمیں نہ صرف اس بجٹ کو مسترد کرنا ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ آپ بسم اللہ پڑھیں اور یہاں پر جو موجودہ حکومت ہے سب مل کر اسے مسترد کریں اور میں آپ کا نام تجویز کرتا ہوں آپ اس Chair پر آ جائیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! میں آخر میں یہی گزارش کروں گا کہ اگر اس صوبے کی ترقی چاہتے ہیں۔ اگر آپ اس صوبے میں خوشحالی چاہتے ہیں تو ہمیں اس سازشی ٹولے سے جان چھڑانی ہو گی اور اس ملک کی بہتری کے لیے کام کرنا ہو گا۔ وما علینا الا البلاغ المبین ○

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جناب منیر ازہر from چیچہ وطنی تشریف رکھتے ہیں؟ شاید لابی میں ہوں۔

انھوں نے کوئی آدھ گھنٹہ پہلے مجھے چٹ بھیجی تھی۔ اگلے سپیکر جناب میاں ثاقب خورشید ہیں۔

میاں ثاقب خورشید : جناب سپیکر! میں بے حد شکر گزار ہوں کہ آج آپ نے مجھے پنجاب اسمبلی کی شام غریباں منانے کا موقع دیا۔ جناب والا! پنجاب کے وزیر خزانہ نے انتہائی افسوس کے ساتھ پنجاب کا بجٹ پیش کیا ہے۔ میں اس پر بات تو بعد میں کروں گا پہلے یہ شعر سنانا چاہتا ہوں کہ ،

یہ چارہ گر یہ مسیحا یہ راہبران وطن
سبھی کے ہاتھ میں خنجر ہے قاتلوں کی طرح
عجب ہے رنگ سیاست کہ اے وطن
تو بھی لٹا ہوا ہے غریبوں کی عزتوں کی طرح

راجہ محمد جاوید اخلاص ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی۔ راجہ جاوید اخلاص صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

راجہ محمد جاوید اخلاص ، جناب سپیکر! اس وقت بجٹ پر تقاریر ہورہی ہیں لیکن آپ حکومتی بنچز پر نظر دوڑائیں کہ تقریر کرنے کے لیے بھی کوئی موجود نہیں اور نہ ہی کوئی منسٹر موجود ہے جو کوئی نوٹس لے رہا ہو۔ انھوں نے کل اس کا جواب دینا ہے ۔ اتنی بے حسی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، منیر ازہر صاحب! آپ کہاں چلے گئے تھے۔ اب پھر ان کے بعد آپ کی باری ہو گی۔ میں نے آپ کا نام پکارا تھا لیکن آپ موجود نہیں تھے۔ راجہ جاوید اخلاص صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ لیکن اب بات یہ ہے کہ اس پر تو تقریباً ہر sitting میں رولنگ آتی ہے۔ یہ تو کوئی قدرت کی طرف سے ہی ہماری ایسی صورت حال ہے کہ سپیکر بھی رولنگ دیتا ہے اس کا کوئی اثر نہیں۔حاضری کم ہو جاتی ہے۔ باقی سب باتیں بھی آپ کے سامنے ہیں۔ میرے خیال میں اب آپ ہی در گزر کر لیں جیسی بھی صورت حال ہے۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا! کم از کم وزراء صاحبان کو تو یہاں حاضر ہونا چاہیے۔ نوٹس لینے کے لیے تو کسی کو حاضر ہونا چاہیے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ ہم تقاریر کس کو سنائیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، بات جائز ہے کہ جب سیشن ہے تو اس کو سیشن ہی treat ہونا چاہیے۔ اس وقت ہمارا یہ سب سے اہم event ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

حاجی عبد الرزاق ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر ، فرمائیے۔

حاجی عبد الرزاق ، جناب والا! اس وقت سب وزراء اپنے کمروں اور لابی میں تشریف فرما ہیں لیکن یہاں ہاؤس میں نہیں آ رہے میں آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر ، جو وزراء صاحبان سن رہے ہیں مہربانی سے تشریف لائیں۔ جناب ثاقب خورشید!

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا! آپ رولنگ فرمائیں کہ کیا اس وقت کوئی وزیر ہاؤس میں موجود ہے؟

جناب سپیکر ، ثاقب خورشید صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیں میں آپ کی بات سن رہا ہوں۔

میاں ثاقب خورشید ، شکریہ' جناب سپیکر! آج کی شام غریباں جس میں اقتدار کے بنچوں کی طرف سے بجٹ پر قصیدہ خوانی کی گئی۔

جناب سپیکر ، دیکھیں کتنے پیارے منسٹر صاحب آ گئے ہیں۔

میاں ثاقب خورشید ، اور ہمارے اپوزیشن کے دوستوں نے بجٹ پر خوبصورت مرثیے پڑھے۔ جناب والا! جب ہر سال بجٹ پیش ہوتا ہے تو اس وقت اقتدار کے اراکین اس پر خوبصورت پھبتیاں کستے ہیں وہ صرف اس لیے کہ وہ وزیر خزانہ ' وزیر منصوبہ بندی اور وزیر اعلیٰ کو خوش کر کے اپنے اپنے علاقوں میں مختلف سکیمیں اور سیاسی رشوتیں حاصل کرتے ہیں۔ جناب والا! آج کا بجٹ نہ صرف خالی وعدوں پر مشتمل ہے بلکہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ میں اس جھوٹ کے پلندے کے بارے میں بعد میں بات کروں گا۔ جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ اس بجٹ دستاویز میں ڈیرہ غازی خان' اوکاڑہ اور تاندلیانوالہ کے سواء کسی شہر میں خالی سکیموں کا ذکر نہیں اگر ہے تو چند وزراء نے وزیر خزانہ کو بلیک میل کر کے اپنے اپنے شہروں کے لیے کچھ حاصل کیا۔ میں اس کی زندہ مثال پیش کرتا ہوں کہ وہاڑی تحصیل جسے فخر حاصل ہے کہ وہ پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ کے تینوں اراکین اسمبلی پر مشتمل ہے اور وہاں کے قومی اسمبلی کے ممبر بھی پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ سے ہیں۔ اس تحصیل کو اس بجٹ میں یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ اگر اس بجٹ میں بھول کر وہاڑی کے لیے کوئی سکیم رکھی بھی گئی ہے تو وہ تحصیل بورے والہ یا تحصیل میلسی کی ہے۔ وہاڑی وہ شہر ہے ' وہ تحصیل ہے جہاں کپاس اور گندم کی فصل اس صوبہ کی معیشت کا اہم ستون ہیں۔ جناب والا! کپاس اور گندم کی فصلوں سے اور

کسانوں کی محنت جلیلہ سے یہ صوبہ اپنا خزانہ بھرتا ہے۔ آج بڑے افسوس کے ساتھ گزارش کروں گا کہ وہاڑی تحصیل کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ میں اس ایوان میں اپنی ذات کی حد تک یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں تحصیل وہاڑی کا نمائندہ ہوں اگر ایک ماہ کے اندر تحصیل وہاڑی کے لیے آب رسانی، نکاسیٔ آب اور سڑکوں کے لیے کوئی چارمنگ رقم نہ رکھی گئی۔ نکاسیٔ آب اور سڑکوں کے لیے کوئی مناسب رقم نہ رکھی گئی تو میں سپیکر چیمبر کے سامنے، چونکہ آپ اس ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں.....

جناب سپیکر: کوئی زیادہ سخت اعلان نہ کیجیے گا۔

میاں محمد ثاقب خورشید: جناب والا! آپ کے چیمبر کے سامنے احتجاجی بھوک ہڑتال کروں گا۔ جناب سپیکر! اس بجٹ کے تحت عام آدمی شدید مالی دباؤ کا شکار ہو گیا ہے۔ اس بجٹ میں مختلف اخبارات میں الزام تراشی کی گئی ہے کہ زمیندار اراکین نے زرعی ٹیکس رکوا دیا ہے۔ جناب سپیکر! اس بجٹ میں زمینداروں پر بالواسطہ طور پر جو ٹیکس لگائے گئے ہیں، کپاس اور دھان پر جو ڈیوٹی لگائی گئی ہے کیا وہ زرعی ٹیکس نہیں۔ جناب سپیکر! آج سرکاری بنچوں کی طرف سے بجٹ کو پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کے مطابق قرار دیا گیا ہے۔ کیا کسی صوبے کو کسی سیاسی پارٹی کے منشور کے مطابق چلایا جاتا ہے؟ کیا بجٹ کسی ایک پارٹی کی میراث ہے؟ جناب سپیکر! دوسری طرف بھرتیوں میں جو جمعہ بازار لگایا گیا ہے عوامی حکومت کے ان دعوے داروں کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ پچھلے دنوں وہاڑی ڈسٹرکٹ میں بھرتی کرنے کے جو آرڈر جاری کیے گئے ۳۰ مئی کو جناب ڈپٹی کمشنر وہاڑی کو لاہور سے ایک گرین ٹیلیفون جاتا ہے کہ آپ وہ آرڈر واپس لے لیں اور میں حلفاً یہ کہتا ہوں کہ وہاڑی کے نائب تحصیلداروں نے اپنی گاڑیوں پر ان بے چارے بے روزگاروں سے تقرری کے آرڈر زبردستی چھینے یہاں تک کہ ایک بے روزگار نے آرڈر واپس کرنے سے انکار کیا تو اس سے پولیس کے ذریعے آرڈر واپس لیے گئے۔ کیا یہ عوامی خدمت ہے؟ کیا یہ بے روزگاروں کے ساتھ مذاق نہیں اور یہ جمعہ بازار کب تک چلتا رہے گا۔ یہ بے روزگاروں کے ساتھ انتہائی بھونڈا مذاق ہے۔

جناب سپیکر! آج ملک کے جو سیاسی حالات ہیں وہ انتہائی دگرگوں ہیں۔ جناب سپیکر! قائد ایوان قومی اسمبلی محترمہ بے نظیر کی طرف سے مختلف اخبارات میں یہ دعوے کیے جاتے ہیں کہ وہ co-ordination چاہتی ہیں لیکن اس کے برعکس ہمارے قائد محترم میاں نواز شریف صاحب اور ان کے رفقائے کار اور اراکین صوبائی اسمبلی پر بغاوت کے کیس بنائے جا رہے ہیں۔ کیا یہی

co-ordination ہے۔ یہ دو عملی نظام کب تک چلے گا۔ جناب سپیکر! ہمیں اس ملک کو بچانے کے لیے ملک کو صحیح راستے پر چلانے کے لیے ہوش کے ناخن لینے چاہییں۔ آخر میں یہ شعر پڑھ کر اجازت چاہوں گا۔

وہ جگہ عدل کے ایوان جہاں ہوتے تھے
اب تو سنتے ہیں وہ شامل تیری جاگیر میں ہے

جناب سپیکر ، شکریہ۔

حاجی سعید احمد انصاری ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ نہایت ہی اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ آج کل لاہور میں ایک فلم لگی ہوئی ہے "وحشی عورت" اس میں ایم پی اے نام کی اتنی توہین کی گئی ہے جو کہ نا قابل برداشت ہے۔ ایک ایم پی اے کو جیل میں دکھایا گیا ہے اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ایم پی اے کو کہتا ہے کہ میں رات کو ایک لڑکی پیش کروں گا آپ میری ترقی کروا دیں۔ رات کو وہ لڑکی پیش کی جاتی ہے وہ لڑکی ایم پی اے کو بہت مارتی ہے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیتی ہے۔

جناب سپیکر ، وہ کون سی اسمبلی کا ایم پی اے ہے؟ پتا نہیں کسی اور ملک کا ایم پی اے ہو گا۔ ہمارے پنجاب اسمبلی کے لوگ اس طرح کے تھوڑی ہوتے ہیں ۔

حاجی سعید احمد انصاری ، جناب والا! ایم پی اے ایک معزز نام ہے۔ پلیز میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس کا نوٹس لیں کیونکہ اس طرح سے معزز نمائندوں کی توہین ہوتی ہے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر ، آپ کیسا کیجیے آپ مہربانی فرما کر اس موضوع پر ایک نوٹس / خط اپنی طرف سے لکھیں

I will take it up.

حاجی سعید احمد انصاری ، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر ، میں اب دعوت خطاب دیتا ہوں محترم منیر صاحب کو۔

چودھری محمد منیر ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم۔ جناب سپیکر! آپ کا بے حد شکریہ۔ شاید میری باری آج آخری مقرر کے طور پر آئی ہے۔

جناب سپیکر ، ہم نے کہا آپ حرف آخر کہیں۔

چودھری محمد منیر ، شکریہ۔ جناب سپیکر! انسانی زندگی علم ، محبت و اخوت ، امن و سلامتی اور خوشحالی سے عبارت ہے۔۔۔۔۔

حاجی عبد الرزاق ، جناب والا! میرا آج کی لسٹ میں نام تھا لیکن اب اتنا وقت نہیں ہے کہ ایک سپیکر کے بعد دوسرے کی باری آئے۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ اب صبح کے اجلاس کے لیے میرا نام رکھا جائے۔

جناب سپیکر ، کل کی لسٹ میں آپ کا نام رکھ لیتے ہیں۔

چودھری محمد منیر ، جناب والا! میرے فاضل دوست کی ٹوپی بھی میرے جیسی ہے ان کا وقت آج مجھے ہی دے دیں۔

جناب سپیکر ، جی، بسم اللہ آپ فرمائیے۔

چودھری محمد منیر ، جناب سپیکر! ہر دور کا بجٹ انہی چار عوامل کے اصول کے لیے صبح نو کی نوید سناتا ہے اور حکومت وقت کی سوچ اور طبقاتی کردار کا مظہر ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! محترم وزیر خزانہ نے فاضل اور متوازن بجٹ پیش کیا۔ سات سال بعد خود انحصاری کی منزل کی نشاندہی کی۔ ۸ ارب کے خسارے اور ۱۴ کروڑ کے سود سے پنجاب کو چھٹکارا دلایا۔ مگر مالی بے ضابطگیوں کی رسیا اپوزیشن میں یہ سب کچھ سننے کی ہمت نہیں تھی۔ اس لیے انہوں نے بجٹ تقریر کے روز بلا جواز اور بغیر کسی مقصد کے بائیکاٹ کیا۔ جناب سپیکر! اگلے روز قائد حزب اختلاف نے اسمبلی میں ایک سیاسی تقریر داغی اور محترم وزیر اعلیٰ پر الزامات کی بوچھاڑ کی۔ ان کے پاس بجٹ پر کہنے کے لیے کوئی مواد نہیں تھا۔ جناب سپیکر! چند روز سے فاضل ممبران اسمبلی بجٹ کے گن بھی گا رہے ہیں اور اس پر تنقید بھی فرما رہے ہیں جناب سپیکر! اس مقدس ایوان کی یہ خوب صورت دیواریں اور چند اراکین اسمبلی ان کی شگفتہ بیانیوں کو سن سن کر تھک بھی چکے ہوں گے۔ جناب سپیکر! میں توسیع خراشی کے لیے آپ کے اور اس معزز ایوان کے چند لمحات لے رہا ہوں۔۔۔۔

MR SPEAKER: Most welcome.

جناب منیر اظہر ، شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔

جناب والا! صوبہ پنجاب میں اس بجٹ میں یہ خوش آئند بات ہے کہ صنعتی کارکنوں کے لیے

28 لیبر کالونیاں تعمیر ہوں گی۔ تین مرلہ کے 35 ہزار پلاٹ تیار ہوں گے۔ صنعتی کارکنوں کی بچیوں کی شادی پر 15 ہزار فی کس خصوصی گرانٹ ملے گی۔ 17 ہزار سائیکل اور 4 ہزار 3 سو سلائی مشینیں انہیں ملیں گی۔ یہ صنعتی مزدوروں کی بات ہے۔ جناب والا! صوبہ پنجاب میں کروڑوں کھیت مزدور اور مخلص کاشت کار بھی بستے ہیں جن کے دم قدم سے اور محنت شاقہ سے عام مال پیدا ہوتا ہے جو ملکی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی ہے جس سے کارخانے اور ملیں چلتی ہیں۔ جس سے دکانیں آباد ہیں۔ جناب والا! وہ کاشت کار جو بین الاقوامی ریٹس پر کھاد اور زرعی ادویات خرید کر اجناس پیدا کرتا ہے۔ پورے ملک کے لیے خوراک پیدا کرتا ہے۔ اس کی پیدا کردہ اجناس پر قدغن ہر حکومت میں لگی رہتی ہے۔ اس کی پیدا کردہ اجناس پر اس کی قیمتوں پر جمود طاری رکھا جاتا ہے۔ گزشتہ سال پی ڈی ایف کی حکومت نے اس کاشت کار کی گندم پر ایک قیمت لگائی۔ وہ گندم جو وہ -/175 روپے فی من کے حساب سے پیدا کرتا ہے اس کی قیمت -/160 روپے فی من کر دی۔ جناب والا! اور پھر زمانے نے دیکھا کہ ہیروں اور جواہرات میں لدی خواتین نے "ہائے آٹا ہائے آٹا" کا ماتم کیا، جلوس نکالا، اسمبلی کا گھیراؤ کیا۔ جناب والا! یہ سارا تماشا دیکھ کر دکھ ہوا۔ امریکہ سے اربوں روپے کی پھک (بھوسہ) ہمیشہ سے منگوائی جارہی ہے، میں گندم نہیں کہوں گا بلکہ پھک کہوں گا۔ اس پھک کو کھایا جاتا ہے یہ کہاں کی غیرت ہے؟ کیا ہماری قومی غیرت سو گئی ہے کہ وہ قیمتیں، وہ سب سڈی، وہ روپیہ جو اس کھیت مزدور کو دینے سے، اپنے ہی کاشت کار بھائی کو دینے سے اس کی امداد کرنے سے، اس ملک میں فاضل گندم، فاضل اجناس پیدا ہوسکتی ہے وہ ہم دینے سے کتراتے ہیں؟ مگر امریکہ سے پھک منگوا کر کھانا ہمیں گوارا ہوتا ہے۔ جناب والا! یہ بے حسی ہے اور بے حسی قوموں کو لے ڈوبا کرتی ہے۔ سب کچھ صنعتوں کے لیے سب کچھ صنعتی مزدوروں کے لیے ہے ہم نے کھیت مزدور کو کیا دیا ہے۔ ہم نے اس غریب، تلاش کھیت مزدور، کاشت کار کو کیا دیا ہے؟ جناب والا! وجہ صرف اتنی ہے کہ یہ طبقہ غیر منظم ہے، کروڑوں میں ہے مگر بے آواز ہے ان کی آواز ایک نہیں ہے۔ جناب والا! اس بے نوا طبقے کی آہوں نے میاں نواز شریف کی دو تہائی اکثریت کی نیا (کشتی) ڈبو دی تھی۔ جناب والا! ہمیں اس طبقے کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔ جناب والا! محکمہ زراعت کا مرکزی لیول پر one window operation کا منصوبہ نیا نہیں۔ چند سال قبل بھی یہ قائم کیا گیا تھا۔ مگر اس سے کاشت کار کو، کھی سڑی کھاد اور دو نمبر زرعی ادویات کے سوا کچھ نہیں ملا۔ کروڑوں روپے کی زرعی ادویات کے نام پر گھپلے ہوئے۔ کوئی check & balance نہیں

رہا۔ یہ نظام فرسودہ ہوچکا یہ طریقہ کار فرسودہ ہوچکا۔ جناب والا! میں نہیں سمجھتا کہ اس کے لیے اس میں کیا اصلاح موجودہ ہے۔ کاشت کار کی شاید اس سے بھلائی ممکن نہ ہوسکے گی کیونکہ زرعی سپلائی کارپوریشنیں تازہ کھاد ایجنسیوں کو فراہم کرتی ہیں جو ان سے غریب کاشتکاروں نے خریدنی ہوتی ہیں کہ وہاں سے ان صحیح ریٹس پر مل جائیں گی۔ مگر ان کو دو چار روپے سستی کی بجائے گلی سڑی ملتی رہیں۔ اور یہی طریقہ کار اگر چلتا رہا تو اتنی رقوم رکھنے کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ جناب والا! جعلی اور غیر معیاری ادویات کی فروخت قابل تعزیر بنانا خوش آئند ہے۔ لیکن جعلی اور دو نمبر کی کھاد اور بیج کی فروخت کو تعزیر سے بالاتر رکھنے میں کیا مصلحت ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اس ایوان سے التجاء کرتا ہوں، مطالبہ کرتا ہوں کہ جعلی، دو نمبر کھاد اور بیج کو بھی قابل تعزیر جرم قرار دلوانے کے لیے وفاقی حکومت کو سفارش بھجوائی جائے۔ اور میں یہ بھی مطالبہ کرتا ہوں کہ زرعی ادویات، جعلی دوائیں اور دو نمبر کھاد، بیج کے مجرموں کو قومی مجرم قرار دیا جائے۔ کیونکہ ملکی معیشت کو تباہ کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ اور میں اخبارات سے بھی التجاء کروں گا کہ وہ ان قومی مجرموں کو اپنے اخبارات میں پوری طرح منظر شہود پر لائیں۔ جناب والا! طبی سہولتوں کی مد میں 474 کروڑ روپے کی رقم بہت قابل تحسین ہے۔ جناب والا! اس رقم سے کھیت مزدور اور غریب کاشت کار کو مفت علاج کی سہولت فراہم کرنا لازم ہے جو کبھی نہیں کی گئی۔ میں آپ کے اور اس مقدس ایوان کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ سابقہ دور سے نہیں بہت عرصہ سے اور سابقہ دور سے خاص طور پر ہر ہسپتال کے گیٹ پر ہر ہسپتال کی دہلیز پر ایک میڈیکل سٹور، اسی ہسپتال کے ایک انتہائی قابل اعتماد ملازم نے کھول رکھا ہے۔ یہ جو کروڑوں نہیں اربوں روپیہ ہم نے رکھا ہے، دوائیں ہسپتالوں میں جائیں گی مگر ان دواؤں کا بیشتر حصہ اسی قابل اعتماد میڈیکل سٹور پر پہنچ جائے گا۔ جناب میں بیشتر جگہوں کا عینی شاہد ہوں۔ میں وہ باتیں کرتا ہوں جن کی اصلاح مطلوب ہے۔ بہت تعریف ہو چکی، بہت تنقید ہوچکی، کسی پر تنقید مطلوب نہیں بلکہ اصلاح مطلوب ہے۔ جناب والا! اس پر کوئی check & balance نہیں۔ تادیبی کارروائی کی ضرورت ہے فوری تادیبی کارروائی۔ جناب والا! آپ کی وساطت سے میں گزارش کروں گا کہ ایسے تمام سٹوروں کا محاسبہ کیا جائے اور ایسے تمام ہسپتالوں کا محاسبہ کیا جائے۔ جہاں بھی ایسی صورت حال ہو۔ وہاں کے عوام سے خفیہ طریقے سے پتا چلے تو وہاں پر ان کا محاسبہ کیا جائے تاکہ ہمارے کھیت مزدور اور ہمارے کاشت کار کو مفت علاج مل سکے تاکہ وہ بے علاج مرنے سے بچ سکے۔

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔ جی۔۔۔۔

جناب منیر اظہر: جناب والا! شوگر ملوں کے مالک وطن عزیز کے مقدس ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کاشتکاروں کے کروڑوں روپے گنے کی قیمت ان کے ذمہ واجب الادا ہے۔ وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے حتیٰ کہ میں بھی ایک چھوٹا سا کاشت کار ہوں۔ میرے اپنے گنے کی قیمت ایک لاکھ 89 ہزار روپے پنجاب شوگر مل کے ذمہ واجب الادا ہے۔ پورے پنجاب میں ایسی ہی صورت حال ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے محترم قائد حزب اختلاف سے جو ایوان میں تشریف نہیں رکھتے۔ مطالبہ کرتا ہوں کہ کاشت کاروں کے گنے کی قیمت فوری طور پر دلائیں۔ اور جب تک قائد حزب اختلاف غریب کاشت کاروں کے گنے کی تمام ادائیگیاں نہیں کر لیتے اس وقت تک اس مقدس ایوان کی اپوزیشن کی قیادت کرنا انہیں زیب نہیں دیتا۔ میری گزارش ہے کہ یہ ادائیگیاں فی الفور کروائی جائیں۔ جناب والا! ۱۹۶۴ء تک ہائی کورٹ کا فیصلہ تھا۔

Whosoever takes the law into his hands he shall not be redressed.

یہ قانون ہوا کرتا تھا کسی وقت۔ جناب والا! ہر حکومت یہ قانون سازی کرنے میں فخر محسوس کرنے لگی کہ

Only the aggressors shall be redressed

جناب سپیکر! آج ہمیں بھی پچیس ہزار دیہات کے مکینوں کو بلا معاوضہ حقوق ملکیت دینے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ پنجاب میں رہائشی پلاٹوں کی الاٹمنٹ کا کوئی قانون موجود نہیں۔ اگر کوئی قانون تھا تو اتنا پیچیدہ، طویل اور مہنگا تھا کہ عوام نے تنگ آ کر دیہاتوں اور شہروں میں کچی بستیاں بسائیں۔ جناب والا! یہ وہ حقائق ہیں جن سے پردہ نہیں اٹھ سکا۔

جناب سپیکر: جی، پوائنٹ آف آرڈر۔

راجہ محمد جاوید اخلاص: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میرے فاضل دوست نے جو قائد حزب اختلاف کی ذات کے متعلق بات کی ہے تو یہ بات مناسب نہیں۔ اگر انھوں نے کوئی گناہ مل کو دیا ہے تو مل انتظامیہ سے جن کا کوئی agreement ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح قائد حزب اختلاف کے متعلق یہ کہنا کہ وہ جب تک ساری payment نہ کروائیں وہ قائد حزب اختلاف کے قابل

نہیں ہیں' یہ الفاظ مناسب نہیں ہیں۔

جناب سپیکر، نہیں' "قابل نہیں" انھوں نے نہیں کہا' انھوں نے اچھے الفاظ استعمال کیے کہ زیب نہیں دیتا انھیں۔ یہ پارلیمانی زبان ہے۔ اس میں کوئی ایسی ہرج کی بات نہیں۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، وہ پارلیمانی زبان ضرور ہے سر۔ یہ ان کی مل انتظامیہ کے ساتھ یہ رابطہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس طرح اسمبلی کے فلور پہ قائد حزب اختلاف کے متعلق بات کرنا میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔

جناب سپیکر، زیادہ مناسب تو یہ تھا کہ وہ تشریف رکھتے تو اس وقت بات کرتے۔ لیکن بہرحال بات انھوں نے کی ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی خدا نخواستہ انھوں نے گستاخانہ لہجہ اختیار کیا ہے' بڑے مہذب لہجے میں ایک بات کی ہے۔جی۔

چودھری محمد منیر ، جناب سپیکر! یہ قانون نہ ہونے کی وجہ سے دیہات اور شہروں میں بے ربط' بے ہنگم اور بے آسائش بستیاں بستی چلی گئیں اور جو لوگ زیادہ طاقت ور تھے انھوں نے زیادہ رقبے گھیر لیے۔ جو لاغر تھے اور مستحق بھی تھے مگر وہ آج تک بغیر چھت کے ہیں۔ مستحقین کے لیے' جن کے پاس چھت نہیں' لاغروں اور بےچاروں کے لیے جن کے پاس چھت نہیں۔ آج ملک میں الاٹمنٹ کا کوئی قانون موجود نہیں۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے معزز اور مقدس ایوان سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ایسی قانون سازی کی جائے تاکہ مستحقین کو بھی پلاٹ آسانی سے مل سکیں۔ بے چھت لوگوں کو بھی چھت میسر آ سکے۔ جناب والا! قائد حزب اختلاف نے وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈ کو چور دروازہ قرار دیا۔ ان کے دور میں واقعی ایسا تھا۔ اب ایسا نہیں ہے۔ پی ڈی ایف کے وزیر اعلیٰ کا اسلوب یہ ہے کہ ہر مثبت اور فزیکل منصوبے کی پی سی۔I متعلقہ محکمہ تیار کرتا ہے اور نشان دہی پی ڈی ایف کے نمائندگان کرتے ہیں۔ متعلقہ ڈیپارٹمنٹ یا پی اینڈ ڈی اس سکیم کی منظوری دیتا ہے جس پر محترم وزیر اعلیٰ اپنے صوابدیدی کوٹا سے ٹوکن یا کل amount جاری کرتے ہیں۔ جناب والا! آج یہ کبھی نہیں ہوتا سابقہ دور کی طرح کہ مثبت اور فزیکل منصوبے کو مسترد کر دیا جائے۔ جناب والا! سابقہ دور کی طرح سگریٹ کے پنے پر منصوبوں کی منظوری اور صوابدیدی فنڈ کا اجراء نہیں کیا جاتا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے محترم فاضل دوست نے ابھی اپنی تقریر میں یہ کہا کہ آج تک صوابدیدی فنڈ' جیسا کہ قائد حزب اختلاف نے کہا تھا کہ یہ چور دروازہ

ہے۔ تو یہ انھوں نے فرمایا ہے کہ یہ سابقہ دور میں ہے اب نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت پانچ منٹ مزید بڑھایا جاتا ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: اگر اب یہ صوابدیدی فنڈ بطور چور دروازہ استعمال نہیں ہوتا تو پی ڈی ایف کے وہ ارکان جن کا تعلق پیپلز پارٹی کے ساتھ ہے کس فنڈ کے منصفانہ تقسیم کا مطالبہ کرتے ہیں۔روز اخبارات میں آتا ہے۔ یہ وہی چور دروازہ ہے جس کو استعمال کر کے پیپلز پارٹی کے ارکان کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو جن کا جونیجو لیگ سے تعلق ہے ان کو نوازا جاتا ہے اور وساوے والوں کو نوازا جاتا ہے۔ یہ وہی فنڈ ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں Your point is clear. جی۔

چودھری محمد منیر: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست ویسے ہی اتار چڑھاؤ کی بات کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ جناب سپیکر! حالیہ بجٹ پی ڈی ایف کی حکومت کی بہترین پالیسی کا آئینہ دار ہے۔ ترقیاتی منصوبہ جات کے لیے block allocations موجود ہیں اور منصوبوں کی علیحدہ علیحدہ تعداد بجٹ میں مقرر کی گئی ہے اور طریق کار یہ ہے کہ ہر نمائندہ اپنے اپنے حلقے میں منصوبوں کی نشان دہی کرے گا' اس نمائندے کی نشان دہی پر feasibility reports محکمے تیار کریں گے' پی سی۔ I تیار ہو گی اور محکمانہ طور پر میٹنگز میں اس سکیم کی approval ہو گی۔ اگر سکیم بڑی ہو گی تو پی اینڈ ڈی میں تمام محکموں کی موجودگی میں پی اینڈ ڈی کی میٹنگز میں ایسی سکیموں کی approval ہو گی جس کے بعد وزیر اعلیٰ اس کی approval دیں گے اور وہ سکیم شروع ہو سکے گی۔ یہ ہے طریقہ کار ہماری حکومت کا۔ جناب والا! آخر میں -------

جناب سپیکر: جی' آخر میں۔

چودھری محمد منیر: جناب والا! آخر میں' میں پنجاب زرعی کمشن کے قیام' جو وزیر اعلیٰ صاحب کی قیادت میں قائم کیا گیا ہے' اس پر چند الفاظ بولنے کی اجازت چاہوں گا۔ جناب سپیکر! پنجاب کا مستقبل جس کا مقدمہ آپ نے لڑا۔ پنجاب کی معیشت کا انحصار کالا باغ ڈیم کی تعمیر پر ہے جس کو یہ مقدس ایوان بھول جاتا ہے۔ میں آج اس بات کا آغاز کر رہا ہوں اور میں ان کو یاد دلاتا رہوں گا کہ کالا باغ ڈیم سے ہی پنجاب کا مستقبل وابستہ ہے' اس کی معیشت وابستہ ہے۔ تو پنجاب زرعی کمشن کے چیئرمین جناب وزیر اعلیٰ صاحب ایک مدبر' ذہین و فطین اور consensus پیدا کر دینے والی صلاحیت رکھتے

ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ پنجاب زرعی کمشن کے قیام کو بروئے کار لاتے ہوئے اس سے ایک ہی کام لیں۔ سابقہ حکومتوں میں جو کمشن قائم ہوتے تھے وہ تو مسائل پر دبیز پردے ڈالنے کے لیے ہوتے تھے۔ کہیں اس کی مثال یہ نہ بنیں۔ اس کمشن سے یوں کام لیا جائے کہ دوسرے صوبوں سے consensus پیدا کیے جائیں' ان سے بات کی جائے کہ ان کے اعتراضات کیا ہیں۔ اور ان سے مل کر ان کے اعتراضات کو دور کیا جائے۔ جس پر ان کے مطالبات کو پورا کیا جائے۔ اور دوسرے صوبوں سے یہ معاملات یہ کمشن طے کرے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب طے کریں۔ یہ اپنے طور پر ایک مہم چلائیں اور جب یہ حکومت کا کام قریب ہو جائے ' دوسرے صوبوں سے consensus پیدا ہو جائے تو اس طریقے سے ہم وفاق کی مدد کر رہے ہوں گے اور اس کے بعد وفاق کے لیے اس ڈیم کو تعمیر کرنا آسان ہو جائے گا۔ جناب سپیکر! میں نے کالا باغ ڈیم کی پچھتری پر ستائیس کلومیٹر تک سفر کیا ہے۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے معائنہ کیا' موازنہ کیا کہ کالا باغ ایک قدرتی ڈیم ہے۔ جناب سپیکر! اس سے کسی کی معیشت کو کوئی خطرہ نہیں۔ جناب سپیکر! اگر یہاں نعرہ مستانہ لگ گیا کہ کالا باغ ڈیم بنے گا تو جناب سپیکر! میں وثوق سے کہتا ہوں کہ پنجاب کی سہاگنیں کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے لیے اپنے تمام زیورات نچھاور کر دیں گی اور پنجاب کا کاشت کار اپنے ڈھور ڈنگر اس پر نچھاور کریں گے اور مجھے یقین ہے کہ آج کا بے حس سرمایہ دار بھی اپنی تجوریاں کالا باغ ڈیم کے لیے کھول دیں گے۔ جناب والا! کالا باغ ڈیم بننا چاہیے۔ہم سب کو اس کے لیے جد و جہد کرنی چاہیے۔بہت شکریہ۔ بہت مہربانی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، مہربانی۔ رانا اقبال صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے تھے؟

رانا محمد اقبال خان، میں آپ کی توجہ ایک نہایت ہی اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس کا تعلق ہمارے اس صوبے سے بھی ہے' پاکستان سے بھی ہے۔ ٹیلی وژن میں ایک ایسا پروگرام آج کل دکھایا جا رہا ہے جس میں ہمارے پنجاب کی خواتین کو خصوصی طور پر ------

جناب سپیکر، دو منٹ اور وقت بڑھایا جاتا ہے۔ جی۔

رانا محمد اقبال خان، اتنے بھیانک طریقے سے اس کو دکھایا جاتا ہے جو کہ باہر کے ممالک بھی دیکھتے ہوں گے تو یقینی طور پر پاکستان کے عوام اور یہاں کی بود و باش کے متعلق ان کا اتنا غلط تاثر ہو رہا ہے جس کا اندازہ آپ یہاں بیٹھے نہیں لگا سکتے۔میری آپ سے اور ان دوستوں سے درخواست ہے کہ کم از کم ٹیلی وژن پر وہ جو تصویر دکھائی جاتی ہے --

جناب سپیکر : آپ کس تصویر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! ایک عورت کو پکڑا جاتا ہے جو چیخیں۔ مار رہی ہے، چنگھاڑ رہی ہے اور وہ فونو ٹیلی وژن پر دکھایا جا رہا ہے اور پنجاب کے کلچر کو اس طرح سے بدنام کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر : پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ خالصتاً پنجاب کے کلچر کے حوالے سے نہیں پورے پاکستان کے حوالے سے ہے۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! اس کا نام انھوں نے دیا ہے لیگل ایڈ۔

جناب سپیکر : روز اس کی زندہ مثالیں اخبارات پر چیختی چلاتی ہوئی خبروں میں ملتی ہیں۔ عورت کے ساتھ اس ملک میں ایسا ہو رہا ہے، جو کہ نہیں ہونا چاہیے۔

رانا محمد اقبال خان : جناب سپیکر! افسوس کی بات ہے کہ آپ یہ بات فرما رہے ہیں۔

جناب سپیکر : جی ہاں۔

رانا محمد اقبال خان : جناب سپیکر! اخبارات میں ضرور آتا ہو گا۔ کہیں یہ ہوتا بھی ضرور ہو گا۔ لیکن انٹرنیشنل لیول پر اس بات کو دکھا رہے ہیں جس سے پاکستان کی بدنامی ہو رہی ہے۔ آپ اس کو اچھا سمجھتے ہیں تو مجھے اس بات پر افسوس ہے۔

جناب سپیکر : میں اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن اگر ہم ایک غلط بات کر رہے ہیں اور اپنے آپ کو educate کرنا چاہتے ہیں کہ ایسا کرنا غلط ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان خرابیوں سے بچ جانا بہتر ہے بے شک تھوڑی سے بدنامی ہو جائے۔

رانا محمد اقبال خان : جناب سپیکر! میرے خیال میں پاکستان میں پنجاب میں کوئی دس ہزار یا بیس ہزار میں سے کوئی ایسا کیس ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر : وہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! آپ اکثریت دیہات کی دیکھیں اللہ کے فضل و کرم سے اس قسم کی روایات وہاں نہیں ہیں۔ یہ غلط پکچر پیش کی جا رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : بجا ہے۔

رانا محمد اقبال خان : جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا تھا کہ اس پروگرام کو کینسل کروایا

جائے۔ اس پروگرام کو ختم کروایا جائے۔

جناب سپیکر ، آپ کی بات نوٹ ہو گئی ہے اس پر غور کیا جائے گا۔ اب اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکیسواں اجلاس)

جمعرات' 22۔جون 1995ء

(پنج شنبہ۔ 22 محرم الحرام 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 9 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری غلام رسول نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا
الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾
رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ
تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

سورہ ابراہیم آیات 35 تا 36

اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دیجیے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھیے۔ اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی۔ اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے تو آپ تو کثیر المغفرت اور کثیر الرحمت ہیں۔

وما علینا الاالبلاغ۝

جناب ایس۔ اے۔ حمید: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر قانون صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنی چاہوں گا کہ اس حکومت کی کمال مہربانی سے گوجرانوالہ کے شہریوں کے حقوق تو پچھلے دو سال سے لٹے جا چکے ہیں۔ لیکن اب وہاں دن کی روشنی میں روز ڈاکے پڑ رہے ہیں رات کو میں گھر گیا میرے گھر کے بالکل قریب ایک چھوٹے سے تاجر رہتے ہیں ان کے گھر پرسوں دوپہر کے وقت ڈاکہ پڑا اور ان کی بچی کا جہیز لے کر چلے گئے۔ آج میں ان کے گھر صبح گیا تھا تو جو اس خاندان کی حالت ہے' میں اسے بیان نہیں کر سکتا اور پھر آج کے اخبار میں دوبارہ خبر ہے کہ تین بچیوں کا جہیز ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ چودھری یوسف کی بچی کا گھر جو کہ سیٹلائٹ ٹاؤن میں آباد ہے اور میرے گھر کے بالکل پاس آباد ہیں ان کو چودھری اقبال صاحب بھی جانتے ہیں ان کی بچی کا جہیز لوٹا گیا ان کی بیوی کو غشی کے دورے پڑ رہے ہیں اور خواجہ تنویر کی تین بچیوں کا جہیز لوٹا گیا ہے جس کی مالیت تقریباً" بارہ لاکھ روپیہ بنتی ہے میں یہ کہتا ہوں کہ وزیر قانون صاحب گوجرانوالہ کے شہریوں پر رحم کریں انہوں نے وہاں پر تعمیراتی فنڈ تو نہیں دینے لیکن خدا کے لیے ان لوگوں کو جینے کا موقع تو دیں وہاں کے لوگوں کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں اور اب تو لوگ اپنے آپ کو غیر محفوظ پاتے ہیں یہ کون سا راج ہے یہ کون سی حکومت ہے۔ میری درخواست ہے کہ وزیر قانون صاحب اس معاملے کا نوٹس لیں اور گوجرانوالہ کی انتظامیہ اور وہاں کی پولیس سے پوچھیں کیونکہ اگر دن کے اوقات میں ڈاکے پڑ رہے ہیں تو پھر انتظامیہ کہاں سوتی ہے۔

مسئلہ استحقاق

تحریک التوائے کار کے غلط جواب کی فراہمی(---جاری)

جناب سپیکر ، حمید صاحب! آپ کی مہربانی۔ آپ نے ایک اہم موضوع کی جانب توجہ دلائی ہے اگرچہ اس کا آج کی بحث سے تو کوئی تعلق نہیں لیکن چونکہ عوامی اہمیت کی بات ہے اور میں نے آپ کو بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب وزیر قانون نے بات سنی ہے ابھی انہوں نے آپ کی تحریک استحقاق کا جواب دینا ہے جو پیش ہو چکی ہے اور جس پر آپ کی short statement بھی آ چکی ہے۔ اس کو ملتوی کیا گیا تھا اور کل آپ بعد میں تشریف لائے تھے تو میں سمجھتا ہوں کہ وزیر قانون کو موقع دینا چاہیے کہ وہ بات کریں اور جو بات آج آپ نے کی ہے اگر وہ مناسب سمجھیں تو اس کا بھی کوئی جواب دے دیں۔

میاں معراج الدین، جناب والا' پوائنٹ آف آرڈر' میں وزیر قانون کی خدمت میں عرض کروں گا کہ شیخ حمید صاحب تو گوجرانوالہ کا رونا رو رہے ہیں۔ کل لاہور میں نو لکھا پولیس سٹیشن کے قریب جو بسوں کے اڈے ہیں وہاں دکانوں پر دو ڈاکے پڑے ہیں اور آج جو اخبارات میں خبر آئی ہے اس میں لاہور میں کم از کم نو ڈاکے پڑے ہیں اور نو قتل ہوئے ہیں۔ مہربانی کر کے گوجرانوالہ کی طرف دیکھنے کے ساتھ ساتھ لاہور کی طرف بھی دیکھ لیں۔

جناب سپیکر، سب طرف دیکھنا چاہیے۔ اس طرح تو سارے پنجاب میں پتہ نہیں کہاں کہاں کیا کیا چھوٹی موٹی بات ہوئی ہے۔ اس طرح سے تو کارروائی نہیں چلے گی۔ مناسب یہی ہے کہ اگر کوئی اہم موضوع ہے تو آپ اس پر تحریک التواء لا سکتے ہیں۔ یا اور بھی جو اس کا صحیح طریقہ ہے۔ بہرحال نظم و نسق پر بجٹ کی بحث میں تقریر ہو سکتی ہے۔ تمام دوستوں کے لیے موقع ہے۔ کیونکہ اس میں پولیس بھی ہوتی ہے۔ اور اس میں ایڈمنسٹریشن پر بھی بحث ہو سکتی ہے۔ تو تمام حضرات جو اپنے علاقوں کے بارے میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے موقع ہے کہ اپنی اپنی تقریروں میں اپنی ان باتوں کی جانب توجہ دلا سکتے ہیں۔ جناب وزیر قانون!

وزیر قانون، جناب سپیکر! ایس اے حمید صاحب نے گوجرانوالہ شہر میں تعمیر و ترقی کے کام نہ ہونے کی وجہ سے جو صورت حال ہے اس کے حوالے سے انھوں نے اپنے نقطہ نگاہ سے یہ تحریک پیش کی ہے۔ اور انھوں نے تحریک میں یہ الزام لگایا کہ تعمیر و ترقی کے لیے ابھی تک کوئی خاطر خواہ اقدامات گوجرانوالہ شہر کے اندر نہیں کیے گئے۔ اور انھوں نے اس ایوان کے اندر دی گئی میری سٹیٹمنٹ کو بھی تحریک استحقاق کی بنیاد بنایا ہے۔ جو کہ میں نے محکمے کی طرف سے جواب موصول ہونے کی بنیاد پر دیا تھا کہ جی ٹی روڈ کی تعمیر کے سلسلے میں تین کروڑ روپے کے ٹینڈرز ہو چکے ہیں۔ فاضل رکن اسمبلی نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ جناب سپیکر! جہاں تک مذکورہ روڈ کی تعمیر کا تعلق ہے۔ یہ بات میں نے اس روز بھی تسلیم کی تھی کہ وہ سڑک جو گوجرانوالہ شہر کے اندر سے ہو کر گزرتی ہے۔ اور اس کی لمبائی تقریباً دو میل کے برابر ہے۔ یہ خاصی خستہ حالت میں ہے۔ اور اس کی وجہ ڈرینیج کا مناسب انتظام نہ ہونا ہے پانی جو شہری علاقوں کی طرف سے آتا ہے وہاں پر کھڑا رہتا ہے۔ وہاں نکاسی آب کی صورت حال درست نہیں جس کی وجہ سے یہ سڑک اکثر ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ اور ماضی میں اس کی تعمیر بھی مناسب طریقے سے نہ کی گئی۔

ناقص میٹریل بھی استعمال کیا گیا ہو گا۔ بہرحال اس کے ٹوٹنے کی تو بے شمار وجوہات ہیں البتہ میں نے گزشتہ تحریک التوائے کار کے جواب میں بھی یہ عرض کیا تھا کہ حکومت پنجاب نے اس سڑک کی تعمیر کے لیے سنجیدگی سے نوٹس لیا ہے اور نا صرف منصوبہ بنایا ہے بلکہ اس کے لیے فنڈز بھی فراہم کیے ہیں۔ جناب سپیکر! دو کلو میٹر کی اس سڑک کے لیے تخمینہ منظور شدہ لاگت چار کروڑ پچاس لاکھ 67 ہزار روپیہ تھی۔ اور اس میں ایک کروڑ 19 لاکھ 74 ہزار روپے نکاسی آب کے لیے رکھا گیا ہے۔ تاکہ جب یہ سڑک بن جائے تو اس کے ساتھ ساتھ نالے کی تعمیر کر دی جائے تاکہ مختلف سڑکوں سے آنے والا پانی جو سڑکوں پر کھڑا رہتا ہے اس کی نکاسی بھی ہو جائے اور آئندہ سڑک ٹوٹنے سے بچ جائے۔ ان کا جو اعتراض ہے کہ میں نے ٹینڈر ہونے کے بارے میں عرض کیا کہ 29 یا 30 مئی کو ٹینڈر ہو گئے ہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے غلط بیانی کی ہے۔ جناب سپیکر! اصل صورت حال یہ ہے کہ یہ اجلاس غالباً یکم جون کے لگ بھگ ہوا تھا۔ جس میں مجھے یہ سٹیٹمنٹ دینا پڑی تھی۔ اس میں میں نے یہ عرض کیا کہ 30۔ مئی کو ٹینڈرز ہوئے۔ جناب سپیکر! حکومت نے فنڈز منظور کیے۔ ٹینڈرز تک سارا process بھی ہوا۔ ٹینڈر حکومت نے نہیں لینے ہوتے۔ منظور شدہ ٹھیکے دار ٹینڈر دیتے ہیں اور اگر انھیں منصوبے کی لاگت کے حوالے سے یا اپنی سہولت کے حوالے اس منصوبے کی تعمیر انھیں اپنے لیے مناسب لگتی ہو تو وہ وصول کرتے ہیں۔ میں نے اس روز قطعی غلط بیانی نہیں کی تھی۔ میں آپ کے سامنے روزنامہ "مشرق" یکم مئی ریکارڈ کے لیے پیش کرتا ہوں۔ اس میں دیا گیا ہے "نوٹس برائے ٹینڈر" جس میں یہ باقاعدہ طور پر سڑک کی تعمیر، جی ٹی روڈ کی دو میل لمبی سڑک کی توسیع اور اس کے ساتھ نکاسی آب کے لیے ڈرینج کی تعمیر کے لیے لکھا گیا ہے۔ مذکورہ ٹینڈر نوٹس میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ یکم مئی کے اخبار میں شائع ہونے اور 30 مئی کو ٹینڈر طلب کیے گئے۔ اس کے علاوہ روزنامہ "پاکستان" جو 25 مئی کو شائع ہوا۔ اس میں بھی جو مذکورہ سڑک کی تعمیر کے لیے 30 تاریخ کے جو ٹینڈرز ہیں وہ بھی ریکارڈ کے لیے پیش کرتا ہوں۔ جہاں تک انھوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ تین کروڑ روپے حکومت پنجاب دے گی یا میونسپل کارپوریشن دے گی۔ جناب سپیکر! میں 4 مئی 1995ء کو محکمہ خزانہ حکومت پنجاب کے بجٹ ونگ کی ایڈوائس جس میں چار کروڑ روپے کی منظوری مذکورہ پراجیکٹ کے لیے re-appropriation کے ذریعے منظور کی گئی اور 1994-95ء کے current financial year میں ان فنڈز کا جاری کرنا اس ایڈوائس میں واضح طور

پر دیا گیا ہے۔ اور صرف اس پراجیکٹ کے لیے یہ رقم جاری ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر میں نے یہ بات کی کہ تین کروڑ روپیہ حکومت پنجاب نے اس پراجیکٹ کے لیے جاری کر دیا ہے تو اس میں بھی کوئی غلط بیانی نہیں تھی۔ یہ ریکارڈ کے مطابق بھی اور واقعات کے مطابق بھی ایک درست بات تھی۔ جہاں تک اس کام کے شروع نہ ہونے کا تعلق ہے تو وہ ٹھیکے دار جو کوئی اس ٹینڈر کو وصول کر لیتا اور اس کے ٹینڈرز accept ہو جاتے تو اس صورت میں کام شروع ہونا تھا۔ لیکن بوجوہ ٹھیکیداروں کے 30 تاریخ کو جو بھی ٹینڈر آئے وہ قابل منظوری نہیں تھے۔ اور ان کے ریٹس بہت زیادہ تھے اور کچھ requirements meet نہیں کرتے تھے ۔ اس لیے نہ ہو سکے ۔ دوبارہ ٹینڈرز کے لیے محکمہ نے منصوبہ بندی کر دی ہے اور اخبارات میں شائع کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک آئندہ سال کے لیے دس لاکھ دینے کا تعلق ہے فاضل رکن اسمبلی نے اس تحریک استحقاق میں ذکر کیا کہ آئندہ سال کے لیے صرف دس لاکھ رکھے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! اے ڈی پی یا سالانہ منصوبہ بندی اس حوالے سے کبھی نہیں ہوئی کہ اے ڈی پی میں اگر دس لاکھ روپے کی رقم دے دی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دس لاکھ روپے سے کم نہیں ہو سکتی یا زیادہ نہیں ہو سکتی ۔ اے ڈی پی ایک اندازہ ہوتا ہے اور اس منصوبے کو چلانے کے لیے بنایا جاتا ہے۔ تین کروڑ روپے کی پہلے سے funding موجود ہے۔ جو ابھی تک اس منصوبے پر نہیں لگی۔ لہٰذا وہ تین کروڑ روپیہ موجود ہے۔ یہ دس لاکھ روپیہ آئندہ سال کے لیے اس لیے رکھا گیا ہے کہ جونہی وہ تین کروڑ روپے مذکورہ منصوبے پر لگ جائیں گے۔ اس کے بعد یہ سکیم دس لاکھ روپے سے on going رہے گی۔ اور اگر اس سکیم پر کام تیز رفتاری سے ہو گا تو دوسری طرف سے اس سکیم کے لیے رقم manage کرنا کوئی مشکل بات نہیں۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حکومت اس سڑک کی فوری تکمیل چاہتی ہے۔ اور ابھی دوبارہ ٹینڈرز ہونے کے بعد اس منصوبے پر فوری عمل ہو جائے گا۔ البتہ یہ معاد عامہ کی بات تھی۔ اس حوالے سے میں نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔ لیکن رول 55 کے تحت یہ تحریک استحقاق استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اسے باضابطہ قرار دیا جائے۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ اسے rule out کیا جائے۔ شکریہ!

جناب سپیکر، ایس اے حمید صاحب امید ہے کہ آپ وزیر قانون صاحب کی وضاحت کے بعد اس پر اصرار نہیں کریں گے۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! فاضل وزیر قانون نے اپنے وضاحتی بیان میں اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ ابھی تک ٹینڈر کا process مکمل نہیں ہوا اور میں نے ذاتی طور پر محکمہ ہائی ویز کے جو ایس ای ہیں ان کے ساتھ ملاقات کی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق ابھی تک ٹینڈرز کا جو process ہے وہ مکمل نہیں ہوا اور وہ دوبارہ ٹینڈر کال کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: بجا ہے اور یہی وزیر قانون نے کہا ہے۔ آپ نے اپنی تحریک میں یہ فرمایا تھا کہ ٹینڈر طلب ہی نہیں کیے گئے۔ تو یہ ثابت ہو گیا کہ ٹینڈر طلب تو کیے گئے تھے لیکن وہ کسی وجہ سے قبول نہیں ہوئے اور اب دوبارہ کال کیے جا رہے ہیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! یہ بھی ایک طریقہ واردات ہوتا ہے کہ ٹینڈر کال کر کے لوگوں کو مطمئن کر دیا جائے اور بعد میں ان ٹینڈرز کو مسترد کر دیا جائے۔ جب تک ٹینڈر ڈالے نہ جائے اس وقت تک process مکمل نہیں ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ فاضل وزیر قانون نے 2۔ جون کو on the floor of the House یہ بات فرمائی تھی کہ 3 کروڑ روپیہ اگلے مالی سال کے بجٹ میں رکھ دیا گیا ہے۔ اور یہ 3 کروڑ کی رقم ADP بھی آنی چاہیے تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر 3 کروڑ کی allocation ہے تو اس کی جگہ 10 لاکھ روپے رکھ دیے جائیں۔ ہوا یہ ہے کہ 1993-94ء میں بھی 6 کروڑ روپے اس کے لیے رکھے گئے لیکن ADP میں صرف 10 لاکھ روپے allocate کیے گئے اور وہ 10 لاکھ روپے GDA کو transfer کر دیے گئے جس نے وہاں کام شروع کر دیا۔ پھر 1994-95ء میں 3 کروڑ کی بجائے 15 لاکھ روپے رکھ دیے گئے چنانچہ وہ پیسے بھی GDA نے استعمال کیے یعنی 6 کروڑ روپے کی بجائے دو سالوں میں 25 لاکھ روپے استعمال ہوئے۔ اب انھوں نے 3 کروڑ روپے ابھی بھجوائے ہیں۔ وہ GDA کے اکاؤنٹ میں ہیں لیکن اگلے سال کے لیے پھر انھوں نے وہی کام کیا ہے جو 1993-94 اور 1994-95 میں کیا تھا یعنی کہ 10 لاکھ روپے۔ اب وزیر قانون یہ فرماتے ہیں کہ ہم اس کا بندوبست کر لیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بجٹ نہیں ہے بلکہ یہ کوئی اندازوں کا سلسلہ ہے۔ یہ کوئی agreements, compromises. settlement کا مسئلہ ہے۔ جناب سپیکر! یہ دستاویز تعمیر و ترقی کے حوالے سے پورے صوبے کا میزانیہ ہے۔ اگر زبانی جمع خرچ ہی کرنا ہے تو پھر سیکرٹریز، ڈپٹی سیکرٹریز کو اتنے بڑے بجٹ بنانے کی تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ انھوں نے 10 لاکھ کی بجائے 3 کروڑ روپیہ کیوں

نہیں رکھا؟ میں نے اسی لیے کہا ہے کہ وزیر قانون صاحب نے جو بیان on the floor of the House فرمایا وہ اس لیے غلط ہے کہ انھوں نے 3 کروڑ روپے نہیں رکھے بلکہ 10 لاکھ روپے رکھے ہیں۔ اور ٹینڈر کا process بھی مکمل نہیں ہوا اور پھر دوسری مزے کی بات یہ ہے کہ ایس ای ہائی وے گوجرانوالہ یہ فرماتے ہیں کہ سڑک دو میل لمبی نہیں ہے بلکہ یہ 24 میل لمبی سڑک ہے۔ اس کی وضاحت ایسے فرماتے ہیں کہ ہمارے سرکاری اعداد و شمار میں جو دس فٹ کی سڑک ہے اس کا پیمانہ ایک میل کا بناتے ہیں۔ اور چونکہ اس کی چوڑائی 72 فٹ ہے لہٰذا اس کی length 24 میل بنے گی۔ اور پھر اس حساب سے یہ سڑک کب مکمل ہو گی؟ اڑھائی سال میں مکمل ہو گی۔ تو گوجرانوالہ کے شہریوں اور گوجرانوالہ سے گزرنے والے لوگوں کو اڑھائی سال تک مزید اذیت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور تیسری بات یہ کہ پاکستان میں، اور پھر پنجاب میں جو سڑکیں بنتی ہیں ان کی اپنی میعاد کیا ہوتی ہے؟ کیا اڑھائی سال تک یہ سڑک قائم رہ سکے گی؟ پہلے تو ان کے تخمینے کے مطابق یہ اڑھائی سال میں بنے گی اور تخمینے کبھی پورے نہیں ہوتے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس منصوبے کو لٹکایا جا رہا ہے۔ گوجرانوالہ شہر کی ترقی کے لیے کچھ دینے کا پروگرام نہیں ہے۔ لہٰذا میں یہی چاہتا ہوں کہ چونکہ وزیر قانون صاحب نے اس بات کو ہاؤس میں غلط طور پر بیان کیا کہ 3 کروڑ روپے رکھ دیے گئے ہیں جبکہ انھوں نے ADP میں 10 لاکھ روپے رکھے ہیں لہٰذا میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ شکریہ۔

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری اقبال صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ بھی گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! بڑا simple سا مسئلہ ہے۔ میں جناب والا سے بڑے ادب کے ساتھ استدعا کروں گا کہ آپ وزیر قانون سے اس بات کی assurance لے دیں کہ کب تک یہ سڑک شروع ہو جائے گی؟ اور اس کے لیے funding کی کوئی problem نہیں ہو گی۔ وزیر قانون صرف on the floor of the House اتنی سی بات کہہ دیں تو ایس اے حمید صاحب کو بھی یقین آ جائے گا۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے، موقع دیجیے۔ جی جناب وزیر قانون۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! چودھری اقبال صاحب نے بڑی اچھی بات کی ہے اور یقیناً وہ حکومت میں رہے اور انھوں نے جو صورت حال ہوتی ہے اس کو صحیح طریقے سے سمجھ کر بات کی ہے۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! تحریک کے جواب میں بھی میں نے عرض کیا تھا کہ آئندہ سال میں مزید 3 کروڑ روپے فراہم کر دیے جائیں گے۔ 96-1995ء میں 3 کروڑ روپے مزید اس منصوبے کے لیے فراہم کر دیے جائیں گے۔

جناب سپیکر، جب آپ نے 2 جون کو یہ بات کہی تھی تو اس وقت ابھی آئندہ سال شروع نہیں ہوا تھا اب اس آئندہ سال کا جب بجٹ آیا ہے تو ان کا کہنا ہے کہ اس میں یہ 3 کروڑ روپے نہیں رکھے گئے بلکہ صرف 10 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ یہ جو 3 کروڑ روپے ابھی دیے گئے ہیں یہ بھی 3 کروڑ روپے نہیں رکھے گئے تھے لیکن اس کے باوجود 95-1994ء میں 3 کروڑ روپے دے دیے گئے ہیں۔ ADP میں 3 کروڑ روپے موجود نہیں تھے لیکن اس منصوبے کے لیے تقریباً 4 کروڑ روپے دیے گئے ہیں۔ جس میں سے 3 کروڑ روپے اس سڑک کے اوپر لگیں گے۔ یعنی ADP میں نہ ہونے کے باوجود 3 کروڑ روپے دے دیے گئے ہیں۔ یہ P&D Department اور Finance Department کے درمیان ایک coordination ہوتی ہے جس سے وہ منصوبے کی اہمیت کے پیش نظر لائحہ عمل طے کرتے ہیں۔ اگر کوئی منصوبہ on going ہے اور اس کے لیے کم رقم رکھی گئی ہے لیکن اگر وہ اہمیت عامہ کا حامل منصوبہ ہو تو اسے مزید رقم فراہم کر دی جاتی ہے۔ میں چودھری اقبال صاحب کی بات کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں کہ یہی بات میں نے پہلے بھی کی تھی اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ اس منصوبے کی تکمیل کو پنجاب حکومت سنجیدگی سے لیتی ہے اور اس کی تکمیل چاہتی ہے اور ہم ان شاء اللہ اس منصوبے کو جتنی جلدی ممکن ہو سکا پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔ حکومت اس سلسلے میں قطعی کوئی سستی نہیں کرے گی۔ یہ منصوبہ گوجرانوالہ کے شہریوں کے لیے اور عوام کے لیے بھی ایک اہمیت عامہ کا حامل ہے اور اس پر مذکورہ funding میں حکومت پنجاب کسی تساہل سے کام نہیں لے گی۔

جناب سپیکر، ایس اے حمید صاحب! میرے خیال ہے کہ اب آپ اپنے محترم دوست کی تجویز کو

مانتے ہوئے اس پر اصرار نہیں کریں گے۔

جناب ایس اے حمید، نہیں جناب والا! میرے دوست کی تجویز کا تو انھوں نے جواب نہیں دیا۔ چودھری اقبال صاحب نے کہا تھا کہ آپ اس سڑک کو شروع کب کریں گے اور 3 کروڑ روپے کا کیا بندوبست کریں گے؟ جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ADP میں نہیں رکھا گیا تھا میں ان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب گوجرانوالہ تین دفعہ دورہ فرما چکے ہیں اور اپنے دورے کے دوران انھوں نے 64 کروڑ روپے کے package کا اعلان کیا۔ اور جب گوجرانوالہ کے تمام ایم پی ایز اور ایم این ایز ' سرکاری ایم پی ایز نے بھی یہ احتجاج کیا کہ یہ سڑک ٹوٹ چکی ہے 'برباد ہو چکی ہے تو اس کے بعد اس سڑک کے لیے 6 کروڑ روپے کا اعلان کیا گیا۔ میں اس package کی بات کر رہا ہوں کہ جب وزیر اعلیٰ صاحب نے اس 6 کروڑ کا اعلان کیا تو اب اس میں سے 3 کروڑ روپے کے فنڈز یہ کہاں لے کر جائیں گے؟ یہ ADP میں کیسے تبدیلی کریں گے؟ یہ مجھے بتا دیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! 6 کروڑ کے منصوبے کا اعلان کیا گیا۔ اصل بات وہی ہے جو میں نہیں کہنا چاہتا تھا اور جس سے فاضل رکن اسمبلی کی دل آزاری ہو گی۔ اصل بات یہ ہے کہ گوجرانوالہ کے جو اراکین اسمبلی وزیر اعلیٰ سے ملے ان کے مطالبے پر چونکہ یہ پراجیکٹ منظور ہوا اور وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس 6 کروڑ روپے کے منصوبے کا اعلان کیا اور اس کے لیے اب 4 کروڑ روپے دے بھی دیے ہیں۔ فاضل رکن اسمبلی یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا نام گرامی تو اس میں نہیں آیا اور جب اس منصوبے کی تکمیل ہو گی تو سارا credit انھیں مل جائے گا۔ یہ چاہتے ہیں کہ اسمبلی کے اندر کوئی ایسی بات ہو جس سے ایسے لگے کہ صرف ایس اے حمید صاحب کے مطالبے پر یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچ رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ منصوبہ گوجرانوالہ کے شہریوں کے مفاد میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے منظور کیا اور اس کے لیے انھوں نے 4 کروڑ روپے کے فنڈز دیے ہیں اور میں اس ایوان کے اندر آپ کو یہ یقین دہانی کراتا ہوں کہ وزیراعلیٰ پنجاب خود اپنی نگرانی میں اس منصوبے کی تکمیل چاہتے ہیں اور گوجرانوالہ کے عوام کے مفاد کی خاطر ان شاء اللہ اس منصوبے پر فی الفور تعمیر بھی شروع ہو جائے گی اور یہ پایۂ تکمیل تک پہنچے گا۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! میں وزیر قانون صاحب کی لاعلمی پر حیران ہوں کہ یہ میرے

حلقے کا مسئلہ ہے۔ کیا میں اپنے حلقے کے بارے میں بات نہیں کر سکتا؟

جناب سپیکر، کیوں نہیں کر سکتے۔ کر سکتے ہیں۔ اسی لیے تو آپ کو موقع دیا ہے۔

جناب ایس اے حمید: اور پھر میں اس بات پر حیران ہوں کہ کیا میرے نام کی انھوں نے تختی لگائی ہے؟ کیا یہ مجھ پر احسان کرنا چاہتے ہیں؟ یہ وزیراعلیٰ کا package ہے۔ اسے یہ بنائیں اگر نہیں بناتے تو ہم ان سے پوچھتے ہیں اور یہ ہمارا حق ہے۔ ہم عوام کے نمائندے ہیں۔ وزیر قانون صاحب کیا بات کرتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات کر کے انھوں نے دوبارہ میرا استحقاق مجروح کیا ہے۔ کیا یہ بات کرنے کا کوئی طریقہ ہے؟ کبھی کہتے ہیں کہ 3 کروڑ روپے، کبھی کہتے ہیں کہ 4 کروڑ روپے، کبھی کہتے ہیں کہ دے دیں گے، کبھی کہتے ہیں کہ انتظامات کر لیں گے۔ یہ کیا انتظام کریں گے؟ یہ اپنے ADP میں 3 کروڑ روپے کیوں ظاہر نہیں کرتے؟ انھوں نے گوجرانوالہ کے شہریوں کے ساتھ تین دفعہ دھوکا کیا ہے۔ 1993-94, 1994-95 اور 1995-96 میں ریکارڈ کی بات کر رہا ہوں۔ کیا اب پھر یہ ہم سے دھوکا کرنا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر: نہیں یہ لفظ نہ کہیں۔

جناب ایس اے حمید: یہ پیسہ نہ دیں لیکن جب یہ مقدس ایوان کے فلور پر یہ بات کہتے ہیں کہ ہم یہ کریں گے اور یہ نہیں کرتے تو اس سے بڑا جرم کوئی نہیں۔ جناب والا! انھوں نے مذاق بنایا ہوا ہے۔ جب بھی on the floor of the House کوئی بات ہوتی ہے یہ اس کی قطعاً پاس داری نہیں کرتے۔

جناب سپیکر، نہیں ایسا نہیں ہے۔ حمید صاحب آپ اتنے غصے میں نہ آئیں آپ کی بات سنی ہے۔ انھوں نے بھی بڑے تحمل سے سنی ہے۔ آپ مطمئن نہیں ہوئے تو انھوں نے دوبارہ وضاحت کی ہے پھر مطمئن نہیں ہوئے تو دوبارہ وضاحت ہوئی ہے۔ اب آپ جوش میں آ گئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ معاملات تو تحمل سے ہی حل ہوں گے۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کے جواب میں انھوں نے جو assurance دی ہے۔ اسمبلی میں Assurance Committee بنائی گئی ہے۔ ابھی کل مجھے چودھری ظہیر صاحب ملے تھے اور انھوں نے بھی مجھ سے بات کی ہے میں نے بھی ان سے وعدہ کیا ہے کہ on the floor of the House حکومت کی طرف سے جو بھی وعدے کیے جائیں گے ہم انھیں اس Assurance Committee کو پیش کریں گے اور میں نے بھی ایک طریقہ بنایا ہے کہ

یہاں پر جو بھی باتیں ہوتی ہیں ہم اسمبلی کی طرف سے محکمے کو لکھتے ہیں کہ یہ وعدے کیے گئے ہیں لہٰذا ان کو پورا کرنے کا بندوبست کیا جائے۔ ذرا موقع دیجیے معاملات کو تھوڑا سا کنٹرول کرتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر!

جناب سپیکر، اب آپ سید ظفر علی شاہ صاحب کو موقع دیں ۔ ایک منٹ میں نے شاہ صاحب کو موقع دیا ہے۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست بھی غصے میں آ رہے ہیں اگر کسی assurance پر عمل در آمد نہیں ہوا تو قصور لاء منسٹر صاحب کا بھی نہیں ہے۔ میں آج ہی نیشنل پریس میں پڑھ رہا تھا کہ 1994ء میں پنجاب حکومت کے وزیر اعلیٰ صاحب کے round about تین ہزار کے قریب ڈائریکٹو جاری ہوئے جن میں 130 پر بھی عمل در آمد نہیں ہوا۔ اگر جس حکومت کے وزیر اعلیٰ کے اتنے ڈائریکٹو پر عمل در آمد نہیں ہوتا تو پھر اگر ان بے چاروں کی کسی assurance پر عمل در آمد نہیں ہوا تو میں ایس اے حمید صاحب کو کہوں گا کہ غصے میں آنے کی کوئی بات نہیں ہے۔

وزیر پلاننگ و ڈویلپمنٹ، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب سپیکر، میں نے ظہیر صاحب سے وعدہ کیا تھا ان کے بعد آپ کی باری ہے ۔

جناب محمد ظہیر الدین خان: شکریہ جناب سپیکر! میں اپنی گزارش کرنے سے پہلے جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے اس ضمن میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب جو ڈائریکٹو جاری فرماتے ہیں اس میں ہدایات یہ ہوتی ہیں کہ اگر it is regardng the justice اور اس میں کسی سے نا انصافی نہیں ہوتی تو اس پر عمل کیا جائے۔ جو چیز رولز کے against ہو تو سری واپس چلی جاتی ہے ۔ ان کے ڈائریکٹو پر انصاف ہوتا ہے۔ اس لیے جو رہ جاتے ہیں جن پر عمل نہیں ہوتا ان کو stress نہیں کیا جاتا کہ جو ڈائریکٹو جاری ہو گا یہ بادشاہوں کا ڈائریکٹو ہے ------

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وزیر اعلیٰ صاحب against the rules بھی ڈائریکٹو جاری کرتے ہیں ۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، نہیں جناب۔ جناب والا! میری بات ختم نہیں ہوئی ۔ یہ سابقہ دور کے ڈائریکٹو نہیں ہیں کہ ایک شاہی فرمان جاری ہو گیا کہ اس میں جتنے بھی سر آتے ہیں وہ سارے کے سارے قلم کر دیے جائیں۔ یہ ایسے ڈائریکٹو نہیں ہیں یہ جمہوری دور کے ڈائریکٹو ہیں۔ اس میں جو عمل ہونے والے ہوں ان پر عمل ہوتا ہے اور جن پر عمل نہیں ہوتا تو ماتحت لوگوں کے بھیجے ہوئے جوابات کا وزیر اعلیٰ صاحب برا بھی نہیں مناتے۔ اب میں دوسری گزارش کرنے لگا ہوں جس کے لیے میں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا۔ جناب والا! کل میں جناب کے دفتر میں حاضر ہوا تھا اور آپ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ اس بارے میں پتا بھی کریں گے اور پھر ذکر بھی فرمائیں گے اور وعدے کے مطابق آج آپ نے ذکر کیا۔ جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ جناب کی موجودگی میں بھی اور بعض اوقات موبل صاحب کی موجودگی میں بھی specially وقفہ سوالات میں کچھ ایسی باتیں ہوتی رہی ہیں جس میں assurances دیتے رہے ہیں اور بعض اوقات تو ایسا ہوتا رہا ہے کہ شاید اس کو skip over کرنے کے لیے منسٹرز assurances دے دیتے رہے ہیں۔ جب ایک دو دفعہ بات گزر گئی تو پھر اس کا cover لینا شروع کر دیا گیا۔ Assurance Committee کا کام ہی یہی ہے۔ جناب والا! اگر آپ آج اجازت فرما دیں تو ہم ریکارڈ دیکھ کر کہ جب سے اجلاس شروع ہوا ہے اور ایسے سوالات کے جوابات یا ایسی assurances دی گئی ہیں۔ یہ ابھی پرانی نہیں ہوئیں ہمارا اجلاس چل رہا ہے۔ ماشاء اللہ یہ اسمبلی ابھی پانچ سال تک چلنی ہے تو وہ ہم پوائنٹ آؤٹ کر دیں اور جناب کی اجازت سے تمام کمیٹی کے پاس چلی جائیں۔

جناب سپیکر ، میں بڑی خوشی سے آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ آپ ریکارڈ بھی دیکھیں۔ سیکرٹریٹ پوری طرح سے آپ کے ساتھ تعاون کرے گا۔ اس سلسلے میں سیکرٹریٹ کے پاس پہلے ہی بہت سی خط و کتابت موجود ہے جو ہم نے مختلف محکموں کے ساتھ کی ہے ۔ وہ بھی آپ کی disposal پر رکھ دی جائے گی تاکہ آپ کو اور بھی آسانی ہو اور آپ اپنا کام شروع کریں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان ، شکریہ جناب والا۔

جناب سپیکر ، جی رانا آفتاب صاحب!

وزیر پلاننگ و ڈویلپمنٹ، شکریہ جناب سپیکر! ایس اے حمید صاحب نے جو مسئلہ اٹھایا ہے میں اس سلسلے میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ جو گوجرانوالہ ڈویلپمنٹ پیکج ہے۔ اس پر میری

ڈیوٹی بھی لگی تھی۔ میں وہاں پر چیمبر آف کامرس میں بھی گیا تھا industrialists سے بھی ملا تھا کہ جو جو مسائل ہیں وہ ہمیں بتا دیے جائیں۔ ان مسائل کے حوالے سے ہم نے priorities سیٹ کر دی ہیں۔ ہمارے پاس urban development sector میں جو محدود وسائل موجود ہیں ان میں سے ہم ان کی priorities کے مطابق کریں گے اور جیسے لاء منسٹر صاحب نے assurance دی ہے۔ ایس اے حمید صاحب مجھے کہیں میں ان کے پاس حاضر ہو جاؤں گا یا یہ تشریف لے آئیں تو بیٹھ کر جو بھی within limited resources ان کی top priority کے کام ہیں ان کو کرنے کے لیے جہاں پر بھی کوئی problems ہوں گی تو میں ذاتی طور پر دلچسپی لوں گا کیونکہ گوجرانوالہ ہمارا ایک important صنعتی شہر ہے اس سلسلے میں جو بھی problem ہے یہ ان کی نہیں ہے یہ ہماری problem ہے ۔ ہم انشاء اللہ اس کو حل کریں گے اور میرا خیال ہے کہ اس کے بعد وہ اسے press نہیں کریں گے ۔ شکریہ

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! میں رانا آفتاب صاحب کی بات کی قدر کرتا ہوں ۔ میں صرف ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ 10 لاکھ کی بجائے 3 کروڑ کی رقم amend کریں گے۔ مجھے یہ assurance دے دیں کہ اس کے لیے 3 کروڑ روپیہ provide کریں گے ۔

وزیر پلاننگ و ڈویلپمنٹ، جناب سپیکر! سلسلہ یہ ہے اور ہم نے کوشش کی ہے کہ سکیمیں آ جائیں۔ آپ دیکھیں کہ ہم نے اس دفعہ condition رکھی ہے کہ جو سکیمیں ہمارے پاس timely approve نہیں ہوں گی انھیں ہم drop کر دیں گے۔ جناب والا! ہم re-appropriate کر سکتے ہیں۔ جو بھی fast moving scheme ہو گی ہم اس کو re-appropriate کریں گے اور میں نے ان سے یہی عرض کیا ہے کہ یہ تشریف لے آئیں ان کی جو problem ہے میں اسے ذاتی سمجھ کر حل کروں گا۔

جناب سپیکر، رانا صاحب! میں اس سلسلے میں یہ رائے رکھتا ہوں کہ جب صوبے کے سربراہ publicly کوئی commitment کریں تو کابینہ کی حکومت کی اور ساری انتظامیہ کی یہ ذمہ داری ہونی چاہیے کہ وہ public commitment پوری کی جائے (نعرہ ہائے تحسین) اور اس سلسلے میں متعلقہ محکموں کو چاہیے کہ چیف ایگزیکٹو صاحب وزیر اعلیٰ صاحب کی گوجرانوالہ شہر کے شہریوں کے ساتھ جو commitment ہوئی تھی ۔ اس کو پورا کرنے کے لیے جو بھی صحیح طریقہ کار ہے اسے اپنائیں تاکہ یہ معاملہ خیر و خوبی کے ساتھ مکمل ہو جائے۔

جناب ایس اے حمید، شکریہ۔ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، اس کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم اسے dispose of کرتے ہیں ۔ اب آگے چلتے ہیں جناب شاہد ریاض ستی صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ آپ کل تشریف نہیں رکھتے تھے اس لیے اسے pend کیا تھا۔ اب آپ اسے پیش کریں۔

نشان زدہ سوال نمبر 1382 کا غلط جواب

جناب شاہد ریاض ستی، شکریہ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 17 مئی 1995ء کو وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی نے میرے نشان زدہ سوال نمبر 1382 کا جواب غلط دیا ہے۔ میں نے اپنے سوال میں دریافت کیا تھا کہ ضلع کونسل راولپنڈی کے ترقیاتی فنڈز تحصیل کوٹلی ستیاں اور کہوٹہ کے ترقیاتی کام کس کی وساطت سے کرائے جا رہے ہیں۔ وزیر موصوف نے کہا کہ عوام کے مطالبے پر کرائے جا رہے ہیں ۔ حالانکہ یہ تمام کام مجھ سے ہارے ہوئے امیدوار کی وساطت سے کرائے جا رہے ہیں۔ اسی طرح سوال کے دوسرے جز میں دریافت کیا گیا تھا کہ جو ترقیاتی کام جاری ہیں اور جو مکمل ہو چکے ہیں۔ ان پر کن کن افراد کے نام کی تختیاں آویزاں کی گئی ہیں۔ وزیر موصوف نے جواب دیا کہ ان سکیموں پر کوئی بورڈ آویزاں نہیں ہیں۔ حالانکہ ان تمام ترقیاتی کاموں پر مجھ سے ہارے ہوئے امیدوار کے نام کی تختیاں آویزاں ہیں جن کے فوٹو ایوان میں پیش کر سکتا ہوں ۔ وزیر موصوف مجھ سے ہارے ہوئے امیدوار سے اس قدر خوفزدہ ہیں کہ انھوں نے میرے سوال کا جواب جان بوجھ کر غلط دیا ہے جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر ، جی شارٹ سٹیٹمنٹ دیں ۔

جناب شاہد ریاض ستی، جناب سپیکر! ہمارا اسمبلی میں سوال کرنا کوئی شوق پورا کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کے پیچھے کوئی مقصد ہوتا ہے اور میں نے پہلے بھی دیکھا ہے کہ ہم جو سوال کرتے ہیں ان پر اکثر غلط جوابات دیے جاتے ہیں ۔ ایک تو یہ بہت لمبا process ہے ہمیں بڑے لمبے process سے گزر کر مہینوں انتظار کے بعد جوابات موصول ہوتے ہیں۔ جناب والا! جس طرح آپ نے دیکھا کہ بلدیاتی نظام اور ضلع کونسلیں دیہات کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کر رہی تھیں۔ اور موجودہ حکومت

نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا وہ ایک علیحدہ بات ہے۔ لیکن میرے حلقہ میں اگر کوئی ترقیاتی کام ہوتا ہے تو میں اسے خوش آمدید کہتا ہوں۔ کیونکہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے لیکن میں جس بات کو پوائنٹ آؤٹ کر رہا ہوں۔ میرے پاس اس کے ثبوت بھی موجود ہیں کہ یہ کام صرف سیاسی بنیادوں پر کروائے جا رہے ہیں اور عوام کے مطالبے پر کام نہیں ہو رہے ۔ بلکہ مجھ سے ہارے ہوئے امیدوار کی سفارش پر وہ کام ہو رہے ہیں جس کی گواہی وزیر موصوف جناب غلام سرور خان بھی دے سکتے ہیں۔ اور میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہیں کہ یہ کس کی سفارش پر کام ہو رہے ہیں اور یہ سب انفرادی کام ہو رہے ہیں اور اس کے بھی میں آپ کو ثبوت دیتا ہوں کہ وہاں کی اخباریں بھری ہوئی ہیں کہ یہاں پر جو منصوبے دیے جا رہے ہیں وہ سارے کرپشن کی نظر ہو رہے ہیں اور انفرادی طور پر لوگوں کو ٹھیکیداروں کو نوازا جا رہا ہے ۔ اور ۹۴-۱۹۹۳ء میں جب ڈی سی کو ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا تو میں ڈی سی کے پاس گیا کہ آپ نے ٹینڈر لگائے ہیں تو اس کا ورک آرڈر کیوں نہیں دے رہے اور اس وقت میرے ساتھ علاقے کا ایک پورا وفد تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اوپر سے آرڈر ہیں کہ آپ نے فلاں آدمی سے recommendation نہیں لی ہے لہذا اس کے ورک آرڈر نہ دیں بلکہ اس کی سفارشات کے ساتھ ورک آرڈر دیے جائیں اور اس کی ایک کاپی بھی میں ساتھ لایا ہوں یہ ۹۵-۱۹۹۴ء کی کاپی ہے میں جناب سپیکر! اسے آپ کی خدمت میں اور ایوان کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس کے اوپر باقاعدہ اس آدمی کی سفارشات لکھی ہوئی تھیں لیکن جب انہوں نے مجھے یہ کاپی دی تو اوپر سے یہ پھاڑ کر دی اور اس پر باقاعدہ یہ منصوبے لکھے ہوئے ہیں ۔ اس کے علاوہ جناب والا یہ تختیوں کے سلسلے میں فوٹو آپ کو پہلے ہی دے دیے ہیں ۔ اس کے علاوہ وہاں کے جو علاقائی منصوبے ہیں ان میں جو کرپشن ہو رہی ہے اس کے متعلق بھی اخباروں کے تراشے میں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اور اس کے ساتھ لوگوں کی درخواستیں بھی موجود ہیں لہذا میں آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ اس مسئلے کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، محترم ستی صاحب آپ نے اپنا شارٹ سٹیٹمنٹ دے دیا اور آپ نے جو ریکارڈ پیش کیا ہے یہ بھی سارا میرے پاس آ گیا ہے۔ اس وقت وزیر موصوف لوکل گورنمنٹ تشریف نہیں رکھتے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا مناسب جواب دینا چاہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے جواب تک کے لیے

اسے مؤخر کیا جاتا ہے۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور، جناب والا! اگر اجازت ہو تو میں اس کا جواب دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر، بڑی خوشی سے آپ جواب دے دیں۔

وزیر قانون وپارلیمانی امور، جناب سپیکر! یہ معاملہ جو شاہد ریاض ستی صاحب نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ ترقیاتی سکیموں کے حوالے سے ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر موصوف نے جان بوجھ کر کوئی غلط سٹیٹمنٹ یہاں نہیں دی تھی۔ لہٰذا یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ جہاں تک تختیاں آویزاں یا نہ آویزاں کیے جانے کا معاملہ ہے۔ یہ استحقاق کا معاملہ نہیں ہے۔ کہ فلاں علاقے میں کسی ترقیاتی کام کی تختی پر فلاں شخص کا نام کیوں لکھ دیا گیا ہے یا نہیں لکھا گیا' یا میرا نام نہیں آیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ استحقاق کا معاملہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر، جناب وزیر قانون ہو سکتا ہے کہ یہ بات اپنی جگہ تحریک استحقاق کے زمرے میں نہ آتیہو لیکن ان کا یہ کہنا ہے کہ وزیر موصوف نے یہ فرمایا تھا کہ ان سکیموں پر کوئی بورڈ آویزاں نہیں ہیں۔ لیکن انہوں نے جو تصویریں دی ہیں اس سے ایک تو یہ پتا چل گیا کہ بورڈ آویزاں ہیں اور دوسرا یہ بھی پتا چلا ہے کہ اس پر ان سے ہارے ہوئے امیدوار کے نام لکھے ہوئے ہیں ۔ انہیں اس بات پر اعتراض ہے ۔ اس پر آپ کا کیا حکم ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب سپیکر! فاضل رکن کو یقیناً یہ اطلاع دی گئی ہو گی کہ فلاں منصوبے پر کسی کا بورڈ آویزاں نہیں ہے اس لیے انہوں نے یہ بات کہی ہو گی۔ جہاں تک یہ اپنے سے ہارے ہوئے ایک امیدوار کا ذکر کرتے ہیں کہ اس کے نام سے وہاں پر بورڈ کیوں لگا۔ جناب والا! ہمارے سابق رکن کرنل محمد یامین صاحب جو ان سے الیکشن ہارے اور جن کا یہ ذکر کرتے ہیں وہ صوبہ پنجاب کے وزیر مواصلات و تعمیرات رہ چکے ہیں اور اس وقت وہ عوام کے منتخب نمائندے کی حیثیت نہیں رکھتے لیکن جناب سپیکر! عوامی نمائندگی وہ اپنی جگہ کرتے ہیں کئی منصوبے انہوں نے اپنے دور میں شروع کیے اور عوام کے لیے کوئی مطالبہ کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ آج اگر کوئی شخص منتخب نمائندہ نہیں ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عوام کے لیے آواز نہیں اٹھا سکتا۔ اسمبلی سے باہر کوئی بھی شخص آواز اٹھا سکتا ہے اور کسی بھی دفتر میں مفاد عامہ کے منصوبوں کو بھی پہنچا سکتا ہے اور محکمہ اس منصوبے کو قابل عمل سمجھتا ہو تو اس منصوبے کی منظوری دے کر محکمہ اس

منصوبے کے لیے فنڈز بھی مختص کر سکتا ہے۔ لیکن یہ محکمے کے افسران اور جو ٹیکنیکل معاملات ہیں اس کے حوالے سے وہ یہ فیصلے کرتے ہیں کہ اس منصوبے کے لیے پیسے مختص کیے جائیں یا نہ کیے جائیں۔ اگر کرنل یامین صاحب کے حوالے سے محکمے نے کوئی منصوبہ منظور کر لیا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی جرم نہیں ہے۔ جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے میں اس کے بارے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جناب سپیکر یہ فوری نوعیت کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ ۱۷ مئی ۱۹۹۵ء کو وزیر بلدیات نے ایوان کے اندر جواب دیا اس کے بعد یکم جون اور دو جون کو اس اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ فاضل رکن اسمبلی کے پاس موقع موجود تھا کہ وہ یکم جون اور دو جون سے پہلے وزیر موصوف کے خلاف تحریک استحقاق پیش کر سکتے تھے۔ لیکن ان دونوں اجلاسوں میں انہوں نے یہ تحریک استحقاق پیش نہیں کی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب درمیان میں یہ اجلاس گزر جائے تو پھر معاملہ فوری نوعیت کا نہیں رہتا اور رول ۵۵ کے تحت جو معاملہ فوری اہمیت کا نہ ہو اس پر تحریک استحقاق پیش نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا فنی طور پر میں اس تحریک استحقاق کو خلاف ضابطہ سمجھتا ہوں۔

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! معزز فاضل رکن نے ایک تحریک استحقاق پیش کی ہے کہ وزیر صاحب نے یہاں پر غلط جواب دیا ہے اور صحیح صورت حال جناب کے سامنے رکھی ہے۔ جس پر میرے فاضل دوست وزیر قانون صاحب نے بھی ایک تفصیلی بیان دیا اور میں ادب کے ساتھ یہ گزارش کروں گا۔ انہوں نے بھی اپنی ساری سٹیٹمنٹ میں جو تفصیل بتائی ہے اور جس میں انہوں نے اس بات کو بڑا lightly لیا ہے کہ کرنل یامین صاحب بھی اپنی سکیمیں دے سکتے ہیں اور بورڈ بھی لگا سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں انہوں نے بھی ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ جناب سپیکر! میں پہلے بھی آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں یا تو حکومت کو یہ ایم پی اے اور ایم این اے کی گرانٹ والی قباحت ختم کر دینی چاہیے لیکن ایک طرف تو یہ سلسلہ ختم نہیں کیا جاتا۔ جس طرح جناب نے ابھی فرمایا ہے کہ وزیر اعلیٰ یا کوئی ایگزیکٹیو جب کوئی commitment کرتا ہے تو وہ تمام محکموں پر بھی bound ہو جاتی ہے۔ جناب سپیکر! بات کرنل صاحب کی ذات سے نہیں ہے۔ ایک طرف آپ یہ اعلان کرتے ہیں کہ ایم پی اے کو گرانٹ دی جائے گی اور وہاں پر وہ کام کروائیں گے اور دوسری طرف آپ ایک ایم پی اے سے defeated ' ہمارے لیے وہ قابل احترام ہیں ' سیاسی کارکن ہیں ساری بات ٹھیک ہے۔ لیکن ان کو آپ ترجیح دے کر ان کی recommendation پر

کوئی منصوبہ دے کر اور بورڈ لگوا کر آپ خود اپنے فلسفے کی توہین کر رہے ہیں اور ایک شخص جس کو election mandate ملا ہے اس کی آپ توہین کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! جس طرح ابھی یہ وزیر اعلیٰ صاحب کا بورڈ لگا ہوا ہے اور یہاں پر لاہور میں چپے چپے پر لگے ہوئے ہیں، کہ وزیر اعلیٰ صاحب کا منصوبہ جس سے لاہور کو خوبصورت بنایا جا رہا ہے اسے اگر اکھاڑ کر میاں اظہر صاحب کے بورڈ لگا دیے جائیں تو پھر میں پوچھوں گا کہ وزیر اعلیٰ صاحب پر یا وزیر قانون صاحب پر کیا گزرتی ہے۔ اس لیے جناب والا! بات یہ ذاتی نہیں ہے یہ استحقاق بنتا ہے اور اس تحریک کو admit کیا جائے اور اس کو آپ probe کریں اور آئندہ کے لیے اس پر پابندی لگائیں ۔ میں تو اس کے بھی خلاف ہوں کہ ایم پی اے ایم این اے اپنے بورڈ لگائیں' یہ بورڈوں والی اور تختیوں والی سیاست ختم ہونی چاہیے۔ لیکن اگر انہوں نے رکھی ہوئی ہے تو وہ پھر صرف وہی لوگ لگائیں جن کی وساطت سے یہ فنڈز دیتے ہیں یا جن کی وساطت سے یہ یہاں پر اعلان کرتے ہیں۔

جناب سپیکر : جناب ستی صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ۔

جناب شاہد ریاض ستی : جناب والا! وزیر قانون صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ انہوں نے جو تحریک استحقاق move کی ہے شاید لیٹ کی ہے۔ میرے خیال میں ان کے علم میں یہ بات نہیں میں نے فوری طور پر یہ تحریک استحقاق move کی تھی اور آپ کے چیمبر میں اسے کسی وجہ سے pend کیا گیا تھا وہ میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرا جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ اگر میرے سوال کے جواب کے دونوں جز دیکھے جائیں تو اس کے بالکل غلط جواب آتے ہیں تو اسی لیے یہ میری تحریک بنتی ہے لہٰذا میری استدعا ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر : مجھے خود یاد ہے کہ آپ تشریف لائے تھے technical grounds پر ابتداء میں آپ کی تحریک استحقاق سر کولیٹ نہیں کی گئی تھی۔ اس پر آپ میرے پاس تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ وہاں پر اس طرح کے بورڈز لگے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر آپ اس کا ثبوت مہیا کریں تو پھر وزیر موصوف نے جو یہ کہا ہے کہ وہاں کوئی بورڈز نہیں لگا۔ اگر آپ یہ ثابت کریں کہ وہاں پر بورڈ لگے ہیں اور ان بورڈوں پر کسی اور کا نام لکھا ہے تو پھر اس کو دوبارہ consider کر سکتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ نے یہ تصویریں مہیا کیں تو میں نے اس کو دوبارہ consider کر کے اس کو متداول کروایا ہے۔ محترم لاء منسٹر نے اس کا ایک جواب دیا ہے جس سے

یوں لگتا ہے کہ آپ کی تشفی نہیں ہوئی۔ میرا خیال یہ ہے کہ جس وزیر موصوف نے خود یہ بیان دیا تھا انہیں بھی موقع دیتے ہیں اور ان کے آنے تک اس کو pend کر لیتے ہیں۔ آگے چلتے ہیں۔

شاہد ریاض ستی، جناب والا! اگر یہ سوال پڑھیں اور اس کا جواب دیکھیں تو ساری چیز واضح ہو جاتی ہے۔

جناب سپیکر، مجھے پتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اب آپ کو زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے میں نے آپ کی وکالت کی ہے۔سرور صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر زکوٰۃ و عشر، میں بھی اس میں یہی تجویز دینا چاہتا تھا کہ جس منسٹر سے متعلقہ یہ تحریک استحقاق ہے وہ آج ہاؤس میں تشریف نہیں رکھتے۔ ان کے سوال کے جواب پر اعتراض کرتے ہوئے انہوں نے یہ تحریک استحقاق دی ہے۔ اگر اس کو pend کر دیا جائے تو مناسب ہو گا۔ بس میں یہی کہنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی آپ کا شکریہ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، گزارش یہ ہے کہ اگر وہ وزیر متعلقہ موجودہ اجلاس میں تشریف ہی نہیں لاتے تو پھر اس تحریک استحقاق کو کس طرح dispose of کیا جائے گا۔

جناب سپیکر، یہ بجا ہے سیکرٹریٹ کی طرف سے انہیں اطلاع دی جائے کہ آپ کے لیے ایک تحریک استحقاق pend کی گئی ہے۔ ازراہ کرم اگلے اجلاسوں میں کسی دن تشریف لا کر اس کا جواب دے دیں۔

جناب محمد ظہیر الدین خان،جناب والا! اگر منسٹر صاحب کسی مصروفیت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکتے ہوں تو پارلیمانی سیکرٹری کو اس کا جواب دینے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر، دیکھیے بات یہ ہے کہ پارلیمانی سیکرٹری کی بجائے وزیر قانون صاحب نے ان کے ایماء پر جواب دیا ہے۔ یا تو وہ خود آجائیں ورنہ جو جواب وزیر قانون نے دیا ہے میں اسے کافی سمجھوں گا۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ! آپ کی تحریک استحقاق ہے۔

قلیل المہلت سوال کے جواب میں تاخیر

جناب محمد منشاء اللہ بٹ، شکریہ جناب والا! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور

فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ،

قلیل مہلت سوالات کرنا اراکین اسمبلی کا بنیادی حق ہے اور وزرائے کرام ان کے جوابات دینے کے پابند ہیں۔

میں نے بھی تقریباً چھ ماہ قبل 3 جنوری 1995ء کو محکمہ ہاوسنگ و فزیکل پلاننگ سے متعلق ایک قلیل المہلت سوال کا نوٹس دیا تھا۔ جس کا آج تک کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ حالانکہ اس سلسلے میں اسمبلی سیکرٹریٹ کی طرف سے محکمہ مذکورہ کو یاد دہانی کے مراسلے بھی جاری کیے گئے۔

زمین جنبد نہ جنبد گل محمد

محکمہ مذکور ہاؤسنگ کے وزیر محترم صاحب نے میرے قلیل المہلت سوال کے نوٹس کو 6 ماہ سے روکا ہوا ہے۔ اور جان بوجھ کر میرے سوال کا جواب نہیں دے رہے۔ اسمبلی سیکرٹریٹ کے متعلقہ مراسلے کا جواب بھی نہیں دے رہے۔ جس سے میرے سوال کے short notice کی اہمیت ختم ہو گئی ہے اور میرے قلیل المہلت سوال کا جواب نہ دے کر نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، کیا آپ short statement دینا چاہتے ہیں؟

جناب محمد منشاء اللہ بٹ، جناب والا! مسئلہ یہ تھا کہ میں نے آج سے چھ ماہ قبل وزیر موصوف سے یہ پوچھا تھا کہ میرے حلقہ انتخاب میں چند دیہات ہیں جو حکومت پنجاب کی پالیسی کے تحت ایم پی اے کی سفارش پر ماڈل ویلج بنائے جاتے ہیں۔ میرے حلقہ انتخاب میں ہندل، ملکے کلاں، روہیل گڑھ، حمزہ غوث، چک گیلاں اور رتیاں سیداں ماڈل ویلج بننا شروع ہوئے۔ حکومت پنجاب نے گرانٹس دینی شروع کیں۔ اور اس کے بعد محکمے نے ارباب اختیار سے مل کر وہاں پر اپنی پسند کے ٹھیکیداروں کو ٹھیکے دیے۔ میں نے یہ پوچھا تھا کہ کتنی کتنی رقم میرے ان دیہاتوں کے لیے حکومت پنجاب نے دی۔ اور جن ٹھیکیداروں سے محکمہ کام کروا رہا ہے آیا ان ٹھیکیداروں کے کام سے محکمہ مطمئن ہے؟ آیا وہ کام معیاری ہو رہا ہے؟ کیونکہ اگر حکومت پنجاب کسی دیہات کو بنیادی ضرورت زندگی فراہم کرنے کے لیے فنڈ سے پیسے دیتی ہے اور اگر اس کے بعد بھی دیہات کا مسئلہ حل نہیں ہوتا، نکاسی آب کا مسئلہ حل نہیں ہوتا اور وہ ٹھیکے دار پرانی اینٹوں کو اٹھا کر لگا کے حکومت

پنجاب کے پیسے ' اور اس عوام کے خون پسینے سے کمائے ہوئے ٹیکسوں کے پیسے لے کر چلے جاتے ہیں اور مسئلہ وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے۔ یہ باتیں میں نے وزیر موصوف سے پوچھی تھیں۔ کہ مجھے ان کا جواب دیا جائے ۔ تاکہ اس طرف کوئی مثبت قدم اٹھایا جائے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کل بھی میں نے یہ گزارش کی تھی کہ بجٹ میں اس طرف بالکل خیال نہیں کیا گیا۔ کہ جو رقوم حکومت پنجاب کہیں صرف کرنے کے لیے دیتی ہے اسے چیک ہی نہیں کیا جاتا کہ آیا اس کا فائدہ عوام کو پہنچ بھی رہا ہے یا نہیں۔ اگر ایک گاؤں کو ہم ایک مثالی گاؤں بناتے ہیں اور اس کی گلیوں کو ٹھیک کرتے ہیں ' نالیوں کو ٹھیک کرتے ہیں اس کے نکاسی آب کو ٹھیک کرتے ہیں اور اگر ٹھیک کر لیتے ہیں تو پھر تو ہم ان کی خدمت کرتے ہیں اور عوام کو ہم اس کی بنیادی ضرورت زندگی کی سہولتیں مہیا کرتے ہیں لیکن اگر محکمے کی نااہلی کی وجہ سے ان کی سستی کی وجہ سے ' پیسے کو ناجائز استعمال کرنے کی وجہ سے ہمارے وہ عوام جو ہمیں ووٹ دے کر یہاں بھیجتے ہیں اس سہولت کو وہ نہیں پا سکتے تو جناب محترم اس سلسلے میں میں نے گزارش کی تھی کہ انہیں کوئی ایسے اقدامات کرنے چاہییں کہ ان چیزوں پر ہم چیک لگائیں اور حکومت کے پیسے کی لیکیج نہ ہو۔ یہی باتیں میں نے وزیر موصوف سے پوچھی تھیں چھ ماہ ہوچکے ہیں مجھے انہوں نے اس کا جواب نہیں دیا۔ اب چھ ماہ میں ان رقوم کا کیا حال ہوا ہے یا میرے ان دیہاتوں کا کیا حال ہوا ہے میں اس علاقے کا ایک نمائندہ ہوں۔ مجھ سے تو نہ کبھی محکمے نہ کہا ہے کہ وہاں پر کام ہو رہا ہے۔ میری ایک عادت ہے کہ میں اپنے حلقہ انتخاب میں خود جاتا ہوں اور جا کر یہ دیکھتا ہوں کہ نماز پڑھنے والے جب اپنے گھر سے مسجد کی طرف جانے کے لیے نکلتے ہیں تو گلیوں میں جوہڑوں کا پانی اکٹھا ہوتا ہے ' شلواریں اونچی کر کے انہیں بڑی مشکل سے گزر کر مسجد تک جانا پڑتا ہے۔ میری تو یہ خواہش تھی کہ حکومت پنجاب کے ان پیسوں کو اس انداز سے لگایا جاتا کہ وہ لوگ دعا دیتے اور کہتے کہ واقعی یہ رقم جو لاکھوں میں وہاں پر ہر گاؤں کے لیے آئی ہے اس سے ان کے مسائل حل ہوئے ہیں۔ جو حل نہیں ہوسکے اور نہیں ہو رہے۔ اس سلسلے میں میں نے محکمے سے گزارش کی تھی اور محترم وزیر سے کہ مجھے اس سلسلے میں تفصیلات بتائی جائیں ۔ لیکن آج چھ ماہ ہوچکے ہیں ۔ آپ کے حکم کے باوجود انہوں نے مجھے اس سلسلے میں قطعاً آگاہ نہیں کیا۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر، جناب وزیر قانون۔

وزیر قانون، جناب والا! مذکورہ سوال جس کے بارے میں جناب منشاء اللہ بٹ صاحب نے تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ یہ سوال دو محکموں کے بارے میں تھا۔ اس سوال کا پہلا حصہ محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی سے متعلقہ تھا۔ جبکہ دوسرا حصہ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ کے شعبہ پبلک ہیلتھ سے متعلقہ تھا۔ جہاں تک محکمہ لوکل گورنمنٹ کا تعلق ہے۔ چونکہ ان سے مارچ کے آخر میں جواب موصول ہوا اور اس کے بعد 20- اپریل کے قریب اسمبلی کا اجلاس ہوا۔ چونکہ یہ جواب وزیر ہاؤسنگ نے دینا تھا۔ ان دنوں وہ ملک سے باہر تشریف فرما تھے۔ جس وجہ سے اس سوال کا جواب ان کی منظوری نہ ہونے کی وجہ سے اسمبلی میں نہ آسکا۔ البتہ جناب والا! اس وقت جو صورت حال ہے میں اس حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سوال کا جواب آچکا ہے۔ یہ کل مجھے موصول بھی ہوا۔ میں فاضل رکن اسمبلی کو یہ یقین دہانی کرواتا ہوں کہ اس معاملے میں جو اس سے قبل دیر ہوئی یقیناً اس کی وجہ سے انہیں اپنے اس سوال کا جواب اپنے حلقے کے ترقیاتی معاملات کے حوالے سے نہ مل سکا۔ ان کی پریشانی بجا ہے۔ محکمے کو فی الفور جواب دینے کے لیے ہم نے ہدایات ' بلکہ نہ صرف اس سوال کے حوالے سے مذکورہ محکمے کو بلکہ دوسرے محکموں سے بھی یہ جوابات دیر سے آنے کا میں نے نوٹس لیا ہے۔ اس معاملے کو چیف سیکرٹری صاحب سے بھی take up کیا ہے کہ وہ اپنے تمام سیکرٹریٹ کو ہدایات فرمائیں۔ میں نے یہ چیف سیکرٹری کو بھی ہدایت دی ہے کہ وہ تمام سیکرٹریز سے کہیں کہ اراکین اسمبلی کے سوالوں کے جوابات فی الفور کم سے کم وقت میں اسمبلی میں آنے چاہییں۔ البتہ اس مخصوص معاملے میں' میں فاضل رکن اسمبلی کو یقین دہانی کراتا ہوں کہ جواب بےشک ان کا دیر سے آیا لیکن متعلقہ دیہات جن کی ڈرینج سکیمز وغیرہ پر یہ عمل درآمد بہتری کے لیے چاہتے ہیں اس سلسلے میں ان کی رفتار بہتر کرنے کے لیے یہ سیشن کے بعد مجھے مل لیں۔ ان کے ترقیاتی معاملات کو تیز رفتاری سے مکمل کرایا جائے گا۔

جناب سپیکر، جناب وزیر قانون! مسئلہ یہ ہے کہ ایک تو سوالوں کے جواب ملتے دیر سے ہیں۔ پھر یہ قلیل المدت سوال کا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اجازت طلب کی جاتی ہے کہ آپ کو اس سوال کی منظوری پر کوئی اعتراض ہے' آپ کو اس پر کوئی objection ہے۔اس کا جواب بھی بڑی دیر سے ملتا ہے اور بعض اوقات نہیں ملتا کہ ہمیں اس پر کوئی اعتراض ہے یا نہیں ہے۔ تو اس سارے معاملے کو آپ کو غور سے دیکھنا پڑے گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جس طرح آپ نے تفصیل کے ساتھ یہاں بیان کیا

ہے اور آپ نے متعلقہ محکموں کو تاکید کی ہے' امید ہے کہ آپ کی اس تاکید کے بعد اس سارے معاملے میں بہتری پیدا ہو جائے گی۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جی جناب سپیکر! اور میں توقع کرتا ہوں کہ فاضل رکن اسمبلی اپنی تحریک کو پریس نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: منشاء بٹ صاحب! میرا خیال ہے کہ ایک موقع دیجیے۔

جناب منشاء اللہ بٹ: آپ نے درست فرمایا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بھی صحیح نشان دہی کی۔ اسی میں ہاؤس کی بہتری ہے' اس میں عوام کی بہتری ہے۔

جناب سپیکر: مہربانی۔

جناب منشاء اللہ بٹ: اور محترم وزیر قانون نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ اس سلسلے میں کچھ پیش رفت کروں گا اور انھیں بلا کر میرے اس معاملے کو حل کر دیں گے۔ اس کے بعد میں اسے واپس لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب ہم جنرل بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! ایک تحریک استحقاق میری بھی تھی۔

جناب سپیکر: کل کر لیں گے۔

جناب ایس اے حمید: آج بڑا ٹائم ہے جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: آپ ایک کر چکے ہیں۔

جناب ایس اے حمید: ہمارے سپیکر بھی زیادہ نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں' نہیں۔ اس پر ایک گھنٹہ لگ گیا آپ جانے دیجیے۔ کبھی کبھی مطمئن بھی ہو جایا کیجیے۔

میزانیہ بابت سال 96-1995ء پر بحث

جناب سپیکر: محترم چودھری محمد اقبال کو میں آج کی بحث کا آغاز کرنے کا موقع دیتا ہوں'

انھیں دعوت خطاب دیتا ہوں۔ چودھری محمد اقبال۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری محمد اقبال: جناب سپیکر! میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے جناب والا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جناب نے مجھے بجٹ کے بارے میں اپنی گزارشات پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔

جناب سپیکر! اس بجٹ کے بارے میں ہمارے فاضل وزیر خزانہ نے جو تقریر فرمائی وہ میں سن تو نہیں سکا۔ لیکن میں نے وہ پڑھی ہے۔ جہاں تک لفاظی کا تعلق ہے' اس میں انھوں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ بلکہ اس میں اتنا افسانوی رنگ بھرا گیا کہ وہ تقریر بڑی ہی مسحور کن تھی۔ لیکن بجٹ تو اعداد و شمار کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اس میں ہمیشہ سے دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ جناب سپیکر! اس میں صرف افسانوی رنگ بھرنے سے کام نہیں چلتا۔ اگر بجٹ کی بجائے وزیر خزانہ صاحب ایک کہانی سناتے تو شاید اس میں یہ رنگ جما رہتا۔

جناب سپیکر! اس کو فاضل بجٹ کہا گیا ہے اور میں آپ سے چند ایک figures پڑھنے کی اجازت چاہوں گا۔ فاضل بجٹ اس لیے کہا گیا ہے کہ دو سو اکاون کروڑ روپے کی بچت ہونے کا امکان ظاہر کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! جس بجٹ کو فاضل بجٹ کہا جائے اور دو سو اکاون کروڑ کی بچت ہونے کا امکان جہاں پر ظاہر کیا جائے وہاں پر پچھتر کروڑ روپے ٹیکس لگانے کا جواز میری سمجھ سے باہر ہے۔ یا تو وزیر خزانہ صاحب نے یہ سمجھ لیا ہے کہ لوگوں کی paying capacity اتنی بڑھ گئی ہے' یا کاروباری حالات اتنے اچھے ہو گئے' یا زراعت میں کوئی انقلاب آ گیا ہے۔ کس فیلڈ میں انقلاب آ گیا ہے؟ میں وزیر خزانہ سے پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ وہ بتائیں کہ اس پونے دو سال کے عرصے میں کون سے اس معاشرے میں انقلابی اقدامات ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے پچھتر کروڑ روپے کے ٹیکس لگانے کا کوئی جواز پیدا ہو گیا ہے۔ جناب سپیکر! اس کے بعد اس فاضل بجٹ کی اس خطیر رقم کو ترقیاتی بجٹ میں منتقل کر دیا گیا ہے اور جناب والا! ایک اور ستم ظریفی دیکھیں کہ اس بجٹ کے ساتھ وزارت خزانہ نے ہر محکمے کے اوپر پانچ فی صد cut لگا دیا ہے۔ پانچ فی صد cut لگا کر ایک ارب انتیس کروڑ روپے کی خطیر رقم محکموں سے چھین لی گئی ہے۔ جناب سپیکر! حالت محکموں کی جو بتائی جاتی ہے' یہ چونکہ ان کا کام ہے یہ زیادہ جانتے ہوں گے' کہ وہ بجلی کے بل' سوئی گیس کے بل اور باقی ایجنسیوں کے بل ادا کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ جناب سپیکر! یہ بل واپڈا اور باقی جو ایجنسیاں ہیں' وہ at source کٹوتی کرنے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ جناب سپیکر! حالات یہ ہیں اور اس کو

فاضل بجٹ کہا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد ایک طرف تو محکمہ جات کے اوپر ضروریات پوری کرنے کے لیے cut لگایا ہے' اوپر سے مالیاتی ڈسپلن کا ڈھنڈورہ پیٹا جا رہا ہے کہ صوبہ پنجاب میں بڑا مالیاتی ڈسپلن آ گیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ کیسا مالیاتی ڈسپلن ہے کہ اس کی کم از کم مجھے سمجھ نہیں آئی۔

جناب سپیکر! اس کے بعد جناب وزیر موصوف فرماتے ہیں کہ تعلیمی اخراجات میں چوبیس فی صد کا تاریخی اضافہ کر دیا گیا ہے۔ امن عامہ کی بہتری اور جرائم کی بیخ کنی کے لیے پولیس کے بجٹ میں بائیس فی صد اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ دونوں محکموں کا حال' جناب سپیکر! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کہاں سے شروع کیا جائے اور کہاں ختم کیا جائے۔ اگر پولیس کے بجٹ کا جواز دیکھنا ہے تو بڑے دکھ کے ساتھ میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ایک نہایت ہی اعلیٰ افسر (میں نام نہیں لینا چاہتا) جو راولپنڈی میں رہتے ہیں ان کی فیملی کے ساتھ' ان کی والدہ ماجدہ کو قتل کر دیا گیا اور باقی فیملی کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اخبارات میں آپ نے بھی پڑھا' میں نے بھی پڑھا۔ جناب سپیکر! ایک اعلیٰ فوجی افسر مع فیملی' اس کا بیٹا ساتھ تھا' اس کی اہلیہ ساتھ تھی' ان کو دن دہاڑے قتل کر دیا گیا۔ اور باقی پولیس کی جو باقی کارکردگیاں ہیں وہ ابھی ایس اے حمید صاحب گوجرانوالہ کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ ایک اور دوست ایک اور ضلع کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ صوبہ پنجاب کے اندر جو ہو رہا ہے' کوئی آدمی اپنے بچوں کے ساتھ سکون کے ساتھ شام کو بیٹھ کر ٹی وی نہیں دیکھ سکتا۔ اس کو خطرہ ہوتا کہ کوئی نہ کوئی ابھی آ کر مجھے لوٹ کر لے جائے گا۔ جناب سپیکر! ان حالات میں پولیس کو بجٹ دینے کا جواز ہمارے فاضل وزیر صاحب پیش فرمائیں گے کہ کیا کہتے ہیں؟ جناب سپیکر! اس کے علاوہ ایسا ہی اضافہ صحت کے شعبے میں' ۱۲ فی صد' زراعت اور عدالتی شعبے میں اسی نسبت سے انہوں نے سارا کچھ بتایا ہے کہ ہم کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! اس کی اصل صورت حال یہ ہے کہ دس فی صد کی شرح سے ہر شعبے کے اخراجات میں روٹین کا اضافہ ہوتا ہے۔ اس میں سے پانچ فی صد cut لگا دیا گیا ہے۔ باقی رہ گیا چھ سات فی صد۔ اس میں مجھے سمجھ نہیں آتی کہ جو بلوں میں اضافہ ہوا ہے' محکمہ جات وہ ادا کریں گے یا سال میں کچھ عرصے کے لیے تالہ بندی کریں گے تاکہ وہ اپنے بجٹ میں رہ کر اپنے معاملات چلا سکیں۔ اس کی مجھے کم از کم سمجھ نہیں آئی۔ جناب والا! میں یہ سارے سوالات سمجھنے کے لیے کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! اس کے آگے محکمہ تعلیم کے متعلق ایک بڑا دعویٰ اس بجٹ میں' میں نے

پڑھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے اہلیت کے مطابق اساتذہ کو تعینات کیا۔ اور بڑی اعلیٰ اہلیت والے لوگ ہم نے تعینات کر لیے ہیں اور اگلے سال سات ہزار دو سو اسی اساتذہ ہم بھرتی کریں گے۔ جناب سپیکر! اس میں اگر میں کہوں گا تو گستاخی ہو گی۔ عدالت عالیہ نے اپنا فیصلہ صادر فرمایا اور وزیر تعلیم کی ساری کی ساری تقرریاں غیر قانونی قرار دیں اور وہ ختم کر دی گئیں۔ اس کے اوپر جس طرح سے وزیر موصوف نے عدالت عالیہ کے فیصلے کا مذاق اڑایا اس سے پتا چلتا ہے کہ عدالت عالیہ کا اس حکومت کے وزیروں کے دل میں اور اس حکومت کے دل میں کتنا احترام ہے۔ اس کے ساتھ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ہم ایک باوقار نظام عدل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! مجھے سمجھ نہیں آئی کہ کس طرح باوقار نظام عدل قائم کیا جائے گا۔ اس کے بعد وزیر صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے ادویات کی خریداری' جدید آلات کی تنصیب وغیرہ کے لیے خطیر رقم مختص کی ہے۔ جناب سپیکر! اگر آپ اپنی پوزیشن بتائے بغیر کسی ہسپتال میں تشریف لے جائیں' یا ہمارے فاضل ممبران میں سے کوئی صاحب تشریف لے جائیں تو وہاں آپ کو اندازہ ہو گا کہ ایک عام آدمی کے لیے کسی ہسپتال سے دوائی حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ بلکہ میں آپ سے بڑے ادب کے ساتھ گزارش کروں گا کہ اگر حکومت اس مد کو ختم کر دیتی تو پھر بھی ان کا کارنامہ ہوتا۔ کم از کم حکومت پنجاب کے وہ پیسے بچ جاتے۔ کسی شریف آدمی کو اور کسی غریب آدمی کو کسی ہسپتال سے دوائی ملنا تو در کنار دوائی کہیں نظر نہیں آتی۔ جناب سپیکر! ان کے ڈپو' ان کے میڈیکل سٹورز دھاندلی' چور بازاری اور کمیشن کے اڈے بن چکے ہیں۔ اگر کبھی آپ کسی ہسپتال میں کسی فاضل ممبر کو دیکھنے چلے جائیں اللہ نہ کرے کہ کوئی بیمار ہو تو پھر آپ کو اندازہ ہو گا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔

اس سے آگے جناب والا! انھوں نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے امن کمیٹیاں قائم کر دی ہیں۔ مذہبی گروہوں کے درمیان ضابطہ اخلاق کی تشکیل اور اسلحہ کی نمائش پر پابندی کے اہم اقدامات کر کے ہم نے فرقہ واریت' تشدد اور کلاشنکوف کلچر پر کاری ضرب لگائی ہے۔ یہ بھی میں نے بجٹ تقریر میں پڑھا ہے۔ یہ تینوں چیزیں امن کمیٹیاں' ضابطہ اخلاق اور اسلحہ کی نمائش کے بارے میں ہمارے قائد حزب اختلاف نے جو حال بتایا تھا میرے خیال میں وہ کافی ہو گا۔ اور اس کے اوپر جو ایکشن لیا گیا کہ ایک ڈی ایس پی جس نے اسلحہ کی نمائش کرنے والے لوگوں کو پکڑا اس کو suspend کر دیا گیا۔ تو یہ صورتحال پنجاب میں جناب سپیکر چل رہی ہے۔ اس کے بعد پھر

بھی بڑے اونچے اونچے دعوے کیے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد زراعت میں انقلاب کا دعویٰ کیا گیا۔ عدالتوں اور جیلوں کی بہتری کے لیے اقدامات کے سلسلے میں یہ کہا گیا کہ ہم نے عدالتیں اور جیلوں کو بہتر کر کے صوبے میں امن عامہ کی حالت بہتر بنا دی ہے۔ صوبہ کی امن عامہ کی حالت جناب نے دیکھ لی ہے۔ زراعت کے بارے میں عرض کروں گا پتا نہیں وزیر زراعت تشریف رکھتے ہیں یا نہیں' تو میں اس کی کٹوتی پر بھی بات کروں گا جب اس کی باری آئے گی۔ آپ ذرا figures ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے دور میں فی ایکڑ پیداوار کسی فصل کی یعنی کپاس کو دیکھ لیں۔ چاول کو دیکھ لیں۔ گندم کو دیکھ لیں۔ کسی فصل میں جو major crops ہیں ان میں کوئی فی ایکڑ پیداوار میں حکومت پنجاب نے پونے دو سال میں کوئی اضافہ کیا ہے؟ اگر کوئی ہوا ہے تو پھر جناب سپیکر ان کے دعوے میں آپ کو صداقت کی جھلک نظر آئے گی۔ اس کے علاوہ یہ ایک اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ ناداروں' بیواؤں' مزدوروں اور یتیموں کو باوقار زندگی کا حق لوٹانے کے لیے ۱۵ کروڑ روپے مختص کر دیے گئے ہیں۔ میرے سارے فاضل دوست جو ہمارے بنچوں کے اوپر اور گورنمنٹ کے بنچوں کے اوپر بیٹھے ہیں وہ اس دعوے کی تصدیق کے سلسلے میں خود جانتے ہیں کہ کتنے نادار' بیواؤں' یتیموں کو زکوٰۃ مل رہی ہے۔ کن کو بیت المال سے پیسے مل رہے ہیں۔ ان کی حالت جناب سپیکر! دیکھی نہیں جاتی۔ وہ در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ بیت المال سے کوئی پیسہ مل رہا ہے نہ زکوٰۃ فنڈ سے مل رہا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں آپ کو تھوڑی سی جھلک تعمیر پنجاب پروگرام کی دکھانا چاہوں گا۔ اس میں کچھ نگرز ہیں۔ اس میں ۱۳۵۰ کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اس رقم میں سے ۱۰۱ کروڑ روپے ۲۵ لاکھ روپے سرمائے کی کمیابی' ۲۳۲ کروڑ ۴۵ لاکھ روپے operation short fall کی وجہ سے کاٹ لیے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! ذرا نگرز کا مجموعہ' میزان لگانے سے آپ اندازہ فرمائیں کہ یوں کلی طور پر تعمیر پروگرام صرف ۱۰۱۶ کروڑ اور ۲۰ لاکھ روپے کا ہو گا۔ اس میں سے ۷۷۶،۷ کروڑ روپے جاری سکیموں کے لیے مختص کیے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! میں ساتھ ساتھ میزان پیش کرتا جا رہا ہوں آپ غور فرمائیے۔ لہٰذا صرف ۲۳۶،۷۰ کروڑ روپے نئی سکیموں یا تعمیر پنجاب کے لیے رہ جاتے ہیں۔ اس میں سے جناب سپیکر! ذرا ستم ظریفی دیکھیے کہ ۲۷۷،۸۰ کروڑ روپے block allocation جو وزیراعلیٰ کے صوابدیدی فنڈ میں دے دیے گئے ہیں۔ تو تعمیر پنجاب کے لیے منفی ۴۲ کروڑ روپے رہ جاتے ہیں۔ ذرا حالت زار دیکھیے کہ منفی ۴۲ کروڑ روپیہ میں تعمیر پنجاب ہو گی۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ

ایس اے حمید صاحب جو رونا روتے ہیں اور باقی ہمارے دوست جو رونا رو رہے ہیں ان پر کس طرح عمل ہو گا اور کہاں سے پیسے آئیں گے؟ یہ تعمیر پنجاب کا سارا نقشہ میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ جناب سپیکر! اس میں اگر گستاخی نہ ہو تو میں حقائق پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پیپلز پارٹی والوں کے ساتھ' ہمارے وزیرخزانہ کے ساتھ اس طرح ہوا ہے کہ ایک بادشاہ سلامت بڑے باجہ سننے کے شوقین تھے۔ انھوں نے باجے والوں کو دعوت دی کہ جناب! آپ اپنے سارے باجے لے کر میرے دربار میں حاضر ہو جائیں۔ وہاں پر ہارمونیم اور بڑے بڑے باجے والے سارے لوگ آ گئے۔ ایک آدمی کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس نے ایک سوئی پکڑی اور دوسری سوئی اس کے ساتھ لگا کر وہاں چلا گیا۔ جناب سپیکر! جب سارے باجے بادشاہ سلامت نے سن لیے تو اس کی طرف بادشاہ سلامت کی نظر پڑی تو بادشاہ سلامت نے پوچھا کہ حضور! یہ آپ کا جو باجہ ہے اس کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ شامل باجہ ہے۔ بادشاہ سلامت نے کہا کہ یہ شامل باجہ کیا ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ سب کو حکم دیں یہ باجہ بجانا شروع کریں اور میں بھی ساتھ بجاتا ہوں ۔ یہ شامل باجہ سب باجے بجتے ہوں تو پھر بجتا ہے۔ وہ باجے انھوں نے بجانے شروع کر دیے تو اس نے سوئی کے اوپر سوئی رکھ کر ہلانی شروع کر دی۔ وہ اس کی آواز اس میں گم ہو گئی۔ اس کی جو عیب پوشی تھی وہ تو ہو گئی۔ لیکن وہ شامل باجہ کہہ کر اس نے اپنی جان بچا لی۔ اس طرح ہی پیپلز پارٹی والے' وزیر خزانہ اور ہم سب صرف شامل باجہ ہیں۔ باقی سارا صوابدیدی فنڈ جو ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ وہ کدھر جائے گا۔ میں نے ان گزارشات کے ساتھ بجٹ کی صورت حال آپ کو پیش کر دی ہے۔ جناب والا! بڑا شکریہ۔ آپ کی بہت مہربانی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جناب محمد اسحاق بچہ صاحب!

ملک محمد اسحاق بچہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں محترم مخدوم اطاف احمد صاحب وزیر خزانہ پنجاب کو ان کے اس کامیاب بجٹ پیش کرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ کہ انھوں نے اپنی گوناں گوں مشکلات اور تقاضوں کے باوجود فاضل بجٹ برائے ۹۶-۱۹۹۵ء پیش کیا۔ بجٹ اور بالخصوص فاضل بجٹ تیار کرنا ایک کٹھن کام ہے۔ لیکن محترم وزیر خزانہ نے بڑی محنت اور فراست سے یہ کام کیا ہے۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ خود انحصاری اور خود اعتمادی کی فضا پیدا ہو گی۔ قبل ازیں کہ میں اس بجٹ کے متعلق اپنی معروضات پیش کروں مجھے اجازت دیجیے کہ ایک

تاثر جو کہ اسلام آباد میں دیکھنے میں آیا ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ اکثر اسلام آباد میں یہ سننے میں آیا ہے کہ مہنگائی صرف بڑے شہروں میں ہوتی ہے۔ اور اس کا اثر دیہاتوں میں نہیں ہوتا۔ میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح مہنگائی بڑے شہروں میں اثر انداز ہوتی ہے اتنی ہی دیہاتوں میں بھی اثرانداز ہوتی ہے۔ آپ کو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان نے اپنی غربت کو دیہاتوں میں چھپایا ہوا ہے۔ اور دیہاتی باشندے اکثر و بیشتر ترقیاتی پروگراموں سے استفادہ حاصل نہیں کرتے۔ دیہاتی باشندوں کی بھی وہی ضروریات ہیں جو ہمارے شہری باشندوں کی ہیں - ان کو بھی کپڑے، تعلیم اور صحت جیسی چیزوں کی ضرورت ہے جیسے کہ ہمارے شہروں میں رہنے والے بھائیوں کو ضرورت ہے۔ لہٰذا جب مہنگائی بڑھے گی تو اس کا اثر دیہات کے غریب باشندوں پر بھی ہو گا۔ جناب والا! میں یہاں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے وزراء صاحبان جنھیں یہ غلط تاثر ہے، اس غلط تاثر کو ختم کریں گے۔ جناب والا! افسوس کی بات یہ ہے کہ آج وزیر زراعت صاحب یہاں نہیں ہیں کیونکہ میری بجٹ تقریر کا بیشتر حصہ زراعت ہی پر مشتمل ہے - میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بات عجیب حیران کن ہے کہ ہماری پنجاب کی پیداوار بھارتی پنجاب کے مقابلے میں فی ایکڑ انتہائی کم ہے۔ بلکہ یہی نہیں جنوبی ایشیا کے بہت سے ممالک سے کم ہے - اور اس کی کئی ایک وجوہات ہیں - میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے پنجاب کی بلکہ پاکستان کی فی ایکڑ پیداوار جس میں گندم، گنا، آلو، چاول ہندوستانی پنجاب بلکہ ہندوستان کی فی ایکڑ پیداوار سے بہت کم ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہمارے کاشتکار محنتی نہیں ہیں اور یہ بھی وجہ نہیں کہ انھیں نئی ٹیکنالوجی کا علم نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بھارتی پنجاب اور ہندوستان میں پیداواری اخراجات انتہائی کم ہیں۔ مثلاً ہندوستان ولایتی کھاد پر 5600 کروڑ بطور سب سڈی خرچ کرتا ہے جبکہ پاکستان میں کھاد پر کوئی سب سڈی نہیں ہے اور یہ یہاں بھارت کے مقابلے میں انتہائی مہنگی ہے۔ یہی نہیں بلکہ بھارتی پنجاب میں بجلی کا فلیٹ ریٹ 50 روپے فی ہارس پاور ہے جبکہ پاکستانی پنجاب میں تقریباً 200 فیصد ہے۔ اسی طرح آبیانہ بھارتی پنجاب میں پاکستانی پنجاب سے بہت کم ہے۔ وہاں بیج پر بھی سب سڈی دی جاتی ہے اور مشینری پر بھی سب سڈی دی جاتی ہے۔ میری رائے ہے کہ جب تک پیداواری اخراجات کم نہیں ہوں گے تب تک ہماری پیداوار میں چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاشت کار پیداوار میں اضافہ نہیں کر سکیں گے۔ جب تک ہمارے کاشتکاروں کو علم، ذرائع اور ترغیبات کا خاطر

خواہ انتظام نہیں کیا جائے گا تب تک ہماری پیداوار میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔

جناب والا! وزیر خزانہ نے یہ انکشاف کیا ہے کہ پنجاب میں 7 لاکھ ایکڑ اراضی ناقابل کاشت اور بے آباد ہے۔ میں اس پر یہ کہوں گا کہ اسے جلد آباد کیا جائے جس سے نہ صرف وہ زمین آباد ہو گی بلکہ جیسے ہماری آبادی بڑھتی جا رہی ہے اس زمین کی آبادی سے وہاں پر فصلات کاشت ہوں گی اور اس سلسلے میں انھوں نے جو پیسے رکھے ہیں وہ بھی قدرے کم ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اس اہم کام کے لیے ایک ماسٹر پلان تیار کیا جائے تا کہ یہ رقبہ جلد از جلد آباد ہو سکے۔

جناب والا! بھارت میں ہر سال 50 ہزار کاشتکاروں کو جدید زرعی حکمت عملی کی بابت زراعت کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ بالخصوص انھیں کرم کش ادویات جن کو عام طور پر آئی۔پی۔ایم کہا جاتا ہے' اس سے زہریلے اثرات اور کیڑوں کو دوائی کے بغیر ختم کرنے کے طریقے بتلائے جاتے ہیں۔ اس پروگرام کے ذریعے نہ صرف وہ پیداوار اور اخراجات میں کمی کر سکتے ہیں بلکہ ماحولیاتی آلودگی سے علاقوں کو بھی پاک کر سکتے ہیں اور جانوروں کی جانیں بھی اس سے بچائی جا سکتی ہیں۔ اس ٹریننگ پروگرام کا دوسرا حصہ زراعت کے implementation پر ہے۔ تیسرا حصہ کھاد کے صحیح استعمال' بروقت ادویات اور چوتھا حصہ پانی کو ضرورت کے وقت اور صحیح استعمال کی بابت ہے۔ میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ اس قسم کی ٹریننگ کا پروگرام وزیر زراعت یہاں بھی شروع کریں۔ اگر 50 ہزار نہیں تو کم از کم ایک ہزار کاشتکاروں کو جدید طریقے کی زراعت کی بابت تعلیم دی جائے اور اس سلسلے میں کوئی فنڈ بھی ہو تا کہ وہ ایک ہزار کاشتکار ہر سال جو تیار ہو گا وہ اپنے علاقے میں جا کر زراعت کی بہتری کے لیے کام کر سکے گا۔

جناب والا! تمام دنیا ماحولیاتی آلودگی کی وجہ سے پریشان ہے۔ وزیر خزانہ نے اس بابت ذکر فرمایا ہے اور یہ کہا ہے کہ ماحولیاتی منصوبہ سازی کے لیے ایک شعبہ قائم کیا جائے۔ یہ بہت اچھی بات ہے لیکن اس کی بابت پنجاب میں ابھی تک کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہوا۔ میری یہ تجویز ہے کہ سب سے پہلے درخت لگانے کا کام کیا جائے اور جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حکومت کے پاس سرکاری زمین کافی ہے یعنی سڑکوں' نہروں' پارکوں' ہسپتالوں' کالجوں' یونیورسٹی' دفاتر میں اکثر زمین خالی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ محکمہ جنگلات کے پاس کافی ایسی اراضی ہے جن پر درخت لگائے جا سکتے ہیں۔ اس اہم کام کے لیے سرمایہ دیا جائے تا کہ مناسب وقت پر درخت لگائے جائیں اور اس کے لیے ایک جامع

منصوبہ بنایا جائے تاکہ پنجاب پاکستان کا ایک سرسبز اور شاداب ترین علاقہ بن جائے۔ اس سلسلے میں ایک منظم سکیم بنائی جائے۔ مجھے امید ہے کہ بیرونی سرمایہ بطور گرانٹ بھی آسانی سے گورنمنٹ پنجاب کو حاصل ہو جائے گا اور کاشتکار بھی اس مہم میں بھرپور حصہ لیں گے۔

جناب والا! میں زراعت کی ترقی کے لیے چند باتیں عرض کروں گا۔ امید ہے کہ حکومت میری ان تجاویز کو غور سے سنے گی اور ان کو پورا کرے گی۔

جناب والا! حکومت زرعی پیداوار فی ایکڑ بڑھانے کے لیے ایک جامع اور مؤثر قابل عمل منصوبہ تیار کرے اور اس پر پوری ذمہ داری سے عمل کیا جائے تاکہ ہمیں زرعی اجناس اور دیگر ضروریات پوری کرنے کے لیے خود کفالت حاصل ہو سکے۔ زرعی ریسرچ کے اہم شعبے کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا چاہیے۔ حکومت پاکستان نے 10 کروڑ روپے کی خصوصی گرانٹ کپاس کی ریسرچ کے لیے دی ہے۔ میں یہ تجویز کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ حکومت پنجاب گندم اور چاول کی ریسرچ کے لیے بھی کم از کم 5 کروڑ روپیہ دے تاکہ ان اجناس کی پیداوار بڑھائی جا سکے۔ تیسری یہ ناقابل تردید بات ہے کہ کھاد ادویات اور بیج میں ملاوٹ کی جاتی ہے اور یہ صحیح قیمتوں پر بھی نہیں ملتیں۔ حکومت ان کے حصول کے لیے کوئی ایسے اقدامات کرے جس میں یہ جو ملاوٹ ہے اس کا عنصر نہ ہو۔ اس سے یقیناً پیداوار میں اضافہ ہو گا۔

جناب والا! زرعی پیداوار میں اضافہ اس لیے ضروری نہیں کہ ہماری آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے بلکہ زرعی شعبہ میں درآمدات بمقابلہ برآمدات بھی زیادہ ہیں۔ مثلاً 93-1992ء میں درآمدات 28864 کروڑ روپے کے ہوئے اور برآمدات 17708 کروڑ روپے کے ہوئے۔ یعنی 8156 کروڑ روپے کے برآمدات کم ہوئے۔ اب ہم گندم، خوردنی تیل، دودھ، دالیں، لکڑی ----

جناب شاہد ریاض ستی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔

جناب شاہد ریاض ستی: جناب والا! پہلے بھی یہ روایت رہی ہے کہ آپ ٹائم مختص کر دیتے تھے اور جب اپوزیشن کے ممبران بول رہے ہوتے ہیں تو آپ ٹائم کی بہت پابندی کرتے ہیں۔ تو اب آپ دیکھ لیں کہ کتنا ٹائم گزر چکا ہے۔ تو یہ ایک جیسا ٹائم ہونا چاہیے۔

ملک محمد اسحاق بچہ: جناب میں عرض کروں کہ میں کم از کم آٹھ ماہ بعد بول رہا ہوں۔ ناظم حسین شاہ

صاحب کی تحریک استحقاق کے بعد مجھے شاید چھ یا آٹھ مہینے گزر گئے ہیں میں آج بول رہا ہوں اور میں نے کبھی بھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں کیا۔ میں اس لیے یہ جسارت کر رہا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، آپ بالکل فکرمند نہ ہوں ۔ میں آپ کو وقت دے رہا ہوں ۔

ملک محمد اسحاق بچہ، اس چھ آٹھ مہینے کے بعد میں آج پہلی مرتبہ بول رہا ہوں میں نے کبھی بھی interrupt نہیں کیا ۔

جناب سپیکر، ویسے یہ صحیح ہے کہ آپ کا ٹائم مکمل ہو گیا ہے لیکن آپ چونکہ اچھی باتیں کر رہے ہیں اس لیے میں آپ کو موقع دے رہا ہوں ویسے آپ وائنڈ اپ کرنے کی کوشش کیجیے ۔

جناب محمد اسحاق بچہ، میں جناب دو منٹ میں وائنڈ اپ کرتا ہوں ۔

ہم جناب گندم، خوردنی تیل، دودھ دالیں، لکڑی، آلو، پیاز برآمد کرتے تھے لیکن اب ہم ان کو درآمد کر رہے ہیں اور اب تو یہ حالت ہے کہ گوشت بھی درآمد ہونے لگا ہے ان حقائق کے پیش نظر حکومت پنجاب کو زراعت پر خصوصی توجہ دینی ہو گی۔ آخر میں میں اس امر کی طرف حکومت پنجاب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ملتان لذیذ آموں کی وجہ سے عالمی شہرت کا حامل ہے گزشتہ پانچ چھ سال میں ملتان میں آموں کی فصل کو سخت نقصان ہو رہا ہے اور آموں کے باغ دھڑا دھڑ کاٹے جا رہے ہیں میری درخواست ہے کہ حکومت اس قومی نقصان سے بچنے کے لیے ماہرین کے مشورے سے ایک جامع پروگرام تیار کرے ۔

جناب والا! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی گزارشات پیش کرنے کا ٹائم دیا مجھے امید ہے کہ وزیر زراعت جو اس وقت یہاں نہیں ہیں وہ بھی ان کو منظور فرمائیں گے اور میری ان گزارشات کو وزیر اعلیٰ بھی منظور فرمائیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ پاکستان پائندہ باد۔

جناب سپیکر، جناب محمد اسحاق بچہ صاحب نے وزیر زراعت کی توجہ چاہی ہے میں انہیں تجویز دیتا ہوں کہ وہ اپنی تقریر کی ایک نقل سیکرٹریٹ سے حاصل کریں ۔

ہم نے تو آپ کی بات بڑی توجہ سے سنی مگر آپ ہماری بات توجہ سے نہیں سن رہے حالانکہ یہ آپ کے فائدے کی ہے ۔

آپ اپنی تقریر کی ایک کاپی سیکرٹریٹ سے حاصل کریں اس کی مزید کاپیاں بنائیں اور وہ سیکرٹری زراعت کو وزیر زراعت کو اور وزیر اعلیٰ صاحب کو بھجوائیں۔ امید ہے اس طریقے سے

آپ کی بات پر زیادہ توجہ دی جائے گی۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا: جناب والا! ملک محمد اسحاق بچہ نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا کہ ملتان آموں کے لحاظ سے بہت مشہور ہے تو آپ کی وساطت سے ان سے میری گزارش ہے کہ یہ بمع آپ کے پورے ہاؤس میں آم کا ایک ایک ٹوکرا دیں۔

جناب سپیکر: اصل میں انہوں نے آموں کی فصل کے برباد ہوجانے کا بہانہ بنا کر آپ کو اور مجھے سب کو آموں سے محروم کرنے کا جواز پیش کیا ہے۔

ملک محمد اسحاق بچہ: جناب والا! جیسا کہ میرے بھائی نے کہا ہے میں ان شاء اللہ تعالیٰ اسی سیشن میں دونوں طرف کے تمام دوستوں کو یہیں اس اسمبلی میں آموں کی دعوت دوں گا۔

جناب سپیکر: جناب حاجی عبدالرزاق۔

حاجی عبدالرزاق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے مجھے بجٹ پر معروضات پیش کرنے کا موقع دیا۔

جناب والا! میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا شہری ہوں اور اس ملک کے دستور میں اسلام کو اساس بنایا گیا ہے اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ کوئی بھی قانون اسلام اور شریعت کے خلاف نہیں بنایا جا سکتا۔ جناب والا! میں نے یہ حوالہ اس لیے دیا ہے کہ میں وزیر خزانہ صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ آیا انہوں نے اسلامی افکار کے فروغ کے لیے کوئی رقم مخصوص کی ہے کسی جگہ کوئی Community Centre کوئی اسلامی پبلک لائبریری دنیا کے جمہوری ملکوں میں قائم کی ہیں کیونکہ وہ ممالک جو تعلیم کو فروغ دیتے ہیں وہ سب سے پہلے وہاں لائبریریاں اور community centres بناتے ہیں انہوں نے اس کام کے لیے کوئی رقم مخصوص نہیں کی۔ جناب والا! مجھے بڑا افسوس ہے کہ اس ملک میں جس کی اساس صرف اور صرف اسلام تھا اور یہ ملک اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا آج اسلام کا نام لینے والوں پر گولیاں اور لاٹھیاں برسائی جا رہی ہیں یہ جناب والا! کتنے افسوس کی بات ہے مالاکنڈ کے لوگ کیا چاہتے ہیں وہ کیا مطالبہ کرتے ہیں ان کی بات تو سنی جانی چاہیے نا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ وہ شریعت کی بات کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ یہاں قرآن و سنت کا نظام ہو وہی نظام ہو جس کے لیے یہ ملک معرض وجود میں آیا تھا۔ ہم نے ہندوؤں سے یہ بات کی تھی کہ ہمیں اپنا علیحدہ ملک چاہیے جس میں ہم اپنے نظریات اپنی ثقافت اور اپنے

معاملات کو اپنے مذہب کے مطابق چلا سکیں۔ آج اسی مذہب کے نام پر لوگوں پر گولیاں اور لاٹھیاں برسائی جا رہی ہیں انہیں قید و بند میں رکھا جا رہا ہے۔ جناب والا! یہ کتنے افسوس کی بات ہے اور اس کے لیے کوئی رقم مخصوص نہیں کی گئی۔ ہم نے ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کے لیے ایک قرارداد پیش کی تھی اس کو پیش تک کرنے نہیں دیا گیا مجھے بہت افسوس ہے۔

جناب والا! جو وسائل ہوتے ہیں جیسے وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ ہم نے اتنے وسائل ترقیاتی کاموں کے لیے رکھے ہیں۔ ملک کی ترقی کے لیے دو وسائل ہوتے ہیں ایک شاہراہیں ہوتی ہیں دوسرے اس میں پاور ہوتی ہے۔ پاور میں کالا باغ ڈیم کا کہیں ذکر تک نہیں ہے آپ کے پاور اور بجلی کے وفاقی وزیر نے برملا کہا ہے اور آپ ہی کی حکومت کے وزیر نے کہا ہے کہ اگر کالا باغ ڈیم نہ بنا تو یہ پنجاب بنجر ہو جائے گا۔ ہمارے وزیر خزانہ نے اس کے لیے کوئی رقم مخصوص ہی نہیں کی۔ یہ میرے پنجاب کا مسئلہ ہے اگرچہ یہ وفاقی حکومت کا بھی مسئلہ ہے تب بھی ان کو کوئی نہ کوئی رقم رکھنی چاہیے تھی۔

اس کے بعد دوسرا مسئلہ شاہراہ کا ہے۔ اس میں موٹر وے ضروری ہوتا ہے۔ آج بڑے بڑے ملکوں میں جہاں صنعتی ترقی ہو رہی ہے جاپان جیسے ملک میں اور دوسرے ملکوں میں سب سے پہلے وہاں موٹر وے بنتے ہیں وہاں شاہراہیں بنتی ہیں کیونکہ ذرائع رسل و رسائل پر ترقی کا انحصار ہوتا ہے تو ہمارے اس موٹر وے کے لیے کوئی رقم مخصوص نہیں کی گئی بلکہ میاں نواز شریف صاحب نے جو موٹروے شروع کیا تھا اسے بند کر دیا گیا ہے۔ جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف تو آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف اس کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! اب میں ٹیکس کی بات کرتا ہوں۔ انہوں نے ۵، کروڑ روپے کے ہمارے صوبے پر ٹیکس لگا دیئے ہیں۔ وفاقی حکومت نے جن ٹیکسوں کی بھرمار کی تھی وہ کیا کم تھی اب ان غریب عوام پر مزید بوجھ ڈال دیا گیا ہے جو بیچارے پہلے ہی اس قابل نہیں ہیں۔ آج سڑکوں پر سارے کھر کس بیٹھے ہوئے ہیں اور آج آپ کے سارے دفاتر بند ہیں اور کلرکس اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ مہنگائی پچھلے سال سے دو گنی ہو گئی ہے ہر چیز کا ریٹ دو گنا ہو گیا ہے مگر ان کی تنخواہیں صرف ۷ فیصد بڑھائی گئی ہیں جبکہ گورنمنٹ خود کہتی ہے کہ ۱۳ فیصد inflation ہوئی ہے حالانکہ اس

وقت inflation کا ریٹ ۲۰ سے ۲۵ فیصد تک ہے۔ کم از کم ان کے ساتھ اتنا تو سلوک کیا جانا چاہیے کہ وہ بیچارے اپنی روح اور جسم کا رشتہ تو قائم رکھ سکیں کیا ان کو اس چیز کا حق حاصل نہیں ہے آج ان لوگوں کی کہیں بھی شنوائی نہیں ہے ان پر لاٹھیاں برسائی جا رہی ہیں جبکہ وہ غریب آدمی اپنی روح اور جسم کا رشتہ قائم رکھنے کے لیے یہ مطالبہ کر رہے ہیں وہ اپنے حق کی بات کر رہے ہیں اور بجائے ان کے ساتھ مذاکرات کرنے کے ان پر گولیاں اور لاٹھیاں برسائی جا رہی ہیں اور انہیں قید و بند کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑ رہی ہیں۔ میرے محترم وزیر خزانہ کہہ رہے ہیں کہ یہ فاضل بجٹ ہے۔ اگر فاضل بجٹ ہے تو پھر ٹیکس لگانے کی کیا ضرورت تھی۔ جناب سپیکر! میں ایک اور مسئلہ کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا کہ گورنر ہاؤس کے لیے لفٹ کے لیے 57 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے۔ کیا گورنر ہاؤس دس منزلہ ہے کہ گورنر صاحب کو اوپر چڑھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ ایک منزل کے لیے 57 لاکھ روپے کی لفٹ منگوائی جا رہی ہے۔ یہاں لاکھوں لوگ محتاج ہیں کہ ایک سیڑھی پر قدم رکھیں۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس رقم کو منسوخ کیا جائے۔ جناب سپیکر! اس بجٹ میں عوام اور عوام کے نمائندوں کو بھی فراموش کیا گیا ہے۔ جیسے ہمارے ایک سرکاری رکن وصی ظفر نے کہا تھا کہ حزب اقتدار و اختلاف دونوں کو اس بجٹ میں شامل نہیں کیا گیا۔ ارکان اسمبلی کا کیا فائدہ ہے اگر ان کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ یہ بجٹ اگر بیورو کریسی نے بنانا ہے تو عوامی نمائندوں کا کیا فائدہ ہے۔ ان کی اہمیت تو ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت ملک کی حالت یہ ہے کہ میرے ملک کے چار ہزار صنعتی یونٹ بند ہیں۔ یہ جو آج کل بجلی کی لوڈ شیڈنگ نہیں ہو رہی۔ یہ اس لیے نہیں ہو رہی کہ پاور بڑھ گئی ہے۔ ہم نے کوئی ڈیم لگا لیے ہیں یا بجلی کے کوئی وسائل بڑھا لیے ہیں بلکہ ہوا یہ ہے کہ کارخانوں کو بند کر دیا گیا ہے تاکہ وہ فالتو بجلی لوگوں کے کام آ سکے۔ میرا خیال ہے کہ بقایا کارخانے بھی بند کر دیں تاکہ آئندہ کے لیے لوڈ شیڈنگ ختم ہو جائے۔ لوڈ شیڈنگ ختم نہیں ہو سکتی۔ کالا باغ ڈیم ہم نے بنانا نہیں ہے اس سے بہتر ہے کہ جہاں بجلی خرچ ہو رہی ہے ان کو ہی بند کر دیا جائے۔ تاکہ فیکٹریاں بند ہو جائیں، لوگ بیکار ہو جائیں اور اگر لوگ احتجاج کریں ان کو مار مار کر ان کا منہ بند کر دیا جائے۔ تاکہ نہ غریب رہے اور نہ غریب مطالبہ کرے۔

جناب سپیکر! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہماری اسمبلی نے ایک بڑی اچھی روایت قائم کی تھی۔ کراچی کا ایک burning مسئلہ ہے۔ وہاں جو کشت خون ہو رہا ہے۔ میرا پنجاب پورے ملک

کا آدھا حصہ ہے ۔ یہ کراچی کے ہر اقدام سے متاثر ہوتا ہے۔ آج جب کہ کراچی میں پورٹ بند ہے۔ اگر کچھ دن مزید بند رہی تو یہاں امن و امان کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ اور حکومت کے ہر شعبہ زندگی، جتنی سیاسی پارٹیاں ہیں، دینی جماعتیں ہیں، جتنے لوگ اس ملک سے محبت کرتے ہیں، ان سب نے کہا ہے کہ جو لوگ وہاں اکثریت میں ہیں، اور جمہوریت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ اکثریت کی حکومت ہوتی ہے ۔ اب ادھر ممبر زیادہ بیٹھے ہیں تو وہ حکومت کر رہے ہیں ۔ ہم کم ہیں تو ہم نہیں کر رہے۔ اکثریت کی بات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہاں کیوں نہیں اکثریت کی بات کو تسلیم کیا جاتا۔ یہی غلطی ہم نے مشرقی پاکستان میں کی تھی۔ ان کی اکثریت تھی لیکن ہم نے ان کی اکثریت کو تسلیم نہیں کیا تھا ۔ اس کا نتیجہ ہم نے دیکھ لیا کہ آج ملک دو لخت ہو گیا ہے۔ آج پھر ہم اسی تاریخ کو دہرا رہے ہیں ۔ وہاں ایم کیو ایم کی اکثریت ہے۔ ان سے بات کرنی چاہیے۔ ہر آدمی کہتا ہے کہ ان سے بات کرنی چاہیے۔ اور حکومت ہے کہ وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ یہ بات میں اس لیے کر رہا ہوں کہ اس سے میرے صوبے کو نقصان ہو رہا ہے۔ میں اس سے متاثر ہو رہا ہوں۔ میرے ملک کی بندرگاہ ہے۔ اس سے میرے صوبے کا پورا کاروبار منسلک ہے۔

جناب سپیکر : حاجی صاحب، وائینڈ اپ کیجیے گا۔

حاجی عبدالرزاق: اب میں اپنے حلقے کے بارے میں بات کر کے ختم کرتا ہوں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے ممبر بنے تقریباً دو سال ہو گئے ہیں۔ لیکن میرے حلقے میں ایک پائی کا کام نہیں ہوا۔ پچھلے سال بھی ایک لمبی چوڑی لسٹ آ گئی۔ اتنے سکول بنیں گے، اتنی سڑکیں بنیں گی ۔ میں وزیر خزانہ سے پوچھتا ہوں کہ وہ بتائیں اگر میرے حلقے میں ایک پیسے کا کام ہوا ہو ۔ میرے حلقے کو اس لیے سزا دی جا رہی ہے کہ میں نے پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر کو ہرایا ہے۔ یہ سزا میرے حلقے کو دی جا رہی ہے۔ اس لیے سزا تو مجھے ملنی چاہیے تھی نا کہ میرے حلقے کو دیں۔ میں ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں لیکن خدا کے لیے میرے حلقے پر رحم کریں۔ آپ میرے ساتھ چلیں، میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ میرے حلقے میں چل کر دیکھیں کہ وہاں لوگوں کی حالت کیا ہے ۔ ذرا سی بارش ہو جاتی ہے تو لوگوں کی سکولوں میں حاضری آدھی رہ جاتی ہے۔ وہاں نکاس کا کوئی انتظام ہی نہیں۔ سیوریج کا کوئی انتظام نہیں ۔ لیکن بل ہر ماہ لوگوں کو آ جاتا ہے۔ یہ کتنی ستم ظرفی ہے۔ بل تو ہر ماہ آ جاتا ہے۔ جتنا پانی کا بل آتا ہے اس کے ساتھ سیوریج کا بل بھی آ جاتا ہے۔ بل

تو وہ دیتے ہیں لیکن ان کے لیے سیوریج کا کوئی انتظام بھی کریں۔ سیوریج کا، گلیوں کا اور سڑکوں کا کوئی انتظام کریں۔ مجھ سے پہلے جو ایم پی اے تھے انھوں نے ایک ڈگری کالج شروع کرایا تھا۔ اس پر پندرہ بیس لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ آج دو سال ہو گئے ہیں لیکن اس پر ایک پیسہ خرچ نہیں ہوا۔ لوگوں نے اس پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ مجھ سے پہلے ایم پی اے صاحب نے سکول بنوایا تھا۔ انھوں نے یہ قسم کھائی ہوئی ہے کہ جو ہم سے پہلے کام ہوئے ہیں ان کو ہم نے touch نہیں کرنا۔ یقین کریں، مجھے اتنا دکھ اور افسوس ہوتا ہے کہ میں وہاں دیکھنے کے لیے گیا تو ہائی سکول میں ایک ایک کمرے میں دو دو کلاسیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک کا منہ ایک طرف تھا اور دوسری کا دوسری طرف تھا۔ اور دو کمروں میں تالے لگے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ تالے کیوں لگے ہوئے ہیں تو انھوں نے بتایا کہ ٹھیکیدار کو پیسے نہیں ملے اس لیے ٹھیکیدار نے تالے لگائے ہوئے ہیں۔ وہ اس میں بکریاں باندھتا ہے۔ اندازہ کیجیے کہ کتنی شرم ناک بات ہے۔ کہ انھوں نے ٹھیکیدار کو پیسے نہیں دیے اور اس نے تالے لگا دیے ہیں۔ جس کالج کا میں نے ذکر کیا۔ اس پر پندرہ بیس لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں، آخر اس پر حکومت کا اور عوام کا پیسہ خرچ ہوا ہے۔ اس پر مزید پانچ سات لاکھ روپے خرچ کر کے اس کو مکمل کیا جائے۔ اور اس کے لیے میں عرض کروں گا کہ میرے حلقے میں پانی کی آئے دن اتنی مصیبت ہے میں کہتا ہوں کہ یہاں ٹیوب ویل لگائیں اور پانی کا معقول بندوبست کریں۔ جب پچھلے دنوں شدید گرمی تھی۔ لوگ احتجاج کے لیے واسا کے دفتر میں گئے اور انھوں نے احتجاج کیا۔ بجائے اس کے کہ ان کو تسلی دی جاتی۔ بجائے اس کے کہ یہ کہتے کہ ہم کام کر رہے ہیں الٹا ان کے خلاف پرچہ کاٹ دیا کہ انھوں نے توڑ پھوڑ کی ہے، انھوں نے یہ کیا ہے، انھوں نے وہ کیا ہے۔ ان کے خلاف ایف آئی آر درج ہو گئی۔ اب یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ لوگ اگر اپنے حق کے لیے مطالبہ کریں پانی مانگیں تو پانی پہ بھی ان کے خلاف پرچے درج ہو جائیں۔ یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میرے علاقے میں بہت سی کچی آبادیاں ہیں، ریلوے کے لوگ رہتے ہیں۔ غریب اور متوسط طبقے کے لوگ رہتے ہیں۔ میں وزیر خزانہ سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان کا حق نہیں ہے کہ ان پر بھی پیسہ خرچ کیا جائے۔ یہ سکول اور کالج کہاں بنیں گے۔

میں افسران بالا سے کئی بار ملا ہوں میرے علاقے دھرم پورہ میں سو فٹ چوڑی سڑک ہے۔

لیکن ٹریفک کا اتنا رش ہوتا ہے کہ گزرنا مشکل ہے۔ میں نے درخواست کی تھی کہ یہاں two way carriage road بنا دی جائے۔ لیکن آج تک شنوائی نہیں ہوئی۔ کسی نے بات ہی نہیں سنی۔ اس کے بعد میں نے سوال دیے۔ جس میں میں نے دریافت کیا کہ گڑھی شاہو کا پل کتنا بوسیدہ ہو چکا ہے اور آپ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ کوئی حادثہ ہو جائے تو پھر ہم اس پل کی تعمیر کریں گے۔ اگر پل کی تعمیر کی منظوری ہو چکی ہے۔ میں محکمہ شاہرات کے غلام رسول سندھو سے بھی ملا ہوں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ پل کا کیا مسئلہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ ٹینڈر ہو رہے ہیں۔ یہ پچھلے سال کی بات ہے۔ آج تک ٹینڈر نہیں ہوئے۔ اب پھر اس بجٹ میں انھوں نے سات کروڑ روپے رکھ دیے ہیں۔ اس میپل بھی لکھ دی ہے اور روڈ بھی لکھ دی ہے۔ عمل سے بات بنتی ہے۔ جناب سپیکر! عمل کرنا چاہیے۔ خالی زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں خصوصی طور پر آپ سے اور وزیر خزانہ سے گزارش کرتا ہوں کہ جو غلطی مجھ سے جہانگیر بدر کو ہرانے کی ہوئی ہے اس کی سزا مجھے دیں میرے حلقے کو نہ دیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: خواجہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

خواجہ ریاض محمود: حاجی صاحب بھی لاہور سے تعلق رکھتے ہیں اور میں بھی لاہور سے تعلق رکھتا ہوں۔ یہ آپ کو بھی پتا ہے۔ آپ بھی لاہور سے منتخب ہوئے ہیں۔ مجھے یہ پتا چلا تھا کہ لاہور کے جتنے بھی ممبران اسمبلی ہیں ان میں سے سب سے پہلے حاجی صاحب کو فنڈ ملے ہیں۔ اور حاجی صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے حلقے میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوا۔ میں اس کی وضاحت چاہتا ہوں کہ کیا معاملہ ہے اور کیا ماجرا ہے۔

جناب سپیکر: ظاہر ہے کہ آپ کا سوال ریکارڈ کا حصہ بن گیا ہے۔

حاجی عبدالرزاق: اب فنڈ ملے ہیں۔ میں پونے دو سال کی بات کر رہا ہوں۔ دو سال میں کیا ہوا ہے۔ اب فنڈ ملے ہیں۔ وہ کب خرچ ہوں گے؟ ان کا کیا ہو گا؟ اور پھر فنڈز کے بارے میں آپ کو یہ بھی علم ہے کہ وہ کتنے فی صد وہاں پر لگتے ہیں' اس کے سسٹم کا بھی آپ کو علم ہے۔

جناب سپیکر: آپ کو فنڈز مل گئے ہیں۔ ان شاء اللہ کام بھی شروع ہو جائے گا۔ آپ تشریف رکھیے۔

اب میں جناب عبدالرشید بھٹی صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

جناب عبدالرشید بھٹی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب سپیکر!

اج آکھاں وارث شاہ نوں کتھے قبراں وچوں بول
اج کتاب عشق دا کوئی اگلا ورقہ پھول
اک روئی سی دھی پنجاب دی توں لکھ لکھ مارے وین
اج لکھاں دھیاں روندیاں تینوں وارث شاہ نوں کہن
اٹھ درد منداں دیا دردیا اٹھ تک اپنا پنجاب
اج بیلے لاشاں وچھیاں تے لہو دی بھری چناب
اج سبھے کیدو بن گئے حسن تے عشق دے چور
کتھوں لیائیے لبھ کے اج وارث شاہ اک ہور

جناب سپیکر! 1947ء توں لے کے اج تیکر جتنے وی بجٹ پیش کیتے گئے بدبختی اے کہ پنجاب دے لوکاں لئی جیہڑے حالات 1947ء وچ سن اوہناں وچ اسیں کمی نئیں کر سکے بلکہ لوکاں دیاں مصیبتاں وچ ہمیشہ دن بدن وادھا کر رہے آں۔ بجٹ ہمیشہ قومی ترقی لئی، لوکاں دی فلاح لئی، لوکاں دی بہتری لئی پیش کیتے جاندے نیں لیکن مینوں اج تیکر سمجھ نہیں آئی کہ ایہہ کہیو جئے بجٹ نیں جنہاں دا مقصد لوکاں دی بھلائی تے بہتری نئیں بلکہ الٹا اسیں لوکاں نوں پیچھے لے کے جا رہے آں۔ جناب سپیکر! پچھلے سال اساں اپنی پارلیمانی پارٹی وچ وی گزارشات پیش کیتیاں سن تے کافی سارے دوستاں نے کیتیاں سن۔ majority نیں ایہہ آکھیا سی کہ جناب عوام نے پنجاب دے لوکاں نے سانوں منتخب کر کے بھیجیا اے کہ تسیں ساڈے مسئلیاں دا حل لبھو، سانوں سہولتاں دواؤ، ساڈے لئی بہتریاں پیدا کرو، ساڈے اج دا تے مستقبل دا خیال کرو لیکن بدقسمتی نال پچھلے سال وی بجٹ کجھ مخصوص ہتھاں نے بنا کے ساڈے سامنے پیش کر دتا تے اسیں انگوٹھا لا کے گھراں نوں چلے گئے۔ ایہہ جانن تو بغیر کہ اس بجٹ دا استعمال کی ہووے گا، اس بجٹ نال پنجاب دے لوکاں نوں کیہہ فائدہ پہنچے گا۔ پچھلے سال تے سانوں لارا لپا لایا گیا کہ اگلے بجٹ وچ تہاڈی رائے، عوامی نمائندیاں دی رائے شامل کیتی جاوے گی لیکن بدقسمتی دیکھو کہ اس واری فیر بجٹ پیش ہو گیا اے اور کسے وی عوامی نمائندے نوں اعتماد وچ نئیں لیا گیا۔ پنجاب دے لوکاں نیں سانوں اس لئی منتخب کر کے

بھیجیا ہے کہ تسیں سیانے او' سمجھ دار او جا کے ساڈے لئی کجھ کرو۔ لیکن پتہ نئیں کیہڑے ایسے انجانے ہتھ نیں---- ساڈی majority وی ایہہ ای چاہندی اے کہ اسیں لوکاں لئی کجھ کریے لیکن کجھ ایسے ہتھ نیں جیہڑے سانوں ایہہ کم کرن توں جبراً روکی کھلے نیں۔ میں سمجھنا آں کہ پنجاب دے لوکاں دیاں مسئلیاں دا پنجاب دے وچ رہن والے نمائندیاں توں زیادہ کسے نوں نئیں پتہ ہوندا۔ اسیں لوکاں وچ رہنے آں تے سانوں پتہ اے کہ لوکاں دیاں کیہڑیاں مشکلات نیں' اوہناں نوں کیہڑیاں تکلیفاں نیں اور پنجاب دے لوکاں نوں کیہڑیاں چیزاں دی زیادہ ضرورت اے۔ ساڈا بجٹ دفتراں وچ بہہ کے ' جمع تفریق کر کے ' calculators دے اتے جمع تفریق کر کے ساڈے سامنے اعداد و شمار دا اک گور کھ دھندا پیش کر دتا جاندا اے ۔ بجٹ دے وچ اج تیکر کروڑاں' اربھاں' کھرباں روپیہ تعلیم اتے خرچ کیتا گیا لیکن تسیں پاکستان بنن توں پہلے یا انگریز دے آن تو پہلے پنجاب دا literacy rate ویکھو تے اوہ اج نالوں بہتر سی ۔ اج اسیں اپنے سال دا پینڈا طے کرن دے باوجود پنجاب دے لوکاں دا تعلیمی حال بہتر کرن دی بجائے بھیڑا کر دتا اے ۔ ساڈے پڑھے لکھے لوکاں دا تناسب انگریزی آن توں جیہڑا پہلے سی اج اسیں اس توں وی پیچھے چلے گئے آں ۔ پوری دنیا دے وچ کسے وی قوم دی ترقی واسطے تعلیم ' علم بہت وڈی چیز اے اور جیہڑے قوم دے کول ' جیہڑے انسان کول علم نئیں میں سمجھنا آں کہ نہ اوہ ترقی کر سکدا اے نہ اگے ودھ سکدا اے ۔ جدوں دا پاکستان بنیا اے خصوصاً پنجاب دے وچ ' باقی تیناں صوبیاں وچ نئیں صرف پنجاب دے وچ شعوری کوشش کر کے اینھوں دی زبان لوکاں کولوں کھو لئی گئی ۔ پہلے ساڈے اتے اردو مسلط رہی پھر انگریزی مسلط کر دتی گئی تے خاص طور تے جنے وی ساڈے دیہاتاں دے بچے نیں اوہ تعلیم توں محروم صرف اس لئی رہندے نیں کہ یا تے اوہ میٹرک وچ انگریزی توں ڈر دیاں ہویاں نس جاندے نیں یا جیہڑے بی اے وچ پہنچ جاندے نیں اوہ بی اے دی انگریزی وچوں فیل ہو کے فارغ ہو جاندے نیں۔ اج تیکر جیہڑے ایم اے تے پی ایچ ڈی کر چکے نیں اوہ وی ساڈے ملک لئی اثاثہ نئیں بن سکے بلکہ اوہ الٹا ملک اتے اک عذاب نازل ہوئے نیں ۔ جنی افسر شاہی' جنے ساڈے سائنس دان' جنے ساڈے پروفیسر اس تعلیمی نصاب دے وچوں پڑھ کے آوندے نیں اوہ ساڈی قوم اور ملک دا سرمایہ نئیں بندے بلکہ الٹا اس قوم اور ملک لئی نقصان دہ ثابت ہو رہے نیں۔ جس بیوروکریسی دا اسیں روز ماتم کرنے آں ایہہ بیوروکریسی کوئی انگریز نئیں چھڈ گئے بلکہ ایہہ ساڈے ای

پتر نیں' ایہہ ساڈے ای بھرا نیں ' ساڈے وچوں نیں لیکن ایناں نیں کدی اج تیکر ایس ملک لئی یا اس صوبے لئی نئیں سوچیا اس دی وجہ ایہہ ہے کہ اوہناں نیں تعلیم ای ایسی حاصل کیتی اے جیندا مقصد ایتھوں دے لوکاں دی فلاح ' ایتھوں دے لوکاں دی خدمت نئیں بلکہ ایتھوں دے لوکاں اتے حکمرانی کرنا اے ' ایتھوں دے لوکاں نوں لٹنا اے اور ایتھوں دے لوکاں دے حقوق غصب کر کے اپنی عیاشیاں وچ وادھا کرنا اے۔ جناب والا ساڈی ایس پنجاب حکومت نیں تعلیم نوں عام کرن لئی اک بڑا وڈا انقلابی قدم چکیا اے اور لازمی تعلیم دا ایکٹ پاس کیتا اے ۔ جناب میں اگے دی گزارشات کردا رہیاں کہ ایتھے جتنے مرضی لازمی تعلیم دے ایکٹ پاس کر دے رہیے ' جتنے مرضی اسیں باہروں لیا کے بندے پڑھاون تے لا دیے ایتھے تعلیم عام اوناں تیکر نئیں ہو سکدی جیناں تیکر اسی اس تعلیم دا اصل روح نئیں سمجھاں گے ' اصل مقصد نئیں سمجھاں گے کہ تعلیم کیویں دیتی جا سکدی اے ؟ ساڈا بچہ ' ساڈا معاشرہ کس قسم دا ہے گا اسے اگر اوہندے حالات و واقعات دے مطابق اسی تعلیم نئیں دیاں گے اگر اسیں پڑھاواں گے امریکہ دے درختاں دے بارے وچ ' امریکہ دے جانوراں دے بارے وچ تے پھر ایہہ ای حال ہو وے گا۔ جیناں تیکر اسیں اپنے بچیاں نوں ایتھوں دیاں لوکل چیزاں ' ایتھوں دے لوکل مسئلیاں دے حوالے نال تعلیم نئیں دیاں گے اوناں تیکر اسیں کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل نئیں کرسکدے ۔ میں اک چھوٹی جئی مثال دینا چاواں گا کہ اج تیکر اللہ تعالیٰ نے جنیاں وی آسمانی کتابا بھیجیاں اوہ جیہڑی قوم تے بھیجی اوناں دی اپنی زبان وچ بھیجی اور اوہناں لوکاں نوں سمجھ وی آئی ۔ لیکن بدبختی ویکھو کہ ایتھے اسلام دے نال وی کڈا وڈا دھوکا کیتا جا رہیا اے کہ اج تیکر ساڈے مذہب نوں ساڈے توں دور کرن لئی جان بجھ کے ساڈے اتے عربی مسلط کیتی ہوئی اے۔ عربی بہت اچھی زبان اے۔ ساڈے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دی زبان اے لیکن اوہناں دی تعلیمات نوں سمجھن لئی' اللہ تعالیٰ دے پاک کلام نوں سمجھن لئی ضروری اے کہ ایتھوں دے لوکاں دی زبان دے وچ اوہندا ترجمہ کیتا جاندا ' ایتھوں دی زبان دے وچ سانوں سمجھائی جاندی تے اسیں اج بہتر مسلمان ہوندے ۔ اسیں روز تلاوت کلام پاک کرنے آں ------

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر شفیق چودھری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب سپیکر! میں نہایت ادب سے گزارش کروں گا کہ بھٹی صاحب شاید مسجد میں نہیں جاتے کیونکہ مساجد میں علماء کرام ہماری مقامی زبانوں میں پنجابی میں یا اردو میں ہی اس کا ترجمہ اور تفسیر بیان کرتے ہیں۔ اس لیے یہ مسجد جانے کی کوشش کیا کریں۔

جناب عبدالرشید بھٹی، ڈاکٹر صاحب تسیں پنجاب دیاں ساریاں مسیتاں وچ حاضری لاندے او تہانوں پتہ اے کہ نئیں جاندے۔ بہرحال جناب والا! میں صبح توں لے کے عشاء تک .....

جناب سپیکر، شکلوں تے انج لگدے نے کہ ہتے تازہ تازہ مسیتوں ای آئے نیں۔

جناب عبدالرشید بھٹی، جناب والا! ڈاکٹر صاحب نیں ہتے جیہڑی گل کیتی اے میں اپنی گل نوں ایس مسئلے وچ نئیں الجھانا چاہندا۔ میں گل اے کر رہیا ساں کہ صبح فجر توں لے کے عشاء تک .....

جناب سپیکر، بھٹی صاحب تسیں ہتے ای زبان دی گل کیتی اے اگر تسیں ایہہ وے مطالبہ کرو تے بڑا چنگا اے کہ تہاڈی جیہڑی پرائمری تعلیم اے اوہ پنجابی زبان وچ ہونی چاہی دی اے۔

جناب عبدالرشید بھٹی، میں جناب ایس پاسے وی آناں واں۔ جناب والا! مطالبہ ای نئیں بلکہ اج توں اک سال پہلے ساڈی پارلیمانی پارٹی دے کوئی 146 یا 148 بندے نیں، جناں وچوں 126 بندیاں نیں اس قرارداد دے اتے دستخط کر کے دتے نیں کہ جیہڑی مڈل تعلیم، پرائمری تعلیم اے اوہ ماں بولی راہیں دتی جائے یعنی 146 وچوں 126 بندے کہہ رہ نیں کہ بھائی ساڈی زبان دے وچ سانوں تعلیم دتی جائے لیکن فیر وی اینتھے انگریزی تنی آندے نیں۔ پتہ نئیں ایہہ لوگ ایہہ سب کچھ کس مقصد لئی کر رہے نیں۔ بہرحال صبح فجر توں لے کے عشاء تک پنج دفعہ اسیں اذان دینے آں اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ مسیت نوں آؤ آؤ تہاڈی بہتری دی راہ اے تے پنج وقت اسیں نماز پڑھنے آں! گر جناب سپیکر! ساڈے لوگ صبح توں لے کے شام تیکر پنج دفعہ اپنی زبان وچ اذان دی آواز سنن تے پنج دفعہ ہی اپنی نماز نوں اپنی زبان وچ پڑھن۔ تے اک واری کوئی بھونا وعدہ کر لیندا اے۔ اسیں نماز وچ کیہہ کرنے آں؟ اللہ تعالیٰ نال کجھ وعدے کرنے آں، کجھ اوہدے کولوں منگنے آں .....

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب عبدالرشید بھٹی، مولویو خدا دا واسطہ جے بہہ جاؤ کجھ نئیں ہو چلیا تہانوں .....

جناب سپیکر، صاحبزادہ محمد فضل کریم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ یہ جذبات کی رو میں اتنا نہ بہہ جائیں۔ پنجابیت کا لبادہ اتنا نہ اوڑھ لیں کہ اپنے احکامات شریعہ جن کے اوپر ہمارے ایمان کا دار و مدار ہے ان کو یکسر نظر انداز کر دیں۔ انھوں نے یہ فرمایا کہ نماز بھی عربی کی بجائے اگر پنجابی میں پڑھ لی جائے تو اس میں کیا قباحت ہے۔ جناب جس خدا اور جس رسول صلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ کا آپ نے ہم نے اور انھوں نے کلمہ پڑھا ہے۔ اس رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ کی یہ سنتے کہ عربی میں پڑھنا اور جو سنت رسول کا اعتبار تا ارادتاً قطعاً فرضوں کی صورت میں انکار کرتا ہے۔ اس کے متعلق آپ از خود مجھ سے بہت بہتر جانتے ہیں کہ اس کے متعلق شرعی طور پر کیا فتویٰ ہے۔ میری ان سے انتہائی ادب سے یہ گزارش ہے کہ پنجاب کا مقدمہ جو آپ بھی لڑ رہے تھے اور یہ بھی اس ہاؤس میں خوبصورت انداز میں پیش کر رہے ہیں لیکن اپنے اعتقادیات کو اس کے اندر نہ الجھائیں صرف پنجاب کی حد تک بات رہنے دیں۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر اذان بھی پنجابی میں ہو جائے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ اس سے پہلے انبیاء اور مرسلین پر جتنے بھی آسمانی صحیفے نازل ہوئے۔ آپ مجھ سے بخوبی بہتر جانتے ہیں کہ ان کے احکامات شریعہ اور شریعت مصطفوی میں احکام میں قدرے مشترک تھا۔ اسی طرح ان احکامات کی صورت میں ان کے لوگوں نے نظریہ ضرورت کے تحت ان کی شریعتوں میں ترمیم کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آج وہ قومیں اپنے اپنے انبیاء اور مرسلین کے احکامات کو یکسر نظر انداز کر کے نظریہ ضرورت کا دین اپنائے ہوئے ہیں۔ تو ہمیں ان باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ محترم عبدالرشید بھٹی صاحب آپ اپنی بات کو جاری رکھیے اور مہربانی سے اپنے خیالات کو ذرا ذہن میں رکھیے گا اور اختلافی دائروں میں نہ جائیں۔

جناب عبدالرشید بھٹی، جناب سپیکر، میں کوئی اختلافی گل نہیں کر رہیا تے نہ کوئی میں فرقہ بنا رہیا آں۔ ایویں میرے دوست پریشان ہو گئے نیں۔ اہ میرا اپنا اک مؤقف ہے جیہڑا غلط وی ہو سکدا اے اپدے نال دوست اختلاف کر سکدے نیں۔ توبہ نعوذ باللہ میں شریعت دے خلاف نئیں جا رہیا آں بلکہ میں اس دے حق وچ جا رہیا آں۔ ایہہ میری گل نوں سمجھ نہیں سکے۔ میں ایہہ گزارش کر رہیا ساں کہ پنج دفعہ اسیں اپنے اللہ تعالیٰ دے نال کجھ وعدے کرنیں آں کہ یا اللہ میں ایہہ کم نہیں کراں گا میں نیکیاں کراں گا میں بھلا کراں گا تے تیری مخلوق نال پیار کراں گا۔ اک دن وچ اسیں

اس نال پنج دفعہ وعدہ کرنیں آں ۔ اس کولوں اسیں پنج دفعہ چیزاں منگدے آں اپنے لئی اپنی فلاح لئی اپنی بہتری لئی۔ لیکن صدیاں نمازاں پڑھن دے باوجود اسیں کیوں نئیں سچ دا ساتھ دیندے۔ اساڈے معاشرے وچ کنے فی صد لوگ نے جہڑے اج نمازاں پڑھن دے باوجود سچے نے۔ کتے لوگ نے جہڑے کرپشن چھڈ گئے نے۔ اہندی صرف ایہہ وجہ اے کہ میں عام بندہ واں تسیں اک عام بندے ہو میں تہاڈے نال وعدہ کرناں سویرے اک ویراں پھر دوپہر نوں کرناں کہ جناب میں اینج کراں گا اینج کراں گا پھر اسندے ویلے کرناں پھر شام نوں کرناں پھر عشاء نوں کرناں واں تے میں چھیویں دفعہ فیر کام ایہہ ای کر رہیا ہوناں واں۔ صرف اس دی وجہ اے کہ سانوں ایہہ وی پتا نہیں ہوندا کہ اسیں وعدہ کر کی رہیے آں دے کی رہیے آں اوتے منگ کی رہیے آں۔ بندہ اک بندے نال وعدہ کر کے مکر جائے تو اُس بندے نال سلام دعا کوئی نہیں لیندا ۔ اک پوری کائنات دے مالک نال وعدہ کر کے اسیں روزانہ مکردے آں۔ میرے خیال دے مطابق اس دی صرف اہی وجہ اے کہ اسیں اس نوں اپنے رنگ وچ نہیں رنگیا۔ جس دن اسیں اپنے رنگ وچ رنگ لیا تاں ساڈے سارے مسئلے مک جان گے اور انشاء اللہ اسیں صحیح طریقے دے مسلمان بن جاواں گے ۔

جناب سپیکر ، ذرا آگے چلیں ۔

جناب عبدالرشید بھٹی، جناب عالی! کرپشن ایہہ سارا بجٹ فیر ایسے طرح ہی اے جویں ہمیشہ پہلے بجٹ کھادھے پیتے جاندے نیں تے کسے قسم دی ترقی وچ کوئی وادھا نہیں ہوندا ایہہ بجٹ وی ان شاء اللہ اسی طرح کھادھا جائے گا ۔ ماشاء اللہ ساڈے جہڑے انجینئر نیں اج تیکر حکومت نیں ساڈی حکومت نے نہیں کسے وی حکومت نیں وادھا کیتا اے گھٹ کرن دی کوشش نیں کیتی۔ ہر بجٹ جہڑا وی ترقیاتی بجٹ اے اہندے وچ انجینئرز' ایکسیئنز ایس ایز چیف انجینئرز' اوورسیئر توں لے کے تمام لوگ 20 توں 25 فی صد کمیشن۔ ایک لاکھ گھر 25 ہزار روپے ایہہ پہلے اپنا حق سمجھ کے اپنے جیب وچ پا لیندے نیں تے فیر جہڑا باقی اے اوہ سب کجھ ٹھیکیدار کھا جاندے نیں اور وادھا کھاتا جہڑا اے اوہ لوکاں اتے لگ جاندا اے ۔ جہڑا سال چھ مہینے بعد پھر ٹٹ بھج دا شکار ہو جاندا اے ۔ تے بندہ فیر نویں سرے توں شروع ہو جاندا اے۔ جناب عالی ----

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا!

جناب سپیکر، جناب آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے ؟

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر ہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پاس بھیجیں کہ وہاں سے بھی پنجابی میں قرآن پاک کا ترجمہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی پنجابی میں وحی نازل ہوتی۔ یہ کیسی باتیں کر رہا ہے۔ آپ اس کو بند کریں۔

جناب سپیکر، نہیں انھوں نے وہ بات بند کر دی ہے۔ اب آپ دوبارہ شروع کر رہے ہیں۔

جناب تاج محمد خانزادہ، یہ anti-islamic ہے۔ کوئی چیز جو کہ اسلام کے احکام کے خلاف ہو اس کو اس ہاؤس میں بولنے کی اجازت بھی نہیں دینی چاہیے۔ یہ کافر کے منہ سے تو آ سکتا ہے لیکن مسلمان کے منہ سے یہ نہیں آ سکتا کہ آپ قرآن کے کلمے کو پنجابی میں کریں۔ کل کوئی کہے گا کہ اردو میں کریں کوئی کہے گا کہ چائنیز میں کریں' کوئی کہے گا کہ لاطینی میں کریں' کوئی کہے گا ملاوی میں کریں۔ آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ ایک ذمہ دار آدمی جو کلمہ گو ہے وہ اسمبلی میں on the floor of the House یہاں پر 240 مسلمان کلمہ گو بیٹھے ہیں ان کو تنبیہ کر رہا ہے کہ اذان بھی پنجابی میں دو۔ پھر رنجیت سنگھ کو بلا لو اس کو بھی کہو کہ تم آ کر گورمکھی میں کرو۔ آپ یہ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ پلیز آپ ان کو بند کریں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے۔ انھوں نے جو اپنی بات کی ہے اب وہ اس سے اگلے موضوع پر چلے گئے ہیں۔ آپ بحث کو واپس کیوں لے جا رہے ہیں۔ انھوں نے اپنے خیال کے مطابق یہ کہا ہے کہ انسان اپنی زبان میں زیادہ بہتر طور پر اپنا اظہار کر سکتا ہے۔ یہ ان کی ایک رائے ہے انھوں نے خدانخواستہ مذہب میں یا دین میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ وہ خود دین اسلام کے ماننے والے اور بہت اچھے مسلمان ہیں۔ جی رشید صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیے۔

جناب عبدالرشید بھٹی، کنی بد قسمتی اے کہ تسیں جنی وی سچائی نال گل کرو اسیں اتھے صرف پوچھل پھڑ کے بہہ جاندے آں۔ گل نوں سمجھدے نئیں۔ بہر حال کسے دی دل آزاری کرنا میرا مقصد نئیں۔

جناب سپیکر، جی ہاں۔ بالکل۔

جناب عبدالرشید بھٹی، میرے نظریات غلط وی ہو سکدے نیں لیکن میرا یقین ہے کہ اس توں بغیر بھاویں پنج سال ہور گھے رہو تسیں گھ نئیں کر سکدے۔ اس قوم نی اس ملک نی اور اپنے رب

لئی اپنے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ لئی۔ جناب عالی! صحت ہسپتالاں وچ جو اج حال اے۔ پنجاب دے چند ایسے لوگ نیں جنھاں نوں تھوڑی بہت صحت دیاں سہولتاں میسر نے تے اونہاں نوں کہندے نیں وی آئی پیز ۔ جناب عالی مینوں پہلی دفعہ اتفاق ہویا پچھلے دناں وچ مینوں اک چوٹ لگ گئی تے مینوں ہسپتال جان دا اتفاق ہویا ۔ اوتھے جا کے پتا لگا کہ اک لوکل پرچیز ہوندی اے ۔ غریب لوگاں نوں جنھاں کول دوائی خریدن لئی وسائل نہیں اوھناں نوں دوائی دین لئی ہسپتال وچ لوکل پرچیز دے ناں دا اک فنڈ چلدا اے ۔ لیکن پتا کرن تے مینوں معلوم ہویا کہ ایہہ ماشاء اللہ چھڑے سارے وی آئی پیز نیں اوہ غریباں دی بجائے نوٹل دا نوٹل بجٹ کھا جاندے نیں ۔ جناب عالی! شاید اس ہاؤس وچ میں سب تو چھوٹا یعنی دو چار ایکڑ دا مالک ہوواں گا ۔ غریب آدمی ہوواں گا لیکن میں ایہہ سمجھدا آں کہ میں اپنا علاج خود اپنے پیسیاں نال کرا سکناں اور ایہہ غریباں دا چھڑا حق اے ایہہ وی چند مخصوص وی آئی پیز ایم پی ایز تے بیورو کریٹس کھا پی کے فارغ کر دیندے نے۔ جناب والا! اج توں پہلے ایتھوں دے گبھرو ایتھوں دے جوان پنجاب پوری دنیا وچ مشہور سن۔ ایہہ اج لاغر تے لولی لنگڑی قوم بن گئے آں ۔ ایہہ ساڈی صحت دا حال اے تے پاکستان بنن تو لے کے اج تک ویکھ لیو کہ صحت دے میدان وچ اسیں کتنا کوں پیسہ خرچ کر چکے آں تے اسیں کتنے اربال کھرباں روپے دے مقروض آں۔ پوری دنیا توں قرض لے لے کے اسیں صحت تے تعلیم اتے لائی جا رہے آں لیکن اسیں اپنے لوگاں نوں کھ نہیں دے سکے۔ ایہہ حال زراعت دا اے۔ ساڈا پنجاب زرعی صوبہ اے۔ پاکستان بنن توں لے کے اج تک اسیں زراعت دے وچ کوئی خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکے۔ بلکہ دن بدن خسارے آلے پاسے جا رہیے آں۔ دن بدن اسیں کنک باہروں منگوا دے رہے آں تے اسیں اپنے وسائل نال اپنے علے دیاں ضرورتاں وی پوریاں نہیں کر سکدے۔ حالانکہ ساڈے کول اج وی وادھوں زمین پئی اے۔ کتنی ہزاراں تے لکھاں ایکڑ زمین بنجر تے بے آباد پئی اے جس نوں آباد کیتا جا سکدا اے۔ جناب عالی! ساڈے معاشرے نوں پولیس تے عدلیہ اہیو جہے محکمے نیں جنھاں دا عوام نال براہ راست بہت زیادہ واسطہ اے ، تعلیم صحت زراعت انھاں چیزاں توں ہٹ کے پولیس اور خاص طور پر پنجاب دی پولیس بد قسمتی نال اساں ایسی پولیس بنا دیتی اے جہڑی کہ شہریاں دا تحفظ کرن دی بجائے شہریاں نوں امن دین دی بجائے شہریاں نوں انصاف دین دی بجائے شہریاں لئی اک ظلم دا نشان بن گئی اے ۔ کوئی وی غریب آدمی کوئی وی مظلوم آدمی اپنی فریاد لے کے تھانے جاندا اے تے ذلیل و خوار ہو کے آ جاندا اے۔ لٹ مار دے

اڈے بنے نیں ساڈی افسر شاہی' وڈے وڈے جہڑے پولیس افسر نیں اوہ تھانے وچدے نیں لکھاں روپے منتھلیاں لیندے نیں تے فیر اوہ تھانیدار صاحب اپنی من مرضی دے نال لوکاں دے نال ظلم زیادتیاں کردے نیں۔ اک بندہ انصاف لین جاندا اے کہ میرا اک بیٹا قتل ہو گیا اے تے میوں انصاف دتا جائے۔ ایہہ انصاف لین دی بجائے بقایا پتر نوں وی قتل کرا دیندا اے ۔ جناب عالی ' اگر اسیں لوکاں نوں کجھ دیناں چاہنے آں لوکاں نوں کجھ بہتریاں دینا چاہنے آں تے سانوں اس نظام وچ بنیادی تبدیلیاں کرنیاں پین گیاں ۔جہڑا نظام انگریز نے اپنے غلاماں تے حکمرانی کرن لئی بنایا سی۔ اسیں وی اَج اسے نظام نوں لے کے چل رہے آں۔ اساں اس نظام وچ کوئی تبدلی نہیں کیتی۔ شکلاں ضرور بدل گئیاں نیں چہرے ضرور بدل گئے نیں لیکن اج وی حالات و واقعات اوتھے ای کھڑے نیں تے اسے ساڈے تمام ادارے اسے طرح لوکاں نوں لٹن تے لگے ہوئے نیں تے اس طرح ای لوکاں نال ظلم کرن ڈہے نیں۔ عدلیہ دا حال دیکھ لو اک چھوٹا جیا کیس جاندا اے جہڑا پنج منٹ وچ بندے بہہ کہ آپس وچ طے کر سکدے نیں او ست ست پشتاں تک عدالتاں وچ رل جاندا اے۔ لیکن ساڈا عدالتی نظام ایڈا چنگا اے تے ایڈے چنگے ساڈے دوست بیٹھے نیں .....

جناب شاہد ریاض ستی ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں پہلے بھی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوا تھا اور میں نے آپ سے یہ گزارش کی تھی کہ مقرر کے لیے وقت مقرر کر دیا جائے ۔

جناب سپیکر ، پندرہ منٹ کا وقت مقرر ہے ...

جناب شاہد ریاض ستی ، جناب والا انہیں تو بولتے ہوئے پچیس منٹ ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں۔ زیادہ وقت نہیں ہوا اس دوران پوائنٹ آف آرڈر ہوتے رہے ہیں اور دوسری طرف بھی بحث چلی گئی اب وہ اپنی تقریر کو wind up کر رہے ہیں ۔ بھٹی صاحب آپ مہربانی فرمائیں۔

جناب عبدالرشید بھٹی، ستی صاحب! اسیں تے بولدے ای نہیں۔ ویسے بولن دا فائدہ کوئی نہیں اتھے جنہیاں تقریراں آپاں کر رہے آں صرف اور صرف اخبار وچ خبر لوان واسطے کرنے آں۔ یا تے دسو اج تک کسے تقریر تے حکومت نے عمل کیتا ہوے۔ اے تے فضول اے۔ دل دے رونے نیں' رو رو کے گھراں نوں انشاء اللہ چلے جاواں گے۔ جناب سپیکر! چونکہ دوستاں نوں پریشانی لاحق ہو گئی اے اس واسطے میں اپنی گلاں نوں ختم کردے اویاں گزارش کرناں واں کہ خدا واسطے اگر اس

پنجاب نوں بچانا چاہندے جے اگر اپنے لوکاں نوں محفوظ کرنا چاہندے جے اگر اپنے بچیاں دا مستقبل محفوظ کرنا چاہندے جے تے سنجیدگی نال غور کرو۔ اسے وقت اسے قوم اتے ملک بار بار نہیں بندے۔ خوش قسمتی نال اگر تہانوں اسے پاکستان مل گیا اسے تے اینوں بچان واسطے سوچو' فروعی اختلافات ختم کرو۔اسے جس ویلے میں گل کیتی اسے اونوں پھڑ کے بہہ گئے نیں کہ اسلام نوں خراب کرن لگ پیا اسے۔سب توں وڈا مسلمان میں خود آں۔ تسی سرٹیفکیٹ جاری کر دے او کہ کون مسلمان اسے تے کون مسلمان نہیں۔ مینوں حق اسے کہ میں اپنی رائے دا اظہار کراں تہانوں وی حق اسے تسی وی اپنی رائے دا اظہار کرو لیکن اسیں فروعی اختلافات تے ویلیاں گلاں وچ پے جانے آں ۔ اصل کم اسی بھلے اوسے آں ۔ اگر پنجاب نوں بچانا جے۔ پنجاب دے لوکاں نوں بچانا جے ۔ اس ملک نوں بچانا جے ۔ اس نظام نوں جڑوں پٹ کے سٹو تے اک نیا نظام بناؤ جیدے وچ تہاڈے ملک دی تہاڈی اور تہاڈے لوکاں دی بہتری ہوے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، مہربانی جناب حاجی احمد خان ہرل۔

جناب حاجی احمد خان ہرل، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

شکریہ جناب سپیکر صاحب ۔ .....

MR SPEAKER: I call the House to order

جناب حاجی احمد خان ہرل، جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر اپنی معروضات پیش کرنے کا موقع فراہم کیا۔ جناب سپیکر ضرورت موجودہ نظام کو بدلنے کی نہیں کوئی شریفانہ غیر شخصی نظام قائم کر دیں۔ جب تک حکمران طبقہ یہ نہ سمجھے گا کہ اقتدار کا مطلب طاقت نہیں بلکہ ذمہ داری ہے اس وقت تک اس ملک میں کوئی نظام۔ چاہے وہ اسلامی ہو' چاہے وہ پارلیمانی ہو' چاہے وہ صدارتی ہو' اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جناب سپیکر! ہم سب اس ملک اور قوم کا حصہ ہیں قومیں ہمیشہ محنت' دیانت' اور ڈسپلن سے بنتی ہیں۔ مگر ہمارا قومی سطح پر سب سے بڑا المیہ نظم وضبط کا فقدان ہے۔ ڈسپلن سے عاری معاشرہ تعمیر وترقی کی منزلیں طے نہیں کر سکتا۔ جناب والا! ہمارا کوئی ادارہ ایسا نہیں جو بد نظمی کا شکار نہ ہو۔ جناب جس ملک جس جماعت جس گروہ میں عدل نہ ہو وہ معاشرہ ترقی تو در کنار وہ اپنا وجود بھی قائم نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی اس معاشرے میں اس ملک میں امن وامان کی صورت بہتر ہو سکتی ہے۔ عدل سے محروم معاشرہ آخر کار ٹوٹ پھوٹ کر

تباہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس معاشرے میں تمام شہریوں کو ترقی کے مساوی مواقع میسر نہ آئیں وہ معاشرہ بھی نہ تو ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی اس میں امن وامان کی صورت بہتر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

انصاف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا

قل امر ربی بالقسط

ان لوگوں کو کہہ دو کہ انصاف کیا جائے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ :

وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى

اگر بحث کرو تو اس میں بھی انصاف رکھا کرو چاہے تمہارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو ' دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اے ایمان والو! انصاف کے معاملے میں کھڑے ہو جایا کرو اور اللہ کے لیے شہادت انصاف سے دیا کرو۔ عدل کے معاملے میں چاہے آپ کے مد مقابل دشمن ہی آ جائے لیکن عدل کو نہ چھوڑو عدل کیا کرو۔ عدل تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ اور پھر عدل کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

ارشاد فرمایا اے ایمان والو! شہادت کے لیے انصاف کے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔ چاہے اس میں اپنا ہی نقصان ہو اپنی ذات کا نقصان ہو ' اپنے والدین کا ہو ' اپنے رشتے داروں کا ہو۔

جناب سپیکر! دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے ملک میں عدل ہو رہا ہے؟ انصاف ہو رہا ہے؟ تمام شہریوں کو ترقی کے مساوی مواقع میسر ہیں۔ آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ ہمارے ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ جب تک

عدل نہیں ہوگا۔ عدل کو یہودیوں، نصرانیوں نے اپنایا تو اب وہ دنیا پر حکومت کر رہے ہیں اور مسلمان رسوا ہو رہے ہیں۔ جناب والا! ہمیں ان حالات میں یہ اعتراف کرنے میں کسی بخل کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ہماری پوری قومی زندگی بد عنوانیوں اور بدنظمی کی لپیٹ میں آچکی ہے۔ سیاسی انتشار بھی قوم کے سامنے ہے۔ سرکاری شعبے میں پائی جانے والی بد عنوانیاں وقتاً فوقتاً منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ ان سنگین بد عنوانیوں اور قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ نے ہمارے ملک کا انجر پنجر ہلا کر رکھ دیا ہے۔ کوئی ایسا ادارہ نہیں جو بدنظمی کا شکار نہ ہو۔ نمائندگان اسمبلی، اسمبلی میں جو کچھ کر رہے ہیں اس سے قوم کی مایوسی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ آئے دن کے فرقہ وارانہ فسادات سے ملک کا شیرازہ منتشر ہو رہا ہے، خصوصاً مذہبی تعصبات نے قومی انتشار میں مزید تقویت پیدا کی ہے۔

جناب سپیکر! حکومت اور اپوزیشن کے مابین محاذ آرائی نے اور کشمکش نے ہماری پوری قومی زندگی کو بری طرح سے متاثر کیا ہے۔ عوام یہ پوچھنے پر مجبور ہیں کہ ہمیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے؟ جناب سپیکر! اگر یہ سیاسی اور معاشی بحران جاری رہا تو بہت جلد ہمارے ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ جناب سپیکر! اس ملک پاکستان کے اندر، قیام پاکستان کے وقت عوام کے ذہنوں میں یہ سوال ابھرتا تھا کہ اس ملک میں ایک اسلامی اور فلاحی مملکت کا قیام عمل میں آئے گا۔ لیکن اس کے بعد ہمیشہ سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اسلام آ رہا ہے، اسلام لایا جا رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ نظام زکوٰۃ کا نفاذ واقعی ایک بہت بڑی فلاحی سوچ تھی لیکن ہم استحصال میں اتنے آگے جا چکے ہیں کہ واپسی مشکل ہو گئی ہے۔ جناب والا! جب سے پاکستان وجود میں آیا ہے۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک اس ملک پاکستان کے اندر غریب اور امیر کے درمیان فاصلے بڑھتے رہے ہیں۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

معاشی اور معاشرتی ناہمواریوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ موجودہ وقت میں ہمارے ملک میں ایک ایسا طبقہ وجود میں آ چکا ہے جس کی دہلیز پر دنیا کی تمام نعمتیں سلام کرتی ہیں۔ جناب سپیکر! دوسری طرف اس غریب ملک کی ایک کثیر آبادی ایسی ہے جو بنیادی ضروریات زندگی سے بھی محروم ہے۔ وہ بھی مسلمان ہیں وہ بھی پاکستانی ہیں۔ وہ شبانہ روز محنت کرتے ہیں۔ لیکن دو وقت کی روٹی پوری نہیں ہوتی، زندگی ان پر تنگ ہے۔ اگر فرد واحد کمانے والا شام کو پچاس یا سو روپے کما کر جب گھر لوٹتا ہے تو اس کو فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اس سے دال آٹا خریدے، بچوں کے لیے

کتابیں خریدے یا بیمار بچے کا علاج معالجہ کروائے۔ خدا نخواستہ وہ فرد واحد کمانے والا مر جاتا ہے تو ان کے سر پر کوئی دست شفقت پھیرنے والا بھی نہیں ہے۔ جناب والا! دوسری طرف مراعات یافتہ طبقہ معمولی بیماروں پر لاکھوں اور کروڑوں روپیہ خرچ کر دیتا ہے۔ اندرون ملک اور بیرون ملک بڑے اچھے اچھے ہسپتالوں سے علاج معالجہ کرانا ان کے لیے معمولی بات ہے۔ لیکن ایک غریب کے لیے عام دوائی کی گولیاں بھی سرکاری ہسپتال سے میسر نہیں آتیں۔ جناب والا! اسی طرح حکمران ' صاحب حیثیت لوگ اپنی سہولت اور آسائش کی خاطر بہترین گھر بنانے اور پرشکوہ محل تعمیر کرنے پر لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے صرف کر دیتے ہیں اور بچے اور بچیوں کی شادیوں پر بھی لاکھوں کروڑوں روپے اڑا دیتے ہیں۔ لیکن جناب دوسری طرف ان پر یہ شاہ خرچیاں' یہ فضول خرچیاں' ان پر اٹھنے والے وسائل ان کا اصل حق دار کون ہے ؟ قرآن پاک نے ارشاد فرمایا اور قرآن پاک اس کا گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے مال داروں میں ان کا حق رکھ دیا ہے۔ مرکزی نقطہ یہ ہے کہ اگر کوئی حق داروں کا حق نہ دے تو پھر حکومت اور اسٹیٹ کا یہ فرض بنتا ہے کہ ان سے زبردستی لے کر حق داروں تک ان کا حق پہنچائے۔ جناب والا! اسلام میں اگر کوئی شخص حقوق العباد ادا نہیں کرتا تو اس کے خلاف جہاد کرو۔ جناب والا! ہمارے ملک میں یہ معاملات ہی انہوں نے یہ دنیا پیدا کر دی ہے۔ جناب والا! ہمارے معاشرے میں یہ بات بھی درست نہیں ہے کہ امیر زیادہ امیر ہوتا چلا جائے اور غریب مزید غریب ہو جائے جب تک اس تفاوت کو ختم نہیں کیا جاتا تب تک اس ملک کو فلاحی مملکت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جناب والا! بڑے دکھ اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس ملک پاکستان کے لیے ہمارے بزرگوں نے ماؤں نے بیٹیوں نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں خون کے نذرانے پیش کیے ہیں۔ آزادی کی نعمت آسانی سے نہیں ملی اس کے لیے آگ اور خون کے دریا عبور کرنے پڑتے ہیں۔ بسا اوقات خون کی ندیاں بہتی ہیں۔ اسی طرح جناب یہ بات بھی شک و شبہ سے بالا تر ہے کہ یہ پاکستان اسلام کی خاطر وجود میں آیا۔ جس وقت تحریک چل رہی تھی تو اس وقت برصغیر کے کونے کونے کریہ کریہ ایک ہی نعرہ گونجتا تھا کہ " پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ "۔ جناب افسوس سے کہنا پڑتا ہے ہماری بدقسمتی کی انتہا ملاحظہ ہو کہ پاکستان کو وجود میں آئے نصف صدی کی طویل مدت پوری ہو چکی ہے۔ لیکن غریب عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ نہیں کیا جا سکا۔ استحصالی قوتوں نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ نازک ترین صورت حال یہ ہے کہ مظلوموں کی آہ سننے والا

کوئی نہیں ہے لوگ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہیں۔ جناب! لوگ بغیر تعلیم کے، بغیر علاج معالجے کی سہولتوں کے گرمی، سردی اور بارش میں زندہ ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن سے ایک بار ووٹ حاصل کرلینے کے بعد دوبارہ ان کے پاس کوئی نہیں جاتا۔ جناب سپیکر! ہم نے اسلام کو پیٹی میں بند کر دیا ہے۔ قرآن پاک کو مساجد میں سجا کر رکھا ہوا ہے۔ ہر طرف جبر اور ظلم کا دور دورہ ہے وہ وقت اب دور نہیں کہ مظلوموں کا حق لینے والے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور حق کے لیے اٹھ کھڑے ہونے والوں کا یہ روپ اور انداز بڑا خطرناک ہو گا۔ اور پھر ان کو کوئی نہیں روک سکے گا۔ اب ملک کے یہ حالات بدل کر رہیں گے یہ اوپر سے نہیں نیچے سے انقلاب آنے کا خطرہ ہے۔ جناب والا! اگر ہمیں اپنے ملک سے اپنی قوم سے کوئی دلچسپی ہے، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں امن قائم ہو، اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ تمام بدعتوں، فحاشیوں، برائیوں اور تمام جرائم سے پاک ہو تو پھر ہمیں اسلام کے سنہری اصولوں کو اپنانا ہو گا۔

جنہیں حقیر سمجھ کر بجھا رہے ہو تم
وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

جناب والا! اسلام ہی انسانی مسائل کا کامل اور اکمل حل پیش کر سکتا ہے۔ اسلام ہی امن اور سلامتی کی ضمانت فراہم کر سکتا ہے۔ اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ جناب اسلام میں رواداری، مساوات، اخوت اور ہماری تہذیب و تمدن کے بنیادی اصول ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں نیکی، پرہیز گاری، سچائی میانہ روی کا درس دے کر یہ ثابت کردیا تھا کہ اسلام اس دنیا کا واحد مذہب ہے جو انسانوں کی بہتری اور بھلائی کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جناب سپیکر! اسلام ہی انسان کی تمام پریشانیوں اور مشکلات کا حل قرآن پاک اور حدیث میں پیش کرتا ہے۔ اگر ہماری حکومت اپنی ترجیحات میں اسلام کے کلی نفاذ کو اولیت دے دے تو پھر یقین سے اور وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ امن عامہ سمیت ہماری تمام مشکلات کے حل کا راستہ نکل آئے گا اور ہماری قوم جو نصف صدی سے اندھیروں میں بھٹک رہی ہے اسے بھی اس کی منزل مل جائے گی میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب میں اسلامی جذبہ اور اسلامی ولولہ پیدا کرے (آمین)

جناب والا! آخر میں اب میں اپنے علاقے کے مسائل کی طرف آتا ہوں۔ میرا حلقہ پی پی 31 ضلع سرگودھا تحصیل بھلوال ہے۔ تحصیل بھلوال کینوں کے باغات اور مالٹے کے باغات کے لیے

مشہور ہے اور وہاں پر باغات کی اتنی بہتات ہے کہ تحصیل بھلوال کو پاکستان کا کیلیفورنیا کہتے ہیں۔ لیکن دکھ سے کہنا پڑتا ہے پاکستان کے کیلیفورنیا کے لیے کوئی فنڈ نہیں رکھا گیا۔ علاوہ ازیں سڑکوں اور پلوں کا بجٹ ضلع سرگودھا انتہائی کم کردیا گیا ہے۔ پچھلے سال ضلع سرگودھا کے لیے 2 کروڑ 84 لاکھ 30 ہزار روپے رکھے گئے تھے۔ اب جبکہ اس سال یہ رقم کم کرکے ایک کروڑ 38 لاکھ 95 ہزار روپے کردی گئی ہے۔ بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کے مقابلے میں ہمارے اس ضلعے کی چار تحصیلیں ہیں۔ لیکن اس کے مقابلے میں ضلع اوکاڑہ میں پچھلے سال 15 کروڑ روپے اور اس سال 6 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب والا! افسوس کا مقام ہے کہ اتنی بڑی تفاوت کہ اوکاڑہ کی صرف دو تحصیلیں ہیں' ایک اوکاڑہ دوسری دیپالپور اور ضلع سر گودھا کی چار تحصیلیں ہیں سر گودھا' بھلوال' شاہ پور اور سلانوالی۔ اتنے بڑے پرانے ضلع کے لیے ایک کروڑ اور اس کے مقابلے میں پچھلے سال اوکاڑہ کے لیے 15 کروڑ روپے اور اس سال اس کے لیے چھ کروڑ روپے رکھے گئے۔ اسی طرح دوسرے اضلاع میں بھی یہ فرق ہے۔ جس کو پر نہیں کیا جا سکتا۔ جناب والا! جو سب سے بڑی وجہ' جو منڈی پھلروان ہے' جو منڈی بھلوال ہے جو جو مشہور منڈیاں ہیں افسوس کا مقام ہے کہ دیہات سے منڈی پھلروان اور منڈی بھلوال تک کچی سڑک ہے۔ جو پختہ ہے وہ بھی ٹریفک کے استعمال کے قابل نہیں ہے۔ ایک موضع رتو کالا سے منڈی پھلروان براستہ ریلوے لائن سڑک کا پختہ ہونا از بس ضروری ہے۔ اس سڑک سے متعدد مواضعات کے عوام منڈی پھلروان تک بآسانی پہنچ سکتے ہیں۔ صرف 3 میل کا فاصلہ ہے خاص کر موسم برسات کے ایامیں یہ سڑک بند ہو جاتی ہے۔ کاشت کار اور زمیندار بروقت اپنی اجناس منڈی پھلروان نہ پہنچا سکتے ہیں۔نہ ہی منڈی پھلروان سے بروقت کھاد اور بیج وغیرہ لا سکتے ہیں۔ حکومت سے میرا پر زور مطالبہ ہے کہ یہ سڑک ترجیحی بنیادوں پر مکمل کی جائے۔ علاوہ ازیں سال 1993-94ء میں اسی سڑک کے لیے 29 لاکھکی رقم منظور ہوئی تھی۔ کاغذات estimate وغیرہ محکمہ ہائی وے ایس ای ۔ اور ایکس ای این کے دفتر میں موجود ہیں۔ وہاں پڑتال کرنے سے مل سکتے ہیں۔علاوہ ازیں بھلوال شہر سر گودھا کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہاں بچوں کی کھیلوں کے لیے کوئی سٹیڈیم نہیں ہے۔ بھلوال میں کھیلوں کی ترویج کے لیے سٹیڈیم کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ اہالیان بھلوال کے دیرینہ مطالبے پر حکومت کو خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

آخر میں، میں ارباب اختیار سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ تحصیل بھلوال جسے کیلیفورنیا آف پاکستان کہا جاتا ہے، کیا وہاں کے عوام کو محض اس لیے ترقیاتی فنڈ سے محروم تو نہیں کیا جا رہا کہ اہالیان تحصیل بھلوال نے گزشتہ الیکشن میں میاں محمد نواز شریف کا ساتھ دیا تھا۔ شکریہ جناب سپیکر صاحب۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی ہرل صاحب۔ للہ مہر لال بھیل۔۔۔ جناب خان زادہ تاج محمد صاحب۔

جناب تاج محمد خان زادہ، سر! سکھاں دی مثال اے کہ اک خالصہ سوا لکھ برابر۔ اک ڈار صاحب تے دو ہور ٹریژری بنچاں تے بیٹھے ہن۔ سارے سوا لکھ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہاں منسٹر صاحب، جہانیاں صاحب بھی بیٹھے ہیں، زاہد مزاری صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں۔ لیکن بات آپ کی جائز ہے۔ ہاں، اقبال لنگڑیال بھی بیٹھے ہیں۔ جی، للہ صاحب۔

للہ مہر لال بھیل (پی پی۔ این ایم)، جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ مجھے وقت دیا گیا۔

سب سے پہلے میں سالانہ بجٹ جو آج کے حالات کے مطابق بہت متوازن بنایا گیا ہے، اس بارے میں حکومت پنجاب خاص طور پر وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ تمام مقررین نے بجٹ تقاریر میں اچھی اچھی تجاویز پیش کی ہیں۔ میں حکومت سے یہ بھی التماس کروں گا کہ جو خاص خاص تجاویز دی گئی ہیں ان کو عملی جامہ پہنایا جائے۔

جناب والا! غریب لوگوں کے لیے صرف اجناس کو جتنا ہو سکے سستا کیا جائے۔ باقی تمام چیزیں، مثلاً سگریٹ، نشہ آور چیزیں، ان پر جتنا ٹیکس لگایا جا سکتا ہے لگایا جائے۔ اجناس کو، جو چیز پیٹ بھرنے کے لیے ہوتی ہے، اس کو جتنا سستا کیا جائے اتنا ناکافی ہے۔ جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ غریب لوگ گڑ سے اور پیاز سے بھی اور اچار سے بھی پیٹ بھر لیتا ہے۔ اگر چھ سات روپے، فی کلو آٹا بکے تو غریب آدمی کے لیے یہ بہت بڑا ظلم ہوتا ہے۔ تو میری گزارش یہی ہے کہ ہر جنس کو سستا کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی ساتھ میں اپنے حلقہ انتخاب کے بارے میں چند مسائل پر بات کروں گا۔ جناب والا! ہمارے علاقے میں لاکھوں ایکڑ زمین چولستان کی بنجر پڑی ہوئی ہے۔ اس کو آباد کرنے کے لیے نہریں نکالی جائیں اور وہاں زیادہ سے زیادہ فنڈ مختص کیا جائے تاکہ وہ لاکھوں ایکڑ رقبہ آباد ہو جائے تو ملکی پیداوار میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روزگار مل سکتا ہے۔ جناب والا! دوسرا یہ

کہ چولستان میں صرف سہ ماہی پانی ملتا ہے۔ اس کو مستقل کر کے سالانہ پانی کی وارہ بندی بنائی جائے تو کافی لوگ اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ جن کو چولستان میں رقبے الاٹ کیے گئے ہیں وہ آباد ہو کر ملکی پیداوار کو بڑھا سکتے ہیں۔

جناب والا! اس کے ساتھ ہی میں ۱۹۷۸ء میں جن لوگوں کی درخواستیں چولستان میں منظور شدہ ہوئی پڑی ہیں اور ban ہونے کی وجہ سے آج تک رقبہ ان کو نہیں الاٹ ہو سکا۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ جن کی درخواستیں منظور ہوئی ہیں، حکومتی کمیٹی سے پاس شدہ ہیں، ان کو فوری الاٹمنٹ کر کے ان کو ساڑھے بارہ ایکڑ رقبہ دیا جائے تاکہ وہ غریب لوگ بھی اس کو آباد کر کے اپنا پیٹ پال سکیں۔

جناب والا! پنجاب میں جو ہندو مندر گرائے گئے تھے، کئی کی تو مرمت ہو چکی ہے، کافی مندر ویسے ہی پڑے ہیں۔ ان کی کمیٹیاں بھی بنائی گئی تھیں۔ لیکن ان کو مرمت نہیں کیا گیا۔ تو میں یہ گزارش کروں گا کہ جو بقایا مندر ہیں ان کو بھی مہربانی کر کے تعمیر کرایا جائے۔

جناب والا! سوشل ایکشن بورڈ میں اقلیت کے منتخب شدہ ممبروں کو شامل نہیں کیا گیا اور سننے میں آیا ہے کہ یہ بورڈ جو ہارے ہوئے ہیں یا پیپلز پارٹی کے ساتھ جن کا تعلق ہے ان کو ان بورڈوں میں شامل کیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ہمارے ساتھ یہ ناانصافی ہوئی ہے۔

جناب والا! وفاقی حکومت کی طرح صوبائی فنڈ میں بھی اقلیتوں کے لیے ویلفیئر فنڈ قائم کیا جائے۔ جیسا کہ اقلیتوں کی بھی کافی بیوگان معذوران وغیرہ ہیں جن کو آج تک ایک پائی بھی نہ ہی عشر زکوٰۃ سے ملتی ہے، نہ ہی کوئی صوبائی فنڈ ہے جس سے کہ ہمارے معذور لوگوں کی مالی امداد کی جا سکے۔ جناب والا! بلدیاتی الیکشن میں بھی حلقہ بندی کی جائے اور نشستیں بڑھائی جائیں۔

سالانہ ترقیاتی پروگرام میں اقلیت کے منصوبہ جات کو بھی کھلی جامہ پہنایا جائے۔ پچھلے دو سالوں میں جو اے ڈی پی کا فنڈ ہے اس میں اقلیتوں کو میں سمجھتا ہوں کہ ایک پائی بھی نہیں ملی۔ یہ بھی سراسر ناانصافی ہے۔ اقلیتوں کی بھی آبادیاں ہیں۔ اقلیتوں کے لیے بھی سڑکات وغیرہ چاہییں تو اس میں ہمیں فنڈ برابر کے حساب سے، ہم زیادہ نہیں مانگتے، جو ہمارا حصہ بنتا ہے وہ ہمیں دیا جائے تاکہ ہم بھی اپنے حلقے میں سڑکات وغیرہ بنوا سکیں۔

جناب والا! بے گھر لوگوں کا اہم مسئلہ ہے۔ جیسا کہ ۸۷-۱۹۸۶ء میں سات مرلہ سکیم شروع کی گئی تو کئی لوگوں کی سات مرلہ سکیم کے تحت آبادیاں قائم کی گئی ہیں۔ کافی لوگ رہتے بھی ہیں۔ اس میں مسلمان بھی ہیں، اقلیت والے بھی ہیں۔ تو میری گزارش یہی ہے کہ سات مرلہ سکیم کو دوبارہ

جاری کر کے جو بھی بے گھر لوگ ہیں ان کی آبادیاں قائم کی جائیں اور ان کو مالکانہ حقوق دیے جائیں تاکہ اپنے بیٹھنے کے لیے تو کم از کم ان کے پاس اپنا ملکیتی پلاٹ ہو۔ جناب والا! ہزاروں ایکڑ رقبے غیر آباد ٹیلوں کی شکل میں پڑے ہوئے ہیں۔ جن پر ہمارے لوگ سینکڑوں سالوں سے بیٹھے ہیں۔ لیکن ان کے پاس مالکانہ حقوق نہیں ہیں ۔ جس وقت بھی اس رقبے کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ رقبہ زمیندار مستاجری پر اٹھا لیتے ہیں اور ان لوگوں کو اٹھایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں پابندی لگائی جائے کہ جو لوگ ساٹھ سال سے، پچاس سال سے، بیس سال سے بیٹھے ہیں انھیں نہ اٹھایا جائے۔ بلکہ ان کو وہاں مالکانہ حقوق دیے جائیں۔ جناب والا! متروکہ وقف بورڈ میں سندھ کے ہندوؤں کو کافی نمائندگی دی گئی ہے۔ لیکن پنجاب کے ہندوؤں کو کوئی نمائندگی نہیں دی گئی ۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے پنجاب کے ہندوؤں کے ساتھ یہ سراسر زیادتی ہے۔ لہذا متروکہ وقف بورڈ میں بھی پنجاب کے ہندوؤں کو نمائندگی دی جائے۔ جناب والا! صوبائی سطح پر اقلیتوں کی ایک مشاورتی کونسل قائم کی جائے اور ہر ضلع سے ایک ایک، دو دو نمائندے لیے جائیں۔ تاکہ ہر ضلع کو برابر نمائندگی مل سکے۔ جناب والا! اس بارے میں عرض ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ پنجاب میں آٹھ ڈویژنیں ہیں، دو ڈویژنوں سے چھ ممبر ہیں اور دو سے ایک ایک ہے۔ اور چار ڈویژنیں ایسی ہیں جن سے ایک ممبر بھی نہیں ہے۔ تو ان ڈویژنوں میں نمائندگی نہیں ہو پاتی۔ اس لیے کم از کم یہ مشاورتی بورڈ بننے سے یا مشاورتی کونسل بننے سے ان اضلاع کی اور ان ڈویژنوں کی بھی ہماری نمائندگی بآسانی ہو سکتی ہے۔ جناب والا! ہندوؤں کے مذہبی تہوار کے موقع پر سرکاری چھٹی کا اعلان بھی کیا جائے۔ سرکاری چھٹی ہونی چاہیے۔ جیسا کہ عیسائیوں کے لیے ہے، اسی طرح ہم بھی پاکستانی ہیں ۔ ہمارے بھی مذہبی تہوار ہیں تو ہماری بھی سرکاری چھٹی ہونی چاہیے۔ جناب والا! صوبائی کابینہ میں سندھ میں وزیر لیا گیا ہے ۔ صوبہ سرحد میں بھی وزیر لیا گیا ہے اور صوبہ سرحد میں آپ کو معلوم ہے کہ صرف تین ممبر ہیں۔ لیکن یہاں ہم آٹھ ہیں اور ہمیں نمائندگی نہیں ملی ۔ مرکز کا full اقلیتی وزیر ہے اور سندھ میں بھی وزیر ہے اور صوبہ بلوچستان میں ایک ڈپٹی سپیکر بھی ہے ۔ ایک ایڈوائزر بھی ہے اور ایک پارلیمانی سیکرٹری بھی ہے ۔ یعنی تین ممبر ہیں اور تینوں کو ہی نمائندگی دی گئی ہے ۔ لیکن ہم پنجاب میں اس نمائندگی سے محروم ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ کو پتا ہے کہ یہاں آٹھ میں سے کتنے ایڈوائزر ہیں ۔ کتنے پارلیمانی

سیکرٹری ہیں اور کتنے سٹینڈنگ کمیٹیوں کے چیئرمین ہیں؟

جناب لالہ مہر لال بھیل، جناب! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہاں full اقلیت کا وزیر نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ بھی بتا دیں کہ باقی آپ کی کتنی representation ہے۔

جناب لالہ مہر لال بھیل، جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ سرحد کو دیکھیں۔ بلوچستان کو دیکھیں۔ سندھ کو دیکھیں اس کی نسبت پنجاب میں نمائندگی کم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں یہاں پنجاب میں نمائندگی زیادہ ہے۔ صرف وزیر نہیں ہے باقی سب کچھ ہے۔

جناب لالہ مہر لال بھیل، جناب! پنجاب میں، میں نے دیکھا ہے۔ میں بلوچستان بھی گیا ہوں اور وہاں سے یہ معلومات لے کر میں نے یہ سوال اٹھایا ہے تو مہربانی کر کے اس پر بھی نظر ثانی کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب لالہ مہر لال بھیل، جناب والا! رحیم یار خان میں عرصہ سوا سال ہونے والا ہے کہ ہماری برادری کے دو قتل ہوئے تھے لیکن پولیس آج تک وہ قتل برآمد نہیں کرسکی۔ ہوا کیا ہے کہ جو ڈاکو قتل ہو جاتے ہیں یا مارے جاتے ہیں۔ تو ان کے ذمے یہ قتل لگایا جاتا ہے۔ لیکن وہ قاتل نہیں ہیں۔ صحیح قاتلوں کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ لیکن پولیس اس طرف نہیں جاتی اور اپنے آپ کو save کرنے کے لیے صرف ان کے ذمے قتل لگا دیتی ہے کہ وہ مارے گئے ہیں۔ وہ نہ ہوں گے تو نہ یہ برآمد گی ہو گی۔ میری یہ آخری التماس ہے کہ اس پر نظر ثانی کر کے یہ قتل برآمد کیے جائیں۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ لالہ صاحب! مہربانی۔ میاں عبدالحمید!

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی خواجہ صاحب پوائنٹ آرڈر پر ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، **********

جناب ڈپٹی سپیکر، **********

***(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : **********

جناب ڈپٹی سپیکر : **********

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : **********

جناب ڈپٹی سپیکر : **********

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : **********

جناب ڈپٹی سپیکر : **********

جناب ارشد عمران سلہری : **********

جناب ڈپٹی سپیکر : **********

(اس مرحلہ پر تمام معزز اراکین اپوزیشن ہاؤس سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب محمود اختر گھمن ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی پوائنٹ آف آرڈر پر محمود اختر گھمن صاحب۔

جناب محمود اختر گھمن : سپیکر کا اپنا ایک مقام ہوتا ہے۔ ایک اپنا احترام ہوتا ہے۔ جو ایم۔ پی۔ اے بھی اس سیٹ پر بیٹھتا ہے وہ بطور سپیکر کام کرتا ہے۔ ہر ممبر کو یہ لازم ہے کہ وہ اس سیٹ کو احترام دے۔ مجھے آج نہایت دکھ سے یہ بات کرنا پڑی کہ کھوسہ صاحب ایک سینئر پارلیمنٹیرین ہیں لیکن جس طریقے سے انھوں نے چیئر کو مخاطب کیا ہے۔ میں اس کی مذمت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، دیکھیے ' میں نے ہمیشہ ان کو غیر ضروری طور پر بھی وقت دیا ہے اس لیے کہ افہام و تفہیم سے کام چلے اور میں نے خواجہ صاحب کو ہمیشہ اہمیت دی لیکن وہ ہمیشہ غیر ضروری طور پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اجازت نہیں لیتے ہیں اور پوری تقریر کر دیتے ہیں۔ اب میں اس ہاؤس میں ان کو یہ وارننگ دیتا ہوں کہ میں اس رول کے مطابق چلوں گا۔ چاہے وہ قائد حزب اختلاف ہو۔ چاہے ڈپٹی قائد حزب اختلاف ہو۔ وہ جب چاہتے ہیں جیسے چاہتے ہیں ہم ان کے ساتھ اسی طرح تعاون کرتے ہیں لیکن وہ ایک لمحہ بھی معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمود اختر گھمن، جناب سپیکر! آپ نے ہمیشہ نہایت عزت کے ساتھ ان کو تمام وہ مقامات

***(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

دیے ہیں اور میں تھوڑا سا عرض کروں گا کہ آپ نے ان کو out of the way accommodate کیا ہے۔ اس لیے کہ اس ایوان کی فضاء اچھی رہے۔ لیکن مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جناب والا کی طرف سے جتنی بھی leviency show کی گئی اس کو انھوں نے otherwise لیا ہے اور پھر کسی کو قائد ماننا یا نہ ماننا ہر شخص کا بنیادی حق ہے۔ کسی مذہب کو، کسی قائد کو، کسی جماعت کو ماننا یا نہ ماننا ہر بچے کا، ہر ایم۔ پی۔ اے کا خواہ وہ سپیکر ہے، خواہ وہ ڈپٹی سپیکر ہے، وہ اس کا اپنا حق ہے۔ اگر آپ کسی کو نہیں مانتے، میں کسی کو نہیں مانتا، کسی شخص کو کسی کو قائد ماننے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ basic human rights کے خلاف ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

جناب محمد ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

ایک معزز ممبر (لابی سے): لوٹے

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ دیکھیں ان کا انداز۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت پر ہیں۔ یعنی سپیکر کی کرسی پہ اگر یہ ایسا کرتے ہیں۔ سپیکر کی کرسی پہ اگر یہ اس طرح کے فضول نعرے یا الفاظ استعمال کرتے ہیں تو ان کی جس قدر بھی مذمت کی جائے وہ میرے خیال میں کم ہے۔ یہ لوگ جمہوریت کے اہل ہی نہیں ہیں۔ یہ ملک میں افراتفری، محاذ آرائی اور ہر ممکن یہ کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح ہم اس ملک میں فتور پیدا کریں اور جمہوریت کی جڑوں کو کاٹ دیں۔ یہ ان کا مقصد ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب محمد ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ابھی تھوڑی دیر پہلے کھوسہ صاحب جو کہ اپنے آپ کو پرانے پارلیمنٹیرین کہتے ہیں اور ہم اب تک ان کو ان کے اپنے کہے کا مانتے بھی رہے ہیں۔ ان کا لہجہ، ان کا انداز تخاطب اور ان کے لفظوں کا انتخاب دونوں ہمارے لیے کوئی قابل تقلید نہیں ہیں بلکہ قابل مذمت ہیں۔ ان کے الفاظ سے اور ان کے رویے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف AYES کی طرف بیٹھنے کے لیے سیاست کرتے ہیں۔ NOES کی طرف بیٹھنے کے لیے سیاست نہیں کرتے۔ اگر یہ پولیٹکس کرتے ہیں تو پولیٹکس عوام کی بھلائی کے لیے ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کو چیک کرنے کے لیے ہوتی ہے تو ادھر بیٹھ کر ہم بھی چیک کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنا طریقہ کار ایسا وضع کیا ہوا ہے کہ کل خود انھوں نے الطاف حسین کی حمایت میں تقریریں کیں اور ان کے مقدموں کی مذمت کی جناب والا! ۱۹۹۲ میں عزیز آباد کا گیٹ توڑا گیا تو یہ نواز شریف نے تڑوایا! اگر وہاں پر بلڈوز کرنے

کے لیے ٹینک بھیجے گئے تو اس نے بھیجے اگر دماغوں میں اور کھلنوں میں ڈرلوں کے ساتھ سوراخ کیے ہوئے دیکھائے گئے تو انہوں نے ٹی۔ وی پر دکھائے اور جتنے بھی مقدمات ان پر بنائے گئے ہیں وہ ان ہی کے دور کے ہیں یہ تو اپنے قائد کے اچھے کیے ہوئے اقدام کو بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جناب والا! سپیکر کا conduct challengable نہیں ہے۔ ہم اور ہمارے سپیکر یہاں پر تشریف رکھتے ہیں تو ہم ان کا قد اور ان کا سیاسی مرتبہ کم کرنے کی' ان کو کسی صورت بھی اجازت نہیں دیں گے اور رولز کے مطابق جس طرح آپ ہاؤس کو چلا رہے ہیں اس کے لیے ہم آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ہم ہر طریقے سے آپ کے ساتھ ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہاؤس کو قانون کے مطابق چلانے سے اس کا وقار بلند کریں گے۔

جناب محمود اختر گھمن، جناب والا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت حوصلہ دیا ہے۔ لیکن میری آپ سے درخواست ہو گی کہ جو out of the way ان کو leniency دی جاتی ہے جناب والا! وہ نہ دی جائے اور اس ایوان کو strictly rules and regulations کے مطابق چلایا جائے اسی طرح سے ایوان کا وقار بلند ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے افہام و تفہیم سے ہاؤس کو چلانے کی یہ جو ڈھیل دی ہے کہ یہ حصہ لیں اسی وجہ سے یہ ہمارے لیے پریشانی کا باعث بنے ہوئے ہیں اور ہر لمحہ وہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو تنگ اور پریشان کریں اور وہ اس صورتحال سے باز نہیں آ رہے۔ اب میں بھی اس ایوان کو رولز کے مطابق چلاؤں گا۔

وزیر محنت (ملک اقبال احمد خان لنگڑیال)، جناب سپیکر! سپیکر کا احترام کرنا ان پر لازم ہے اور آپ کا تقدس پورے ہاؤس کا تقدس ہے۔ جناب سپیکر! جب آپ کرسی پر بیٹھے ہوں یا جب آپ آئیں حالانکہ آپ کبھی بھی کسی کی favour کی بات نہیں کرتے آپ ہمیشہ منصفانہ بات کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ شیر آیا شیر آیا۔ جب آپ صحیح اور سچی بات کریں اور وہ بات ان کو ناگوار گزرے اس وقت یہ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! آج بھی یہ قابل افسوس بات ہے کہ کھوسہ صاحب نے بغیر کسی رول کے بغیر کوئی قانون یا ضابطہ بتائے ہوئے جس طریقے سے یہاں انہوں نے سپیکر کی توہین کی ہے یہ قابل مذمت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اصل میں ان کے ذہن میں سرداری کی بو ہے اور یہ وہ سرداری یہاں ہاؤس میں

بھی ظاہر کرتے ہیں۔ جس طرح ان کے ذہن میں ان کے علاقے کی سرداری ہے ۔ یہاں یہ اپنے آپ کو ایک ممبر نہیں سمجھتے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ میں یہاں بھی سردار ہوں ۔

وزیر محنت، جناب سپیکر! یہ سرداری اور سرمایہ کاری نظام یہاں نہیں چلے گا۔ ہمیں اپنے سپیکر کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے اور ہم اس بات کی مذمت کرتے ہیں جو انہوں نے یہاں conduct کیا۔

جناب محمود اختر گھمن، جناب والا! ہم غریب محنت کشوں کے بیٹے ہیں اور ہم سرداری نظام کو condemn کر چکے ہیں ۔

وزیر اطلاعات (مہر سعید احمد ظفر) ، جناب سپیکر! ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن نے آج جس رویہ کا اظہار کیا اس بات کی ان سے توقع نہ تھی یہ بات درست ہے کہ وہ ایک لمبے عرصے سے پنجاب اسمبلی کے رکن چلے آ رہے ہیں لیکن آج کا ان کا یہ رویہ اور آج کی یہ guide-line کہ ہاؤس کو رولز اور پروسیجر کے مطابق چلایا جائے اس بارے میں ان کے ذہن میں ایک ایسا تفاوت تھا کہ وہ شاید اس بات کو assimilate نہیں کر سکے اور جان بوجھ کر انہوں نے اس ذمہ دارانہ اور غیر پارلیمانی رویے کا اظہار کیا ہے یہ ایک منفی سوچ ہے اور یہ جمہوری نظام کو صحیح سمت میں چلانے کے خلاف ایک سازش ہے جس کی ہم پر زور مذمت کرتے ہیں اور ہم آپ کے اس فیصلے اس جرأت اور اس بےباکی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس میں آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہاؤس کو صرف اور صرف Rules and Procedures کے مطابق چلایا جائے اور آپ کا یہ واضح اعلان کہ خواہ کوئی لیڈر آف اپوزیشن ہو یا لیڈر آف دی ہاؤس ہو یا جو بھی ہو اس کو رولز اینڈ پروسیجر کے مطابق آپ کو Custodian of the House سمجھ کر یہاں پر معاملات کو آپس میں بھائی بندی سے چلانا ہو گا نہ کہ زبردستی سے اور دھونس اور دھاندلی سے اس ہاؤس کو اپنی شرائط کے مطابق اپنی سوچ کے مطابق انہیں چلانے کی اجازت دی جائے گی۔ میں آپ کے اس موقف کو مکمل طور پر appreciate کرتا ہوں اور آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چونکہ جمہوریت کی خاطر ہم نے جمہوری اصولوں کی پاسداری کرنی ہے ۔ اپوزیشن واک آؤٹ کر گئی ہے۔ جمہوریت کی پاسداری کی خاطر میں عارف چٹھہ صاحب اور اکرام اللہ نیازی صاحب کو کہتا ہوں کہ وہ جائیں فاضل اراکین اپوزیشن کو یہاں منا کر لائیں یہ درست

نہیں ہے کہ ہاؤس کا اس طرح سے بائیکاٹ کیا جائے غلطی بھی اپنی اور پھر غصہ بھی ہم پر - یہ ان کو جا کر منائیں کہ جمہوریت کی خاطر ہم صبر کے ساتھ ان کو پھر welcome کریں گے کہ وہ آئیں اور ہاؤس کی کارروائی میں حصہ لیں۔

آوازیں، جناب سپیکر! مزاری صاحب کو بھی بھیج دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں زاہد محمود مزاری صاحب بھی تشریف لے جائیں۔

(اس مرحلہ پر جناب عارف چٹھہ - اکرام اللہ نیازی اور زاہد محمود مزاری صاحبان اراکین اپوزیشن کو منانے کے لیے باہر تشریف لے گئے)

چودھری نذر عباس بھٹی، جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بجٹ پر تقریر کریں گے یا------ کیونکہ ہم کارروائی تو جاری رکھیں۔

چودھری نذر عباس بھٹی، نہیں جناب والا! بجٹ پر تقریر نہیں کروں گا بلکہ یہاں پر جو ناخوشگوار واقعہ ہوا ہے اس بارے میں کچھ عرض کروں گا۔

جناب والا! آج یہ جو واقعہ اس ایوان میں رونما ہوا اور قابل احترام لیڈر جناب سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب نے آپ کے متعلق جو الفاظ ارشاد فرمائے میں اس پر مذمت کرتا ہوں اور جبکہ ہمارے ملک میں جمہوریت چل رہی ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے ہماری پی - ڈی - ایف کی حکومت اچھے طریقے سے چل رہی ہے تو نہ صرف یہ دوست حکومت کی مخالفت کر رہے ہیں بلکہ یہ لوگ اس ملک کی مخالفت کر رہے ہیں جبکہ کراچی میں اتنے حالات خراب ہیں انہیں چاہیے کہ حکومت کا ساتھ دیں دوسری طرف یہ لوگ حکومت مانگتے ہیں انہیں نہ اس ملک سے پیار ہے نہ اس ملک کی عوام سے پیار ہے انہیں صرف اور صرف حکومت کا پیار ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں ملے - میں اس کے ساتھ آپ کے اس فراخدلانہ اور غیر جانبدارانہ رویہ پر آپ کو مبارک باد بھی پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے آپ کے ساتھ اتنے جذبات اور اتنے غلط الفاظ استعمال کرنے کے بعد آپ نے ایک کمیٹی تشکیل دی کہ ان دوستوں کو منا کر لائیں لہٰذا میں ان دوستوں سے درخواست کروں گا کہ انسانیت اس چیز میں ہے کہ ہم آپس میں بھائی بھائی بیٹھے ہیں کوئی ہماری مخالفت نہیں ہے کوئی ہماری دشمنی نہیں ہے تو ایسے دوستوں کو ہماری حکومت بلکہ ان ہی لوگوں کی انہی دوستوں کی یہ حکومت ہے تو ان دوستوں کو کسی وقت بھی سپیکر کی کرسی کے خلاف سپیکر کی شان کے خلاف کوئی ایسے الفاظ

نہیں بولنے چاہییں میں ان کے خلاف اپنی طرف سے پرزور مذمت کرتا ہوں کہ ایسے دوستوں کو ایسا رویہ نہیں اپنانا چاہیے۔ اس کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ظہیر الدین صاحب!

جناب محمد ظہیر الدین خان، جناب والا! جیسے جناب نے ارشاد فرمایا کہ کارروائی جاری رہنی چاہیے۔ میں ایک تو بجٹ کے حوالے سے اور ایک واقعہ جو ابھی ہوا ہے اس کے حوالے سے ایک دو نکات پر گزارش کروں گا۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے اور ہمارے جو آفیسر تشریف رکھتے ہیں ان کی وساطت سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ saline area اور کلرزدہ زمینوں کے لیے جپسم کی ضرورت ہے۔ subsidise طریقے سے جو ہمیں ملتی تھی اس کے حساب سے وفاقی حکومت کی طرف ہمارے تقریباً 57 لاکھ ٹن due ہے جن پر چند ایک اعتراضات لگے تھے جس کی وجہ سے رکی ہوئی ہیں اور اب انھیں ریلیز کرنے کا وعدہ کیا ہے وہ کیا جائے اور جس گرین ٹیوب ویل سکیم کا اعلان کیا گیا تھا اس کو دوبارہ جاری کیا جائے۔ شدت سے پانی کی کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ جناب والا! کچھ دیر پہلے ہاؤس کی روایت رہی ہے کہ within the country دوسرے صوبوں میں بھیجا کرتے تھے۔ میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ دونوں طرف سے حزب اختلاف اور حزب اقتدار کی طرف سے کچھ پارلیمانی سیکرٹریز منسٹرز، چیئرمین یا ممبرز کے گروپ بنا کر سٹڈی کے لیے بلوچستان سرحد اور سندھ میں بھیجا جائے۔ جیسا کہ ایگریکلچر سٹڈی کے لیے جنگلات اور فشریز کی سٹڈی کے لیے جب ہم آپس میں مل کر سفر کریں گے اور سفر وسیلہ ظفر بھی ہوتا ہے۔ محبت کا ایک طریقہ کار بھی بنتا ہے وسیلہ بنتا ہے اور جو ایک طریقہ کار منقطع ہو چکا ہے اسے گروپس بنا کر within the country بھیجا جائے اس سے ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور ایک اسمبلی میں بہتر طریقے سے وقت گزارنے میں صورت حال بہتر ہو گی۔ اس پرانے طریق کار کو initiate کیا جائے۔ پہلے تو اس کو out of the country بھی بھیجا جاتا تھا۔ اب میری گزارش ہے کہ ویسے ہی گروپس بنا کر باہر بھیجے جائیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، غلام عباس صاحب! آپ بجٹ پر تقریر فرمائیں گے؟

جناب غلام عباس: میں 24 تاریخ کو تقریر کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی اور مقرر ہے؟ غلام عباس صاحب میرے خیال میں اگر آج تقریر فرمائیں

تو بہتر ہو گا کل تو اور زیادہ سخت پوزیشن ہو جائے گی۔ تو آپ آج بھی تقریر کر سکتے ہیں۔

جناب غلام عباس، جناب والا! کل رامے صاحب کے چیمبر میں بات ہوئی تھی انھوں نے 24کو تقریر کے لیے کہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس دن بھی discussion ہے تو گورنمنٹ پارٹی کی طرف سے اگر کوئی صاحب بجٹ پہ تقریر فرمانا چاہیں تو اجازت ہے۔ جنھوں نے پہلے بجٹ پر تقریر نہیں کی۔ کھر صاحب آپ تقریر فرمائیں گے؟

ملک عبدالرحمٰن کھر، جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی آپ تقریر فرما سکتے ہیں۔ جناب عبدالرحمٰن کھر صاحب۔

ملک عبدالرحمٰن کھر، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بولنے کا موقع دیا۔ جناب والا! چونکہ بجٹ کے بارے میں یہاں ہاؤس میں پہلے بھی بہت ساری تقاریر ہو چکی ہیں اور ہمارے بھائیوں نے اس کے اوپر بہت روشنی ڈالی ہے۔ میں یہی عرض کروں گا کہ ہم نے بجٹ کے بارے میں جو کچھ دیکھا ہے اور جو کچھ سمجھا ہے مخدوم الطاف صاحب نے بہت اچھا بجٹ پیش کیا ہے۔ کیونکہ مخدوم صاحب نہایت ہی دیانت دار آدمی ہیں اور انھوں نے ہر چیز پر پورا مطالعہ کر کے اس بجٹ کو پیش کیا ہے۔ لیکن کچھ دوستوں کو یہ اعتراض رہا ہے کہ اس بجٹ میں بیورو کریسی کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔ جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ بجٹ تقریباً بیورو کریسی ہی بناتی ہے۔ ڈسٹرکٹ لیول پر بھی اور پنجاب لیول پر بھی بلکہ ہر جگہ پر اس میں آپ سے میری یہ گزارش ہے کہ آپ اسمبلی کو اس قسم کا فعال بنائیں جس سے کہ یہ ممبر حضرات با اختیار ہوں اور وہ بجٹ میں اپنی پوری تجاویز پیش کر سکیں۔ کیونکہ شروع سے ہی یہ سسٹم ایسا چلا آ رہا ہے اور آپ کے علم میں ہو گا کہ جنھوں نے یہ سسٹم بنایا ہے اور اس سسٹم میں کوئی تبدیلی آئی ہی نہیں ہے۔ تو ہم روز روز بیورو کریٹس پہ فلاں پہ فلاں پہ یا ہم جو بھی کہتے رہیں گے یا یہ کہ پچھلی گورنمنٹ نے یہ کیا ہم نے یہ کیا تو یہ بجٹ ایسے ہی بنتے آئیں گے۔ بجٹ میں اس وقت تک تبدیلی نہیں آ سکتی جب تک کہ ہم اپنا سسٹم نہ بدلیں اور ہمارا سسٹم پہلے کا بنا ہوا اور اس پر کوئی توجہ نہیں دے رہا۔ اسمبلی کا حال یہ ہے کہ جب یہاں پر سپیکر کا وقار نہیں رکھا جائے گا جہاں کسی ممبر کی عزت کا وقار نہیں ہو گا تو پھر ہم بجٹ کیسے بنائیں گے۔ اس بارے میں

ہمیں کون پوچھے گا۔ اس میں اپوزیشن کو بھی اور حکومتی بنچز کو بھی سنجیدہ ہونا پڑے گا اور ہمیں اپنے سسٹم کو تبدیل کرنا پڑے گا رولز کو تبدیل کرنا پڑے گا تب جا کر ہم عوامی امنگوں پر پورا اتر سکیں گے۔ کیونکہ ہمیں وہاں سے لوگ اس لیے منتخب کر کے بھیجتے ہیں کہ ہم جائیں گے ان کے لیے کوئی بجٹ بنائیں گے ان کے علاقے کا فائدہ کریں گے۔ جناب والا! یہ صحیح ہے کہ ہم سب اپنی طرف سے کوشش کرتے ہیں لیکن ہوتا وہی ہے جو اوپر سے آجاتا ہے اور اوپر والوں کو پتا نہیں ہوتا کہ فلاں علاقے کے مسائل کیا ہیں۔ تو میں اس بجٹ کے بارے میں آپ سے یہی عرض کر سکتا ہوں کہ اس اسمبلی کو فعال بنایا جائے۔ جناب والا! آپ کی اور جناب سپیکر صاحب کی کئی دفعہ رولنگ آچکی ہے کہ فلاں چیز کا خیال کریں۔ فلاں وقت پر نہیں آتا فلاں کچھ نہیں ہوتا۔ جناب والا! جب تک ہم اسمبلی کے ساتھ سنجیدہ نہیں ہوں گے اس وقت تک ہماری کوئی ڈیمانڈ پوری نہیں ہو گی اور ہمارا یہی رونا ہو گا کہ پچھلی گورنمنٹ نے یہ کر دیا بیوروکریسی نے یہ کر دیا ہے فلاں نے یہ کر دیا ہے۔ جناب والا! بیورو کریسی والے بھی ہم میں سے ہیں اور ہم بھی انہی میں سے ہیں۔ تو اگر ہم لوگ آپس میں بیٹھ کر کوئی ایسا طریقہ کوئی ایسا قانون پاس کریں کیونکہ اسمبلی سپریم پاور ہے۔ اسمبلی سے سب کچھ ہوتا ہے لیکن اسمبلی بے اختیار ہے۔ اسمبلی کو اس طرح کا اختیار ہونا چاہیے۔ اپوزیشن کو حکومت کو اور جو لوگ اقتدار میں ہیں ہمارے پاس اس قسم کا جواز ہونا چاہیے کہ ہم لوگوں کی فلاح کے لیے کام کر سکیں۔ جناب والا! یہاں پر دوستوں نے اوکاڑہ کے بارے میں بھی بڑی تقاریر کی ہیں کہ اوکاڑہ میں یہ دیا گیا ہے وہ دیا گیا ہے۔ جناب کیا اوکاڑہ پنجاب میں نہیں ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ میں بھی پسماندہ علاقے کا آدمی ہوں اور اسی پسماندہ علاقے سے جیت کر آیا ہوں۔ جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ ہم نئے منتخب ہو کر آئے ہیں ہمیں پتا ہی نہیں کہ بجٹ بنتا کیسے ہے اور بجٹ کا سسٹم کیا ہے۔ ہم نے بھی اپنی طرف سے کوئی مفید سکیمیں نہیں بھیجیں۔ ہم نے جو سکیمیں بھیجی ہیں تو وہ منظور ہوئی ہیں۔ میری گزارش ہے کہ ایک تو علاقے کے ایم پی ایز حضرات کو اعتماد میں لینا چاہیے اور ان سے پوچھنا چاہیے۔ اب میں مثال کے طور پر آپ کو مظفر گڑھ کی مثال دیتا ہوں۔ مظفر گڑھ سے تقریباً پشاور، کراچی بلکہ وہاں سے ہر صوبے کی ٹریفک گزرتی ہے۔ لیکن وہ صرف بیس فٹ کی گلی ہے جہاں سے ساری ٹریفک گزرتی ہے۔ وہاں کے لیے بائی پاس کی تجویز ہے لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا۔ اگر اس قسم کی میجر تبدیلیاں آئیں اور علاقے کی مناسبت سے بجٹ میں سکیمیں آئیں تو علاقوں کو بھی فائدہ ہو گا اور اس ملک کے لیے بھی فائدہ ہو گا۔ جناب

والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور مجھے تھوڑا سا اظہار خیال کا موقع ملا۔ میرے دوستوں کو میری تقریر پسند نہیں آئی تو اس لیے میں wind up کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ مہربانی۔ کوئی اور دوست جنھوں نے بجٹ پر پہلے تقریر نہیں کی۔ غلام فرید چشتی صاحب ـــــ اگر آپ نے پہلے بجٹ پر تقریر نہیں کی تو اب آپ تقریر کرنا پسند فرمائیں گے؟

جناب غلام فرید چشتی، آج نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، رائے نور محمد صاحب میرے خیال میں آپ اچھے مقرر ہیں آپ Extempore بول سکتے ہیں۔

میاں اظہر حسن ڈار، جناب والا! اگر اجازت ہو تو ہم دوسری مرتبہ تقریر کر لیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں یہ precedent نہیں ہے۔ جی رائے نور محمد کھرل۔

رائے نور محمد کھرل، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اجازت بخشی۔ جناب والا! بجٹ پر میرے دوستوں نے اور اپوزیشن کے دوستوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا میں بھی بجٹ کے سلسلے میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ کسی بھی ملک کسی بھی قوم یا کسی بھی گھر کا ہو اس کا انسانی زندگی میں بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ جناب والا! میں نے بے شمار بجٹ ملکی سطح پر بھی صوبائی سطح پر بھی بنتے سنتے دیکھا اخباروں میں پڑھا کہ جب بھی بجٹ آیا چاہے مرکز کی حکومت نے پیش کیا چاہے صوبائی حکومت نے پیش کیا اول تو بجٹ سے پہلے بجٹ کے بارے میں شور و غوغا شروع ہوا کرتا تھا کہ بہت سخت بجٹ آ رہا ہے۔ جان لیوا بجٹ آ رہا ہے لیکن بجٹ کے پیش ہوتے ہی پورے ملک میں مہنگائی کے بارے افراط زر کے بارے یعنی کہ ہر قسم کی افواہیں حکومت کے بارے میں گردش کرتی تھیں۔ اخباروں میں واویلا ہوا کرتا تھا لیکن اس دفعہ میں اپنے تجربے کے مطابق چونکہ اللہ کی مہربانی سے مجھے یہاں پنجاب اسمبلی کا چار دفعہ ممبر بننے کا موقع ملا ہے۔ اور کئی بجٹ منظور ہوتے دیکھے۔ اسی طرح قومی اسمبلی کے بھی کئی بجٹ دیکھے اور سنے میرا بطور پاکستانی شہری ان پر عام آدمی کی طرح رد عمل ہوتا تھا لیکن میں اس دفعہ کے بجٹ کے بارے میں اتنا عرض کروں گا۔ ملکی سطح پر قومی بجٹ کے بارے میں بھی اور صوبائی بجٹ کے بارے میں بھی اس دفعہ عوامی سطح پر بھی اور اخبارات میں بھی اتنا شور و غوغا نہیں ہوا۔ مجھے پچھلے

بیس سال کے تمام بجٹ اچھی طرح یاد ہیں چاہے وہ مارشل لاء دور کے تھے یا جمہوری دور کے لیکن بجٹ پر شور وغوغا ہمیشہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس دفعہ خدا جانے کیا بات ہے کسی بھی بجٹ کے بارے میں کوئی شور وغوغا سننے میں نہیں آیا۔ لہذا میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ صوبائی سطح پر بھی اور قومی سطح پر بھی بجٹ نہایت اچھے پیش ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں محترمہ بینظیر صاحبہ کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں صوبائی سربراہ میاں منظور احمد وٹو کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان کے رفقائے کار کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے بجٹ بنانے میں ان کے ساتھ تعاون کیا اور مدد فرمائی۔ جناب والا! جو بجٹ بنتا ہے تو اس میں بہت ساری باتیں رکھی جاتی ہیں۔ بہت سارے ترقیاتی کاموں کے لیے بھی رقم رکھی جاتی ہے' بہت سارے علاقوں کی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے رقم رکھی جاتی ہے۔ جناب والا! آپ نے خود ہی مجھے اجازت دی ہے وقت کا خیال تو نہیں رکھا جائے گا کیونکہ سارے دوست بول چکے ہیں۔ ....

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں آپ بولتے چلے جائیں۔ جب تک آپ کا دل چاہے بولیں۔

رائے نور محمد کھرل، جی مہربانی۔ سننے والا چاہے کوئی نہ ہو میں بولتا رہوں۔ جناب والا! جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ بجٹ جو ہوتے ہیں' چاہے وہ گھر کا بجٹ ہو یا ملک کا ہو صوبے کا ہو اس سے ہر شخص متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح میں یہ توقع کرتا ہوں کہ ہمارا جو صوبائی بجٹ ہے جس کی ہم یہاں نمائندگی کرتے ہیں اور میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں اور میرے چند ایک ساتھی جو ۱۹۸۵ء سے متواتر یعنی چوتھی مرتبہ منتخب ہوئے ہیں وہ چند ایک ہوں گے۔ مجھے بھی یہ اعزاز نصیب ہوا۔ لیکن اس دوران ہماری جو کارکردگی رہی میں نہیں سمجھتا کہ میں اپنی کارکردگی کی وجہ سے منتخب ہوا ہوں۔ اللہ کی مہربانی کے علاوہ میں اس لیے منتخب ہوتا رہا کہ اسمبلیاں اپنا پیریڈ مکمل نہ کر سکیں کیونکہ وہ قبل از وقت ٹوٹتی رہیں اور مجھے یہ بات کہنے کا موقع ملتا رہا' میں اپنے علاقے کے دوستوں کے کام تو کروا نہ سکا لیکن یہ کہتا رہا کہ مجھے اس کے لیے وقت نہیں ملا۔ اس لیے مجھے اور موقع دیں۔ میں ان لوگوں کی مہربانی سے تعاون سے ان کو دوبارہ اعتماد میں لیتے ہوئے منتخب ہو گیا ہوں لیکن اب میں توقع رکھتا ہوں کہ یہ اسمبلیاں جمہوری نظام کی بہتری کے لیے اور عوام کی بھلائی کے لیے اپنی مدت پوری کریں گی۔ ملک کی بقاء اور استحکام کی خاطر انہیں اپنی مدت پوری کرنی چاہیے۔ ملک کی ترقی خوشحالی اور استحکام کے لیے میں ایم پی اے اور ایم این اے شپ قربان کرنے کے لیے تیار

ہوں۔ جناب والا! میں یہ بھی عرض کروں گا کہ مواقع کبھی کبھی ملتے ہیں اور اب مجھے اپنی عوام کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ میں آپ کے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ جناب والا! میرا علاقہ ساٹھ ستر کلو میٹر کے قریب دریائے راوی کے ساتھ ساتھ واقع ہے۔ دریائے راوی کے کنارے پر ہونے کے ناتے سے آپ اس کی پسماندگی کا اندازہ لگائیے کہ جو علاقے دریاؤں پر واقع ہیں وہ کتنے خوشحال ہوتے ہیں یا پسماندہ ہوتے ہیں؟ جناب والا! میں چونکہ چوتھی دفعہ منتخب ہوا ہوں اس دفعہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا تعلق ضلع اوکاڑہ سے ہے اور میرا تعلق بھی ضلع اوکاڑہ سے ہے۔ آپ کو بھی علم ہے اور آپ بھی میرا حدود اربعہ جانتے ہیں لیکن میرے حلقے کی پسماندگی کا یہ عالم ہے میں آپ کو اپنے حلقے کی صورت حال بتاتا ہوں۔ یہاں پر تو لوگ باتیں کرتے ہیں ڈگری کالجوں کی۔ یہاں باتیں کرتے ہیں لوگ انٹر کالجوں کی میرے علاقے میں کالج تو کیا ہائر سیکنڈری سکول بھی موجود نہیں ہے۔ اور میں یہ مثال بھی آپ کو پیش کرتا ہوں مجھے کئی اضلاع میں جانے کا موقع ملا پورے پنجاب میں جانے کا موقع ملا' کئی حلقوں میں جانے کا موقع ملا۔ میں جہاں بھی گیا' جہاں سے بھی گزرا میں نے چوڑی سڑکیں دیکھیں' ڈبل روڈ بھی دیکھے پنجاب کے ہر حلقہ سے ایک یا دو مین روڈ جو چوڑی سڑکیں ہوتی ہیں وہ گزرتی ہیں۔ لیکن میں اپنے حلقہ کے بارے میں بتاتا ہوں کہ میرا حلقہ واحد حلقہ ہو گا جس میں ساٹھ کلو میٹر علاقے میں ایک انچ بھی پختہ چوڑی سڑک نہیں گزرتی۔ اس سے آپ میرے حلقے کی پسماندگی کا اندازہ لگائیے۔ جناب سپیکر! وہاں پر ایسے بے شمار دیہات ہیں جن میں ابھی تک بجلی نہیں ہے جب کہ ہماری ترقی یافتہ دنیا زمینی دنیا سے بھی تنگ آ چکی ہے دنیا کے افراد اب چاند پر ڈیرہ لگانا چاہتے ہیں۔ لیکن میرے حلقے کے لوگوں کو ابھی تک بجلی کی روشنی بھی نصیب نہیں ہے۔ واپڈا کا میرے ساتھ سلوک یہ ہے کہ ابھی تک ۹۳ــــ۱۹۹۲ء کا فنڈ استعمال نہیں کیا۔ ۹۵ــــ۱۹۹۴ء کے وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈز میں انہوں نے کچھ مہربانی فرمائی انہوں نے ڈائریکٹو بھی جاری کیا لیکن اس پر بھی ابھی تک کام نہیں ہوا۔ آپ میرے حلقے کی پسماندگی اور میری بے بسی کا خود ہی اندازہ لگائیں۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ایک طرف تو حکومت کہہ رہی ہے کہ تعلیم عام کی جائے۔ فروغ تعلیم کے لیے کافی رقم بھی مختص کی گئی ہے لیکن دوسری طرف اس حلقے میں ابھی تک لڑکیوں کے دو یا تین ہائی سکول بنے ہیں اور ایک سکول سے دوسرے سکول کا فاصلہ پندرہ بیس میل سے کم نہیں۔ میں جناب کی وساطت سے اور پورے ہاؤس کی وساطت سے

جناب وزیر اعلیٰ کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اب یہ سلسلے ختم ہونا چاہیے اور مساوی سلوک ہونا چاہیے۔ جناب والا! میں مساوات پر یقین رکھتا ہوں لیکن ترقی کے سلسلہ میں یہ جو مساوی سلوک ہے کہ ہر اس حلقہ کو پچاس لاکھ روپے کی گرانٹ دی جاتی ہے جس حلقہ کے سارے دیہاتوں میں پختہ سڑکات موجود ہیں جب کے میرا حلقہ میں پچھلے دس سال میں پانچ چھ دیہات پختہ ہوئے ہیں اور باقی کسی دیہات میں سولنگ تک نہیں ہوئی۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ کے لوگ بھی چوڑی سڑکوں کے خواہش مند ہیں، بجلی کے خواہش مند ہیں کالجوں اور سکولوں کے خواہش مند ہیں اور مجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمیں بھی بنیادی ضروریات زندگی مہیا کی جائیں۔ اسی طرح باقی شعبہ ہائے زندگی میں بھی آپ اندازہ لگالیں بے روزگاری کے بارے میں میرا حال کیا ہو گا اور لوگوں کا حال کیا ہو گا۔ اس کے ساتھ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ 70 کلو میٹر کی لمبائی۔ دریائے راوی پر چار اضلاع کا بارڈر، ضلع قصور، ضلع شیخوپورہ، ضلع ساہیوال اور ضلع فیصل آباد۔ یہ چار اضلاع کا بارڈر میرے حلقے کے ساتھ لگتا ہے۔ اور چلتا ہے۔ اور ساتھ ضلع اوکاڑہ کو، ضلع شیخوپورہ کو، ضلع فیصل آباد کو دریائے راوی علیحدہ کرتا ہے۔ میں نے اس سلسلے میں بے شمار کوششیں کیں کہ وہاں کے بسنے والے لوگوں کے لیے کیونکہ ضلع شیخوپورہ کے لوگ، فیصل آباد کے لوگ معاشی، طبقاتی لحاظ، ہر لحاظ سے اس کے ساتھ منسلک ہیں۔ اور انہیں دریا عبور کرنے کے لیے میل ہا میل کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ جناب والا! میری جناب چیف منسٹر صاحب سے گزارش ہے کہ وہاں دریائے راوی پر حلقہ کے علاقے میں سنٹر میں راوی کا پل پختہ تعمیر کیا جائے دوسرا جناب والا! اس وقت جو سب سے زیادہ ملکی صورت حال ہے اس کے بارے میں بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں باہر بیٹھا ہوا سن رہا تھا کہ اپوزیشن والے دوست بائیکاٹ کر چکے ہیں۔ میرا بھی اپوزیشن کی اکثریت کے ساتھ کافی عرصہ واسطہ رہا ہے شاید میں آج اسی اپنے علاقے کی پسماندگی کی وجہ سے ان حکومتی بنچوں پر بیٹھا ہوا ہوں۔ اپنے علاقے کی پسماندگی کی وجہ سے یہاں بیٹھا ہوں۔ میرے بھی کچھ نظریات ہیں۔ سب سے پہلا میرا نظریہ۔ جو کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے۔ کہ ملک کا استحکام ہر حال میں ہونا چاہیے۔ دوسرا جمہوریت جیسی ہو، جس حال میں بھی ہو وہ ملک میں قائم رہنی چاہیے۔ میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ یہ چیزیں جو ہیں یہ ملکی سالمیت وغیرہ سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ باقی حکمرانوں کا، حکومتوں کا، جو لوگ با حیثیت ہوتے ہیں، با اختیار ہوتے ہیں ان کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ سب سے پہلے اس ملک کے افراد کو

انصاف مہیا کریں۔ انصاف سب سے پہلی چیز ہے۔ ہٹلر نے کہا تھا کہ "غربت سخاوت سے دور نہیں ہوتی۔ غربت انصاف سے دور ہوتی ہے"۔ انصاف ایک ایسی چیز ہے جو کہ ہر آدمی کو ہر شعبہ زندگی میں ملنا چاہیے۔ یہ کرائم وغیرہ یہ عدالتوں کا انصاف نہیں' ہر شعبہ زندگی میں ہر سطح پر ہر آدمی کو' عام آدمی کو انصاف ملنا چاہیے۔ جو بھی حکمران انصاف قائم کرتا ہے' لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت اس کی مشینری انصاف کرتی ہے انتظامیہ ہو' عدلیہ ہو' خواہ جس سطح کی بھی مشینری ہو انصاف کرتی ہے تو وہی کامیاب ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر ملک کی ترقی' صوبے کی ترقی' علاقے کی ترقی دوسرے نمبر پر ہے جو کہ ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ترقی کے دور میں ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا بچہ اچھے سکول میں پڑھے میرے گاؤں میں پختہ سڑک ہو' میرے گاؤں کی گلیاں پختہ ہوں' نزدیک ترین مجھے کالج ملے' بجلی سے میرا گھر روشن ہو۔ آج ہر آدمی کی یہ خواہش ہے۔ جناب والا! ایک تو دیہات میں سہولت کا فقدان کہ وہ لوگ شہروں کا رخ کرتے ہیں اور شہروں کی آبادی دن بدن کثرت سے بڑھ رہی ہے جس سے کرائم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں کراچی کی بدنیتی کو بھی اس پر مشتبہ کروں گا کہ وہاں صرف اور صرف آبادی کثرت سے بڑھنے سے وہ over control ہو چکا ہے۔ تیسرا لاہور پر بھی آئے دن لوڈ پڑ رہا ہے۔ اس مسئلے میں اگر ہم دیہات کی حالت سدھاریں گے تو شہروں پر لوڈ کم ہو گا۔ اور آئندہ ہمارے حالات بہتر ہوں گے۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ شاید اپنے علاقے کی پسماندگی سے مجھے ادھر بیٹھنے کا موقع اس بات سے ملا کہ میں اپنے علاقے کی پسماندگی اور اس کی محرومی کی وجہ سے ادھر آیا۔ اگر ادھر بھی اسی طرح میرے علاقے کے لوگ ضروریات زندگی کی سہولتوں سے محروم رہے تو میں اپنے عوام کو کیا جواب دوں گا۔ اور جبکہ آج وزیر اعلیٰ پنجاب اوکاڑہ سے ہیں۔ اس لیے مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں اسمبلی میں یہ کہوں کہ میرا علاقہ ابھی تک پسماندہ ہے۔ لیکن میں نے اپنے علاقے کے عوام کے مسائل کا اظہار خیال کرنے کے لیے اس فورم کو مناسب سمجھا۔ اس فورم سے اور کونسا فورم بہتر ہو سکتا ہے کہ میں اپنی آواز یہاں سناؤں۔ جناب والا! میں اپوزیشن کے حوالے سے بات کروں گا کہ میرے نزدیک خواہ اپوزیشن کا ممبر ہو خواہ اقتدار کا ممبر ہو' خواہ اپوزیشن لیڈر ہو خواہ ایوان کا لیڈر ہو' فرائض ہر آدمی کے ایک ہی ہیں۔ ان کا کام بھی لوگوں کی بھلائی ہے ان کا کام بھی لوگوں کی بھلائی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر جہاں خرابی ہو تو اپوزیشن کا کام ہے وہاں پر پوائنٹ آؤٹ کرنا کہ اس مسئلے

میں خرابی ہے۔ اس کو اس طرح دور کرنا چاہیے۔ ایسی کمیٹی تشکیل دینی چاہیے جبکہ کمیٹیاں بنتی ہیں۔ ذاتی طور پر بھی کمیٹیاں بنتی ہیں اپوزیشن کے لوگ بھی ممبر ہوتے ہیں اقتدار کے لوگ بھی ممبر ہوتے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے کے ساتھ ' افہام و تفہیم کے ساتھ مفاہمت کے ساتھ' صلاح مشورے کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ میرے خیال میں یہ اپوزیشن کا تصور یہ اقتدار کا تصور ختم ہونا چاہیے۔ کیونکہ اتنے باشعور لوگ جن کو عوام منتخب کرتی ہے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جو یہاں پر منتخب ہوکر آتے ہیں وہ اپنے حلقے کے عوام کے قیمتی ووٹوں کے ذریعے یہاں پہنچتے ہیں۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ خواہ اپوزیشن ہو' خواہ اقتدار ہو ان کا کام ایک ہی ہے۔ میں یہاں سنتا رہتا ہوں کہ اجلاس میں نہیں آتے میں بھی شاید ان لوگوں میں سے ایک ہوں۔ لیکن میں نے کئی سال سے اکثر یہ بھی دیکھا ہے کہ یہاں پر ہم جس مقصد کے لیے آتے ہیں' اور جس مقصد کے لیے یہ ہاؤس بنا ہے اس مقصد کی بات آج تک یہاں نہیں ہوئی۔ بہت سارے ایسے قوانین ہیں پنجاب لیول پر اور ملکی لیول پر بھی کہ جنہیں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے ۔ ہمیں ایک ایسی کمیٹی تشکیل دینی چاہئے جو کہ ہر محکمہ کے بارے میں ایک رپورٹ تیار کرے اور ان قوانین میں تبدیلی لائی جائے۔ جس میں لوگوں کے لیے سہولت پیدا کی جائے۔ مثلاً ایک فائل' ایک درخواست چلتی ہے منسٹر سے ' وہ سیکرٹری اوپر جاتی ہے پھر نیچے آتی ہے اور پھر اوپر جاتی ہے تو کم از کم چھ سات ماہ وہ فائل بنتے بنتے' لکھتے لکھتے' کاغذ لگاتے لگاتے اتنا ڈھیر بن جاتا ہے کہ پھر کوئی آدمی بھی خواہ کلرک ہو خواہ وہ دفتر کا سربراہ ہو اس کو ہاتھ لگانے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ جناب والا! سسٹم کو پیچیدہ در پیچیدہ کیا جا رہا ہے۔ جبکہ سسٹم کو آسان کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عام آدمی کو بھی پراسس کرنے میں کچھ دیر نہ ہو ۔ اور ڈویلپمنٹ کا بھی یہی حال ہے کہ ایک سرے سے رقم چلتی ہے اور دوسرے سرے پر پہنچتے پہنچتے سال گزر جاتا ہے پھر رقم lapse ہو جاتی ہے۔ جبکہ یہ ہمارے صوبے کی رقم ہوتی ہے ماہ جون آ جائے تو یہ کسی اور صوبے کی ہوجاتی ہے۔ جون میں یہ lapse ہو جاتی ہے۔ پھر اس کو دوبارہ اس کو renew کرتے کرتے چار پانچ ماہ گزر جاتے ہیں۔ اس سسٹم میں آسانی پیدا کرنے کے لیے ہمیں نہایت سخت اقدامات کرنے چاہییں۔ جناب والا! اس وقت لوگوں میں تعمیر و ترقی کا بہت شعور آ چکا ہے۔ عمارتیں بنتی ہیں ' سڑکیں بنتی ہیں ' سولنگ بنتے ہیں' بجلیاں لگتی ہیں تو بنتے بنتے لگتے لگتے کافی عرصہ گزر جاتا ہے۔ جناب والا! میں ٹھیکیداری نظام کے سلسلے میں گزارش کرنا چاہتا تھا کہ ہمارے صوبے کا' ہمارے

ملک کا ٹھیکیداری نظام اتنا تباہ ہو چکا ہے' اتنا خستہ حال ہو چکا ہے کہ اس کا اب پرسان حال کوئی نہیں ہے۔ ٹھیکیداروں کو قانونی تحفظ حاصل ہے' ٹھیکیدار کو بلیک لسٹ بھی کیا جاتا ہے یا کسی ٹھیکیدار کو یہ کہا جاتا ہے کہ تم نے کام اچھا نہیں کیا یہ کہہ کر اس کا بل روک لیا جاتا ہے تو وہ stay لے لیتا ہے۔ میں اس طرح کے کئی کام دکھا سکتا ہوں کہ جن پر کوئی چیک نہیں کوئی بیلنس نہیں ہے۔ ٹھیکیداری نظام کے بارے میں کوئی نیا قانون بنانا چاہیے۔ کیونکہ ہر قوم کا مستقبل تعمیر و ترقی پر ہوتا ہے۔ یہ اسمبلی بلڈنگ دیکھیں یہ 1938ء میں تیار ہوئی تھی لیکن آپ اس کو اس طرح دیکھ رہے ہیں کہ یہ بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔اس کے برعکس جو پچھلے سالوں میں عمارتیں بنی ہیں ان کو جا کر دیکھیں تو ان کے آثار صدیوں پرانے نظر آتے ہیں۔ میں یہاں پر یہ بھی عرض کروں گا کہ قائد ایوان میاں منظور احمد وٹو کا تعلق زمیندار کلاس سے ہے۔ اور وہ بھی معمولی زمیندار' وہ کوئی بڑے صنعت کار نہیں' کوئی جاگیر دار نہیں ہیں۔ ان کی فہم و فراست کی وجہ سے ' ان کی عقل مندی اور دانش مندی کی وجہ سے خداوند کریم نے انہیں یہ نصیب بخشا۔

میں یہ چاہتا ہوں کہ ایسے آدمی کی صورت میں اگر اصلاح نہ ہوئی تو پھر کب ہو گی؟ میرا بہت تجربہ ہے۔ آپ کا بھی بہت تجربہ ہے۔ آپ کے بیانات بھی اکثر اخباروں میں پڑھتے ہیں۔ آپ بڑے روشن دماغ ہیں۔ آپ بہت اچھے اچھے بیان دیتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ حقیقت پسند آدمی ہیں۔ کسی وقت میں آپ نہیں ہے۔ نہ ہی وقت کے دھارے میں بہنا چاہیے۔ میں بھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ تبدیلی کی ضرورت ہے اور انتظامی سطح پر سیاسی امور پر پارٹی میٹنگ ہو' سیاسی امور پر بحث ہو۔ سیاست زیر بحث آتی ہے۔ پارٹیوں کے اختلاف زیر بحث آتے ہیں۔ لیکن یہ نظام تو چلنا ہے۔ پیپلز پارٹی ہو' پی ڈی ایف ہو' مسلم لیگ ہو' یہ جمہوریت چلتی رہے گی۔ پھر جاتی رہے گی۔ لیکن انتظامی سطح پر تبدیلی کی ضرورت ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جناب عارف چٹھہ صاحب۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جناب سپیکر! آپ سے استدعا ہے کہ آپ اپوزیشن کو ہاؤس میں واپس بلانے کی گزارش کریں۔ وہ انشاء اللہ آ جائیں گے۔ اور ان کے جذبات کو جو الفاظ کی ٹھیس پہنچی ہے۔ وہ بھی کارروائی سے حذف فرمائیں۔ اور ہاؤس کو بہتر طریقے سے چلانے کے لیے ہم نہیں چاہتے کہ کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ کسی بھی لیڈر شپ کے خلاف'

ہم نے ایک معاہدہ کیا ہے' کہ بات نہیں کریں گے۔ تو اس لحاظ سے میں گزارش کرتا ہوں کہ اگر ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ ان کی لیڈر شپ کے بارے میں یا سردار صاحب کے بارے میں الفاظ واپس بھی لیتے ہیں۔ اور ان سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ پروسیڈنگ میں حصہ لیں۔ لہٰذا آپ گزارش کریں کہ اپوزیشن ہاؤس میں واپس آ جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہمارے اس پیارے ملک پاکستان میں اور صوبہ پنجاب میں جو غریب عوام ہیں' جس کے لیے ہم نے جد و جہد کی ہے۔ سارے فاضل اراکین یہاں منتخب ہو کر آئے ہیں۔ ہم ان کی قسمت بدلنے کے لیے یہاں آئے ہیں۔ لیکن جو صورت حال ہے وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ جمہوریت کا ایک پودا نہایت ہی نرم و نازک جو ہم بڑا سنبھال کر اس ملک میں تن آور درخت کی شکل میں لانا چاہتے ہیں اس کی خاطر میں نہیں چاہتا کہ مجھ پر کوئی الزام آئے۔ میں نے تین رکنی کمیٹی بھیجی تھی۔ انھوں نے مجھے کہا ہے۔ میں اپنی ذات کو انا کا مسئلہ نہیں بناتا۔ نہ میں نے کبھی بنایا ہے۔ میں نے ہمیشہ جمہوریت کی خاطر جنگ بھی لڑی ہے' قید میں بھی ساڑھے چار سال رہا ہوں اور ہمیشہ کلمۂ حق کہا ہے۔ اگر میرے الفاظ سے سب سے پہلی جو ان کا مطالبہ ہے' میں اس تمام پروسیڈنگ کو' جو کہ خواجہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر سے شروع ہوئی اور حزب اختلاف کے واک آؤٹ تک جو ہاؤس میں ہوئی ہے اس کو میں expunge کرتا ہوں۔ میں اس کو کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ اس کے بعد یہ نظریات اپنے ہیں۔ بہرحال جس طرح میں نے کہا ہے کہ جمہوریت کی خاطر میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں اور سوری کرتا ہوں' اس لیے کہ جمہوریت کی خاطر ہم نے اپنی انا کو مسئلہ نہیں بنانا۔ میں welcome کرتا ہوں اپوزیشن کے فاضل اراکین کو وہ ہاؤس میں تشریف لائیں۔ نہ میرے ذہن میں کسی کے خلاف کوئی بات پہلے تھی' نہ اب ہے۔ میں ہمیشہ اس کرسی پر خدا کو حاضر ناظر جان کر وہی بات کرتا ہوں جو صحیح ہوتی ہے۔ میرے ذہن میں کبھی یہ نہیں ہوتا کہ میرا فلاں پارٹی سے تعلق ہے' فلاں سے میرا کوئی ذاتی معاملہ ہے۔ اگر دل آزاری ہوئی ہے میں معذرت خواہ ہوں۔ اور میرے خیال میں میں مبارک باد دیتا ہوں قائد حزب اختلاف کو بھی اور میرے ساتھی جو فاضل اراکین اپوزیشن کے ہیں وہ تشریف لا رہے ہیں اور اب ہم ہاؤس کی کارروائی کو بہتر طریقے سے چلاتے ہیں۔

(اس مرحلے پر فاضل اراکین حزب اختلاف واک آؤٹ ختم کر کے ایوان میں واپس تشریف لے آئے)

جناب ڈپٹی سپیکر، میاں عبدالحمید صاحب۔ میرے خیال میں ان کا نام پکارا گیا تھا۔ میں یہ بھی اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس صورت حال میں ہمارا ایک گھنٹہ ضائع ہوا ہے۔ لہٰذا میں دو بجے کے بعد تین بجے تک کارروائی چلاؤں گا تاکہ ہمارے فاضل اراکین حزب اختلاف اس میں اپنی پوری contribution دے سکیں۔ کیونکہ ایک گھنٹہ اس تمام مرحلے میں ضائع ہوا ہے۔ میں وہ دو کی بجائے تین تک انشاء اللہ ہاؤس چلاؤں گا اگر آپ کی یہ مرضی ہو گی۔

جناب ارشد عمران سلہری، یہ ایک گھنٹہ آپ کی وجہ سے ضائع ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ جی۔ اب پھر ایسی صورت حال آپ پیدا کر رہے ہیں۔ جی' بڑی مہربانی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب اقبال احمد خان خاکوانی۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ میں سوری کرتا ہوں اور یہ سارے الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں اور بائیکاٹ تک کے سارے الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ لیکن جناب سپیکر! اگر آپ کو یاد ہو' اور یقیناً یاد ہو گا کہ آپ نے بائیکاٹ کے بعد پھر فرمایا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے یہ تمام پروسیڈنگ کے بارے میں کہا ہے کہ اس وقت سے لے کر اب تک جو درمیان میں تھے وہ بھی شامل ہے۔ بلکہ اب جو آپ نے بات کی ہے' اس کو بھی میں حذف کرتا ہوں تاکہ یہ بھی کارروائی کا حصہ نہ بنے۔ آپ کے چلے جانے کے بعد ہاؤس میں جو تقاریر ہوئی ہیں' وہ کارروائی کا حصہ رہیں گی۔ جی' میاں عبدالحمید صاحب!

میاں عبدالحمید (پی پی۔ ۱۱۲' سیالکوٹ) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے کچھ کہنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ یہاں بجٹ پر بہت ساری تقریریں ہو رہی ہیں۔ میں پہلی دفعہ یہاں ممبر منتخب ہو کر آیا ہوں۔ جب میں ممبر نہیں تھا تو میرا یہ خیال تھا کہ بجٹ بناتے وقت پنجاب سے جو ہم نمائندے بھیجتے ہیں ان کے علاقے کے حلقے کے مسائل کو مد نظر رکھ کر بجٹ بنایا جاتا ہو گا۔ لیکن یہاں آ کر مجھے یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی وی اسے جعفری کا بنا ہوا بجٹ پنجاب اسمبلی کے ممبران پر نازل کیا گیا ہے۔ اگر ممبران کو اعتماد میں لے کر بجٹ بنایا جاتا تو یہ گلے شکوے اور رونا دھونا جو ہم ممبران بجٹ پر

کر رہے ہیں یہ نہ ہوتا۔ بجٹ بنانے والوں کو کیا علم ہے کہ حلقہ پی پی۔ ۲۴۰ میں کس چیز کی ضرورت ہے۔ حلقہ پی پی فلاں فلاں میں کن باتوں کی ضرورت ہے۔ کس علاقے میں پینے کا پانی بھی میسر ہے یا نہیں۔ مجھے صد افسوس ہے کہ ممبران کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ پینتالیس سالوں سے بجٹ وہ مخصوص لوگ بنا رہے ہیں۔ کبھی بھی ممبران کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ اس بجٹ میں ترقیاتی کاموں کے لیے ۱۰۱۶ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ اگر اسے ۲۴۰ حلقوں پر تقسیم کیا جائے تو جناب سپیکر! ایک حلقہ کے حصہ میں تقریباً سوا چار کروڑ روپے آتے ہیں۔ جناب والا! میرے حلقہ نارووال کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں رکھا گیا۔ بلکہ میں آپ کو یاد دلاؤں کہ پچھلے سال کے بجٹ میں ڈسٹرکٹ ہسپتال کے لیے زمین خریدنے کے لیے ۸۵ لاکھ روپے رکھے گئے تھے۔ وہ بھی ایک لیٹر کے ذریعے وہاں سے منگوا لیے ہیں۔ اور اس ۹۶-۱۹۹۵ء کے بجٹ میں اس سکیم کو سرے سے ہی نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! ادھر سے بجٹ میں بہت سارے قصیدے پڑھے جا رہے ہیں کہ اس سے پہلے اس طرح کا ظاہی بجٹ دیکھنے میں کبھی نہیں آیا۔ یہ بہت اچھا بجٹ ہے۔ اس سے غریبوں کی قسمت بدل جائے گی۔ جناب والا! میں آپ کے توسط سے ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال بھی انھیں دوستوں نے بجٹ پر کچھ ایسی تقاریر کی تھیں تو کیا یہ مجھے بتا سکتے ہیں کہ کہاں غریبوں کی قسمت بدل گئی ہے؟ غریبوں کو تو ہسپتالوں میں دو پیسے کی دوائی بھی نہیں ملتی۔ اور یہاں غریبوں کے نام پر یہ اپنی سیاست چمکا رہے ہیں۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ خدارا! وہ ان کا کچھ کر تو نہیں سکتے لیکن ان کے نام پر دکانداری کا یہ سلسلہ بند کر دیں۔ جناب سپیکر! میں نے یہاں بیٹھے بہت سے ممبران کی تعمیری تقاریر سنی ہیں۔ facts and figures پر انھوں نے ماشاء اللہ بہت ساری مدلل باتیں بھی کی ہیں۔ لیکن میں یہ بھی جانتے ہوئے کہ کسی کی تجویز پر کوئی عمل نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی ان کی کوئی بات مانی جائے گی۔ یہ پنجاب اسمبلی میرے نزدیک ایک debating club ہی رہ گئی ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں۔

چودھری عبدالحمید، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی! چودھری عبدالحمید صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری عبدالحمید، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ نے جو اپنے الفاظ واپس لیے ہیں اس پر میرے تمام دوست شاید واک آؤٹ کر گئے ہیں۔ ان کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی

جائے جو انھیں منا کرے آئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ایسی بات نہیں ہے۔ یہ آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔ جی!

میاں عبدالحمید، جناب سپیکر! میں بات کر رہا تھا کہ پنجاب میں اس سال ۹۶-۱۹۹۵ء کے بجٹ میں ۱۰۱۶ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ ہمارے ممبران نے اپنی بہت ساری تقاریر میں یہ بات کی ہے اور کرپشن کا ذکر کیا ہے۔ تو میں جناب سپیکر! یہاں ایک بات کرنا چاہتا ہوں کہ آپ جتنے مرضی فنڈ رکھ لیں۔ جو مرضی کرلیں۔ اگر ان فنڈز کے استعمال کا طریق کار یہی رہا جو آپ نے اپنایا ہوا ہے تو کچھ بھی نہیں ہوگا چاہے آپ دس ارب کی بجائے سو ارب روپے ہی رکھ لیں۔ تو یہ سب رقم محکموں کی جیبوں میں چلی جاتی ہے۔ مجھے اس دفعہ ایک تجربہ ہوا ہے۔ میں نے جو پچھلے سال سکیمیں دی تھیں وہ خوش قسمتی سے مجھے بھی مل گئیں۔ بلکہ ٹینڈر ہوئے۔ ٹینڈر ہونے کے بعد جب کام شروع ہوا تو میں خود اپنے حلقے میں اپنی سکیموں کو دیکھنے کے لیے آیا کہ کام درست ہو رہا ہے یا نہیں۔ میں نے محکمے سے رجوع کیا کہ فلاں سکیم پر کام ٹھیک نہیں ہو رہا۔ تو دو چار روز جب میں نے اسی طرح کا چکر لگایا تو جناب سپیکر! مجھے بڑی حیرانی ہوئی کہ اس محکمہ کے بالا افسر نے مجھے کہا جناب! آپ پہلی دفعہ آئے ہیں، شاید آپ کو پتا نہیں کہ محکمہ کے طریقہ کار کیا ہیں۔ آپ کو بھی آپ کا حصہ مل جائے گا۔ میں نے کہا کون سا حصہ؟ اس نے کہا آپ کو معلوم نہیں کہ اس سے ہم جو کمیشن لیتے ہیں وہ ہم ایم پی اے کے نام پر بھی حصہ لیتے ہیں۔ میں نے تمام ٹھیکے داروں کو کہا کہ میرے نام پر ایک پیسہ بھی کمیشن نہ دیں۔ جناب سپیکر! میں نے جب وہ نگرز اکٹھی کیں مجھے معلوم ہوا کہ تقریباً چالیس فیصد بجٹ کا کمیشن کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور باقی آپ جانیں کہ چالیس فیصد کمیشن کھا لی جاتی ہے تو ساٹھ فیصد بھایا بچتا ہے۔ تو اس میں سے ٹھیکے دار کیا خرچ کرتے ہوں گے۔ یقین جانیے میں کوئی غلط بات نہیں کہہ رہا۔ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں۔ میرے خیال میں بیس پچیس فیصد سے زیادہ ڈویلپمنٹ پر خرچ نہیں ہوتا۔ میں جناب سپیکر! آپ سے یہی مودبانہ گزارش کروں گا کہ اس طریقے کو تبدیل کیا جائے۔ کوئی ایسا نظام لایا جائے جس سے یہ تیس چالیس فیصد کی رقم جو کمشن کے نام پر جیبوں میں چلی جاتی ہے۔ یہی رقم اگر وہاں کے منصوبوں پر خرچ ہو جائے تو میرا خیال ہے ایک دو چار سال میں ہمارے حلقے میں کوئی ایسا کام نہیں رہ سکتا۔ میں انھیں گزارشات کے ساتھ اجازت چاہوں گا اور حکومتی بنچوں سے یہ گزارش کروں گا بے جا قصیدے پڑھنے کی بجائے آپ بھی

سنجیدگی سے سوچیں۔ اور تعمیری کام میں آگے آئیں۔ شکریہ!

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ میاں صاحب ! میاں محمد رفیق!

میاں محمد رفیق، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ مخدوم الطاف صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے پنجاب کے لیے اتنا اچھا بجٹ پیش کیا ہے، جس میں پنجاب کے ترقیاتی بجٹ کے لیے ۱۳۵۰ کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ جو کہ ریکارڈ ہے۔ یہ رقم پچھلے سال کے ترقیاتی پروگرام کے مقابلے میں ۱۵۰ کروڑ روپے یعنی ساڑھے بارہ فیصد زیادہ ہے۔ پروگرام کا بڑا حصہ ۵۱۰ کروڑ روپے سوشل ایکشن پروگرام پر عمل درآمد کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ جس میں تعلیم، بنیادی صحت، آب نوشی اور نکاسی آب کی سکیمیں شامل ہیں۔ آب نوشی اور نکاسی آب کے شعبہ کے لیے ۲۲۵ کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ جس کے ذریعے دوران سال ۵۵۴ سکیموں کو مکمل کیا جائے گا جس سے صوبہ کی ۲ لاکھ آبادی فائدہ اٹھائے گی۔ موجودہ حکومت دیہی علاقوں کی ترجیح بنیادوں پر ترقی دینے کے لیے وافر رقم مہیا کر رہی ہے۔ ترقیاتی بجٹ ۹۶-۱۹۹۵ء کا اسی فیصد حصہ دیہی علاقوں کی ترقی کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ موجودہ بجٹ میں فروغ تعلیم کے لیے ۷۲۱ کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ جو کہ کل ترقیاتی پروگرام کا ۲۰.۵۴ فیصد بنتا ہے۔ صحت کی سہولت کو عام کرنے کے لیے اس بجٹ میں ۱۲۵ کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے۔ پنجاب کے بڑے شہروں میں شہری سہولیات کی فراہمی کے لیے ۴۶.۷۷ کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ صوبہ کے پسماندہ علاقوں میں ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کے لیے خصوصی رقم مختص کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں بہاولپور ترقیاتی اتھارٹی کے لیے 5.10 کروڑ، ڈیرہ غازی خان اتھارٹی کے لیے 5.87 کروڑ، چولستان ترقیاتی اتھارٹی کے لیے 2.93 کروڑ اور مری کہوٹہ ترقیاتی اتھارٹی کے لیے 2.93 کروڑ مختص کیے گئے ہیں۔ پنجاب کے بارانی علاقوں میں ترقیاتی عمل کو تیز کرنے کے لیے مجموعی طور پر مختلف شعبہ جات میں 185 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ کھیت تا منڈی سڑکوں کی تعمیر کے لیے 105 کروڑ روپے کی خطیر رقم رکھی گئی ہے جس سے ہزار کلومیٹر لمبائی کی سڑکیں تعمیر کی جائیں گی۔ شہروں کو ملانے والی شاہرات کی کشادگی اور مضبوطی کے لیے 85 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ زراعت اور اس کے ذیلی شعبہ جات کی ترقی کے لیے 162.93 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ حکومت کی خصوصی ہدایت کی روشنی میں محکمہ زراعت نے one

window operation کا منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ اس پروگرام کے تحت مصدقہ بیج ، کھادیں وغیرہ مرکز کی سطح پر قائم شدہ ڈپوؤں سے فراہم کی جائیں گی۔ ماحول کی آلودگی ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس پر قابو پانے کے لیے ماحولیاتی منصوبہ بندی کے لیے 1.69 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ مزید برآں قصور میں چمڑے کے کارخانوں سے پیدا شدہ آلودگی پر قابو پانے کے لیے ایک نیا ترقیاتی ادارہ عمل میں لایا گیا ہے جو 26 کروڑ روپے کی لاگت سے ایک جامع منصوبہ پر عملدرآمد کرے گا۔ سال 96-1995ء میں اس کے لیے 3.20 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلے پر قابو پانے کے لیے محکمہ بہبود آبادی ایک جامع منصوبہ پر عمل پیرا ہے اور 96-1995ء میں 52.93 کروڑ روپے اس پروگرام کے لیے وفاقی حکومت فراہم کرے گی۔

جناب سپیکر! میں حکومت پنجاب اور خاص طور پر وزیر خزانہ صاحب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ جنہوں نے موجودہ حالات میں بہترین مالیاتی نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا ہے اور اپنے ہی وسائل کے اندر رہتے ہوئے تنخواہوں میں اضافہ اور دیگر اہم اخراجات کو منظور شدہ بجٹ میں نہ صرف پورا کیا بلکہ ترقیاتی بجٹ میں 272 کروڑ روپے منتقل کیے۔ ضمنی اخراجات میں انتہائی کمی کی اور اس سال ضمنی بجٹ کا حجم صرف 2 ارب 56 کروڑ روپے تک محدود رکھا۔ ضمنی اخراجات کا تناسب 3.20 فیصد ہے۔ cash flow کو خصوصی طور پر مانیٹر کیا گیا جس سے ہمارا اوور ڈرافٹ کا خاتمہ ہو گیا۔ اس طرح سٹیٹ بینک کو ادا ہونے والے سود سے بھی چھٹکارا حاصل ہو گیا۔

جناب سپیکر! جب ہم منتخب ہو کر آئے تو ہماری یہ خواہش تھی کہ یہاں صوبہ پنجاب میں اتنی رقم ہو گی کہ ہم اپنے لوگوں کی خدمت کر سکیں گے اور ہم یہ خواب لے کر آئے تھے کہ اپنے حلقے کے لوگوں کی سڑکیں، ہسپتال اور تعلیم کو فروغ دیں گے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

لیکن جب یہاں پر آئے تو معلوم ہوا کہ صوبہ پنجاب تو پہلے ہی مقروض ہو چکا ہے اور یہاں پر اتنا اوور ڈرافٹ لیا گیا ہے جس کی وجہ سے سود کی رقم ہی اتنی دینی پڑتی ہے کہ یہاں پر ترقیاتی کام جو ہیں ان کو جاری رکھنا مشکل ہے۔ لیکن موجودہ حکومت نے اپنی اچھی کارکردگی کی وجہ سے پچھلے سال بھی کچھ نہ کچھ ترقیاتی منصوبوں میں اپنا حصہ ڈالا اور یہ جو سٹیٹ بینک سے اوور ڈرافٹ لیا ہوا تھا اس کی بھی یک مشت رقم ادا کر کے ہمیشہ کے لیے صوبے کو اس سود سے نجات دلائی۔

حضور والا! ہمارا ڈسٹرکٹ لودھراں نیا ضلع ہے اور یہاں پر ابھی تک نہ تو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز کی بلڈنگز مکمل ہوئی ہیں' نہ ابھی تک یہاں پر کوئی سڑکیں ہیں اور یہاں پر لوگ دوسرے ضلعوں کی نسبت ترقیاتی کاموں کی کمی محسوس کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ضلع پورے پنجاب میں کپاس پیدا کرنے میں دوسرے نمبر پر ہے اور کپاس ہی کی وجہ سے یہ ضلع خاصی رقم اس صوبے کو دے رہا ہے۔ لیکن یہاں پر ترقیاتی کام بہت کم ہیں۔ یہاں تک کہ میری اپنی تحصیل ہیڈ کوارٹر دنیا پور میں ابھی تک نہ کوئی لڑکیوں کا کالج ہے۔ نہ لڑکوں کا ڈگری کالج ہے اور پورے حلقہ میں کڑوا پانی ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کو پینے کے لیے صاف پانی بھی میسر نہیں۔ میں استدعا کروں گا کہ سکیم بناتے وقت ان علاقوں میں جہاں پر کڑوے پانی ہیں اور جہاں پر لوگ نہری پانی استعمال کرتے ہیں کم از کم ترجیحات مقرر کی جائیں۔ کڑوا پانی جہاں پر بھی ہے چاہے وہ ڈیرہ غازی خان میں ہے' چاہے دنیا پور میں ہے' چاہے پتوکی میں ہے وہاں پر لوگوں کو ترجیحی بنیادوں پر میٹھا پانی مہیا کیا جائے تاکہ لوگوں کی صحت درست رہے۔ وہاں پر ایسے لوگ ہیں جو بیچارے تالابوں سے پانی پیتے ہیں۔ جہاں جانور بھی وہی پانی استعمال کرتے ہیں اور لوگ بھی وہی پانی استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ان علاقوں میں جہاں کڑوے پانی ہیں ان کو ترجیحی بنیادوں پر سکیمیں دی جائیں۔ نہ کہ جہاں پر میٹھے پانی ہیں ان لوگوں کا تو ہینڈ پمپ سے بھی گزارا ہو سکتا ہے یا دوسرے وسائل سے بھی ان کا گزارا ہو سکتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کو ترجیحی بنیادوں پر میٹھے پانی کی سکیمیں دی جائیں تاکہ لوگ تالابوں اور جوہڑوں کے پانی سے اپنی صحت خراب نہ کریں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ پچھلے دو سالوں سے بجٹ میں ہائی سکولوں کے لیے اور ہائر سکینڈری سکولوں کے لیے کوئی رقم نہیں رکھی گئی ہے لیکن موجودہ بجٹ میں حکومت نے ہائر سکینڈری سکولوں کے لیے بھی اور ہائی سکولوں کے لیے بھی رقم رکھی ہے۔ پھر جہاں حکومت ہائر سکینڈری سکول تعمیر کر رہی ہے میں یہ بھی کہوں گا کہ وہاں پر جو سٹاف تعینات کیا جاتا ہے اس میں بہت کمی ہے۔ کیونکہ اگر عمارات بن جائیں اور سٹاف مہیا نہ ہو تو وہاں پر لوگ تعلیم کے زیور سے آراستہ نہیں ہو سکتے۔ پھر لوگ دیہاتوں سے شہروں کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دیہاتوں میں تعلیم مکمل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہاں سٹاف نہیں ملتا اور اچھے سٹاف کے کئی سالوں سے یہاں سیکرٹریٹ میں ترقی کے کیسز رکے پڑے ہیں۔ کئی سکولوں میں تو ہیڈ ماسٹر بھی موجود نہیں ہیں اور

سکول وہاں پر چل رہے ہیں۔ تو جہاں یہ ہائی سکول، ہائر سیکنڈری سکول اور مڈل سکول تعمیر ہو رہے ہیں، میں یہ بھی ساتھ کہوں گا کہ وہاں پر فوری طور پر سٹاف کی کمی بھی پوری کی جائے تاکہ سکول مکمل طور پر چل سکیں اور خاص طور پر سائنس ٹیچر کی کمی جو ہے وہ دیہاتوں میں بہت محسوس کی جا رہی ہے۔ ظاہری بات ہے کہ جو بچے قابل ہیں اور جنھوں نے سائنس پڑھنی ہوتی ہے تو وہ لوگ پھر دیہاتوں کو چھوڑ کر شہروں کی طرف رخ کرتے ہیں۔

حضور والا! ایک اور مسئلہ جو دیہاتوں میں ہے وہ اب یہ ہے کہ جو لوگ سکنی جائیداد کر کے زمین بیچتے ہیں وہ زمین تو بیچ دیتے ہیں لیکن وہاں پر نہ کوئی گلیاں رکھتے ہیں، نہ اس کی باقاعدہ پلاننگ کرتے ہیں جس کی وجہ سے بعد میں وہاں پر لوگوں کا جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں ریونیو میں تھوڑی سی ترمیم کی ضرورت ہے۔ ایسا قانون بنایا دیا جائے کہ جو آدمی اپنی زمین سکنی کر کے بیچ رہا ہے یا جائیداد بیچ رہا ہے تو وہ اپنی جائیداد کم از کم ایک پلاننگ کے تحت بیچے تاکہ وہ اس میں گلیاں رکھے اس میں سڑکیں رکھے۔ وہ تو اپنی زمین بیچ کر چلا جاتا ہے وہ زمین تھوڑی تھوڑی کر کے بک جاتی ہے بعد میں لوگ اس میں گلیاں اور سڑکیں رکھ دیتے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے یہ زمین خریدی ہوتی ہے اور جو قبضے والے لوگ ہوتے ہیں یا جنھوں نے اس کی رجسٹری کرائی ہوتی ہے وہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور وہ یہ گلی اور سڑک بھی بیچ کر چلا جاتا ہے تو جناب والا! اس کے لیے قانون میں ترمیم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان علاقوں میں سکنی جائیدادوں پر یہ جھگڑے ختم ہوں اور اس نے جتنی زمین بیچی ہے اس کا حق شجرہ مکمل طور پر بننا چاہیے۔ خاص طور پر اس قسم کا قانون ہونا چاہیے کہ جو آدمی اپنی زمین سکنی کر کے بیچ رہا ہے وہ اسے کسی پلاننگ کے تحت بیچے اس کی اتنی گلی رکھے اتنی زمین نالی کے لیے رکھے اور جگہ سیوریج کے لیے رکھے تاکہ جب وہ اپنی زمین بیچ دے تو بعد میں اس میں کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔

اس کے علاوہ جناب والا! میں سیوریج کی سکیموں کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ جناب والا! دیہاتوں کی آبادیاں بھی اب کافی بڑھ چکی ہیں لیکن پانی کی نکاسی کا کوئی انتظام نہیں ہے اس کے لیے حکومت کو چاہیے کہ کوئی سپیشل پروگرام کے تحت ہر دیہات میں یہ سلسلہ شروع کرے تاکہ نکاسی آب کے لیے بھی دیہاتوں میں لوگوں کو حصہ ملے چاہے آبادی کے لحاظ سے اس کو رکھ لیں کیونکہ وہ لوگ بہت پریشان ہیں۔ جناب والا! قبرستانوں میں پانی جا رہا ہے پانی نکلنے کے لیے کوئی

جگہ نہیں ہے۔ جناب والا! میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ ایسے دیہاتوں کا جن کی آبادی زیادہ سے زیادہ پھیل رہی ہے میرٹ کے لحاظ سے فیصلہ کریں۔

جناب والا! سابقہ حکومتوں نے تھرڈ ڈویژن پاس افراد relaxation of rules ان بھرتی کیے تھے اور آپ یقین کریں کہ وہ اب پینتالیس سال اس قوم کی جان نہیں چھوڑیں گے۔ اور وہ بھی بعض لوگوں کے پاس میٹرک تھرڈ ڈویژن کے جعلی سرٹیفکیٹس ہیں تو جناب والا! ان لوگوں نے گاؤں میں کیا تعلیم دینی ہے۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دلوائے جس کے لیے کوئی شخص لاہور کی طرف رخ کرتا ہے کوئی دوسرے شہروں کی طرف رخ کرتا ہے---------

جناب سپیکر، میاں صاحب! ذرا اب وائنڈ اپ کیجیے۔

میاں محمد رفیق آرائیں، جی' جناب والا! اب میں وائنڈ اپ کرتا ہوں۔

جناب والا! ایک ایم۔ پی۔ اے صاحب نے ایگریکلچر کالج کے پڑھے ہوئے ایک لڑکے کو relaxation of rules کروا کر ایریگیشن میں ایس۔ ڈی۔ او لگوا دیا اور جناب والا! ایگریکلچر کا جو لڑکا پڑھا ہوا ہو گا وہ ضلع دار تو لگ سکتا ہے لیکن ایریگیشن میں ایس۔ ڈی۔ او نہیں لگ سکتا۔ جناب والا! relaxation of rules کر کے سابقہ دور میں حکومت نے بہت سارے غلط کام کئے ہیں میری درخواست ہے کہ ان کے اوپر بھی نظر ثانی کی جائے اور دیکھا جائے کہ ملک کی ترقی کے لیے صحیح پلاننگ ہو اور میرٹ کو ہی base بنایا جائے تاکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ہی آگے آسکیں۔

ان ہی الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، اب میں جناب شاہد ریاض ستی صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

جناب شاہد ریاض ستی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! ۹۶۔ ۱۹۹۵ء کا جو بجٹ پنجاب کی غیر نمائندہ حکومت نے پیش کیا یہ پنجاب کے غریب اور پسماندہ عوام کی بہتری کا بجٹ نہیں نہ ہی ہم اسے متوازی اور ترقیاتی بجٹ کہہ سکتے ہیں بلکہ یہ بجٹ بیورو کریسی اور حکومتی ٹولے کا بجٹ ہے جس نے اسے تیار کیا۔

جناب والا! اپوزیشن کو تو یہ حکومت برداشت ہی نہیں کرتی اور اپوزیشن کا consent کو اس بجٹ میں لینا تو در کنار تھا لیکن یہ بات میں ہی نہیں کر رہا بلکہ کئی ٹریژری بنچز کے لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس بجٹ کے معاملے میں ہم سے کوئی مشاورت نہیں لی گئی۔ جناب والا! میں اپنے تمام

بھائیوں کو جو اپوزیشن میں ہیں اور جو میرے بھائی ٹریژری بنچز پر بیٹھے ہیں ان کو بھی میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب الیکشنز آتے ہیں تو ہم اپنے غریب لوگوں سے وعدے کر کے یہاں آتے ہیں اور جب ہم اسمبلی میں آ جاتے ہیں اور جب ہمیں اقتدار مل جاتا ہے تو ہم ان سارے وعدوں کو بھول کر بیورو کریسی کے ہو جاتے ہیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بجٹ کسی عوامی نمائندے کی مشاورت سے بنایا ہوتا تو آج یہ غریب عوام کا بجٹ ہوتا نہ کہ یہ بیورو کریسی کا بجٹ ہوتا۔ جناب والا! میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ یہ عوامی نمائندوں کے خلاف ایک سازش ہے بلکہ ملکی عوامی نمائندوں کو چاہیے کہ وہ ملکی مفاد کی خاطر اور جمہوریت کی بقا کی خاطر برداشت کا مادہ پیدا کریں اور اقتدار میں آ کر یہ مت بھول جائیں کہ یہ اقتدار آنی جانی چیز ہوتی ہے۔ جناب والا! ہم لاکھ بجٹ بنائیں ہم لاکھ پالیسیز وضع کریں لیکن جب تک ملک میں سیاسی استحکام نہیں ہو گا اس وقت تک نہ تو کوئی پالیسی implement ہو سکتی ہے اور نہ ہی بجٹ کے کچھ نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے ۱۹۹۳ء کے الیکشن کے بعد جب اسمبلی معرض وجود میں آئی اس وقت ہمارے قائد نے on the floor of the House یہ کہا کہ پاکستان کی فلاح کے لیے اگر گورنمنٹ کوئی کام کرے گی تو ہم اس کے ساتھ تعاون کریں گے لیکن نہ جانے جس دن سے یہ حکومت برسر اقتدار آئی ہے یہ خود اس ملک میں افراتفری پیدا کر رہی ہے جس کی زندہ مثال آپ کے سامنے ہے کہ ہارس ٹریڈنگ کے ذریعے ایک جمہوری حکومت کو فرنٹیئر میں توڑا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس حکومت نے اپوزیشن کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اس کی مثال بھی میرے خیال میں کہیں نہیں ملتی اور اس state terrorism کی مثال میرے خیال میں تو کسی ڈکٹیٹر کے دور کی بھی نہیں ملتی جو اس حکومت نے ریاستی تشدد اپوزیشن کے ساتھ کیا اور نہ صرف یہاں پر elected نمائندوں کو پابند سلاسل کیا گیا بلکہ مسلم لیگ کے دو ہزار کارکنوں کو جیل میں بند کر دیا گیا صرف اس لیے کہ وہ اس ملک کی فلاح کی بات کرتے تھے۔ جناب والا! حکومت پنجاب نے ۹۴-۱۹۹۳ء میں اپوزیشن کے فنڈز روک کر انہیں سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تاکہ اپوزیشن کے لوگوں کو اس ہتھیار کے ذریعے بلیک میل کیا جائے لیکن الحمد اللہ آپ نے دیکھا کہ اپوزیشن نہ بکنے والی ہے اور نہ ہی جھکنے والی ہے۔

(تالیاں)

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ سیٹ۔ اپ نے پنجاب کو جتنا نقصان پہنچایا اس کی مثال اسے

پہلے کہیں بھی نہیں ملتی کیونکہ سب سے پہلے جب یہ حکومت بنی تو مرکز سے ایک نمائندہ امپورٹ کیا گیا اور اس میں اور وزیر اعلیٰ میں آپس میں رسہ کشی شروع ہو گئی لیکن کچھ ہی عرصہ بعد وہ اپنے انجام کو پہنچی اس کے بعد جناب گورنر اور وزیر اعلیٰ کی tussle چل پڑی۔ اس کے بعد جناب ہم اخباروں میں پڑھتے رہے اور سینئر وزیر اور وزیر اعلیٰ کی آپس میں tussle چل پڑی۔ یہ لوگ جو آج اقتدار میں بیٹھے ہوئے ہیں یہ عوام کی بھلائی کا کام کس طرح سے کر سکیں گے جبکہ یہ اپنے ہی معاملات کو solve نہیں کر سکتے۔ جناب والا! انہوں نے اپنی تمام توانائیاں اپنے ہی معاملات کو نمٹانے کے لیے صرف کی ہیں نہ کہ یہ عوام کی بھلائی کے لیے کچھ کام کر رہے ہیں۔ جناب والا! بلدیاتی نظام جس سے ہمارے عام آدمی کو فائدہ پہنچ رہا تھا اور اس کے ذریعے ایک بہت بڑا ترقیاتی عمل ہو رہا تھا آپ نے دیکھا کہ اس حکومت نے اس کے ساتھ کیا حشر کیا۔ انھوں نے اس کو بھی سیاسی رشوت کے طور پر استعمال کیا اور تمام سسٹم کو تباہ کر دیا اور آج بھی اس سسٹم کے ذریعے سے اپنے سیاسی مفادات اٹھانے کے لیے کوشاں ہیں۔ جناب والا! اس وقت کراچی کا مسئلہ اس ملک کا بہت بڑا مسئلہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کراچی اس ملک کی شہ رگ ہے اور تمام اقتصادیات کا تعلق کراچی سے ہے۔ لیکن یہ حکومت اس سلسلے میں جو سرد مہری اختیار کیے ہوئے ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ جناب والا! سیاسی معاملات میں ہمیں دلیرانہ فیصلے کرنے ہوں گے میں یہاں پر اس کی ایک زندہ مثال کا ذکر کروں گا اور میں اپنے قائد کو داد دوں گا کہ صوبہ سرحد اور صوبہ پنجاب کی آپس میں جو چپقلش چلی آ رہی تھی ہمارے قائد نے اس چپقلش کو ختم کیا اور صوبہ سرحد کی جو ایک سیاسی طاقت ہے وہ ہمارے قائد کی بدولت آج قومی سیاسی دھارے میں آ چکی ہے۔ جناب والا! کراچی کے حالات آپ کے سامنے ہیں وہاں پر ایک سیاسی قوت ہے اور ہمیں اس قوت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ ہم اسے دبا کر نظام نہیں چلا سکتے۔ اسی لیے میرے قائد اس سلسلے میں کراچی میں کانفرنس منعقد کر رہے ہیں تاکہ ساری پارٹیز آئیں اور اس مسئلے کا حل کیا جائے لیکن یہ حکومت ٹس سے مس نہیں ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ بجٹ جب مرکز کا بجٹ بنے گا اور ملکی لا اینڈ آرڈر کی صورت حال درست نہیں ہو گی تو سارا بجٹ اس پر خرچ ہو جائے گا تو غریب عوام کا کیا بنے گا۔ جناب والا! آپ دیکھیں کہ اسی پاداش میں حکومت ہمارے معصوم ساتھیوں پر جو کہ اسمبلی میں موجود ہیں اور اس کے علاوہ ہمارے قائد کے خلاف بغاوت کا مقدمہ درج کر رہی ہے۔ اس سے اس حکومت کی سیاسی سوچ عیاں ہوتی

ہے کہ یہ اس ملک کے ساتھ کیا کرنا چاہتی ہے۔ جناب والا! یہاں پر جو وعدہ کیے جاتے ہیں یہ حکومت عملی طور پر ان وعدوں پر کبھی بھی پورا نہیں اتری ۔ میں آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اس حکومت نے کوآپریٹو متاثرین کو slogan دے کر ایک چیک کیش کرایا اور بے نظیر صاحبہ نے ٹیلی ویژن پر بسم اللہ کر کے کہا کہ ہم ایک سال کے اندر کوآپریٹو کے لوگوں کی رقم لوٹا دیں گے اور ہم پیکج دیں گے ۔ لیکن آج تک کوآپریٹو کے بیوہ، یتیم اور پنشنرز مارے مارے پھر رہے ہیں ۔ تو میں آپ کی وساطت سے اپیل کروں گا کہ خدارا! ان کا کوئی قصور نہیں ہے ان کے اس مسئلے کو حل کیا جائے۔ جناب سپیکر! یہ تو سیاسی باتیں تھیں لیکن اب میں آپ کی اجازت سے اپنے حلقے کے بارے میں چند باتیں کرنا چاہوں گا کہ میرا حلقہ پہاڑی علاقہ ہے اور دور دراز علاقہ ہے، انتہائی پسماندہ علاقہ ہے۔ جہاں پر لوگوں کی land holding بہت کم ہے۔ لوگ مسائل سے گھرے ہوئے ہیں scattered آبادیاں ہیں ---

جناب سپیکر، ذرا تعارف کے لیے بتائیے کہ کون سی تحصیل ہے اس میں کون سے تھانے آتے ہیں اور کون سے علاقے آتے ہیں۔

جناب شاہد ریاض ستی، جناب والا! تحصیل کوٹلی ستیاں اور کہوٹہ جو آپ کی اور پوری دنیا کی مشہور تحصیل ہے اس پر مشتمل ہے اور میرے پاس چند یونین کونسلیں اور ٹاؤن کمیٹی کہوٹہ کی اور زیادہ تر حصہ نئی تحصیل کوٹلی کا میرے پاس ہے۔ یہ تمام پہاڑی علاقہ ہے اور اس میں کچھ پوٹھوہار کا حصہ بھی آتا ہے۔ جناب والا! میرے علاقے کے بہت مسائل ہیں جیسے میں نے کہا ہے کہ یہاں پر لوگوں کے لیے land holdings کم ہونے کی وجہ سے لوگوں کا روزگار نہیں ہے اور زیادہ تر لوگ عسکری پیشہ سے منسلک ہیں اور اس ملک کی خدمت کر رہے ہیں۔ جناب والا! میں نے پچھلے بجٹ اجلاس میں بھی اپنی تقریر میں کہا تھا کہ جب بارشیں ہوتی ہیں تو یہاں پر لینڈ سلائیڈز آتی ہیں جن کی بدولت بہت سے لوگ بے گھر ہو جاتے ہیں تو وہاں پر وافر فارسٹ لینڈ موجود ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ ویسے بھی بانٹی جاتی ہے ابھی بھی کچھ بیورو کریٹس نے وہاں پر جگہیں لی ہیں تو بجائے اس کے کہ اس سے غریب آدمی مستفید ہوں جو لینڈ سلائیڈز میں آجاتے ہیں وہ جگہ کار آمد نہیں رہتی۔ تو میں آپ کی وساطت سے گزارش کروں گا کہ گورنمنٹ کوئی ایسا بندوبست کرے کہ اس فارسٹ لینڈ سے ان متاثرہ لوگوں کو جگہ دی جائے۔ جناب والا! جیسا کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ انتہائی

پسماندہ علاقہ ہونے کی وجہ سے میاں نواز شریف صاحب کے دور میں انھوں نے ایک مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ اتھارٹی بنوائی تھی اور اس زمانے میں اس کو سالانہ 5 کروڑ روپیہ گرانٹ دی جاتی تھی۔ لیکن موجودہ حکومت نے 95-1994 میں بھی مری کہوٹہ ڈویلپمنٹ کو 2 کروڑ 61 لاکھ روپیہ دیا جو کہ کم ہیں اور اس بجٹ میں ADP میں 2 کروڑ، 93 لاکھ روپے کا estimated ہے۔ تو میں آپ کی وساطت سے کہوں گا کیونکہ cost of construction پہلے سے بڑھ چکی ہے اگر اس زمانے میں 5 کروڑ تھا تو آج کی حکومت کو 10 کروڑ دینا چاہیے تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ بھی کم کر دیا جائے۔ اس سے ہمارے صوبائی کے تین حلقے مستفید ہوتے ہیں۔ ایک کا تعلق آپ کی پارٹی سے ہے پیپلز پارٹی سے ہے اور دو ہم مسلم لیگ کے ہیں۔ تو اس میں آپ کی پارٹی کے لوگ بھی رہتے ہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ آپ آئندہ کے لیے یا موجودہ بجٹ میں اس کے لیے زیادہ رقم مختص کریں گے۔ جناب والا' میرے اس حلقے میں بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ ایک طرف دریائے جہلم آتا ہے دوسری طرف مری کا علاقہ آتا ہے اور ایک طرف اسلام آباد کا علاقہ آتا ہے۔ تو جب رات پڑتی ہے تو لوگ دیکھتے ہیں کہ وہاں بجلی کے بلب جل رہے ہیں۔ آزاد کشمیر میں بھی جل رہے ہیں مری میں بھی ٹم ٹما رہے ہوتے ہیں اور اسلام آباد کے بارے میں تو آپ کو پتا ہے کہ وہ کیسا develop ہے تو میرے حلقے کے لوگوں کو بڑی مایوسی ہوتی ہے کیونکہ میرا یہ پورا ایریا بجلی کے بغیر ہے۔ صرف میری تحصیل کوٹلی ستیاں کے ہیڈ کوارٹر میں اب تک کھمبے پہنچے ہیں اور باقی کہوٹہ کی آدھی تحصیل جو پسماندہ ہے آدھی یونین کونسلوں میں بھی بجلی نہیں ہے اور کوٹلی ستیاں کے تقریباً سارے علاقے میں بجلی نہیں ہے۔ تو آپ کو پتا ہے کہ SAP پروگرام میں ہمیں جو 2 ملین ملتے ہیں اس سے تو ایک پورا گاؤں بھی مستفید نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ آبادیاں بہت دور دور ہیں۔ لہٰذا میری استدعا ہے کہ میرے حلقے کی بجلی کے لیے کچھ رقم مختص کی جائے یا صوبہ پنجاب کی طرف سے کوئی سپیشل گرانٹ دی جائے تاکہ اس ترقیاتی دور میں ہمارے لوگ بھی باقی بھائیوں کے قریب آ سکیں۔ جناب والا! یہاں پر پانی کا جو سسٹم ہے وہ سارا چشموں کا پانی ہے اور یہاں پر gravity system سے پانی آتا ہے لیکن اکثریت سے اس علاقے میں پانی نہیں ہے جس کی وجہ سے ہماری عورتیں بڑی مشکلات میں ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کئی ایسے گھرانے ہیں جن کی عورتوں کی پانی لاتے لاتے آدھی زندگی گزر گئی ہے تو میری گزارش ہے کہ اس مسئلے پر بھی توجہ دی جائے۔ جنابِ والا! میں ابھی بجٹ دیکھ رہا تھا تو پبلک ہیلتھ کی سکیمیں ان حلقوں کو دی گئی ہیں جہاں گورنمنٹ پارٹی کے ممبر تھے۔ لیکن میرے

حلقے کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے تو میں آپ کی وساطت سے کہوں گا کہ پبلک ہیلتھ کی سکیموں اور واٹر سپلائی کی سکیموں کا اجرا کیا جائے۔ جناب والا! 94-1993ء میں میرے حلقے میں دو سڑکیں منظور کی گئی تھیں ایک جیڑیاں سول روڈ اور دوسری رتہ کس روڈ تھی۔ جناب والا! میں نے بجٹ سے پہلے سیکرٹری صاحب کو اور چیئرمین P&D کو اس بارے میں لیٹر لکھے لیکن آج جب ADP کی کاپی میرے پاس آئی ہے تو ان دونوں سڑکوں پر کوئی funding نہیں کی گی تو آپ سے التماس ہے کہ اس سلسلے میں بھی کچھ کیا جائے۔ جناب والا! اس کے ساتھ ہی ایک بہت بڑا اہم مسئلہ جو کہ میں نے پہلے بھی اسمبلی میں اٹھایا تھا کہ میرے حلقے میں تین قسم کے فارسٹ ہیں ' گزارہ فارسٹ ریزرو فارسٹ اور protective forest ہیں۔ گزارہ فارسٹ پرائیویٹ زمین پر مشتمل ہے اور وہاں پر باقاعدہ گزارہ ڈویژن بنا ہوا ہے اور وہ گزارہ ڈویژن عوام کی پرائیویٹ زمینوں پر بنایا گیا ہے۔ اس سے پہلے کوآپریٹو ایکٹ کے تحت ایک باڈی ہوا کرتی تھی لیکن موجودہ حکومت نے وہ باڈی ختم کر دی ہے۔ جناب والا! میں آپ سے التماس کروں گا کہ اس باڈی کو بحال کیا جائے اور اس کے ساتھ یہ بھی عرض کروں گا کہ جو ہمارے بڑے قیمتی فارسٹ ہیں ان میں plantation کا بھی انتظام کیا جائے اور جس طرح میں نے کہا تھا کہ آپ کے ساتھ fighting کے بارے میں طے ہوا تھا کہ اگلے سال fire fighting equipment کے لیے کچھ رقم مختص کریں گے اس وقت لاء منسٹر صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے لیکن افسوس کہ بجائے اس کے فارسٹ ڈیپارٹمنٹ اپنی مد سے کچھ رقم دیتا جو وہاں سے 4 کروڑ روپے سالانہ آمدنی لے رہا ہے اور سیزن کی آمدن اس کے علاوہ ہے تو انھوں نے ہمارے MKDA کے ترقیاتی بجٹ میں سے کچھ رقم مختص کر دی ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وہ وعدہ یاد کرواؤں گا کہ حکومت کو چاہیے کہ وہ fire fighting کے لیے کچھ رقم مختص کرے۔

جناب سپیکر، نیک بات میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کیونکہ آج آپ نے یہ خوشگوار فریضہ بہت سے دوستوں کی تقریر کے دوران ادا کیا ہے کہ وقت کو یاد دلایا ہے کہ پندرہ منٹ ہو گئے ہیں ۔ میں آپ کو یاد دلاتا ہوں۔

جناب شاہد ریاض ستی ، جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میں اپنی تقریر کو wind up کرتا ہوں ۔ اور جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔

جناب سپیکر ، ملک غلام شبیر جوئیہ صاحب!

ملک غلام شبیر جوئیہ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب سپیکر ! ۹۶ــــ۱۹۹۵ء کے بجٹ کے موقع پر جناب نے مجھے تقریر کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ بجٹ کے سلسلے میں میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ بجٹ تو ملکی وسائل کے مطابق بنتے رہتے ہیں لیکن بجٹ کا جو صحیح استعمال ہے اس سے عوام کو صحیح فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ میں بھی ۱۹۸۵ء سے ممبر چلا آ رہا ہوں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے بجٹ میں جتنا خورد برد ہوتا ہے اس کا آپ اندازہ لگائیں کہ لوکل گورنمنٹ کی طرف سے جو رقم خرچ ہوتی ہے یا استعمال ہوتی ہے اس میں سے اکثر مختلف افسران کھا جاتے ہیں۔ اس کا اندازہ آپ خود لگائیں کہ اے ڈی ایل جی کی طرف سے جو بجٹ استعمال ہوتا ہے اس میں لاکھوں روپے کا نقصان ہوتا ہے۔ دوسرا اس کے بعد جتنی سڑکیں ہیں یا اور کوئی بھی کام ہوتا ہے اس کام کی کوئی کارنٹی نہیں ہوتی۔ اس طرح پیسے کا بہت زیادہ ضیاع ہو جاتا ہے اور وہی فنڈ بار بار وہاں پر استعمال ہوتا رہتا ہے جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ غیر ضروری ہے۔ میں اپنے علاقہ میانوالی کی بات کرتا ہوں کہ میانوالی اے ڈی ایل جی لوکل گورنمنٹ قدوس صاحب تھے اس نے اپنے وقت پر جتنے بھی سکول بنائے ہیں' چاہے پرائمری سکول بنے ہیں یا کوئی سڑک بنی ہے ان کو اگر آپ کسی وقت بھی چیک کروائیں دو سکولوں کی میں آپ سے بات کرتا ہوں کنیارا والا دو سکول ہیں اس میں ایک پرائمری گرلز سکول اور بوائز سکول ہیں دونوں سکول اس وقت تک مکمل نہیں ہوئے اور ان کی مختص کردہ رقم خرچ ہو چکی ہے۔ نہ ان کی چار دیواری ہے اور نہ ہی ان کی چھتیں ہیں ۔ اس کے متعلق میں نے باقاعدہ طور پر کئی دفعہ ڈی سی صاحب کو لکھ کر بھی دیا ہے کہ ان سکولوں کو چیک کروائیں بلکہ کمشنر صاحب کو بھی میں نے کہا ہے کہ وہ لوگ جن کو آپ نے سکول دیے چھتیں مہیا کیں وہ سکول اس وقت تک نامکمل ہیں۔ اسی طرح باقی ایک ڈی ایل جی کی طرف سے جو کام ہوتے ہیں میں آپ کو چھوٹی سی ایک مثال دیتا ہوں کہ ہمارا اس وقت بھی جو اے ڈی ایل جی ہے اس کی اگر آپ ڈیفنس میں جاکر کوٹھی دیکھیں اور اس کا فرنیچر آپ دیکھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ شاید کسی گورنمنٹ کے بڑے سے بڑے افسر کا اس طرح کا فرنیچر اور کوٹھی نہیں ہو گی۔ جتنے بھی کام ہوتے ہیں اس میں سے سب کے حصے مقرر ہو جاتے ہیں۔ ٹھیکیدار صاحبان اور اے ڈی ایل جی صاحبان یہ تمام کے تمام صاحبان پیسے خوردبرد کرجاتے ہیں۔ اس کام کی کوئی کارنٹی

نہیں ہوتی سال کے بعد آپ جا کر دیکھیں تو وہ کام نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ بجٹ کا صحیح استعمال ایک ضروری فرض ہے۔ جو پیسہ آپ لگاتے ہیں اس کی گارنٹی ہونی چاہیے۔ کہ اتنے عرصہ تک اس چیز کا معیار برقرار رہے گا۔

دوسرا جناب سوشل ایکشن پروگرام جس میں چھ پرائمری سکول، دو مڈل سکول ایک سیوریج یا واٹر سپلائی سکیم اور دو دیہاتوں میں بجلی فراہم کی جاتی ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ اس وقت پرائمری سکول کافی بن چکے ہیں۔ اس کے فنڈز وہ ایم پی اے کو دے دے تاکہ وہ علاقے کی ضرورت کے مطابق اسے خرچ کر سکے۔ چاہے وہ مڈل سکولوں کو اپ گریڈ کرے اور یا ڈویلپمنٹ کا کوئی ایسا پروگرام شروع کرے جو علاقے کی ضرورت ہو۔ کئی ایسے علاقے بھی ہیں جہاں پانی بہت نزدیک ہے اس میں ایک واٹر سپلائی سکیم دی جاتی ہے۔ لیکن وہاں علاقے میں پانی بہت نزدیک ہے اور میٹھا پانی ہے تو اس علاقے میں واٹر سپلائی سکیم کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر وہ سوشل ایکشن پروگرام کے تحت سکیم دی جاتی ہے تو اس کا جتنا بھی فنڈ بنتا ہے وہ اس کو دے دیں کہ آپ کے علاقے میں جو آپ کی ضرورت ہے اس میں وہ استعمال کر سکے۔ اسی طرح ہمارے ہاں اتنے پرائمری سکول بن چکے ہیں کہ ہم ایک ایک گاؤں کو پرائمری سکول دے رہے ہیں۔ بعض سکول ایسے بھی ہیں جن کا درمیانی فاصلہ آدھا کلو میٹر ہے۔ اس طرح سے تین چار لاکھ روپے نقصان والی بات ہے۔ وہاں پر طلباء کی تعداد بھی اتنی زیادہ نہیں ہے اس طرح وہ سکول ضائع ہو جاتے ہیں۔ اس لیے پرائمری سکول کی پابندی نہیں ہونی چاہیے وہ رقم بھی ہمیں اپنی مرضی سے استعمال کرنے کی اجازت دے دیں چاہے ہم اس کو مڈل سکول کے لیے بنائیں لڑکوں کے لیے بنائیں یا لڑکیوں کے لیے بنائیں یا دو سکولوں کا ایک مڈل سکول بنائیں ۔ اس کی بھی مالیت تقریباً اسی طرح بنتی ہے۔ جرائم کو روکنے کے لیے امن عامہ کے لیے گورنمنٹ پیسہ لگاتی ہے یہ اچھی بات ہے ملک میں امن وامان ہو اور پنجاب میں بھی ہو لیکن آپ روزانہ اخبارات میں بھی دیکھ رہے ہیں کہ اتنے نقصانات ہو رہے ہیں اتنے قتل ہو رہے ہیں ۔ اتنے ڈاکے پڑ رہے ہیں۔ میانوالی میں اس وقت ۲۵ آدمی جو مفرور ہیں وہ پھر رہے ہیں۔ اور ایسے خطرناک مفرور ایک ملک حاجی یارن صاحب تھے انہوں نے اس کا بیٹا اغواء کیا اس نے پیسے ادا نہیں کیے اور انہوں نے اس کے بیٹے کو دریائے سندھ میں قتل کر کے پھینک دیا۔ وہ اس وقت عیسب خان کے نام سے مشہور ہے جو کہ ایک مفرور ہے اور وہ میانوالی میں دندناتا پھرتا ہے۔ بلکہ پولیس والوں کو

ایا گیا ہے کہ صیب خان لوگوں کی گندم کی فصل اٹھوا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرے گھر پہنچا و ۔ اور وہ اس گندم کو منڈی تک پہنچاتا ہے اور پیسے بھی لے جاتا ہے۔ زمیندار کے پورے سال ی کمائی ایک مفرور کے حکم سے ضائع ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھی وہ میانوالی میں پھر رہا ہے۔ گوں نے باقاعدہ طور پر ایس پی صاحب کو اطلاع بھی دی ہے کہ جناب یہاں پر صیب خان پھر رہا ہے۔ آپ اس کو جا کر پکڑیں لیکن کوئی ایکشن نہیں ہوا ۔ اسی طرح ہمارے علاقے میں ایک محمد اظہر مان ' اور دوسرا شیخ حاجی یہ دونوں قتل کے سلسلے میں مفرور ہیں لیکن آج تک کوئی بھی ملزم گرفتار ہیں ہو سکا۔ انہوں نے ایک آدمی کو ایک رات قتل کیا اور دوسرے کو دوسری رات قتل کیا لیکن آج تک کوئی بھی آدمی پولیس نے گرفتار نہیں کیا۔ جناب والا! یہ امن عامہ کی صورت حال ہے اور م پولیس کی مد میں بے تحاشا پیسے بھی دیتے ہیں اور ان کے فنڈز مزید بڑھا رہے ہیں ان کو وائرلیس سیٹ بھی دے رہے ہیں ۔ گاڑیاں بھی دے رہے ہیں سب کچھ دے رہے ہیں لیکن امن عامہ کی صورت حال انتہائی خطرناک ہے۔ اخبارات میں تو صرف لاہور کی خبریں آ جاتی ہیں یہ ہو گیا ہے وہ ہو گیا ہے لیکن ہمارے جو دیہاتی علاقے ہیں اور دور دراز کے علاقے ہیں اس میں جو حال ہو رہا ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے لیکن وہ چونکہ اخبارات میں نہیں آتا اس لیے آپ کو صحیح صورت حال کا اندازہ نہیں ہوتا ۔ اگر پورے پنجاب کی خبریں اخبارات میں آ جائیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پورا اخبار ان خبروں سے بھر جائے گا ۔ اس کے بعد جناب والا! صحت کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ میرے حلقے میں محکمہ صحت کی یہ حالت ہے کہ ہنوری ٹاؤن کمیٹی جس کے متعلق میں نے کئی دفعہ سوالات بھی کیے ہیں ۲۰ کنال کا رقبہ لوگوں نے شہر کے اندر دیا ہوا ہے کہ ہمیں رورل ہیلتھ سنٹر دیا جائے۔ اس کے لیے میں نے کئی دفعہ گزارش بھی کی ہے وزیر صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرکز میں ہم ہسپتال دیتے ہیں۔ دوسرا ہسپتال ہمارے شیڈول میں نہیں ہے ۔ حالانکہ جناب اگر یہ شیڈول کی بات کرتے ہیں تو میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اوکاڑہ میں RHC کی پالیسی دو دو کی ہے۔ وہ ضلع اوکاڑہ میں مرکز حویلی تھانہ میں دو RHC ہیں ایک حویلی میں دوسرا وساوا میں ۔ دو RHC بنے ہوئے ہیں ایک مرکز میں۔ ضلع ساہیوال میں تھانہ غازی آباد میں RHC اور دوسرا RHC 8/11-L ایک چک ہے اس میں بنا ہوا ہے۔ اسی طرح تھانہ نصیر پور میں RHC بصیر پور اور دوسرا نصیر پور میں دو دو بنے ہوئے ہیں۔ ہماری ٹاؤن کمیٹی کی آبادی کو لوگوں نے 30 کینال رقبہ عطیہ بھی دیا ہے۔ اور

اس کی قیمت کم از کم چودہ پندرہ لاکھ روپے بنتی ہے۔ اس کے لیے ہم بار بار اسمبلی میں اپنے سوالات پیش کر رہے ہیں۔ کہ ہمیں مہربانی کرکے اس علاقے میں وہ ہسپتال ضروری ہے اس کے آس پاس علاقے میں صحت کی سہولتیں نہیں ہیں۔ تیسرا جناب ہمارے علاقے میں تھل کینال ہے۔ اس کے لیے میں اور باقی ہمارے یہ کے ممبر صاحب انہوں نے بھی کئی دفعہ بات کی ہے تھل کینال سے چار اضلاع آبپاش ہوتے ہیں۔ میانوالی، بھکر، خوشاب اور یہ ان چار ضلعوں میں جو نہر کا ڈیزائن ہے اس میں چھ لاکھ کیوسک محکمہ آبپاشی نے رکھا تھا۔ اس کے لیے سولہ لاکھ ایکڑ آبپاش ہونا تھا۔ اور سولہ لاکھ کی بجائے مختلف حکومتوں نے پانچ لاکھ ایکڑ اس میں مزید ڈال دیا۔ نہر کا ڈیزائن اسی طرح سولہ لاکھ ایکڑ کے لیے ہے۔ اور سولہ لاکھ ایکڑ کا پانی اتنا کم ہے پورے علاقے میں زمیندار کی جتنی محنت ہے وہ سب ضائع ہو جاتی ہے کہ ایک مہینے کے اندر دس دن تیسرا حصہ نہر بند رہتی ہے۔ ساری نہریں بند رہتی ہیں۔ اور اس طرح جتنی ہماری فصلیں ہیں ان کی صحیح پرورش نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ سے ہماری ساری کھادیں، cultivation وغیرہ سب ضائع ہوجاتی ہیں۔ ہم چیخ رہے ہیں کہ جناب مہربانی کریں آپ کے پاس پانی بھی بہت ہے۔ دریائے سندھ کا پانی 9 لاکھ کیوسک تک اور اس کا پانی چلا جاتا ہے۔ اور وہ اتنا بڑا دریا ہے کہ باقی پورے پنجاب کو پانی دے رہا ہے۔ مہربانی کرکے اس کا ڈیزائن بڑھائیں اور ہمارے علاقے کو پانی دیں۔ 1985ء سے میں چیخ رہا ہوں، میں ہمیشہ ہر اسمبلی کے اجلاس میں اپنا سوال پیش کرتا ہوں۔ لیکن اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ ابھی تک سندھ پنجاب پانی کا فیصلہ نہیں ہوا۔ کیا اس تھل کینال کے لیے سارے سندھ پنجاب کا فیصلہ متاثر ہوتا ہے۔ اگر اس کا دس ہزار کیوسک پانی بڑھا دیا جائے تو پورے علاقے میں زمینیں سیراب ہو سکتی ہیں۔ یہ محکمہ ارگیشن کی باقاعدہ ایک رپورٹ ہے۔ اگر یہ زمینداروں یا کاشت کاروں کو اس طرح کی سہولتیں نہیں دیں گے۔ تو ہمارا ملک معیشت میں کس طرح خود کفیل ہو سکتا ہے۔ ہماری فصلیں ہیں، لیکن ہم گندم باہر سے درآمد کرتے ہیں، اب تو ہم کپاس بھی باہر سے منگوا رہے ہیں۔ آپ محکمہ زراعت سے رپورٹ لے لیں وہ علاقہ اتنا اچھا ہے کہ اگر اس کو صحیح پانی مل جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ بیس سے پچیس من تک گندم اس علاقے میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اور گنا بھی اسی طرح ہمارے علاقے میں بہت زیادہ ہے۔ دوسری بات کہ شوگر کے معاملے میں یہ کنڈے والے جتنے لوگ ہیں یہ اتنی ہیرا پھیری کرتے ہیں کہ زمیندار کی اگر دو سو من کی ٹرالی جاتی ہے تو اس میں سے بیس پچیس من اپنے تول میں کاٹ

لیتے ہیں۔ اس کے لیے کوئی ضروری بندوبست کیا جائے کہ ہمارا جو کین جاتا ہے اس کا کم از کم وزن صحیح ہو۔ شوگر ملوں والوں نے آج تک زمینداروں کو پیسے نہیں دیئے۔ ہم سارا گنا ان کو فروخت کرتے ہیں اور ایسا قانون بنایا جائے کہ جو بھی یہ گنا لے اس کی رسید یہ ہونی چاہیے کہ پندرہ دن کے بعد زمیندار کو اس کی رقم کی ادائیگی ہو جائے۔

جناب سپیکر، جوئیہ صاحب میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ کی نہر کا معاملہ بڑا اہم ہے۔ سندھ اور پنجاب میں واٹر accord تو ہو گیا تھا۔ اور جناب نواز شریف صاحب کے دور میں ہی واٹر accord ہو گیا تھا اور سب نے اس پر اطمینان کا اظہار کر دیا تھا۔ جب یہ واٹر accord ہو گیا ہے تو آپ ازراہ کرم بے شک یہاں یہ مسئلہ اٹھاتے رہے ہیں۔ آپ اپنے اریگیشن منسٹر مقصود لغاری صاحب سے وقت نکال کر کسی وقت ملیے۔ اور ان سے یہ بات کیجیے کہ جب واٹر accord ہو گیا ہے تو اب آپ کے علاقے کے لوگوں کو پانی کیوں نہیں ملتا۔

ملک غلام شبیر جوئیہ، جناب والا! پچھلے اجلاس میں میں نے یہ سوال کیا تھا اور منسٹر صاحب نے کہا کہ نہیں ابھی تک ہم یہ نہیں کر سکے۔ کیونکہ ابھی تک سندھ پنجاب کا فیصلہ نہیں ہوا۔ تو ہماری وہ جتنی بات تھی وہ سب کی سب ضائع ہو گئی ہے۔ بلکہ ہم نے تو مشترکہ طور پر یہ سوال کیا تھا کہ جناب اس علاقے میں پانی کا مسئلہ حل کریں اس علاقے میں پانی کی بے حد تکلیف ہے۔ جناب والا! جب آپ وزیر اعلیٰ تھے تو میانوالی تشریف لے گئے تھے میں بھی اس استقبالیے میں تھا۔ آپ نے ہمارا علاقہ بھی دیکھا ہو گا کہ ہمارے علاقے میں اس کو تھل کہتے ہیں۔ تھل میں زمین کا وتر بھی کم ہوتا ہے۔ اگر اس کو پانی بروقت نہ ملے تو کسان کی تمام محنت ضائع ہو جاتی ہے۔ پچھلے دنوں میں جتنی گرمی تھی، دس دن اس کی وارہ بندی پھر پانی کا آنا پھر اس کے بعد جو پہلا زمیندار ہے وہ پانی لگائے گا۔ پھر بعد میں اس کو دس پندرہ دن پڑ جاتے ہیں۔ اور ہماری فصل حقیقت میں بالکل ضائع ہو رہی ہے۔ جن لوگوں نے صحیح محنت کی ہے، اپنے ٹیوب ویل لگا کر پانی صحیح دے رہے ہیں پورے پنجاب میں اس وقت ہمارے تھل کی کاشت بہترین سے بہترین آ رہی ہے آپ result سے پتا کر سکتے ہیں کہ بھکر، میانوالی جن کو پانی صحیح لگ رہا ہے ان کی پروڈکشن 20 بوری تک چلی جاتی ہے۔ لیکن جن کو پانی پورا نہیں ملتا ان کی فصل چھ سات بوری سے زیادہ نہیں نکلتی۔ تو یہ اتنا بڑا قومی نقصان کر رہے ہیں جس کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ باقی علاقوں میں پیسے لگائے جا رہے ہیں جبکہ مقصد بھی اتنا بڑا نہیں ہے۔

یہ تو چار ضلعوں کا مسئلہ ہے اس لیے مہربانی کرکے ان کو ہدایت کریں کہ ایسے جو ضروری مسئلے ہیں جس سے ملکی پیداوار بڑھتی ہے کم از کم اس کی اہمیت تو زیادہ رکھیں۔

جناب سپیکر، آپ نے ایک اہم مسئلہ اٹھایا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جب وزیر خزانہ اپنی تقریر کو وائنڈ اپ کریں گے تو اس موضوع پر وہ ضرور اظہار خیال فرمائیں گے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ بھی اب وائنڈ اپ کیجیے۔

ملک غلام شبیر جوئیہ، میں عرض کرتا ہوں کہ میرے علاقے میں جو ضروری مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ دو آبہ ایک یونین کونسل ہے' ایک رورل کندیاں شمالی ہے ہماری اس طرح کی دو یونین کونسلیں ہیں کہ دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ ان کی بہت بڑی بڑی آبادیاں ہیں۔ 25 ہزار کی ایک دو آبہ یونین کونسل ہے اور رورل کندیاں 13 ہزار کی ہے۔ ایک طرف دریائے سندھ ہے اور درمیان میں وہ آبادیاں ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک ریلوے لائن ہے اور اس کے شرقی طرف ان کے نہری رقبے ہیں۔ چونکہ پہلے بارانی رقبے تھے اس وقت لوگوں نے ساحل کے ساتھ ساتھ اپنی آبادیاں بنائی تھیں۔ اب نہر آچکی ہے اس لیے زرعی رقبے جو ہیں وہ ایک طرف ہو جاتے ہیں اور ان کے شہر اور طرف ہیں درمیان میں ریلوے لائن ہے۔ میں نے اسی اجلاس میں گزارش کی تھی کہ جناب ان دو یونین کونسلوں کو ریلوے پھاٹک دیا جائے اور سڑک دی جائے۔ کیونکہ ان لوگوں کا منڈی تک جانا یا اپنی فصلیں گھروں تک لانا یا شوگر کنڈے تک اپنا گنا لے جانا' اس میں ان لوگوں کو بے حد تکلیف ہے بلکہ ریلوے ٹرین سے ان کے دو تین مرتبہ ایکسیڈنٹ بھی ہو چکے ہیں اور اموات بھی ہو چکی ہیں۔ تو یہ سڑک دوسری سڑک کے ساتھ دس میل لمبی بنتی ہے۔ ریلوے پھاٹک اور دس میل کی سڑک مہربانی کرکے دے دیں۔ تاکہ ان لوگوں کی تکلیف رفع ہو جائے۔ وہ لوگ بہت پریشان ہیں۔ جناب والا! ہرنولی ایک ٹاؤن ہے۔ میں نے اس میں RHC کی بات کی ہے۔

جناب سپیکر، آپ کا وقت ختم ہو گیا۔

ملک غلام شبیر جوئیہ، ایک سیکنڈ۔ ہندوستان کے وقت سے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے ہائی سکول بنے ہوئے ہیں۔ آج تک ان کو up grade نہیں کیا گیا۔ میں آپ کی وساطت سے عرض کرتا ہوں کہ ایسے پرانے اور اہم جو مسئلے ہیں ان پر توجہ دیتے ہوئے ان دونوں سکولوں کو up grade کا درجہ دیا جائے۔ یہ پرانے سکول ہیں اور آبادی ان کے ارد گرد بہت بڑھ چکی ہے۔ بچیاں دور دراز کے

سکولوں میں نہیں جاسکتیں۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی ۔ بہت شکریہ۔

ملک غلام شبیر جوئیہ، جناب والا! ایک پنجاب میں بات ہوتی ہے۔ وہ میں نے پہلے بھی کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں پہلے ہندو یا کوئی کاروباری ہوتے تھے۔ تو وہ گندم' یا نخود' یا منگی یا کوئی فصل ترازو کے ساتھ تولتے تھے۔ اس وقت کنڈے وغیرہ نہیں تھے۔ جو آدمی' بیوپاری بے ایمان ہوتے تھے' وہ ان کو جو تولے تھے' ان کو کہتے تھے کہ بھئی آپ ڈنڈی ـــ ڈنڈی کا مقصد ہے کہ اس طرح پکڑتے ہیں ناں' تو اس طراں ذرا گٹی رکھ جاندے سن' ایس جگہ۔ پانچ سیر دس سیر دانے بوری زیادہ چلے ویندے نیں۔ فیر اوہ زمیندار سو بوری یا پنجاہ بوری جہڑی دیندا ہائی' اوہ آہدے ہان یار ایہہ کانٹ لا۔ ایہدا مقصد اے کہ وزن کرنیے ہک بوری۔ اوندا وت تخمینہ لا گھدا کہ بھائی بوریاں ساریاں ٹھیک ہن یا پنج پنج دہ دہ سیراں دا فرق اے۔ ویسے ساڈی اپنی پنجابی زبان وچ تاں بہت غلط الفاظ ہن' جہڑے اسمبلی وچ ممکن اے اوہ گل اچھی نہ لگے۔ لیکن اس کوں ذرا تبدیل کر چھڑیندے آں۔ کہے ساڈے وڈکے آکھیا بھئی ایہہ کنک دوبارہ وزن کرو۔ اوس آکھیا' حرامیاں دے کہڑے کاڈھ ہن۔ جہڑے حرامی ہن اوہناں دے کہڑے کاڈھ لکنے چاہی دے ہن۔ کہڑا وزن کرنا چاہی دا اے' ہر بوری دس سیر زیادہ ہن۔ ایہہ مہربانی کرو جی' کوئی ایسی ہدایت کرو کہ ڈنڈی نہ مارن فنڈاں وچ۔ جو فنڈ ادھے کھا گیا تے وت اوس توں بعد اوہدا بجٹ زاید تھی گیا۔ ایہہ مہربانی کر کے ڈنڈی نئیں مارنی چاہی دی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔ میاں عبدالستار صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ نہیں' ایک منٹ ٹھہرئیے۔ مجھے ابھی قائد حزب اختلاف کا پیغام ملا ہے کہ پہلے پیر سید عارف صاحب کو موقع دیا جائے۔ تو میں پیر سید عارف حسین صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

میاں عبدالستار، مجھے ایک کورٹ witness کے لیے جانا ہے ۔ تو میں پھر چلا جاتا ہوں۔

جناب سپیکر، مجھے کھوسہ صاحب یہ کہہ کے گئے ہیں۔

میاں عبدالستار، ٹھیک ہے جی۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب سپیکر، اگر آپ مان جائیں۔

میاں عبدالستار، ٹھیک ہے جی۔ وہ تقریر کریں۔

سید محمد عارف حسین بخاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ دے
پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

جناب سپیکر! میں نہایت ممنون ہوں کہ آپ نے اس باوقار ایوان میں مجھے اظہار خیال کی عزت بخشی۔ جناب والا قدر! زیر بحث بجٹ کی مجھے تو کوئی بھی کل سیدھی نظر نہیں آئی۔ مصلحت آمیز، تہ بہ تہ مفروضوں میں الفاظ کی فسوں کاری اور طمع سازی نے اس کی روح کو بری طرح پامال کر رکھا ہے۔ جناب والا قدر! اسے تعمیری یا فلاحی بجٹ قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا جھلساتی، تپتپاتی، چلچلاتی دوپہر کو خوش گوار موسم کہہ دینا۔ یا سرسر کو صبا کہہ دینا۔ یا ظلمت کو ضیاء کا نام دے دینا۔

جناب سپیکر، آخری بات ایسی آپ نے کہی کہ ادھر سے تالیوں اور تھاپوں کی آواز آنی چاہیے تھی لیکن نہیں آئی۔

سید محمد عارف حسین بخاری: ضیاء سے میرا مقصد وہ ضیاء نہیں۔ ضیاء سے مقصد روشنی ہے۔ اس لیے وہ بھی سمجھتے ہیں کہ میرا مفہوم یہ نہیں، اس لیے انھوں نے داد نہیں دی۔ لاء منسٹر صاحب ویسے بھی ضیاء الحق کے متعلق نیک خیالات رکھتے ہیں۔

جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ایک متوازن میزانیے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے محاصل یقینی ہوں، short-fall کم از کم ہو۔ عوام پر بھونڈے اور سوقیانہ انداز میں ناروا بوجھ نہ ڈالا گیا ہو۔ عوامی صلاح اور فلاح کو پیش نظر رکھ کر ایک ایک پائی کو قومی امانت سمجھتے ہوئے اس کا جائز مصرف نکالا گیا ہو۔ مگر افسوس، صد حیف۔ آرزو کہ خاک شدہ۔ میں داد دیتا ہوں اس موقع پر محترم اسحاق بچہ صاحب اور اپنے بھائی عبدالرشید بھٹی صاحب کو کہ انھوں نے آوازۂ حق بلند کیا:

نکل جاتی ہے سچی بات منہ سے جس کے مستی میں
فقیہِ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا قدر! باشعور قوموں کو تعمیر و ترقی کے لیے مستقبل کی فکر ہوتی ہے۔ مگر ہمارے بزرجمہروں کا ہدف قومی تعمیر و ترقی کی بجائے ذاتی تعمیر و ترقی ہے:

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

جناب والا قدر! اگر ماضی کو پیش نظر رکھیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہر سال کے جاری اخراجات میں ڈویلپمنٹ کے لیے مختص رقم کا تناسب گرتا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر ۹۳-۱۹۹۲ء میں ڈویلپمنٹ کا تناسب جاری اخراجات میں چوبیس فی صد تھا جو ۹۴-۱۹۹۳ء میں پندرہ فی صد رہ گیا۔ اور اسے ۹۵-۱۹۹۴ء میں ۱۱٫۹ فی صد کر دیا گیا اور خیر سے زیر بحث میزانیے میں اس کا تناسب ۱۰٫۱ فی صد ہو گیا ہے۔ جناب والا! اگر آبادی میں اضافے کے حساب سے اسے پنجاب کی آبادی پر تقسیم کر دیا جائے تو یہ غالباً ایک سو گیارہ روپے فی کس کے حساب سے بنتے ہیں جو اونٹ کے منہ میں زیرے کے مترادف ہیں،

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

جناب والا قدر! یہ ہے ہماری قومی خدمت کے بارے میں سوچ' یہ ہے ہماری تعمیر و ترقی کی امنگ۔ اب دوسری طرف آئیے۔ محترم' نان ڈویلپمنٹ اخراجات کا تناسب خطرناک حد تک جاری اخراجات کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ اس کی ایک مثال میں عرض کروں گا کہ ہم نے ۹۴-۱۹۹۳ء میں جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے پانچ سو آٹھ کروڑ روپے مختص کیے تھے۔ جو ۹۵-۱۹۹۴ء میں سات سو چھ کروڑ کر دیے گئے اور زیر بحث میزانیے میں ان کو ایک ارب پچاس کروڑ روپیہ' گویا ایک سال میں انچاس فی صد اضافہ جنرل ایڈمنسٹریشن پر کر دیا گیا۔ ایک سال میں انچاس فی صد اضافہ! اگر یہی صورت حال برقرار رہی۔ توجہ فرمائیے' کہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو ایک وقت وہ آ جائے گا کہ ڈویلپمنٹ کے لیے ہماری جیب میں پائی نہیں ہو گی۔ یعنی جس تناسب سے ہم ڈویلپمنٹ کی رقم کم کرتے آ رہے ہیں' ڈویلپمنٹ کے لیے ہمارے پاس ایک پائی نہیں ہو گی اور حکم رانوں کے اللوں تللوں کے لیے' جنرل ایڈمنسٹریشن کے لیے ہمیں عوام کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنا پڑے گا۔ جناب والا قدر! کہتے ہیں طوائف الملوکی کے دور میں جب بیرونی کاتحین ہندوستان پر مسلسل حملے کیا کرتے تھے تو پنجاب میں ایک ضرب المثل مشہور تھی کہ " کھاہدا پیتا لاہ دا' ودھیا احمد شاہ دا"۔ کہ بھئی' کھا پی لو۔ جو کچھ ہے عیش اڑا لو۔ جو پس انداز ہو گا وہ تو احمد شاہ ابدالی لے جائے گا۔ یا کوئی اور طالع آزما لے جائے گا۔ شاید اس دور میں عوام کے پاس کھانے پینے کو کچھ بچ جاتا ہو گا۔ لیکن آئندہ آنے والے احمد شاہ تو کھانے پینے کے لیے بھی کچھ نہیں چھوڑیں گے۔

جناب سپیکر، کیا اس سے یہ فائدہ نہیں ہو گا کہ احمد شاہ کو ادھر رخ کرنے کا خیال ہی نہیں آئے گا۔

سید محمد عارف حسین بخاری، نہیں' ہمارے گھر میں ہی اتنے موجود ہیں جناب۔ باہر کا کون سوچے گا۔ ماشاء اللہ ہماری آستین میں ہی کئی احمد شاہ چھپے ہوئے ہیں۔ ہمارے گھر میں ہی ایسے موجود ہیں۔

جناب سپیکر، اسے انگریزی میں کہتے ہیں،

Blessing in disguise

اس بہت افسوس ناک صورت حال کا ایک فائدہ یہ ہو گا کہ کسی باہر کے حملہ آور کو ادھر آنے کا خیال نہیں آئے گا۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا قدر! ہم نے حقائق سے کس طرح آنکھیں بند کی ہوئی ہیں؛ ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ ہمارے پیارے صوبے میں امن عامہ کی جو صورت حال ہے' شاید ہی بوڑھے آسمان نے کسی مہذب اور متمدن معاشرے میں یوں بے سکونی دیکھی ہو۔ قانون کی دھجیاں اڑتے دیکھی ہوں۔ امن عامہ کی پامالی دیکھی ہو۔ ارباب بست و کشاد کی بدحالی دیکھی ہو۔ عوام کو عدم تحفظ کا شکار دیکھا ہو۔ قاتلوں' ڈاکوؤں' لٹیروں' رہزنوں کو للکارتے دھاڑتے چنگھاڑتے اور آنکھیں دکھاتے دیکھا ہو اور حکم رانوں کو یوں حقائق سے آنکھیں چراتے دیکھا ہو۔ جو صورت حال محترم' آج ہمارے ہاں ہے' جس طرح ظلم کی چکی میں ہم پس رہے ہیں' اندھیر نگری میں کوئی بھی قانون شکنوں کا ہاتھ روکنے والا نہیں ہے۔ انسان حشرات الارض کی طرح کچلے جا رہے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ،

ایک کتے نے کہا دوسرے کتے سے کل
بھاگ ورنہ آدمی کی موت مارا جائے گا

یہ صورت حال ہے اور اس میں محترم' روزانہ اخبار دیکھتے ہی دل دھک سے بیٹھ جاتا ہے۔

جناب سپیکر، حضرت صاحب! یہ شعر دوبارہ سنائیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جی میں نے عرض کیا تھا کہ یہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ شعر کس کا ہے۔ یہ جس نے بھی کہا ہے بہت خوب ہے۔ کہ ایک کتے نے کہا۔۔۔۔

جناب سپیکر، میں ایک بات بتا دوں کہ یہ شعر مجھے کسی کتے کا نہیں کسی آدمی کا ہی لگتا ہے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! میں نے کتے کا نہیں کہا میں نے کہا ہے کہ ایک کتے نے کہا ----

جناب سپیکر، آپ نے کہا کہ یہ مجھے نہیں پتا کہ یہ شعر کس کا ہے۔ میں وضاحت کررہا ہوں کہ یہ شعر کتے کا نہیں لگتا آدمی کا ہی لگتا ہے۔ شعر اچھا ہے۔ اس لیے دوبارہ فرمائیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب سپیکر! آج کی امن عامہ کی صورت حال کے متعلق انھوں نے کہا۔ جو کچھ ہمارے وطن عزیز میں ہورہا ہے۔ ----------

ایک کتے نے کہا دوسرے کتے سے کل

بھاگ ورنہ آدمی کی موت مارا جائے گا

جناب والا قدر! روزانہ اخبار دیکھ کر دل دھک سے بیٹھ جاتا ہے۔ کسی گلی کی نکڑ پر خون۔ کسی سڑک پر کسی بے گناہ معصوم کی لاش۔ کسی بازار میں قاتلوں کی من مانی۔ کسی محلے میں ڈاکوؤں کی حکم رانی اور نہ جانے کتنے ہی ایسے واقعات روزانہ ہمارے ناعاقبت اندیش حکم رانوں کے منہ پر زناٹے دار طمانچے رسید کرتے ہیں۔ مگر ہوش ان کو مگر نہیں آتی۔جناب والا قدر! دیکھیے ان روگوں کے دارو کے لیے ہم نے کیا کیا ہے؟ لاقانونیت کے سدباب کے لیے ہم نے کیا قدم اٹھایا ہے؟ قاتلوں کے ہاتھ سے کلاشنکوف چھیننے کے لیے ہم نے کیا منصوبہ بندی کی ہے؟ اس جہنم کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ہم نے کونسی efficiency دکھائی ہے؟ جناب والا! ملاحظہ فرمائیے کہ Law and Order کے لیے ۹۵-۱۹۹۴ء میں ۵۵۴ کروڑ روپے مختص کیے گئے۔ اور اس سال ۶۰۲ کروڑ روپے مختص کردیے گئے ہیں۔ یعنی افراط زر اور مہنگائی میں تو تقریباً تیس فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اور امن عامہ کے اخراجات میں ہم نے فقط ۹ فیصد اضافہ کیا ہے۔ جناب والا قدر! اس سے خاک بہتری ہو گی؟ کیسے Law and Order maintain ہو گا؟ یہ اعداد و شمار تو گویا قانون شکنوں کے لیے ایک نوید ہیں۔ ان کے لیے حوصلہ افزا ہیں۔ گویا ان کو یہ پیغام دے دیا گیا ہے کہ تم اپنے دائرہ اختیار میں کام کرتے رہو، ہم اپنے دائرہ اختیار میں کام کررہے ہیں۔ تم شاہراہوں پر ڈاکے ڈالتے رہو، ہم عوام کی جیبوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔

سبو اپنا اپنا اور جام اپنا اپنا

کیے جاؤ مے خوارو کام اپنا اپنا

جناب والا قدر! ہم کتنے فعال ہیں؟ ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ کہ ہمارے صوبائی ٹیکس ریونیو میں مسلسل کمی آ

رہی ہے۔ ہمارا surplus revenue روز بروز کم ہو رہا ہے ۔وفاقی گرانٹس کم ہو رہی ہیں ۔بھلا جو حکومت اپنے سابقہ ٹیکس ' اپنے لگائے ہوئے ٹیکس وصول کرنے کی اہلیت ہی نہ رکھتی ہو اسے نئے ٹیکس لگانے کا کونسا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ محترم المقام ! دیکھیے ہم نے جو ٹیکس لگائے ہیں ان میں ۷۵ فیصد indirect ٹیکس ہے۔ جس کا بوجھ براہ راست عام آدمی پر ہو گا۔ جس سے بے چینی پھیلے گی۔ مہنگائی بڑھے گی۔ محترم! ہماری ٹیکسوں کی تو یہ صورت ہے کہ بینک کے چیکوں پر ٹیکس۔ اشتہاروں پر ٹیکس۔ مجھے تو ڈر آ رہا ہے کہیں آئندہ سانس لینے پر بھی ٹیکس نہ لگا دیا جائے۔ جناب والا قدر! زراعت اس ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ مگر ہمارے منصوبہ سازوں نے' ہمارے حکمرانوں نے اس ریڑھ کی ہڈی سے مغز ہی نکال دیا ہے۔ جناب والا قدر! زراعت کے بجٹ میں مسلسل کمی واقع ہو رہی ہے۔ کھاد پر سبسڈی ختم کر دی گئی۔ الغا کپاس اور دھان پر ڈیوٹی لگا دی گئی۔ جناب والا قدر ! وہ صوبہ جو پورے ہندوستان بلکہ ایشیا کا اناج گھر تھا ' آج مفلس اور قلاش ہو چکا ہے۔ پنجاب کا کاشتکار جدید ٹیکنالوجی' ادویات' کھاد اور آبپاشی کے وسائل کے لیے ترس گیا ہے۔ بلکہ زراعت پر جان کنی کا عالم ہے ۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ اس کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جناب والا قدر ! ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں اور ہمارا کاشت کار ابھی تک اٹھارویں صدی میں دھکے کھا رہا ہے ۔ ہمارے پاس آبپاشی کے وسائل ناکافی ہیں ۔ سکارپ ٹیوب ویل ناکارہ ہو چکے ہیں۔ دھان کی کاشت متاثر ہو رہی ہے۔ براہ کرم پانی یعنی آبپاشی کے وسائل میں اضافہ کریں۔ ٹیوب ویل چلائیں۔ اگر ٹیوب ویل چالو نہ کیے گئے تو سکارپ ایریا میں واٹر لیول بلند ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد ہماری سونا اگلتی زمینیں سیم اور تھور کی نذر ہو جائیں گی۔ جناب والا قدر ! اگر سکارپ ٹیوب ویل کو مالی مشکلات کی وجہ سے یا کئی اور وجوہات سے چلانا ممکن نہ ہو تو براہ کرم کاشت کار کو فراخدلانہ سبسڈی دی جائے۔ تاکہ وہ ذاتی ٹیوب ویل سے آبپاشی کے وسائل پیدا کرے۔ جس سے دو فوائد ہوں گے ۔ایک تو واٹر لیول نیچا ہو گا اور دوسرا دھان کی فصل میں اضافہ ہو گا۔ جناب والا قدر ! یہ بات میری سمجھ سے بالا تر ہے کہ ایک طرف سکارپ ٹیوب ویلوں کو ناکارہ کر کے بند کر دیا گیا۔ اور دوسری طرف اس کے اپریشنل سٹاف کا لاکھوں کروڑوں کا بوجھ قومی خزانے پر ہے۔ اگر آپ سکارپ ٹیوب ویل نہیں چلانا چاہتے اور آپ کے وسائل نہیں ہیں تو خدارا اپریشنل سٹاف کو گولڈن شیک ہینڈ دیجیے۔ ان لوگوں کو فارغ کیجے تاکہ یہ سفید ہاتھی کم از کم ہمارے ملک کے وسائل سے کچھ نہ کچھ دور ہو سکے۔ جناب والا قدر! ایک بات اور عرض کرتا ہوں ----

جناب سپیکر، آخر میں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! ابھی تو میں عرض کررہا ہوں۔ ایک بات ذہن میں آئی ہے جو میں عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ کی تقریر بہت خوبصورت ہے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، شکریہ جناب!

جناب سپیکر، ایک تو خطرہ محسوس کرنا چاہیے جناب تابش الوری کو جو ان سے اچھی تقریر کررہے ہیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب! وہ میرے استاد ہیں۔ یہ انھیں کا فیض ہے۔

جناب سپیکر، یہ اتنی اچھی تقریر ہے کہ آپ کی تقریر سننے کے لیے وزیر خزانہ بھی کشاں کشاں چلے آئے ہیں اور پیچھے بیٹھے ہوئے سن رہے ہیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! ان کی عنایت اور اس محبت کا شکریہ۔

جناب سپیکر، لیکن اسے wind up کرنا پڑے گا۔ جی فرمائیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! مہربانی فرمائیں میں تھوڑا سا بیان کرکے ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی۔ جی!

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا قدر! ایک بات جو میرے ذہن میں تھی وہ میں عرض کرنا چاہتا تھا کہ ہمارا پیارا صوبہ کسی دور میں پورے ہندوستان کی غذائی کفالت کرتا تھا۔ لیکن آج ہم کسمپرسی میں اس حالت میں ہیں اور یہ دن ہمیں ہمارے منصوبہ سازوں نے دکھایا ہے۔ آج صورت یہ ہے کہ جب ہماری گندم کی فصل تیار ہوتی ہے تو خریداری کے لیے پاسکو آدھمکتا ہے۔ پاسکو وفاقی حکومت کا ادارہ ہے۔ پاسکو والے پنجاب سے گندم اٹھا کر فرنٹیئر میں، اسلام آباد میں اپنے محفوظ ذخائر میں پہنچا دیتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے نہ جانے حکمرانوں کی کونسی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ اور قبائلی علاقے کے اور مختلف بااثر سیاسی لوگوں کو پرمٹ جاری کیے جاتے ہیں۔ اور وہ پنجاب کی گندم افغانستان میں، قبائلی علاقے میں اور نہ جانے کہاں کہاں پہنچ جاتی ہے۔ اور پھر محترم! جب پاسکو سے جو ہمارے کسان سے اونے پونے گندم خرید لیتا ہے اسی سے جب پنجاب گندم خریدتا ہے تو چار

سو روپے فی بوری ہمیں کیرج چارج پاسکو کو دینا پڑتے ہیں ۔ یعنی وہی گندم جو ہمارے کسان سے پاسکو نے اونے پونے میں خرید لی ہوتی ہے تو جب پاسکو سے ہم واپس لیتے ہیں تو چار سو روپے فی بوری کے حساب سے ہمیں اس کے اوپر اضافی چارج دینا پڑتا ہے۔ جناب والا قدر! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ پاسکو کو پابند کیا جائے کہ جتنی ضرورت پنجاب میں ہے اس کے بعد گندم باہر لے جا سکتا ہے ورنہ ضرورت کے مطابق گندم پنجاب میں سٹاک کی جائے۔ جناب والا قدر! اس کے علاوہ پاسکو ایک کام اور کرتا ہے۔ کہ گندم کی خریداری کے لیے تو موجود، لیکن جب دھان کی فصل تیار ہوتی ہے اور مارکیٹ میں دھان آتا ہے ۔دھان کا کاشت کار ' یقین فرمائیے محترم ' اتنا مظلوم ہے ' اتنا مسکین ہے کہ اس غریب کو اس کی محنت کا ثمر نہیں ملتا ۔ پاسکو دھان نہیں خریدتا۔ اور مجبوراً اس کسان کو آڑھتی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے ۔ اور آڑھتی ادائیگی کس طرح کرتا ہے۔ یہ میرے سب زمیندار بھائی جانتے ہیں کہ اسے کیا کیا آڑھتی کے ناز نخرے برداشت کرنا پڑتے ہیں اور آڑھتی کے کتنا زیر بار ہونا پڑتا ہے۔ تو جناب والا قدر! اگر محکمہ خوراک پنجاب گندم خود نہیں خریدنا چاہتا اور پاسکو کو ہی اپنی گندم دینا ہے تو از راہ کرم پاسکو کو پابند کیا جائے کہ زمیندار سے دھان بھی اسی طرح اٹھائے جیسے طرح وہ گندم اٹھاتا ہے۔ جناب والا قدر ! ایک بات اور عرض کرتا ہوں کہ جب گندم پنجاب میں وافر پیدا ہوتی ہے تو وہ باہر چلی جاتی ہے۔ پاسکو سے بھی مہنگے داموں واپس لینا ہوتی ہے ۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ جو گندم وفاقی حکومت درآمد کرتی ہے اس کا بھی اکثر بوجھ پنجاب پر ڈال دیا جاتا ہے۔ تو میری اس سلسلے میں یہ تجویز ہے کہ براہ کرم پنجاب کے محکمہ خوراک کو فعال کیا جائے۔ پنجاب کی گندم اور زرعی اجناس محکمہ خوراک خریدے اور اپنی پنجاب کی پوری ضروریات کے لیے جب سٹوریج ہوجائے تو اس کے بعد گندم کو باہر بھجوانے کے پرمٹ دیے جائیں۔ اس سے پہلے گندم باہر بالکل نہ بھجوائی جائے۔ جناب والا قدر! آج کے جو حالات ہیں ' آپ پہلے ہی wind up کرنے کے لیے فرما رہے تھے تو بجائے اور باتیں کرنے کے میں اپنے حلقے کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ محترم ! میرا تعلق حافظ آباد سے ہے ۔ اور میرا شہر اس لحاظ سے شاید ان بدقسمت شہروں میں شامل ہے جن کے پاس اپنی تعمیر کے لیے کوئی رقم نہیں ہے۔ میں نے اسمبلی کے پچھلے اجلاس میں ایک سوال کیا تھا کہ حافظ آباد میونسپلٹی کا بجٹ کتنا ہے؟ ڈویلپمنٹ کے لیے کتنی رقم ہے؟ تو مجھے جواب دیا گیا اور اس سوال کی کاپی میرے پاس موجود ہے کہ حافظ آباد کی میونسپلٹی کے پاس ڈویلپمنٹ کے لیے ایک لاکھ 14 ہزار کا بجٹ ہے۔ یعنی آج کے دور میں تنخواہوں

کے بعد میرے شہر کی میونسپلٹی کے پاس فقط ایک لاکھ 14 ہزار روپے بچتے ہیں۔ آپ ہی توجہ فرمائیے کہ ایک لاکھ 14 ہزار روپے سے ایک سال میں خاک ڈویلپمنٹ ہو گی۔ حافظ آباد کی حالت دیدنی ہے۔ ہماری سڑکیں جوہڑ کا نقشہ پیش کر رہی ہیں۔ میرے شہر میں ایک محلہ بہاولپورہ ہے اگر اس سڑک سے گزریں تو نمازی مسجد تک نہیں جا سکتے۔ میں نے ڈی۔ سی صاحب سے کہا کہ ڈی۔ سی صاحب کم از کم ایک کشتی کا ہی انتظام کر دیں تاکہ بہاولپورہ محلہ والے لوگ شاید اس کشتی کے ذریعہ ہی آ جا سکیں۔ حافظ آباد کے قبرستان میں گندہ پانی داخل ہو رہا ہے۔ قبرستان کی کئی قبریں اس گندے پانی کی نذر ہو گئیں' وہاں سیوریج سسٹم ناکارہ ہے۔

جناب والا قدر! اگر فی الفور حافظ آباد کی میونسپلٹی کو گرانٹ مل جائے تو شاید حافظ آباد کے باسی سکھ کا سانس لے سکیں۔ دوسری صورت یہ ہے۔ حافظ آباد کا ہاتھ اس طرح بٹایا جا سکتا ہے کہ ہماری کمیٹی کا زیادہ تر پس انداز سرمایہ تعلیم کی نذر ہو جاتا ہے۔ جتنے پرائمری سکول ہیں وہ میونسپلٹی کے تصرف میں ہیں۔ براہ کرم حافظ آباد میونسپلٹی کے تمام پرائمری سکول' ان کی عمارتیں اگر محکمہ تعلیم ہم سے لے لے تو شاید حافظ آباد کی قسمت کے لیے حافظ آباد کی میونسپلٹی کے پاس کچھ نہ کچھ بچ جائے۔

جناب والا قدر! یہ میری معروضات تھیں۔ میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے برداشت کیا۔ باتیں تو کچھ اور بھی میں عرض کرنا چاہتا تھا لیکن انشاء اللہ جس طرح آج آپ نے حوصلہ افزائی فرمائی ہے آئندہ بھی آپ نے مہربانی فرمائی تو انشاء اللہ پھر کسی دن عرض کروں گا۔ تو اس کے ساتھ ہی میں آپ سے اجازت چاہوں گا۔ شکریہ

جناب سپیکر، یار زندہ صحبت باقی۔ بڑی مہربانی۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری احمد یار گوندل۔ تشریف رکھتے ہیں؟ نہیں ہیں۔ میاں محمد سردار خان وٹو۔ یہ بھی نہیں ہیں۔ سردار حسن اختر موکل۔

سردار حسن اختر موکل، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بجٹ 1995-96 کے سلسلے میں بحث پر کافی دوستوں نے حکومت اور وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کی۔ سمجھ نہیں آ سکی کہ کس بات کی مبارکباد؟ جس چیز کا نام' جس جھوٹ کے پلندے کا نام 1995-96ء کا بجٹ رکھا گیا۔ میں سمجھتا

ہوں کہ یہ عوام کے ساتھ ایک خوبصورت دھوکہ ہے۔ یہ عوام کی بدحالی، عوام کی بربادی کی وہ کہانی ہے جو افسر شاہی نے ایک شریف وزیر خزانہ کی زبانی بیان کروائی ہے۔

جناب والا! یہ فاشسٹ حکومت کی فاشسٹ پالیسز ہیں کہ تمام حقائق کو اس انداز سے توڑ مروڑ کے پیش کیا جائے کہ عوام کو سوائے اپنے پیٹ کی آگ کے کسی چیز کی سوجھ بوجھ نہ رہے۔ کہیں الفاظ کی جادوگری ہے، کہیں اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ ہے اور کہیں عوام کے سر پہ ڈنڈا ہے۔ ہر وہ طریقہ اختیار کیا گیا جس سے عوام کے ساتھ ظلم و زیادتی کی آخیر ہو جائے۔ کہیں عوام کو الفاظ کے گورکھ دھندے میں الجھایا گیا۔ کہیں زلفوں کے الجھاؤ میں اور کہیں مونچھوں کے تاؤ سے عوام کے ساتھ جو ظلم و زیادتی کی گئی میں سمجھتا ہوں یہ بجٹ 96-1995ء اس کی ایک صورت ہے۔

جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ بجٹ کو ایک نظر دیکھیے یہ اعداد و شمار جو پیش کیے گئے۔ بین الاقوامی طور پر یہ بات ثابت کی گئی اور نہایت افسوس کے ساتھ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان دنیا میں تعلیم کے اوپر سب سے کم خرچ کرنے والا ملک ہے اور اس سے زیادہ شرم کی کیا بات ہو گی کہ پاکستان کی نسبت سری لنکا جس کی per capita income پاکستان کی نسبت کم ہے وہ تعلیم میں پاکستان کی نسبت 100% آگے ہے۔

جناب والا! یہاں پر بات ہوتی ہے غریبوں کے بجٹ کی۔ کیا یہ غریبوں کا بجٹ ہے؟ تجاوزات کے نام پر غریبوں سے روٹی کا نوالہ چھین لیا گیا اور وزراء اور امراء کے محلات اور ان کے دفاتر پہ لاکھوں روپے تزئین و آرائش پر خرچ کر دیے گئے۔ کیا یہ غریبوں کا بجٹ ہے کہ یہاں آٹا دال مہنگی ہے اور سرخی، پاؤڈر سستا ہے۔ کیا یہ غریبوں کا بجٹ ہے کہ جہاں عوام کھانے کے لیے ترس رہے ہیں اور کھانے پینے کی اشیاء پر ڈیوٹی رکھ دی گئی لیکن سامان تعیش سے ڈیوٹی ہٹا لی گئی۔ کھاد مہنگی، بجلی مہنگی، گیس مہنگی، روٹی مہنگی، دال مہنگی اور سستا کیا ہے؟ سستا ہے یہاں پر کھلبہ پارٹی کا کھانے کا انداز۔

جناب والا! ڈویلپمنٹ کے نام پہ موٹر وے پر تنقید کی گئی۔ ڈویلپمنٹ کے نام پہ شاہراہیں تعمیر کرنا بند کر دی گئیں اور بنانا کیا شروع کیا گیا؟ قبریں، مقبرے، مردہ لوگوں کے اوپر پیسہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ زندہ لوگوں کے اوپر کوئی نظرِ کرم نہیں۔

جناب والا! بات چلتی ہے صحت کی۔ یہاں مانع حمل گولیاں ٹیکس فری کر دی جاتی ہیں لیکن

لائف سیونگ ڈرگز جو ہیں وہ نایاب ہیں۔ مریض ہسپتالوں میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کے مر رہے ہیں۔ کوئی پرسان حال نہیں اور پھر ذرا وزیر صحت تشریف فرما نہیں ورنہ ان کی صحت دیکھتے کہ جب سے وہ وزیر صحت بنے ہیں ان کی اپنی صحت دن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔

جناب والا! یہ غریب کا بجٹ کہاں سے آیا؟ جیسے میرے فاضل دوست پیر صاحب نے بات کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ زرعی ملک ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ زراعت کے بجٹ میں کیا رکھا گیا؟ ٹریکٹروں کی قیمتوں کو کتنا کم کیا گیا؟ کھاد کی قیمتوں کو کتنا کم کیا گیا؟ زراعت کے لیے استعمال ہونے والی مشینری کے سلسلے میں کیا اقدامات کیے گئے؟ ٹیوب ویلز کے لیے کیا کچھ کیا گیا؟ افسوسناک پہلو تو یہ ہے کہ بجٹ کی اس سنجیدہ بحث کے اوپر ٹریژری بنچز کے لوگ جس انداز سے ہنس رہے ہیں وہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ ایک ادا ہے کہ جو چاہے کہو ہم نے تو عوام کا گلا جس انداز سے دبانا ہے دبا کر رہیں گے۔ عوام کے ساتھ زیادتی ہر انداز سے کی گئی۔ کبھی کسی اپنے منظور نظر کے ذریعے، کبھی میاں منظور احمد وٹو صاحب کے ذریعے اور کبھی کسی افسر شاہی کے نظر وٹو کے ذریعے عوام کو ہمیشہ دبایا گیا۔ ایک بات بڑے آرام سے چل رہی ہے کہ جو پچھلی حکومتوں سے وراثت میں ملی۔ قابل افسوس ہے۔ شرم سے سر جھک جاتا ہے کہ جب ٹریژری بنچز کے پاس اور کچھ نہیں ہوتا تو نان ایشوز پر بات شروع ہو جاتی ہے۔ اس مقدس ایوان میں یہاں بجٹ پر بحث کی بجائے، بحث شروع ہو جاتی ہے پگ کی۔ کیا ایشو ہے پگ کا؟ کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ بات سر کی ہوتی ہے، بات سر والے کی ہوتی ہے، بات دستار کی نہیں ہوتی۔ گدھے کے اوپر کتابیں لاد ڈالنے سے وہ عالم نہیں بن جاتا۔ یہ کیا ایشو تھا جس کے اوپر یہ بحث چلتی رہی کہ ان چپڑاسیوں کے سر سے پگ اٹھا لی جائے اور باقی سب کے سروں کے اوپر رکھ دی جائے۔ بات سروں کی ہے۔ سر اونچا رکھ کر جینا سیکھیے۔ جس کا سر بڑا ہے اس کی پگ بھی بڑی ہو گی۔ غریب کے سر سے پگ اٹھانے والو! ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تم نے اس ایوان کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ تم تو سرعام شرفاء کی پگڑیاں اچھالتے ہو۔ اگر چپڑاسیوں اور نائب قاصدوں کے سروں سے تم نے پگڑیاں اتار لیں تو یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں۔

جناب والا! سستے انصاف کی بات ہوتی ہے اور ادھر stamp duty بڑھا دی جاتی ہے۔ انصاف لوگوں کے گھروں پہ پہنچانے کی بات ہوتی ہے لیکن افسوس صد افسوس کہ لوگوں کے گھروں پر غنڈے، بدمعاش اور ظالم پولیس والے تو ظلم کرنے کے لیے پہنچتے ہیں، انصاف نام کی کوئی چیز

نہیں پہنچتی۔ یہاں غریب آدمی کا جینا دوبھر ہے۔ لیکن الفاظ کے گورکھ دھندے سے غریبوں کو میٹھی گولی دے کر سلایا جا رہا ہے۔

جناب والا! کتنے افسوس کی بات ہے کہ عام آدمی، ایک کامن مین، ایک غریب جس کا ذریعہ سفر یہ سرکاری بسیں ہیں، یہ پرائیویٹ بسیں ہیں، لیکن ہو کیا رہا ہے؟ پی۔ آر۔ ٹی۔ سی، کروڑوں روپے کی بسوں کا قبرستان بنا دیا گیا۔ اس طرف کسی کی کوئی توجہ نہیں کہ عوام کے لیے ہم نے ٹرانسپورٹ دینی ہے۔ لیکن ایک شخص کے لیے پرانے جہاز کی جگہ کروڑوں کا نیا جہاز خرید لیا گیا کہ پرانے جہاز وہ عیش پرستی، وہ آرام اور وہ سٹیٹس نہیں ہے۔ ایک جہاز کے بدلے آپ خود ہی جناب سپیکر یہ اندازہ لگا لیجیے کہ عوام کے لیے کتنی بسیں یا ٹرانسپورٹ مہیا کی جا سکتی تھی۔

جناب والا! بجٹ میں وہ تمام جیسے میرے دوست پیر صاحب نے فرمایا ہے کہ ٹیکسوں کا بوجھ عوام کے لیے ناقابل برداشت بنا دیا گیا ہے۔ یہ کہہ دینے سے کہ فاضل بجٹ پیش کر دیا گیا۔ وہ فاضل بجٹ کی افادیت بڑھ نہیں جاتی۔ اس وقت تک کہ جب تک عوام کے لیے واقعی کوئی قابل فخر کارنامہ انجام نہ دیا جا سکے۔ مجھے علم نہیں کہ میرے دوست اس بات کو کس لحاظ سے بڑا بیلنس بجٹ قرار دے رہے ہیں۔ کون سی مد میں، کون سی بات پر، یہ بیلنس قائم ہوا۔ بجٹ کی ترقیاتی مد میں جو رکھا گیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ پچھلے دو سالوں سے جو ترقیاتی کام ہوئے ان کی رپورٹ بھی لے لیجیے پتا خود چل جائے گا کہ کیا کچھ ہو رہا ہے اور کیا کچھ نہیں۔

جناب والا! میں اپنی تقریر کو یہ بات کہہ کر ختم کرتا ہوں۔ جناب وزیر قانون کے کپڑوں کا آج رنگ دیکھتے ہوئے میں یہ کہتے ہوئے اجازت چاہوں گا کہ

سانپوں کو بند کر دیا سپیروں نے یہ کہہ کے
کہ یہ انسان کو انسان سے ڈسوانے کا موسم ہے

شکریہ جناب والا۔ مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، الحاج سردار غلام احمد خان گادی!

الحاج سردار غلام احمد خان گادی، جناب سپیکر! میں آپ کا احسان مند ہوں کہ آپ ۹۶-۱۹۹۵ کے بجٹ پر بولنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ جناب والا! میں اس اسمبلی میں نووارد ہوں اور ہر آدمی کو اپنی اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے تو میرے نزدیک یہ جو بجٹ پیش ہو رہا ہے اس کے پیش کرنے

والے کا مجھے کوئی پتا نہیں یا اس میں کسی آدمی کی رائے لی جاتی ہے یا نہیں لی جاتی۔ یہ جو بجٹ پیش ہوتا ہے اس کے لیے جتنی مرضی آپ تقریریں کریں اسے من مانی سے پاس کر دیا جاتا ہے۔ اس بحث سے ہٹ کر میں کوشش کروں گا کہ میں کسی تقریر کے بہانے اپنے علاقے کے چند مسائل آپ کے گوش گزار کروں۔

جناب والا! اس سے انکار نہیں کہ ہمارے ملک کے وسائل آمدنی کم ہیں لیکن مسائل بہت زیادہ ہیں۔ میں یہ جو حقیقت پیش کر رہا ہوں میں اس کے ساتھ ساتھ یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم جو لوگ ان بنچوں پر بیٹھے ہیں ان کے ساتھ بجٹ میں امتیازی سلوک کیا گیا ہے اور سوتیلی ماں والا سلوک کیا گیا ہے اور ان بنچوں پر بیٹھنے کی سزا دی گئی ہے۔ میں چونکہ اس ہاؤس میں اس گھر میں نو وارد ہوں اس لیے بجٹ کے رموز و اسرار اور جمع تفریق سے واقف نہ ہوں۔ اس بجٹ پر حزب اختلاف اور ساتھ ساتھ میں یہ کہتا جاؤں یا حزب اقتدار کا کوئی آدمی اگر کوئی اچھی تجویز پیش کرتا ہے اور واقعی وہ بہتر ہوتی ہے نہ اسے اس بجٹ میں شامل کر دیا جاتا ہے اور یا اگر کوئی حزب اختلاف کا کوئی ممبر--------

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا اقبال احمد خان پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا محمد اقبال خان: جناب والا! میرا نام رانا محمد اقبال خان ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محمد اور احمد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

رانا محمد اقبال خان: احمد میں بھی آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن پہلے محمد آتا ہے اور اس کے بعد

جناب ڈپٹی سپیکر: چلو آپ کا شکریہ۔

رانا محمد اقبال خان: جناب والا! میں آپ کی توجہ سرکاری بنچز کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ بجٹ پر بحث ہو رہی ہے اور میں یہ ریکارڈ کروانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ایوان میں وزراء صاحبان میں سے کوئی بھی وزیر موجود نہیں ہے۔

(آوازیں کیبنٹ میٹنگ ہو رہی ہے)

رانا محمد اقبال خان: اسمبلی کیبنٹ کے تابع نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں آپ میری attentron draw کرا رہے ہیں۔ کیونکہ قانون میں یہ ہے کہ اگر سپیکر کی attention draw کرا دی جائے۔ اگر آپ میری attention draw کراتے ہیں تو پھر کورم کا مسئلہ آجاتا ہے۔ آپ نے مجھے کہا ہے کہ میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں ۔ آپ میری توجہ کس طرف دلانا چاہتے ہیں ؟

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا! یہ بات قابل افسوس نہیں ہے کہ بجٹ پر بحث ہو رہی ہے اور کوئی وزیر موجود نہیں ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کی یہ بات جائز ہے۔

رانا محمد اقبال خان، جناب والا! کوئی وزیر نوٹس لینے کے لیے بھی موجود نہیں ہے ۔ بہر حال جیسے آپ مناسب سمجھیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کل راجے صاحب نے بھی یہی رولنگ دی تھی اور میری رولنگ بھی یہی ہے اور آپ بھی جانتے ہیں کہ ہاؤس میں یہ بات اچھی نہیں ہے کہ یہاں حاضری کم ہو یا وزراء دلچسپی نہ لیں۔ یہ بات اچھی نہیں ہے۔

سردار محمد حسین ڈوگر، جناب والا! یہ دوسروں کی بات کر رہے ہیں یہ اپنی طرف بھی دیکھیں یہ بھی ہماری طرح ہی بیٹھے ہیں۔ قائد حزب اختلاف بھی نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں نے تو کل ہی کہا تھا کہ بات دونوں طرف ہی یکساں ہے

سردار محمد حسین ڈوگر، جناب والا! پہلے یہ اپنی طرف دیکھیں اس کے بعد ادھر بات کریں ۔ وہ بھی ہماری طرح ہی بیٹھے ہیں۔

میاں اظہر حسن ڈار ، جناب والا! گاڑی صاحب بڑے اچھے بول رہے ہیں انھیں اجازت دی جائے۔

رانا نور الحسن، پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! ڈوگر صاحب نے کہا ہے کہ یہاں پر قائد حزب اختلاف بھی نہیں ہیں۔ جناب والا! نوٹ تو وزراء نے کرنا ہے جنھوں نے جواب دینا ہے یا جنھوں نے بجٹ بنایا ہے۔ قائد حزب اختلاف تو اپنی تقریر کر کے چلے گئے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، رانا صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے

سردار حسن اختر موکل، پوائنٹ آف آرڈر !

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ کی سیٹ نہیں ہے۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ اس بحث کو سمیٹ لیں کیونکہ نہ تو بجٹ وزراء نے بنایا ہے اور نہ ہی انھوں نے جواب دینے ہیں۔ جنھوں نے بجٹ بنا کر ان کو دیا ہے انھوں نے ان کو جوابات بھی تیار کر کے دینے ہیں افسوس کس بات کا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی کاڈی صاحب

جناب غلام احمد خان گاڈی، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ جو میں نے محسوس کیا ہے یا جو میری observation ہے کہ حزب اختلاف یا حزب اقتدار کے نمائندوں کو بجٹ میں کوئی حیثیت یا مقام نہیں دیا جاتا۔ جن لوگوں نے بجٹ بنایا ہے ان کو یہ بھی پتا نہیں ہے کہ جھنگ خود ضلع ہے یا وہ فیصل آباد کی تحصیل ہے۔ آپ اگر بجٹ کے اوراق دیکھیں گے تو آپ محسوس کریں گے کہ ان میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ جھنگ فیصل آباد کی تحصیل ہے۔ حالانکہ جھنگ ضلع ہوتا تھا اور فیصل آباد اس کی تحصیل ہوا کرتی تھی۔ جناب والا! میرا حلقہ انتخاب دریائے جہلم اور دریائے چناب کے درمیان واقع ہے۔ اس میں دو زبردست طغیانیاں آئی ہیں۔ ایک 1972ء میں اور ایک 1992ء میں۔ اس بات کا مجھے علم نہیں ہے کہ 1972 میں ہمارے ایم پی اے محمد تقی شاہ صاحب اور سیدہ عابدہ حسین صاحبہ تھیں غالباً انھوں نے اس وقت یہ مسئلہ اسمبلی میں اٹھایا یا نہیں لیکن آج تک ------

میاں اظہر حسن ڈار، جناب والا! سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ کس سال کی بات کر رہے ہیں؟

جناب غلام احمد خان گاڈی، جناب والا! 1972ء اور 1992ء کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔

جناب غلام احمد خان گاڈی، 1972ء اور 1992ء میں دو زبردست طغیانیاں آئی تھیں اور اس وقت ہمارے ایم پی اے سید تقی شاہ اور سیدہ عابدہ حسین ایم پی اے تھیں۔ یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ اس وقت انھوں نے یہ مسئلہ اسمبلی میں اٹھایا تھا یا نہیں۔ ان سیلابوں سے ہمارا آبپاشی کا نظام بالکل تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ پوری کی پوری نہریں جن میں میں چند کا نام لینا بہتر سمجھتا ہوں راجباہ مسن، نورنگ، راجو اور کچیاں یہ نہریں بہت بری طرح متاثر ہوئیں بلکہ tail سے یہ بالکل صفحہ ہستی سے ہی مٹ گئی ہیں۔ لیکن آج تک ان کا ڈبل آبیانہ لیا جا رہا ہے۔ پہلے کچھ نہ کچھ گزارہ ہو جاتا تھا کہ سکارپ

کے ٹیوب ویل لگے ہوئے تھے ان کے چلنے سے کچھ نہ کچھ کام بن جاتا تھا ۔ اب وہ ٹیوب ویل بھی بالکل ناکارہ ہو چکے ہیں بلکہ تباہ و برباد ہو گئے ہیں ۔ تو میں آپ کے توسط سے وزیر آبپاشی سے گزارش کروں گا کہ پہلے تو کوشش کریں کہ اگر کسی صورت سے وہ سکارپ ٹیوب ویل چل سکتے ہیں تو ان کو چلایا جائے۔ پھر ٹھیک ہے کہ یک طرفہ آبیانہ وصول کریں۔ لیکن جہاں نہر کا تصور بھی نہیں ہے۔ 1972ء سے نہر ختم ہو چکی ہے تو اس کا جو بوجھ بے چارے غریب کاشتکار پر پڑ رہا ہے۔ وزیر آبپاشی بے شک تصدیق کرا لیں سیکرٹری اریگیشن یا جس آفیسر کو بھی مناسب سمجھیں انھیں موقع پر بھیج دیں اور چیک کر لیں اور اس غریب کاشتکار کی جان چھڑا دیں۔ اس کے علاوہ مسن راجباہ پر ہمارے سابقہ پرنسپل ایڈوائزر جناب سید فیصل صالح حیات کا رقبہ ہے۔ تو میری بد بختی سمجھیے یا اس علاقے کی بد بختی سمجھیے کہ ان کے عزیز و اقارب سے گزر کے وہ نہر آگے جاتی ہے لیکن اس میں آگے پانی بالکل نہیں جاتا لیکن وہاں پر ڈبل آبیانہ وصول کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ نورنگ راجباہ ہے اس پر پرانے Aitchisonian جناب خالد امیر خان صاحب کا رقبہ ہے تو اس سے آگے پانی بہت کم مقدار میں جاتا ہے لیکن آبیانہ اور مالیہ اس کا بھی ڈبل وصول کیا جاتا ہے۔ تو یہ بہت بڑا اہم مسئلہ ہے جو کہ ہم غریبوں کے لیے حل طلب ہے۔ جناب والا! دریائے چناب کے کنارے پر ایک متالی گاؤں ماموہ تھا پچھلے سال اس کا کافی علاقہ زیر آب آ گیا ہم نے یہاں بڑی کوشش کی اس کی سکیمیں تیار ہوئیں لیکن خدا جانے کہ وہ کس حساب میں چلی گئی ہیں ۔ اب پھر فلڈ آنے والا ہے وہاں پر نہ بند بنا ہے اور نہ ہی کوئی اور حل ہو سکا ہے۔ وہاں پر بجلی کی تصیبات نہر کا نظام ' سڑکیں سب تباہ و برباد ہو گئی ہیں اور اگر اب اس گاؤں ماموہ کا کوئی علاج نہ ہوا تو وہ پورے کا پورا صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔ جناب والا! جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ وہاں کے افسران ڈرتے ہیں بے بس ہیں ۔ وہ نہ تو پانی کی چوری کو روک سکتے ہیں اور نہ ہمیں پانی فراہم کر سکتے ہیں۔ اس لیے آپ کے توسط سے وزیر آبپاشی سے گزارش کروں گا کہ اس کا کوئی خاطر خواہ حل نکالیں۔

جناب والا! میرے حلقہ انتخاب میں جھنگ سر گودھا روڈ پر چنڈ کے مقام پر ایک پل واقع ہے جو کہ آج سے تقریباً سو سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے محکمہ ریلوے نے تعمیر کیا تھا۔ اب 1997ء میں غالباً اس کی عمر ختم ہو رہی ہے۔ میں اریگیشن کے افسران کو ملا ہوں تو انھوں نے مجھے یہی کہا ہے کہ 1997ء تک یہ پل ضرور بن جائے گا۔ ہمارا علاقہ زرعی ہے گنے کے موسم میں آئے دن اس میں ٹریکٹر ٹرالی پھنس جاتے ہیں اور کافی ٹائم کے لیے ٹریفک بلاک ہو جاتی ہے ۔ تو میں آپ کی

وساطت سے جناب سعید اکبر خان وزیر مواصلات سے گزارش کروں گا کہ اس پل کو بھی پختہ بنانے کے لیے خصوصی توجہ دیں نیز یہ پل خیبر کو کراچی سے ملانے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس پر ہر وقت ٹریفک کا کافی مسئلہ رہتا ہے۔ تو اس لحاظ سے بھی یہ پل کافی اہم ہے اور عرصہ دراز سے ہمارے سابق پرنسپل ایڈوائزر جناب سید فیصل صالح حیات صاحب نے اس پر بورڈ بھی لگا رکھا ہے کہ اس کا افتتاح ہو رہا ہے اور یہ 1997ء میں مکمل ہو جائے گا۔ اس سے ہمارا کام بھی بن جائے گا اور سابق پرنسپل ایڈوائزر صاحب کی بھی حوصلہ افزائی ہو جائے گی تو آپ براہ کرم اس پر ذاتی توجہ دیں تاکہ یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

جناب والا! آج کل تمام علاقوں میں مین شاہراہیں ڈبل ہو چکی ہیں لیکن اسی جھنگ سرگودھا روڈ پر تقریباً 8 میل ایسی سڑک پڑی ہے جس پر ٹریفک تو در کنار رہڑھی بھی نہیں چل سکتی اور ٹریفک ساتھ والی سڑک جو ضلع کونسل کی ہے اس پر گزارہ کرتی ہے اور سڑک بالکل قابل استعمال نہیں رہی تو یہ بھی آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ وزیر مواصلات کو کہیں کہ وہ اس پر خاص توجہ دیں۔ میرے حلقہ میں ایک لالیاں روڈ ہے اس میں تقریباً 22 میل کا ٹکڑا سیلاب کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا تھا اور وہ بھی اصلاح طلب ہے اس کے لیے بھی اس بجٹ میں کوئی خاص رقم مختص کی جائے۔ اس کے علاوہ ضلع کونسل کی چند سڑکیں بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو اسی سیلاب کی نذر ہوئی تھیں جن میں منڈی موڑ تا کوٹلہ افغاناں براستہ کوٹ عیسیٰ شاہ خاص طور پر قابل ذکر ہے اور موجودہ حکومت نے بھی یہ پالیسی بنائی ہے کہ اس قسم کے Roads & Bridges کے لیے پیسے رکھے گئے ہیں ان میں تقریباً 50% نئی سڑکوں کے لیے اور 50% پرانی اور خراب سڑکوں کے لیے رکھا گیا ہے کہ ان کی اصلاح و مرمت کے لیے صرف کیے جائیں۔ تو میں آپ کے توسط سے جناب سعید اکبر خان صاحب اور پیر ناظم شاہ صاحب سے گزارش کروں گا کہ جو سڑکیں ان کے دائرہ اختیار میں آتی ہیں۔ اس پچاس فیصد فنڈز میں سے ان کو مرمت کروائیں۔

اس کے بعد میں محکمہ تعلیم کی طرف آؤں گا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ میرے پورے حلقہ انتخاب پی پی ۶۷ میں کالج تو دور کی بات ہے کوئی ہائر سیکنڈری سکول بھی نہیں ہے۔ اور جو سکول موجود ہیں ان میں اساتذہ کی حاضری بہت کم رہتی ہے۔ اگر کسی افسر کو اس کی شکایت کی جائے تو ان کو یہی احساس ہوتا ہے اور وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ تو اپوزیشن کا آدمی ہے اس کی کس نے بات سننی ہے۔ اور اگر یہی فلسفہ جاری رہا تو نظام تعلیم جس کا پہلے ستیاناس ہو گیا ہے مزید خرابی

کا باعث بنے گا۔ میں جناب کی وساطت سے جناب فتیانہ صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ تبادلوں کا جو چکر ہے اس میں سیاسی مداخلت کو روکا جائے ۔ اور استادوں کو میرٹ کی بنیاد پر کام کرنے دیا جائے۔ اگر ان کا رزلٹ بہتر ہو تو ان کو وہیں پر کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور اگر ان کا کام بہتر نہیں ہے تو پھر ان کو وہاں سے ہٹ کیا جائے۔ یہ پالیسی بھی بنی ہوئی ہے لیکن اس پر عمل درآمد بہت کم ہوتا ہے۔

اس بجٹ میں میرے حلقہ کے لیے صحت کی مد میں کوئی رقم مختص نہ کی گئی ہے۔ کسی بیسک ہیلتھ یونٹ یا رول ہیلتھ سنٹر کے لیے کوئی رقم مختص نہ کی گئی ہے۔ اور جو ہسپتال وہاں پر پہلے سے موجود ہیں ان میں بھی جہاں تک میں نے محسوس کیا ہے ڈاکٹر تعینات ہی نہیں ہیں ۔ اور اگر کوئی تعینات ہیں تو غالباً ان کو ڈی ایچ او کی سرپرستی حاصل ہے یا وہ ان کو کوئی پیسے دیتے ہیں کیونکہ وہاں موقع پر کوئی حاضر نہیں ہوتا۔ آپ کی وساطت سے جناب رانا اکرام ربانی صاحب سے یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنے محکمے کے ڈی ایچ او کو ہدایت کریں کہ جس رول ہیلتھ سنٹر یا بیسک ہیلتھ یونٹ میں ڈاکٹر تعینات نہیں ہیں وہاں ڈاکٹر تعینات کیے جائیں اور جو ڈاکٹر صاحبان وہاں سے غیر حاضر رہتے ہیں ان ڈاکٹروں کے کان کھینچیں اور ان ڈاکٹروں کے خلاف اور ان کے خلاف محکمانہ کاروائی کی جائے۔ زیر بحث بجٹ میں رورل واٹر سپلائی کے لیے ۲۲ لاکھ ۵ سو روپے کی رقم رکھی گئی ہے جس میں میرے حلقہ کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ on going scheme میں چھتہ' جبہ' صبر کھیرا' کری والا' ساجھی وال' گنیانہ میں کام شروع ہو رہا ہے۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ جہاں پر کام شروع ہو رہا ہے وہاں پر مجھے جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہاں پر جب بارش آتی ہے ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے ڈرینیج کا کام جو انہوں نے کرنا تھا وہ صحیح طرح نہیں کر رہے کیونکہ وہاں پر پانی ویسے کا ویسا کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہاں پر جو میٹریل استعمال ہو رہا ہے وہ بھی ناقص ہے۔ اور وہاں پر جو ایکس ای این صاحب موجود ہیں وہ ارباب اختیار کے ورکروں کے ذاتی غلام بنے ہوئے ہیں اور ان کے کہنے کے مطابق وہ سب کچھ کرتے ہیں۔ رولز اور قانون کا ان کو کوئی پاس نہیں ہے۔ منڈی شاہ جیونہ میں سیوریج کا نظام بالکل تباہ وبرباد ہو چکا ہے ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی وہاں پر سیوریج سسٹم شروع ہوا تھا میں جناب ملک مختار صاحب کو آپ کے توسط سے یہ گزارش کروں گا کہ اس بات کی وہ انکوائری کروائیں کہ اس وقت کون سے ایکس ای این یا کون سے

افسران نے اس سیوریج سسٹم کو بنایا تھا اور کس وجہ سے وہ اتنا جلدی ختم ہو گیا ہے۔ جو ذمہ دار افسران ہوں ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ جلدی wind up کیجیے۔

جناب غلام احمد خان گاڈی ، محکمہ زراعت نے پنجاب لینڈ یوٹیلائزیشن اتھارٹی کے لیے کچھ رقم مختص کی ہے میرے حلقہ میں بھی پراجیکٹ رتہ متہ اور پیر کوٹ شروع ہے۔ اس کے لیے میں یہ گزارش کروں گا کہ وزیر زراعت صاحب اس بات کو یقینی بنائیں کہ ٹیوب ویل میرٹ کی بنیاد پر نصب کیے جائیں۔ جماعتی باتوں کو مد نظر نہ رکھا جائے تو جو حکومت کے ساتھ ہیں ان کو ٹیوب ویل لگا دیے جائیں اور جو حکومت کے خلاف ہو ہمارا ساتھی میرٹ پر بھی آتا ہو اس کو نظر انداز کر دیا جائے ۔ میں ان الفاظ کے ساتھ اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ جناب رانا نورالحسن!

جناب رانا نورالحسن، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کا نہایت ہی ممنون ہوں کہ آپ نے آج مجھے پنجاب کے میزانیہ ۹۶ــــ۱۹۹۵ء پر اظہار خیال کا موقع فراہم کیا۔ جناب سپیکر! سالانہ میزانیہ کسی ملک یا صوبہ کے عوام کی سال بھر کی امنگوں اور توقعات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ متوازن بجٹ عوام کی خوشیوں میں اضافہ کرتا ہے اور غیر متوازن اور بیورو کریسی کی من مرضی کا تیار کردہ بجٹ عوام کی افسردگی، غصہ، اور بدحالی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ جناب سپیکر! میں اس مختصر وقت میں اس بات کا جائزہ پیش کر رہا ہوں کہ آیا حکومت پنجاب کا موجودہ بجٹ عوام کی خوشحالی کا ذریعہ بنے گا یا ان کے معاشی دکھوں میں مزید اضافہ کرے گا۔ بجٹ سے پہلے مہنگائی خطرناک شکل اختیار کیے ہوئے تھی جب کہ موجودہ بجٹ میں بے جا ٹیکسوں کی بھرمار اور غلط سرکاری پالیسیوں کی بدولت مہنگائی میں مزید اضافہ ہو گا۔ جس سے غریب اور محنت کش طبقہ کی کمر ٹوٹ جائے گی۔

جناب سپیکر ۹۶ــــ۱۹۹۵ء غلط اعداد وشمار کا گورکھ دھندا اور جھوٹ کا پلندا ہے، بلکہ حکومتی بنچوں سے بھی ہمارے فاضل دوستوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بجٹ بناتے وقت عوامی نمائندوں کی رائے اس میں نہیں لی گئی اور نہ ہی ان کی کوئی تجویز اس میں شامل ہے۔ صوبے کو اور صوبے کے عوام کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ یہ انوکھا بجٹ ہے اور اس سے عوام کی بھلائی ہو گی اور صوبے کو جنت بنا دیا جائے گا۔ موجودہ حکومت جو روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر حکومت میں آئی

ہے اس نے روٹی کی جگہ گولی، کپڑے کی جگہ کفن اور مکان کی جگہ قبر دی ہے۔ اس کا آپ اندازہ کراچی کی صورت حال سے لگا سکتے ہیں کہ جہاں پر آئے دن اوسطاً پندرہ بیس آدمی قتل ہوتے ہیں اور حکومت کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

جناب سپیکر! پنجاب کے بجٹ کا زیادہ حصہ اوکاڑہ کے لیے رکھا گیا ہے کیا یہ انصاف ہے؟ میں اپنے حلقے کی بات بھی کروں گا ملتان شہر جسے اولیاء اللہ اور مدینۃ الاولیاء کا مسکن اور محور کہا جاتا ہے۔ مدینۃ الاولیاء میں اس وقت جو شہر کی حالت ہے پورا شہر کھنڈرات کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے اور شہر کے لوگوں کو بنیادی سہولیات زندگی جو ان کا مذہبی اخلاقی اور آئینی حق بنتا ہے۔ اس کے حصول میں بھی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ میں اپنے حلقے سے متعلق ایک آبادی جس کا نام بستی خدا داد ہے وہ تقریباً پچاس ہزار کی آبادی ہے وہاں تقریباً تین سال قبل سیوریج کا تخمینہ ۲۵ لاکھ روپے تھا جو اب تقریباً ایک کروڑ روپے جا بنتا ہے اور وہ سکیم تقریباً تین ماہ سے محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں اسی طرح دھکے کھا رہی ہے۔ اسی طرح تعلیم کے حوالے سے بات آتی ہے میں آپ کو بتلاتا چلوں کہ میرے حلقے میں تقریباً ایک کلو میٹر کی ایک سڑک ہے۔ جہاں پر چار پانچ کالج ہیں۔ گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی، گورنمنٹ کامرس کالج، گرلز ڈگری کالج اور گرلز پولی ٹیکنیکل کالج وہاں پر موجود ہیں۔ سڑک پر کوئی فٹ پاتھ نہیں ہے۔ آئے دن ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں اور conjested area ہے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس سڑک کے دونوں طرف فٹ پاتھ بنایا جائے۔ اس سڑک کا نام شارع راشد ہے۔

جناب والا! مہنگائی نے تو جینا دوبھر کر ہی دیا۔ جابجا گندگی کے ڈھیر، سیوریج کا ناقص انتظام اور سڑکوں کی خستہ حالی نے ان کی مشکلات میں بے پناہ اضافہ کر دیا ہے۔ کیا ملتان کے شہریوں کو صرف اس لیے سزا دی جا رہی ہے کہ وہ میاں محمد نواز شریف کے متوالے اور ہمارے ووٹر ہیں۔ اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو جہاں میرے حلقے میں اگر 30 ہزار ووٹر میرا ہے تو کم از کم 20 ہزار ووٹر پیپلز پارٹی اور جونیجو لیگ کا بھی ہے۔ کیا وہ متاثر نہیں ہو رہے سزا اگر دینی ہے تو نمائندوں کو دیں عوام کو سزا نہیں دینی چاہیے۔ جناب والا! میرے شہر کے دونوں ایم این اے شیخ طاہر رشید صاحب اور حاجی بوٹا صاحب تقریباً نو (۹) ماہ سے پابند سلاسل ہیں۔ طاہر رشید صاحب کو گورنمنٹ کے ایماء پر قتل کے کیس میں ملوث کیا گیا ہے۔ جناب والا! نشتر کالج کے largest board نے اس کے بارے میں رپورٹ دی ہے کہ ان کی ایک ٹانگ سوکھتی جا رہی ہے۔ اور اس کے

علاج کے لیے ان کو باہر بھجوایا جائے۔ مگر افسوس صد افسوس کہ گورنمنٹ کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ جناب والا! یہ تو ڈھلتی پڑتی پرچھائیں ہوتی ہے کبھی حکومت ادھر ہوتی ہے کبھی ادھر ہوتی ہے۔ مگر انسانیت بھی تو کوئی چیز ہے۔ اسی طرح سے حاجی بونا صاحب جس کیس میں جیل میں ہیں ان کے جو دوسرے بارہ (۱۲) آدمی ہیں وہ bail out ہیں اور ایم این اے صاحب اندر بیٹھے ہیں۔ اور ستم ظریفی دیکھیے کہ ان کی داڑھ میں سخت تکلیف ہے وہ بار بار ارباب اختیار سے درخواست کرتے ہیں کہ مجھے ہسپتال بھجوایا جائے۔ جب ان کو ہسپتال نہیں بھجوایا گیا۔ تو انہوں نے درخواست کی کہ خدارا اگر آپ مجھے ہسپتال نہیں بھجوا سکتے تو کسی ڈاکٹر کو یہاں بھیج کر میری داڑھ نکلوا دیں۔ جب اس پر بھی عمل نہیں ہوا تو انہوں نے درخواست کی کہ خدارا! کوئی زنبور لاکے مجھے دے دیں میں اپنی داڑھ اپنے ہاتھ سے نکال لیتا ہوں۔ ایک آدمی جیل میں ہے اور وہ کھانا بھی نہیں کھا سکتا' اس کے ساتھ یہ سلوک ہے۔ کیا انسانیت کا یہی تقاضا ہے۔ اس حکومت نے ہمارے قائد اور مرد مجاہد پر غداری کا مقدمہ قائم کیا ہے پاکستان کے عوام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ جس نے وزارت عظمیٰ کی کرسی کو ٹھکرا دیا۔ آج کیا وہ غدار ہے؟ وہ پاکستان کے کہاں سے وفادار ہیں جنہوں نے ہمارے اس ملک کو دولخت کیا؟ اور اب اس بچے کھچے پاکستان کے بھی ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔ میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے ایک بار پھر آپ کا اور معزز ایوان کا شکر گزار ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ حکومت میرے حلقے کے عوام کی فلاح و بہبود پر خصوصی توجہ دے۔ میرے عوام کی خوشحالی ملتان کی خوشحالی' پنجاب کی خوشحالی اور پاکستان کی خوشحالی ہے۔میں آپ سے ایک درخواست اور کرتا چلوں کہ جہاں میں نے بستی خداداد کا پہلے ذکر کیا ہے وہاں پر ریلوے لائن کراس کرکے اس آبادی میں جانا پڑتا ہے۔ تو اس پر آج تک اندازہ لگائیں کہ ایک پھاٹک نہیں لگایا جاسکا۔ جہاں پر کم از کم پانچ دس ایکسیڈنٹ ہر سال میں ہوجاتے ہیں۔ اگر over head bridge نہیں بن سکتا تو کم از کم وہاں پر ایک پھاٹک لگا دیا جائے جیسے کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ گاڑی کے آنے کے وقت وہ بند کردیا جائے۔ میں اس بات کے ساتھ ہی ایک دفعہ پھر آپ کا اور اس معزز ایوان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی' رانا صاحب! میرے خیال میں آج کی لسٹ exhaust ہو گئی ہے۔ اب مورخہ' 24-6-1995 بروز ہفتہ' بوقت 4-00 بجے تک یہ اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے۔

اجلاس مورخہ' 24-6-1995 بروز ہفتہ' 4-00 بجے تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا۔